TIGHT BINGING BOOK

BROWN BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226392
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. Accession No. 10771

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

۷۸۶

Checked 1965

فہرست مضامین تذکرہ اولیاء ہند جلد اوّل

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد اول صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد اول صفحہ
			۱۲	مولانا سعد و قاضی	۵۰
	تمہید	۲	۱۳	شیخ نظام الدین ابوالموید	//
	سلسلۂ چشتیہ		۱۴	شیخ معز الدین دہلوی	۵۱
			۱۵	خواجہ محمود موئینہ دوز	//
۱	خواجۂ بزرگ معین الدین اجمیری	۴	۱۶	شیخ فرید الدین ناگوری	//
۲	قصیدہ در بیان حضرت اجمیری	۱۹	۱۷	حضرت دائی من میل	۵۲
۳	خواجہ قطب الدین اوشی	۲۴	۱۸	شیخ احمد رئیس	//
۴	مولانا جلال الدین بسطامی و	۲۶	۱۹	شیخ امام الدین ابدال	//
	شیخ نجم الدین صغرا شیخ الاسلام		۲۰	شیخ شہاب الدین عاشق خدا	۵۳
۵	بابا فرید الدین گنجشکر	۴۳	۲۱	شیخ حسن دانا	//
۶	سلطان شمس الدین التمش	۴۶	۲۲	خواجہ حسن خیاط	//
۷	مولانا بدر الدین غزنوی	۴۷	۲۳	سید احمد و سید زین الدین	//
۸	قاضی حمید الدین ناگوری	۴۸	۲۴	شیخ احمد نہروانی	۵۴
۹	شیخ علی سنجری	۴۹	۲۵	شیخ جلال الدین تبریزی	//
۱۰	صاحبزادہ عالیقدر خواجہ احمد	۵۰	۲۶	شیخ محمد ترک نارنولی	۵۶
۱۱	باباحاجی روزبہ	//	۲۷	خواجہ فرید الدین گنج محمود	۵۷

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد اول صفحہ
۲۸	شیخ نجیب الدین متوکل	۸۲
۲۹	شیخ داؤد پالہی	۸۴
۳۰	سید امام علی لاحق سیالکوٹی	//
۳۱	شیخ برہان الدین محمود ابی الخیرا	۸۵
۳۲	شیخ بدرالدین بن علی اسحاق	//
۳۳	شیخ منتخب الدین چشتی	//
۳۴	سید محمد بن سید محمود کرمانی	۸۶
۳۵	خواجہ علاء الدین بن شیخ بدرالدین	//
۳۶	شیخ ضیاء الدین بخشی	۸۷
۳۷	شیخ جمال الدین قطب ہانسوی	//
۳۸	سلطان المشائخ نظام الدین اولیا	//
۳۹	شاہ عبداللہ کرمانی بنگالی	۱۰۳
۴۰	حضرت پیر کریم سیلونی	//
۴۱	شیخ برہان الدین صوفی بن شیخ جمال ہانسوی	//
۴۲	خواجہ امیر خسرو دہلوی	۱۰۴
۴۳	میر حسن علائی سنجری	۱۰۶
۴۴	مولانا مؤید الدین	۱۰۷
۴۵	شیخ وجیہہ الدین یوسف	//
۴۶	خواجہ محمد امام	//
۴۷	شیخ حسام الدین ملتانی	//
۴۸	حضرت خواجہ فخرالدین مروزی	۱۰۸

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد اول صفحہ
۴۹	مولانا ضیاء الدین برنی	۰۸
۵۰	شیخ برہان الدین غریب	۱۱۰
۵۱	شیخ حسام الدین سوختہ	۱۱۱
۵۲	شیخ عزیز الدین صوفی	//
۵۳	شیخ شمس الدین یحییٰ	//
۵۴	شیخ اخی سراج الدین بدایونی	۱۱۲
۵۵	شیخ حمید قلندر	//
۵۶	شیخ علاء الدین نیلی	۱۱۳
۵۷	مولانا فخرالدین زرادی	//
۵۸	قاضی محی الدین کاشانی	//
۵۹	خواجہ شمس الدین ماہرو	۱۱۴
۶۰	مولانا جلال الدین اودھی	//
۶۱	شیخ نظام الدین شیرازی	//
۶۲	خواجہ شمس الدین دہاری	//
۶۳	خواجہ احمد بدایونی	//
۶۴	شیخ شہاب الدین حق گوئی	۱۱۵
	پسر مولانا فخرالدین زرادی	
۶۵	شیخ وجیہہ الدین پائیلی	//
۶۶	شیخ شہاب الدین امام مسجد	//
۶۷	شیخ حیدر	//
۶۸	شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین	۱۱۶

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد اول صفحہ
۶۹	حضرت مسعود بیک	۱۱۶
۷۰	سید الحجاب	״
۷۱	شیخ قطب الدین منور ہانسوی	۱۱۷
۷۲	مولانا علی شاہ جاندار	۱۱۹
۷۳	خواجہ تقی الدین نوح	״
۷۴	خواجہ علاء الدین بن شیخ بدر الدین سلیمان	״
۷۵	قاضی ضیاء الدین بخشی	۱۲۰
۷۶	شیخ محمد صاحب	״
۷۷	شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتی	״
۷۸	مولانا ناصح الدین	۱۲۳
۷۹	حضرت شاہ خضر	״
۸۰	شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی	۱۲۴
۸۱	مولانا خواجہ کمال الدین علامہ خلیفہ اعظم	۱۳۲
۸۲	خواجہ ملک زادہ احمد	״
۸۳	حضرت شیخ دانیال	۱۳۳
۸۴	شیخ صدر الدین حکیم	״
۸۵	خواجہ معین الدین خورد	۱۳۴
۸۶	شیخ سراج الدین چشتی	״
۸۷	سید محمد بن سید مبارک	״
۸۸	شیخ یوسف چشتی	۱۳۵
۸۹	شیخ عبد المقتدر	״
۹۰	حضرت قاضی سعدی چشتی	۱۳۵
۹۱	شیخ سعد اللہ کیسہ دار	״
۹۲	حضرت مولانا خواجگی	۱۳۶
۹۳	شیخ احمد صاحب تھانیسری	״
۹۴	میر سید محمد گیسو دراز دہلوی	۱۳۷
۹۵	شیخ محمد متوکل کنتوری	۱۳۸
۹۶	شیخ قوام الدین چشتی	۱۳۹
۹۷	حضرت سید جعفر مکی	۱۴۰
۹۸	شیخ حمید الدین صوفی ناگوری	۱۴۱
۹۹	شیخ عبد العزیز علی	۱۴۲
۱۰۰	شیخ محمد صابر چشتی	״
۱۰۱	سید تاج الدین شیر سوار	״
۱۰۲	حضرت شیخ ابدال	״
۱۰۳	شیخ علاء الدین علاء الحق	۱۴۳
۱۰۴	میر سید اشرف جہانگیری سمنانی	۱۴۴
۱۰۵	مخدوم حسام الدین فتحپوری	۱۴۹
۱۰۶	شیخ اختیار الدین عمر ایرجی	۱۵۰
۱۰۷	شیخ فتح اللہ اودہی	״
۱۰۸	شیخ عین الدین قتال	״
۱۰۹	شیخ یوسف بدہ ایرجی	۱۵۱
۱۱۰	شیخ شیر خاں بیک	״

تذکرہ اولیائے ہند

فہرست مضامین جلد دوم

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد دوم صفحہ
۱	مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری	۲
۲	شیخ شمس الدین ترک	۹
۳	شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی	۱۴
۴	شیخ احمد عبد الحق توشہ ردولوی	۲۵
۵	شیخ قوام الدین سارنگ چشتی	۳۰
۶	قاضی شہاب الدین دولت آبادی	۳۱
۷	میر سید ید اللہ نبیرہ سید محمد گیسو دراز	//
۸	شیخ نور الدین قطب عالم بنگالی	۳۲
۹	شیخ علاء الدین قریشی	//
۱۰	شیخ کبیر چشتی	۳۳
۱۱	شیخ ابو الفتح جونپوری	//
۱۲	شیخ عارف فرزند شیخ احمد عبد الحق	//
۱۳	شیخ ابو الفتح علائی قریشی	۳۴
۱۴	شیخ مینا چشتی لکھنوی	۳۵
۱۵	شیخ شمس الدین طاہر	۳۶
۱۶	شاہ جلال الدین گجراتی	//
۱۷	حضرت شاہ کاکو	//
۱۸	شیخ حسام الدین مانکپوری	//
۱۹	شیخ علم الحق والدین	۳۷
۲۰	شیخ محمود راجن	//
۲۱	شیخ جمال الدین عرف جمن	۳۸
۲۲	شیخ سعد الدین خیر آبادی	//
۲۳	شاہ میانجی بیگ	//
۲۴	شیخ ملا ملادہ	۳۹
۲۵	شیخ جنید حصاری	۴۰
۲۶	شیخ حسین ناگوری	//
۲۷	راجی حامد شاہ	۴۱
۲۸	شیخ حسن طاہر	۴۲
۲۹	شیخ بختیار	//
۳۰	شیخ محمد عیسیٰ جونپوری	۴۳
۳۱	شیخ عزیز اللہ متوکل	//
۳۲	مولانا الہ داد	۴۴
۳۳	شیخ احمد مجد شیبانی	//
۳۴	حضرت شاہ سیدو	۴۵
۳۵	شیخ محمد حسن	//
۳۶	شیخ محمد بن شیخ عارف	۴۶

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد دوم صفحہ
۳۷	شیخ اولیا عرف شیخ بدھ	۴۸
۳۸	شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۴۹
۳۹	شیخ بہاء الدین جونپوری	۵۵
۴۰	شیخ خانو گوالیاری	۵۶
۴۱	شیخ علاء الدین بن شیخ نورالدین اجودھنی	״
۴۲	سلطان جلال الدین قریشی	״
۴۳	سید سلطان بہرائچی	۵۷
۴۴	سید علی قوام	۵۸
۴۵	شیخ عبدالرزاق جھنجانہ	״
۴۶	شیخ یوسف معروف بشاہ جوسی	״
۴۷	شیخ جلال تھانیسری	۵۹
۴۸	شیخ نظام الدین عبدالشکور	۶۱
۴۹	شیخ امان پانی پتی	۶۵
۵۰	شیخ حمزہ ہرسو قریشی	۶۶
۵۱	شیخ حسام الدین متقی	۶۷
۵۲	میر سید عبدالاول بن سید علائی	۶۸
۵۳	شیخ قاضی خاں ظفرآبادی	״
۵۴	شیخ عبدالعزیز بن شیخ حسن طاہر	״
۵۵	شیخ علی متقی بن حسام الدین	۶۹
۵۶	شیخ اجودھن جونپوری	۷۱
۵۷	شیخ حسن محمد چشتی	״
۵۸	شیخ محمد عظم چشتی نظامی	۷۱
۵۹	شیخ سلیم چشتی بن بہاء الدین چشتی	۷۳
۶۰	شیخ تقی چابک	۷۶
۶۱	شیخ محمد طاہر گجراتی	״
۶۲	شیخ نظام الدین کمہاری	۷۷
۶۳	شیخ پیارا چشتی	۷۸
۶۴	شیخ رزق اللہ	״
۶۵	شیخ اسحاق	۷۹
۶۶	شیخ زندہ پیر	״
۶۷	شیخ دانیال	۸۰
۶۸	شیخ فتح اللہ ترین سنبلی	״
۶۹	شیخ نظام الدین نارنولی	۸۱
۷۰	شیخ طاہا چشتی	״
۷۱	شیخ مٹھہ گاگرونی	۸۲
۷۲	شیخ کبیر جولاہہ	״
۷۳	شیخ ولی چشتی	۸۳
۷۴	مولانا عبداللہ انصاری	۸۴
۷۵	شیخ اختیارالدین مروانی	״
۷۶	شیخ جلال الدین کاسی	״
۷۷	شیخ مزمل چشتی	۸۵
۷۸	شیخ سید جیو	״

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد دوم صفحہ
۷۹	شاہ نعمان چشتی	۸۶
۸۰	شیخ حاجی ادلیس دلوزی	//
۸۱	اخوند سعید شوریانی	۸۷
۸۲	شیخ نظام الدین بن شیخ عثمان زندہ پیر	۸۸
۸۳	شیخ رحمت شوریانے	//
۸۴	شیخ محمد بن فضل اللہ	//
۸۵	مولانا شیخ احمد شوریانی	۸۹
۸۶	شیخ محمد سلیم صابری	//
۸۷	میر سید محمد کالپوی	//
۸۸	شاہ علی چشتی پانی پتی	۹۰
۸۹	حضرت بایزید نیک زئی	۹۲
۹۰	شیخ جان اللہ لاہوری	۹۳
۹۱	سید علی غواص ترمذی	//
۹۲	مولانا درویزی پشاوری	//
۹۳	سید محمد مہدی	//
۹۴	شیخ حاجی گلشن شوریانی قصوری	۹۴
۹۵	حاجی عبد الجلیل چشتی لکھنوی	۹۵
۹۶	شیخ حاجی عبد الکریم چشتی لاہوری	//
۹۷	شیخ الہ داد دلوزے	۹۶
۹۸	ملک محمد جائسی	//
۹۹	مخدوم شیخ عبد الرشید	//

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد دوم صفحہ
۱۰۰	میر سید احمد گیسو دراز	۹۷
۱۰۱	مولانا تقی الدین اودی	//
۱۰۲	شیخ ابو سعید چشتی صابری	//
۱۰۳	حضرت بندگی شیخ محمد صادق گنگوہی	۱۰۰
۱۰۴	شیخ محمد داؤد بن شیخ محمد صادق	۱۰۱
۱۰۵	شاہ ابو المعالی چشتی صابری	۱۰۸
۱۰۶	شیخ عبد الخالق چشتی لاہوری	۱۱۰
۱۰۷	شیخ عارف لاہورے	//
۱۰۸	شیخ اسمٰعیل چشتی اکبرآبادی	//
۱۰۹	حضرت سعید خان میانہ چشتی	//
۱۱۰	شیخ بھوگی افغان عزیززئی	۱۰۹
۱۱۱	شیخ عارف صابری لاہوری	//
۱۱۲	مولانا عبد الکریم پشاوری	۱۱۱
۱۱۳	شیخ پنجو پشاورے	//
۱۱۴	شیخ پیر محمد سلونی	۱۱۲
۱۱۵	شیخ یحییٰ گجراتی	//
۱۱۶	شیخ جنید دہانی چشتی	//
۱۱۷	شیخ حبیب چنبری	//
۱۱۸	شیخ پیر محمد لکھنوے	//
۱۱۹	شیخ محمد صدیق چشتی	۱۱۳
۱۲۰	شیخ محمد چشتی صابری دہلوی	//

نمبر شمار	اسمائے اولیا اللہ	جلد دوم صفحہ
۱۲۱	شیخ عبدالرشید جالندھری	۱۱۳
۱۲۲	سید میراں بھیکہ	۱۱۴
۱۲۳	شاہ بہلول برکی صابری	۱۱۸
۱۲۴	شیخ شاہ لطف اللہ	״
۱۲۵	شیخ محمد سلیم صابرے	״
۱۲۶	شیخ یحییٰ مدنی	״
۱۲۷	شیخ کلیم اللہ جہان آبادی	۱۱۹
۱۲۸	شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی	۱۲۰
۱۲۹	مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی	۱۲۳
۱۳۰	مولوی کرم خلیفہ مولانا فخر	۱۳۴
۱۳۱	مولانا نور محمد بعیل مہاروی	۱۳۵
۱۳۲	مولانا ضیا الدین جیپوری	۱۳۶
۱۳۳	مولانا سید عماد الدین میر محمدی دہلوی	۱۳۷
۱۳۴	مولانا سید شاہ نیاز احمد چشتی	۱۳۸
۱۳۵	مخدوم زادہ شیخ یار علی	۱۳۹
۱۳۶	سید علیم اللہ بن سید عتیق اللہ	״
۱۳۷	سید علی شاہ چشتی جالندہری	۱۴۰
۱۳۸	شیخ محمد سعید چشتی	״
۱۳۹	شیخ محمد سعید صابری شرقپوری	״
۱۴۰	شیخ خیر الدین خیرا شاہ چشتی	۱۴۱
۱۴۱	شیخ محمد سالم روپڑی	״

نمبر شمار	اسمائے اولیا اللہ	جلد دوم صفحہ
۱۴۲	سید محمد اعظم روپڑی	۱۴۲
۱۴۳	شاہ نصیر کوکہ ذکر اللہ	״
۱۴۴	شاہ غلام چشتی صابری	״
۱۴۵	سید صابر علی شاہ چشتی دہلوی	۱۴۳
۱۴۶	سید میر عبد اللہ شاہ	״
۱۴۷	مولانا قاضی محمد عاقل چشتی فخری نظامی	״
۱۴۸	مولانا خواجہ قاضی خدا بخش	۱۴۴
۱۴۹	مولانا خواجہ فخر الدین	״
۱۵۰	خواجہ محمد سلیمان چشتی	۱۴۶
۱۵۱	مولانا غلام نصیر الدین معروف کالے صاحب	۱۴۸
۱۵۲	شیخ حاجی رمضان چشتی	״
۱۵۳	حضرت بندگی حافظ موسیٰ چشتی	״
۱۵۴	مولوی امانت علی چشتی	۱۴۹
۱۵۵	محمد حسن عرف حافظ بانکے	״
۱۵۶	سید غلام معین الدین شاہ خاموش	״
۱۵۷	میاں گھوڑا شاہ سرونجی	۱۵۰
۱۵۸	مولوی غلام مصطفےٰ وزیر آبادی	۱۵۱
۱۵۹	شیخ فیض بخش لاہوری	۱۵۲
۱۶۰	مرزا روشن بخت گورگانی	״
۱۶۱	مولانا ظہیر الدین کیرانوی	۱۶۴
۱۶۲	مرزا دلیر شاہ	״
۱۶۳	مولوی رحمت اللہ آفندی ہندی	۱۶۵

تذکرہ اولیائے ہند

فہرست مضامین جلد سوئم

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
	سلسلۂ خواجگان قادریہ	
۱	غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانیؒ	۲
	فرزندانِ غوث پاک	
۲	سید سیف الدین عبد الوہاب	۱۰
۳	شیخ شرف الدین عیسیٰ	//
۴	شیخ شمس الدین ابوبکر	//
۵	شیخ سراج الدین عبد الجبار	//
۶	شیخ تاج الدین ابوبکر	۱۱
۷	شیخ ابو اسحاق ابراہیم	//
۸	شیخ ابو الفضل محمد	//
۹	شیخ عبد الرحمٰن	//
۱۰	شیخ ابو زکریا یحییٰ	//
۱۱	شیخ ابو نصر موسیٰ	//
۱۲	خلفائے حضرت غوث الثقلین	۱۲
۱۳	ذکر بزرگان حضرت غوث الثقلین	۱۳
۱۴	دوستان و محبان حضرت غوث پاک	۱۴
۱۵	سلسلہ پیران حضرت محبوب سبحانی	۱۵
۱۶	خانوادہ	۱۵
۱۷	حضرت شاہ نعمت اللہ ولی	۱۷
۱۸	شیخ بہاء الدین جنیدی	۱۸
۱۹	سید محمد غوث گیلانی	//
۲۰	میر سید شاہ فیروز	۱۹
۲۱	سید عبد القادر ثانی	//
۲۲	سید محمود حضوری لاہوری	۲۰
۲۳	سید عبد القادر گیلانی لاہوری	۲۰
۲۴	سید عبد الرزاق گیلانی	//
۲۵	میراں سید مبارک حقانی اوچی	۲۱
۲۶	سید محمد غوث بالا پیر	//
۲۷	سید بہاء الدین گیلانی	//
۲۸	حضرت مخدوم جی قادری	۲۲
۲۹	سید عبد اللہ ربانی	۲۳
۳۰	سید اسماعیل گیلانی	//
۳۱	حضرت سید حامد (حامد گنج بخش)	//
۳۲	شیخ بہلول دریائی	۲۵
۳۳	شیخ ابو اسحاق قادری لاہوری	۲۶

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۳۴	سید میر میراں	۲۶	۵۵	سید جیو عبد القادر ثالث	۳۷
۳۵	شاہ معروف چشتی	״	۵۶	سید خیر الدین ابو المعالی	۳۸
۳۶	سید محمد نور	۲۷	۵۷	میاں نھتا شاہ قادری	״
۳۷	حضرت شاہ قمیص	״	۵۸	حاجی مصطفےٰ سرہندی	۴۰
۳۸	سید اسمٰعیل بن سید ابدال	״	۵۹	سید عبد الوہاب گیلانی	״
۳۹	سید الہ بخش گیلانی	۲۸	۶۰	سید شیخ عبد اللہ	״
۴۰	شیخ خضر سیوستانی	״	۶۱	حضرت ملا حامد قادری	״
۴۱	سید شاہ نور حضورے	۲۹	۶۲	شیخ محمد میر میاں بالا پیر	״
۴۲	سید موسےٰ پاک شہید	״	۶۳	سید غلام غوث شاہ حاکم	۴۷
۴۳	حضرت سید حسین	״	۶۴	سید شاہ بلاول لاہوری	۴۸
۴۴	شیخ عبد الوہاب متقی قادری	״	۶۵	سید عبد القادر بخاری اکبر آبادی	۴۹
۴۵	سید عبد الوہاب بھاکری	۳۲	۶۶	مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی	״
۴۶	سید ابراہیم حسینی	״	۶۷	سید محمد مقیم محکم الدین	۵۰
۴۷	شیخ محمد حسن قادرے	״	۶۸	شیخ مادھو قادرے لاہوری	۵۱
۴۸	سید صوفی بن سید بدر الدین	״	۶۹	حضرت خواجہ بہاری	۵۳
۴۹	سید کامل شاہ لاہورے	״	۷۰	حضرت شاہ سلیمان قادری	״
۵۰	شیخ سید حسین لاہوری	۳۳	۷۱	سید جان محمد حضوری	۵۵
۵۱	شیخ حسین قادری	۳۶	۷۲	حضرت محمد صالح اکبر آبادی	״
۵۲	شیخ نعمت اللہ سرہندی	״	۷۳	سید عبد الرزاق شاہ چراغ لاہورے	״
۵۳	حضرت شاہ بندر گیلانے	۳۷	۷۴	شاہ محمد ملا شاہ قادری	״
۵۴	شاہ شمس الدین قادرے لاہوری	״	۷۵	حضرت دارا شکوہ قادری خلف شاہجہان بادشاہ	۵۷

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۷۶	سید شاہ کردیر	۵۷
۷۷	حضرت سید مولا	۵۸
۷۸	شیخ وجیہہ الدین	//
۷۹	شاہ عبداللہ قریشی	//
۸۰	سید رفیع الدین صوفی	//
۸۱	حضرت مخدوم جیو قادری دکنی	//
۸۲	شاہ صفی اللہ سیف الرحمٰن	//
۸۳	حاجی عبدالجمیل لاہوری	۵۹
۸۴	حاجی محمد ہاشم گیلانی	//
۸۵	میر سید طاہا قطب الدین کونانوی	//
۸۶	ذکر ان حضرات کا جو فیضان صحبت سید طاہا سے باکمال ہوئے	۶۴
۸۷	ذکر پیران سلسلہ سید طاہا کونانوی	۶۶
۸۸	میر سید حسین بخاری	//
۸۹	میر سید علاء الدین	۶۷
۹۰	شیخ عبدالغفور اعظم پوری	//
۹۱	میر سید عبدالکبیر	//
۹۲	سید عبداللہ قطب تنکارپوری	//
۹۳	سید صدرالدین سلطان	۶۸
۹۴	سید فضل اللہ	//
۹۵	سید حامد قطب نوبہار	//
۹۶	سید ناصرالدین محمود نوشہ	۶۹
۹۷	سید سرور دین لاہوری	//
۹۸	سید محمد امیر	۷۰
۹۹	حاجی بہتو شاہ گنج بخش	//
۱۰۰	حضرت میاں غیاث	۷۱
۱۰۱	شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ	۷۲
۱۰۲	سید جعفر ہاشم	//
۱۰۳	سید عبدالحکیم گیلانی	//
۱۰۴	سید محمد فاضل متوکل	//
۱۰۵	خواجہ محمد فصیل قادری نوشاہی	۷۳
۱۰۶	شیخ رحیم داد قادری	۷۴
۱۰۷	حضرت سید عمر گیلانی	//
۱۰۸	سید حسن گیلانی پشاوری	//
۱۰۹	شاہ رضا قادری شطاری	//
۱۱۰	سید محمد صالح قادری	۷۵
۱۱۱	شیخ صدرالدین قادری	//
۱۱۲	حضرت شاہ درگاہی قادری لاہوری	//
۱۱۳	شیخ تاج محمود قادری	//
۱۱۴	شیخ عبدالحمید قادری نوشاہی	۷۶
۱۱۵	سید نور محمد گیلانی	//
۱۱۶	شیخ خوش محمد قادری	//

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۱۱۷	حضرت حافظ برخوردار	۷۶
۱۱۸	سید عبد الوہاب بن سید سرور الدین	"
۱۱۹	شیخ محمد تقی نوشاہی	"
۱۲۰	خواجہ ہاشم دریادل	۷۷
۱۲۱	سید احمد شیخ الہند گیلانی	"
۱۲۲	سید بدر الدین گیلانی	"
۱۲۳	شیخ عصمت اللہ نوشاہی	"
۱۲۴	شیخ فتح محمد غیاث الدین قادری	"
۱۲۵	شیخ احمد بیگ نوشاہی	۸۰
۱۲۶	شاہ عنایت قادری شطاری	"
۱۲۷	سید حاجی عبد اللہ گیلانی	"
۱۲۸	شیخ جمال اللہ نوشاہی	"
۱۲۹	حضرت حافظ معموری نوشاہی	"
۱۳۰	شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی	"
۱۳۱	شیخ پیر محمد المشہور سچیار	۸۱
۱۳۲	شیخ عبد الرحمٰن المشہور بہ پاک رحمان	"
۱۳۳	سید عبد القادر شاہ گدا گیلانی	"
۱۳۴	حضرت شاہ فرید نوشاہی لاہوری	"
۱۳۵	شیخ فتح محمد نوشاہی	۸۲
۱۳۶	شیخ عنایت بن حافظ برخوردار	"
۱۳۷	شیخ محمد سلطان لاہوری	"
۱۳۸	سید شاہ حسین بن سید نور محمد سجادہ نشین	۸۳
۱۳۹	میاں رحمت اللہ بن حافظ برخوردار	"
۱۴۰	شاہ نصرت اللہ نوشاہی	"
۱۴۱	حضرت میر بہلی شاہ قصوری	
۱۴۲	شیخ سعد اللہ نوشاہی	"
۱۴۳	شیخ محمد عظیم قادری	"
۱۴۴	حضرت عظیم شاہ سردار	"
۱۴۵	سید محمد شاہ رزاق گیلانی	"
۱۴۶	شیخ مصاحب خان خورد لاہوری	"
۱۴۷	شاہ صدر الدین	۸۴
۱۴۸	سید سعد الدین حجرہ	"
۱۴۹	شیخ جان محمد لاہوری	"
۱۵۰	شیخ عبد اللہ شاہ بلوچ	"
۱۵۱	حضرت شیخ محمود	"
۱۵۲	سید عادل شاہ گیلانی	"
۱۵۳	سید شادی شاہ قادری	"
۱۵۴	حضرت شاہ سردار قادری	"
۱۵۵	سید علی شاہ قادری	۸۵
۱۵۶	سید سردار علی شہید	"
۱۵۷	حضرت شاہ غلام نبی	"
۱۵۸	سید قطب الدین گیلانی	"

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۱۵۹	شیخ مسلم خان	۸۵
۱۶۰	سید شاہ بڑے صاحب دہلوی	״
۱۶۱	حضرت حافظ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی	۸۷
۱۶۲	مولانا سید غوث علی شاہ قادری	۸۹
۱۶۳	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی	۹۰
۱۶۴	نقشہ سلسلہ پیران حضرت خواجہ باقی باللہ	۹۲
۱۶۵	دوسرا سلسلہ پیران خواجہ باقی باللہ	۹۳
۱۶۶	شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی کابلی	۹۴
۱۶۷	شیخ محمد طاہر لاہوری نقشبندی	۹۹
۱۶۸	حضرت خواجہ بیرنگ	۱۰۰
۱۶۹	اخوند ملا حسین خباز کشمیری مجددی	״
۱۷۰	خواجہ خاوند حضرت ایشاں	״
۱۷۱	حاجی خضر اوغانی	۱۰۳
۱۷۲	خواجہ سید آدم بنوری	״
۱۷۳	شیخ حامد لاہوری	۱۰۴
۱۷۴	شیخ نور محمد پٹادری	۱۰۵
۱۷۵	حضرت میر نعمان مجددی	״
۱۷۶	سید امیر ابوالعلی نقشبندی	״
۱۷۷	شیخ ابوالفتح	۱۰۶
۱۷۸	شیخ عبدالحی	״
۱۷۹	شیخ احمد سعید	״

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۱۸۰	شیخ محمد سلطان پوری	۱۰۷
۱۸۱	شیخ محمد معصوم	״
۱۸۲	سید علیم اللہ	۱۰۸
۱۸۳	شیخ محمد انبالوی	۱۰۹
۱۸۴	شیخ محمد شریف شاہ آبادی	״
۱۸۵	خواجہ معین الدین بن خواجہ خاوند محمود	״
۱۸۶	شیخ عبدالخالق حضوری	״
۱۸۷	خواجہ داؤد مشکوتی	۱۱۰
۱۸۸	شیخ محمد امین کشمیری	״
۱۸۹	شیخ یوسف الدین	״
۱۹۰	شیخ سعدی مجددی لاہوری	۱۱۱
۱۹۱	مولانا حاجی محمد اسمٰعیل غوری	۱۱۲
۱۹۲	مخدوم حافظ عبدالغفور پشاوری	۱۱۳
۱۹۳	خواجہ حافظ تولنوی	״
۱۹۴	شیخ محمد مراد کشمیری	״
۱۹۵	سید نور محمد بدایونی	״
۱۹۶	خواجہ محمد صدیق مجددی	״
۱۹۷	خواجہ عبداللہ بلخی	۱۱۴
۱۹۸	خواجہ عبداللہ بخاری	״
۱۹۹	شیخ عبدالاحد بن احمد سعید	״
۲۰۰	شیخ محمد فرخ	״

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۲۰۱	حاجی محمد افضل	۱۱۴
۲۰۲	حافظ محمد محسن نقشبندی	〃
۲۰۳	سید محرم علی نقشبندی	〃
۲۰۴	نواب مکرم خاں مجددی	۱۱۵
۲۰۵	شیخ محمد فاضل پٹیالوی	〃
۲۰۶	خواجہ حافظ سعد اللہ	〃
۲۰۷	شیخ محمد زبیر	〃
۲۰۸	خواجہ شاہ گلشن	۱۱۶
۲۰۹	شیخ عبدالرشید مجددی	〃
۲۱۰	خواجہ نور الدین محمد آفتاب کشمیری	〃
۲۱۱	حافظ محمد عابد	〃
۲۱۲	حاجی محمد سعید لاہوری	〃
۲۱۳	خواجہ عبدالسلام کشمیری	〃
۲۱۴	شاہ محمد صادق قلندر کشمیری	۱۱۷
۲۱۵	شیخ محمد رضا الہامی	〃
۲۱۶	خواجہ محمد اعظم دومری	〃
۲۱۷	خواجہ کمال الدین	〃
۲۱۸	شاہ شمس الدین حبیب اللہ	〃
۲۱۹	مولوی احمد اللہ مجددی	۱۲۰
۲۲۰	شیخ محمد احسان	〃
۲۲۱	مولوی علیم اللہ گنگوہی	〃

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۲۲۲	مولوی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۱
۲۲۳	حضرت شاہ درگاہی	〃
۲۲۴	مولوی صفی اللہ صفی القدر	〃
۲۲۵	شاہ عبداللہ غلام علی شاہ دہلوی	〃
۲۲۶	مولانا خالد مجددی	۱۲۷
۲۲۷	شاہ ابوسعید مجددی	〃
۲۲۸	حضرت شاہ رؤف	۱۲۸
۲۲۹	شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید	〃
۲۳۰	نقشہ باقی بزرگان مشہور مجددیہ	〃

سلسلۂ سہروردیہ

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۲۳۱	شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر سہروردی	۱۲۸
۲۳۲	نقشہ پیران عظام شیخ شہاب الدین سہروردی	۱۳۱
۲۳۳	خلفاء 〃 〃 〃	〃
۲۳۴	سید نور الدین مبارک غزنوی	۱۳۲
۲۳۵	شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی دہلوی	〃
۲۳۶	شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی	۱۳۴
۲۳۷	حضرت صدر الدین عارف	۱۳۸
۲۳۸	شیخ جمال خنداں رو	۱۳۹
۲۳۹	شیخ حسن افغان	〃
۲۴۰	سید جلال الدین میر شاہ	〃

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۲۴۱	شیخ احمد معشوق	۱۴۱
۲۴۲	شیخ ضیاء الدین رومی	״
۲۴۳	حضرت لال شہباز سندھی سہانی	۱۴۲
۲۴۴	شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی	״
۲۴۵	شیخ حمید الدین ابوالحاکم قریشی الہنکارے	۱۴۴
۲۴۶	شیخ وجیہ الدین عثمان سیاح سنامی	۱۴۵
۲۴۷	شیخ صلاح الدین	۱۴۶
۲۴۸	شیخ علاء الدین ملتانی	۱۴۷
۲۴۹	سید میر ماہ سہروردی	״
۲۵۰	شیخ حاجی چراغ ہند	״
۲۵۱/۲۵۲	میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری	״
۲۵۳	حضرت شاہ کرک سہروردی	۱۵۰
۲۵۴	مخدوم شیخ اخی راجگری	״
۲۵۵	سید علم الدین یلائین	״
۲۵۶	شیخ کبیر الدین اسمٰعیل سہروردی	۱۵۱
۲۵۷	سید صدر الدین راجو قتال	״
۲۵۸	شیخ سراج الدین حافظ	۱۵۲
۲۵۹	سید برہان الدین قطب عالم	״
۲۶۰	حضرت شاہ موسیٰ سہاگ	״

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۲۶۱	ابوالبرکات سید شاہ عالم	۱۵۳
۲۶۲	شیخ عبداللطیف داورالملک	״
۲۶۳	سید کبیر الدین حسن	۱۵۴
۲۶۴	شاہ عبداللہ قریشی ملتانی	״
۲۶۵	شیخ سماء الدین سہروردی	״
۲۶۶	شیخ عبدالجلیل قطب عالم جونپوری	۱۵۵
۲۶۷	قاضی نجم الدین گجراتی	۱۵۶
۲۶۸	سید عثمان شاہ جھولا بخاری	۱۵۷
۲۶۹	حضرت علیم الدین	״
۲۷۰	قاضی محمود گجراتی	״
۲۷۱	حضرت موسیٰ آہنگر لاہوری	״
۲۷۲	سید حاجی عبدالوہاب	۱۵۸
۲۷۳	شیخ عبداللہ بیابانی	۱۵۹
۲۷۴	حضرت شیخ جمالی	״
۲۷۵	شیخ اودھن زین العابدین	״
۲۷۶	سید جمال الدین	״
۲۷۷	ملا فیروز مفتی کشمیری	״
۲۷۸	مخدوم سلطان شیخ حمزہ کشمیری	۱۶۰
۲۷۹	شیخ نوروز ریشی کشمیری	״
۲۸۰	بابا داؤد خاکی کشمیری	״
۲۸۱	سید جھولن شاہ گھوڑی بخاری لاہوری	۱۶۱

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۲۸۲	سید شاہ محمد والد سید جهجو بن شاه	۱۶۱
۲۸۳	شیخ حسن گنجدی لاہوری	//
۲۸۴	میراں محمد شاہ موج دریا بخاری	۱۶۲
۲۸۵	سید سلطان جلال الدین حیدر	//
۲۸۶	خواجہ مسعود کشمیری	//
۲۸۷	بابا رو بی ریشی کشمیری	//
۲۸۸	سید عماد الملک	۱۶۳
۲۸۹	شاہ ارزانی قادری	//
۲۹۰	بابا نصیر الدین کشمیری	//
۲۹۱	سید شہاب الدین نہر	۱۶۴
۲۹۲	سید عبدالرزاق مکی	//
۲۹۳	شاہ جمال قادری	//
۲۹۴	سید محمود شاہ نورنگ	۱۶۶
۲۹۵	مولانا حیدر کشمیری نقشبندی	//
۲۹۶	شاہ دولہ دریائی گجراتی پنجابی	۱۶۷
۲۹۷	حضرت شیخ جان سہروردی لاہوری	۱۶۸
۲۹۸	شیخ محمد اسمٰعیل مدرس	۱۶۹
۲۹۹	شیخ حسن لالو کشمیری	۱۷۰
۳۰۰	شیخ بہرام کشمیری	//
۳۰۱	شیخ یعقوب کشمیری	۱۷۱
۳۰۲	سید زندہ علی	//

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	جلد سوم صفحہ
۳۰۳	شیخ عبدالرحیم کشمیری	۱۷۱
۳۰۴	حضرت بابا عبداللہ	۱۷۲
۳۰۵	شیخ جان محمد لاہوری	//
۳۰۶	شیخ حامد قادری	//
۳۰۷	شیخ کرم شاہ قریشی	//
۳۰۸	شیخ سکندر شاہ بن کرم شاہ	//
۳۰۹	شاہ مراد بن کرم شاہ	۱۷۳
۳۱۰	شیخ قلندر شاہ قریشی عارفی ہنکارے	//
۳۱۱	سائیں [illegible] شاہ سداسہاگ	//
۳۱۲	خواجہ نجم الدین ہمدانی دہلوی	۱۷۴
۳۱۳	حضرت خاکی شاہ	//
۳۱۴	حضرت سرمد شہید مجذوب	۱۷۵

تمت

شکریہ

صد ہزار شکر اُس پروردگار باقی کا جس نے اپنا نور بذریعہ انبیاء و اولیاء اہلِ دُنیا پر ظاہر فرمایا اور صد ہزار مرحبا اُن چشمہائے بصیرت کو جنہوں نے فانی ہونے کے باوجود اس نور کا مشاہدہ کیا جو کل عالم پر پرتو فگن نیز ساری و طاری ہے۔

صد آفریں اس ذی وقار ہستی کو جس نے بنام جبدی **مرزا احمد اختر صاحب قدس سرہٗ** ہندوستان میں پیدا ہو کر اہلِ ہند و دیگر ممالک کے خدا پرست اصحاب کے سکون طبع کے لیئے اُن بزرگانِ حق نما کے حالات بصورت کتاب محنتِ شاقہ برداشت کر کے یکجا کیئے۔ جو بظاہر فنا ہو چکے ہیں مگر بہ باطن اُس نور سے جو باقی ہے اہل دنیا کو فیضیاب کرتے رہے ہیں اور تا ابد طالبان حق کے لیئے شمع ہدایت بنے رہیں گے۔

نیز شکریہ والدِ ماجد **منشی بیلاقی داس** صاحب آنجہانی کا جنہوں نے صوفیانہ طبیعت کی بدولت اس کتاب کو بہ صرف زرِ کثیر طبع کرا کر عوام تک پہنچایا اور عوام نے خیال سے زیادہ اسکو شرفِ قبولیت بخشا۔

چنانچہ یہ چوتھا ایڈیشن **تذکرۂ اولیائے ہند** کا آپ کے ہاتھوں میں ہے جن اصحاب نے سابقہ ایڈیشن کو ملاحظہ فرمایا ہے وہ اسکی موجودہ اور کامل حالت کی بنا پر ان کوششوں کی قدر فرمائیں گے جن کو مدنظر رکھکر کتاب ہذا کو زمانہ موجودہ کے حسب پسند بنانے کی امکانی جد وجہد کی گئی ہے۔

بشن دیال۔ جولائی ۱۹۲۹ء

تذکرہ اولیائے ہند اردو

ہر سہ جلد

من تالیف مرزا محمد اختر صاحب دہلوی

جس کو

حسب ایمائے منشی بلاقی داس صاحب مالک مطبع تالیف کیا

اور

بغرض فائدہ رسانی عوام

کتبخانہ میور پریس دہلی محلہ پیپل مہادیو میں باہتمام

منشی کشن دیال مالک کتبخانہ چھپکر

تازگی بخش خاص و عام ہوا

قیمت چار روپیہ (للعہ)

۱۰۷۷۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناظرین کتاب پر واضح رہے کہ جملہ ارباب تصوف متفق ہیں کہ خرقہ درویشی درگاہ رب العالمین سے
یہ شب معراج حضرت رسالت پناہ صلواۃ اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا۔ جب حضرت معراج سے واپس
تشریف لائے صبح کو محفل اصحاب میں بموجب فرمان الٰہی کے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو عطا فرماکر علم معرفت
کی تعلیم فرمائی وہ خرقہ گلیم سیاہ تھا حضرت نے ستر صاحبوں کو مرید فرمایا اور چاروں صاحبوں کو اپنا خلیفہ کیا۔ وہ چار پیر
کہلاتے ہیں۔ اول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسرے خواجہ کمیل
بن زیاد قدس سرہٗ چوتھے حضرت خواجہ حسن بصری کہ ان حضرت کو امیر المومنینؓ وہ خرقہ درویشی عطیہ رسول مقبول
عنایت فرماکر مقتدائے مشائخ فرمایا جب وہ خرقہ خواجگان چشت میں منتقل ہوا خرقہ خواجگان چشت کہلایا چنانچہ
حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی تک سلسلہ وار پہنچا۔ اُن حضرت نے اُس کو اپنے ہمراہ اپنے مرقد مقدس
میں رکھوایا۔ اور کیفیت ہفت گروہ کی اس طرح پر ہے کہ جب فقر بڑھا اُس وقت سات گروہ مشہور ہوئے
اول گروہ کمیلیہ خواجہ کمیل بن زیاد سے دوسرا گروہ بصریہ خواجہ حسن بصری سے تیسرا گروہ اویسیہ خواجہ
اویس قرنی سے چوتھا گروہ قلندریہ خواجہ بدالوئی قلندریہ سے بدایون مکہ معظمہ میں ایک محلہ کا نام ہے
یہ اُس محلہ کے رہنے والے تھے۔ پانچواں گروہ سلمانیہ خواجہ سلمان فارسی سے جاری ہوا۔ چھٹا گروہ یمنیہ
خواجہ یمین الدین شامی سے جاری ہوا کہ یہ بھی مرید اور اجازت یافتہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے تھے ساتواں گروہ نقشبندیہ
حضرت قاسم بن محمد ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا اور چودہ خانوادوں کی کیفیت یہ ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری
مسبوق الذکر آپ کے دو خلیفہ اکمل ہوئے یعنی خواجہ حبیب عجمی کہ ان سے جو خانوادہ ہیں وہ عموماً قادریہ کہلاتے ہیں

اول حبیبیہ خواجہ حبیب عجمی سے، دوسرا طیفوریہ خواجہ بایزید بسطامی طیفور شامی سے جاری ہوا۔
تیسرا خوانوادہ کرخیہ معروف کرخی سے جاری ہوا، چوتھا خوانخوادہ سقطیہ خواجہ حسن سری سقطی سے جاری ہوا
پانچواں خوانوادہ جنیدیہ خواجہ جنید بغدادی سے، چھٹا خوانوادہ گازرونیہ خواجہ ابو اسحاق گازرونی سے
ساتواں خوانوادہ طوسیہ خواجہ ابو الفرح طوسی سے آٹھواں خوانوادہ فردوسیہ شیخ نجیب الدین کبرا فردوسی
سے نواں خوانوادہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے جاری ہوا مفصلاً جن کا ذکر اپنے اپنے موقعہ پر آویگا
اور خواجہ عبد الواحد بن زید خلیفہ کلاں خواجہ حسن بصری کہ ان سے پانچ خوانوادہ جاری ہوئے عموماً چشت
کہلاتے ہیں۔ اول خوانوادہ زیدیہ خواجہ عبد الواحد بن زید سے، دوسرا خوانوادہ عیاضیان خواجہ فضیل بن عیاض سے
تیسرا خوانوادہ ادہمیہ خواجہ ابراہیم بن خواجہ ادہم بلخی سے، چوتھا خوانوادہ ہبیرۃ البصری سے پانچواں خوانوادہ چشتیہ
خواجہ ابو اسحاق چشتی سے لقب پایا، درختم حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری چشتی ثم اجمیری تک ہوا بعد میں
ہر ایک خوانوادہ سے کئی کئی گروہ جاری ہوئے۔ چنانچہ خوانوادہ ادہمیہ سے گروہ خضریہ نکلا اور خوانوادہ چشتیہ سے
چودہ گروہ نکلے یہ ہیں چشتیہ کرمانیہ، کریمیہ، صابریہ، قلندریہ، نظامیہ، مخدومیہ، حسامیہ، نظام شاہی، قلندر شاہی،
حمزہ شاہی، فخریہ، جلیلیہ، چوکھا شاہی اور وہ فرقے کہ جو خوانوادوں قادری سے جاری ہوئے اُن کی تفصیل یہ ہے
کہ خوانوادہ طیفوریہ سے چھیاسٹھ گروہ جاری ہوئے۔ یہ دوسرے طبقاطیہ جس کے پینسٹھ جز و ہیں۔
سات عاشقان کہلاتے ہیں چار خادمان دو طالبان باون دیوان گان مشہور ہیں۔ خوانوادہ جنیدیہ سے
تین فرقے انصاریہ، رفعی، بسویہ جاری ہوئے۔ خوانوادہ گازرونیہ سے دو گروہ جاری ہوئے، زاہدیہ اور
اولیائے اور خوانوادہ سقطیہ سے گروہ نوریہ جاری ہوا۔ خوانوادہ طوسیہ سے اکیس گروہ نکلے۔ اول قادریہ دوم
رزاقیہ سوم دابیہ، چہارم قبیشیہ، پنجم میاں خیل، ششم محمد شاہی، ہفتم غفور شاہی، ہشتم نعمت اللہ شاہی
نہم سید شاہی، دہم بہلول شاہی، گیارھویں قبصیہ، بارھویں میاں خلیل، تیرھویں حسین شاہی، چودھویں
ہاشم شاہی، پندرھویں مقیم شاہی، سولھویں نوشاہی، سترھویں جباریہ، اٹھارھویں محمود شاہی، انیسویں
سید شاہی، بیسویں خاکسار شاہی، اکیسویں قاسم شاہی خوانوادہ فردوسیہ سے ایک گروہ دو نام سے
مشہور ہوا، سدو شاہی اور جوہن شاہی خوانوادہ سہروردیہ سے سترہ گروہ جاری ہوئے۔ پہلا صوفیہ
دوسرا جلالیہ، تیسرا لعل شہبازیہ، چوتھا مخدومیہ، پانچواں کرم علی جیلی، چھٹا موسیٰ شاہی کہ سدا سہاگ مشہور
ہیں۔ ساتواں رسول شاہی، آٹھواں میراں شاہی، نواں عیدروسیہ، دسواں قاسم شاہی، گیارھواں

رزاق شاہی، بارھواں ودلا شاہی، تیرھویں سید شاہی، چودھویں اسمٰعیل شاہی، پندرھویں صاحب شاہی سولھویں مرتضیٰ شاہی، سترھویں ناتہ شاہی اور خاندان نقشبندیہ اصل ہفت گروہ اولیٰ ہے۔ اس میں تین فریق ہیں نقشبندیہ، نقشبندیہ مجددیہ، نقشبندیہ ابوالعلائی۔ واضح ہو کہ اس کتاب میں اُن اولیاء اللہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو ہندوستان میں گذرے ہیں یا ہندوستان سے کرامت حاصل کرکے دیگر ممالک میں چلے گئے ہیں۔ علاوہ ان کے جو اور بزرگوں کا ذکر ہوا ہے ضمناً ہوا ہے۔

حصہ اول تذکرہ اولیاء اللہ چشتیہ میں کہ جن کی تعداد اس کتاب میں ہے

ذکر حضرت سلطان العارفین سراج السالکین خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری ہند الولی عطائے رسول ثم اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کہ عظماء اولیاء و کبریٰ مشائخ چشت سے ہیں۔ اوصاف حمیدہ و کرامات عجیبہ مشہور دور و نزدیک ہیں۔ آپ کے مرید اور مریدوں کے مریدوں سے ہزاروں ولیا ہندوستان میں آسودہ ہیں اور موجود ہیں روضہ متبرکہ حضرت خواجہ اور اُن کے غلامان سے فیض عام جاری ہیں۔ حضرت صحیح النسب سادات حسنی حسینی ہیں یعنی حضرت خواجہ بزرگ معین الدین بن حضرت غیاث الدین بن سید کمال الدین، بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن سید الکونین حضرت امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ولادت باسعادت حضرت خواجہ بزرگ کی بمقام سنجرستان بخانہ سید غیاث الدین حسن سنجری ۵۳۲ھ میں ہوئی آثار ولادت و کرامت سمائی نورانی حضرت سے ہویدا تھے۔ گیارہ برس تک نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی جب عمر شریف گیارہ برس کی بقولے چودہ برس کی ہوئی آپ کے والد بزرگوار سید غیاث الدین نے رحلت فرمائی، آپ یتیم ہو گئے آپ کے دو اور برادر حقیقی تھے جائداد پدر آپس میں تقسیم ہوئی، حضرت کے ترکہ میں ایک باغ اور پن چکی آئی جس کی آمدنی سے حضرت نے چندے ایام گذاری کی، ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت اپنے باغ میں تشریف فرما تھے ایک مجذوب مسمی بہ ابراہیم قلندر اُس باغ میں آگئے، حضرت نے اُن کو دیکھتے ہی کھڑے ہو کر سلام کیا اور اُن کے دست مبارک پر بوسہ دیا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے لا کر اُن کو بٹھایا اور خوشہ انگور کے پیش کئے اُن مجذوب نے برغبت تمام اُن کو کھائے، اور تھوڑی سی کھلی اپنی بغل میں سے نکال کر اپنے منہ میں لی

اور اس کو قدرے چبا کر اپنے ہاتھ سے حضرت خواجہ کے دہن مبارک میں دی۔ معاً اُس کے کھاتے ہی انوار الٰہی جلوہ گر ہوئے اور دنیا سے تنفر ہوا، اُسی وقت اُس باغ اور تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو فروخت کرکے مساکین کو تقسیم فرما کر طلب معبود حقیقی میں مسافر ہو کر اول رونق بخش سمرقند ہوئے، اور چندے قیام فرما کر علوم ظاہری کی تکمیل کرکے عراق و عرب کی طرف متوجہ ہوئے، اور اہل اللہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے نواح نیشاپور میں وارد قصبہ ہارون ہوئے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت بابرکت میں پہنچکر شرف حضوری حاصل کیا، اور مرید ہوئے۔ اور سالہا سال خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر رہ کر خدمات شائستہ بجالا کر اور محنت شاقہ فرما کر علم الٰہی کی تکمیل کی۔ لکھا ہے کہ بیس سال چہاہ اپنے مرشد برحق کی خدمت میں رہے، اور ساڑھے بیس برس کے سفر میں مرشد کا کل سامان سفر اپنے کندھے پر لئے رہے اور اس عرصہ میں کئی حج بھی کئے، اور بعض نے تحریر کیا ہے کہ مرید ہونے کے ڈھائی برس بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے خرقہ خلافت عطا کر دیا تھا۔ الغرض قصبہ ہارون سے پہلا سفر قصبہ سنجان کا ہوا اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات ہوئی، ڈھائی ماہ وہاں رہ کر بغداد شریف میں آکے وہاں سے کوہ جودی پر آئے۔ یہ وہ کوہ ہے کہ بعد طوفان کے کشتی نوح علیہ السلام اسی کوہ پر قایم ہوئی تھی، وہاں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ہم صحبت رہے، پانچ ماہ سات روز ایک جدی حجرہ میں مقیم رہے، وہ حجرہ زیارت گاہ خاص و عام ہے اور حضرت غوث پاک کے ہمراہ جیلان اور بغداد کی سیر کی اور بغداد میں حضرت شیخ ضیاء الدین سے ملے اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ سے بہت کچھ ربط و ضبط رہا، اور وہاں سے حضرت ہمدان میں تشریف لائے اور محبوب سبحانی خواجہ واحد الدین کرمانی کی صحبت میں چندے رہکر حضرت یوسف ہمدانی سے ملاقات فرمائی، وہاں سے عازم تبریز ہوئے اور حضرت ابوسعید تبریزی کے ہمصحبت رہے، بعدہ اصفہان میں تشریف لاکر خواجہ محمود اصفہانی سے ملے اُس کے بعد مہنہ میں رونق افروز ہوئے اور خواجہ ابوسعید مہندی سے ملے، وہاں سے استر آبادی کی زیارت سے مشرف ہوئے جہاں خواجہ ناصر الدین صاحب ولایت جو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے اور اُس وقت اُن کی عمر ایک سو ستائیس برس کی تھی وہاں سے چلکر غزنی میں تشریف لائے، چند ایام حضرت شمس العارفین شیخ عبدالواحد غزنوی سے ملاقی ہوئے، علاوہ ازیں صدہا اولیاء اللہ سے ملاقاتیں کیں بعض سے فیضان حاصل کیا

اُس کے بعد عازم طرف ہندوستان کے ہوئے۔ وجہ عزم ہندوستان کی انیس الارواح میں تحریر ہے کہ حضرت نے خود فرمایا کہ ایک بار دعاگو ہمراہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی مکہ معظمہ میں پہنچا۔ خواجہ عثمان قدس سرہ نے زیر ناودان کعبہ کے میرے واسطے دعا کی اور میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر سپرد بخدا کیا غیب سے آواز آئی کہ معین الدین ہم نے قبول کیا اس آواز کو سننے سے شیخ شکر بدرگاہ حق بجالائے بعد ازاں حج مدینہ طیبہ میں آئے جب دعاگو نے روضہ مطہرہ رسول مقبول پر سلام عرض کیا، آواز آئی علیک السلام یا قطب المشائخ ہند کی ولایت تجھکو دی۔ یہ آواز سن کر میرے شیخ بہت خوش ہوئے، اور دعاگو سے فرمایا کہ جا تو کمال کو پہنچا۔ بعدہ ہمراہ شیخ پھر بغداد شریف میں آیا حضرت خواجہ عثمان نے خلوت قبول کی اور بندہ کو بامر رسول علیہ السلام واسطے اجرائے دین متین ہندوستان کی طرف مرخص فرمایا

خواجہ اپنے پیر مرشد سے رخصت ہو کر تبریز استرآباد اور ہرات میں چند مدت قیام پذیر رہے اکثر شب کو شیخ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ شریف میں رہتے تھے دن بھر سیر فرمایا کرتے تھے، اکثر قبرستانوں میں رہتے اپنی خوارق اور اظہار کرامت نہ فرماتے تھے، اگر کہیں کسی پر کچھ حال کھل جاتا تو وہاں سے چلے جاتے تھے، ہمیشہ ایک خادم ہمراہ رکھتے تھے، اور صبح کی نماز عشا کے وضو سے ادا فرماتے تھے، اور ایک دن میں دو قرآن ختم فرماتے جب ہرات میں حضرت کا شہرہ کرامت بلند ہوا وہاں سے شہر سبزوار میں تشریف لائے اس شہر میں یادگار میرزا کہ شیعہ تھا اور کاتب الحروف کا سمجھا تھا اس کا تعصب یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ اس کی رعایا سے جو شخص اپنی اولاد کا نام ابوبکر یا عمر رکھتا فوراً قتل کرا دیتا تھا ایک روز حضرت خواجہ بھی یادگار میرزا کے باغ میں تشریف فرما ہوئے اور کنارہ حوض پر جلوہ افروز تھے قدرت خدا سے وہ بھی آگیا، حضرت کو دیکھتے ہی اس کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا اور بیہوش ہو کر گر پڑا اور جو ملازم اور امرائے دولت اُس کے ہمرکاب تھے سب پر خوف طاری تھا حضرت نے اپنے دست مبارک سے قدرے پانی اُسی حوض سے لیکر یادگار میرزا کے منھ پر چھڑکا۔ وہ ہوش میں آیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو نے توبہ کی اُس نے قدموں پر سر رکھا باعجز عرض کیا کہ میں اپنے افعال ماضیہ سے توبہ کرتا ہوں اور صدق دل سے حضور کا غلام بنتا ہوں آخر یادگار میرزا اور تمام ارکین سلطنت تائب ہو کر بیعت میں آئے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین اوشی بھی حضرت کے ہمرکاب تھے

الغرض یادگار میرزا نے تمام خزانہ اور غلام اور باندیاں آزاد کیں، اسباب ظاہری جس قدر تھا راہ خدا میں بذل درویشاں کیا چند ہی روز میں بکمال ولایت فائز ہوکر خرقہ حاصل کرکے خلافت ظاہری اور باطنی ملک ہرات پر معمور رہا، حضرت ہرات سے بلخ میں تشریف فرما ہوئے، چندے حضرت شیخ احمد خضرویہ کے مہمان رہے، اُس شہر میں حکیم ضیاء الدین بہت بڑا عالم اور درویشوں کا منکر تھا، ایک بار موقع شکار میں حضرت نے دست مبارک سے ایک کلنگ کا شکار کرکے کباب تیار کئے اُسی وقت حکیم ضیاء الدین بھی وہاں آگیا اور حضرت کے نزدیک بیٹھا، حضرت نے کسی قدر کباب حکیم کو عنایت فرمائے کھاتے ہی حکیم بیہوش ہوکر زمین پر گرا جب ہوشیار ہوا خلوص دل سے معتقد ہوا اور کتب ہائے فلاسفہ دریا میں ڈالیں چند عرصہ میں کامل وقت ہوا، بعدہ حضرت بار دیگر رونق افروز بلخ ہوئے چندے قیام فرماکر کوہستان افاغنہ کی سیر فرماتے ہوئے شہر لاہور میں رونق افروز ہوئے اور دو ماہ تک مزار گوہر بار حضرت مخدوم علی علوی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہ پر معتکف رہ کر بعد حصول فواید باطنی عازم طرف شہر دہلی کے ہوئے، بعد قطع مراحل منازل بہمراہی چہل اشخاص داخل دہلی ہوئے اور چندے قیام فرمایا، سور خان صادق نے لکھا ہے کہ جب حضرت اپنے مرشد کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں تھے اور سلام عرض کیا تو آواز ہوئی کہ علیک السلام یا قطب المشائخ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے ہندوستان کی ولایت تجھکو دی، اجمیر میں جاکر اقامت کر وہاں کفر کا غلبہ ہے تیرے جانے سے اسلام ہوگا۔ یہ سُن کر حضرت کو تحیر تھا کہ اجمیر کدھر ہے اسی فکر میں آپ کو کچھ غنودگی آگئی، حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ معین الدین دیکھ تمام مشرق اور مغرب کے دروازے تیرے لئے کھلے ہیں، اجمیر اور وہاں کے تمام پہاڑوں کے نشان دئے، اور ایک انار عطا کیا، اور فرمایا کہ تجھکو خدا کے سپرد کیا، اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت کو خرقہ خلافت جب ملا تو عمر شریف حضرت کی باون ۵۲ سال کی تھی۔ الغرض دہلی سے کوچ فرماکر دسویں محرم الحرام ۵۶۱ھ ہجری میں رونق افروز دار الخیر اجمیر ہوئے، اجمیر کی کیفیت یہ ہے کہ حاکم اجمیر راجہ پرتھی راج تھا، اُس کی والدہ بہت بڑی نجومی تھی، اس نے بارہ برس پہلے حضرت کی تشریف آوری سے اپنے فرزند سے کہا تھا کہ ایک مرد بزرگ پیدا ہوگا جس کے سبب سے تیری دولت اور سلطنت زوال پذیر ہوگی، بعض نے لکھا ہے کہ راجی محل پر ایک مرغ آکر بیٹھا اور اُس نے بانگ دی یہ کچھ جانوروں کی بولی بھی سمجھتی تھی اس نے چاہا کہ اُس مرغ کو ہلاک کرادے مگر وہ ہاتھ نہ لگا اُس وقت اس نے کہا تھا کہ اب یہاں دور اسلام ہوگا اور ہمارا راج جاویگا، اور حلیہ شریف حضرت خواجہ کا لکھکر اپنے فرزند پرتھی راج کو

دیا تھا، پرتھی راج ہمیشہ متفکر رہا کرتا تھا۔ اور اُس نے حکم جاری کیا تھا کہ جو شخص اس حلیہ کے آدمی کو گرفتار کر لاویگا وہ ہمارے دربار سے انعام جاگیر پاویگا، لکھا ہے کہ جب حضور بمقام سمانہ پہنچے ملازمان راجہ نے مطابق حلیہ مشتہرہ کے پاکر ازراہ فریب عرض کیا کہ آپ بزرگ شخص معلوم ہوتے ہیں، آپ کے ٹھہرنے کو معقول جگہ بتاتے ہیں آپ وہاں ٹھہریں، حضرت نے اُسی وقت مراقبہ کیا، معلوم ہوا کہ حضرت رسول مقبول صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ معین الدین اس گروہ کا اعتبار نہ کرنا یہ تجھکو تکلیف دینا چاہتے ہیں، حضرت نے اس امر سے آگاہ ہوتے ہی اپنے ہمراہیوں کو مطلع فرمایا اور بطرف اجمیر راہی ہوئے، جب اجمیر میں داخل ہوئے چاہا کہ ایک درخت کے نیچے استراحت فرماویں۔ معاً ایک شخص نے آواز دی کہ اس جگہ مہاراج کے شتر رہتے ہیں یہاں نہ ٹھہرو، حضرت وہاں سے اُٹھکر اناساگر پر تشریف لائے، اُس جگہ صدہا بت خانہ تھے، وہاں مقام فرمایا جب رات گذری اور صبح ہوئی شتربانان سرکاری نے چاہا کہ شتروں کو اُٹھاکر چراگاہ پر لے جاویں، ہرچند شتروں کو اُٹھایا وہ اپنی جگہ سے نہ اُٹھے گویا سینے اُن کے زمین سے چپک گئے تھے، آخر سب نے مشورہ کیا کہ جس فقیر کو ہم نے یہاں نہ ٹھہرنے دیا تھا اُس کی بددعا لگی یہ سمجھکر حضور کی خدمت میں آئے اور عذر چاہا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ بحکم خدا تمہارے شتر کھڑے ہوجاویں گے جس وقت ساربان گلہ میں گئے فوراً شتر کھڑے ہوگئے۔ پس یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوئی، جو لوگ دشمن اسلام تھے راجہ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یہ شخص پردیسی غیر مذہب قریب ہماری پرستش گاہ کے ٹھہرا ہے یہ نامناسب ہے۔ یہ سنکر راجہ نے حکم دیا کہ اُس کو وہاں سے نکال دو، اس امر پر چند سرہنگان راجہ مقرر ہوئے کہ اُس فقیر کو تالاب پر سے اُٹھادیں اور ہماری مملکت سے بدر کریں، الغرض وہ لوگ باجتماع کثیر نزدیک حضرت خواجہ کے پہنچے چاہتے تھے کہ حضرت کو کچھ تکلیف دیں حضرت نے قدرے خاک اُٹھاکر اُس پر آیت الکرسی دم کرکے اُن کے منھ پر ڈالی جس پر وہ خاک پڑی اُسی وقت جسم اُس کا خشک ہوگیا، اور وہ بحیس وحرکت ہوگیا، باقی بھاگ کر شہر میں آئے، دوسرے روز راجہ اور تمام مخلوق اجمیر واسطے پرستش کے تالاب پر آئے، اور اُس وقت رام دیو مہنت مجمع کثیر لیکر حضرت کے نزدیک آیا مگر جمال جہاں آرا پر نظر پڑتے ہی سب کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا مثل بید کانپنے لگے۔ مگر مہنت مذکور حضور کے نزدیک آیا اور مشرف باسلام ہوا، اور مخالفوں سے مقابلہ کرکے اُن کو پریشان کیا، حضرت نے جب مہنت مذکور کی یہ جانفشانی دیکھی ایک پیالہ پانی کا اُس کو

مرحمت فرماکر حکم کیا کہ اس کو پی لے' اُس پانی کے پیتے ہی زنگ کفر دور ہوا' اور آئینۂ دل اس کا روشن اور مُجلّٰی ہوا اور بارادت تمام مُرید ہوا' حضرت نے اس کا نام شادی دیو رکھا اور اس کو تکمیل علم الٰہی کی کرادی - جب اہل اجمیر نے یہ کیفیت دیکھی کہنے لگے یہ بہت بڑا جادوگر ہے اس سے مقابلہ کوئی بڑا ہی جادوگر کریگا - یہ سمجھکر جیپال جوگی کہ ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا راۓ پتھورا نے اُس کو بُلایا' جیپال اپنے ڈیڑھ ہزار اُن چیلوں کو کہ جو اُس کے ہم پلّہ تھے ہمراہ لیکر راجہ اجمیر کے پاس آیا' آخر باجتماع کثیر اناساگر کی طرف چلا' جب حضرت اُس کے آنے سے آگاہ ہوئے پہلے وضو کیا اور گرد اپنے ہمراہیوں اپنے عصائے مبارک سے دائرہ حصار کیا' اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد کیا کہ انشاءاللہ تعالیٰ دشمن اس دائرہ کے اندر نہ آسکیں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوا' جب جیپال نزدیک آیا اُس کے ہمراہیوں سے جس کا پیر اُس دائرہ کے اندر پڑا وہ بیہوش ہوکر گر پڑا' اور اُنہوں نے یہ بندوبست کیا کہ ہمراہیان حضرت کو تالاب ناساگر سے پانی نہ لانے دیں' یہ حرکت اُن کی معائنہ فرماکر شادی کو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ایک پیالہ پانی اس تالاب میں سے لے چنانچہ بموجب حکم عالی شادی نے پیالہ بھر لیا' پیالہ کے بھرتے ہی تمام پانی تالاب کا ایسا گم ہوا کہ گویا کبھی اس میں پانی ہی نہ تھا اور پیالہ کی یہ کیفیت تھی کہ ہرچند اسمیں سے پانی خرچ ہوتا تھا مگر کم نہ ہوتا تھا' بعض نے لکھا ہے کہ پانی کی چھاگل بھرتے ہی جب پانی تالاب کا گم ہوا دشمنوں کو بہت تکلیف ہوئی' جیپال یہ حال دیکھکر قریب دائرہ حصار کے آیا اور کھڑے ہوکر آواز دی کہ بندگان خدا پیاسے مرے جاتے ہیں اور تو اپنے کو فقیر کہتا ہے' فقیر کو رحم اور کرم چاہیئے نہ کہ ظلم' فقیروں کا کام نفع پہنچانا اور ہر قسم کی پیاس بندگان خدا کی بجھانا ہے یا بندگان خدا کا ستانا' مردانگی سے یہ بعید ہے' یہ کلام جیپال کے سُن کر شادی کو حکم دیا کہ وہ چھاگل پانی کی پھر تالاب میں ڈال دے معاً تالاب بدستور لہریں مارنے لگا - اب جادوگروں نے جادو کرنا شروع کیا' یہ کیفیت بہم پہنچی کہ پہاڑ سے ہزارہا مار سیاہ نکلکر حضرت کی طرف آنے شروع ہوگئے مگر جو سانپ قریب دائرہ کے آیا لکیر دایرہ پر سر رکھکر رہ گیا' جب یہ عمل کارگر نہ ہوا تو پھر آسمان سے آگ برسنی شروع ہوئی' آگ کے ڈھیر لگ گئے ہزاروں درخت سبز جل گئے مگر دایرہ حصار میں کچھہ آسیب نہ پہنچا' آخر جیپال نے اپنا مرگ چھالا ہوا پر چھوڑا اور اُس پر سوار ہوکر نظر سے غایب ہوا' حضرت نے جو یہ کیفیت دیکھی اپنی کھڑاؤں چوبی سے فرمایا کہ جیپال جوگی کو گوشمالی کرکے بلا معاً وہ کھڑاؤں ہوا پر اُڑی اور سر جیپال کو کوٹتی ہوئی نزدیک خواجہ کے لائی' جیپال اپنا یہ حال دیکھکر رویا اور حضرت کے قدموں پر پڑا اور بصدق دل

مُسلمان ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ میں امر ہو جاؤں یعنی تا قیامت زندہ رہوں، حضرت نے اُس کے واسطے دعا کی کہ الٰہی اس بندہ کی دعا قبول فرما۔ تھوڑی دیر بعد جب اثر اجابت دعا حضرت کو معلوم ہوا، جیپال سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھکو حیات دائمی بخشی مگر پوشیدہ رہ، چنانچہ جیپال اجمیر کے پہاڑوں میں موجود ہے، جو زیارتی راہ گم کر جاتا ہے جیپال رہبری کرتا ہے، بھوکے زیارتی کو کھانا پہنچاتا ہے۔ ہر شب جمعہ روضہ معلیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا ہے، حضرت نے اُس کا نام عبداللہ رکھا، القصہ جب رائے پتھورا نے جیپال کی یہ کیفیت دیکھی بہت شرمندہ ہوکر شہر میں آیا اور خواجہ کے ستانے سے باز آیا۔ جب یہ حال اُس کی والدہ کو معلوم ہوا اُس نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کی خبر میں نے بارہ ۱۲ برس پہلے دی تھی۔ صاحب مونس الارواح نے لکھا ہے کہ جب قریب پرستش گاہ اُن کے اذانیں ہوئیں اہل اجمیر کو جوش پیدا ہوا تھا، بعض نے لکھا ہے کہ یہ شادی جہنت نہ تھا اصل میں یہ جن تھا کہ اہل شہر سے پوجارہ لیا کرتا تھا، چنانچہ شادی دیو آج تک حضور کے مُریدوں کی خدمات بجالاتا ہے میں نے بچشم خود بیڈولی شریف ضلع مظفر نگر میں جو حضرت بہرام چشتی کا مزار ہے دیکھا ہے سینکڑوں مجنوں اور سحر آلود آتے ہیں اور اپنے اپنے وقت پر گریہ و بکا کرتے ہیں اور خود چڑھ کر درختوں پر اُن کی شاخیں پکڑ کر لٹک جاتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں کہ شادی دیو تیرا ناس جائے کوڑے مار مار کر کھال اُڑا دی اور آگ لگا دی اور یہ بھی لکھا ہے کہ راجہ پرتھی راج جیپال کے لینے کو خود گیا تھا، راستہ میں جب حضرت کی ایذارسانی کا خیال کرتا آنکھوں سے دکھائی دینا موقوف ہو جاتا تھا۔ جب اس ارادہ سے باز آتا پھر بدستور دکھائی دینے لگتا۔ اس طرح سات بار اندھا اور بینا ہوا۔ صاحب مونس الارواح سے روایت ہے کہ جیپال لاچار ہوا عرض کرنے لگا کہ حضرت کو سیر مقامات میں کہاں تک رسائی ہے، آپ نے مراقبہ کیا اور روح پاک کو عالم ملکوت میں داخل کیا، جیپال بھی مجاہدے کئے ہوئے تھا، اُس کی روح بھی روح اقدس کے پیچھے چلی یہاں تک کہ آسمان اول تک پہنچی، روح جیپال رہ گئی آگے نہ جا سکی اس وقت اس کی روح نے روح پاک سے الحاح کی کہ تنہا نہ چھوڑیئے میں بھی قدرت حق کا تماشہ دیکھوں روح اقدس نے اس کی روح کو ہمراہ لیا دیکھا کہ فرشتے روح مبارک کی تکریم کرتے ہیں، عرش معلی کا حجاب اُٹھ گیا تھا، جب روح پاک منزل قرب پر پہنچی پھر جیپال کی روح رہ گئی پھر اُس نے گریہ و زاری سے عرض کی حضرت نے فرمایا کہ یہ مقام محمدی ہے تا وقتیکہ

صدق دل سے کلمہ طیبہ نہ کہیگی دخل نہ پائیگی' اُس وقت اس کی روح صدق دل سے مسلمان ہوئی۔
آخر کار تمام اہل شہر اور راجہ مہنت وغیرہ حضور کو شہر میں لائے ایک مکان واسطے رہنے حضور کے تیار ہوا
اب جس جگہ حضرت کا روضۂ مطہرہ ہے یہاں حضرت کا باورچی خانہ تھا' حضرت راجہ کو اکثر فہمایش فرمایا
کرتے تھے وہ مانتا تھا۔ ایک بزرگ سے روایت ہے کہ میں بیس برس حضور کی خدمت میں رہا حضرت
کبھی کسی کو اپنے نزدیک نہ آنے دیتے تھے ہمیشہ اخفائے کرامت کرتے تھے نہ کسی سے کچھ لیتے تھے
جب بھنڈار میں کچھ نہ رہتا اور خادم عرض کرتا کہ آج خرچ نہیں ہے آپ مُصلّے کے نیچے سے نکالکر
موافق حاجت کے مرحمت فرماتے۔

حضرت قطب الاقطاب سے روایت ہے کہ ملازمان امرائے رائے پتھورا سے ایک شخص مرید ہونے
آیا' حضرت نے اُس کو مُرید نہ فرمایا وہ بد دل ہوکر راجہ کے پاس گیا اور حضرت کا شکوہ کیا' راجہ نے ایک
شخص کو حضور کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ آپنے اس کو مرید کیوں نہ کیا' جواب میں حضرت نے
ارشاد فرمایا کہ ایک تو یہ بہت گنہگار ہے' دوسرے ہم اس کو کلاہ درویشی نہیں دیتے جو سوائے خدا کے
دوسرے کے آگے سر جھکاتا ہے' تیسرے ہم نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے کہ وہ اس جہان فانی سے
بایمان نہ جاویگا' راجہ یہ جواب سُن کر غصہ ہوا اور کہا کہ یہ فقیر غیب کی باتیں بتاتا ہے' اس کو کہدو کہ
ہمارے شہر سے نکل جاوے' جب یہ حکم حضور کے گوش زد ہوا تبسم کرکے فرمایا کہ راجہ سے کہدو کہ تین روز
کی مہلت ہے یا فقیر اجمیر سے نکل جاویگا یا راجہ چلا جاویگا' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۵۸۸ھ ہجری میں سلطان
شہاب الدین غوری بادشاہ غزنی اجمیر پر آپہنچا' راجہ زندہ گرفتار ہوا ہانسی کے قلعہ میں قید کیا گیا۔
جو شخص کہ مرید ہونے آیا تھا اسی تہلکہ میں دریا میں ڈوب کر مر گیا' بعض نے لکھا ہے کہ راجہ پرتھی راج
نے ایک مسلمان پر ظلم کیا تھا' حضرت نے راجہ کو اس حرکت سے منع فرمایا' جب اُس سے باز نہ آیا
حضرت نے غصہ ہوکر فرمایا کہ ہم نے پرتھی راج کو زندہ گرفتار کردیا' اُسی عرصہ میں **سلطان** سے
مقابلہ ہوا' راجہ زندہ گرفتار ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ آدم علیہ السلام سے تا قدوم میمنت لزوم حضرت
خواجہ بزرگ کے کوئی انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام سے وارد ہندوستان نہیں ہوا۔ تمام
ہند ظلمت کفر سے تیرہ و تاریک تھا' حضرت نے بحکم رسول مقبول اور حسب قوت ولایت خود گمراہان ہند
کو راہ راست پر لاکر اُن کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمایا۔ نظم از فیضِ و بجائے صلیب کلیسا؛ در دارِ کفر مسجد و

محراب و ممبر است ٭ آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں ٭ اکنوں خروش نعرۂ اللہ اکبر است ٭ صاحب اقتباس الانوار قمطراز ہیں کہ جب حضرت ہندوستان آنے لگے اُس وقت دوبارہ حضرت غوث پاک سے ملاقات کی اور حضرت غوث پاک نے بھی حضرت کے واسطے جناب باری میں دعا کرکے رخصت فرمایا تھا اور صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ جب حضرت بغداد شریف میں آئے تھے وہاں سات شخص کہ آتشکدے میں معبد اور مشہور زمانہ تھے ایک بار حضرت سے ملنے آئے روئے انور پر نظر پڑتے ہی بدن اُن کا کانپ اُٹھا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم عابد کہلاتے ہو سوائے خدا کے مخلوق کو سجدہ کرتے ہو بڑی شرم کی بات ہے، اُنہوں نے عرض کیا کہ آتش کو اس وجہ سے سجدہ کرتے ہیں کہ یہ ہم کو نہ جلائے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بے حکم خدا کے یہ بیچاری کیا کر سکتی ہے دیکھو یہ ہماری جوتی کو بھی نہیں جلا سکتی، یہ فرما کر جوتی آگ میں ڈالکر ارشاد کیا کہ اے آتش ہماری جوتی کو نگاہ رکھنا۔ الغرض وہ پاپوش آگ میں سے سلامت نکلی وہ سب مسلمان ہو کر کامل ہوئے، اور صاحب اقتباس الانوار زبدۃ الحقائق سے ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ نے بحکم رسول مقبول جناب غوث پاک سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ صاحب اقتباس الانوار راقم ہیں کہ جب حضرت دہلی میں پہلے پہل تشریف فرما ہوئے ایک شخص چھری بغل میں چھپا کر واسطے ہلاکی حضور کے آیا، حضرت نے از راہ کشف معلوم فرما کر فرمایا کہ فلاں کیا قصد رکھتا ہے بندہ حاضر ہے یہ سنتے ہی وہ کانپ اٹھا اور قدموں پر گرا اور مسلمان ہوا اس عرصہ میں ہزاروں مسلمان ہوئے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت ہر شخص کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے جو طالب اسلام آتا اس کو ارکان اسلام تعلیم فرماتے جو طلب حق میں حاضر ہوتا اُس کو بکمال ولایت پہنچاتے تھے، چنانچہ مریدان حضور سے اکثر صاحب ملک ہند میں صاحب ولایت ہیں بعضے دوسرے سلسلوں کے بھی حضرات ہیں جو روحانی طور پر حضرت سے فیضیاب ہوئے اور حضرت کے خاندان سے جتنے صاحب سجادہ ہوئے ہیں سب صاحب ولایت گذرے ہیں۔ اُمید ہے کہ تا قیام قیامت یہی سلسلہ جاری رہیگا۔ جو ولی اللہ دیگر ولایت سے وارد ہند ہوئے ہیں سب نے روح پاک حضرت سے استفادہ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رحمۃ اللہ علیہ جب وارد ہندوستان ہوئے ہیں کو کلا پہاڑی پر معتکف رہ کر حسب اجازت وحصول استفادہ کے کالپی اور مکن پور میں رونق افروز ہوئے۔ صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ مکہ معظمہ میں مشغول تھے آواز ہوئی کہ اے معین الدین ہم تجھ سے بہت خوش ہیں ہم نے تجھکو بخشا جو مانگنا ہو مانگ حضرت نے

عرض کی کہ الٰہی مریدان معین الدین و مریدان مرید معین الدین کو کہ سلسلہ معین میں ملتے ہیں بخش دے۔ فرمان ہوا کہ اے معین الدین بخشا تیری دعا قبول کی جو تیرے سلسلہ میں پہنچیگا ہم نے بخشا۔ چنانچہ حضرت نے بھی کئی بار زبان مبارک سے فرمایا کہ جب تک مریدان مرید بہشت میں نہ جائیں گے ہرگز معین الدین جنت میں قدم نہ رکھیگا۔ صاحب مراۃ الاسرار نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت خواجہ بزرگ کے مرتبہ اور کرامات کا ذکر کیا جائے تو ایک کتاب کلاں تیار ہو گر جو کیفیت کہ مجھ پر گذری ہے یہ حضرت کی کرامات کا شمہ ہے۔ یعنی مینے عالم باطن میں دیکھا کہ حضرت نے کمال ذرہ پروری سے دست حق پرست اپنا میرے دست پر رکھا اور فرمایا کہ اگرچہ تو میرے سلسلہ میں ہے الاالحال میں تجھکو بیواسطہ مرید اپنا کرتا ہوں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جب خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت کو مرید فرمایا مکہ معظمہ میں لیجاکر دعا کی تھی جس کے جواب میں آواز ہوئی تھی کہ معین ہم نے قبول کیا اُسی وقت روحانیت خواجہ نے بندہ پر تصرف کیا کہ مینے اپنے کو حرم شریف میں پایا زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہوا، اور ایک صاحب وقار کو چاہ زمزم پر دیکھا، اُنہوں نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تیرے تئیں بھی مینے قبول کیا، اُس وقت میں یہ بزرگی اور کمال حضرت خواجہ کا دیکھکر متحیر ہوا اور سجدہ شکر بجالایا۔ صاحب اسرار السالکین ناقل ہیں کہ حضرت کو ہمیشہ استغراق رہتا تھا کچھ خبر نہ رہتی تھی، نماز کے وقت حضرت خواجہ **قطب الدین** یا **قاضی حمید الدین** روبرو استادہ ہوکر باواز بلند صلواۃ کہتے حضرت کو کچھ معلوم نہ ہوتا، دوسری بار حضور کے کان میں صلواۃ پڑھتے اس پر بھی حضرت کو کچھ آگاہی نہ ہوتی تو پھر حضرت کے دوش مبارک کو جنبش دیتے، جب چشم وا ہوتیں اس وقت ارشاد کرتے شرع محمدی سے چارہ نہیں سبحان اللہ کہاں سے کہاں آتے تھے، اور پھر وضو کرکے نماز گذارتے۔ جس وقت حالت مستولی ہوتی دروازہ حجرہ بند کرکے مشغول ہوتے۔ اُس وقت حضرت خواجہ قطب الدین و قاضی حمید الدین یہ دونوں صاحب درحجرہ کے آگے سنگ خارہ ڈال دیتے اور خود پس حجرہ بیٹھتے، جس وقت حضرت حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔ تھے اول نظر اُن پتھروں پر پڑتی تھی معاً وہ خاکستر ہوجاتے تھے، صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں کہ مینے پیروں سے سُنا ہے کہ ایک روز حضور مراقبہ میں مشغول تھے، عالم تنزیہ جسد منور پر ہوا اور چالیس روز تک جسد مبارک کسی کو نظر نہ آیا، بعد چالیس روز کے ظاہر ہوا **شیخ قطب الدین بندگی شیخ سوندھا چشتی** اس حکایت سے اتفاق تمام رکھتے ہیں۔ صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ ایک روز میرے شیخ کے روبرو قوال حاضر تھے۔ عین سماع میں سر میرے شیخ کا نظر مردان

سے غایب ہوگیا تھا، تیسرے روز ظاہر ہوا، پس جب غلامان غلام حضور کے یہ رتبہ عالی مقامات متعالی ہیں تو حضور کو سمجھ لینا چاہیئے کہ شیخ المشائخ اور بادشاہ ہند ہیں۔

صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت کے باورچی خانہ میں اس قدر کھانا تیار ہوتا تھا کہ تمام شہر اور مسافران کو کافی اور وافی ہوتا تھا جو خرچ درکار ہوتا تھا خاصۂ پزکو زیر مصلی سے مرحمت ہوتا تھا، دوسرے یہ کہ ایک روز ایک عورت گریہ کنان خدمت خواجہ میں آئی اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے فرزند کو حاکم شہر نے ناحق قتل کیا، اس کا سر کٹوا دیا حضرت کو اُس عورت پر رحم آیا اور عصائے مبارک لیکر بہمراہی چند خادمان قتل گاہ میں تشریف لائے اور سر مقتول اس کا دھڑ سے ملاکر فرمایا کہ اے مظلوم اگر تجھے بیگناہ مارا ہے تو بحکم خدا کھڑا ہو بمجرد ارشاد والا مقتول کو جنبش ہوئی اور کھڑے ہوکر اُس نے اپنے سر کو حضرت کے قدموں پر رکھا اور اپنی ماں کے ہمراہ اپنے گھر گیا۔ حضرت نے بطرف خانقاہ شریف مراجعت فرمائی۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ واحد الدین کرمانی ایک جگہ دہلی میں قیام پذیر تھے، ناگاہ ایک لڑکا شمس الدین نام تیر و کمان ہاتھ میں لئے سامنے سے نکلا حضرت نے اُسے دیکھکر فرمایا کہ یہ لڑکا بادشاہ دہلی ہوگا، کس واسطے کہ میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے اور میرے سلسلہ میں نامزد ہوگا۔ چنانچہ بعد چند مدت کے اُس کا ظہور وہی ہوا، طفل شمس الدین بادشاہ دہلی ہوکر سلطان شمس الدین التمش ہوا اور داخل غلامان حضور ہوکر سعادت دارین حاصل کی، یہ بادشاہ سنہ ۱۲۱۰ء میں تخت دہلی پر بیٹھا اور ۲۶ سال حکمرانی کرکے داخل جنت ہوا۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکر قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور عرض کی ایک بار بندہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ نے چھ روٹیاں عنایت فرمائیں اُس روز سے آج تک کہ عرصہ ساٹھ برس کا گذرتا ہے ہر روز خرچ مل جاتا ہے کبھی کسی قسم کی تنگی نہیں ہوتی تمام اہل خانہ آسودگی سے ایام گذاری کرتے ہیں، حضرت باباصاحب نے فرمایا کہ وہ خواب نہ تھا اللہ کا کرم تھا کہ سر حلقہ اولیا نے تجھ پر مہربان ہوکر توجہ خاص فرمائی، مقام خوشی کا ہے۔ صاحب تذکرۃ الحقائق بھی ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی حق تعالیٰ کے مقام انبساط میں تھے کہ ہاتف غیب نے ندا دی کہ اے عثمان کچھ جانتا ہے کہ مقصود ہمارا پیدا کرنے تیرے اور جملہ مخلوقات سے کیا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ خداوندا میں نہیں جانتا تو ہی عالم الغیب ہے، اپنی حکمتوں کو تو ہی خوب جانتا ہے، پھر فرمان ہوا

مقصود ہمارا وجود معین الدین ہے' اگر اُس کو نہ پیدا کرتا سوائے محمد علیہ السلام کے کسی کو پیدا نہ کرتا' اور راقم نے اپنے ہادی سے یہ نقل اس طرح سنی ہے کہ خواجہ عثمان ہارونی سے ارشاد ہوا کہ ہم نے اپنے گنج مخفی کو تجھ پر اور دیگر اولیا پر اظہار کیا۔ اس سے ہمارا کیا مقصد تھا انہوں نے عرض کیا کہ مالا العلیم فرمان ہوا کہ مقصد ہمارا اظہار کرنا گنج مخفی کا معین الدین کی ذات پر تھا اگر ہم اس پر اظہار نہ کرتے تو کوئی ہمارے سر مخفی سے آگاہ نہ ہوتا صاحب مراۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین تمام مقامات غوثی اور قطبی اور قطب الاقطابی سے گذر کر بمقام قطب وحدت یعنی مرتبہ محبوبیت سے فایز تھے' اور نہایت استغراق فنائے احدیت یا دوست حقیقی سے یک رنگ ہو چکے تھے نقل ہے کہ ایک روز حضرت قربت حق میں بہت محو تھے' عالم علوی منکشف تھا کہ ایک مرید آیا اور حاکم وقت کا شکوہ کیا کہ بندہ کو شہر بدر کرتا ہے' آپ نے ارشاد کیا کہ وہ کہاں ہے اُس نے عرض کیا کہ سوار ہوکر باہر گیا ہے' فرمایا وہ تو گھوڑے سے گر کر مرگیا۔ جب وہ مرید حضرت کے پاس سے باہر آیا سُنا کہ حاکم فوت ہوا حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ میرے شیخ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی جو درد و رنج ہو معین الدین کے نام کر دینے اس کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ مُبتلا ہونا بلائے سخت اور بیماری میں دلیل صحت ایمان کی ہے' اور حضرت کی ازدواج اور اولاد مطہرات کا ذکر اکبر نامہ اور اقبال نامہ جہانگیری ملفوظہائے پیران چشت سے ظاہر ہے مگر حضرت سلطان العارفین شیخ حمیدالدین ناگوری کہ خلیفہ حضرت کے تھے اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار عالم رویا میں حضرت نے رسول مقبول علیہ السلام کو دیکھا فرماتے ہیں کہ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے ہماری سنّت عقد و نکاح کو نہیں ادا کرتا' شب کو تو یہ ماجرا گذرا صبح اُس جگہ کے حاکم قلعہ بٹلی کہ حضرت کے مُریدوں میں سے تھا اُس نے ایک دختر نیک اختر کو کہ اُن کا نام بی بی امۃ اللہ تھا حضور کی خدمت میں بھیجا' حضرت نے واسطے ادائے سُنّت نبوی باشارہ شب اُن سے نکاح کیا' اُن سے حضرت بی بی حافظ جمال تولد ہوئیں۔ یہ بی بی نہایت پارسا صائم الدہر قائم اللیل تھیں اور اپنے والد کی مرید تھیں اُنکو حضرت نے خرقہ خلافت عطا فرما کر برائے تعلیم مستورات ارشاد فرمایا تھا' ان کی توجہ سے ہزاروں مستورات صاحب ولایت ہوئیں اور شیخ رضی الدین سے اُن کی شادی ہوئی تھی' اور لکھا ہے کہ حاکم قلعہ بٹلی کا ملک خطاب تھا' اور یہ کسی راجہ کی دختر تھیں کسی معرکہ میں اس کے ہاتھ آگئیں تھیں' اُسے عالی نسب سمجھکر حضور کی خدمت میں اُن کو ارسال کیا تھا' مزار ان عفت مآب کا قریب روضہ مقدس کے ہے اور مزار شیخ رضی الدین کا بمقام ناگور حوض منڈلا پر ہے' ان بی بی کے دو فرزند تولد ہوئے' اور دونوں نے خورد سالی میں انتقال کیا' اور

دوسری اہلیہ کا نام جنابہ بی بی عصمت تھا، اور یہ دختر سید وجیہ الدین عم سید حسین خنگ سوار کی تھیں اس کی کیفیت یہ ہے کہ اُن کے والد سید وجیہ الدین نے حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو اپنی دختر کا نکاح خواجہ بزرگ سے کردے۔ سید وجیہ الدین بھی صاحب باطن تھے، اُنہوں نے یہ کیفیت حضور کے روبرو عرض کی، حضرت نے بتعمیل حکم امام برحق ان بی بی سے نکاح ثانی کیا ان سے تین فرزند تولد ہوئے اول حضرت خواجہ ابوسعید دوم خواجہ فخرالدین سوم خواجہ حسام الدین طفلی میں خواجہ ابوسعید بداول میں ملکر غائب ہوگئے، اُن سے کچھ تولد اور تناسل وقوع میں نہ آیا اور شیخ فخرالدین حضرت کو بہت محبوب تھے یہ حضرت بکسب زراعت ایک موضع میں قریب اجمیر کے تشریف فرماتے یہ حیلہ اُن کا بہت بڑا پردہ تھا اولیانے جاہ کو ترک کیا ہے ہمیشہ مشقت گذران کی ہے کس واسطے کہ اللہ صاحب دل کو دیکھتے ہیں نہ کہ افعال کو یہ حضرت بھی صاحب ولایت تھے اور بعد وفات خواجہ کے بیس سال زندہ رہے عمر شریف ان کی ساٹھ برس کی ہوئی اور اُن کے پانچ فرزند تھے جن میں شیخ حسام الدین سوختہ کامل اکمل ہوئے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ کے صحبت رہے ہیں اور خواجہ معین الدین خورد اور خواجہ قیام الدین یہ دونوں صاحب بھی فرزند خواجہ فخرالدین کے تھے بڑے باکمال گذرے ہیں، مزار خواجہ فخرالدین کا اجمیر سے سولہ کوس کے فاصلہ پر قصبہ سرداڑ میں ہے اور مزار خواجہ حسام الدین کا قصبہ سانبھر میں بطرف غرب سر راہ واقع ہے اور خواجہ معین الدین خورد فرزند خواجہ فخرالدین کی یہ کیفیت ہے کہ مرید ہونے سے پہلے آپنے کسب درویشی کو یہانتک بڑھایا تھا کہ روحانی طور پر حضرت جد بزرگ اپنے سے نعمت معرفت سے فائز ہوئے، آخر میں حضرت شیخ ضیاء الدین چراغ دہلوی سے خرقہ خلافت پہنچا اور فوائد الفوائد سے نقل ہے کہ خواجہ احمد نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ بڑے صالح ہوئے ہیں اُن کے دوسرے برادر حقیقی خواجہ وحید ایک بار بابا صاحب کے پاس مرید ہونے آئے حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ نعمت تمہارے خاندان سے دریوزہ کی ہے میری کیا مجال کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑوں آخر بہت اصرار سے مرید ہوئے، صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ خواجہ شیخ بایزید خلف خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخرالدین بن حضرت خواجہ بزرگ خورد سالی میں کہیں غائب ہوگئے تھے چندے سلطان محمود خلجی کے ہمجلیس رہے بعد میں اجمیر وارد ہوئے، جو لوگ بدعقیدہ تھے اُنہوں نے اس خاندان عالیہ میں ہونے سے انکار کیا، یہ خبر بادشاہ کو ہوئی بادشاہ نے مولانا رستم کو کہ قدوۃ العلما تھے اور شیخ حسین ناگوری اور دیگر علمار و اصفیہ کو جمع کیا، سب نے بالاتفاق گواہی دی کہ یہ حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد ہیں صحیح النسب ہیں اور شیخ حسین ناگوری نے اپنی دختر سے ان کا نکاح کیا، اور اولاد خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین اجمیر شریف میں سکونت پذیر رہی اور صاحب سجادہ ہوتی رہی، اور عمر خواجہ قیام الدین کی سو برس کی تھی بعد اُن کے

ان کے برادرزادہ شیخ معین الدین صاحب سجادہ ہوئے اُن کے بعد شیخ علاؤالدین اُن کے برادر صاحب سجادہ ہوئے اور حضرت شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں شیخ سراج الدین صاحب سجادہ تھے اور آج تک صاحب سجادگی اسی دودمان والاسان میں چلی آتی ہے۔

صاحب اقتباس الانوار و مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ مجاوران آستانہ حضرت خواجہ اولاد سے سید فخرالدین ہیں، سید فخرالدین اکابر سادات عالی نسب ورہنے والے قصبہ کرہ کے تھے اور سید صاحب موصوف کو روح پاک حضرت خواجہ سے نہایت ارادت اور محبت تھی، بعد انتقال حضرت کے اپنا وطن ترک کرکے اجمیر شریف آرہے تھے۔ چنانچہ آج تک اولاد حضرت سید صاحب کی خدمات آستانہ شریف بجالاتی ہے صاحب اخبار الاخیار وجہ تسمیہ اجمیر کی اسطرح تحریر فرماتے ہیں کہ اج نام ایک راجہ کا تھا اُس کے نام پر یہ شہر آباد ہے، ہندوستان میں پہلی دیوار وہ دیوار ہے کہ جو کوہ اجمیر واقع ہے، اور پہلا تالاب پسکر راج ہے۔ صاحب مراۃ الاسرار راقم ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر میں حضرت خواجہ بزرگ دہلی سے واسطے زیارت حضرت کے اجمیر شریف میں گئے ایک بار بہت سے معتقد مجلس عالی میں جمع تھے، حضرت نے فرمایا اے درویشان میرا ارادہ ہے کہ میرا مدفن اسی جگہ ہو اور شیخ علی سنجری کو فرمایا کہ ایک فرمان خلافت نامہ تحریر کرو کہ اپنی خلافت اور سجادگی قطب الدین بختیار کاکی کو دیتا ہوں دہلی اُس کا مقام ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ جب وہ کتبہ تحریر ہو چکا اس کو دستخط خاص سے مزیّن فرماکر بندہ کو دیا میں آداب بجالایا، پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس آ جب میں نزدیک ہوا کلاہ اور دستار میرے سر پر رکھی اور عصائے خواجہ عثمان میرے ہاتھ میں دیا اور خرقہ محمدی یعنی خرقہ عطیہ پروردگار عالم جو پشت در پشت چلا آتا تھا اور قرآن مجید قدیم اور مُصلّیٰ اور نعلین چوبین مجھکو عطا کرکے فرمایا کہ یہ امانت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ جو میرے مرشدوں کو پہنچی تھی میں تجھکو دیتا ہوں، جس طرح خواجگان چشت اس کی خدمات بجالاتے رہے تو بھی بجالانا مینے وہ عطیہ مطہرہ لیکر پھر آداب کیا اور زمین خدمت کی چومی پھر فرمایا کہ جا تجھکو خدا کو سونپا میرے حق میں فاتحہ خیر پڑھکر فرمایا جہاں رہ مرد رہ پھر آداب بجالاکر وہاں سے رخصت ہوکر دہلی آیا اور مقیم ہوا۔ چالیس روز نہ گذرے تھے کہ ایک شخص اجمیر شریف سے آیا اور بیان کیا کہ تمہارے آنے سے بیس روز بعد حضرت خواجہ نے اس دار ناپائدار سے سفر فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اُس شب بندہ کو بہت رنج تھا اسی پریشانی میں سر میرا مُصلّے پر جھک گیا غفلت آگئی۔ جمال مبارک حضرت خواجہ دیکھا کہ زیر عرش کے کھڑے ہیں مینے سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور حال دریافت کیا کہا اللہ تعالیٰ نے مجھکو بخش دیا اور نزدیک ساکنان عرش کے مجھکو جگہ دی اس جگہ رہتا ہوں۔ صاحب سیر الاولیا نے لکھا ہے کہ شب انتقال

حضرت میں چند بزرگان دین نے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور انبیاء علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے دین کا معین حسن سنجری آتا ہے میں اُس کی پیشوائی کو آیا ہوں۔ سبحان اللہ کیا رتبہ عالی ہے۔ صاحب سیر الاقطاب مروی ہیں جس شب حضور نے اس جہان پُر ملال سے انتقال فرمایا بعد از نماز عشا حجرہ شریف بند کر کے ہمدموں کو ممانعت فرمائی کہ کوئی اس جگہ نہ آوے، خاصان حضور عالی گرد حجرہ کے موجود تھے انہوں نے تمام شب حجرہ میں سے آدمیوں کے پیروں کی آہٹ سُنی کہ جیسے عاشقان خدا وجد کرتے ہیں آخر شب وہ آواز بند ہو گئی، جس وقت نماز صبح مریدوں نے ہر چند دستکیں دیں آوازیں دیں کچھ جواب نہ ملا، ناچار دروازہ کھولا، دیکھا کہ حضرت نے انتقال فرمایا اور پیشانی نورانی پر یہ عبارت بخط جلی دیکھی ھٰذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ ولادت باسعادت حضرت کی ۵۳۷ھ ہجری میں اور وفات حضرت کی دو شنبہ ششم ماہ رجب ۶۳۳ھ میں بعہد سلطان شمس الدین التمش وقوع میں آئی۔ روضہ مطہرہ دار الخیر اجمیر میں زیارت گاہ خلائق ہے اول خواجہ حسین ناگوری نے عمارت روضہ عالی کی تعمیر کرائی، بعد میں اور بادشاہوں نے عمارات عالی بنائیں، پھر حضرت شاہجہاں بادشاہ نے روضۂ عالی کے پہلو میں مسجد تعمیر کرائی جو موجود ہے ہزاروں اشخاص جو زیارت روضہ کو جاتے ہیں مقصد اُن کے دل کا حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے۔ خلفاء حضرت کے یہ ہیں حضرت خواجہ فخر الدین فرزند حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ وحید الدین صوفی کہ نسب ان کا عشرہ مبشرہ میں حضرت سعد سے ملتا ہے، شیخ وجیہ الدین، شیخ برہان الدین، شیخ احمد، شیخ حسن، شیخ شمس الدین، خواجہ سلمان، خواجہ حسن خیاط، شیخ وجیہ الدین کرمانی، پیر کریم سیلوی، شیخ وحید، شیخ مناکا، شیخ محسن، جوگی جیپال معروف عبداللہ، شیخ صدر الدین کرمانی، شیخ محمد ترک نارنولی، شیخ علی سنجری، خواجہ یادگار، سلطان مسعود، بی بی حافظہ۔ اب وہ کلمات طیبات حضور کہ جو صاحب اقتباس الانوار اور صاحب مونس الارواح نے اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں تبرکاً تحریر کرتا ہوں یعنی حضرت خواجہ قدس اللہ اسرارہم نے زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ اہل عشق وہ ہے کہ اگر صبح کی نماز ادا کرے تو دوسری صبح کی نماز تک خیال دوست میں محو رہے۔ دیگر فرمایا کہ عاشق ہمیشہ عشق محبوب میں محو رہتا ہے کھڑا ہے تو اُس کے ذکر میں ہے بیٹھا ہے تو اُسی کا ذکر ہے اگر طواف میں ہے اُس کی عصمت کی ہیبت میں ہے۔ یہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کا میں نے طواف کیا، اب وہ میرا طواف کرتا ہے پھر فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ دل اُس کا کونین سے برداشتہ ہو پھر فرمایا کہ عارف آفتاب بصفت ہیں تمام عالم پر چمکتے ہیں تمام جہان نور ولایت اُن کے سے منور ہے پھر فرمایا کہ جب میں پوست سے باہر آیا نگاہ کر کے جو دیکھا تو عاشق و معشوق اور عشق تینوں ایک ہیں یعنی عالم توحید میں سب ایک ہے، پھر فرمایا کہ محبت کی آگ سے زیادہ کوئی آگ نہیں جس دل میں محبت ہے اسمیں جو کچھ آ دیگا جل جائیگا، اور جو طالب ذات حق میں وصل ہو جاتا ہے خاموش ہو جاتا ہے، اور فرمایا کہ جو خدا کا دوست اور چاہنے والا ہوگا اُسمیں چار باتیں ہونگی۔ اول تواضع، دوسرے

شفقت، تیسرے سخاوت، چوتھے اختیار صحبت صالحین، پھر فرمایا مرید ثابت قدم وہ ہوتا ہے کہ جس سے بیس برس تک کوئی گناہ صادر نہ ہو اور مقام فخر کا وہ صوفی مستحق ہے کہ جس کو عالم فانی میں کچھ باقی نہ رہا، اور ایک محب کی علامت یہ ہے کہ ہر حال و ہر قال میں مطیع اور فرمانبردار ہو اور فرمایا کہ بھائی مسلمانوں کو ذلیل جاننا بہت نقصان کرتا ہے اور فرمایا کہ جب تک سالک ذکر حق سے دل کی میل کو دور نہ کریگا اور غیر کی ہستی درمیان سے نہ اُٹھیگی وصل حق نہ ہوگا اور فرمایا کہ جو خدا کا پہچاننے والا ہے وہ ہمیشہ خلقت سے متنفر کرتا ہے اور معرفت کے حال میں خاموش رہتا ہے پھر فرمایا کہ جس کے دل سے غیر حق اُٹھ گیا وہ عارف ہے، اور جس بندہ اور حق کے درمیان سے حجاب اُٹھ جاتا ہے وہ بندہ اہل حق ہوتا ہے، اور فرمایا کہ چار چیزیں گوہر نفس ہیں۔ دشمن سے دوستی کرنا، اپنے افلاس کو چھپانا، اپنا دکھ کسی سے نہ کہنا، اور فرمایا کہ جو شخص فقر اور فاقہ اور بیماری اور موت کو دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے اور متوکل بخدا رہے کسی سے کچھ غرض نہ رکھے، نقل ہے کہ حضرت ستر برس تک شب کو نہیں سوئے، دن کو صائم رہا کرتے تھے، اور ہر روز دو قرآن ختم کیا کرتے تھے، اس دودمان میں یہ تعلیم ہے کہ زحمت کو رحمت اور غم کو خوشی برابر اور فاقہ کو فخر اور رنج و راحت کو یکساں جانے، صلحاء سے صحبت رکھے، غریبوں سے محبت رکھے، اہل دنیا سے محترز رہے، امیروں کے دروازے پر نہ جاوے جو حاجت ہو خدا سے چاہے، اپنے کو خدا کے سپرد کرے، کل کار اپنے توکل پر چھوڑ دے، جھوٹ اور غیبت سے بچے مرشد کی صحبت میں رہے، کلام اولیاء اللہ دیکھا کرے اور نفلیں بہت پڑھے، درود شریف پڑھنے کی کثرت کرے، اذکار اشغال جو معمولی ہیں اُن کی تکمیل مرشد کے روبرو کرے، جو واقعہ گذرے اُس کو سوائے مرشد کے کسی سے نہ کہے اور سات مکتوب کہ جو اس کاتب الحروف کو دستیاب ہوئے حصہ اول تذکرۃ الفقرا میں دیکھیں۔

قصیدہ در شان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز

حبیب پاک یزدانی معین الدین اجمیری
زہے مقبول سبحانی معین الدین اجمیری

بصورت یوسف ثانی بسیرت شاہ مردانی
مجسم خلق رحمانی معین الدین اجمیری

ظہور خاص ربانی بری از شر نفسانی
طبیب مرض روحانی معین الدین اجمیری

طفیل مقدم پاک دریں اقلیم ہندوستان
شدہ روشن مسلمانی معین الدین اجمیری

بغیر از فضل تو راہی نہ حی یابد کسے ہرگز
توئی ہادی حقانی معین الدین اجمیری

مرادے ہر کہ میخواہد ز دربار تو مے یابد
سزد بر تو جہاں بانی معین الدین اجمیری

وسیلہ خود بجز ذات نمی دام مدد شاہا — شوم دور از پریشانی معین الدین اجمیری
تصدق خواجگان چشت گر ایں احمد اختر را — سگ درگاہ گردانی معین الدین اجمیری
چناں برخویش تن بالصنم خویش دگذر — بفخر ظل سبحانی معین الدین اجمیری

دیگر

بصیری علم حقانی معین الدین اجمیری — خبیر سر یزدانی معین الدین اجمیری
غریق بحر یزدانی بسیط فقر عمانی — امین ملک عرفانی معین الدین اجمیری
مبارک منزل معانی جہاں را جملہ فیضانی — بتخت فقر سلطانی معین الدین اجمیری
دلیل فرد فردانی امام سلک ارکانی — کریم الحال اعطانی معین الدین اجمیری
حبیب فی ات سبحانی جمال اللہ یزدانی — فنا فی الذات ربانی معین الدین اجمیری
بشیر النظر من رانی بصیر القدر رحمانی — ولی مطلق برحق دانی معین الدین اجمیری
شہا ایں احمد اختر را کجا قوۃ ثنا خوانی — تو براز تو ثنا خوانی معین الدین اجمیری

ذکر سلسلہ پیران حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جاننا چاہیے کہ حضرت مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہٗ کے تھے، مولد شریف خواجہ عثمانؒ قصبہ ہارون توابع خراسان ہیں کرامت حضرت کی ظاہر کہ حضرت خواجہ معین الدین سات شاہباز قید تربیت آپکے میں رہے، بہت سی سیر کی کئی حج کئے آخر عمر میں خانہ کعبہ میں متعکف ہوئے، اور چھٹی شوال ۶۱۷؁ ہجری میں انتقال کیا مکہ معظمہ میں مزار ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی مرید حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی کے تصرفات ظاہری اور باطنی حضرت کے حد تحریر سے زیادہ ہیں، چنانچہ سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ سلطان سنجر سلجوقی کو بعد اُس کے مرنے کے کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا کیا سلطان نے جواب دیا کہ فرشتے دوزخ کے مجھ پر عذاب کرنا چاہتے تھے کہ حکم خدا ہوا کہ اس شخص نے مسجد دمشق میں ایک بار حاجی شریف زندنی کی قدمبوسی کی ہے اسی برکت سے ہم نے اسے بخشا، کس واسطے کہ اُس کو مینے اپنی دوستی میں قبول کر کے پیشوائے عالم کیا تھا تیسری رجب ۶۱۲؁ میں وفات ہوئی، مزار زندنہ بلاد بخارا میں ہے اور حاجی شریف مرید حضرت خواجہ مودود چشتی کے تھے، صاحب سیر الاولیا ناقل ہیں کہ جب خواجہ مودود چشتی پر زحمت موت شروع ہوئی ایک مرد با ہیبت وعظمت ایک خط ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور حضرت کے ہاتھ میں دیکر دوست حقیقی کی طرف سے مبارکباد دی، حضرت نے اُس کو پڑھکر فرمایا زہے سعادت، اور

وہ خط آنکھوں سے لگایا، اور جان کو مشاہدہ دوست میں دیا، احباب نے جنازہ تیار کرکے چاہا کہ اُٹھادیں اُٹھا نسکے اس وقت غیب سے آواز آئی کہ تم سب دور ہو جاؤ، جب یہ سب صاحب دور ہو گئے مردان غیب آئے اور نماز جنازہ حضرت پڑھکر غایب ہوئے، وفات حضرت کی غرہ رجب سنہ ۵۲۲ ہجری میں ہوئی، مزار قصبہ چشت میں ہے حضرت خواجہ **مودود چشتی** مرید حضرت خواجہ **ناصر الدین** کے تھے، خواجہ ناصر الدین ہمیشہ غربا سے صحبت رکھتے تھے، آپکے والد کا نام خواجہ ابو یوسف چشتی تھا، وہ ابن خواجہ محمد سمعان بن سید ابراہیم بن سید محمد بن سید حسین بن سید عبد اللہ بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسی کاظم بن امام جعفر بن امام باقر بن امام زین العابدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، تصرفات آپکے زیادہ حد بیان سے ہیں، جب آپکا وقت وصال نزدیک پہنچا آپنے پسر بزرگ خواجہ مودود چشتی کو اپنا جانشین فرمایا۔ وفات حضرت کی ۴ ربیع الآخر سنہ ۴۵۹ھ میں ہوئی بعض نے تیسری رجب لکھا ہے عمر شریف حضرت کی ۷۰ سال کی ہوئی، مزار قصبہ چشت میں ہے حضرت خواجہ ناصر الدین کے پیر حضرت خواجہ **ابو محمد چشتی** تھے شان عظیم و مرتبہ بلند رکھتے تھے حضرت پر تحیر رہتا تھا، اور برسوں پہلو زمین سے نہ لگایا ہر شب اپنے گھر کے چاہ میں سرنگوں لٹک کر تمام شب یاد خدا میں رہتے تھے، لکھا ہے کہ جس روز حضرت تولد ہوئے شب عاشورہ تھی، آپکے والد کو خواب ہوا دیکھا کہ حضرت رسول مقبول تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے احمد تیرے گھر فرزند تولد ہوا میرے نام پر اُسکا نام رکھنا میرا سلام کہنا، جس وقت آپ تولد ہوئے قبل از غسل سات بار کلمہ پڑھا، جب والد حضرت نے یہ سُنا تجدید وضو کرکے آپکے نزدیک آکر فرمایا سلام علیک، آپنے جواب سلام دیا، پھر آپکے والد نے آپکے کان میں کہا کہ رسول مقبول نے سلام فرمایا ہے اور جناب باری میں دعا کی کہ الٰہی ابو محمد کو ولی کامل کر، لکھا ہے کہ شب کو آپ تولد ہوئے عاشورہ کے تمام دن دودھ نہ پیا، جب شام ہوئی اُس وقت حضرت نے دودھ نوش فرمایا، آپکے والد فرماتے ہیں کہ ڈھائی برس کی عمر تک آپنے اشاروں سے نماز ادا کی، اور کلمہ بہت پڑھتے تھے اور تا ایام شیر خواری دودھ نوش کیا، اور لکھا ہے کہ ایک روز حضرت مکتب میں جاتے تھے کہ خضر علیہ السلام ملے اور بحکم خدا اسم اعظم تعلیم فرمایا، جس کی وجہ سے تمام علوم دین و دنیا کھل گئے اور لکھا ہے کہ حضرت سلطان محمود بہمراہی ہفتاد کس بزرگ ہندوستان میں تشریف لائے اور مسلمانوں کی امداد فرمائی۔ غرہ رجب سنہ ۴۱۱ھ میں داخل جنت ہوئے، مزار قصبہ چشت میں ہے۔ ان کے پیر حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی تھے اور بیٹے سلطان فرسنافہ کے وہ سید ابراہیم کے وہ ابن سید یحییٰ بن سید امام حسن ابراہیم کے وہ ابن سید یحییٰ ابن سید حسین بن سید مجید بن سید ناصر الدین بن سید نور اللہ بن سید حسن مثنی حضرت کے تھے اور لکھا ہے کہ حضرت کی عمر بیس برس کی تھی ایک بار اپنے والد کے ہمراہ گھوڑے پر سوار جاتے تھے راستہ میں

حضرت خواجہ ابو اسحٰق مِل گئے دیکھتے ہی گھوڑے سے کود پڑے اور قدموں پر گر پڑے، اسی وقت سے ترک لباس کیا، اُن کے والد اور دیگر اکابرین نے سمجھایا، آپ نے نہ مانا ثابت قدم رہے جب حضرت کی تربیت پوری ہو چکی حضرت خواجہ ابو اسحٰق بطرف دیگر تشریف لے گئے، حضرت قصبہ چشت میں بہدایت خلق اللہ مشغول رہے وفات حضرت کی غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ھ ہجری میں ہوئی، مزار قصبہ چشت میں ہے۔ ان کے پیر حضرت خواجہ ابو اسحٰق شرف الدین تھے۔ صاحب لطائف اشرفی ناقل ہیں کہ حضرت بامر الٰہی اوائل عمر میں بہ نیت ارادت وطن مالوفہ ملک شام سے بغداد شریف میں پہنچے وہاں پر حضرت خواجہ **ممشاد علو دینوری** قدس اللہ سرہٗ کے مرید ہوئے حضرت نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے انہوں نے عرض کیا کہ ابو اسحٰق شامی، آپ نے فرمایا آج سے تم ابو اسحٰق چشتی ہوئے کیونکہ خلقت قصبہ چشت کی تم سے ہدایت پائیگی اور تا قیام قیامت تمہارے مرید چشتی کہلائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ حضرت بعد ایک ہفتہ کے روزہ افطار کرتے تھے ہمیشہ ذکر اللہ میں ایّام بسر فرماتے اور گوشہ نشین رہتے تھے۔ ۱۴ ربیع الثانی ۳۵۵ھ میں وفات ہوئی۔ مزار شہر عکہ میں ہے۔ خواجہ ابو اسحٰق چشتی مرید حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری کے تھے۔ حضرت قصبہ دینور میں کہ ایک پہاڑی مقام ہے پیدا ہوئے اور بغداد میں نشو و نما پائی یہ اپنے گھر سے امیر تھے۔ جب عشق الٰہی پیدا ہوا تمام مال و منال راہ خدا میں دیکر حضرت خواجہ **ہبیرۃ البصری** کے مرید ہوئے اور کار فقر با تمام پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ایک مرتبہ حضرت کے پیر مرشد کے عرس میں سماع ہو رہا تھا ایک شخص آیا اور سوال کیا کہ عرس کے روز سماع کی کیا خصوصیت ہے یہ مہمانداری اور سماع دوسرے روز نہیں ہو سکتا، سماع کے سننے میں تو بھلا علماء کا اختلاف ہے اور ایک روز معین کرکے فاتحہ کرنے کو بدعت کہتے ہیں، جواب میں آپ نے ارشاد کیا کہ خصوصیت یہ ہے کہ اس روز وصال دوست میسر ہوا ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ پس میں اپنے پیروں کے وصال کے دن خوشی اس واسطے کرتا ہوں کہ اُن کی وجہ سے وصل میسر ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ ممشاد علو دینوری اور ممشاد دینوری اور تھے یہ غلط ہے بندہ نے اس کی خوب تحقیق کی ہے، ممشاد علو دینوری ایک ہی گذرے ہیں یہی ہیں خاندان چشتیہ اور قادریہ کے مقتدا حضرت کو خرقہ خلافت خواجہ **جنید بغدادی** سے بھی پہنچا تھا، اور خلیفہ حضرت کے خواجہ ابو اسحٰق اسود احمد دینوری تھے کہ سلسلہ سہروردیہ جنیدیہ اور قادریہ کے پیشوا ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۴ محرم ۲۹۸ھ کو ہوئی۔ مزار قصبہ دینور میں ہے۔ خواجہ ممشاد علو دینوری مرید خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے، ان کے کرامات مشہور ہیں۔ آپ صاحب خانوادہ ہیں مرید خواجہ **حذیفۃ المرعشی** کے ان کے مرید ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے، اور حضرت چوتھے روز جنگل کے کسی ثمر یا کاہ برگ سے افطار فرماتے تھے، اور جنگلوں میں ہمیشہ یاد دوست میں ایام گذارتے تھے

وفات حضرت کی ۷ شوال کو ہوئی کہ ۲۸۷؁ ہجری تھے، مزار بصرہ میں اور پیدائش حضرت کی ۱۶۶؁ھ میں ہوئی تھی۔ آپکے پیر خواجہ حذیفۃ المرعشی کہ اصلی نام ان کا سدید الدین ہے اور حضرت نے خواجہ ابراہیم بن ادہم کے مرید ہوکر خرقہ خلافت پہنا، اور سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے، اور خواجہ فضیل بن عیاض اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا تھا۔ صاحب سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ ستّر برس مصلی شریف سے پیر نہ اُٹھایا، مگر ہر سال واسطے زیارت روضہ مطہرہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آتے اور چندے اپنے پیر کے ہمراہ بھی سفر فرمایا ہے۔ ۱۴ شوال ۲۷۶؁ ہجری میں وفات پائی۔ انکے مرشد حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی قدس اللہ سرہ العزیز تھے، ان کے کوائف عمری اور مجاہد مشہور ہیں۔ صاحب لطائف اشرفی ناقل ہیں کہ رسول مقبول علیہ السلام نے ان کو سلطنت سے جدا کر کے روحی طور پر علم الٰہی انکے سینہ میں بھر دیا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ بعدہ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کی خدمت میں مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پہنا، جن کے بعد حضرت جنید بغدادی سید الطایفہ نے فرمایا کہ کلید علمہائے درویشی کی ابراہیم ہے اور ہمیشہ حضرت کے احوال یاد کر کے رویا کرتے تھے! ور دوسرا سلسلہ حضرت کا اس طرح پر ہے کہ خواجہ ابراہیم کو خرقہ ارادت حضرت عمران موسی بن زید راعی سے پہنچا کہ اُن کو خواجہ اویس قرنی سے اُن کو معمر الحبلی سے کہ اصحابہ رسول سے تھے ملا جیلان میں اُن کا مزار ہے چنانچہ آپکے حالات تمام کمال لطائف اشرفی سیر الاقطاب، نفاحات مراۃ الاسرار شرح آداب المریدین رونق المجالس سیر الاولیا حکایت الصالحین چہل مجلس وغیرہ کتابوں میں درج ہیں حضرت ۱۶۰؁ھ میں پیدا ہوئے، اور شب جمعہ ۲۸ جمادی الاول ۲۶۲؁ھ میں وفات پائی، مزار شریف ملک شام میں نزدیک مزار لوط علیہ السلام کے ہے۔ حضرت کے پیر مرشد خواجہ فضیل بن عیاض سمرقند میں پیدا ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور ماوراء النہر میں نشو ونما پایا۔ حضرت کی حکایات بھی کتب ہائے صوفیہ میں بخوبی درج ہیں آخر عمر میں مکہ معظمہ میں معتکف ہوئے۔ ۱۰ محرم کو آپ کی وفات ہوئی بعض نے جمعہ اور ۱۳ ربیع الاول ۱۸۷؁ھ لکھا ہے۔ آپکے پیر حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید مدینہ منورہ میں تولد ہوئے اور حضرت خواجہ حسن بصری کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا حضرت کی وفات ۲۸ صفر ۱۲۶؁ھ میں ہوئی مزار بصرہ میں ہے۔ آپکے پیر حضرت خواجہ حسن بصری کہ کنیت اُن کی ابوسعید و ابو محمد ہے آپ اکابر تابعین اور امام الحرمین تھے خلیفہ جناب علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام آپ سے بہت مانوس تھے، اور جملہ علوم اپنے پیر جناب علی مرتضیٰ سے حاصل کئے، بلکہ حضرت امیر المومنین انکو اپنا فرزند فرماتے تھے اور کتاب حبیب السیر سے معلوم ہوا کہ حضرت نے تربیت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پائی ہے

اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ پدر خواجہ حسن بصری سن بارہ میں حضرت **ابوبکر صدیق** رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے، اور آپ کے والد کا نام **موسیٰ راعی** تھا، وہ بیٹے خواجہ **اویس قرنی** کے تھے آپ کی والدہ کا نام **ام سلمہ** تھا، اور آپ ۱۳۰ اصحاب رسول کے ہم صحبت رہے ہیں۔ وفات حضرت کی غرہ رجب یا محرم سنہ ۱۲۰ھ یا سنہ ۱۱۱ھ میں بعہد سلطنت **حسین بن عبدالملک مروان** میں ہوئی، مزار بصرہ میں ہے، آپ مرید جناب علی مرتضیٰ کے کہ وہ وصی رسول مقبول تھے، ان حضرات کے فضایل قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں، جن کا مورخ خود خدا ہو اُن کی کیفیت بندہ لکھے کیا مجال ہے، یہ مقام ادب ہے۔

جاننا چاہیئے کہ طریق ہمارے پیران چشت کا یہ ہے کہ موافق سنت نبوی کے شہر و قریہ میں رہ کر خلق اللہ کو ہدایت کرنا اور جو خلاف شرع ہو اُس سے منع کرنا اور ہمیشہ صفائی قلب میں کوشش کرنا اور جو طریق کہ اپنے پیروں سے پہنچا ہے اُس پر محکم رہنا اور ریاضت کو عزیز رکھنا، فقر کو غنا پر ترجیح دینا، فقیر کو دوست رکھنا، اہل سماع سے کہ جو خلاف شرع نہ ہو محبت رکھنا اور پیروں کے عرس بشوق تمام کرنا ہر قوم کو اپنے سے بہتر جاننا اور صلح جو رہنا اور کثرت میں وحدت کو دیکھنا اور مریدوں کی تربیت میں کوشش کرنا اور جو ذکر شغل شروع کرنا اُس کو تاحیات ناغہ نہ کرنا اور ہمیشہ مست ہوشیار رہنا اور شکر اور سہو کو غنیمت سمجھنا۔

ذکر حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشی چشتی ثم دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ پہلے آپ کو بختیار کہتے تھے، بعد میں ملقب بہ قطب الدین ہوئے، اور صاحب مرأۃ الاسرار یوں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ ازراہ مہربانی اکثر قطب الدین بختیار فرمایا کرتے تھے، قطب الدین نام تھا، بختیار خطاب ہوا، اور نسب آپ کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ تک منتہی ہوتا ہے، یعنی خواجہ قطب الدین بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ اوشی بن سید حمد بن سید احمد بن سید اسحٰق حسن بن سید معروف بن سید احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ تاج الدین دہلوی کہ حضرت کے مرید تھے از روئے تحقیق لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو اول سے نصف قرآن مجید یاد تھا، وہ کثرت سے قرآن شریف پڑھا کرتی تھیں، آپ بسبب قوت ولایت کے یاد فرمایا کرتے تھے اور بآواز بلند اسم ذات کیا کرتے تھے اور ہر نیم شب آپ بزبان ذکر اسم ذات کیا کرتے تھے، گھر والوں میں سے ہر ایک سنتا تھا، پس جو کمالات رتبہ عالی پروردگار نے جو بچپنی میں حضرت کو عطا کیا تھا کسی اولیا کو بزرگی میں بھی میسر نہ ہوگا، شیخ تاج الدین نے اس روایت کو حضرت کی

والدہ سے پایہ تحقیق پر پہنچایا ہے' اور والدہ حضرت کی فرماتی تھیں کہ جس روز آپ تولد ہوئے ہیں آدھی رات تھی کہ میں اُٹھی دیکھا کہ زمین سے آسمان تک تمام گھر روشن ہو رہا ہے میں اُٹھی اور اپنے پروردگار کی درگاہ میں مناجات کی کہ الٰہی کیا بھید ہے' اس بندی پر ظاہر فرما غیب سے ندا ہوئی کہ یہ وقت پیدائش تیرے فرزند کا ہے۔ یہ روشنی اُس کے نور دل کی ہے' اُسی وقت دردزہ شروع ہوا اور حضرت تولد ہوئے شب دوشنبہ اور سنہ ۵۸۲ھ تھی جب آپ بمقام اوش توابع فرغانہ میں تولد ہوئے ہوتے ہی سر اپنا سجدہ میں جھکا دیا اور سر اسم ذات جہر کے ساتھ شروع کیا کہ تمام اہل محلہ سُنتے تھے اور متعجب ہوتے تھے' جوں جوں صبح ہونے لگی وہ نور بھی کم ہونے لگا اور پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا' ستر ڈھانکنے کا حکم کیا اور فرمایا کہ جلد غسل دو یہ کہکر پھر چپ ہو گئے اور طفولیت میں ہی حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جو زبان سے نکلتا فوراً ظہور ہوتا' اور جب عمر ڈھائی برس کی ہوئی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا' فقط آپ کی والدہ ہی پرورش فرماتی رہیں۔ جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی پڑھنے بیٹھے اور صاحب جوامع الکلم راوی ہیں کہ جب عمر شریف چار سال چار ماہ کی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ نے بڑی دھوم دھام سے آپ کی بسم اللہ کی اور ایک غلام اور ایک کنیز اور کچھ نقد اور کچھ شیرینی ہمراہ کر کے محلہ کے مکتب میں روانہ کیا' ناگاہ راستہ میں ایک مرد ملا اور اُس نے غلام سے دریافت کیا کہ اس نیک کردار کو کہاں لئے جاتا ہے' غلام نے کہا کہ محلہ کے مکتب میں بٹھانے جاتا ہوں اِس مرد نے کہا کہ اس سعید ازلی کو مولانا ابا حفص کے مکتب میں لیجا کہ وہ عارف کامل ہے الغرض وہ مرد بھی ہمراہ ہوا اور حضرت کو لیکر مولانا مذکور کے پاس آئے۔ واسطے تربیت کے سپرد کیا اور وہ مرد چلا گیا۔ اس وقت مولانا نے اس مرد غلام سے پوچھا کہ اُس مرد کو کہ جو تیرے ہمراہ ہے تو جانتا ہے' اُس نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا مولانا نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت نے تکمیل علوم ظاہری اور باطنی کی مولانا ابو حفص سے کی' اور صاحب سنائل ناقل ہیں کہ ایام مکتب خواجہ نزدیک تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سیر کرتے ہوئے داخل اوش ہوئے' حضرت قطب الاقطاب پہلے ہی صحبت میں مرید ہوئے' اور سبع سنائل میں ہے کہ جب عمر شریف حضرت کی پانچ برس کی ہوئی ایام مکتب قریب تھے کہ خواجہ بزرگ داخل اوش ہوئے حضرت قطب الاقطاب کی والدہ نے آپکو خواجہ بزرگ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے تختہ دست مبارک میں لیکر چاہا کہ کچھ تحریر کریں غیب سے ندا ہوئی کہ ذرا ٹھہر حمید الدین آتا ہے وہ تعلیم کریگا اُدہر قاضی حمید الدین نے ناگور میں آواز سُنی کہ اوش میں جاکر ہمارے قطب کی تعلیم کر۔ قاضی جی نے چشم بند کیں' معاً اپنے کو اوش میں محفل خواجہ میں پایا حضرت نے فرمایا تمہارے واسطے کیا لکھوں؟ آپ نے فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام قاضی جی نے کہا یہ پندرھویں پارہ میں ہے تو نے پہلے کس سے

پڑھ کر فرمایا کہ میری والدہ کو اول کے پندرہ پارہ یاد تھے وہ پڑھا کرتی تھیں میں یاد کیا کرتا تھا' الغرض آپنے چار روز میں قرآن شریف تمام کیا۔ صاحب سیر الاولیا سے نقل ہے کہ آپنے بماہ رجب ۵۲۲ھ میں بمقام مسجد امام ابواللیث سمرقندی شہر بغداد میں روبرو شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ اوحدالدین کرمانی و شیخ برہان الدین چشتی و شیخ محمود اصفہانی کے حضرت خواجہ بزرگ سے بیعت کی اور بتدریج خرقہ خلافت پایا اور ہمراہ خواجہ بزرگ بغداد شریف میں ریاضت اور ہدایت خلق اللہ میں مصروف رہے۔ پھر چندے خواجہ بزرگ سے جدا ہو کر سیر کی اور بزرگوں سے ہم صحبت رہے اس واسطے کہ حضرت خواجہ بزرگ بحکم رسول مقبول ہندوستان میں تشریف لے آئے تھے۔ جب حضرت نے سنا کہ حضرت خواجہ بزرگ بمقام اجمیر مقیم ہیں شہر بغداد سے واسطے زیارت پیر مرشد کے عازم ہندوستان ہوئے۔ اول ملتان تشریف لاکر **شیخ بہاؤالدین ذکریا** اور **شیخ جلال الدین تبریزی** سے ملے اور بہت کچھ اتحاد پیدا ہوا' چندے قیام فرما کر رونق افروز دہلی ہوئے اور ایک عرضی شوق قدم بوسی میں تحریر کر کے حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں ارسال کی' حضرت خواجہ بزرگ نے اس عرضی کو ملاحظہ فرما کر لکھا کہ قرب روحانی میں بعد مکانی ہرگز مانع نہیں ہے اور زبانی فرمایا کہ بابا بختیار کو دہلی میں رہنا چاہیئے جب یہ جواب آیا حضرت نے دہلی میں قیام فرمایا' مگر دو تین بار واسطے زیارت حضرت بزرگ کے اجمیر شریف میں تشریف لے گئے۔ صاحب دلیل العارفین لکھتے ہیں کہ حضرت کی تشریف آوری کو سلطان شمس الدین بادشاہ دہلی نے غنیمت جانا اور پیشوائی کی اور شہر میں لاکر رکھا

حالات مولانا جلال الدین محمد بسطامی و شیخ نجم الدین صغرا شیخ الاسلام

شمس الدین دیکھتے ہی معتقد ہوئے اور باہمی نہایت اتحاد بڑھا' اور سلطان بھی ہر ہفتہ میں دو بار حضرت کی زیارت سے مشرف ہونیکو حاضر خدمت ہوتا تھا' محل بادشاہی مہرولی میں تھا وہاں سے کیلوکھڑی کو جہاں اب مقبرہ ہمایون بادشاہ ہے پانچ کوس کا بعد ہے آخر سلطان نے بہت منت سے لاکر شہر میں اپنے قریب رکھا۔ لاڈو سرائے کے جنگل میں قرب عمارات سلطان شمس الدین التمش حضرت کی حویلی کے نشان مشہور ہیں معتقد وہاں بھی جبہ سائی کرتے ہیں اور مسجد اعز الدین آپکے سپرد کی کہ جہاں بیٹھ کر حضور ہدایت خلق میں مصروف رہتے تھے اور بزرگان امرائے شہر سب حضرت کی خدمت میں ارادت عقیدت رکھتے تھے بلکہ سنئے مبارک کے شیدا تھے' اسی عرصہ میں مولانا بدرالدین غزنوی نے حضرت سے بیعت کی اور پھر خلافت حاصل کی۔ صاحب سیر العارفین ناقل ہیں کہ جب مولانا جلال الدین کا انتقال ہوا تو سلطان نے چاہا کہ حضرت کو شیخ الاسلام بنائے حضرت نے قبول نہ کیا' تب ناچار ہو کر شیخ نجم الدین صغری کو

شیخ الاسلام بنایا، اس عہدہ جلیل القدر کے ملتے ہی قلب ان کا مکدر ہوا اور غرور پیدا ہوگیا، اور منجانب
حضرت کے رنج پیدا ہوا، ایک بار حضرت سے عرض کیا کہ آپکے آگے میری کوئی عزت نہیں کرتا، الغرض یہاں
حسد بڑھا کہ خود حاسد مشہور ہوئے۔ سیر الاولیا سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ بزرگ واسطے کسی کار ضروری اولاد کے
دہلی میں تشریف لائے، اور حضرت قطب الاقطاب کے مکان پر فروکش ہوئے، حضرت نے اپنے مرشد کی تشریف آوری کو سعادت
سمجھکر عرض کیا کہ آپکو بادشاہ کے پاس جانے سے کیا فائدہ خود دولت سرائے بادشاہ پر تشریف لے گئے بادشاہ آپکے
آنیکی خبر سنکر خوش ہوا اور اپنی سعادت سمجھی کہ زہے طالع کہ حضرت نے میرے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے مفخر
فرمایا اور بہت کچھ پیشکش کیا اور فوراً کاربرآری ہوگئی، اسی مجلس میں **رکن الدین حلوائی** حاکم اودھ حاضر ہوا
اور حضرت سے بالادست بیٹھا، بادشاہ کو یہ حرکت اس کی ناگوار معلوم ہوئی۔ حضرت نے نور باطن سے دریافت فرمایا ارشاد
کیا کہ جب حلوا اور کاک موجود ہوں اگر کاک پر حلوا بیٹھے تو کیا غلطی ہے حضرت **سلطان المشائخ** رحمۃ اللہ علیہ
سے نقل ہے کہ جب حضرت بزرگ رونق افروز دہلی ہوئے ہیں تو شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام دہلی تھے ان میں
اور حضرت خواجہ بزرگ میں بہت دوستی تھی، بلکہ خراسان کی ملاقات تھی، خواجہ بزرگ مکان شیخ نجم الدین پر ملنے
تشریف لائے، یہ اپنے مکان کے صحن میں کچھ بنوا رہے تھے، حضرت خواجہ بزرگ کی طرف متوجہ نہ ہوئے حضرت نے
نزدیک پہنچکر سلام علیک کی اور فرمایا کہ شیخ الاسلام دہلی نے تیرا دماغ بگاڑ دیا کہ جو تو قدیم دوستوں سے بھی
نہیں ملتا، شیخ الاسلام نے کہا میں تو آپکا معتقد اور نیازمند ہوں تم نے اس شہر میں اپنے مرید کو چھوڑا ہے
اس کے آگے میری شیخی کو کوئی نہیں پوچھتا، آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ میں قطب الدین کو اپنے ہمراہ اجمیر لیجاؤنگا
جب حضرت قیام گاہ پر تشریف لائے تو خواجہ **قطب الدین** کو اپنے روبرو بلایا اور فرمایا کہ بابا قطب الدین
اس شہر کے بعض لوگ تیرے شاکی ہیں میرے ہمراہ اجمیر میں چل اور وہاں کی مسند شیوخت پر بیٹھ میں تیرے روبرو
حاضر رہونگا اور خدمت کرونگا۔ قطب الاقطاب نے دست بستہ عرض کی جو ارشاد ہو حضور کی بندہ نوازی ہے میری
مجال تو آپکے روبرو کھڑے ہونیکی بھی نہیں چہ جائے کہ بیٹھوں صبح حضرت خواجہ قطب الدین کو ہمراہ لیکر طرف
اجمیر کے چلے یہ حال سنکر تمام شہر میں غل مچا سب کی آنکھوں میں جہاں تیرہ و تاریک ہوگیا سلطان اور تمام شہر
ہمراہ ہوکر پیچھے دوڑے، آپکے قدموں کی خاک چہروں سے ملتے اور روتے چلے جاتے تھے جب حضرت خواجہ بزرگ نے
خلق دہلی کی یہ حالت دیکھی فرمایا کہ بابا قطب الدین جا دہلی میں رہ کہ یہ تمام دہلی تیرے جانے سے بہت
رنجیدہ ہے اتنے دلوں کو دکھانا نہ چاہیئے جا تجھکو خدا کے سپرد کیا اور دہلی کو تیرے حفظ امان میں چھوڑا، حضرت

خواجہ بزرگ راہی طرف اجمیر کے ہوئے اور بادشاہ اور رعایانے مقدم حضرت قطب الاقطاب کو غنیمت سمجھا بہت خوشی کرتے ہوئے ہمراہ حضرت کے شہر میں آئے۔ لکھاہی کہ جس وقت خواجہ بزرگ **شیخ نجم الدین صغری** کے مکان پر رونق بخش ہوئے تھے تو وہ بوجہ حسد قطب الاقطاب کے بیرونی سے پیش آئے۔ خواجہ بزرگ نے اُس وقت فرمایا تھا کہ نجم الدین تو بہت رسوا ہوگا آخر ویسا ہی ہوا اس کی کیفیت یہ ہو کہ **شیخ جلال الدین تبریزی** کو خلیفہ **شیخ شہاب الدین** کے اور پیر بھائی **شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی** کے تھے۔ جس وقت شیخ شہاب الدین نے بغداد سے شیخ بہاؤالدین کو طرف ملتان کے روانہ کیا تو شیخ جلال الدین نے بھی بوجہ محبت اپنے پیر بھائی کے اپنے پیر سے رخصت لیکر دونوں صاحب ہمراہ وارد ہندوستان ہوئے۔ شیخ بہاؤالدین ملتان میں ٹھہرے اور شیخ جلال الدین سیر کرتے ہوئے دہلی میں آئے۔ جب اُن کی خبر سلطان کو پہونچی شہر سے باہر آکر اُن کا استقبال کیا کس واسطے کہ یہ وارد ہندوستان ہوئے ہی شہرہ آفاق ہوگئے تھے جب شیخ کا اور سلطان کا مقابلہ ہوا سلطان نے اپنا گھوڑا خالی کیا اور مصافحہ کیا اور باعزاز تمام لیکر شہر میں آیا۔ یہ امر شیخ نجم الدین کو اچھا نہ معلوم ہوا حسد کی آگ بھڑکی کس واسطے کہ ان کی کرامات تو پہلے ہی بادشاہ ولایت ہند صلب فرما چکے تھے یہ خالی رہ گئے تھے' سلطان نے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا کہ شیخ جلال الدین کو کس جگہ ٹھہرنا چاہیے' اُنھوں نے کہا یہ جو محل محل سلطانی کے قریب ہی خالی ہو اس میں قیام کرا دیجیے۔ ان کا مدعا یہ تہا کہ اس مکان میں جن رہتا ہے وہ کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتا اس میں شیخ کی قلعی کھل جائیگی۔ شیخ جلال الدین نے نور باطن سے اس امر کو دریافت فرما کر کہا کہ اس مکان کی کنجی دو تاکہ میں اس مکان میں قیام کروں جب کنجی شیخ کو ملی اپنے خادم تراب کو کنجی دیکر فرمایا کہ اس مکان میں جا اور بلند آواز سے کہدے کہ اس مکان میں جلال الدین تبریزی آتا ہے جلد اس مکان سے نکل جاؤ۔ پس اس آواز کے سنتے ہی جن وہاں سے فرار ہوئے' اور شیخ جلال الدین وہاں آکر قیام پذیر ہوئے۔ جب شب گذری اپنے وظائف سے فارغ ہوکر واسطے ملاقات قطب الاقطاب کے چلے۔ حضرت کو نور باطن سے ان کا آنا معلوم ہوا دروازہ سے پیشوائی کر کے مکان میں لائے۔ اُس روز آپکے یہاں مجلس سماع تھی تمام درویش حاضر تھے۔ درویشوں کو اس بیت پر وجد ہو رہا تھا۔ در میکدہ وحدت ہشیار نمی گنجد: در عالم نیرنگی جز یار نمی گنجد: اور وہ دن بھی جمعہ کا تہا' دونوں بزرگوں نے نماز جمعہ ادا کی اور پھر اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔ لکھاہی کہ شیخ عشا کے وضو سے نماز صبح کی ہمیشہ ادا کیا کرتے تھے اور بعد نماز چاشت کے پلنگ پر لیٹ جاتے تھے اور غلام تلوے سہلایا کرتے تھے غلام ترکی صاحب جمال تھا اُس کو شیخ نے ایکہزار دینار دیکر خرید کیا تہا' اور شیخ کو بہت عزیز تہا ایک دن

شیخ جلال الدین معمولی طور پر صحن مکان میں پلنگ پر دراز تھے اور یہی غلام حیی کر رہا تھا اور شیخ نجم الدین واسطے امامت صبح کے بالاخانہ محل سلطانی پر تھے ان کی نظر بھی شیخ پر پڑی، اُسی وقت بادشاہ سے کہا کہ جس کے آپ معتقد ہیں دیکھیے نماز فجر بھی ادا نہیں کی، اور اُس صاحب جمال سے خلوت رکھتا ہے، شیخ جلال الدین نے اپنے کشف سے معلوم کیا اور باآواز بلند کہا کہ نجم الدین اگر پہلے دیکھتا اس لڑکے کو میری بغل میں دیکھتا۔ اس بات سے سلطان شرمندہ ہوا اور شیخ نجم الدین کو بہت کچھ جھڑکا، مگر یہ اس پر بھی باز نہ آیا، اس کا حسد اور زیادہ ہوا اور اس فکر میں ہوا کہ کسی طرح شیخ کو زک دیجیے۔ اتفاقاً شہر میں ایک گانیوالی عورت بہت حسین تھی کبھی کبھی شیخ جلال الدین کے روبرو بھی گانے آتی تھی، اور شیخ نجم الدین کے پاس بھی جاتی تھی شیخ نجم الدین نے ڈھائی سو دینار اس کو نقد دیئے اور ڈھائی سو کسی دوکاندار کے پاس جمع کرادیے اور کہا کہ شیخ جلال الدین پر زنا کی تہمت لگائے، جب تو یہ کام کر دیگی تو ڈھائی سو دینار اس دوکاندار سے لے لینا اس عورت نے ایسا ہی کیا یعنی مشہور کیا کہ جلال الدین نے بہ جبر مجھ سے حرام کیا جب یہ خبر سلطان کو پہنچی نہایت متفکر ہو کر اطراف جوانب سے علماء اور مشائخ روزگار مثل شیخ بہاؤ الدین مُلتانی کو ملتان سے شیخ حمید الدین سوالی کو ناگور سے طلب کیا اور ایک مجلس جمع کر کے اُس عورت اور شیخ جلال الدین کو بُلایا شیخ بہاؤ الدین نے اس مجمع میں فرمایا کہ اہل اللہ پر کچھ پوشیدہ نہیں ہے تو سچ کہدے ورنہ تو اپنے کئے کو پہنچیگی۔ اس عورت نے عرض کیا کہ افترا نجم الدین صغرا کا ہے اس نے مجھکو پانچ سو دینار فلاں دوکاندار کے روبرو دیکر یہ بات غلط کہوائی تھی اور شیخ جلال الدین بالکل پاک ہیں جب دوکاندار سے دریافت کیا تو اُس نے بھی سچی گواہی دی۔ سلطان نجم الدین پر بہت خفا ہوا اور شیخ الاسلامی سے جدا کیا چنانچہ خواجہ بزرگ کی خفگی اور قطب الاقطاب کے حسد کا یہ ثمرہ ہوا۔ صاحب راحت المحبین ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین جس کو مرید کرتے کامل بناتے تھے، اور ارشاد فرماتے تھے کہ فقرا کی خدمت کرنا بادشاہوں و امیروں سے دور رہنا ایک یہ کرامت تھی کہ جس کو تعلیم فرمائی وہ تمام عمر عمل کرتا تھا لکھا ہے کہ حضرت نے سب سے پہلے حضرت بابا فرید الدین گنجشکر کو مرید اور خلیفہ فرمایا، چنانچہ جب بابا صاحب کو حضرت کی خدمت میں دیکھا تو خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ بابا بختیار تو نے بہت بڑے شاہباز کو قید کیا کہ جس کا آشیانہ صدرۃ المنتہی ہوگا یہ فرید شمع ہے اس سے ہمارا خاندان روشن اور منور ہوگا۔ یہ ذکر اُس وقت کا ہے جب حضرت خواجہ بزرگ دوبارہ دہلی تشریف لائے تھے۔ صاحب مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ عہد سلطان شمس الدین التمش میں ایک درویش کے یہاں مجلس سماع تھی، اور حضرت خواجہ قطب الدین و قاضی حمید الدین بھی موجود تھے کہ شیخ علی غل مچاتے ہوئے آئے اور

اور حضرت سے کہا کہ مولانا رکن الدین سمرقندی بہت سے علماء کو ہمراہ لئے آتا ہے کہ درویشوں کو سماع سے باز رکھے۔ حضرت **قاضی حمید الدین** نے صاحب خانہ سے بُلا کر کہا کہ تو روبرو نہ آنا اگر وہ بے اجازت ہماری آویگا تو ہم سمجھ لیں گے، اور پھر سماع میں مشغول ہوئے اور مولانا مذکور دروازہ پر آئے اور صاحب خانہ کو بلایا جب اُس کا نشان نہ ملا ناچار ہوئے اور اُن کے دل پر ایک ہیبت چھاگئی آخر واپس پھر گئے، اور بحر المعانی میں لکھا ہے کہ جب حضرت دہلی میں مقیم ہوئے تو اُس وقت مقتدائے شہر خواجہ **سید مبارک** تھے، دونوں بزرگوں نے باہم نماز جمعہ ادا کی، بعدہ حضرت نے سید مبارک سے فرمایا کہ ہم تم دونوں سماع سنیں۔ سید صاحب نے کہا بے اجازت رسول مقبول میں کچھ نہیں کہہ سکتا، آپ نے فرمایا آج کی شب تم کو اجازت ہو جائیگی، چنانچہ سید صاحب نے اُسی شب کو خواب میں دیکھا کہ رسول مقبول فرماتے ہیں کہ اے فرزند قطب الدین کی مجلس میں حاضر ہو، صبح سید صاحب آکر شریک سماع ہوئے۔ اور سماع کی کیفیت یہ ہے کہ جب قاضی حمید الدین ناگوری بعد تعلیم قطب الاقطاب دہلی کو آئے تھے کہ راستہ میں ایک مرغ طوطیس کہ اُس کو ققنس بھی کہتے ہیں اُس کی چونچ میں دو سو سوراخ ہوتے ہیں، جب وہ مست ہو کر آواز دیتا ہے ہر سوراخ سے صدائے گوناگوں نکلتی ہے وہ ایک جگہ بیٹھا تھا اور قاضی صاحب کا وہاں سے گذر ہوا اور وہ مستی کے عالم میں صدائیں دے رہا تھا، اُس کی آواز حضرت کے گوش زد ہوئی بیہوش ہو کر گر پڑے، بعدہ وجد کرنے لگے، ہر چند مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے مگر یہ گریہ و زاری حضرت خواجہ بزرگ کی صحبت کے اثر سے پیدا ہوئی، جب آپ کو ہوش ہوا تو خضر علیہ السلام کو اپنے پاس کھڑا پایا کہ فرماتے ہیں کہ اے حمید الدین تو نے سماع سُنا اور مشائخوں نے بھی سُنا ہے۔ اُس روز سے قاضی بخلاف اپنے پیروں کے سماع سُنتے رہے۔ **شاہ اشرف جہانگیری** نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب ملتان میں تشریف لا کر ایک مسجد میں ٹھہرے۔ **شیخ بہاؤ الدین ذکریا** نے نور باطن سے دریافت کر کے ایک خادم کو حضرت کی خدمت میں بھیجا، حضرت وضو کر رہے تھے۔ خادم نے دیکھا کہ جو قطرہ پانی کا زمین پر گرتا ہے اُس کو ملائک اُٹھا لیتے ہیں، چونکہ خادم بھی اہل نظر تھا یہ حال دیکھ کر خدمت شیخ میں جا کر عرض کی، شیخ اُسی وقت پہنچے، اور حضرت کو سوار کرا کر اپنی خانقاہ میں لائے اور بہت دھوم سے ضیافت کی جب حضرت کھانے سے فارغ ہوئے تبسم کر کے فرمایا، بہاؤ الدین ضیافت تو کی لیکن خشک کی، شیخ حضرت کے اشاروں کو سمجھ گئے اور قوالوں کو طلب کیا اور سماع شروع ہوا، عاشقانِ دل سوختہ کو وجد ہوا، آواز ہائے ہُو بلند ہوئی۔ یہ غلغلہ سُن کر تمام درویشان سہروردی جمع ہو کر آئے، اور اس ارادہ سے شیخ کو منع کیا۔ شیخ نے کہا کہ ایک بزرگ چشتیہ مہمان ہے

اُس کی خاطر یہ سماع ہے۔ جب وہ لوگ نزدیک حضرت کے آئے اُن پر بھی آتش عشق شعلہ زن ہوئی اور اُن کے دلوں کو آتش عشق چشتیہ نے کباب کر دیا، سب کو ذوق اور شوق وجد ہوا، جب اُن کو افاقت ہوئی بعضے اُن میں سے مرید ہوئے، بعض نے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور ہانسی تک سب حضرت کے ہمراہ آئے۔ حسب فواید السالکین ناقل ہیں کہ بندہ ایک بار واسطے پابوسی حضرت قطب الدین کے حاضر ہوا، اُس وقت اکثر واصلان حق خدمت عالی میں حاضر تھے مثل قاضی حمید الدین و سید نورالدین مبارک و مولانا علاؤالدین کرمانی کہ کچھ حج کا ذکر آ گیا حضرت نے زبان مبارک سے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندگان خاص کے واسطے اگرچہ وہ کہیں بیٹھے ہوں خانہ کعبہ کو واسطے طواف کرنے اُن کے کے بھیجدیتا ہے۔ اس بات کو سنتے ہی اہل مجلس کو عالم بیہوشی طاری ہوئی اور کعبہ کو اپنے روبرو دیکھا۔ پس جو شرائط طواف کعبہ تھے ہم سب بجالائے۔ پس غیب سے آواز ہوئی کہ اے عزیز و حج تمہارا قبول ہوا۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی بندہ بھی اُٹھا اور طرف ہانسی کے چلنے کا ارادہ کیا۔ میری طرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ بابا فرید تو جاتا ہے بیٹھے پھر آداب کیا اور عرض کی جو ارشاد ہو فرمایا کہ جا تقدیر میں ایسا ہی لکھا ہے کہ وقت نقل خواجہ بزرگ کے میں حاضر نہ تھا، میرے سفر آخرت کے وقت تو حاضر نہو، اور اہل مجلس سے فرمایا کہ گنج شکر کے واسطے فاتحہ اور اخلاص پڑھو، اور مصلّی اور عصا بندہ کو عنایت کر کے فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو، اور فرمایا باقی تبرکات تیری امانت قاضی حمید الدین کے سپرد کر دوں گا، میری نقل سے پانچ چار روز بعد تجھکو دیں گے، میری جگہ تیری جگہ ہے، فرمایا کہ مرید کو چاہیئے کہ پیر کے قدم بقدم رہے اُس سے تجاوز نہ کرے۔ پھر بندہ کو گلے لگایا اور فرمایا کہ تجھکو خدا کے سپرد کیا۔ بندہ مرخص ہوکر ہانسی کی طرف روانہ ہوا۔ فواید الفواید سے منقول ہے کہ حضرت کو ہر وقت استغراق رہتا تھا، اگر کوئی ملنے آتا بدیر خبر ہوتی اور عذر کر کے جلدی رخصت فرماتے، یہانتک فنائے احدیت میں مستغرق رہتے تھے کہ فرزند کا انتقال ہو گیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ حضرت کے پسر خواجہ محمدؒ نے سات سالہ عمر میں وفات پائی، اُن کی والدہ کے رونے کی آواز جب گوش زد حضرت ہوئی دریافت فرمایا کہ یہ کیا شور ہے، عرض ہوئی کہ حضرت کے صاحبزادہ خواجہ محمد صاحب نے انتقال کیا، اُن کی والدہ روتی ہیں، یہ سن کر فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اگر اُس کی بیماری کی پہلے سے خبر ہوتی تو اُس کو صحت ہوتی اور صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت دلی سے اجمیر گئے میں **نقل** از سیر الاولیا کہ جن دنوں میں حضرت بمقام ملتان شیخ بہاؤالدین کے مہمان تھے ایک شب افواج کفار زیر حصار ملتان آئے اور چاہا کہ شہر کو لوٹیں۔ اُسی وقت حاکم ملتان حضرت کی خدمت میں آیا، اور حضرت اور

شیخ بہاؤالدین اور شیخ جلال الدین تینوں صاحبوں سے اُن کے دفع کی دعا چاہی، اس وقت حضرت کے دست مبارک میں ایک تیر تھا، وہ حاکم کو عنایت فرماکر کہا کہ اس کو اپنے گھر لیجا اور فوج غنیم کی طرف چمکا، اُس نے ایسا ہی کیا، اُسی وقت اُس فوج پر بجلی سی چمکی، جس کی ہیبت سے اُن کے دل کانپ اُٹھے اور فرار ہوئے لکھا ہے کہ ایک روز قطب الدین ایبک چند توڑہ زر لیکر حضرت کی خدمت میں آیا، حضرت نے اُن کو قبول نہ فرمایا اور تبسم کرکے فرمایا کہ اس کی بندہ کو حاجت نہیں یہ بات اُس کو ناگوار گذری، آپ نے نور باطن سے معلوم فرماکر جس بوریہ پر فروکش تھے اُس کا کونہ اُلٹ کر فرمایا کہ دیکھ جب اُس نے نظر کی دیکھا کہ ایک دریا بہہ رہا ہے جس میں بیشمار توڑہ ہائے زر و نقرہ بہتے چلے جاتے ہیں، وہ یہ حال دیکھکر شرمندہ ہوا اور اپنی حیرت پر استغفار کی حضرت باباصاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت کے ہمراہ مسافر تھا کہ ایک دریا کے کنارہ پر پہنچے اُس کے کنارہ پر جہاڑی تھی وہاں شیر لگتا تھا اور کشتی بھی موجود نہ تھی حضرت نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ کہو کیونکر اس دریا کے پار ہوں جو شیر کی آفت سے بچیں، میں حیران تھا کچھہ جواب نہ دیسکا تبسم فرماکر سورۂ اخلاص پڑھنی شروع کی ہنوز وہ تمام نہیں ہوئی تھی کہ پانی ادہر اُدہر ہوگیا بیچ میں راستہ دیدیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور دریا سے پار آئے **نقل** ہے کہ ایک پیرزال شکستہ حال حضرت کی خدمت میں آئی اور آداب بجالاکر عرض پرداز ہوئی کہ تیرہ برس کا عرصہ گذرا کہ میرا فرزند جس کی عمر نو برس کی تھی غایب ہوگیا ہے اس کی کچھہ خبر نہیں کہ کیا ہوا آپ نے چندے مراقبہ فرمایا بعدہ سر اُٹھاکر فرمایا کہ وہ تیرے مکان پر موجود ہے۔ آپ یہ فرمارہے تھے کہ ایک شخص دوڑا آیا اور اُس پیرزال سے کہا کہ تیرا فرزند ابھی تیرے گھر آیا وہ سنتے ہی دوڑی آئی اور فرزند سے ملی اور اُس سے حال دریافت کیا کہ تو کہاں تھا اور کیونکر آیا، اُس نے بیان کیا کہ ملک روم میں تھا ایک سوداگر مجکو اپنے ہمراہ لے گیا تھا، اسی وقت کا ذکر ہے کہ ایک مرد بزرگ مجھہ سے ملا اور کہا کہ تیری ماں تیرے فراق میں روتی ہے اُس سے چلکر مل میں نے کہا کہ وہ کہاں ہے اُس نے کہا کہ وہ قریب ہے۔ میں اُس کے ہمراہ شہر کے باہر آیا اُس نے کہا تو آنکھیں بند کر میں نے آنکھیں بند کیں جب آنکھ کھولی اپنے کو اس گھر میں پایا۔ **جواہر فریدی** سے نقل ہے کہ غلغلہ سخا وعطا سلطان شمس الدین کا بلند ہوا تو **ناصری شاعر** ایک قصیدہ سلطان کی شان میں لکھکر لایا یہاں حضرت خواجہ قطب الدین کی کرامات کا شہرہ سنا، ایک قصیدہ حضرت کی شان میں بھی کہا اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ قصیدہ پڑھکر دعا چاہی کہ بادشاہ کی سرکار سے مجکو بہت سا زر ملے حضرت نے دعا کی اور فرمایا کہ تجکو بہت کچھہ ملیگا۔ جب دربار سلطان میں حاضر ہوا قصیدہ پڑھا سلطان اُس کو سنتے سنتے دوسری طرف متوجہ

ہوئے، اس نے اس وقت حضرت کی طرف رجوع کی بادشاہ نے پھر متوجہ ہو کے فرمایا کہ پھر پڑھ اس نے پھر پڑھنا شروع کیا، سلطان بہت خوش ہوا اور چھپن ہزار روپیہ عنایت کیا، صاحب سیر الاولیا ناقل ہیں کہ حضرت نے خود فرمایا کہ ایک بار بندہ اور قاضی حمید الدین مسافر تھے کنارہ دریا پر پہنچے اور تین دن کے بھوکے تھے ایک بکری پیدا ہوئی، جو کی دو روٹیاں اس کے منھ میں تھیں ہمارے آگے رکھکر چلی گئی، اس کو فرستادہ خدا سمجھکر ہم نے کھایا اور شکریہ خدا ادا کیا، اسی عرصہ میں ایک بچھو گھبرایا ہوا ہمارے روبرو آیا اور دریا کی طرف چلا ہم بھی اس کے پیچھے چلے جب کنارہ پانی کے پہنچے دریا نے راستہ دیدیا جب دوسرے کنارہ پر گئے دیکھا کہ ایک شخص بشکل مردہ پڑا ہے اور ایک اژدھا اس کو کھانا چاہتا ہے، اس بچھو نے اس اژدہے کے ایک ڈنک مارکر ہلاک کیا اور ناپید ہوا، جب ہم نے قریب جاکر دیکھا تو وہ ایک شرابی تھا جو مست مدہوش پڑا تھا، ہمکو تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان پر یہ مہربانی، پس آواز ہوئی کہ اے عزیز نیکوں کو ہم نگاہ رکھیں بروں کی محافظت کون کرے، پھر وہ مرد ہوشیار ہوا اور یہ ماجرا سنکر شرمندہ ہوا اور توبہ کی، سیر الاولیا سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت کے گھر میں تین فاقے گذرے آپکے گھر میں شرف الدین بقال کی عورت سے کبھی قرض لے لیا کرتی تھیں، وہ ہمسایہ تھا ایک روز اسکی عورت نے از راہ غرور خواجہ کے گھر میں کہا کہ اگر تمہارے ہمسایہ نہ ہوتے، تو تم کہاں سے کھاتے، کیونکر اوقات بسری کرتے، یہ خبر حضرت کو بھی ہوئی آپنے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ آج سے جس قدر کافی ہو میرے حجرہ کے طاق میں سے کاک لے لیا کرو اس روز سے ایسا ہی ہوا، دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت زیر مصلے سے کاک برآمد ہوتے تھے اس وجہ سے کاکی لقب ہوا ایک روایت یہ ہے کہ آپ حضرت خواجہ بزرگ کے ہمراہ تھے ایک روز بعد نماز صبح کے قطب الاقطاب کو خواہش کھانے کی ہوئی، معاً ایک طباق پر از کاک آسمان کی طرف سے معلق آتا ہوا معلوم ہوا جب قریب آیا حضرت خواجہ بزرگ نے اور اہل اللہ کو کہ جو اس وقت موجود تھے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہاتھ بڑھاکر جسکی قسمت کا ہوگا اسکو ملیگا، الغرض ہر شخص نے ہاتھ اونچا کیا جو ہاتھ اونچا کرتا وہ طباق اور اونچا ہو جاتا، پھر نیچا ہوتا یہانتک کہ حضرت قطب الاقطاب نے جب دست دراز کیا وہ آپکے دست مبارک میں آیا، حضرت نے اپنے پیر کے روبرو رکھدیا، حضرت نے تبسم کرکے فرمایا کہ بابا بختیار اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تم کو اس وقت اشتہائے طعام تھی خداوند تعالیٰ نے تم کو اپنی قدرت سے مرحمت فرمایا کھاؤ اور دوستوں کو دو تاکہ یہ بھی محروم نہ رہیں اس روز کاکی لقب مشہور ہوا، ایک روز امیر خسرو نے حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ یا حضرت حضرت خواجہ قطب الدین کو کاکی کیونکر کہتے ہیں آپنے فرمایا ایک وقت حضرت یاروں سمیت حوض شمسی پر تشریف رکھتے تھے اور ہوا سرد چل رہی تھی،

یاروں نے عرض کی کہ خواجہ اگر اس وقت کاک ہائے گرم ملیں تو کیا خوب ہو، فرمایا کیا کروگے، انہوں نے
عرض کی کہ کھا دینگے حضرت اُس جگہ سے اُٹھے اور حوض میں گئے اور کاک ہائے گرم حوض میں سے لاکر یاروں کو
مرحمت فرمائے، اُس روز سے کاکی مشہور ہوئے، بعض اہل تاریخ نے ایک نقل بدیں مضمون تحریر کی ہے کہ
علمائے دہلی کو بوجہ سماع سنکے حضرت سے کشیدگی ہوئی اور شیخ جلال الدین کو بلایا کہ ولایت دہلی اُن کے
قابل ہے چنانچہ غوث بہاؤ الدین ذکریا آئے اور حضرت خواجہ بزرگ تشریف لائے، اُنہوں نے فرمایا کہ ولایت ہند
رسول مقبول نے مجھے دی ہے، جلال الدین تو یہاں سے چلا جا آگے تیرا سلسلہ نہ رہیگا نہ معلوم اس کی سند
کہاں سے ہے کس واسطے کہ ایک تو حضرت خواجہ قطب الدین اور شیخ جلال میں بہت اتحاد تھا اور مرید بھی تھے،
دوسرے اہل اللہ سب ایک ذات اور ایک تن ہیں حسد اور بغض اور ایسے مناقشہ سے پاک ہیں، اور صاحب سیر الاقطاب
اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ جب حضرت دہلی میں تشریف لائے ہیں باتفاق قاضی حمید الدین سماع سنتے تھے سلطان
شہاب الدین کو جب یہ خبر ہوئی اُس نے منع کرا بھیجا، حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کہدو اُس سیاہ درون
سے تو کیا جانے قدر سماع کی، تجھکو حرام اور ہمکو مباح ہے سلطان یہ سنکر بہت خشمگیں ہوا اور قسم کھائی
کہ اگر اب کے سماع ہوا تو میں خواجہ کو دار پر کھینچونگا، جب اس ارادہ شہاب الدین کی خبر حضرت کو ہوئی تو کہا کہ
عین القضات نہ باشد کہ اُس کو جلوا دیا اگر تو سلامت رہا تو دار پر کھنچیگا، بس اُسی مہینہ میں سلطان نے دہلی سے
نقل کی اور سلطان شمس الدین بادشاہ ہوئے کہ آخر حضرت کے مرید اور خلیفہ ہوئے، مگر قاضی عماد اور قاضی صادق دونوں
کو حضرت سے مخالفت ہوئی، اُنہوں نے سلطان سے کہا کہ خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین شب روز سماع
سنتے ہیں [illegible] حضرت پر یہ حال منکشف ہوگیا، اور خیال ہوا کہ کسی طرح دونو قاضی سماع میں شریک
ہوں اتفاقاً ایک روز دونوں قاضی واسطے تنبیہ کے خانقاہ حضرت پر آئے، وہاں سماع ہو رہا تھا قاضی حمید الدین
کو وجد تھا حضرت دست بستہ کھڑے تھے قاضی عماد نے حضرت کو دیکھکر یہ اشارہ کیا اور کہا کہ امرد کو نہ چاہئے
کہ حاضر سماع ہو، آپ نے تبسم کیا اور دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر کر فرمایا کہ دیکھ امرد کون ہے، ان دونوں نے
دیکھا کہ ریش موجود ہے، اس کرامت کو دیکھکر حیران رہے اور سلطان سے سارا حال بیان کیا، سلطان کو
اور بھی عقیدت زیادہ ہوئی، مگر قاضیوں نے کہا کہ سلطان اس کا بندوبست کرے کہ یہ فتنہ عظیم ہے سلطان
نے فرمایا کہ وہ لائق اس کام کے ہیں چشم پوشی چاہیئے، پھر اُنہوں نے کہا کہ ہم اہل شرع ہیں اس کو روا نہ
رکھیں گے، سلطان نے کہا مجھ سے کیا چاہتے ہو، اُنہوں نے عرض کی کہ اختیارات جزا و سزا سلطان

ہمکو دیے تاکہ ہم ان پر حد شرع جاری کریں، سلطان نے بپاس شریعت مسند قضا اُن کو عنایت کی اُنہوں نے حضرت کو لکھا کہ تم ہمارے محکمہ میں حاضر ہوکر حرمت سماع میں جو کچھ گفتگو کرنی ہو پیش کرو، حضرت نے کہلا بھیجا کہ کل فاتحہ عرس ہمارے پیروں کی ہو فرصت دو کہ سماع و عرس پیروں سے فارغ ہوکر تمہارے محکمہ میں حاضر ہونگے یہ سنکر اُنہوں نے منظور کیا، اور ایک ایک سوسپاہی دونوں دروازوں خانقاہ خواجہ پر متعین کیے کوئی نفر اہل شہر سے اندر خانقاہ کے وارد نہ ہونے پائے یہاں وقت معینہ پر مجلس شروع ہوئی، خادم خواجہ سنے یہ ماجرا بیان کیا حضرت نے تبسم فرماکر ارشاد کیا کہ جس قدر کھانا ہمیشہ تیار ہوا کرتا ہے اُس سے دوچند تیار کرو خلق خدا کو ہماری مجلس سے کون منع کرسکتا ہے، خادم نے بموجب مرد الادہ ولی بخت کی تیاری کی، قدرت خدا سے اُسیوقت شیخ **بہاؤالدین ذکریا ملتانی** باجماعت کثیر ملتان سے تشریف لائے اور داخل خانقاہ خواجہ ہوئے، حاجیان دروازہ نے کسی کو اندر جاتے نہ دیکھا، اللہ تعالی نے تصرفات خواجہ سے سب کو کور فرمایا اب تو یہ کیفیت ہوئی جس نے چاہا بیدھڑک چلا آیا، تھوڑی دیر بعد شیخ **جلال الدین تبریزی** جماعت کثیر کے ہمراہ دروازہ شرقی سے داخل خانقاہ ہوئے، جب مجلس گرم ہوئی یہ خبر قاضیوں کو پہنچی بدرالدین کو ہمراہ لیکر خانقاہ میں آئے، بدرالدین نے روئے مبارک کو دیکھتے ہی اگلی باتوں سے توبہ کی، اور حضرت کے قدموں پر سر رکھا اور عرض کیا کہ بندہ سلک مریداں میں داخل ہونا چاہتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اے بدرالدین آجکی شب تجھکو پیغمبر خدا نے میرے سپرد کیا، مینے تجھکو اپنی مریدی میں قبول کیا، اور اُسیوقت بیعت ظاہری سے بھی مشرف فرمایا، نقل ہو کہ ایک بار بحضور حضرت قوال حاضر ہوئے اور راگ شروع کیا، پہلی بیت یہ تھی، سرود بیت اکہ چندیں فسوں عشق در دست :: سرود محرم عشقست و عشق محرم اوست :: اس پر حضرت کو یہ حالت ہوئی کہ سات شبانہ روز بیہوش رہے، مگر جب وقت نماز کا آتا ہوشیار ہوکر نماز ادا فرماکر پھر بیہوش ہوجاتے تھے، صاحب جوامع الکلم ناقل ہیں کہ ایک روز خدمت خواجہ میں بابا صاحب اور قاضی حمیدالدین و شیخ جلال الدین وغیرہ بزرگ حاضر تھے کہ قوال بھی آگئے اور سماع شروع ہوا، حضرت کو وجد ہوا اور کھڑے ہوگئے، حاضرین بھی استادہ ہوئے، مگر سب پر حالت طاری تہی حضرت بابا صاحب کو حکم دیا تھا کہ جو لوگ میرے قدم پر سر رکھتے ہیں اُن کو جدا کردیا کرو اور آپ حالت شوق میں کبھی درحجرہ پر آتے اور کبھی صحن میں آتے اور بارہا سجدہ کرتے اور روتے جاتے تھے، اور نالہائے بلند فرماتے صاحب آداب السالکین لکھتے ہیں کہ مشغولی پیران چشت کے دو رکن ہیں، اول رکن کہ نماز و ارکان اُسکے بہ ہوش ادا کرنے چاہئیں کہ فاسد نہ ہوجائے

دوسرا رکن سماع کہ وہ تمام بیخودی ہے، صاحب سماع کو چاہیے کہ خودی کو دل سے دور کرے کہ اعلی مرتبہ سماع کا جاننا مرتبہ اللہ کا ہے یعنی جو صوفی سماع میں آوے سوائے محبت حق اُس کے دل میں اور کچھ نہو، کس واسطے کہ مرتبہ خودی اور بیخودی میں بڑا فرق ہے، صاحب کتاب فردوسیہ ناقل ہیں کہ ایک بار نان پزسے کا کھلے بادشاہی سوختہ ہوگئے تھے، وہ بیچارہ نہایت متفکر تھا کہ حضرت بھی وہاں تشریف لے آئے، اُس کو پریشان دیکھکر ازراہ مہربانی دریافت فرمایا کہ یار کیا دیکھتا ہے، بسم اللہ کہکر تنور میں ہاتھ ڈال، نان پز نے بموجب امر حضرت بسم اللہ کہکر اپنا ہاتھ تنور میں ڈالا اور کاک عمدہ نکالنے شروع کئے، اور حضرت کی کرامات پر متحیر اور معتقد ہوا اہل راحت نے لکھا ہے کہ کاک لفظ فارسی ہے یعنی کلچہ نان تنوری اور عربی میں کعک کہتے ہیں۔ صاحب مفتاح السعادت بیان کرتے ہیں کہ سعد الدین تنبولی بھانجہ شمس الدین کا کہ جس کو سلطان نے اپنا متبنے کیا تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں مرید ہونا چاہتا ہوں، فرمایا ابھی تجھ میں قابلیت مرید ہونیکی نہیں ہے تو ہمیشہ خدمت فقیروں میں آتا ہے اور دنیا جمع کرتا ہے تجھکو محبت فقرا سے کیا نفع ہے، وہ شخص واپس اپنے مکان پر آیا اور جو نقد و جنس تھا سب درویشوں کو دیکر تارک و رتائب ہوا، صبح دوسرے روز کچھ شیرینی کچھ پان ہمراہ لیکر حضرت کی خدمت میں آیا، اور ارادت چاہی، آپنے قاضی حمید الدین سے فرمایا کہ اس مرد تارک دنیا کو بیعت کرو، قاضی حمید الدین نے اُس کو بحکم حضرت بیعت کیا، اور کدورت سینہ اُس کی کو صاف کیا، حضرت نے اُسکو فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھ، جب اُس نے آسمان و زمین کی طرف دیکھا عرش و کرسی اور تحت الثری تک روشن معلوم ہونے لگا، قاضی حمید الدین نے اُس کو فرمایا کہ آج تجھکو اتنا ہی کافی ہے، انشاء اللہ بعد اس کے مقامات عالی کا مشاہدہ کریگا اور کمی جو کچھ تھا کہ جو آپکے پاس تھا اُس کے کندھے پر ڈال دیا، اُسی وقت سے دنیاوی امور سے اسکا دل سرد ہوگیا واپس اپنے مکان پر آکر مشغول بحق ہوا اور فقر و فاقہ اختیار کیا کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ سعد الدین خدمت حضور میں حاضر تھا، اور سلطان بھی اُسکے واسطے زیارت کے آیا، راستہ میں اپنے دل میں یہ خیال کیا تھا کہ اگر فقیروں میں کچھ کرامت ہے تو میرے واسطے کھانا ضرور موجود کریں گے، آتے ہی حضرت سے عرض کیا کہ بندہ بھوکا ہے، حضرت نے دست مبارک کو سیدھا کیا، سلطان کی موجودگی میں کاک عمدہ گرما گرم آگئے، سلطان اس کرامت سے بہت حیران ہوا اور پھر عرض کی کہ اکیلی روٹی کس طرح کھائی جائیگی، آپنے قاضی حمید الدین کی طرف اشارہ فرمایا، اُنہوں نے گیلی مٹی وضو حضرت کی اُٹھاکر کاک پر رکھی، رکھتے ہی حلوا ہوگیا، سلطان سعد الدین سے کہا تو نے بھی ان بزرگوں کی صحبت سے کچھ پایا، آپ نے سعد الدین کی طرف دیکھا، اس نے اپنی بغل میں سے پان کی گلوریاں نکال کر دیں

سلطان کو اپنے بھانجے کی کرامت پر بھی یقین ہوا، پھر سلطان نے عرض کیا کہ ہمراہی سپاہ میری سب خواہشمند کھانے کی ہے، قاضی اور سعدالدین اُٹھے تمام فوج کا کھانا اور پان تقسیم کئے، اُس روز سے سعدالدین تنبولی مشہور ہوئے، سلطان کو یہ کرامت دیکھکر نہایت اعتقاد ہوا، اُسی روز حضرت سے بیعت کی، بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ نے دوکاک قاضی نے حلوا سعدالدین نے پان تقسیم کئے صاحب سیر الاقطاب ذکر کرتے ہیں کہ ہندوستان میں قاضی حمیدالدین سہروردی ثم چشتی ناگوری سے سماع کا رواج ہے اور یہ سند لاتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سماع سے باز رہتے تھے، ایک روز مریدوں نے عرض کی کہ مخدوم آپکو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ قوت اور نصرت عطا کی آپ سماع کیوں نہیں سُنتے، آپ نے فرمایا ہندوستان میں قاضی حمیدالدین ناگوری علم شریعت اور طریقت میں شیخ ہوگا، بنائے سماع اُس سے ہوگی اگرچہ سہروردی ہوگا اُن کے سلسلہ میں سماع منع ہے وہ بنا کریگا تاکہ چشتیوں کی قدر معلوم ہو اور لطایف اشرفی میں لکھا ہے کہ قاضی حمیدالدین کے شوق ذوق کا سبب یہ ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین نے اُن کو خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا صاحب سیر الاولیا ناقل ہیں کہ حضرت کے گھر میں فاقہ تھا اور اکثر فاقے ہوا کرتے تھے آپ کسی پر اظہار نہ فرماتے، اگر کسی کو خبر ہوتی اور وہ کچھ پیشکش کرتا آپ قبول نہ فرماتے، ایک روز سلطان نے بہت سے توڑے روپیہ اشرفی کے حضرت کی خدمت میں بھیجے اور بہت منت کرا بھیجی کہ حضور اس کو قبول فرمادیں، آپنے اُنکی طرف نظر بھی نہ کی، اور فرمایا کہ اس کو لیجاکر بادشاہ کے سپرد کردو اور کہدو کہ میں تجھے اپنا دوست سمجھتا ہوں تو میرا دشمن ہے کہ ایسی چیز جس کو خدا نے دشمن فرمایا اُس کو اپنے دوستوں کو دیتا ہے، حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایکبار خدمت حضرت میں تھا کوزیر سلطان چھ گاؤں کا فرمان اور ایک کشتی طلائی اشرفیوں سے بھری ہوئی اُس پر تورے پوش زربفت کا پڑا ہوا لیکر حضور کی خدمت میں آیا اور بہت ادب سے عرض کیا کہ سلطان نے برائے اخراجات خادمان مخدوم المکان کے بھیجا ہے اور بہت عجز سے عرض کیا ہے کہ حضور اس کو قبول فرمادیں، آپنے تبسم فرماکر ارشاد کیا میرے پیروں نے ایسی چیزیں کبھی قبول نہیں کیں میں بھی قبول نہیں کرسکتا اگر آج میں اُنکی متابعت نہ کروں تو فردا کیا مُنھ دکھاؤنگا پس اس کے طالب بہت سے ہیں اُن کو دو ہرچند اُس نے عرض معروض کی جب قبول نہ فرمایا ناچار اُس نے پھر لاکر بادشاہ کے سپرد کیا صاحب رفیق العارفین ناقل ہیں کہ حضرت کے گھر میں تین فاقے بہم گذر چکے تھے اتفاقاً آپکے صاحبزادہ نے کسی سے اُس کا اظہار فرمادیا، اُس نے کھانیکا سامان کرکے حضور کی خدمت میں بھیجا حاضر کیا اور عرض کیا کہ بندہ کو معلوم نہ تھا کہ تین روز سے آپکے گھر میں فاقہ ہے، آپنے ارشاد کیا کہ جس نے میرا

راز فاش کیا اُس کی گردن ہی ٹوٹے معاً یہ فرماتے ہی صاحبزادہ حضرت کے بالاخانہ پر سے گرے اور منکہ گردن کا ٹوٹ گیا جب آپ گھر میں تشریف لائے تو اُنکی والدہ رو رہی تہیں آپنے افسوس کرکے فرمایا کہ اگر پہلے مجکو خبر ہوتی تو اُسکی زندگی خدا سے چاہتا۔ راحت القلوب سے نقل ہو کہ بارہا ایسا ہوتا کہ حضرت کے تمام اہل خانہ اور خادمان اور درویشوں پر فاقہ ہوتا تہا اگر کوئی مسافر آجاتا تہا تو مولانا بدرالدین غزنوی سے فرماتے کہ ایک پیالہ پانی کا سب کو پہنچا۔ افضل الفوائد سے نقل ہے کہ حضرت خواجہ ہمیشہ درعالم سکر اور شوق میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نے راہ حق میں قدم رکھا منزل مقصود کو پہنچا جس نے تعریف اُسکی کی متکلم ہوا جس نے اپنی چشم سے اُس کا جمال دیکھا بینا ہوا جس نے اُس کی شراب حدت نوش کی مرد کامل ہوا۔ نقل ہے کہ اول ہی اول جب حضرت کو عشق الٰہی پیدا ہوا ہو ذکر الٰہی میں مشغول اور مصلے پر شوق میں پڑے رہتے تھے آداب المریدین سے نقل ہو کہ حضرت حافظ قرآن تھے ہمیشہ ورد قرآن رکہتے تھے جب آیات یاس و ہراس پر پہنچتے گریبان چاک کرتے سینہ کو نوچتے اور روتے اور بیہوش ہوجاتے تھے پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے جب آیات رضا اور رحمت پر آتے تبسم فرماکر کہڑے ہوکر تواجد کرتے پھر تلاوت میں مشغول ہوتے کبہی عالم بحر میں ہوتے۔ **صاحب روضۃ الاقطاب** ناقل ہیں کہ حضرت بمقام اوش بعیت ہونے سے پہلے تین ہزار بار درود شریف پڑھا کرتے تھے اللھم صلی علی محمد عبدک و نبیک و حبیبک و رسولک النبی الامی و الہ وسلم' اتفاقاً آپنے نکاح کیا اور تین روز اُسکی صحبت میں رہے تیسری شب ایک شخص رئیس نام تہا اُس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا قبہ ہے اور بہت آدمی جمع ہیں ایک مرد کوتاہ قد اُس قبہ میں آتا جاتا ہے اور آدمیوں کا جواب سوال پہنچاتا ہو' اسی خواب میں اس نے ایک مرد سے پوچھا کہ مرد کوتاہ قد کون ہو اور یہ قبہ کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ قبہ رسول علیہ السلام کا ہو اور یہ کوتاہ قد عبداللہ بن مسعود ہے یہ شخص یعنی رئیس حالت خواب ہی میں عبداللہ کے پاس گیا اور کہا کہ میرا سلام رسول مقبول کو پہنچا اور عرض کر کہ رئیس بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہے' عبداللہ نے یہ پیام رسول مقبول کی خدمت میں عرض کیا رسول خدا نے فرمایا کہ اس کو لیاقت میرے دیکھنے کی نہیں ہو مگر جاکر میرا سلام بختیار کاکی کو پہنچا دے اور کہہ کہ ہر شب تو مجھہ پر تحفہ بھیجتا تھا مجھکو آرام پہنچا تا تھا تین روز سے ایسے کار میں مشغول ہوا کہ بھول گیا عبداللہ نے یہ حکم رئیس کو پہنچا دیا یہ بیدار ہوا اور صبح کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر رات کا خواب بیان کیا' آپنے اُسی وقت اُس عورت کا مہر دیکر اُس کو طلاق دی اور ورد معینہ میں مشغول ہوئے سبحان اللہ جس کو چاہتے ہیں خود اپنی طرف کہینچ لیتے ہیں۔ سیر العارفین سے نقل ہو کہ اوائل عمر میں

قدرے قلیل استراحت فرماتے آخر میں وہ بھی چھوڑ دیا تھا۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت شب و روز
مراقبہ میں رہتے تھے جب وقت نماز آتا آنکھیں کھولتے غسل تازہ فرماکر تجدید وضو کرتے اور نماز ادا کرتے
راحت القلوب سے نقل ہے کہ خواجہ وحمیدالدین مولانا بدرالدین غزنوی جامع مسجد دہلی میں معتکف تھے ہر صاحب
شب و روز میں دو قرآن ختم کرتے' ایک شب یہ تہیہ کیا کہ آج کی شب زندہ رکھیں اور ایک پیر پر کھڑے ہو کر تمام شب
میں دو رکعت نماز ادا کریں' چنانچہ بعد نماز عشاء و وظیفہ معمولی کے قاضی حمیدالدین کو امام کیا اور دونو صاحب پیچھے
کھڑے ہوئے' قاضی صاحب نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار سیپارے پڑھے' دوسری رکعت میں
دوسرا قرآن ختم کیا' مگر ایک ہی پیر سے' بعد اس کے استادہ ہوکر درگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ الٰہی ہم سے
تیری کچھ عبادت ادا نہیں ہوسکتی جیسا کہ حق ہے تو ہمکو اپنی رحمت سے بخش دے گوشہ مسجد سے آواز آئی کہ اے
دوستو ہم نے تمکو بخشا' تمہاری عبادت قبول کی اور تم کو اپنے عاشقوں میں قبول کیا حضرت شیخ نصیرالدین
چراغ دھلی سے نقل ہے کہ حضرت فریدالدین کو لوگ اول اول قاضی بچہ دیوانہ کہا کرتے تھے
اس وقت قیام آپکا کوہ سوالی پر قریب اجودھن کے تھا' ناگاہ شیخ جلال الدین تبریزی کا بھی اس طرف
گذر ہوا' وہاں کے لوگوں سے آپنے دریافت کیا کہ یہاں کوئی فقیر بھی ہے لوگوں نے بیان کیا کہ ایک قاضی بچہ
دیوانہ ہے فلاں جگہ رہتا ہے' شیخ آپ کی ملاقات کو آئے اور ایک انار آپ کو دیا' چونکہ آپ روزے سے
تھے کل حاضرین کو تقسیم کر دیا ایک دانہ دستار میں رکھ لیا' شام کو اس دانہ سے روزہ افطار کیا کہاتے
ہی نور باطن چمکا' آپ کو خیال ہوا کہ اگر کل دانے کہاتا تو بہت کچھ نفع ہوتا' جب آپ دہلی آئے تو اُس وقت
خواجہ نے فرمایا کہ بابا فرید اُس انار میں یہی ایک دانہ تہا جو تجھے نصیب ہوا افسوس کی کیا بات ہے اخبار الاخیار
سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت چنڈول میں سوار ہوئے چلے جاتے تھے جب اُس جگہ پہنچے جہاں روضہ عالی
ہے چنڈول سے اُتر کر تہوڑی دیر مراقبہ میں رہے بعدہٗ فرمایا کہ اس زمین سے بوئے محبت آتی ہے اور مالک
زمین کو طلب فرماکر اُس کے منھ مانگے دام دیکر اُس جگہ کو خریدا اور فرمایا کہ میرا مرقد اسی جگہ ہوگا' اس جگہ کی
نسبت یہ بھی مشہور ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام میں کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان تخت پر سوار چلے جاتے
تھے جب اس جگہ پر گذرا ہوا دیکھا کہ فرشتہ طبق ہائے نور لاکر اس زمین میں بھرتے ہیں آپنے یہ ماجرا دیکھکر
عرض کی کہ الٰہی کیا ماجرا ہے آگاہی بخش' فرمان ہوا کہ اے دوست یہ احترام و اہتمام اس واسطے ہے کہ
نبی آخرالزماں کی اُمت میں ایک قطب الاقطاب ہوگا اسکا مدفن اس جگہ ہوگا۔ سیرالاقطاب میں لکھا ہے کہ

اختیار الدین کچھ اشیا کچھ نقد حضور کی خدمت میں لایا اور بمنت اُس کی قبولیت چاہی حضرت نے قبول نہ فرمایا اور بوریہ نماز کا کونہ اُٹھا کر فرمایا کہ دیکھ جب اختیار الدین نے نظر کی دیکھا کہ چاندی اور سونے کا دریا بہا چلا جاتا ہے، آپنے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ ایسا تصرف عطا کرے وہ تمہارے تحفہ کا محتاج نہیں لکھا ہے کہ اوائل میں حضرت کو خضر علیہ السلام کے ملنے کا شوق ہوا، ایک روز مسجد میں بعد نماز کے وظیفہ میں مشغول تھے کہ ایک لڑکا خوبرو آیا اور خواجہ سے سلام علیک کی اور پوچھا کہ اس مسجد میں کیوں مشغول ہو آپنے فرمایا کہ خضر علیہ السلام کی ملاقات کے واسطے، اُس نے کہا ملاقات کس واسطے ہے، دین چاہتا ہے یا دنیا، آپنے فرمایا کہ بندہ کو دونوں سے مطلب نہیں، صرف اللہ کے واسطے ملنا چاہتا ہوں، اُسی وقت خضر علیہ السلام ہیدا ہوئے اور آپ سے ملے، اور تاحیات ملتے رہے، جوامع الکلم سے نقل ہے حضرت دل شکستہ لب بستہ گریہ زاری میں دروازہ حجرہ بند کئے ہوئے رہتے تھے، ہر کوئی پاس کم جانے پاتا تھا، جب خلقت واسطے زیارت کے ہجوم کرتی اور چلاتی کہ یا حضرت جمال جہاں آرا سے ہم تشنگان دیدار کو سیراب کیجئے، اُس وقت مجبور خادم حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا کہ خلق برائے زیارت ہجوم کئے ہوئے ہے، یہ سنکر آپ آہ سرد بھر کر ارشاد فرماتے کہ آنے دو آپ صحن میں استادہ یہ نظر رحمت سب کو دیکھکر خادم کو فرماتے کہ ایک ایک پیالہ پانی سب کو دو، جب تک وہ پیتے آپ وعظ فرماتے، بعد سب کو رخصت فرما کر پھر در حجرہ بندکر کے یاد الٰہی میں مصروف ہوتے، فضل الفوائد سے ذکر ہے کہ مجلس حضرت میں ایک بار کچھ سلوک کا ذکر ہوا آپکو اُسی وقت سکر اور تحیر ہوا، سانس سرد کھینچکر رو دئیے، سات شبانہ روز یہی حالت رہی، اس میں جب وقت نماز آتا تھا نماز ادا کرتے پھر بدستور وہ ہی صورت ہو جاتی تھی، مولانا خضر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک شب حوض شمسی پر پیچھے عیدگاہ کہنہ کے ایک مسجد میں بیدار تھا کہ ایک مرد نورانی غیب سے مسجد میں ظاہر ہوا اور صبح کی اذان کہی اور سنتیں پڑھیں اور سر مراقبہ میں جھکا لیا کہ اتنے میں خضر علیہ السلام پیدا ہوئے اور برابر اُس شخص کے بیٹھ گئے جب صبح روشن ہوئی دونو صاحب اُٹھے اور خود تکبیر کہکر بندہ کو امامت کا اشارہ کیا، سینے بایائے خضر کے نماز پڑھائی، وہ شخص بعد ادائے نماز مسجد سے باہر چلا گیا، خضر علیہ السلام نے بندہ سے فرمایا کہ یہ جو شخص چلا گیا اس کو بھی جانتے ہو میں نے عرض کی میں نہیں جانتا کہا یہ شخص تبریز میں صاحب خانقاہ اور صاحب سجادہ ہے ایک روز اس کی ناک میں بوئے حلوا پہنچی، نفس نے حلوا طلب کیا، اس نے نفس سے کہا کہ نان جوین کو ترک کر کے حلوا چاہتا ہے، یہ کہکر اُٹھا اور شہر بدر ہوا، بارہ برس ہوئے کہ جنگلوں اور پہاڑوں میں

سیر کرتا ہے کڑوے درخت کی پتی کھا کر ایام گذاری کرتا ہے یہ شخص دوسری مرتبہ اس مسجد میں آیا ہے حضرت نے فرمایا ہے کہ کنارہ حوض شمسی اور مقام پس پشت عید گاہ کہنہ یہ دونوں محل اجابت دعا کے ہیں جو کوئی شخص شب کو بیدار رہ کر یاد خدا میں بسر کرکے بعد نماز صبح کے جو دعا کرے یقین ہے مستجاب ہو اور یہ مقام لایق عبادت کرنے کے ہے۔ چنانچہ اکثر اس مقام پر مشغول رہا کرتے تھے اور وہ مسجد کہ جو بالائے حوض شمسی ہے اس کو خواجہ بزرگ کی مسجد کہتے ہیں، اکثر مریدان حضرت بھی وہاں عبادت کیا کرتے تھے، اور جد راقم حضرت ابوظفر بھی جتنے دنوں قطب صاحب میں رہتے تھے نماز پنجگانہ سے ایک وقت کی نماز ضرور اس مسجد میں ادا کیا کرتے تھے اور میرے شیخ جب کبھی حاضر درگاہ معلی ہوتے باہر آستانہ کے کھڑے ہو کر مسجد موصوف میں جا کر پہلے دوگانہ ادا کرکے پھر قیام گاہ پر قیام فرماتے **سیر العارفین** سے نقل ہے کہ ایک روز سلطان شمس الدین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس جگہ پانی شیریں نکل آئے تو تالاب بناؤں چونکہ بادشاہ بہ برکت انفاس حضرت صاحب ولایت اور اہل کرامت تھا جو اس کو فکر ہوتا رسول مقبول کو خواب میں دیکھتا، اس کی ترکیب حضرت فرماتے وہ کار حل ہو جاتا، پس جس روز فکر کیا تھا اسی شب کو دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام گھوڑے پر سوار چند صحابہ کو ہمراہ لئے میدان حوض میں پہنچے اور سلطان کو طلب فرمایا سلطان نے حاضر ہو کر پائے مبارک کا بوسہ دیا فرمایا کہ تو حوض بنانا چاہتا ہے اور بنیاد چشمہ شیریں کی ڈالے گا، سلطان نے عرض کیا بلے یا رسول اللہ جس جگہ حکم ہو وہاں حوض بناؤں، اسی وقت گھوڑے نے سُم زمین پر مارا کہ وہاں سم کے برابر گڑھا ہوا اور اس میں سے آب شیریں جاری ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ حوض بنایا جائے۔ سلطان بیدار ہوا۔ بعد ادائے نماز کے با عملے دولت جس جگہ اب حوض ہے آیا، گھوڑے کے سم کا نشان پایا اور آب شیریں اس میں جاری تھا اسی وقت تعمیر حوض شروع کی اور بجائے سم کے ایک چبوترہ بنا کر اس کے اوپر ایک گنبد بنایا اب تک موجود ہے' حوض کا فرش سنگین مٹی کے نیچے دب گیا ہے اور جو مسجد خواجہ بزرگ ہے اس کو اب اولیا مسجد کہتے ہیں۔ یہ حوض عجیب نورانی جگہ ہے اکثر بزرگوں سے ثابت ہوا ہے کہ اس حوض پر عالم ارواح شہدا سیر کناں آتے ہیں یہ تمام بزرگی بسبب روضہ حضرت قطب الاقطاب کے ہے۔ روضہ اقدس کے نواح میں ایک تو کبھی وبا نہیں آتی اور کسی کو دیو جن وغیرہ کی نظر نہیں ہوتی، جس جگہ جس کا جی چاہے جو کچھ کھائے کبھی کسی کی نظر نہیں لگتی صاحب **سیر الاولیا** ناقل ہیں کہ جب عمر حضرت کی آخر پہنچی جسم مبارک پر آثار ضعف ظاہر ہوئے ماہ رمضان بے خبر گذرا' عید کے روز عید گاہ

میں تشریف لے گئے نماز ادا کی ۔ لکھا ہے کہ ایک روز قاضی حمید الدین نے حضرت سے استفسار کیا کہ جناب کے روز بروز چہرہ مبارک سے آثار ضعف ہویدا ہوتے جاتے ہیں، بعد آپ کے صاحب سجادہ کون ہوگا، فرمایا کہ بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے فرید کو اپنا جانشین کیا یہ تمہارا کام ہوگا کہ جب وہ ہانسی سے دہلی آویگا یہ تبرکات میرے پیروں کا اُس کو دینا، مقام اُس کا اجودھن ہوگا، اور لکھا ہے کہ دسویں ربیع الاول کو خانقاہ شیخ علی سنجری میں مجلس سماع تھی، حضرت بھی مدعو تھے اور تمام بزرگ دہلی کے جمع تھے قوالوں نے قصیدہ شیخ احمد جام نہایت عمدگی کے ساتھ شروع کیا، جب نوبت اس بیت کی پہنچی یعنی کشتگان خنجر تسلیم را ؛ ہر زماں از غیب جانِ دیگر است ؛ حضرت کو اس بیت پر شوق ہوا اور بیہوش ہو گئے نوبت بہ نزاع پہنچی آخر جب مجلس ہو چکی قاضی حمید الدین وغیرہ حضرات آپکو معہ قوالان مکان کو لائے اور قوالی شروع ہوئی ہر بار آپ اسی بیت کا امر فرماتے تھے، مثل مرغ نیم بسمل کے تڑپتے تھے، الا وقت نماز پر قدرے افاقہ ہوتا تھا، آپ نماز ادا کر لیتے تھے پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی، کبھی اوپر جاتے کبھی نیچے گرتے تھے ۔ الغرض تین روز کے بعد ہر بن موئے سے تسبیح اسم ذات جاری ہوئی اور خون کے قطرے ٹپکنے لگے، جو قطرہ زمین پر گرتا تھا نقش اللہ ظاہر ہوتا تھا، چھٹے روز ہر اعضا سے صدائے سبحان اللہ آنے لگی، اور قطرہ خون سے نقش سبحان اللہ والحمد للہ ظاہر ہوا، جب قوال مصرعہ اولیٰ کہتے تھے حضرت بیدم ہو جاتے تھے جب مصرع ثانی کہتے گویا زندہ ہو جاتے ۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب آپ سینہ بکینہ سے آہ کرنیکا ارادہ کرتے قاضی حمید الدین دہن حضرت کو اپنے ہاتھ سے بند کرتے اور کہتے تھے کیا غضب کرتے ہو زمین و آسمان کو جلا دوگے ضبط کرو ۔ مولانا فخر الدین زرادی سے روایت ہے کہ اسی حالت میں شمس الدین طبیب جو حاذق وقت حضرت کا مرید تھا حاضر ہوا، اُس نے نبض دیکھی اور کہا کہ یہ مرض عشق ہے، آتش عشق نے دل و جگر کو سوختہ کر دیا ہے اسکا علاج نہیں جانتا ۔ جب حضرت کو اس بیت پر زیادہ تکلیف ہوتی قوالوں کو بھی تکلیف ہوتی، یار وفادار اس بیت کو آغاز کرتے ۔ الغرض یاروں نے مصرعہ اولیٰ کو اس قدر کہا کہ جان بحق تسلیم کی ۔ مولانا بدر الدین غزنوی فرماتے ہیں کہ پائے مبارک میری گود میں تھے اور سر اقدس قاضی حمید الدین کے زانو پر تھا کہ اسی حال میں بندہ کو غنودگی آگئی دیکھا کہ خواجہ کی روح نے آسمان کی طرف پرواز کی اور بندہ سے فرمایا کہ اے بدر الدین دوستان خدا مرتے نہیں ۔ جب میری آنکھ کھلی دیکھا کہ حضرت نے رحلت فرمائی، یعنی ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ میں حضرت کی وفات ہوئی اور تمام شہر میں شور و ماتم ہو گیا، تمام

مشائخ اور مرید اور امراء سلطان سب جمع ہوئے' ازدہام خلائق تھا کہ خواجہ ابو سعید نے آواز بلند فرمایا کہ حضرت خواجہ کی وصیت ہے نماز جنازہ کی وہ پڑھاوے جس نے تمام عمر حرام نہ کیا ہو اور سنت ہائے نماز اور تکبیر اولیٰ کبھی ترک نہ کی ہو۔ یہ کلام سن کر سب متحیر ہوئے۔ سلطان شمس الدین التمش بھی فکر میں خاموش تھے کہ اس صفت کے ساتھ موصوف برآمد ہو' جب کچھ دیر ہوئی اور کسی نے پیشقدمی نہ کی اس وقت سلطان امامت کے واسطے آگے بڑھے اور کہا کہ میں بنا راز پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا' لیکن خواجہ کے حکم میں کچھ چارہ نہیں آخر سلطان امام ہوئے' اور تین طرف اولیاء اللہ کھڑے ہوئے' ایک جانب خالی رکھی بعد ادائے نماز مدفن مقدس میں رکھا۔ صاحب سائل راوی ہیں کہ جب جسد مطہرہ کو قبر میں رکھا ایک فرشتہ آیا اور اُس نے سلام باریتعالیٰ کہا اور ایک کاغذ سبز رنگ دست مبارک خواجہ میں دیا۔ اُس میں لکھا تھا کہ اے دوست میں تجھ سے راضی ہوں اور تو بھی مجھ سے راضی ہو اور برکت تیری سے آج عذاب قبور تمام دنیا سے اُٹھالیا۔ **قطعہ تاریخ** از فخر الواصلین فیض بخش جہاں بصدق و یقین ؛ قطب آفاق خواجہ قطب الدین ؛ عقل تاریخ نقل آں محمود ؛ آب جنت بقطب الدین فرمود ؛ پیدائش حضرت کی دوشنبہ ۵۲۷ھ یا ۵۳۰ھ بمقام اوش ہوئی اور وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ بمقام دہلی کہنہ ہوئی۔ روضۂ عالیہ بمقام مہرولی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ جس شب خواجہ کا واقعہ ہوا اسی شب کو باباصاحب کو بشارت ہوئی' صبح وہ ہانسی سے روانہ ہو کر خانقاہ خواجہ میں آئے۔

احوال حضرت بابا فرید گنجشکر کا

قاضی حمید الدین اور شیخ بدر الدین نے وہ خرقہ معہ تمام تبرکات باباصاحب کے سپرد کر کے خرقہ پہنایا اور سب صاحب دوگانہ بجالائے' باباصاحب بعد ادائے دوگانہ مسند خواجہ پر جلوہ افروز ہوئے' تمام امیر و غریب فقیر سب جمع تھے' باباصاحب کے ہمراہ ایک خادم سرہنگام نام تھا اور حضرت کا ایسا عاشق تھا کہ بغیر دیکھے چین نہ پاتا تھا بوجہ ہجوم خلائق تین روز تک یہ باباصاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہوسکا' ایک وقت باباصاحب کسی کار کے واسطے تشریف لائے سرہنگام سے پوچھا کیا حال ہے' اُس نے عرض کی نہایت بے چین و بے آرام ہوں' تین روز سے جمال جہاں آرا سے مشرف نہ ہوا' ہانسی ہی بہتر تھی کہ بندہ بآسانی زیارت کر لیتا تھا' دہلی میں بوجہ انبوہ خلائق محروم رہا' یہ سن کر حضرت نے اُسی وقت فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ جو نعمت پروردگار عالم نے مجھ کو عطا کی ہے سپرد ساتھ ہی کیا تھا

کیا جنگل اور کھڑے ہوکر دہلی سے روانہ ہوئے۔ **افضل الفوائد** سے نقل ہو کہ ایک فاسق کو پایان روضہ خواجہ
میں دفن کیا، اُسی شب کو ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں بخوشی پھرتا ہے، پوچھا کہ یہ دولت
کہاں سے پائی، اس نے کہا جس وقت مجھکو پایان خواجہ میں دفن کیا فرشتہ عذاب کے آئے مگر روح مبارک خواجہ کو
کسی قدر ناگوار گذرا اُسی وقت اُن فرشتوں کو فرمان الٰہی ہوا کہ ہمسایہ خواجہ سے جدا ہو، اور کہد و کہ یہ میرے روضہ کا التماس
ہے ہم نے اسے بخشا، تاقیامت آگ اُس پر حرام کی، جو تیرا ہمسایہ ہوگا اُس کی مغفرت ہوگی **جوامع الکلم** سے نقل ہو
کہ شیخ **علاؤ الدین** بجنوری واسطے زیارت خواجہ حاضر ہوئے، قریب روضہ کے مشغول تھے کہ مزار مقدس سے
آواز ہوئی کہ اے علاؤ الدین اگر میں زندہ ہوتا تو تیری یہ مجال تھی کہ میرے پہلو میں بیٹھتا اور ایسی باتیں کرتا، اُٹھ
اور اپنی جگہ پر جا، وہ اُسی وقت باہر آئے اور اپنی حرکت پر نادم ہوئے، سترہ روز ہے پھر قریب روضہ کے نہ بیٹھے
ہر صبح آکر دروازہ کے باہر بیٹھتے تھے **حضرت سلطان المشائخ** سے روایت ہو کہ ایک بار میں واسطے
زیارت کے حاضر ہوا اور مشغول ہوا دل میں یہ خیال آیا کہ خواجہ کو میرے آنے کی خبر ہوئی یا نہیں، اُسی وقت
روضہ عالیہ سے آواز آئی: مرا زندہ پندار چوں خویشتن، من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن: پس بندہ کو اس بیت سے
تسلّی اور خوشی ہوئی۔ بندہ نے بزرگوں سے سُنا ہے کہ چھڑیوں کے میلہ پر بہت کچھ خلایق دور دور سے اپنی
حاجتیں لیکر آتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ شاہجہاں پور سے ایک رنگریز کہ بہت
مرفہ حال تھا اُس کی عورت حاضر ہوئی اور روح پاک سے استدعا کی کہ یا حضرت اگر میرے گھر کا چراغ روشن
ہوگیا تو بندی بامراد آکر چادر چڑھائیگی۔ قدرت خدا سے اُس کے گھر فرزند خوبصورت پیدا ہوا جب اُس کی عمر
پانچ برس کی ہوئی تو وہ بامراد تمام اپنی برادری کو لیکر واسطے ادا کرنے میلہ چھڑیوں پر آئی، اور جھیل تن کے
قریب آکر ٹھہری، ناگاہ وہی پسر کھیلتا تھا اُس نے کسی قبر پر پیشاب کردیا، معاً بیہوش ہوکر مر گیا جب اُسکی
ماں نے دیکھا دوڑکر اُس کو گود میں لیا اور آستانہ شریف کے اندر آئی، آتے ہی مجمر کے اندر گھسی، کوئی اُس کو
روک نہ سکا، کس واسطے کہ اندر مجمر شریف کے عورتوں کے جانیکا حکم نہیں ہو، مگر یہ نہ رُکی، اور اُس بچہ کو پایان
مزار ڈالکر کہا کہ خواجہ تم نے دیا تھا تم نے لے لیا اور گرد روضہ کے دوڑ دوڑ کر پھرنے لگی، ہزاروں آدمی جمع ہو
تھے، کیونکہ میلہ عظیم تھا مگر سب متحیر اور ساکت تھے کہ یکایک وہ عورت بیہوش ہوکر گری، بعد تھوڑی دیر کے
وہ بچہ رو دیا، اُس کی ماں نے اُٹھکر اُس بچہ کو گود میں لے لیا، اور اپنا اور اپنے بچہ کا تمام زیور جو تھا جو
اور خادموں پر پھینک دیا، اور بخوشی اپنی قیامگاہ پر آئی اور شست داکی، لوگوں نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا

ماجرا گذرا، اُس نے بیان کیا کہ جب میں بیہوش ہوکر گری تو دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب ایک محفل میں تشریف فرما ہیں، بندی مستدعی تھی ہی، حضرت نے اہل مجلس سے ایک صاحب کی طرف دیکھکر فرمایا کہ فلاں شخص کو کہ جن کا نام میں بھول گئی طلب کرو، جب حاضر ہوا اُن سے فرمایا کہ بھائی اُس نے تمہارا کیا قصور کیا، اُنہوں نے عرض کی کہ میرے مزار پر پیشاب کیا۔ اُس پر حضرت نے اُن سے فرمایا کہ بھائی میرے پاس ہر قسم کا آدمی آتا ہے تم کو بہت غصہ ہے یہاں نہ بیٹھے گا، بہتر ہے کہ کعبہ میں چلے جاؤ یہاں نہ رہو، اور مجھ سے فرمایا کہ تیرا فرزند تو زندہ ہے تو کیوں روتی ہے۔ یہ فرمایا ہی تھا کہ میرے کان میں اپنے بچّہ کے رونے کی آواز پہنچی حضرت **مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی** سے روایت ہے کہ بعد انتقال حضرت خواجہ کے امساک باراں ہوا، خلقت مرنے لگی سلطان شمس الدین نے قاضی حمید الدین وغیرہ درویشوں سے التماس کی کہ دعا کیجیے پانی برسے خلق خدا پر بہت تکلیف ہے، قاضی جی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ کا ختم کرو اور مجلس سماع ہو تاکہ عاشقان خدا کو شوق ذوق پیدا ہو پانی برسیگا، الغرض ایسا ہی ہوا۔ **صاحب مراۃ الاسرار** راوی ہیں کہ روحانیت حضرت خواجہ سے روح سالار **مسعود غازی** کو بہت کچھ فیض پہنچا ہے، اور سالار بحکم خواجہ کاربراری خلق کی کرتے ہیں، چنانچہ **میر سید سلطان** اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں کہ بندہ حسب جاز پیر خود حضرت **علاؤ الدین چشتی** بارہ برس تک حوض پر پُرانے قبرستان میں مشاہدہ اور مجاہدہ میں مصروف رہا، ایک بار سرہانے ایک قبر کے مشغول تھا کہ ایک بیمار مبتلائے برص چلا جاتا تھا ناگاہ ایک جوان خوبرو خنگ سوار پیدا ہوا اور چند تازیانے اس بیمار کے مارے کہ وہ گر پڑا تمام کھال اُس کی اُدھڑ گئی، مینے دیکھا کہ پُرانی کھال گر گئی اندر سے اچھی کھال برآمد ہوئی، بیمار اُسی وقت چلا گیا، میں یہ ماجرا دیکھکر اُس جوان کے پاس گیا اور استفسار حال کیا، اُنہوں نے فرمایا کہ اس بیمار نے آستانہ خواجہ پر اپنی صحت کی التجا کی میں نے بموجب حکم خواجہ کے اُس کو بیماری سے نجات دی، پھر میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں، فرمایا کہ میں سالار مسعود ہوں مقام میرا بھرائچ ہے۔ صاحب اقتباس الانوار اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز بندہ ورد قبر مبارک کے مشغول تھا ناگاہ بیخود ہو گیا، اُس وقت یہ معلوم ہوا کہ قبر مبارک خواجہ شق ہوئی اور اُس میں سے روحانیت حضرت بصورت شیر کلاں مہیب چشم ہائے روشن مثل آفتاب نکلی، میں یہ کیفیت دیکھکر دست بستہ کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد تخت نورانی پیدا ہوا حضرت شیر سے برآمد ہو کر اوایل عمر صاحب جمال ہو کر اُس تخت پر بیٹھے بعد اُس کے اولیاء اللہ جوق جوق آنے لگے کہ تمام احاطہ اولیا سے پُر ہوا، اُس وقت میں نے دیکھا کہ صورت

احمدی اور آنکھ میں جنبش بصورت محمدی اور پیشانی جامع کمالات صورت احمدی و محمدی دونوں ظاہر ہوئیں اس وقت حضور نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ یہ شکل جو میرے دہن و چشم کی ہے مرتبہ فردیت و قطب حقیقت ہے بعضے اولیا اس شکل سے فیض اُٹھاتے ہیں اور صورت جبیں جو میری پیشانی کی ہے یہ شکل حقیقت محمدی و مقام محبوبیت ہے ہمیشہ اس سے اولیا کو فیض پہنچیگا اور وہ صاحب ولایت محمدی ہونگے اور فیض اس شکل کا تیرے واسطے اللہ سے طلب کرتا ہوں تجھکو ملیگا اور جمال ان مجموعی شکلوں کا ایسا تھا کہ اگر ذرّہ بھی اُس کا اس عالم پر ظہور کرے تو تمام خلائق غلبۂ شوق میں مرجاوے اور تین شغل اس بیکس کو تعلیم فرمائے۔ ایک معدن احبت دوسرا انجام الاسرار تیسرا مراقبۃ الانوار کیا مرتبہ عالی ہے کہ یہ فقیر آناً فاناً فیضان حضور سے مشرف ہوا شکر اس نعمت عظمیٰ کا کس طرح ادا کروں۔ صاحب مراۃ الاسرار سے روایت ہے کہ حضرت کے دو پسر تھے ایک شیخ احمدؒ کہ قبر اُن کی پہلوئے خواجہ میں ہے دوسرے شیخ محمدؒ کہ انھوں نے خورد سالی میں انتقال کیا حضرت خواجہ احمد کو شیخ احمدؒ تیماجی کہتے ہیں اور اولاد آپکی زمانہ سلطان المشائخ تک زندہ رہی۔ خلفاء حضرت کے یہ ہیں:۔ شیخ فریدالدین گنجشکر، مولانا بدرالدین غزنوی، شیخ برہان الدین بلخی، شیخ ضیاءالدین رومی، سلطان شمس الدین التمش، شیخ بابا سنجری بحر دریا، مولانا فخرالدین حلوائی، شیخ احمد تیماجی، شیخ حسین، شیخ فیروز شیخ بدرالدین مورتاب، شیخ خضر قلندر، شیخ نجم الدین قلندر، شیخ سعدالدین، شیخ پیربخش، شیخ محمد بہاری مولانا احمد عاجزی، سلطان نصیرالدین، قاضی حمیدالدین ناگوری، مولانا شیخ محمدؒ، مولانا برہان الدین حلوائی شیخ صوفی بدہنی، مولانا خضر معین، شیخ جلال الدین ابوالقاسم، شیخ نظام الدین ابوموید، شیخ تاج الدین منور جلال الدین تبریزی وغیرہ۔

ذکر سلطان شمس الدین التمش بن ایلم خاں ترک قدس اللہ سرہ العزیز

یہ بادشاہ رحیم اور کریم اور عادل اور کامل در خلفائے نامدار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے تھے اور منظور نظر خواجہ معین الدین کے اس بادشاہ کو خاندان چشتیہ سے کمال اعتقاد تھا، ظاہر میں گو بادشاہ تھا مگر دل فقیر تھا۔ ان کا یہ قاعدہ تھا کم کھاتے، کم سوتے، تمام شب بیدار رہتے اپنے کسی کام کے واسطے غلام اور نوکروں کو تکلیف نہ دیتے۔ رات کو ڈول رسّی زیر پلنگ رہتی تھی، واسطے ادائے نماز تہجد کے جب تجدید وضو کرتے خود پانی بھر لیا کرتے تھے کہ دوسرا بے آرام نہ ہو اور آخر شب گدڑی اوڑھکر شہر میں گشت کرتے

جس کو تکلیف ہوتی اُس کو رفع کرتے، علماء و صلحا کو بہت کچھ دیتے تھے، یعنی تھیلیوں میں بھر کر پوشیدہ اُن کے گھروں میں پھینک دیتے، اور حوض شمسی بنایا جس کی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اصل ان کی اس طرح پر ہے کہ یہ ترکستان کے بزرگ زادہ تھے، گردش روزگار سے بحالت گرفتاری وارد ہندوستان فیض بنیان ہوئے۔ **صاحب خزینۃ الاصفیا** نے لکھا ہے کہ پہلے ان کو صدر جہاں نے خریدا، پھر **سلطان شہاب الدین** نے اور عہد سلطنت **قطب الدین** میں حاکم بداؤں ہوئے، پھر بعد سلطان قطب الدین کے سلطان آرام شاہ تخت دہلی پر بیٹھے، ان سے امرائے دہلی بددل ہوئے اور امیر علی اسمٰعیل سپہ سالار وغیرہ امرا نے سلطان آرام شاہ کو معزول کیا اور اُن کو بداؤں سے بلا کر ۶۰۷ھ میں تخت پر بٹھایا کہ سلطان قطب الدین کے داماد بھی تھے، ان کے عہد میں بہت کچھ فتوحات ہوئیں، چنانچہ دسویں سال جلوس میں **خوارزم شاہ** داماد **چنگیز خاں** کو شکست دی ملک گوالیار قبضہ میں لایا اوجین فتح کیا، مہاکال کا مندر منہدم کیا جو بارہ سو برس کا بنا ہوا تھا، غنیمت بہت آئی مہاراجہ **بکرماجیت** کی تصویر کو خراب کر کے دروازہ مسجد **قوۃ الاسلام** میں لٹکائی **فخر الملک بغدادی** و **نظام الملک** یہ دونوں وزیر کار و بار سلطنت کرتے تھے، یہ بادشاہ نہایت پابند سنت محمدی تھا، امورات خلاف شرع کو پسند نہ کرتا تھا، **رسول مقبول** کی زیارت سے مشرف ہوا، **خضر علیہ السلام** سے ملا، ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔ مزار عقب مسجد قوۃ الاسلام کے بطور زیارت گاہ موجود ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ **سلطان رضیہ بیگم** دختر اس کی نے جب اس بادشاہ کا مقبرہ تیار کرایا، اور وہ بن کر تیار ہو چکا اسی شب کو آپ نے بشارت دی کہ گنبد میرے مقبرہ کا گروا دو، کس واسطے کہ میرے حضرت خواجہ کے مزار پر بھی گنبد نہیں ہے، ترک ادب ہے مجھکو گنبد نیلی ہی کافی ہے، صبح وہ گنبد توڑوا دیا گیا، چنانچہ ویسا ہی اب تک موجود ہے۔

ذکر حضرت مولانا بدر الدین غزنوی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ مرید اور خلیفہ عظام حضرت خواجہ قطب الدین کے تھے، حضرت خواجہ آپکو دوست رکھتے تھے، اور بزرگی ان کی ملفوظات خواجگان چشت سے ظاہر ہے، آپ در اصل غزنی کے باشندے تھے، وہاں سے آپ پہلے لاہور میں تشریف لائے، اور حضرت خواجہ کی کرامات کا شہرہ سُنا، مشتاق زیارت ہو کر دہلی میں آئے، اور حاضر خدمت خواجہ ہو کر مرید ہوئے، آخر بمرتبہ خلافت پہنچے، بعض نے لکھا ہے کہ آپ نے بمقام غزنی خواب میں دیکھا کہ رشتہ ارادت میرا ساتھ خواجہ کے درست ہوا، صبح سراسر شوق خواجہ میں دہلی آئے اور بطریق ظاہری بھی مرید ہوئے، آپ تذکیر بہت فرماتے تھے، اکثر کلمات محبت فرمایا کرتے تھے، آپ کی

مجلس تذکیر میں بابا صاحب قاضی حمید الدین سید مبارک غزنوی و مولانا مجدالدین حاجی عاجزنی وغیرہ مشائخ دہلی بھی جمع ہوتے تھے، اور سماع میں بہت غلو کرتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ کسی نے پوچھا کہ مولانا آپ میں قوت اُٹھنے بیٹھنے کی نہیں بوجہ ضعیفی کے مگر سماع میں یہ شورش کرنیکی قوت کہاں سے آجاتی ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ قوت عشق کی ہے۔ سیر الاولیا سے نقل ہے کہ مولانا بدرالدین خضر علیہ السلام سے ملاقات تھی، ایک بار آپکے پدر بزرگوار نے کہا کہ فرزند مجھکو بھی خضر علیہ السلام سے ملا آپنے عرض کیا بہتر ہے۔ ایک روز آپ تذکیر کر رہے تھے کہ ایک شخص آدمیوں سے دور بیٹھا ہوا تھا آپنے اپنے والد سے کہا کہ حضرت خضر وہ بیٹھے ہیں، اُنہوں نے کہا کہ بعد تذکیر بھی ملیں گے، آپنے کہا ہاں، مگر جب تذکیر ہوچکی خضر نا پدید اور غائب ہوگئے، اور عمر شریف آپ کی ایک سو کئی برس کی ہوئی۔ رحلت آپکی ۶۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار پائین مزار خواجہ کے ہے۔

ذکر قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشائخ کبار ہند اور خلیفہ شیخ شہاب الدین کے تھے اور شمس الدین سمرقندی کی بھی صحبت سے فیضان حاصل کیا تھا، ان کے والد کا نام عطاء اللہ تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ہمراہ پدر اپنے کے دہلی میں آئے، یہاں اُن کے والد فوت ہوئے۔ عالم بے بدل تھے بادشاہ وقت نے اُن کو ناگور کا قاضی کیا۔ آپنے تین برس تک نہایت امانت اور دیانت سے ناگور کی قضا کو انجام دیا ایک شب حضرت رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ گویا ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ صبح ترک علائق کرکے حرمین شریفین کی طرف راہی ہوئے۔ جب بغداد پہنچے شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہوکر ایک سال کار فقر کو انجام دیا، بعدہ خرقہ خلافت حاصل کیا، اسی جگہ حضرت خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی، پھر شیخ نے اُن کو حرمین کی طرف رخصت کیا۔ ایک سال سات ماہ چند یوم مدینہ منورہ میں بکر بزرگان مدینہ طیبہ سے ملازمت کرکے تین سال مکہ معظمہ میں رہے۔ ایک روز طواف کعبہ میں یہ ایک بزرگ کے قدم بقدم طواف کر رہے تھے کہ اُنہوں نے منھ پھیر کر کہا کہ اے حمید الدین متابعت ظاہری سے کیا سود، متابعت باطن کر آپنے جواب دیا وہ کیا ہے انہوں نے فرمایا میں ہر قدم پر ختم قرآن کرتا ہوں، اُن کے دل میں خیال ہوا کہ معنی کلام شریف دل پر گذر جاتے ہونگے، اُنہوں نے فرمایا کہ لفظاً لفظاً ادا کرتا ہوں، یہ سُن کر آپ کو زیادہ حیرت ہوئی، وہاں سے دہلی میں آئے اور فرقہ

حضرت خواجہ قطب الدین ہو کر حضرت ہی کی خدمت میں سکونت اختیار کی اور انواع کمالات حاصل کیے اور سماع سے بہت خوش تھے۔ صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ باوجود جامعیت علوم ظاہری باطنی مزاج میں آپ کے ظرافت بھی تھی ایک روز شیخ برہان الدین بلخی و قاضی کبیر خوارزمی گھوڑوں پر سوار جاتے تھے، راہ میں ملاقی ہوئے، قاضی کبیر نے کہا اے حمیدالدین گھوڑا بہت چھوٹا ہے، آپنے جواب دیا چھوٹا ہے، ولیکن بڑوں سے بہتر ہے۔ فوائد شریف میں تحریر ہے کہ قاضی حمیدالدین کو باباصاحب سے بہت دوستی تھی، ایک روز باباصاحب نے چاہا سماع سنیں مگر قوال حاضر نہ تھے شیخ بدرالدین اسحاق سے فرمایا کہ وہ خط کہ جو قاضی حمیدالدین نے بھیجا ہے لا، شیخ بدرالدین نے وہ لفافہ لاکر حضرت کے روبرو رکھا آپنے خط نکالکر شیخ بدرالدین کی طرف اشارہ کیا کہ پڑھ قاضی حمیدالدین نے وہ خط نہایت عاجزی کے ساتھ لکھا تھا، سنتے ہی ذوق پیدا ہوا اور وہ رباعی کہ جو آخر خط میں لکھی تھی یاد کی، رباعی یہ ہے سہ

آں عقل کجا در کمال تو رسد؛ واں روح کجا کہ در جمال تو رسد؛ گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال؛ آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد؛ لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ خلفائے فی الہند کبیرہ فہیم الدین ناگوری یعنی میرے خلفائے ہند میں سب سے بزرگ حمیدالدین ناگوری ہے۔ آپکے تین خلیفہ ہوئے ہیں شیخ احمد نہروانی و عین القصاب و شیخ حسن رسن تاب اور حضرت کثیر التصانیف تھے۔ رسالہ عشقیہ و مقامات اصفیہ وغیرہ کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ صاحب سیر الاولیا سے روایت ہے کہ قاضی حمیدالدین بعد نقل حضرت قطب الاقطاب دس سال زندہ رہے، جب وقت آپکا قریب آیا آپنے اولاد کو وصیت کی کہ بندہ کو پایان مزار خواجہ کے دفن کرنا۔ بعد دس ربیع الثانی بقولے نویں رمضان ۶۷۳ھ میں رحلت فرمائی۔ دفن کرتے وقت آپ کی اولاد نہ چاہتی تھی کہ ہم ان کو پایان خواجہ صاحب کے دفن کریں مگر آپکی وصیت سے ناچار ہوئے، اور چبوترہ بلند بنوایا، آپنے اُسی شب کو بحالت خواب اپنے فرزند سے فرمایا کہ تمنے بلند چبوترہ بناکر مجھکو روئے مبارک خواجہ سے شرمندہ کیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میںنے بارہا پایان تربت خواجہ درمیان قبر قاضی کے نماز گذاری ہے، وہ ذوق اور راحت پائی ہے کہ بیان سے باہر ہے بعد اُس کے فرمایا کہ مکان کا کیا اثر ہے یہ اثر ان دو بزرگوں کا ہی ہے جو دو نو حضرت آسودہ ہیں، مجاوران آستانہ قطب الاقطاب سے جو صاحب قاضی کہلاتے ہیں آپ کی اولاد سے ہیں۔

ذکر شیخ علی سنجری قدس اللہ سرہ العزیز

آپ محب خواجہ بزرگ کے اور خلیفہ خواجہ قطب الدین

سکے تھے، کتب ہائے خاندان چشتیہ میں ہر جگہ اُن کا ذکر ہے۔ دلیل العارفین سے نقل ہے کہ خواجہ بزرگ خلافت نامہ آپ سے لکھا کر دیا کرتے تھے، بغیر ان کی تحریر کے آپ دستخط نہ فرماتے، بعض نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب سے بہت محبت تھی، خلیفہ خواجہ بزرگ کے تھے، اور ہمعصر سلطان شمس الدین تھے، جائے مزار آپ کا زیر منارہ مسجد قوۃ الاسلام کے واقع ہے۔

ذکر صاحبزادہ عالی قدر یعنی حضرت خواجہ احمد قدس سرہٗ

پسر بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو خواجہ احمد تیامی بھی مشہور کرتے ہیں، آپ عمر طبع کو پہنچے تھے اور اولاد بھی ہوئی، اور اکثر آپ کے فرزندوں سے تا عہد حضرت سلطان المشائخ زندہ تھے، انہوں نے حضرت سے تکمیل علم الٰہی کی کی، اور بعد انتقال کے پہلوئے والد اپنے میں مدفون ہوئے۔ چادر مزار قطب الاقطاب آپ کے مزار پر بھی رہتی ہے، اور دو پسر چھوڑے تھے ایک خوجو دوسرے سید کبیر جب ان دونوں صاحبوں نے انتقال کیا تو صحن روضہ جد اپنے میں مدفون ہوئے سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آیا۔

ذکر بابا حاجی روزبہ قدس سرہٗ

حضرت اُن سے منسوب تھے، اور بہت باکمال کہ آپ کی وجہ سے بہت لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ آپ خندق قلعہ پتھورا میں مسکن گزیں تھے، وہیں آپ کا مزار ہے۔ لکھا ہے کہ سب سے پہلے دہلی میں آپ ہی وارد ہوئے ہیں آپ کے خاندان کا کچھ پتہ نہ ملا کہ کس خاندان کے فقیر ہے۔

ذکر مولانا سعد و قاضی عماد رحمۃ

یہ دونوں صاحب اکابر علمائے دہلی سے تھے، اول اول بوجہ سماع کے حضرت خواجہ قطب الدین سے اُن کو رد و کد تھی، آخر حلقہ ارادت میں آئے، مزار آپ کا پہلو خواجہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین ابو المویّد قدس اللہ سرہٗ

آپ نبیرہ شمس العارفین اور خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین کے تھے، اپنے والد سے جدا ہو کر فضائل صدری اور معنوی حاصل کئے، اور شیخ احمد غزنوی اور شیخ عبدالواحد کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور فیضان حاصل کیا۔ فواید شریف سے نقل ہے کہ ایک بار بوجہ امساک باراں کے غلہ گراں ہوا، خلقت پر سختی گذرنے لگی، تمام خلائق دہلی ہجوم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست دعا کی

آپ ممبر پر کھڑے ہوئے اور آستین اپنی سے ایک دامن نکالا ایک تار اُس میں سے جدا ہوگیا تھا، اُس تار کو آسمان کی طرف کرکے کہا کہ الٰہی بحرمت اس ایک تار اُس بڑھیا کے دامن کے کہ جس نے تمام عمر نامحرم مرد کو نہیں دیکھا اور بحق راز و نیاز کے کہ وہ جو تیرے ساتھ رکھتی تھی بارش کر ورنہ جنگلوں میں بسر کروں گا، آبادی میں پھر کبھی قدم نہ رکھوں گا۔ اُسی وقت ایسی بارش ہوئی کہ جنگل پانی سے بھر گئے ہر جگہ سیلاب ہوگیا بعد اُس کے لوگوں نے اُن سے دریافت کیا کہ یہ دامن کس کا اور کیسا تھا، آپ نے فرمایا کہ یہ وہ دامن ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین نے میری والدہ کو عنایت کیا تھا، وہ اُس کو سر پر رکھکر عبادت کیا کرتی تھیں نام آپ کی والدہ کا بی بی سارا تھا۔ مزار دونوں صاحبوں کے پشت عیدگاہ کہنہ پر ہیں شیخ جمال الدین کو دی آپ ہی کی اولاد سے تھے۔ اور ۶۷۳؁ھ میں شیخ نظام الدین نے وفات پائی۔

ذکر شیخ معز الدین دہلوی

کہ پہلے نائب سلطنت تھے، بعدہٗ مرید حضرت قطب اللہ قطب کے ہوکر فقر اور فاقہ اختیار کیا، اور باکمال شفقت مقصود حقیقی پر پہنچکر خرقہ خلافت حاصل کیا، مزار ان کا جوار روضہ خواجہ میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمود موئنہ دوز قدس اللہ سرہٗ

آپ مرید قاضی حمید الدین کے تھے، مگر حضرت خواجہ میں نہایت اعتقاد تھا، حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے کہ جس کا بردہ فرار ہوتا وہ آکر حضرت سے دعا چاہتا، جس روز کے واسطے آپ فرماتے اُسی روز وہ آجاتا، ایک روز حضرت کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی میرا غلام بھاگ گیا ہے دعا کیجئے کہ وہ آجاوے، فرمایا کہ جا فلاں وقت آجائیگا، مگر مجھکو خبر کردینا، اتفاقاً وہ بردہ اُس کے مکان پر آگیا اُس نے حضرت کو خبر نہ کی وہ پھر بھاگ گیا۔ صاحب علام نے پھر آکر عرض کیا، آپ نے فرمایا تو نے پہلے خبر نہیں دی اب وہ نہ آویگا، ملفوظات چشتیہ میں ہر جگہ آپ کا ذکر ہے وفات آپ کی ۶۵۵؁ھ میں ہوئی۔ مزار متصل روضہ کے باہر دروازہ درگاہ بجانب حوض شمسی ہے اور مشہور ہے کہ تیزی ذہن کے واسطے آپ کی قبر پر سے پتھر اُٹھا کر لا رکھتے ہیں جب کام ہوجاتا ہے اُس کے برابر شیرینی تولکر تقسیم کرتے ہیں۔

ذکر شیخ فرید الدین ناگوری نبیرہ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری

کہ صاحب سجادہ اپنے جد کے تھے عہد سلطان محمد تغلق دہلی میں آئے اور بھنڈل کے پاس مقیم ہوئے

اسی جگہ راہ خواجہ میں آپکا مزار ہے، آپ کی عمر سو برس کی ہوئی، سلسلہ نسب آپکا سعد بن زید سے عشرہ مبشرہ میں ملتا ہے، اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپکے مزار پر ایک پتھر بھاری پڑا ہے کہتے ہیں کہ شیخ اس کو حالت سکر میں اپنی گردن پر ڈالکر تشریف لائے تھے، اس وجہ سے چاک پران کہتے ہیں، اصل چاک پیران ہے صحیح یہ ہے کہ آپکا مزار لاڈو سرائے میں ہے متصل مسعود بک کے۔

ذکر حضرت دائی من میل

اولاد شرفا اوش سے ہیں اور شیرہ حضرت خواجہ قطب الدین ہیں ہمیشہ ریاضت اور عبادت میں مشغول رہتی تھیں، جب خواجہ تولد ہوئے اُنھوں نے شیر پلایا اور بہت محبت رکھتی تھیں، جب خواجہ بزرگ ہوئے اور دہلی میں قیام پذیر ہوئے اُن کو اوش سے طلب کر کے خرقہ خلافت عطا فرما کر ولایت دہلی آپکے متعلق فرمائی، آپ سے ہزاروں صاحب کمال ہوگئیں اور حضرت خواجہ نے ان کو پہلے حقوق ادا کئے، اپنے گھر کا ان کو مختار کیا، یہ کبھی باہر مردانہ میں نہیں آئیں مزار ان کا مقابل مسجد کہنہ دروازہ شرقی روضہ حضرت خواجہ کے واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد رئیس قدس سرہ

حضرت کے ہم شیر و مرید حضرت خواجہ کے تھے اور ہر محل حاضر رہا کرتے تھے، ہر شب مجلس رسول مقبول میں حاضر ہوتے، ایک شب رسول مقبول علیہ السلام کی مجلس میں تھے کہ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ صبح میرا سلام قطب الدین کو پہنچانا اور ظاہر کرنا کہ تین روز سے تحفہ نہیں آیا، غفلت نہ چاہیئے، جب یہ بیدار ہوئے کل ماجرائے شب حضرت سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا اب میں حضور سے منفعل ہوا اب کبھی ناغہ نہ ہوگا، مزار ان کا روضہ خواجہ میں پائین مزار شیخ جلال الدین ابدال کے واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ امام الدین ابدال قدس سرہ

کہ ہمشیر یعنی کوکہ خواجہ کے تھے اور خالہ زاد بھائی شیخ ضیاالدین مرد غیب کے تھے، بمقام اوش و دیگر جگہ اکثر اولیا کی خدمت سے مشرف ہوئے، علم ظاہری باطنی بہم پہنچایا۔ خواجہ فریدالدین گنجشکر سے ہمصحبت رہے، آپکا یہ حال تھا کہ جس کی طرف تیز نظر سے دیکھتے وہ اولیا ہو جاتا ہمیشہ ہمراہ ابدالان سیر و طیہ میں عجایب و غرایب زمانہ کا تماشہ کیا، آخر عمر میں بسبب محبت والدہ یعنی دائی من میل اور زیارت حضرت خواجہ اوش سے دہلی آئے جب حضور خواجہ میں پہنچے مرید ہونا چاہا، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمہارا نصیبہ ساتھ بدرالدین کے ہے، ان کا مرید ہو پس بحکم خواجہ مولانا بدرالدین کے مرید ہو کر ریاضت و

عبادت میں مشغول ہوئے، خلیفہ اور صاحب سجادہ اپنے پیر کے ہوئے، سماع بہت سنتے تھے، حضرت سلطان المشائخ سے بہت محبت رکھتے تھے، جب حضرت سلطان المشائخ سماع سنتے تھے آپ کو ضرور طلب کیا کرتے تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے، وفات آپکی ۸۰۰ھ میں ہوئی، پایان مزار خواجہ میں متصل مزار مولانا بدرالدین کے آپکا بھی مزار ہے۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا پسر شیخ امام الدین ابدال

کہ مرید اور خلیفہ پدر اپنے کے تھے اور اپنے وقت میں شیخ عصر تھے، صاحب کلمات الصادقین نے لکھا ہے کہ مولانا بدرالدین غزنوی سے بھی فیض حاصل کیا ہے، اور محبت اور عشق حقیقی میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے تھے، ایک روز آپکے یہاں مجلس عرس شیخ امام الدین ابدال میں نان و گوشت تیار تھا، مگر خلق بہت جمع ہوئی، خادم نے عرض کیا کہ کھانا بہت ہی کم ہے، خلق کثیر ہے، آپ نے فرمایا کہ نان و گوشت کو ڈھانک کر بسم اللہ کہکر بانٹنا شروع کر اللہ تعالیٰ برکت دیگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حاضرین کو تقسیم بھی ہوا اور پھر جوں کا توں باقی تھا مزار آپکا عقب عیدگاہ کہنہ کے زیارت گاہ خلائق ہے اور شیخ شمس الدین جنازہ پران کا بھی مزار اسی جگہ ہے۔

ذکر شیخ حسن دانا قدس سرہ

قاضی زادہ تھے، جب اُن کے والد نے انتقال کیا بادشاہ وقت نے محکمہ قضا اُن کے سپرد کرنا چاہا، اُنہوں نے انکار کیا، اور اپنے کو دیوانہ بنایا، جب یہ خبر حضرت خواجہ کو ہوئی آپنے فرمایا وہ دانا ہے کہ قضا کو قبول نہ کیا اُس روز سے دانا مشہور ہوئے، جب خدمت حضرت میں پہنچے مرید ہوکر مقربان درگاہ سے ہوئے، مزار اُن کا عقب مسجد روضہ خواجہ واقع ہے۔

ذکر خواجہ حسن خیاط قدس سرہ

کہ اولیائے اکرام و علمائے عظام دہلی سے تھے، ترک لباس کرکے حضرت خواجہ کے مرید ہوکر فقر و فاقہ اختیار کیا، ریاضت اور مجاہدات شاقہ میں مشغول ہوئے اور کار اپنا بکمال پہنچاکر خرقہ خلافت حاصل کیا، ہمیشہ خانقاہ پیر و مرشد میں رہتے اور جامہائے حضور میں بخیہ کیا کرتے تھے، اس وجہ سے خیاط مشہور ہوئے۔ مزار ان کا متصل دروازہ مسجد روضہ خواجہ واقع ہے۔

ذکر حضرت سید امجد و سید زین الدین قدس سرہٗ

ان دونوں بزرگوں کو کشف الارواح و

کشف القبور تھا، بلا واسطے روح پاک حضرت خواجہ قطب الدین سے ترتیب پائی ایک روز سید امجد کا گذر دریا پر ہوا، جب پانی میں اُترے ڈوبنے لگے ایک مرنے پاس سے سر نکالا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر ڈوبنے سے بچایا، اُنہوں نے معلوم کیا کہ وہ خواجہ تھے جنہوں نے بچایا، اُس روز سے آستانہ کے باہر قدم نہ رکھا اور تصور مزار مبارک میں مشغول رہتے تھے۔ جب ان دونوں صاحبوں نے وفات کی حوض شمسی پر مدفون ہوئے مزار ان کے قریب مقبرہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ احمد نہروانی قدس سرہٗ

خلفائے قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی چشتی مرد بزرگ واقف اسرار حقیقت تھے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ مشغولی شیخ احمد نہروانی اکیلے کی دس صوفیوں کے برابر ہے، یہ حضرت وقت انتقال حضرت خواجہ دہلی میں موجود تھے، بعض وقت کار بافندگی میں حالت پیدا ہوتی کہ از خود رفتہ ہو جاتے اور کار خود بخود ہوا کرتا ایک بار قاضی حمید الدین واسطے دیکھنے اُن کے کے مکان پر آئے، آپ کام کر رہے تھے، وہیں ملاقات ہوئی۔ قاضی صاحب نے چلتے وقت فرمایا کہ احمد کب تک کار اصلی کو چھوڑ کر اس کار میں مشغول رہیگا، یہ کار آگاہوں کا نہیں ہے، اس کار سے دست بردار ہو وہ کار کہ جو کار آمد ہے اس میں کاربند ہو کہ اس کار سے بیکاری بہتر ہے۔ بعد رخصت قاضی حمید الدین کے آپ اپنے آلہ کار میں میخ آہنی ٹھونکنے لگے اتفاقاً وہ ہاتھ میں لگی، ہاتھ زخمی ہو گیا، پس اُس کار سے بیکار ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ ۱۱۶ھ میں وفات پائی، مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ

عظام مشائخ خاندان چشت سے ہیں فیض عام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے حاصل کیا بہت بڑے کامل تھے کہ جن کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ پہلے سات برس شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہے اور پھر شیخ ابو سعید تبریزی کے مُرید ہوئے جب شیخ کا انتقال ہوا خدمات حضرت خواجہ بزرگ و قطب الاقطاب میں رہ کر حاصل کیا، اور بدست قطب الاقطاب خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ایک بار آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہمراہ سفر حجاز میں تھے۔ اور دیگدان ایسا تیار کیا کہ جس میں ہمیشہ آگ رہے، اور سر کو آسیب نہ پہنچائے اُس دیگدان پر دیگ طعام واسطے کھانے شیخ کے گرم رکھتے، اور اُس کو اپنے سر پر لئے رہتے جب شیخ کھانا طلب کرتے گرما گرم حاضر کرتے۔ شیخ واحد الدین کرمانی سے نقل ہے کہ ایک بار سفر میں بندہ شیخ جلال الدین تبریزی

کے ہمراہ تھا، جب ہم صحرائے بنی لام میں پہنچے راستہ ایسا سخت تھا کہ پیدل چلنا بہت مشکل تھا، اُسی وقت اونٹوں کے سوداگر آگئے، اور ہر اونٹ کی بیس اشرفی قیمت کہنے لگے، ہمارے قافلہ والے جو متمول تھے سب نے شتر خرید کئے، باقی جو مفلس تھے ناچار ہوئے، مجبور ہمراہ قافلہ کے چلے۔ جب شیخ جلال الدین تبریزی کو یہ کیفیت معلوم ہوئی اونٹوں کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ پانچسو شتر اور باقی ہیں جو فروختنی ہیں آپ نے ایک ہانڈی لیکر اس میں ایک اشرفی ڈالکر چادر اپنی سے ڈھانکا اور یا لطیف کہکر ہاتھ ہانڈی میں ڈالا بیس اشرفی نکلیں، اسی طرح کل شتر خرید کر کل اہل قافلہ کو تقسیم کئے، القصہ حضرت کا دہلی میں آنا بادشاہ کا معتقد ہونا، شیخ نجم الدین صغریٰ کا معاملہ پہلے بیان ہو چکا ہے بعد اُن جھگڑوں کے آپنے دہلی میں قیام کرنا مناسب نجان کر بدایوں میں تشریف لاکر اقامت اختیار کی ایک روز آپ قرب شہر کنارہ تالاب پر معہ چند اصحاب فرد کش تھے، یکایک اس جگہ سے اُٹھکر تجدید وضو کیا، اور فرمایا کہ اے درویشوں آؤ نماز جنازہ شیخ نجم الدین صغریٰ ادا کرد اُس کا ابھی دہلی میں انتقال ہوا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کہ میں بواسطہ تہمت اُس کے کے دہلی سے بدر ہو کر یہاں آیا، لیکن وہ میرے پیروں کی غیرت سے جہان بدر ہوا چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ شیخ نجم الدین صغریٰ نے اُسی ساعت میں انتقال کیا تھا۔ ایک روز آپ شہر بدایوں میں اپنے دروازہ پر جلوہ نما تھے ایک ہندو دہی بیچتا ہوا آگیا، آپکی نظر اُس پر پڑی، اُسی وقت صدق دل سے مسلمان ہوا، آپنے اُس کا نام علی رکھا۔ اُس نے اپنے گھر جاکر کل مال و متاع اپنا لیکر حضرت کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا کہ میں ملکیت اس کی سے درگذرا جس طرح آپ چاہیں صرف کریں۔ حضرت نے کہا اس مال کو اپنے پاس رکھ جس جگہ کہونگا خرچ کرنا، بس جس کو انعام دینا ہوتا علی سے فرماتے درہم دیدے یہاں تک کہ دام دام خرچ ہوا، کچھ باقی نہ رہا صرف ایک درہم باقی تھا، علی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر اب شیخ کا حکم ہوا تو میں کہاں سے دونگا، ناگاہ اُسی وقت ایک سائل آیا، آپنے فرمایا کہ ایک درہم تیرے پاس باقی ہے اُس کو دیدے۔ ایک روز حضرت قاضی کمال الدین جعفری کے مکان پر تشریف لائے قاضی نماز میں تھے، آپنے خادموں سے دریافت کیا قاضی کیا کرتے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ نماز ادا کرتے ہیں، آپنے فرمایا تمہارا قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے یہ فرما کر اپنے مکان کو مراجعت کی۔ دوسرے روز قاضی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور شکایت کی کہ آپنے فرمایا کہ قاضی نماز پڑھنی جانتا ہے، نہایت افسوس ہے آپنے ارشاد کیا کہ فقیروں کی نماز یہ ہے کہ جب تک کعبہ چشم ظاہری سے نہیں دیکھتے تکبیر اولیٰ نہیں کرتے۔

یہ نماز اُن کی درجۂ اولیٰ کی ہے، اور بلند مرتبہ پر پہنچتے ہی نماز اُن کی عرش بریں پر ہوتی ہے، اگر تم کو یہ حال میسر ہے بیشک نماز ادا کرنی جانتے ہو ورنہ خیر۔ قاضی کو یہ کلام صداقت انضمام سنکر رنج تو ہوا مگر کچھہ نہ کہا، اُٹھکر اپنے گھر آیا، اُسی شب کو خواب ہوا دیکھا کہ شیخ جلال الدین عرش پر نماز ادا کرتے ہیں، پس صبح ہوتے ہی قاضی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت کچھہ عرض کیا، اور اپنے پسر **سیف الدین** کو حضرت کا مرید کرا دیا، ایک بار شیخ میں اور شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی میں کچھہ رنجش ہو گئی تھی، اُس کی کیفیت اہل کتاب نے یوں لکھی ہے کہ دونوں بزرگوار نے باہم کچھہ سیاحت کی، ایک بار شیخ فرید الدین عطار کے شہر میں وارد ہوئے، شیخ بہاؤ الدین تو یاد حق میں مشغول ہوئے اور شیخ جلال الدین برائے سیر شہر میں آئے۔ ناگاہ شیخ فرید الدین عطار کی خانقاہ میں پہنچے جب فرید الدین عطار کو دیکھا اُن کے انوار کمالات میں محو ہو گئے، جب اپنی قیام گاہ پر آئے شیخ بہاؤ الدین سے کل حال بیان کیا، اُس پر شیخ بہاؤ الدین نے کہا کہ اس وقت تم اپنے مرشد کے کمال اور انوار کو بھی یاد لائے تھے، اُنھوں نے کہا کہ میں بالکل محو ہو گیا تھا مجھکو کچھہ خبر نہ رہی تھی۔ شیخ بہاؤ الدین کو یہ بات بُری معلوم ہوئی اُن کی صحبت ترک کی۔ الغرض آپنے ایک عرصہ تک بدایوں میں قیام فرمایا، آخر بامر اللہ تعالیٰ سفر بنگالہ کا اختیار کیا۔ جب چلے تو علی نومسلم کہ جو حلقۂ ارادت اور گروہ درویشوں میں آچکا تھا پیچھے شیخ کے دوڑا، شیخ نے فرمایا کہ جا، اُس نے عرض کیا کہ بغیر حضرت کے میں یہاں رہنا نہیں چاہتا، پھر آپنے ارشاد کیا کہ جا اُسی جگہہ ہم نے بحکم خدا تجھکو اس شہر کا قطب کیا، اور میں ہمیشہ تیرے روبرو رہونگا، مجھہ میں اور تجھہ میں کچھہ حجاب نہ رہیگا پس ایسا ہی ہوا کہ علی قطب بدایوں کا ہوا اور اُس سے بھی کرامات کا بہت کچھہ اظہار ہوا، اور جب وہ چاہتا تھا شیخ کو حاضر پاتا تھا۔ پس جب حضرت بنگالہ میں پہنچے تمام خلق نے رجوع کی اور خانقاہ تیار ہوئی، زمین مول لیکر باغ لگوائے، اور پھر اُن کو وقف فرمایا، تاحال ہزاروں مسافر و مقیم خانقاہ پلتے رہے۔ اُس جگہہ قدیم بُت خانہ تھا، آپنے اپنی کرامت سے اُن کو مسمار کیا اور اسی جگہہ مسجد تعمیر کی، پجاری وہاں کے مسلمان ہوئے مزار آپکا اُسی بتخانہ کی جگہہ پر ہے، وفات حضرت کی ۶۲۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد ترک نارنولی قدس سرہٗ

کہ آپ کو پیر ترک اور سلطان ترک بھی کہتے ہیں مرید خواجہ عثمان ہارونی کے پیر بھائی خواجہ بزرگ کے مگر حضرت خواجہ بزرگ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ لکھا ہے کہ پہلے نارنول میں ہندو بہت رہتے تھے، اور حضرت کے ہمراہی مسلمان کم تھے، ہندوؤں نے ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو قتل کریں، چنانچہ بروز عید مسلمان

نماز میں تھے، ہندوؤں نے یہ وقت غنیمت جانا مسلمانوں پر آپڑے اور بہت اہل اسلام عین سجدہ میں شہید ہوئے، اُسی روز حضرت نے بھی جام شہادت نوش کیا اور خاص اپنے مکان میں مدفون ہوئے۔ اس شہر میں بہت سے شہدا کے مزار ہیں، لیکن دو بہت بزرگ ور مشہور ہیں ایک تو حضرت دوسرے وہ کہ جن کا مزار نشیب میں ہے، ان دونوں مزاروں سے اب تک کرامات و فیضان جاری ہے، صاحب اخبار الاخیار ناقل ہیں کہ ایک بار بادشاہ نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو بوجہ کسی رنجش کے ٹھٹھہ جانے کا حکم دیا، اور آپ نارنول ہو کر راہی ہوئے، جب کوس بھر کا فاصلہ رہا آپ چنڈول سے اُتر کر پا پیادہ ہوئے، جب مقبرہ حضرت شیخ محمد کے قریب پہنچے تو اس مقبرہ کے آگے ایک بھاری پتھر پڑا تھا، دست بستہ اُس پتھر کے روبرو کھڑے رہے بعد اُس کے روضہ میں جا کر فاتحہ ادا کی، ایک شخص نے یہ حال دریافت کیا، آپنے فرمایا زہے خدمتگاران کہ مالک خود اُس کے در پر آوے، مینے دیکھا کہ روح پرفتوح رسول مقبول علیہ السلام اس پتھر پر مثل خورشید جلوہ گر ہے، جب تک وہ صورت میرے روبرو رہی میں اس پتھر کی طرف متوجہ رہا، بعد اُس کے روضہ میں گیا، جس کو کوئی مشکل پیش آوے وہ اس روضہ کی طرف رجوع کرے اُمید ہے کہ مشکل آسان ہو، اور ایک شخص نے بیباکی سے عرض کیا کہ آپ کو بھی تو اس وقت مشکل کا سامنا ہے آپ بھی اُس کی آسانی کے واسطے دعا کیجئے، آپنے فرمایا کہ انشاء اللہ آسان ہوگی، حضرت نارنول سے چلکر تھوڑی دور گئے تھے کہ سُنا بادشاہ دہلی نے انتقال کیا، شیخ واپس ہو کر پھر دہلی میں تشریف لائے، وفات شیخ محمد ترک قدس سرہٗ کی ۶۴۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکر مسعود قدس سرہٗ

کہ سلطان واصلان حق و برہان فانیان ذات مطلق تھے، تمام مشائخ اُن کے کمال عرفان و محویت اور وجدان پر متفق ہیں اور زیارت و مجاہدہ ترک و تجرید و فقر شوقی جو حضرت کو تھا کم ہر کسی کو میسر ہوتا ہے ہی اپنی توجہ سے سالکان ناسوت کو بمقام لاہوت پہنچاتے تھے، اور اول سے تا آخر صفائے باطن میں کوشش کی دنیا اور آخرت کو نظر بھر کر ہی کبھی نہیں دیکھا، باوجود ایسے کمالات کے وہ خلق محمدی تھا کہ تمام خلق حسن سیرت سے حضرت کی فریفتہ تھی اور آپ جملہ خلفائے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی میں محبوب ترین اور صاحب سجادہ تھے، اور سلسلہ نسبی حضرت کا حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب تک اسطرح

ملتا ہے، یعنی حضرت گنجشکر بن شیخ سلیمان بن شیخ تعبان بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن احمد المعروف فرخ شاہ کابلی البلخی بن نصیر الدین محمود نشیمان شاہ بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ بن واعظ الاصغر بن واعظ الاکبر بن ابوالفتح بن حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ قول صاحب سیر الاولیاء کا ہے مگر بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ ابوالفتح اسحٰق پسر سلطان ابراہیم لاولد تھے، اور آپکے والد جمال الدین سلیمان ہمشیر زادہ سلطان محمود غزنوی کے تھے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ فرخ شاہ بادشاہ کابل تھے، تمام سلاطین اُن کے مطیع تھے، اور یہ سلطنت کابل کی سلطنت غزنی سے پہلے تھی جب سلطنت غزنی کو قوت ہوئی سلطنت کابل شامل سلطنت غزنی ہوئی، لیکن فرزندان فرخ شاہ کابل ہی میں رہے آخر چنگیز خاں نے خروج کرکے ایک عالم کو زیر و زبر کیا، اور کابل بھی تاراج ہوا، اُسی جھگڑے میں آپکے پردادا شیخ احمد نے شربت شہادت نوش کیا، اور آپکے جد شیخ شعیب مع اپنے عیال و اطفال کے لاہور میں آئے، بعد چندروز کے قصور میں پہنچے، قاضی قصور نے اُن کی بہت مدارات کی اور اُن کی کیفیت سے بادشاہ کو مطلع کیا بادشاہ نے قضاء قصبہ کوتھی کی جو قریب ملتان کے ہے، تفویض کی، آپ کے دادا اور والد دونوں صاحبوں کے مزار قصبہ کوتھی میں ہیں۔ لکھا ہے کہ قاضی سلیمان کے تین پسر ہوئے اول شیخ عزیز الدین محمود دوسرے شیخ فریدالدین مسعود، تیسرے شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ سرارہم اور مادران بزرگوار کی بی بی قرسم خاتون دختر مولانا وجیہ الدین کی تھیں اُن کے کمالات ملفوظات خواجگان چشت میں اکثر موجود ہیں، یہ بی بی عفت مآب صالح واصلان حق سے تھیں، بعض نے لکھا ہے کہ شیخ کمال الدین سلیمان محمود غزنوی کی ہمشیرزادہ نہ تھی لکھا ہی پہلا نام حضرت کا مسعود تھا، حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مہربانی سے فریدالدین نام عنایت کیا، اور روایت صحیح یہ ہے کہ فریدالدین نجیب سے ملقب ہوئے، اور کتب ہائے مشائخ سے ثابت ہی حضرت کے ایک سو ایک نام ہیں، اُن کا پڑھنا واسطے ہر حاجت اور ہر مہم کے کافی ہوتا ہے۔ چنانچہ تجربہ ہی ہے، وہ اسمائے مبارک یہ ہیں:۔ شیخ فرید، خواجہ فرید، مخدوم فرید، بابا فرید، شاہ فرید، مولانا فرید، حاجی فرید، درویش فرید، عاجز مسکین فرید، غریب فرید، موجود فرید، فرید مسعود، فرید محمود، فرید مقصود، فرید قاصد، فرید مقصد، فرید چشتی، فرید اجودہنی، فرید حامد فرید کامل، فرید مکمل، فرید خادم، فرید متوکل فرید سالک، فرید مسالک، فرید زاہد، فرید عابد، فرید عالم، فرید صادق، فرید صابر، فرید شاکر، فرید امام

فرید مجتہد، فرید متدین، فرید متقی، فرید محب، فرید مرشد، فرید حق، فرید وکیل، فرید خالص، فرید مخلص
فرید عاشق، فرید عارف، فرید اعظم، فرید معظم، فرید ہادی، فرید مہدی، فرید ولی، فرید سخی، فرید قطب، فرید غوث
فرید مبعث، فرید سیاح، فرید جہاں گشت، فرید اکبر، فرید گنجشکر، فرید الحق، فرید حبیب، فرید عزیز، فرید
مقبول، فرید صوفی، فرید صاحب، فرید محقق، فرید مدقق، فرید خیر، فرید مخبر، فرید سلطان، فرید برہان
فرید واصل، فرید دم، فرید قدم، فرید اول، فرید آخر، فرید ظاہر، فرید باطن، فرید جل، فرید تھل، فرید بر
فرید بحر، فرید یحیی، فرید مبت، فرید نور اللہ، فرید نظر اللہ، فرید فضل اللہ، فرید فیض اللہ، فرید صبغۃ اللہ،
فرید نعمۃ اللہ، فرید انہ اللہ، فرید اہل اللہ، فرید سر اللہ، فرید عزیز اللہ، فرید روح اللہ، فرید عبد اللہ، فرید محیط اللہ
فرید قطب الاقطاب، فرید مشکلکشا، فرید قاضی الحاجات، فرید چاہیے کہ جس کار کے واسطے پڑھے
چالیس روز میں ایک لاکھ تمام کرے۔ جو وقت مقرر کرے اسی وقت پر پڑھے، اگر کل نہ ہو سکیں تو یہ پانچ
نام ضرور پڑھے۔ شیخ فرید، مولانا فرید، خواجہ فرید، حاجی فرید، درویش فرید۔ اور ان کے پڑھنے کا طریق
یہ ہے کہ جب کوئی مہم پیش آئے باوضو پہلے اکتالیس بار آیۃ الکرسی پھر اکتالیس بار الحمد پھر اکتالیس بار
سورۂ اخلاص اور سو بار درود اور پچاس بار سبحان اللہ تا آخر اور قرآن میں سے جس قدر ممکن ہو پڑھکر
اول سو بار شیخ فرید پھر سو بار خواجہ فرید، پھر سو بار مولانا فرید پھر سو بار درویش فرید پھر سو بار شیخ فرید،
حاجی فرید اسی جگہ پڑھکر سو رہا کرے، یعنی بعد نماز عشا کے پڑھا کرے۔ حضرت کو خواب میں دیکھیگا جو حاجت ہو
عرض کرے جیسا حکم ہو اس پر کاربند ہو اور سوتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم اور یا غفور اور یا اللہ اور
یا ہو تین تین بار اپنے سینہ پر اپنی انگشت سے لکھے۔ بعضے ملفوظات پیران چشت میں لکھا ہے کہ جب حضرت گنجشکر
حمل میں تھے تو آپ کی والدہ کو بیروں کی طرف رغبت ہوئی۔ ان کے ہمسایہ میں ایک درخت بیری کا پھلا ہوا
تھا، آپ بے اجازت مالک کے چند بیر توڑنے چاہتی تھیں کہ کھاویں، آپنے اندر شکم کے بیقراری کی کہ جس کی
وجہ سے والدہ حضرت بیقرار ہوئیں اور بیر ہاتھ سے رہ گئے۔ لکھا ہے کہ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کی والدہ نے
عذر کیا کہ فرزند تیرے حمل کے دنوں میں کبھی کوئی چیز مشکوک نہیں کھائی۔ آپنے جواب دیا کہ بے اجازت مالک
بیری کے چند بیر آپنے توڑے میں نے بیقراری کرکے آپ کو مال مشکوک سے بچا دیا یاد کرلیجیے۔ یہ سن کر والدہ
حضرت متحیر ہوئیں کہ میں نے تو اس کا اظہار کبھی کسی سے نہیں کیا اور جو یہ پسر کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ صاحب السالکین
سے روایت ہے کہ انتیس شعبان کو ابر آسمان پر محیط تھا، سلمانان شہر خدمت قاضی سلیمان پدر حضرت میں آئے

اور کہا کہ آج ۲۹ ہے اگر حکم ہو تو کل روزہ رکھیں آپ نے فرمایا چاند میں شک ہے، درصورت شک روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اس وقت میں ایک بزرگ تھے کہ جن پر گمان ابدال کا تھا مقیم تھے اُن کی خدمت میں آئے اور یہ مسئلہ پوچھا اُن بزرگ نے فرمایا کہ آجکی رات قاضی کے یہاں بچہ ہوا ہے وہ قطب ہوگا اگر کل اُس نے شیر نہ پیا تو کل تم بھی روزہ رکھو اگر اُس نے دودھ پیا تو کل روزہ نہ ہوگا۔ الغرض اُسی شب کو حضرت تولد ہوئے اور صبح شیر نہ پیا روزہ رکھا تمام شہر نے حضرت کی متابعت سے روزہ رکھا۔ جب وقت افطار کا آیا آپ نے پستان مادر دہن مبارک میں لیا اور شیر نوش کیا اسی طرح تمام روزے رکھے۔ صاحب سیر العارفین حضرت سلطان المشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت مکتب میں بیٹھے تھوڑے ہی دنوں میں قرآن حفظ کیا اور تحصیل علوم سے فارغ ہوئے اور شہر ملتان میں مسجد مولانا منہاج الدین میں کتاب نافع پڑھتے تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تشریف فرما ملتان ہوئے اور اُسی مسجد میں ٹھہرے شیخ کو دیکھکر دریافت کیا کہ اے لڑکے کیا پڑھتا ہے آپ نے عرض کیا کہ نافع پڑھتا ہوں، آپ نے فرمایا نافع ہوگا یہ بات آپ کی ایسی مؤثر ہوئی کہ مرید ہوئے جب خواجہ دہلی میں تشریف لانے لگے آپ بھی ہمراہ ہوئے۔ خواجہ نے فرمایا ابھی اسی جگہ رہ کر علوم ظاہری کی تحصیل کر، بعد اُس کے میرے پاس آنا کس واسطے کہ زاہد بے علم تسخیر شیطان میں آجاتا ہے۔ حضرت ملتان سے قندھار میں آئے، بعد تحصیل علوم بغداد میں پہنچے اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور سیف الدین باخرزی و سعدی حموی و بہاؤالدین حموی و بہاؤالدین و شیخ واحد الدین کرانی و شیخ فرید الدین محمد نیشاپوری سے مشرف حضوری حاصل کرکے مستفیض ہوئے، بعد اُس کے ملتان میں خدمت پیر روشن ضمیر میں حاضر ہوئے، حضرت قطب الاقطاب نے ایک جدا حجرہ آپ کی عبادت کے واسطے مقرر فرمایا، بعد ترتیب کمال کو پہنچکر مشرف بخرقہ خلافت ہوئے، چنانچہ حضرت نے خود فرمایا ہے کہ میں نے شیخ شہاب الدین کو خود دیکھا اور اُن کی صحبت میں رہا، ہر روز دس ہزار دینار سے کم فتوح نہ تھا، مگر وہ صبح سے شام تک سب راہ خدا میں صرف فرماتے کل کے واسطے ایک پیسہ نہ رہتا تھا۔ خود حضرت باباصاحب نے فرمایا ہے کہ بغداد میں مینے شیخ اجل شیرازی کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے، مجھکو اُنہوں نے یہ دُعا دی کہ تیری روزی میں برکت ہو۔ جب میں بغداد سے باہر آیا ایک درویش کو ایسا دیکھا کہ صرف پوست اور استخوان باقی تھا، چند روز اُن کی صحبت میں رہا وہاں سے بخارا آیا، شیخ سیف الدین باخرزی کو دیکھا بڑے بزرگ تھے، میں آداب بجالا کر نزدیک اُن کے بیٹھا جب میری طرف ملاحظہ کرتے فرماتے کہ بادشاہ کا مشائخ روزگار میں سے ہوگا، تمام عالم اس کے مُرید اور فرزندوں سے

بھر جائیگا اور کمبل سیاہ جو اوڑھے ہوئے تھے بندہ کو عنایت کرکے فرمایا کہ اس کو اوڑھ لے چند روز اُس بزرگ کی خدمت میں رہا، وہاں سے چلکر ایک مسجد میں آیا، اُس کے پاس ایک بزرگ رہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ہوا کی طرف آنکھیں بند کئے کھڑے ہیں چار روز یہی کیفیت رہی، بعدہ آنکھ کھولی، مینے سلام کیا۔ جواب دیا اور فرمایا بیٹھ جب میں بیٹھا آپنے کل کیفیت بندہ سے بیان کی، اُس شب کو بھی میں اُن کی خدمت میں رہا، جب صبح ہوئی اُن بزرگ کو نہ پایا۔ وہاں سے چلکر بدخشاں میں پہنچا اور وہاں کے بزرگوں سے ملا، وہاں سے پھر ملتان آیا، شیخ بہاؤالدین ذکریا سے مصافحہ ہوا، اُنھوں نے پوچھا کہ اپنا کام کہاں تک پہنچایا، مینے کہا کہ اگر میں کہوں تو آپ کرسی پر بیٹھکر ہوا پر تشریف لے جاویں یہ کہتے ہی کرسی ہوا پر سے پیدا ہوئی، شیخ بہاؤالدین نے ہاتھ اُس پر مارا اور کہا کہ مولانا فرید خوب انجام دیا، وہاں سے چلکر میں دہلی میں آیا، اور یاد حق میں مشغول ہوا، حضرت نے مجھکو نعمت عطا کی، اور فرمایا کہ مولانا فرید تو اپنا کار پورا کرکے میرے پاس آنا۔ حضرت کے مشاغلے اور مجاہدے اور ریاضات عبادات مشہور ہیں اور حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ باباصاحب نے ایک بار فرمایا کہ میں بمقام سیستان مجلس شیخ واحدالدین کرمانی میں موجود تھا کہ دو فقیر آئے، کچھ ذکر کرامات فقر کا ہو رہا تھا، یہاں تک اُن دونوں نے کہا کہ اس محفل میں جتنے درویش ہیں باہی اپنی کرامات دکھائیں۔ اول صاحب خانہ کی طرف اشارہ ہوا، اُنھوں نے فرمایا والی شہر مجھ سے بدعقیدہ ہے، طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے، تعجب ہے کہ آج میدان سے سلامت آوے، کہ اُسی وقت خبر آئی کہ حاکم شہر گھوڑے پر سے گر کر ابھی مرگیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم کچھ دکھاؤ، مینے مراقبہ کیا، اور حاضرین سے کہا کہ آنکھیں بند کرو سب نے اپنے کو کعبہ میں دیکھا، جب آنکھ کھولی پھر اُسی مجلس میں پایا، اور اُن دونوں مسافروں نے اپنے خرقہ اوڑھے اور معاً غایب ہوگئے فقط خرقہ پڑے رہے۔ صاحب مراۃ الاسرار و فوایدالسالکین حضرت گنجشکر سے ناقل ہیں یعنی حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں شرف ارادت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے کلاہ چہارترکی سر دعاگو پر رکھکر بہت شفقت فرمائی۔ اُس وقت قاضی حمیدالدین مولانا علی کرمانی، سید نورالدین مبارک، شیخ نظام الدین ابوالموید مولانا شمس ترک، شیخ محمود موئینہ دوز وغیرہ حاضر تھے، حضرت قطب الاقطاب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ کو ذاتی قوت اور تصحیح ایسی چاہیئے کہ جو کوئی اُس کے پاس مرید ہونے آوے وہ قوت نظر باطنی اپنی سے زنگ اُس کے سینہ کا صاف کرے کہ کچھ کدورت سینہ میں باقی نہ رہے، بعد اُس کے اُس کا ہاتھ پکڑے اور خدارسیدہ کرے

لکھا ہے کہ حجرہ آپکا قریب دروازہ غزنوی کے نیچے برج کے تہا، آٹھویں روز مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے باقی یادحق میں مشغول رہتے، صاحب سیر الاولیا سے نقل ہو کہ جب حضرت گنجشکر نے چاہا کہ مجاہدہ زیادہ کریں، خواجہ کی خدمت میں عرض کیا، خواجہ نے فرمایا کہ پہلے روزہ طے کر، جب غیب سے پہنچے افطار کر، تیسرے روز غیب سے روٹیاں آئیں آپ فطار کرتے، بعد ایک ساعت کے جی متلاتا اور قے ہوجاتی تھی، معدہ پاک ہوجاتا تھا، بعد چند روز کے حضرت سے یہ حال خدمت خواجہ میں عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ مسعود طعام خماری سے افطار کرتا تھا، عنایت حق تیرے شامل حال ہے کہ وہ طعام تیرے شکم میں نہیں ٹھہرتا، اب چھہ روز کے بعد افطار کر، بعد چھہ روز کے اشتہا جب غالب ہوئی ہاتھ زمین پر مارا ایک سنگریزہ ہاتھ میں آیا، جب اُس کو منھ میں رکھا شکر ہوگیا، اُس وقت اُس کو منھ سے باہر کیا، اسی طرح چار بار اشتہا ہوئی اور سنگریزہ منھ میں ڈالے شکر ہوگئے، پھر دل میں خیال آیا کہ خواجہ نے فرمایا تہا کہ جو غیب سے پہنچے اُس سے افطار کرنا شاید یہ افطاری غیب سے پہنچتی ہے، چند سنگریزے اُٹھا کر کھائے وہ شکر ہوگئے، جب صبح ہوئی خدمت خواجہ کے میں حاضر ہوکر تمام حال عرض کیا، خواجہ نے فرمایا خوب کیا، جو غیب سے ہے وہ نیک ہے، حا مانند شکر شیریں رہیگا، اس روز سے گنجشکر خطاب ہوا اور یہ فرمایا ؎ سنگ در دست تو گہر گردد؛ زہر در دہن تو شکر گردد؛ صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ ایک روز شیخ خدمت خواجہ میں آئے بسبب ضعف کے زمین پر گر پڑے، قدرے مٹی منھ کے پاس پہنچی شکر ہوگئی، اُس روز سے گنجشکر ہوئے، اور صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ سوداگر چند بیلوں پر شکر لادے جاتے تھے، شیخ نے اُن سے شکر طلب کی، اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ نمک ہے، شیخ نے فرمایا کہ نمک ہوگا، جب سوداگروں نے گونیں کھولیں تو اُن میں سے نمک نکلا، بہت شرمندہ ہوکر شیخ کی خدمت میں آکر عرض کیا جب آپ نے کرم کی نگاہ کی پھر بدستور شکر ہوگئی۔ نواب بیرم خاں خانخاناں نے کہا ہے ؎ کان نمک جہان شکر شیخ بحر و بر؛ آن کز شکر نمک کند و از نمک شکر۔ صاحب سیر الاولیا نے لکھا ہے کہ وہ سوداگر یہ کرامت دیکھکر معتقد ہوئے سردار کا نام عالم تھا۔ ایک نقل ہے کہ حضرت کو ایام طفولیت میں شیرنی سے بہت ذوق تھا، جب آپکی والدہ نماز پڑھتی تہیں مصری کے ٹکڑے زیر مصلی رکھتی تہیں، جب سلام پھیرتی تھیں اُن کو اشارہ کرتیں اس جگہ مصری رکھی ہے، ایک روز والدہ حضرت کی مصری زیر مصلیٰ رکھنی بھول گئیں، آپنے موافق عادت کے زیر مصلیٰ ہاتھ ڈالا، بہت سی ڈلیاں مصری کی نکلیں، آپنے فرمایا مادر آج تم مصری رکھنی بھول گئیں

پروردگار نے مجھکو بہت سی مصری دی' والدہ نے فرمایا اے پسر یقین ہوا کہ تو ضائع نہ ہوگا' اور مثل شکر شیریں رہیگا' اُس روز سے گنجشکر خطاب پایا' اور خود بخود مشہور ہوئے۔ ایک نقل ہے کہ جناب سرورِ عالم نے آپکے پیدا ہونے سے پہلے آپکی خبر دی تھی اور گنجشکر ملقب فرمایا تھا۔ صاحب گلشن اولیا سے نقل ہے کہ سات سو برس پہلے ظہور شیخ فریدالدین سے اکثر مشائخین سلف نے آپ کی خبر دی تھی کہ کہ ایک شیخ کامل پیدا ہوگا' گنجشکر کہلائیگا' بہت کو قرب خدا میں پہنچائیگا' اُس کے مرید قطب روزگار ہوں گے۔ اور روایات معتبرہ اس طرح بھی ہیں کہ حضرت جنگلوں پہاڑوں میں ریاضت فرماتے تھے' سوائے گھاس خشک اور پتوں کے کچھ نہیں نوش فرماتے تھے۔ ایک روز تشنہ ایک چاہ پر پہنچے' راہ دیکھنے لگے کہ ڈول رسّی آئے تو پانی پیوں' دیکھا کہ ہرنوں کی ڈار آئی' اُن کے آتے ہی چاہ نے جوش مارا' ہرن پی کر روانہ ہوئے' جب آپ نے قصد پانی پینے کا کیا پانی سمٹ کر پھر چاہ میں چلا گیا' آپنے بدرگاہ باری عرض کی کہ پروردگار عالم جانوروں کو پانی دیا میں جو تیری راہ میں جلا ہوا ہوں مجھ سے پانی دریغ رکھا ہے۔ فرمان ہوا کہ فرید تیری نظر ڈول رسّی پر تھی' ہرنوں کی نظر ہماری طرف تھی اسوجہ سے اُن کو پانی دیا تجھکو نہ دیا۔ اُسی وقت آپ اُس چاہ میں چالیس روز لٹکے رہے اور نفس کو پانی نہ دیا۔ بعد چالیس روز کے قدرے خاک منھ میں ڈالکر افطار کیا' وہ خاک منھ میں پڑتے ہی شکر ہوگئی' اسی وقت اس کو تھوک دیا' آواز ہوئی کہ اے فرید تیرا چلّہ قبول ہوا' اور آج سے تجھکو گنجشکر کیا۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت نے حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ بہت سخت ایک چلّہ کروں' آپنے فرمایا کہ فرید کچھ حاجت نہیں یہ باتیں واسطے شہرت کے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھکو اُس روز سے بہت بڑا خیال اور پشیمانی ہے کہ میں نے ایسی بات کہی جو خاطر مبارک پر ناگوار گذری۔ الغرض بعد چند روز کے حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا کہ فرید ایک چلّہ معکوس کر۔ آپنے ارشاد کیا جس ترکیب سے ارشاد ہو کروں۔ خواجہ نے فرمایا کہ ایسی مسجد ہو کہ جس میں سوائے مؤذن کے اور کوئی نہ رہتا ہو' بعد نماز عشا کے مسجد خالی رہتی ہو' اور مؤذن بھی دین دار امانت دار ہو' اُس مسجد میں کنواں ہو' کنوئیں پر درخت ہو ایسی جگہ تمام شب اُلٹا لٹک کر مشغول ہو تاکہ چلّہ پورا ہوجائے۔ پس موجب ارشاد پیر روشن ضمیر ارادہ مصمم کرکے مسجد موصوف کی تلاش میں نکلے۔ نواح دہلی میں ایسی صفت کی مسجد نہ پائی' دہلی سے ہانسی آئے وہاں بھی اس صفت کی مسجد نہ پائی۔ اسی طرح شہر بشہر قصبہ بقصبہ دیہہ بدیہہ تجسس کیا۔ آوچ میں

مسجد موصوف پائی اور خواجہ رشید الدین مینائی متوطن ہانسی وہاں مؤذن تھے، حضرت کے کمال معتقد تھے، آپ اُس مسجد میں چند روز رہے، اور بعد میں مؤذن صاحب سے کہا کہ اگر میرا راز کسی پر نہ کھلے تو میں یہاں معکوس ایک چلّہ کر دوں اُنہوں نے کہا کہ میں نیاز مند ہوں امانت داری کروں گا۔ اب تو یہ ہوا کہ بعد نماز عشا کے جب سب نمازی چلے جاتے اس وقت ایک سرا رسّی کا مؤذن آپکے پیر میں باندھتا دوسرا سرا رسن کا درخت کی ٹہنی سے باندھتا، آپ تمام شب اُس چاہ میں چاہ محبوب حقیقی میں اُلٹے لٹکتے رہتے صبح ہوتے قبل از آنے نمازیوں کے مؤذن آکر آپ کو نکالتا، پھر صبح نماز ادا کر کے مراقبہ میں رہتے۔ اسی طرح چالیس شب پوری کیں۔

سعدیا کنگرہ عشق بلند است بلند ‏ تا تو سر با نہ کنی دست تو آنجا نہ رسد

بقول مولانا نظامی

برقص آمدہ جملہ اعضائے من ‏ سر من شدہ کرسی پائے من

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھکو جو کچھ ملا ہے وہ متابعت رسول مقبول علیہ السلام سے ملا ہے، یعنی حضرت نے بھی نماز معکوس ادا کی ہے، پس میں بھی اپنے پیر میں رسّی باندھکر اُلٹا لٹکا کرتا تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت محمد چشتی نے بہت نماز معکوس ادا کی ہے، اس سنّت کو حضرت بابا صاحب نے بھی ادا کیا، حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی دہلی میں تشریف لاکر خانقاہ قطب الاقطاب میں فروکش ہوئے حضرت خواجہ نے بحضور خواجہ بزرگ اپنے خلفاء کو پیش کیا، ہر شخص کو اُس کے ظرف کے موافق نعمت عطا فرمائی بعد اس کے فرمایا کہ بابا قطب الدین تمہارے مریدوں میں سے کوئی اور باقی ہے، آپ نے عرض کی کہ مسعود نام فقیر چلّہ میں بیٹھا ہوا ہے، حضرت خواجہ بزرگ اُٹھے اور حضرت خواجہ قطب الدین کو ہمراہ لیکر حجرہ بابا صاحب پر آئے اور حجرہ کھولا اندر گئے، بابا صاحب بسبب ضعف کے تعظیم کو کھڑے نہ ہوسکے آنکھوں میں آنسو بھر کر سر اوپر زمین کے رکھا، خواجہ بزرگ نے یہ حال دیکھکر از راہ رحم فرمایا کہ بابا بختیار اس جوان کو مجاہدہ میں کب تک جلائیگا کچھہ بخشش کر قطب الاقطاب نے عرض کی کہ میری کیا مجال ہے کہ روبرو حضرت کے بخشش کرسکوں، خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ اس کا تعلق تجھ سے ہے اور منھ طرف قبلہ کے کر کے حجرہ موصوف میں کھڑے، خواجہ صاحب نے بھی متابعت کی اور دونوں

بزرگوں نے بابا صاحب کے حق میں دعائیں کیں، اور اسم اعظم کو جو سینہ بسینہ چلا آتا تھا تلقین فرمایا اور خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ فرید شمع ہے، خاندان درویشوں میں اس سے فقیر کو روشنی ہوگی، یہ تمام عالم پر اظہر من الشمس ہے کہ ایسا ہی ہوا، میر سید محمد کرمانی مؤلف سیر الاولیا نے کیا خوب فرمایا ہے۔ **بیت**

بخشش کونین از شیخین شد در باب تو ۔۔۔ بادشاہی یافتی زیں بادشاہانِ جہاں
مملکت دنیا و دیں گشتہ مسلم بر ترا ۔۔۔ عالمے کن گشتہ افطاعی تولے شاہ ہے جہاں

یہی حضرت جناب سلطان المشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وقت نقل خواجہ قریب پہنچا، قاضی حمید الدین کے خیال میں آیا کہ خرقہ اور سجادہ مجھکو عطا ہوگا، اور یہی خیال مولانا بدر الدین کے دل میں گذرا کہ خرقہ اور سجادہ مجھکو ملیگا۔ اسی وقت خواجہ نے نور باطن سے اُن کے دل کا حال معلوم کرکے فرمایا کہ یہ خرقہ اور عصا و مصلی و نعلین چوبین اور دیگر تبرکات میرے پیروں کے جو ہیں بینے فرید کو دیئے کہ وہ میرا جانشین ہے اور اُس امانت کو قاضی حمید الدین کے حوالہ فرماکر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ جب بابا صاحب دہلی پہنچے تو قاضی حمید الدین نے کل امانت آپکے سپرد کی، آپ بعد چند روز کے تشریف فرمائے ہانسی ہوئے۔ باقی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پس اسی زمانہ میں شیخ جمال الدین ہانسوی مرید ہوئے۔ جب یہاں بھی خلقت نے اژدھام کیا آپ قصبہ کوتھی وال وطن آبائی میں آئے اور چندے بسر فرمایا چونکہ یہاں سے ملتان قریب تھا یہاں بھی لوگوں نے گھیرا، مشوش ہوکر چاہا کہ لاہور میں چلئے اس وقت لاہور تاخت چنگیز خانیوں کے سبب سے ویران تھا۔ آخر قصبہ اجودھن کو مجہول جگہ سمجھکر اجودھن میں تشریف لائے، اُس وقت وہاں ایک جوگی صاحب استدراج رہتا تھا، کل شہر اُس کو مانتا تھا، آٹھویں روز گائے کا دودھ اُس کے واسطے لے جاتے تھے، یہ صرف آٹھویں روز دودھ پیتا تھا، خوبی یہ تھی کہ جتنا دودھ آجاتا اپنے کشف سے سب پی لیتا، سیف زبان تھا، بہت سے مقامات جوگ طے کئے ہوئے تھا، پری ذام یعنی حبس دم بھی کرتا تھا، بعض مقامات ایسے تھے کہ وہ اُسے نہ کھلتے تھے، ایک مدت سے فکر تھی کہ کوئی فقیر اہل اسلام ملے کہ جس کی وجہ سے یہ مقامات بھی طے ہو جاویں کہ حضرت بھی وہاں رونق افروز ہوئے، اور خلقت نے حضرت کی طرف رجوع کی، اس جوگی کو کہ اس کا نام شنبھو ناتھ تھا خبر ہوئی کہ ایک مسلمان فقیر اس قصبہ میں وارد ہے، یہ اپنے سینکڑوں چیلوں اور ہمراہی فقیروں کو لیکر حضرت کی طرف چلا، اور دل میں خیال کیا کہ اگر فقیر کامل ہے اور میرے دونوں مندرے کان کے اُس کے آگے نکلکر جا پڑیں گے تو میں

سمجھوں گا کہ وہ کامل ہے۔ پس جب روبرو حضرت کے گیا آپنے نور باطن سے اُس کے دل کا حال معلوم فرما کر اُن مندروں کو دیکھا' اسی وقت مُندرے خود بخود اُس کے کانوں سے نکلکر حضرت کے روبرو آپڑے' پھر اس کے دل میں خطرہ گذرا کہ اگر یہ شاخیں پیدا کر لاویں تو جانوں حضرت کو بھی اُس کے خطرہ سے آگاہی ہوئی اور دست مبارک سے دونوں مندرے اُٹھا کر مٹی میں ڈالے وہ اُسی وقت اُگ آئے یہ کرامت دیکھکر وہ اعتقاد لایا' اور عرض پرداز ہوا کہ ایک دلیل اور باقی ہے' آپنے ارشاد فرمایا وہ کیا' اُس نے کہا میں غایب ہوتا ہوں' اگر آپنے مجھکو ڈھونڈھ لیا تو میں بیشک آپ کا چیلہ ہوں گا' یہ کہکر وہ دراز ہوا اور اپنی چادر اوڑھی پڑتے ہی روح اُس کی قالب سے پرواز کر کے عالم بالا پر پہنچی' جسم اُس کا مثل مردہ کے ہوگیا' حضرت نے سر مراقبہ میں جھکایا اُس کی روح عالم ملکوت سے گذر چکی تھی کہ روح مبارک نے اُس کو گھیرا اور آواز دی کہ باش آگے تیرا گذر نہ ہوگا' یہ مقام اہل ایمان کے واسطے ہے' یہاں تک بھی تیرا گذر اس سبب سے ہوا کہ تیرے دل میں عظمت اور محبت اسلام کی تھی' یہ فرماتے ہی روح اُسکی واپس ہوئی اور اپنے قالب میں آئی وہ اُٹھ بیٹھا' حضرت نے مراقبہ سے سر اُٹھایا وہ قدموں پر گر پڑا اور مع اپنے چیلوں کے صدق دل سے مسلمان ہوا اور حضرت سے بیعت کی چند حضور کی خدمت میں رہ کر علم الٰہی کی تکمیل کی' بعدہ حضرت نے اُس کو شاہ ولایت ملک سیوستان کا فرما کر معہ اُس کے چیلوں کے اس طرف رخصت فرمایا' وہ جوگی اور سب اُس کے چیلے اولیا ہوئے۔ صاحب سیر السالکین اور سیر الاقطاب اور دو طرح پر نقل کیا ہے' دونو نقول قریب قریب ہیں۔ صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں کہ مینے وہ درخت بچشم خود دیکھے ہیں کہ موجود تھے' پتے اُن کے نہایت سرخ رنگ خوشنما تھے کہ اُن درختوں کو وہاں کے لوگ کسنبھ کہتے تھے اور قریب آبادی کے زیارتگاہ ہیں۔ یہ ذکر سنہ [illegible]ھ کا ہے کہ شاہ اکرم جامع اقتباس الانوار اس شہر میں پیش امام تھے' اور بہت روز وہاں رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت نوشہرہ میں تشریف فرما ہوئے' ایک روز مسواک کر کے چوب مسواک کو زمین میں استادہ کیا' اُسی وقت اُس میں نشو و نما ہوا یعنی جال کا درخت ہوا' بعد چند روز کے جب حضرت وہاں سے چلے تو دیکھا کہ وہ درخت پیچھے آتا ہے' فرمایا کہ باش دریں جا باش' جب وہ نہ رُکا پھر فرمایا باش دریں جا باش' غرض تین بار ایسا ہی فرمایا' جب وہ نہ رکا غصہ ہو کر اُسکی شاخیں پکڑ کر زمین پر دے مارا اور فرمایا کہ باش دریں جا باش وہ اُسی جگہ سرسبز ہے' مینے دیکھا ہے اور زیارت گاہ عام ہے۔ نقل ہو کہ ایک روز حضرت تشریف فرماتے جسم مبارک میں کچھ تکسیر تھا' عصا ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوئے' چند قدم چلے تھے کہ عصا دست مبارک سے گرا در آثار تفکر اور حیرت

ظاہر ہوئے حضرت سلطان المشائخ سے عرض کی کہ مخدوم معلوم نہیں اس وقت حیرت اور تفکر کس سبب سے ہے فرمایا کہ جب مینے عصا پر تکیہ کیا عتاب الٰہی ہوئے کہ کس واسطے سوائے ہمارے دوسرے پر تو نے تکیہ کیا، اس وجہ سے مینے عصا ڈال دیا اور پشیمان ہوا۔ سیر السالکین سے روایت ہے کہ آپکے عہد میں درویشان کوہ قاف میں باہم اختلاف پیدا ہوا، بعض کہتے تھے کہ جہاں میں قطب اکبر ہے بعض کہتے تھے نہیں ہے، کس واسطے کہ اگر ہوتا کوہ قاف میں کبھی تو آتا، آخر یہ امر طے ہوا کہ دو شخص فلاں فلاں جو کامل اور شیخ مانے جاتے ہیں تلاش میں جاویں۔ جب قرار پاچکا اُن دونوں معتبروں کو روانہ کیا یہ تمام عالم میں پھرے، جہاں جس کامل کو سُنا وہاں گئے، اُس سے ملے مگر صفات قطب کبریٰ نہ پائیں، صفات قطبیت کبریٰ اور دیگر صفات مقامات فقر اللہ نے چاہا تو دوسرے رسالہ میں تحریر ہونگی۔ الغرض یہ دونوں بزرگ تفحص کناں وارد ہندوستان ہوئے، اور حضرت گنجشکر کی کرامات اور ریاضت وعبادت کا شہرہ سن کر وارد اجودھن ہوئے، آپ سے ملاقات کی، آثار قطبیت کبریٰ کے تو پائے حالات باطنی کو نہ پاسکے، اور حضرت کی خدمت میں رہنا سعادت سمجھا، جب اُن کو بہت دن لگے دو شخص اور آئے وہ بھی رہ گئے پھر دو اور آگئے وہ بھی رہ گئے، اسی طرح کل درویشان وہاں کے آئے اور آپ کی خدمت میں رہنے لگے، جب حضرت نے دیکھا کہ وہ مقام اولیا ہے خالی ہے اس وقت اُن سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے مقام کو خالی نہ چھوڑو وہیں چلے جاؤ، اور مقام قطبیت کبریٰ اُن کو معاینہ کرادے، وہ درویش اپنے جرایم ونایم عفو کراکے بامراد اپنے وطن کو گئے، بعد اُس کے ایکبار شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی اور حضرت عالم طیر میں تھے، سیر کناں کوہ قاف ہوئے، ایک مسجد دلکشا دیکھکر وہاں قیام کیا، وہاں کے کل درویش واسطے پابوسی حضرت باباصاحب کے حاضر ہوئے اور خدمات بجالائے ایک روز واسطے وعظ کے عرض کی، آپنے تفسیر قرآن مجید بیان کی، جس کے سننے سے تمام خلائق محظوظ ہوئی اُس وقت سب سے حجاب اُٹھ گیا تھا، ایک حالت طاری تھی، بعد اُس کے جب دنیا داروں نے بہت ستانا شروع کیا، دونوں بزرگوار دونے واپس ہندوستان کو مراجعت کی۔ حضرت **شیخ محمد غوث** **گوالیری قدس سرہ** نے اوراد غوثیہ اور دیگر مکاشفات اپنے میں تحریر کیا ہے کہ ایک شب میں حاضر وقت تھا، یکایک ایک آواز آئی کہ تیری حضوری اور معموری کا وقت ہے، آجب مینے سر نکالا دیکھا کہ دریائے عظیم ہے اور تمام عالم اُس دریا کو دیکھ رہا ہے، اور ایک تخت مرصع بلند بالا دریا پر رکھا گیا اور آگے اُس تخت کے ایک صورت جمال ایک صورت جلال متجلی ہوئی، اور ایک مرد باوقار اُس تخت پر جلوہ افروز ہے، اور تمام

خلق اُس دریا میں آگئی ہے، وہاں سے جا نہیں سکتی، مگر چند شخص کہ جن کو میں پہچانتا ہوں نصف راہ وہ طے کر چکے تھے کہ مینے اُن سے سبقت کی، اور قریب اُس تخت کے پہنچا، وہ محافظ تھے، وہ آگے جانے کو مانع ہوئے کہ یوں نہ جاؤ اور اپنا پیراہن مجھکو عطا کیا اور دو طبق انوار فیض جمال سے اور تین طبق فیض جلال سے میرے سر پر ڈلائے، جب مینے زیادہ طلب کئے کہا کہ اتنا ہی تیرے نصیب میں ہی، پھر مینے التماس کیا کہ آپ کا نام کیا ہے، فرمایا کہ فریدالدین گنجشکر کہتے ہیں، بس مینے قدم اُن کے لئے اور پھر عرض کی کہ یہ کیا جگہ ہے، فرمایا کہ دریائے ہستی ہے اور یہ تخت رب العالمین ہے، جو ولی اور نبی کہ اُس مقام پر پہنچا ہی نعمتہائے جلال وجمال سے فیضیاب ہوتا ہے، پھر مینے عرض کیا کہ حضرت تنہا اس جگہ کے محافظ ہیں۔ فرمایا چار شخص ایک خواجہ بایزید بسطامی، دوسرے خواجہ جنید بغدادی، تیسرے خواجہ ذوالنون بصری، چوتھا یہ فقیر، پھر مینے عرض کیا کہ آپ صاحبوں کی پیدائش بعد رسول مقبول علیہ السلام کے ہے پہلے کس طرح حفاظت ہوتی ہوگی۔ فرمایا حقیقت ہمارے مرتبہ سے تعلق رکھتی ہے، پہلے ظہور بدن سے اور بعد ظہور سے اس جسم عنصری کو کچھہ دخل نہیں۔ پس وقعت حضرت گنجشکر کی اس جگہ سے معلوم کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا مرتبہ عنایت فرمایا۔ سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ جب حضرت غوث بہاؤ الدین کی رحلت ہوئی تو بابا صاحب واسطے تعزیت کے ملتان میں تشریف لے گئے۔ شیخ صدرالدین پسر و جانشین شیخ نے آپکا آنا غنیمت اور سعادت دارین جانا، بعد دو روز کے اظہار کیا کہ ایک تو قریب روضہ کے ایک چاہ ہے اُس کا رہٹ ہر وقت آپ ہی پھرتا ہے بیلوں کا کچھہ کام نہیں، تمام مویشی پانی پیتے ہیں، دوسرا امر یہ ہے کہ قبر مبارک سے ہاتھ باہر آتا ہے، لکھوکھا آدمی جمع ہوتے ہیں اور اس امر سے حیران رہتے ہیں۔ حضرت نے مراقبہ فرمایا سر اُٹھا کر کہا کہ مجھکو کل حال روح پاک شیخ سے معلوم ہوگیا۔ شیخ نے چاہ پر ایک دیو متعین کر دیا تھا کہ وہ رہٹ کو پھرایا کرے، اور خادم سے فرمایا کہ اُس چاہ پر جا اور کہدے کہ اگر اے پھرانے والے رہٹ کے اگر حکم خدا سے پھراتا ہے تو مباح ہے ورنہ یہاں سے چلا جا۔ اُسی وقت ایک سخت آواز ہوئی اور رہٹ پھرنا موقوف ہوا، خادم نے حاضر ہوکر کل حال عرض کیا، آپنے فرمایا کہ اب کبھی آپ سے نہ پھریگا، بعد اُس کے آپ مع صاحب سجادہ روضہ پر آئے، وہ ہاتھ بدستور قبر میں سے نکلا، حضرت نے پانی کا آفتابہ اپنے خادم سے طلب کیا جو چلتے وقت اُس کے حوالہ کیا تھا، اور قدرے پانی اپنے ہاتھ میں لیکر دست برآمدہ قبر پر ڈالا، وہ ہاتھ اندر گیا، پھر باہر آیا، پھر آپنے چند قطرہ اُس ہاتھ پر ڈال دیئے وہ پھر اندر ہوگیا

تیسری بار پھر نکلا، آپ نے پھر تھوڑا پانی دیا وہ ہاتھ پھر اندر ہوگیا۔ بابا صاحبؒ نے ارشاد کیا کہ جب شیخ کو غسل میّت دیا ہے تو ناف آپ کی خشک رہ گئی تھی، اسی واسطے ہاتھ بطلب آب باہر آتا تھا اب وہ مدعا پورا ہوا اب کبھی ہاتھ باہر نہ آویگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نقل ہے کہ ایک بار شیخ بہاؤالدین ذکریا نے شیخ جمال ہانسوی کو طلب کیا کہ تھوڑے دن میرے پاس رہیگا۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ برادر اپنا جمال بھی کوئی کسی کو دیتا ہے، شیخ بہاؤالدین اُس وقت چپ ہو رہے، لیکن شیخ جمال کے دل کو اپنی طرف کشید کیا، اُسی وقت شیخ جمال نے باباصاحبؒ سے عرض کیا کہ اگر حضور کی مرضی ہو تو تھوڑے دن شیخ بہاؤالدین کے پاس گذار دوں۔ حضرت نے جواب دیا، پھر اُنہوں نے بعد چند روز کے عرض کی پھر جواب دیا، پھر شیخ جمال نے تیسری بار عرض کیا حضرت کو ناگوار گذرا، خفا ہوکر فرمایا کہ تجھکو اپنا اختیار ہے، جا، مگر کرامت اور نعمت اُن کی صلب ہوئیں وہاں سے نکلکر جنگلوں میں پریشان پھرنے لگے، اور تمام بدن میں زخم ہوکر متقیح ہوگئے، حضرت نے کل اہل خانقاہ کو حکم دیدیا کہ کوئی کبھی ہمارے روبرو شیخ جمال کا ذکر نہ کرے، اور شیخ جمال کے چہرہ کا رنگ ایسا متغیر ہوگیا تھا کہ کوئی شناخت بھی نہ کرسکتا تھا۔ بعد ایک مدت کے عالم نام سوداگر جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے اور حضرت کا مرید بھی تھا ایک جنگل میں شیخ جمال سے ملا۔ اُن کی یہ حالت پریشان دیکھکر پوچھا کہ شیخ کیا حال ہوگیا، شیخ جمال روئے اور اپنی سرگذشت بیان کی اس سوداگر کو ان کے حال پر رحم آیا، اور کہا کہ تسلّی رکھو، شیخ کی خدمت میں پہنچکر تمہاری حقیقت عرض کردونگا۔ جب عالم سوداگر خدمت حضور میں حاضر ہوا، شیخ جمال کی کیفیت عرض کی سفارش کی کہ اُس کو طلب فرمائیے۔ شیخ جمال کی کیفیت سن کر حضرت کو بھی رحم آیا، اور فرمایا کہ اے عالم یہ رباعی اُس کو لکھ بھیج، اُس نے بموجب حکم والا کے وہ رباعی تحریر کرکے ایک فقیر کے ہاتھ شیخ جمال کے پاس روانہ کی، وہ یہ ہے۔ رباعی

روگرد جہاں بگرد پا آبلہ کن گر ہیچ منی یابی بارا سبے کن
یک صبح باخلاص بیا بر در ما گر کار تو نساید آنگہ گلہ کن

شیخ جمال بمجرد دیکھنے اس رباعی کے خوش ہوئے، اور جلدی سے خدمت پیر مرشد میں حاضر ہوئے زمین خدمت کی چومی اور بہت روئے۔ حضرت نے اُن پر بہت مہربانی فرمائی اور فرمایا کہ میرا جمال قطب عالم ہے، اُس روز سے مخاطب بہ قطب ہوئے، اُسی وقت وہ ہیئت اصلی پر آگئے اور نعمت صلب شدہ اور دیگر نعمتہائے عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔ نقل ہے کہ حضرت ملک مالوہ میں مسافر تھے

ایک روز زیر درخت بڑ کہ بر سر تالاب قصبہ بڑودہ علاقہ منجوس میں ہے تشریف فرما تھے کہ تیز و تند آندھی آئی، بہت سے درخت گر گئے، اور اُس درخت کی بھی ایک شاخ کہ سر مبارک پر تھی ٹوٹی اور ٹہنی سے جدا ہوئی، جب اُس کے ٹوٹنے کی آواز آپکے کان میں پہنچی سر اُٹھا کر اُس کو دیکھا وہ اُسی جگہ قایم ہوگئی، باوجودیکہ ٹہنی سے جدا ہو چکی تھی، اور پھر بھی سرسبز اور شاداب رہی۔

نقل ہے کہ چھوٹے مہینے آپکے واسطے طبقہ زہریہ سے ایک مشک پر آب آتی تھی، آخر سلطان ناصرالدین نے اس مشک کو اجودہن سے منگا کر اُس کے تعویذ بنا کر اپنے اہل وعیال کے گلے میں ڈالے۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ باباصاحب کو ایک روز حالت پیدا ہوئی بہت دیر بیہوش رہے، جب ہوشیار ہوئے یاروں کی طرف دیکھکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جو تیرے مرید اور مریدوں کے مرید ہیں، جو تیرے سلسلہ میں ملیں گے اُن پر آتش دوزخ حرام کی تمام یار سُننے سے اس خبر کے خوش ہوگئے اور شکر حق بجالائے، کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے باباصاحب سے فرمایا کہ اے فرید تجھکو خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مریدوں اور مریدوں کے مریدوں اور جو تیرے سلسلہ میں پہنچیں گے اُن سب پر آگ دوزخ کی حرام کی، مگر وہ جو تیرے پیر ہوں گے کس واسطے کہ مرید وہی ہے جو پیر کے قدم بقدم ہو، صاحب مراۃ الاسرار سے نقل ہو کہ باباصاحب اور شیخ بہاؤالدین ذکریا میں کمال دوستی تھی، مثل برادر حقیقی کے، اگر بعض مفسد باباصاحب کی خدمت میں شیخ کی شکایت کرتے، اُن کی خدمت میں اُن کی شکایتیں کرتے اُس کے دفعیہ کے واسطے شیخ بہاؤالدین لکھتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں عشق بازی ہے دوسرے کی گنجائش نہیں، اس کے جواب میں باباصاحب لکھتے ہیں کہ ہم میں تم میں عشق ہے بازی نہیں، حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ باباصاحب کو انطار کم تھا، خواہ کیسی ہی حالت ہوتی، اور شیخ بہاؤالدین کو صوم کم اور طاعت عبادات زیادہ۔ چنانچہ دو رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ صاحب سیر السالکین ناقل ہیں کہ ایک روز حسن قوال حضرت کی خدمت میں آیا، اور عرض کی شیخ بہاؤالدین کی بہت تعریف سُنی ہے، جی چاہتا ہے اُن کو جا کر دیکھوں۔ حضرت نے فرمایا جا مگر بے ادبی نہ کرنا، الغرض حسن ملتان پہنچکر دروازہ خانقاہ شیخ بہاؤالدین پر حاضر ہوا، خدام شیخ نے اسکے آنے کی خبر گذارش کی، حکم ہوا کہ آنے دو، جب یہ قریب گیا، دیکھا کہ مکان عالیشان ہے اور ہر طرح آراستہ ہے جس میں قاقم اور دیبا کا فرش ہے، اس پر ایک پلنگ جڑاؤ بچھا ہوا ہے، اس پر مخمل رومی

تکیہ وغیرہ آراستہ ہیں اور شیخ بہاؤ الدین اُس پر بیٹھے ہیں، یہ تکلف دیکھ کر اس کے دل میں خیال گزرا کہ یہ کیا شیخی ہے کہ کل سامان عیش دنیا کے موجود ہیں، فقیری گنج شکر کے گھر ہے کہ جہاں سوائے ایک بوریے کے دوسرا نہیں، شیخ نور باطن سے دریافت کر گئے، اور فرمایا کہ او بے ادب بھائی فرید الدین نے تجھے کہدیا تھا کہ بے ادبی نکرنا تو نے نہ مانا، اور شیخ کو غصہ آیا اور چاہا کہ اُس کو اُٹھا کر پھینک دیں دست بابا صاحب درمیان میں آ گیا، شیخ پھر درگذر کر گئے، دوسری بار پھر چاہا کہ اس کو سزا دیں، پھر وہی ہاتھ آڑے آ گیا، تیسری بار پھر اس کو زک دینی چاہی، پھر وہ ہاتھ درمیان میں آیا، اور اُس ہاتھ نے کہا کہ لے حسن اس ہاتھ کو پہچانا ہے، حسن نے کہا کہ قربان اس ہاتھ کے کہ اگر یہ ہاتھ نہ ہوتا تو میں زندہ نہ رہتا، لکھا ہے کہ ایک روز یہی حسن قوال حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری لڑکی کی شادی ہے کچھ عنایت کیجئے، باباصاحب نے فرمایا کہ میرے پاس کیا ہے جو دوں، تو خوب جانتا ہے، اس قوال نے کہا کہ اگر کچھ نہیں ہے تو کہدو کہ یہ اینٹ اُٹھالے، تھوڑی دیر تو آپ ساکن رہے، بعدہ فرمایا کہ اُٹھالے، اُس نے جو اُس اینٹ کو ہاتھ لگایا سونے کی ہو گئی، یہ خوش ہوا اور پھر عرض کیا کہ حکم دیجئے تاکہ دوسری خشت بھی اُٹھاؤں، آپ نے فرمایا کہ یہی کافی ہے، جب اس نے اصرار کیا فرمایا کہ اس کو تو اُٹھالے مگر پھر نہ اُٹھانا، اُس نے منظور کیا۔ وہ اینٹ بھی اُس کے ہاتھ لگاتے ہی زر ہو گئی، پھر اُس نے عرض کی کہ تیسری کی بھی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا کہ تجھکو کہدیا کہ اب کچھ نہ کہنا اور پھر تو کہتا ہے قوال نے کہا ذرا سے کہدینے میں تمہارا کیا ہرج ہوتا ہے، آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ خیر ایک اور اُٹھالے، اُٹھاتے ہی وہ بھی سونے کی ہو گئی۔ وہ قوال بخوشی تینوں خشت زر لیکر مکان پر آیا، اور بڑی دھوم دھام سے اپنی دختر کی شادی کی اور اپنی کل برادری سے حضرت کی یہ کرامت بیان کی۔ نقل ہے کہ ایک رند خدمت باباصاحب میں آیا آپ ریش مبارک میں کنگھا کر رہے تھے، اُس نے کہا کہ یہ کنگھا مجھکو دے، آپ نے فرمایا کہ مستعمل ہے، اُس نے کہا یہی دے، ورنہ میں لیساؤں گا، اور تجھکو برکت ہوگی، آپ نے فرمایا تجھکو اور تیری برکت کو دریا میں ڈالا، وہ رند خانقاہ سے باہر آیا اور تالاب میں غسل کرنے کو گھسا، اُسی روز ڈوب کر مر گیا صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین پسر حضرت نے روبرو آپ کے آکر شکایت کی کہ قاضی اجودھن نے مجھکو اور میرے مریدوں کو بہت برا بھلا کہا، اور ایسے کلمات ناشائستہ کہے کہ جن سے بہت ہی بعزتی ہوئی، حضرت نے یہ سُن کر عصا اپنا اُٹھا کر زمین پر مارا، اُسی وقت قاضی کے شکم میں درد اُٹھا

اُس نے بیقرار ہو کر کہا کہ مجھکو جلد بابا صاحب کی خدمت میں لیجلو تاکہ میں اپنی خطا معاف کراؤں اُس کے احباب اُس کو اُٹھا کر لے چلے، راستہ ہی میں وہ مرگیا۔ صاحب سیر الشائخ نقل کرتے ہیں کہ ایک جوان خوبرو دہلی سے بارادت بعیت اجودہن کو چلا۔ ایک بازاری عورت فاحشہ کہ صاحب جمال تھی راستہ میں ملی، شام کو سرائے میں دونو کا ایک جگہ مقام ہوا، اس کوٹھڑی میں سوائے ان کے تیسرا نہ تھا اُس عورت نے چاہا کہ اس مرد کو اپنے قبضہ میں لیجے اور ہم صحبت ہو جئے، قریب تھا کہ یہ مرد آلودہ بہ گناہ ہو اُسی وقت ایک مرد اُس جگہ پیدا ہوا اور ایک طمانچہ اس جوان کے منہ پر مارا اور کہا کہ اے بے ادب واسطے ارادت شیخ کے جاتا ہے اور راستہ میں بدکاری کرتا ہے، یہ کہکر غایب، یہ جوان استغفار پڑھتا ہوا وہاں سے نکلا، اور بعد چند روز کے خدمت شیخ میں پہنچا، پہلی بات شیخ نے یہ فرمائی کہ الحمد للہ والمنۃ کہ راستہ میں تو نے مکر عورت فاحشہ سے نجات پائی۔ سبحان اللہ کیا ولایت کیا رتبہ عالی تہا۔ صاحب خزینۃ الاصفیا سیر الاقطاب سے ناقل ہیں کہ بادشاہ دہلی نے فوج کو واسطے تاراجی قصبہ دیبال پور کہ اہل قصبہ مسلمان نہ ہوتے تھے روانہ کیا۔ جب یہ فوج پہنچی اُنہوں نے بعضوں کو قتل کیا، بعضوں کو قید کیا، ایک مسلمان تیلی کی بھی عورت گرفتار ہوئی۔ اس کا خاوند حضرت باباصاحب کی خدمت میں آیا، اور بصد زاری عرض کیا کہ میری عورت بھی مبتلائے بلا ہوئی، لشکری اُس کو پکڑ کر لے گئے، حضرت نے اُس پر مہربان ہو کر فرمایا کہ تسلی رکھ تین روز تو میرے پاس رہ اللہ قادر ہے، تیری منکوحہ تجھکو مل جاویگی۔ قدرت خدا سے اُسی روز ایک منشی سرکاری قید ہوا اور وار د اجودہن ہو کر واسطے دعا، خلاصی اور بہبودگی اپنی کے حضور کی خدمت میں آیا، حضرت نے فرمایا کہ اگر تو خلاص ہو جائے تو فقیروں کی کیا مدد کریگا، اُس نے عرض کیا کل مال و متاع فرمایا تیرے مال سے کچھ غرض نہیں، مگر تجھکو جو خلعت ملے وہ اس تیلی کو دیدینا، اس نے قبول کیا، اُسی وقت اُس کی بحالی کا حکم آیا، وہ اس تیلی کو ہمراہ لیکر خدمت حاکم دیبال پور میں حاضر ہوا اُس نے اُس کو خلعت سرفرازی دیا، اس میں ایک اسپ و کنیزک خوبرو تھی اور پھر اُس کو اُس کے کام پر بحال کیا اُس منشی نے وہ سامان اُس تیلی کے حوالہ کیا، اُس عورت نے جب اپنے شوہر تیلی کو پہچانا منھ کھولدیا اور دونوں شکر پروردگار بجالائے، اور اپنا کل مال و متاع خیرات کرکے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ترک دنیا کی اور عبادت حق میں مشغول ہوئے۔ نقل ہے کہ ایک حاکم دیبال پور کو باز کے شکار کا بہت شوق تھا، اُس کا ایک بہت پیارا باز تھا، وہ ایک بازدار کے سپرد تھا، اور یہ حکم تھا کہ بے حکم

ہمارے اس کو شکار پر نہ چھوڑنا' اتفاقاً وہ بازدار حسب منشا اپنے دوستوں کے جنگل میں آیا' اور اُن دوستوں کے اصرار سے اُس باز کو شکار پر چھوڑا' جب شکار باز کے ہاتھ نہ لگا' باز آسمان پر ہوا ہوا اور نظر سے غایب ہوگیا' تب تو یہ بازدار گھبراگیا' ناچار فقیر ہی کا گھر سوجھا' بعقیدہ تمام خدمت باباصاحب میں آیا اور باز کا کل حال عرض کیا' آپنے فرمایا مت گھبرا خدا خیر کریگا' اُس کو کھانا کھلایا' جب کھانا کھاچکا فرمایا کہ دیکھ تیرا باز وہ اُس دیوار پر بیٹھا ہے' اور جب تک تو نہ جائیگا وہ نہ اُڑیگا' بازدار نے اُس کے قریب جاکر پکڑا اور قدمبوسی کرکے اپنے حاکم کی خدمت میں گیا اور کل ماجرا باز کا عرض کیا' وہ کمال حضرت کا سُن کر خدمت عالی حضرت میں گیا' اور مُرید ہوکر ترک دنیا کی اور تاحیات جاروب کشی آستانہ شریف میں مصروف رہا۔ صاحب خزینۃ الاصفیا ناقل ہیں کہ ایک قطعہ زمین حضرت کا زرخرید تھا' ایک اور شخص نے اُس پر ملکیت کا دعوے کیا' اور وہ مقدمہ اجلاس حاکم دیپال پور میں پیش ہوا' بعد ترتیب مثل دعویٰ مدعی حاکم نے حضرت کو واسطے جوابدہی کے طلب کیا' آپنے جواب میں لکھا کہ اس مقدمہ کا حال اہل قصبہ سے دریافت کرلو' سب جانتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ مقدمہ ایسی بےپروائی سے فیصل نہ ہوگا' خود حاضر ہو یا تمہارا وکیل اور جب تک سند نہ پیش کریگا قابل توجہ نہ ہوگا' حضرت نے رنجیدہ ہوکر فرمایا اُس گردن شکستہ سے کہو کہ ہمارے پاس نہ سند ہے نہ گواہ اگر ہمارے کہنے کا اعتبار ہے تو کافی ہے' ورنہ زمین متنازعہ سے دریافت کرلو کہ تو کس کی ملک ہے' یہ سُن کر حاکم متحیر ہوا اور برائے امتحان موقع پر آیا' اُس وقت خلائق اجودہن اس معاملہ کے دیکھنے سننے کو موقع پر حاضر تھی' بحکم حاکم مدعی نے کہا کہ اے زمین تو کس کی ملک ہے' کچھ جواب نہ ملا' پھر حضرت کے ایک خادم نے باواز بلند کہا کہ اے زمین فریدالدین گنجشکر کا حکم ہے راست بیان کر کہ تو کس کی ملک ہے زمین نے بفصاحت جواب دیا کہ میں خواجہ فریدالدین کی ملک ہوں' مدعی منفعل ہوا' حاکم متحیر واپس پھرا راستہ میں اس کی گھوڑی کا قدم اُلجھا وہ گرا اور وہ حاکم اُس پر سے گردن کے بل گرا کہ منکا اُس کی گردن کا ٹوٹ گیا اور فوت ہوا۔ راحت القلوب سے نقل ہے کہ محمد شاہ ایک شخص یاران حضرت سے تھا آیا' آداب بجالایا مگر مکدر خاطر تھا حضرت نے کدورت کا حال دریافت کیا' اُسنے عرض کیا کہ میرا برادر بیمار ہے اُس کو حالت نزع میں چھوڑ آیا ہوں آپ کی قدمبوسی کو آیا ہوں' شاید اُس کو زندہ نہ پاؤں گا' آپنے فرمایا جا تیرا برادر اچھا ہے اُس کو شفا ہوگئی' جب محمد شاہ مکان پر آیا اپنے بھائی کو تندرست پایا۔ نقل ہے چند درویش بیت المقدس سے آپ کی خدمت میں آئے' اور حضرت کو تیز نظر سے دیکھا' آپ گردن جھکائے بیٹھے رہے' آخر ایک نے کہا کہ یا مخدوم ہمنے

آپ کو بیت المقدس میں جاروب کشی کرتے ہر روز دیکھا ہے، اور آپ نے اپنا نام فریدالدین اجودھنی بتایا تھا۔ فرمایا کہ ہمارے تمہارے درمیان کیا عہد تھا کہ یہ حال کسی سے نہ کہنا، تم نے عہد فراموش کیا۔ سنو! مردان خدا جس جگہ ہیں وہیں کعبہ ہے وہیں بیت المقدس ہے وہیں عرش وہیں کرسی ہے، جو کچھ پیدائش خدا ہے سب اُن کی پیش نظر ہے، اگر اس طرف توجہ ہو جس طرف توجہ کی وہی حال معلوم ہوگیا، اگر یقین نہیں ہے تو آنکھیں بند کرو۔ بعد ایک ساعت کے فرمایا کہ کھول دو اور حلفاً اہل مجلس کے روبرو بیان کرو، اُس فقیر نے بحلف کہا کہ میں نے بچشم باطن معائنہ کیا، اور بعد اُس کے حضرت کا مرید ہو کر کار تکمیل کو پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، اور سیستان کا شاہ ولایت ہوا۔ راحت القلوب سے نقل ہے کہ ایک مرید مسمی شہاب الدین لاہور سے چلکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آداب بجالایا پچاس دینار روبرو حضرت کے رکھے، اور عرض کیا کہ حاکم لاہور نے آداب کورنش عرض کیا ہے، اور نذرانہ پیشکش کیا ہے، آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ شہاب الدین خوب حصہ کیا، برابر کے آدھے آپ رکھے آدھے ہمارے پاس لاکر پیش کئے۔ شہاب الدین خجل ہوا عذر تقصیر چاہا اور توبہ کی، اور باقیماندہ پچاس دینار آگے رکھ دئے حضرت نے فرمایا کہ جدید بیعت کر کہ تیری توبہ ساقط ہوگئی، اس نے پھر دوبارہ بیعت کی، یہانتک کہ خرقہ خلافت عطا ہوا اور بلخ کا شاہ ولایت کیا گیا۔ فوائد شریف سے نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں ایک روز خدمت شیخ میں حاضر تھا کہ موئے مبارک ریش حضرت سے جدا ہوا اور آپ کی بغل کی طرف پڑا میں نے عرض کیا کہ ایک بال ریش مبارک سے جدا ہوا ہے، اگر حکم ہو تو اس کو لیکر بعزت تمام تعویذ بنا کر حرز جان کروں فرمایا کہ لیلے، میں نے اُس کو لیکر تعویذ بنایا، جب بعد چند روز کے پھر دہلی میں آیا جو مریض طلب تعویذ میں میرے پاس آتا میں اُسے موئے مبارک کے تعویذ دیتا، اُس کو شفا ہوتی ایک روز پسر تاج الدین ملتانی بیمار تھے اور تاج الدین کہ میرا دوست تھا بطلب تعویذ موئے مبارک کو آیا، میں اُس کو ایک طاق میں دھر کر بھول گیا، ہر چند تلاش کیا نہ ملا آخر وہ پسر فوت ہوا، بعد چند روز کے ایک اور شخص آیا وہ بھی میرا دوست تھا، اس نے بھی تعویذ موئے مبارک طلب کیا، یکایک میری نظر اُس تعویذ پر جا پڑی، طاق میں سے اُٹھا کر اُس کو دیا، وہ جس کے واسطے لے گیا تھا اُس کو شفا ہوئی، اب میں نے معلوم کیا کہ حیات پسر تاج الدین کی باقی نہ تھی، اس وجہ سے وہ تعویذ میری نظر سے پوشیدہ ہوگیا تھا۔

نیز حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے یعنی سلطان الاولیا فرماتے ہیں کہ محمد نام ایک شخص میرا ہمسایہ تھا، اُس کو ہمیشہ نادار کا عارضہ لاحق رہتا تھا، جب میرا ارادہ واسطے زیارت شیخ اجودھن کا ہوا اُس نے

معلوم کرکے مجھ سے بمنت کہا کہ جب تم شیخ کی خدمت میں پہنچو میری شفا کے واسطے عرض کرنا جب میں حاضر ہوا اُس کا بھی پیام عرض کیا اور تعویذ چاہا، فرمایا کہ لکھو اللہ کافی اللہ شافی اللہ معافی میں نے تحریر کرکے پیش کیا اُس کو معائنہ فرما کر ارشاد کیا کہ اُس کو دیدینا، جب میں واپس دہلی میں آیا وہ تعویذ اُس کو دیا۔ برکت اس تعویذ سے پھر کبھی تاحیات اس کی نارو نہ ہوا۔ نقل ہے کہ ایک بار سات درویش حضرت کی خانقاہ میں آئے اور بیان کیا کہ تمام عالم میں پھرے فقیر نہیں دیکھا مگر چند مدعی دیکھے، آپ نے فرمایا بیٹھو ہم تم کو فقیری دکھادیں گے انہوں نے اس بات کی طرف کچھہ توجہ نہ کی اور وہاں سے چل دیئے، آپنے فرمایا فقیری دیکھو گے وہ درویش جب اجودہن سے باہر ہوئے باد سموم یعنی لُو لگنے سے مرگئے۔ سیر الاولیاے نقل ہے کہ سلطان ناصر الدین خلف شمس الدین التمش نے اوچ اور ملتان کی طرف لشکر کشی کی اور واسطے قدمبوسی حضرت گنجشکر کے اجودہن میں آیا، بعد ملازمت کے چار سندیں موضع کی اور کچھہ زر نقد بدست سلطان غیاث الدین بلبن کے کہ اُس زمانہ میں امرائے سلطانی سے تھا شیخ کی خدمت میں پیشکش کیا۔ حضرت نے نقد تو فقیروں کو تقسیم کردیا اور معافی جاگیر قبول نہ فرمائی، اور کہا کہ اس کے بہت طالب ہیں اُن کو دو ؎ شاہ مارا دیہہ و ہد منت نہد: رازق مارزق بے منت دہد: اس وقت غیاث الدین کے دل میں آیا کہ سلطان ناصر الدین لاولد ہے۔ اگر حضرت کی توجہ ہو تو بادشاہی مجھکو مل جاوے۔ حضرت نور باطن سے معلوم فرما کر یہ دو بیت زبان مبارک پر لائے۔ بیت

فریدوں فرخ فرشتہ نبود ز عود و عنبر سرشتہ نبود
ز داد و دہش یافتہ او نیکوئی تو داد و دہش کن فریدوں توئی

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت گنجشکر ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، چند دانہ مویز ایک پیالہ پانی میں تر کرکے اُن کا آب زلال نوش فرماتے، اور نصف شربت حاضرین کو تقسیم کرتے، سحری کے وقت دو نان آتیں، اُن میں سے قدرے نوش کرتے باقی تقسیم فرماتے اور بعد افطار روزہ کے ہر قسم کا کھانا حاضرین کو کھلاتے، آپ اُس میں ہاتھ کم ڈالتے، نیز حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ کچھہ درویش صاحب دہلی آئے، جامع مسجد میں ٹھہرے بھوکے تھے، حضرت بابا صاحب نے دانائی سے معلوم کیا، اور گھر میں گئے وہاں سوائے قدرے جوار کے اور کچھہ موجود نہ تھا، اُس جوار کو آپ نے پیسا اور روٹیاں پکا کر درویشوں کے پاس لائے، اُن درویشوں نے کہا تمہارے گھر میں سوائے اس جوار کے اور کچھہ نہ تھا تم نے کس طرح پیسا

اور پکایا ہم دیکھ رہے تھے اب کیا چاہتے ہو کہو، الغرض جو مطلب حضرت کا تھا وہ اُن درویشوں کی مدد دُعا سے پورا ہوا، ہمیشہ آپ کے یہاں تنگی رہتی تھی، مگر جو درویش آتا تھا خالی نہ جاتا تھا، کس واسطے کہ فقرا کا قاعدہ ہے کہ خدمت فقرا سے ہرگز دریغ نہیں کرتے، بلکہ سعادت جانتے ہیں پس یہی قاعدہ حضرت شاہ غلام فرید کا تھا حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے کہ میں اجودھن سے آکر دہلی میں مقیم ہوا اور وہ کمبل کہ جو شیخ نے مرحمت فرمایا تھا اُس کو اوڑھے رہتا تھا، ایک بار جامع مسجد میں گیا، شیخ شرف الدین قبائی نے مجھکو طلب کیا اور احوال مجھ سے دریافت کیا میں نے اپنی مریدی اور عطائے خرقہ کی کیفیت اُن سے بیان کی، یہ سنتے ہی حضرت گنجشکر کی شان میں کلمات نامناسب کہے جو مجھکو ناگوار گذرے، اور مجھکو بھی بُرا کہا، باوجودیکہ میں جواب رکھتا تھا، مگر اُن کی برداشت کی جب پھر خدمت شیخ میں بمقام اجودھن پہنچا اُس ماجرے کو عرض کیا، حضرت لمبے ہائے کرکے روئے اور میری بردباری پر آفریں کی، اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ شرف الدین گیا۔ پس جب میں پھر دہلی میں آیا شرف الدین مرچکا تھا۔ نیز روایت ہے کہ شیخ یوسف ہانسوی کہ حضرت کے یاران سابق سے تھے اوچ سے آئے۔ حضرت نے پوچھا کہ یوسف اس سفر میں کیا دیکھا ہے، اُس نے عرض کی کہ فلاں فلاں جگہ فلاں درویش فلاں جگہ فلاں فلاں کاملین کو دیکھا ہے، ایسے عابد ایسے زاہد تھے، یہ سُن کر حضرت نے وضو کیا اور اُٹھے اور ہوا پر پرواز کی، جب تھوڑی دیر بعد تشریف لائے یوسف نے عرض کی کہ کہاں تشریف لے گئے تھے فرمایا کہ یوسف تیرے بیان سے مجھکو اُن مشائخ کے دیکھنے کا شوق ہوا اُن کو دیکھنے گیا تھا۔ صاحب مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ ایک روز شیخ صدرالدین بن شیخ بہاؤالدین ذکریا نے پدر بزرگوار اپنے سے عرض کیا کہ شاہ گردیز کے مزار سے ہاتھ باہر آتا ہے، اور بیعت کرتا ہے، مگر آپ کے فرزندان کی طرف اتنی رجوع نہیں ہے، جتنی اُس ہاتھ کی طرف ہے آپ نے چندے تغافل فرماکر کہا کہ بابا اس خیال میں تم پڑو، جب مصر ہوئے تو ناچار فرمایا کہ مرقد پاک شاہ گردیز میں خود جاکر التماس کرکہ آپ کے کمالات میں کسی کو شک نہیں، ولیکن رعایت اپنے جد کی شریعت کی لازم ہے شیخ صدرالدین مزار پر گئے اور پیام پدر عرض کیا اُس روز سے وہ ہاتھ نکلنا اور بیعت کرنا بند ہوا، مزار شاہ گردیز کا ملتان میں ہے۔ اس حکایت کا یہاں موقع نہ تھا، مگر بر سبیل تمثیل تحریر کی۔ مگر اب چند کلمات طیبات بابا صاحب ملفوظات حضرت سے تبرکاً تحریر ہوتے ہیں، یعنی حضرت گنجشکر نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے

معاملہ درست رکھنا چاہیئے، جو وہ دیتا ہے اُس کو کوئی نہیں لے سکتا، جب وہ لیتا ہے کوئی نہیں دلاسکتا، نہ وہاں سفارش چلتی ہے نہ رشوت کام دیتی ہے۔ کلمہ دوم درویش کو چاہیئے کہ آرائش ظاہری میں نہ کوشش کرے واسطے دنیاوی عزت کے اپنے روبرو خدا کو بیقدر نہ کرے، حرمت خاندان نگاہ رکھے، صرف طلب حق میں مشغول رہے۔ کلمہ سویم جو سایل دروازہ پر آوے اُس کو جو موجود ہو دیوے یا موجود نہ ہو نہ دیوے، نرمی سے کہدے کہ اس وقت نہیں ہے اور بُرا بھلا اور سخت کلامی سے پیش نہ آوے چنانچہ اس بارے میں آیتہ کریمہ وارد ہے۔ واما السائلین فلا تنھر۔ یعنی سائل کو مت جھڑک اور اُس سے سخت کلامی مت کرے بُرے بھلے کا کچھ خیال نہ کرے، روٹی دے، اہل کو کسی جگہ نہ بھولے، جو بات کہے سمجھکر کہے، دل کو بازیچہ دیوانہ نکرے۔ کلمہ چہارم بھاگنا اپنے سے اور پہنچنا طرف حق کے عوام سے حذر کرنا، گوشہ اختیار کرنا، کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، کم ملنا، نہ مثل برگ نیب تلخ ہونا، نہ مثل شکر و شیر رہنا، بین بین رہنا۔ کلمہ پنجم۔ دشمن کیسا ہی دوست ہو دوستی میں اُس سے بے ڈر رہنا نہ چاہیئے جیسا کہ نفس شیطان ہے، اور جو ڈرے اُس سے ڈرنا چاہیئے، جیسا کہ سعدی نے کہا ہے ؏ ازاں کس کو تو ترسد بترس اے حکیم۔ کلمہ ششم اپنی توانائی پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے کہ نہ معلوم موت کس وقت آوے، اور اہل اللہ کی صحبت کو غنیمت جانے، اُن کی کتب دیکھے، اور جو شخص تمام جہان کو اپنا دشمن بنانا چاہے تکبر اختیار کرے، جو اپنی حرمت اپنا اعتبار رکھنا چاہے وہ غمازی دروغ گوئی اختیار کرے۔ کلمہ ہفتم درباب سماع یعنی ایک بار اباحت اور حرمت سماع میں کہ اختلاف علماء کا ہے گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ یکے سوخت و خاکستر شد و دیگر ہنوز در اختلاف است، یعنی ایک جلا خاکستر ہوا دوسرا اختلاف میں ہے۔ صاحب سیر الاقطاب فرماتے ہیں کہ حضرت کی تین ازدواج تھیں ایک بی بی ہزیرہ دختر سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی، دوسری بی بی سارہ، تیسری بی بی شکرویہ، دونو خادمہ دختر سلطان کے ہمراہ آئیں تھیں۔ دختر شاہ نے اپنی خوشی سے یہ دونو خادمہ حضور کے تصرف میں دیدی تھیں۔ اور کیفیت اس کی یہ ہے کہ بعد وفات حضرت قطب الاقطاب بابا صاحب چندے دہلی میں رہے ہیں ایک روز سلطان غیاث الدین بلبن واسطے زیارت حضرت کے آیا اور عرض کیا کہ بندہ تو اکثر بار سعادت زیارت سے مشرف ہوا ہے لیکن بیگمات کا باہر گھر کے آنا محال ہے بس اُن کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ حضور نوازش فرماکر میرے گھر قدم رنجہ فرمادیں تو وہ پردہ نشینان بھی قدمبوسی سے مشرف ہوں۔ آپ نے

فرمایا کے ہمارے پیروں نے ہمیشہ امرا کے گھر جانے سے اجتناب کیا ہے، مگر مشیّت ایزدی میں دم نہیں مارا جاتا ہا اگرچہ سنّت پیروں کی ہاتھ سے خالی جاتی ہو مگر حکم خدا اسی طرح ہے بسم اللہ کہکر آپ ہمراہ بادشاہ محلسرا میں داخل ہوئے، دختر سلطان ہنریرہ بانو ڈیوڑھی پر استادہ تھیں کہ نظر حضور کی اُن پر پڑی تا دیر اُن کی طرف دیکھتے رہے، اور سلطان سے پوچھا کہ یہ دختر کس کی ہو۔ سلطان نے عرض کیا کہ آپکے غلام کی دختر ہے حضرت چُپ ہو رہے اور کل اہل محلسرائے نے قدمبوسی کی، اور بزودی باہر تشریف لائے۔ بادشاہ نے اُسی وقت وزیر کو طلب کیا، اور فرمایا کہ حضرت گنجشکر بموجب میری استدعا کے میرے گھر تشریف فرما ہوئے تمام مستورات نے قدمبوسی کی، آپنے کسی کی طرف توجہ نہ فرمائی، سر نیچے کئے چپ رہے، میری دختر کو دیکھکر مجھ سے پوچھا کہ دختر کس کی ہے میںنے کہا میری ہو، کچھ جواب نہ دیا، اور اُسی وقت باہر تشریف لائے معلوم ہوتا ہے کہ میل خاطر اُس کی طرف ہوا ہو تو ابھی حضرت کی خدمت میں جا اور میری طرف سے عرض کر کہ اگر حکم ہو تو میں اپنی دختر کو واسطے خدمت عالی کے حاضر کروں، وزیر نے جاکر پیام سلطان ادا کیا، حضرت نے وزیر سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہرگز یہ نہ تھا کہ میں اپنے کو آلودہ کروں، مگر حکم خدا بہم اسی طرح ہوا کہ فرید میرے حبیب کی سنت ادا کر اعبار قبول کیا، مگر میں حیران ہوں کہ کیونکر یہ حکم ہوا، میں جس وقت محل میں داخل ہوا اور حق کی طرف متوجہ ہوا اُسی وقت حکم ہوا فرید سر اونچا کر، جب میں نے سر اونچا کیا نگاہ دختر پر پڑی۔ اُسی وقت حکم ہوا کہ اس دختر سے نکاح ہوگا اس واسطے قبول کرتا ہوں، وزیر یہ سُن کر حضور شاہ میں آیا اور کل حال عرض کیا، سلطان سُنتے ہی خوش ہوا، اور وزیر کو حکم دیا کہ ابھی تیاری کرو ابھی نکاح کرکے اس دختر کو حضرت کے سپرد کرو، اور جہیز شاہانہ ہمراہ کرو، وزیر نے اُسی وقت خود پدر وکیل بن کر دختر شاہ کا عقد کیا، اور دختر کو مع جہیز ایک مکان خاص میں پہنچا دیا، شب کو حضرت بحکم خدا گھر میں آئے۔ اسباب سامان دیکھکر حیران کھڑے رہے، آخر ایک گوشہ میں اپنا مُصلّیٰ بچھاکر یاد حق میں مشغول ہوئے دختر شاہ نے جب یہ دیکھا اُسی وقت مسند سے اُٹھکر طریقہ آداب بجالائیں اور دست بستہ کھڑی رہیں، حضرت بھی صبح تک عبادت میں مشغول رہے، صبح باہر آگئے جب دوسری شب ہوئی پھر اُسی گوشہ میں تمام شب مشغول عبادت رہے، آخر چوتھی شب بی بی نے عرض کی کہ میں نہیں جانتی کہ مجھ سے کیا قصور ہوا کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرماتے، آپنے فرمایا کہ بی بی رضامندی فقیر کی، رضامندی خدا کی ہے، اگر رضائے حق درکار ہے تو دنیا کو ترک کر لباس درویشی پہن اور عبادت میں مشغول ہو، اور یہ تمام مال و منال

راہ خدا میں صرف کر بی بی نے سنتے ہی اس حکم کے اُسی دن تمام مال و منال درویشوں کو دیا کچھ باقی نہ رکھا، حضرت اس بات سے بہت خوش ہوئے، اور مکان جہیز سے باہر آکر یاروں سے فرمایا کہ ہماری اہل خانہ کے واسطے جفت پلاس تیار کرو، شیخ محمود موئینہ دوز نے اُسی وقت تیار کی، وہ اپنی زوجہ کو دی، یہ خبر بادشاہ کو ہوئی، اُس نے بار دیگر پھر اُتنا ہی مال و متاع دیا، بی بی نے اسی وقت اُس کو بھی راہ خدا میں صرف کیا، بادشاہ نے پھر تیسری بار اُتنا ہی دیا، بی بی نے وہ بھی راہ خدا میں صرف کیا، مگر تین سو باندیاں جو اُن کے باپ نے دی تھیں وہ باقی تھیں، بی بی نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ کنیز قدیمی ہیں دوسروں کو دینا نامناسب ہے، اُن کو واپس کردیا جاوے، مگر ان میں سے جو آپ کو اچھی معلوم ہوں واسطے اپنی خدمت کے رکھ لیجئے، چنانچہ سارہ اور شکر و یہ رکھ لی گئیں تھیں، باقی سب کو سلطان کے پاس واپس بھیجدیا اور بی بی نے عرض کیا کہ ہم نے فقر اور فاقہ سے گذارہ کیا، میرا باپ بادشاہ ہے وہ کب گوارا کریگا۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسی جگہ رہیں کہ جہاں ہم کو کوئی نہ جانے، اور یہ ذوق عبادت میں مصروف رہیں حضرت نے اس صلاح کو پسند کیا، اجودھن میں تشریف لائے اور دہلی میں اپنے برادر شیخ نجیب الدین متوکل کو اپنا خلیفہ کرکے رکھا، اور حضرت کے چھ پسر اور تین دختر پیدا ہوئیں جن میں شیخ عبداللہ پسر خورد خوردسالی میں شہید ہوئے، اُن کا مزار پاک پٹن میں بیرون شہر جانب جنوب قریب حرم روضہ حضرت گنجشکر کے واقع ہے، اور وہ شیخ عبداللہ بیابانی مشہور ہیں، باقی سب سے اولاد ہوئی۔ صاحب مراۃ الاسرار پانچ پسر اور دو دختر تحریر کرتے ہیں، اور حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی نقل کرتے ہیں کہ نکاح حضرت کا اجودھن میں ہوا تھا، اور آپ نے نزدیک جامع مسجد کے اپنے رہنے کو مکان بنایا تھا، مگر آپ اکثر مسجد میں رہا کرتے تھے، یا جنگل میں زیر درختاں کر بسر فرماتے اور اہل و عیال کا گذر پیلو یا کُل کریر پر تھا، وہ بھی شکم سیر نہ ملتا تھا، فتوحات بدرجہ غایت تھا، حضرت کل مساکین اور مسافر کو نقدی تقسیم فرماتے آپ عادت معہود پر رہتے، باوجود اس قدر آمدنی نقد و جنس کے حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جس روز مجھکو کُل کریر شکم سیر ہوکر ملتی تھی وہ روز روز عید ہوتا تھا۔ بڑے صاحبزادہ شیخ بدرالدین سلیمان تھے کہ صاحب سجادہ ہوئے اُن کے بھی چھ بیٹے اور پانچ دختر تھیں، مزار اُن کا گنبد معلیٰ میں ہے اُن کو سوائے اپنے خاندان پدری کے علیحدہ خاندان چشت سے ارادت تھی چنانچہ خواجہ غورد خواجہ روز خواجگان چشت سے حیات بابا صاحب میں قصبہ چشت سے تشریف فرمائے اجودھن ہوئے تھے

باباصاحب نے شیخ سلیمان شیخ شہاب الدین کو تبرکاً مرید کروادیا تھا۔ دوسرے مخدوم زادہ شیخ بہاؤالدین مشہور شہاب الدین گنج عالم تھے، بڑے عالم متبحر تھے ان کے پانچ پسر تھے، ان کا مزار بھی متصل روضہ کے ہے۔ مگر آپکے خلفاء نے وہیں دوسرا مقبرہ بنواکر آپکے جسد مبارک کو وہاں مدفون کیا۔ تیسرے صاحبزادہ شیخ یعقوب تھے، اُن کے دو پسر تھے، ان کا مزار معدوم ہے، کہتے ہیں کہ ابدالوں میں مل گئے تھے۔ چوتھے پسر شیخ نظام الدین کہ محبوب ترین تھے اُن کی شہادت ہوئی، یہ سپاہ پیشہ تھے بروقت رحلت پدر ہمراہ سلطان غیاث الدین پٹیالہ میں تھے جس شب پدر کا انتقال ہوا انہوں نے ازراہ کشف معلوم کیا اور صبح حاضر ہوئے، اور تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے، ان کا مزار مٹھپور میں ہے۔ پانچویں صاحبزادہ شیخ نصیرالدین نصراللہ تھے، ان کے چھ پسر تھے اور یہ شارو کے شکم سے تھے۔ مزار ان کا موضع چاولیان پرگنہ قبولہ میں واقع ہے، وہیں شیخ کے بڑے بھائی کا بھی مزار ہے، اور اسی موضع کے قریب ایک چاہ ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ اس چاہ میں باباصاحب نے ایک معکوس چلہ کیا تھا۔ بعض نے شیخ نصراللہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شارو کے ہمراہ آئے تھے، حضرت نے ان کو مثل فرزندوں کے پرورش اور تعلیم فرمایا اور بہت محبوب تھے۔ اور دختر نیک اختر یہ ہیں۔ ایک بی بی فاطمہ دوسری بی بی شریفہ تیسری بی بی ستورہ بی بی فاطمہ کا نکاح حضرت نے شیخ بدرالدین اسحاق سے کیا تھا۔ صحیح النسب سادات بخارا اور خلیفہ شیخ داؤد کے تھے، ان کے دو پسر ہوئے، خواجہ محمد، خواجہ موسیٰ، اور بی بی ستورہ کا نکاح شیخ عمر صوفی الفاروقی سے ہوا ان کے ایک پسر شیخ محمد پیدا ہوئے، اور بی بی شریفہ جوانی میں بیوہ ہوئیں، ان کی اولاد نہ ہوئی، تمام عمر عبادت حق میں مشغول رہیں اور اولیا ہوئیں۔ چنانچہ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر خلافت اور سجادہ عورت کو دینا جائز ہوتا تو میں بی بی شریفہ کو دیتا۔ ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہوا۔ بعضے حضرات نے چار دختر بیان کیں ہیں، اور کہتے ہیں کہ چوتھی دختر منکوحہ حضرت شیخ علی احمد صابر کی تھیں۔ اس قول کی تصدیق اخبارالاخیار معارج الولایت سیرالاقطاب سے ہے۔ جیسا کہ صاحب اخبارالاخیار نے لکھا ہے کہ شیخ علی احمد صابر داماد اور خلیفہ شیخ فریدالدین گنجشکر کے ہیں اور سلسلہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی وغیرہ کا اُن سے منتہی ہوتا ہے۔ قبر اُن کی کلیر گ میں ہے، اور صاحب معارج الولایت اور سیرالاقطاب نے خواہرزادہ داماد خلیفہ باباصاحب کا لکھا ہے۔ صاحب خلاصۃ القادریہ ملفوظات باباصاحب سے نقل کرتے ہیں کہ بوقت تعمیر روضہ غوث الثقلین باباصاحب بغداد میں موجود تھے

ہر روز مزدوری میں شریک رہتے، جب وقت مزدوری کے ملنے کا ہوتا آپ اُس سے پہلے چلے آتے تھے، بہت دن اسی طرح گذرے، آخر ایک روز صاحبزادہ **سید عبدالرزاق** نے فرمایا عجب مزدور ہے تمام دن مزدوری کرتا ہے وقت مزدوری لینے کے حاضر نہیں ہوتا، کام ختم ہوا اُس نے کچھ نہیں لیا، اُسی شب کو صاحبزادہ سے فرمایا گیا کہ وہ مزدور نہیں ہے فرید مسعود ہے۔ برائے حصول سعادت آیا ہے، اُس کا اکرام کرنا، دعوت کرنا، باعزاز تمام رخصت کرنا، معلوم ہوا کہ غوث پاک سے روحانی فیض ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے کہ شب ماہ محرم تھی کہ نماز عشا حضرت نے جماعت سے ادا کی، بعد اس کے بیہوش ہو گئے پھر ہوش آیا تو دریافت کیا کہ نماز عشا پڑھ لی، فرمایا دوبارہ پڑھوں گا، اسی طرح تین بار نماز عشا ادا کی، بعدہ یا حی یا قیوم کہتے ہوئے مشاہدہ حق میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ وفات حضرت کی شب شنبہ پنجم محرم سنہ ۶۶۶ ہجری میں ہوئی نزد بعض سنہ ۶۷۰ھ نزد بعض سنہ ۶۶۴ھ میں ہوئی۔ صاحب مخزن الواصلین نے لکھا ہے۔ **تاریخ**

افتخار زمانہ فخر زمین	شیخ اہل جہاں فرید الدین
بیگماں پنجم محرم بود	کہ فرید از زمانہ نقل نمود
روز ترحیل او شنبہ داں	کاندریں نیست حرف شک و گماں
سال شنفا راد خلیل آمد	بر کمالات او دلیل آمد

عمر شریف آپ کی ۹۵ سال کی ہوئی، اور بعد انتقال اپنے پیر کے تیس سال بقید حیات رہے۔ صاحب سیر الاولیا نے لکھا ہے کہ بابا صاحب نے پندرہ برس کی عمر میں بیعت کی، اور سات برس کی عمر سے آثار کرامت ظاہر ہونے لگے، مزار گوہر بار پاک پٹن شریف ملک پنجاب میں زیارت گاہ خلائق ہے، اور بروز عرس شریف ہزارہا خلائق مشائخ روزگار اور آپ کے سلسلہ کے خلفائے نامدار و صاحب سجادہ ہائے عالی وقار جمع ہوتے ہیں، اور دروازہ روضہ متبرکہ کو دروازہ بہشتی سمجھکر اُس میں سے نکلتے ہیں، اور دروازہ پانچویں محرم کو کھلتا ہے، اور وجہ تسمیہ اُس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلطان المشائخ بعد انتقال حضرت کے حاضر ہوتے ہیں آپ نے رسول صلواۃ اللہ علیہ وسلم کو اُس دروازہ میں تشریف فرما دیکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ یا نظام الدین من دخل فی ھذا الباب کان امنا یعنی جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہو وہ امان میں رہے، اس روز سے یہ بہشتی دروازہ مشہور ہے۔ ایک بار کسی نے حضرت سلطان المشائخ سے پوچھا کہ وقت نقل حضرت گنجشکر کے آپ حاضر تھے چشم پرآب کرکے فرمایا کہ حضرت نے مجھکو ماہ شوال میں

دہلی روانہ کیا، اور نقل حضرت کی پانچ محرم کو ہوئی، لیکن وقت رحلت بندہ کو یاد کیا، اور فرمایا کہ فلاں دہلی میں ہے۔ میں بھی قطب الاقطاب کی نقل کے وقت موجود نہ تھا، اور میرے شیخ بھی خواجہ بزرگ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے، اور خرقہ علیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی شیخ بدرالدین اسحٰق اپنے داماد کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ امانت نظام الدین بدایونی کی ہے اُس کو پہنچا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد وفات بابا صاحب کے حضرت سلطان المشائخ اجودھن میں پہنچے۔ شیخ بدرالدین نے وہ امانت آپ کے سپرد کی۔ لکھا ہے کہ خلفاء آپ کے بے تعداد ہوئے ہیں، اور جواہر فریدی میں پچاس ہزار لکھے ہیں مگر چند حضرات کا نام تبرکاً اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ بدایونی ثم دہلوی۔ حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر کلیری، شیخ جمال الدین ہانسوی، بدرالدین سلیمان، صاحبزادہ وصاحبزادہ شیخ شہاب الدین گنج عالم وصاحبزادہ نظام الدین شہید وصاحبزادہ شیخ یعقوب وصاحبزادہ شیخ نصیراللہ شیخ بدرالدین اسحٰق و شیخ دھار وخادم شیخ زین الدین دمشقی و شیخ شکر ریز و شیخ علی شکر باران و شیخ علی لالحق سیالکوٹی و شیخ محمد سراج و شیخ دہنی و شیخ جمال عاشق کمال و شیخ عارف سیستانی و شیخ ذکریا سندھی، شیخ صدر دیوانہ و شیخ جلال الدین و شیخ رکن الدین سید محمد بن سید محمود کرمانی و شیخ منتخب الدین برادر شیخ برھان الدین غریب و شیخ یوسف و شیخ برھان الدین ہانسوی و شیخ محمد شاہ غوری و مولانا محمد مولہانی و مولانا علی بہاری، شیخ محمد نیشاپوری و شیخ حمیدالدین مکانی و شیخ شہاب الدین بلخی عصارہ سیوستانی و شیخ داؤد پالہی، شیخ نجیب الدین متوکل۔

ذکر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہٗ

برادر حقیقی وخلیفہ شیخ فریدالدین گنجشکر کے تھے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ پیراستہ مرتبہ عالی رکھتے تھے، نہایت متوکل تھے، کہ ستر برس دہلی میں رہے، کبھی کسی دنیادار کے مکان پر نہیں گئے، اور یہ کیفیت تھی کہ بوجہ مشغولی کے دن اور ماہ کی خبر نہ تھی، روپیہ پیسہ اشرفی سب یکساں تھا، کسی میں تمیز نہ تھی ایک روز ایک درویش آیا، اور اُس نے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل تو ہے فرمایا کہ نجیب الدین نام رکھتا تو ہوں، متوکل نہ معلوم کون ہے، پھر اُس درویش نے پوچھا گنجشکر کا بھائی تو ہی ہے۔ فرمایا کہ ظاہری برادر تو میں ہوں، باطنی کوئی اور ہوگا، میں توکل نہیں رکھتا۔ صاحب اخبار الاخیار چند نقول آپ کے اس طرح فرماتے ہیں، نقل ہے کہ بروز عید چند درویش آپ کے مکان پر آئے، اُس روز آپ کے یہاں کچھ نہ تھا، بالاخانہ پر جا کر

عبادت حق میں مشغول ہوئے، اور دل سے کہا کہ آج عید ہے، اور میرے فرزند بھوکے ہیں، اور مسافر آنے والے بھی خالی جاویں گے، اُسی وقت دیکھا کہ پیر مرد اوپر سے آتا ہے اور بیت پڑھتا ہے ؎
با دل گفتم دلا خضر را بینی :: دل گفت اگر مرا نماید بنیم :: اور وہ مرد طعام ایکے روبرو لایا، اور کہا کہ تیرے توکل نے نقارہ عرش پر بجایا تو اس طرف ملتفت ہو، آپ نے کہا اللہ جانتا ہے کہ واسطے اپنے ملتفت نہیں ہوا واسطے یاروں کے التفات کیا۔ غالباً وہ مرد خواجہ خضر تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین فرماتے ہیں کہ قبل مرید ہونے باباصاحب کے ایک روز میں مجلس شیخ نجیب الدین میں بیٹھا تھا، میں اُٹھا اور مینے کہا کہ ایک بار سورہ فاتحہ اور اخلاص پڑھو، اور میری نیت یہ تھی کہ میں قاضی ہو جاؤں، شیخ نے اغماض کیا، میں سمجھا کہ انہوں نے سُنا نہیں، پھر مینے اُسی طرح کہا اور وہ ابھی نیت تھی، آپنے تبسم کرکے فرمایا کہ قاضی مشو چیزے دیگر شو۔ لکھا ہے کہ آپنے ایک روز گنجشکر کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ آپ مناجات یارب کہتے ہیں اور جواب میں لبیک عبدی سُنتے ہیں، شیخ نے فرمایا کہ خیر بعدہ فرمایا ؟ الا رجاف مقدمة الکون پھر عرض کیا کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ خضر تمہارے پاس آتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا خیر، پھر پوچھا کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ نجیب الدین کے پاس ابدال آتے ہیں، شیخ نے فرمایا تو بھی ابدالوں میں سے ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا ناقل ہیں کہ بمقام دہلی آپکے ہمسایہ میں تیمور نام ایک ترک رہتا تھا، اُس نے ایک مسجد بنائی تھی، اُس کے پہلو میں اپنے رہنے کو گھر بنایا تھا، امامت اُس مسجد کی حضرت کرتے تھے، اتفاقاً اُسکی لڑکی کی شادی آگئی، اُس نے ایک لاکھ چند ہزار اشرفی شادی میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا، حضرت نے اُس کو نصیحت کی کہ اتنا زر کثیر راہ خدا میں محتاجوں کو دے تو بہتر ہو، اس سے کہ شادی دختر میں خرچ کرے، یہ اصراف ہے، اُس ترک کو یہ بات بُری معلوم ہوئی، اور آپ کو امامت سے موقوف کیا، آپ دہلی سے اجودھن تشریف لے گئے، حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حال بیان کیا، شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وظیفہ تمہارا موقوف کیا، دوسرا اس سے بہتر عطا کریگا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ جب آپ اجودھن سے واپس آئے، دوسرے ترک نے آپکے پڑوس میں مکان بنایا اور آپکا مرید ہوا اور خدمات بجالانے لگا۔ لکھا ہے کہ بداؤں میں ایک درویش صاحب دل تھا، اُس کو وجیہ الدین کہتے تھے۔ شیخ نجیب الدین اُس کے دیکھنے کو دہلی سے بداؤں میں آئے، اُس فقیر کے پاس گئے، دیکھا کہ بوریہ پر بیٹھا ہے، آپ جوتہ اُتار کر اُس کے برابر بیٹھ گئے اُس کو ناگوار گذرا، نہ اُن کی تعظیم کی نہ کچھ بولا، ایک کتاب دیکھ رکھا تھا، آپنے وہ اُس کے آگے سے اُٹھالی

سطر اول کے اول یہ نمودار ہوا کہ آخر زمانہ میں فقیر متکبر ہوں گے، اگر صالح اُن کے پاس آوے اور پاس بوریہ کے جوتہ اُتار کر بیٹھے تو فقیر آتش تکبر سے جلکر تکلیف دینی چاہیگا، آپ نے وہ کتاب اُس کے ہاتھ میں دی، اور کہا کہ سطر اول کو دیکھو تمہارے حسب حال ہے، وہ فقیر شرمندہ ہوا، آپ وہاں سے راہی طرف دہلی کے ہوئے، لکھا ہے کہ غیاث پور میں ایک عورت صاحب ولایت مسمی بہ **فاطمہ سام** رہتی تھیں، کہ جن کی نسبت بابا صاحب نے اکثر فرمایا ہے کہ یہ عورت برابر دو مرد اولیاء کے ہے وہ حضرت شیخ نجیب الدین کو بھائی کہا کرتی تھیں، جب آپ کے گھر میں دو تین فاقے گذرتے وہ بزرگ اپنے کشف سے معلوم فرما کر ایک من کلیجہ پکوا کر آپ کے گھر بھیجتیں، اور آپ قبول فرما لیتے۔ وفات حضرت کی ۶۷۱ھ میں ہوئی۔ بوجہ اتحاد باہمی کے بی بی فاطمہ سام قدس سرہا کے نزدیک مدفون ہوئے۔ راستہ قطب میں اور غیاث پور میں وہ مقام ہے جہاں سلطان المشائخ کا روضۂ عالی ہے۔

ذکر حضرت شیخ داؤد پالہی قدس سرہ

کہ اعظم خلفائے حضرت گنجشکر سے تھے، بڑے صاحب راز و نیاز اور یگانہ روزگار خلیفہ بابا صاحب کے تھے آپ کا قاعدہ تھا کہ ہر صبح گھر سے نکلکر جنگل میں جاکر مشغول ہوتے اور ہرن جنگل کے گرد جمع ہو کر آپ کو دیکھا کرتے تھے، جب آپ واپس مکان پر آتے ہرن جنگل میں منتشر ہو جاتے۔ حضرت سلطان المشائخ آپ کا ذکر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں اور شیخ داؤد پالہی بابا صاحب سے ایک بار رخصت ہو کر چلے، بہت تیز چلتے تھے کوس دو کوس چلکر نماز میں مشغول ہوتے میں کوس دو کوس آگے نکل جاتا وہ نماز میں مشغول رہتے، مگر مجھکو آ پکڑتے اور کوس دو کوس آگے جاکر نماز میں مشغول ہوتے۔ آپ متوطن علاقہ ردولی کے تھے ۶۷۹ھ میں وفات ہوئی، مزار حوض شمسی پر تھا۔ اب ہیچ میں معلوم ہوتا ہے۔

ذکر سید امام علی لاحق سیالکوٹی قدس سرہ

کہ خلفائے حضرت گنجشکر سے تھے، بہت بڑے صاحب تصرف اور صاحب باطن اور متقی تھے بعد حصول خرقہ خلافت طرف سیالکوٹ کے رخصت ہوئے، وہاں پہنچکر ہزار دل کو خدا رسیدہ کیا۔ صاحب معارج الولایت لکھتے ہیں کہ جب آپ بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس وقت دو علی اور موجود تھے ایک شخص علی بہاری، دوسرے شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر۔ جب آپ پہنچے بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ علی بھی انہیں دونوں علی میں لاحق ہوا، اس وجہ سے علی لاحق خطاب ہوا، وفات آپ کی ۶۸۶ھ میں ہوئی مزار سیالکوٹ میں ہے

ذکر حضرت شیخ برہان الدین محمود ابی الخیر اسعد البلخی قدس سرہٗ

کہ علمائے وقت سلطان غیاث الدین بلبن اور معتقدین باباصاحب سے تھے، علوم ظاہری اور باطنی میں باکمال تھے، اور اشعار آپ کے مضامین معرفت میں موجود ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں چھ برس کا تھا، اور ہمراہ پدر چلا جاتا تھا ناگاہ سواری مولانا برہان الدین مصنف ہدایہ کی آگئی بسبب ہجوم خلائق کے باپ سے جدا ہوگیا، اور کھڑا رہا، جب سواری میرے قریب آئی میں نے سلام کیا، فرمایا کہ یہ بچہ اپنے وقت میں علامۂ روزگار ہوگا، میں نے یہ کلمہ سنکر اُن کی رکاب کو بوسہ دیا اور ہمراہ چند قدم چلا، پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ خدا مجھ سے ایسا کہوا تا ہے کہ بادشاہان وقت دروازہ اس کو دک پر آدیں گے، یہ عالم اور مشائخ ہوگا مولانا نے فرمایا کہ خدا مجھ سے کسی گناہ کو نہ پوچھیگا، مگر چنگ و رسماع کو میں نے بہت سنا ہے۔ وفات آپ کی ۶۸۷؁ھ میں ہوئی، مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ بدرالدین بن علی اسحاق کا

سید بخاری اور خلیفہ باباصاحب کے کامل مشائخ تھے، اور عالم متبحر واسطے مباحثہ علما اور حل چند مشکلات مسائل علمی کے بخارا سے دہلی میں آئے، یہاں علماء سے تسلی نہ ہوئی، ناچار واپس براہ ملتان بخارا کو واپس جاتے ہوئے وارد اجودھن ہوئے، آپ کے ہمراہیوں نے ارادہ کیا کہ حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہوں، مگر مولانا نے اجازت نہ دی کہ اس وقت فقرا کے منکر تھے، آخر ہمراہی اُن کے اُن کو لیکر خدمت شیخ میں آئے، حضرت باباصاحب نے کشف باطن سے ان کے دل کے حالات معلوم کر فرمایا کہ بدرالدین نے محض برائے حل چند مسائل علمی کے اتنی مسافت اُٹھائی اور وہ اس طرح پر ہیں اُن کی تسلی ہوئی، پس باباصاحب نے اُن کے قلب کو اپنی طرف جذب فرمایا، اور فرمایا کہ تم مجھ سے ملنے نہ آئے تھے اگرچہ صحبت علمائے اکسیر اعظم ہے مگر فقیروں اور مسکینوں سے بھی محبت کرنا شرط مردی ہے۔ انہوں نے جب یہ بات سنی سراپنا حضرت کے قدموں پر رکھا اور مرید ہوئے، اور خدمت خانقاہ اختیار کی، ہر روز جنگل سے لکڑیوں کا بوجھ لایا کرتے، آخر بعد تکمیل کہی کے خرقۂ خلافت پایا اور بلفظ فرزندی کے مشرف ہوئے سنہ ۶۹۰؁ھ میں وفات پائی، مزار اجودھن میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ منتخب الدین چشتی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ باباصاحب کے تھے، اُن کو آقائے منتخب بھی کہتے ہیں، آپ نے ریاضت اور عبادت یہانتک کی

کہ مرتبہ محبوبی حاصل کیا، دو خلعت زرین دونو وقت غیب سے آپ کے واسطے آتے تھے، آپ اُن کو فروخت کرکے مساکین کو تقسیم کرتے، اپنے صرف میں نہ لاتے، اس سبب سے آپ زر زرین بس کے ساتھ ملقب ہوئے پس باباصاحب نے اُن کو بمقام دیوگری برائے دفع کرنے کفر و بدعت کے روانہ کیا تھا، آپ نے وہاں پہنچکر چراغ اسلام روشن کیا، خلق اللہ کو راہ راست پر لائے، جو منکر رہا اُس کے واسطے بد دعا کی، اُن کی شکلیں بگڑ کر پتھر کی ہوگئیں، اب بھی اُن کے نشان ملتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۷، ربیع الاول ۶۹۵ھ میں ہوئی، مزار دیوگری میں ہے۔ بعدہ حضرت سلطان المشائخ نے اُن کے برادر خورد شیخ برہان الدین غریب کو کہ جو اُن کے خلیفہ تھے اُن کی جگہ معمور فرمایا، اُن کے وقت میں وہاں سے کفر و بدعت اُٹھا۔

ذکر حضرت سید محمد بن سید محمود کرمانی

عالم اجل و خلیفہ باباصاحب کے تھے۔ پہلے یہ واسطے تجارت کے کرمان سے وارد لاہور ہوئے، اور اجودہن پہنچکر قدمبوسی باباصاحب سے مشرف ہوئے، وہاں سے پھر ملتان گئے اور اپنے چچا سید احمد سے ملے، جب لاہور میں آئے اجودہن میں حاضر ہوکر پھر ملتان میں جاتے، آخر شیخ سے کمال محبت ہوگئی اور تجارت چھوڑ کر مرید ہوکر عبادت میں مشغول ہوئے، اور بعد انتقال باباصاحب کے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر مکمل ہوکر یاران اعلیٰ میں شامل ہوئے۔ وفات حضرت کی شب جمعہ ۷۱۱ھ میں ہوئی مزار ان کا متصل باؤلی حضرت نظام الدین یاران چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت خواجہ علاؤ الدین بن شیخ بدرالدین سلمان قدس سرہٗ

نبیرہ صاحب سجادہ حضرت باباصاحب کے تھے۔ سولہ برس کی عمر میں صاحب سجادہ ہوئے، اور بچاس برس صاحب سجادہ رہے، تمام ہند آپ سے معتقد تھا، اور قدم مبارک آپ نے سوائے جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں رکھا، اور امراء اور بادشاہوں سے مستغنی اور صائم الدہر قائم اللیل تھے اور بہت سخی تھے، جو فتوحات ہوتا اُسی وقت تقسیم فرمادیتے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کہ جو دیال پور کا صوبہ دار تھا، اُس وقت آپ کا مرید ہوا تھا، جب ۷۲۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا تو یہ صوبہ دار دیال پور ملک غازی بادشاہ ہوکر سلطان غیاث الدین تغلق مشہور ہوا اور حضرت کا مقبرہ تیار کرایا۔ یہ برج باباصاحب کے برج سے بلند ہے گرد ورسے خورد معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی شان میں امیر صاحب نے جو قصیدہ لکھا تھا ایک شعر اُس کا یہ ہے ؎ علمائے دین و دنیا فخر و شیخ زادہ عصر؛ کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید

ذکر شیخ ضیاء الدین نخشبی

خلیفہ بابا صاحب و نبیرہ شیخ حمید الدین صوفی کہ صحبت خلق سے متنفر تھے۔ بدایوں میں گوشہ عافیت میں بسر فرماتے آپ کی تصنیفات سے سلک السلوک و عشرہ مبشرہ و کلیات و جزئیات و شرح دعائے سریانی و طوطی نامہ وغیرہ بہت ہیں۔ وفات حضرت کی ۷۵۱ سنہ ہجری میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسوی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت بابا صاحب کے اور اولاد سے امام اعظم کی تھے، بابا صاحب آپ پر نہایت نوازش فرماتے تھے، کہ بارہ برس آپ کی محبت کی وجہ سے ہانسی میں رہے اور آپ کے حق میں فرمایا کہ شیخ جمال جمال ماست، اکثر فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرے سر کے گرد پھروں اور اُن کی عدم موجودگی میں خلافت نامہ بخط خاص تحریر فرما کر بھیجا اور جس کسی کو خلافت نامہ عطا کرتے اُس میں آپ کی قبولیت بھی شرط تھی، اگر آپ قبول نہ فرماتے تو بابا صاحب ارشاد کرتے کہ پارہ کردہ جمال مزید ہرگز نتواں دوخت نقل ہے کہ شیخ جمال نے جس روز سے یہ حدیث دیکھی عذاب قبر سے بہت خائف رہتے تھے جیسا کہ فرمایا القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیران یعنی قبر ایک باغ ہے باغہائے جنت سے یا ایک گڑھا ہے گڑھوں دوزخ سے، جب آپ کا انتقال ہوا تھوڑے دنوں بعد چاہا کہ گنبد تعمیر کریں، بوقت کھودنے بنیاد چبوترہ کے ایک کھڑکی قبر شیخ میں سے معلوم ہوئی کہ اُس میں سے بوئے بہشت آتی ہے، پس اُسی وقت بند کی گئی، وفات حضرت کی ۶۶۰ سنہ ھ میں ہوئی، مزار ہانسی میں ہے ایک گنبد میں تین بزرگ آسودہ ہیں بعد انتقال حضرت کے کسی نے آپکو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا، فرمایا کہ جب مجھکو گور میں رکھا دو فرشتے عذاب کرنیکو آئے، چاہتے تھے کہ عذاب کریں، اُن کے عقب میں دو فرشتے اور آئے، اور اُن سے کہا اللہ کا حکم ہے کہ یہ شخص دو سنتوں میں بعد فاتحہ کے سورہ بروج اور والطارق پڑھا کرتا تھا، اور بعد ادائے نماز فرض کے آیۃ الکرسی کا وظیفہ رکھتا تھا، ہم نے اُن آیات کی برکت سے اُس کو بخشا۔

ذکر حضرت سلطان الاولیا نقاوہ دودمان چشتیہ محبوب الٰہی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا زر زرین بخش قدس اللہ سرہ العزیز

ابن خواجہ احمد بن خواجہ علی بخاری بن سید عبد اللہ بن سید حسین بن سید علی بن سید احمد بن سید ابی عبد اللہ

بن سید علی اصغر بن سید جعفر بن سید علی ہادی، بن امام محمد جواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امیر المومنین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور از طرف مادر بھی سید حسینی ہیں، بلکہ سلسلہ مادری بھی آخری سلسلہ جدی سے مل جاتا ہے یعنی آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا دختر سید ابو المفاخر کی اور وہ بیٹی سید محمد اظہر کی جو خلیفہ پیران پیر کے تھے اور وہ بیٹے سید حسین کے، اور وہ بیٹے سید علی کے۔ چنانچہ اس جگہ سے دونو سلاسل ملحق ہو گئے۔ صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ اجداد حضرت کے بخارا کے رہنے والے اور گنجینہ علم و حلم تھے، جد مادری حضرت کے خواجہ عرب اور جد حضرت کے خواجہ علی دونو بزرگ باہم وارد ہندوستان ہوئے۔ پہلے لاہور میں قیام کیا، پھر بدایوں میں تشریف لائے اور وہاں کی سکونت اختیار کی، دونو بزرگوں میں آپس میں قرابت ہوئی یعنی خواجہ عرب نے اپنی دختر نیک اختر رابعہ عصری بی بی زلیخا کی شادی خواجہ احمد خلف خواجہ علی کے ساتھ کی، خواجہ احمد کمال صالح اور دیندار تھے۔ بادشاہ وقت نے اُن کو بدایوں کا قاضی کیا، مزار اُن کا بدایوں میں ہے، اُن دو صدف پاک سے اللہ تعالیٰ نے ذکر معرفت کان کرامت سرمایہ عشق محبت حضرت سلطان المشائخ ۶۳۴ھ ہجری میں کہ یہی سن قطب الاقطاب کا تھا، بروز آخری چہار شنبہ بعد از طلوع آفتاب، ۲۷ صفر کو قصبہ بدایوں میں تولد فرمایا، اسی وجہ سے ہر سال آخری چہار شنبہ کو غسل مزار مبارک کو دیا جاتا ہے، اور غسل کا پانی تبرکاً لیا جاتا ہے، چنانچہ اپنی عین حیات میں بھی حضرت آخری چہار شنبہ کو ہر سال غسل فرماتے تھے وہی رسم چلی آتی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ آپ تمام مقامات غوثی اور قطبی اور فردانیت سے گذر کر مرتبہ محبوبی کو پہنچے، اقوال و افعال حضرت کے تمام مشائخوں کو حجت قاطع ہے۔ الغرض جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی آپ یتیم ہو گئے یعنی آپکے والد خواجہ احمد صاحب نے انتقال کیا، جب سن بلوغ کو پہنچے کمال زہد و تقوے کے ساتھ علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، پچیس برس کی عمر میں معہ اپنی والدہ شریفہ کے دہلی میں تشریف لائے اور پرانے قلعہ کے قریب ایک شخص کے دروازہ میں ٹھہرے، پھر ایک شخص کے کوٹھے پر جو خس پوش تھا اُس میں رہے۔ مولانا شمس خوارزمی کے درس میں کہ جو بڑے فاضل وقت اور کامل تھے اور مخاطب بہ شمس الملک تھے علوم دینی کی تکمیل کی، مولانا آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار دیکھی، اور مولانا مذکور نے سند فضیلت اپنے ہاتھ سے لکھکر دی۔ مولانا کمال الدین حقیقت میں باکمال تھے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے اُن کو اپنا پیش امام بنانا چاہا۔ مولانا نے

فرمایا کہ میرے پاس سوائے نماز کے دوسری چیز نہیں ہے' یہ بادشاہ چاہتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے جائے۔ مزار مولانا کا دہلی میں ہے' اور حضرت سلطان المشائخ نے بعد میں شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسایہ میں قیام فرمایا' اور دونوں بزرگوں میں کمال محبت رہی' اُنہیں دنوں میں آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی انتقال فرمایا' صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی بارہ برس کی عمر تھی' لغت دیکھتے تھے کہ ایک مرد ابوبکر قوال آپکے استاد کی خدمت میں آیا اور اس نے چند شعر اور ایک قصیدہ شیخ بہاؤالدین کا پڑھا پھر ذکر کیا کہ کنیزان شیخ آٹا پیسنے میں بھی ذکر کرتی ہیں اور بہت تعریف کی۔ آپکے دل پر کسی بات نے اثر نہ کیا بعد اُس کے قوال نے بیان کیا کہ جب اجودھن میں آیا شیخ فریدالدین کو دیکھا اور آپ کی ریاضت اور زھد کا ذکر کیا۔ یہ سنتے ہی آپکے دل میں اشتیاق اور محبت شیخ کی پیدا ہوئی کہ اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے باباصاحب کا خیال بندھ گیا' آخر بداؤں سے روانہ ہوکر دہلی میں تشریف لاکر تحصیل علم دین کی اور مقامات حریری مولانا شمس الملک صدر ولایت سے پڑھی' یہاں تک کہ سند فضیلت حاصل کی۔ بعدہ بشوق ارادت شیخ فریدالدین اجودھن میں آئے' اور قدمبوسی شیخ سے مشرف ہوئے۔ شیخ نے معاً یہ بیت فرمائی ؎ اے آتش فراغت دلہا کباب کردہ ؛ سیلاب اشتیاقش جانہا خراب کردہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنا بھی اشتیاق ظاہر کرنا چاہتا تھا' مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کچھ عرض نہ کرسکا' اور تفسیر اگلی چھ سیپارہ کلام اللہ کی بپیش شیخ تجدید کی اور چھ باب عوارف شریف کی سند کی' اور تمہید ابوشکور سلمی اور بعضی کتابیں شیخ سے پڑھیں اور حضرت سے بیعت کی اور عرض کیا کہ ترک تعلیم کرکے اب نوافل میں مشغول ہوں' شیخ نے فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم سے منع نہیں کرتا' یہ بھی کرو وہ بھی کرو درویش کو علم ضرور چاہیئے کہ شیطان کے دہوکے میں نہ آوے۔ بعد چند روز کے بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۶۶۲ھ سنہ ہجری میں آخری چہارشنبہ کو خرقہ خلافت عطا ہوا' اور دہلی کو رخصت فرمایا۔ حضرت سلطان الاولیا فرماتے ہیں کہ جب میں اجودھن میں تھا شیخ پر بہت تنگی تھی' ایک مرید پانی لاتا' ایک ہیزم لاتا' ایک جنگل سے کریر لاتا ہیں اُن کریروں کو اُبالکر شیخ کے روبرو لے جاتا' آپ اُن سے قدرے لیکر افطار کرتے باقی دوسروں کو تقسیم فرما دیتے تھے' ایک روز میں نے نمک قرض لیکر کریروں میں ڈالکر پکایا اور پیالہ میں اُن کو اُتارکر روبرو شیخ کے لے گیا' آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اس میں شبہہ ہے میں نہیں کھاؤں گا' میں نے عرض کیا کہ مولانا بدرالدین اسحٰق اور شیخ جمال ہانسوی ایک ایک چیز لاتے ہیں میں پکاتا ہوں' شبہہ کی وجہ آپ پر ظاہر ہوگی

فرمایا درویش فاقہ سے مرجائیں گے مگر لذت نفس کے واسطے قرض نہ لیں کس واسطے کہ قرض اور توکل میں مشرق اور مغرب کا سا بُعد ہے۔ اس وقت سے مینے عہد کیا کہ کبھی کسی سے قرض نہ لونگا پھر جس کمبل پر آپ تشریف فرما تھے وہ مجھکو دیا اور دعا دی کہ تو ہرگز کسی کا محتاج نہ ہوگا' اور دہلی چلتے وقت وصیت فرمائی کہ دشمنوں کو خوش رکھنا اور جس سے قرض لیا ہے اُسکو ادا کرنا۔ جب میں دہلی میں آیا شیخ نجیب الدین سے اپنی سرگذشت بیان کی وہ بہت خوش ہوئے' اور فرمایا کہ مولانا ہم تم پیر بھائی ہوئے حضرت سلطان المشائخ خود فرماتے ہیں کہ دہلی میں جائے فراغت لائق عبادت نہ دیکھکر جنگل میں جاکر رہتا تھا' ایک روز میں کنارہ حوض تغلق کے بیٹھا ہوا حفظ قرآن پڑھ رہا تھا' ایک درویش صاحب حال آگیا مینے پوچھا تم شہر میں رہتے ہو کہا کہ شہر سکونت کی جگہ نہیں اگر عبادت کی حلاوت چاہے تو جنگل میں ہے' پھر ایک باغ میں گیا' اور تجدید وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور دعا کی کہ الٰہی جو جگہ میرے واسطے مناسب ہو آگاہی بخش کہ تا وہاں مقیم ہوں' ہاتف غیب نے ندا دی کہ تیری جگہ غیاث پور ہے وہاں الحاصل میں غیاث پور میں جار ہا اور ہدایت خلق میں مشغول ہوا۔ اُس روز سے ہزاروں مرید اور معتقد ہونے لگے' اور اُسی جگہ معز الدین کیقباد نے نیا شہر بنایا' تمام امرا اور شہزادہ جوق جوق آنے لگے میں اس اندیشہ میں تھا کہ یہاں کا رہنا اب بہتر نہیں کہ اُسی روز ظہر کی نماز کے وقت ایک جوان حسین بہت دبلا آیا اور کہنے لگا کہ اول تو مشہور نہ ہونا چاہیئے اگر مشہور ہوگیا تو ایسا ہونا چاہیئے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندگی نہ ہو' پھر کہا کہ کیا حوصلہ ہے کہ خلق سے جدا ہو کر حق سے مشغول ہوں حوصلہ یہ ہے کہ خلق میں رہکر حق سے مشغول رہیں' جب مینے یہ بات سُنی قدرے کھانا اُن کے آگے لایا' اُنھوں نے نہ کھایا' مینے اُس روز سے نیت کی کہ اسی جگہ رہونگا۔ اس وقت انہوں نے تھوڑا پانی پیا اور غائب ہوگئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ پھر حضرت اُسی جگہ قیام پذیر رہے اور خواص و عوام نے رجوع کی' اور باب فتوح کھلا' اور ایک عالم حضرت کے انعام اور احسان سے ممنون ہوا اور خود ریاضت شاقہ اختیار کی' ہمیشہ صائم رہتے' افطار کے وقت قدرے روٹی کھاتے' اگر نہ ہوتی کچھ نہ کھاتے خادم عرض کرتا کہ مخدوم ایک تو وقت افطار کے حضرت پہلے ہی تھوڑا کھاتے ہیں' اگر اس کو بھی ترک کیا تو ضعف زیادہ ہوگا' اُس وقت رو کر فرماتے کہ چند مساکین مساجد وغیرہ میں فاقہ زدہ پڑے ہیں' میرے حلق سے طعام کیونکر اُترے لیجا' پس یہانتک رجوع ہوئی کہ امیر سیف الدین نے اعز الدین علی شاہ

اور حسام الدین احمد اور خواجہ خسرو کو مرید کرایا، خواجہ امیر خسرو کی عمر اُس وقت بیس برس کی تھی۔ بحر المعانی سے نقل ہے کہ غیاث الدین تغلق کو بوجہ سماع کے حضرت سے خصومت پیدا ہوئی اور چاہا کہ خادمان حضرت کو اذیت پہنچائے، قدرت خدا سے یہ کیفیت ایک سیاح نے ملتان میں پہنچکر شیخ رکن الدین ابو الفتح نبیرہ شیخ بہاؤ الدین ذکریا سے بیان کی کہ بادشاہ اور حضرت میں یہ مناقشہ ہے۔ شیخ کو سلطان جی سے کمال محبت تھی، تاب نہ لاکر دلّی میں تشریف لائے اور حضرت کے مکان پر ٹھہرے، قوال جمع ہوئے، سماع شروع ہوا، حضرت سلطان المشائخ کو حالت ہوئی، آپ کھڑے ہوئے، مگر شیخ رکن الدین نے آپ کی آستین پکڑ کر بٹھایا، پھر آپ کھڑے ہو گئے، پھر شیخ نے دامن پکڑ کر بٹھایا آپ پھر کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے۔ شیخ نوافل میں مشغول ہوئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی مولانا محمد شاہ امام نے کہا کہ یا شیخ رکن الدین میں ایک سوال کرتا ہوں شیخ نے فرمایا کہو اُنہوں نے کہا آستین پکڑنے میں اور پھر دامن پکڑنے میں پھر نوافل میں مشغول ہونے میں کیا سِر تھی۔ شیخ نے فرمایا کہ مولانا جب برادر نظام الدین کو وجد ہوا اور کھڑے ہوئے تو قدم ساتویں آسمان پر مارا ہاتھ میرا آستین تک نہ پہنچا، دامن پکڑ کر بٹھایا، جب تیسری بار کھڑے ہوئے میں نے نہ دیکھا کہ کہاں گئے نوافل میں مشغول ہوا۔ سیر الاولیا سے نقل ہے کہ ایک بار مولانا ظہیر الدین کوتوال دہلی خدمت سلطان المشائخ میں حاضر ہوئے، اُن کو خوشبو عود کی آئی سمجھا کہ حجرہ میں عود روشن ہوگا کہ خادم نے حجرہ کو کھولا، وہاں سے کچھ بو نہ آئی حیران رہے۔ حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا بو عود کی نہیں ہے، یہ دوسری چیز کی بو ہے۔ سبحان اللہ جو ولی کامل مراتب قطبیت اور فردانیت کو طے کر کے مرتبہ محبوبی اور معشوقی کو پہنچتا ہے اُس کی ذات پاک مظہر اسرار الٰہی ہو جاتی ہے، اور ارادہ اُس کا ارادہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور جسم مبارک محبوب کا سرتا پا عطریات غیبی سے معطر ہو جاتا ہے، جو اہل دل اُس کے پاس جاتا ہے وہ بو اُس میں اثر کرتی ہے۔ پس حضرت سلطان المشائخ کا رتبہ محبوبی اظہر من الشمس ہے طالب ہو تو دیکھے اور سمجھے ؎ گر نہ بیند بروز شپّرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ؛؛ نقل ہے کہ وہ گلیم مبارک کہ جو بابا صاحب نے حضرت کو عطا کی تھی آپ نے قاضی محی الدین کاشانی کو مرحمت فرمائی۔ اُس میں سے نہایت خوشبو آتی تھی، قاضی نے اُس کو سر پر رکھا اور اپنے گھر میں لائے، اور مثل حرز جان کے نگاہ رکھا، قاضی سمجھے کہ یہ بو عارضی ہے، بہت روز بعد پھر اُس کو دیکھا خوشبو زیادہ پائی امتحاناً اُس کو خوب پانی میں دھویا دھوپ اور ہوا میں سکھایا اور بھی بو زیادہ ہوئی۔ متعجب ہو کر یہ کیفیت حضرت کی خدمت میں عرض کی۔

حضرت نے چشم پرآب کرکے فرمایا کہ قاضی یہ بوئے محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو عنایت کرتا ہے
ایں بوئے بہ بوئے بوستانست ؎ ایں بوئے زکوئے دوستانست ⁂ لکھا ہے کہ اول دہلی میں آپ کے
یہاں بہت تنگی رہتی تھی اکثر تمام طلبا اور فقرا پر فاقہ گذر جاتا تھا' ایک ضعیفہ آپکے ہمسایہ میں تھیں کہ وہ
سوت کات کر اُس کی اُجرت سے روزہ افطار کرتی تہیں ایک روز اُس کو معلوم ہوا کہ تمام درویش فاقہ سے ہیں
اُس وقت اُس کے پاس آدہ سیر آٹا جو کا موجود تھا' آپکے پاس لائی۔ حضرت نے شیخ کمال الدین یعقوب کو
فرمایا کہ یہ آٹا ایک مٹی کی ہانڈی میں پانی ملاکر پکاؤ کہ کسی مسافر کے کام آجاوے اُس نے بموجب حکم چولھے
پر چڑھایا' ایک دو جوش آئے تھے کہ ایک فقیر دلق پوش آیا اور باواز بلند کہا کہ نظام الدین کچھ کھانا ہے
تو لا' جواب دیا گیا کہ ذرا ٹھہرو پکتا ہے' اُس درویش نے کہا آپ اُٹھ اور ہانڈی جیسی ہے لے آ میرے
آگے۔ حضرت اُٹھے اور اپنے دامن سے اُس کو پکڑ کر آگے درویش کے رکھا' اُس نے پہونچے تک اپنا
ہاتھ ہانڈی میں ڈالکر گرم گرم کھانا شروع کیا' اُس کو گرمی نہ معلوم ہوئی جتنا کھایا گیا کھایا' بعدہ اُٹھکر دیگ کو
اُٹھاکر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گئی' اور کہا کہ نعمت باطنی تو نے فرید سے پائی اور فاقہ ظاہری تیرا ہم نے
توڑا اور اُسی وقت غایب ہوگیا۔ اُس روز سے فتوحات بدرجہ غایت بڑھتی گئی۔ نقل ہے کہ حضرت
سلطان المشائخ ہر جمعہ کو غیاث پور سے کیلوکھڑی میں پیادہ جایا کرتے تھے' ایک روز یہ خیال آیا کہ
گھوڑی ہوتی تو میں اُس پر سوار ہو کر جایا کرتا' دوسرے روز شیخ نورالدین ملک یار پران کہیں سے
گھوڑی پر سوار آیا' اور بیان کیا کہ آج کی شب میرے پیر نے فرمایا کہ جتنی گھوڑیاں تیرے پاس ہیں نظام الدین
کی نذر کر کہ وہ جمعہ کو پاپیادہ نہ جاوے۔ چنانچہ یہ کل گھوڑیاں موجود ہیں۔ آپنے فرمایا کہ تم اپنے پیر کے حکم
سے گھوڑیاں دیتے ہو میں بھی تو اپنے پیر سے ان کے لینے کی اجازت حاصل کرلوں۔ چنانچہ اُسی شب کو حضرت
باباصاحب نے فرمایا کہ شیخ نورالدین میرا مرید ہے میں نے ہی اُسے اجازت دی تھی کہ گھوڑیاں نظام الدین کو دے
شوق سے رکھے' صبح حضرت نے بخوشی وہ نذر قبول کی۔ اخبار الاولیا سے نقل ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی
کے مرنے کے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ تخت دہلی پر بیٹھا سنہ ۱۳۱۶ء میں اس نے تخت پر بیٹھتے
ہی فرزند علاؤالدین خضر خاں کو کہ جو مرید حضرت کا تھا اُس کو شہید کیا اور مقبرہ عالی کی عمارات اُسی کی
تعمیر کرائی ہوئی ہے۔ اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت کو بھی ستاوے مگر تمام امرا و لشکر کل مرید اور معتقد تھے
اس وجہ سے کچھ نہیں کرسکتا تھا' ایک روز بادشاہ نے اپنے مشیر قاضی محمد غزنوی سے پوچھا کہ خرچ اس قدر

شیخ نظام الدین کے پاس کہاں سے آتا ہے' یہ قاضی بھی حضرت سے ناخوش تھا' جواب دیا کہ امرائے شاہی اور سپاہی پہنچاتے ہیں' اس وجہ سے کشادہ پیشانی خرچ کرتے ہیں' یہاں تک کہ دو ہزار تنگہ زر سرخ روزانہ باورچی خانہ کا خرچ ہے' یہ سُن کر سلطان کو اور حسد ہوا' حکم دیا کہ جو کوئی شیخ کو کچھ دیگا اُس کا وظیفہ خزانہ سلطانی سے موقوف کیا جائیگا' اور نہ کوئی جانے پاوے جو جاوے اپنا گھر کہیں اور بنائے' جب حضرت کو یہ خبر ہوئی خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ آج سے کل اخراجات میں دُگنا خرچ کیا جاوے' جو درکار ہو فلاں طاق میں بسم اللہ کہکر ہاتھ ڈال ورلیا کر' خواجہ اقبال آپکے مرید اور خلیفہ اور مصاحب اور خانساماں اور زر خرید بھی تھے خواجہ اقبال نے بموجب امر والا دُگنا خرچ کرنا شروع کیا' جب کئی روز گذرے کہ اہل شہر سے کوئی خانقاہ میں نہ گیا' اور نہ کچھ فتوحات ہوا خرچ دگنا ہوگیا سلطان نے اسکا سبب خفیہ دریافت کیا' معلوم کہ بحکم حضرت طاق میں سے برائے خرچ ہر روز ملتا ہے' یہ سُن کر سلطان منفعل ہوا اور ایک امیر کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ شیخ رکن الدین ہر سال میرے دیکھنے کو ملتان سے آتے ہیں اور تم دہلی میں رہتے ہو تم نہیں آتے اس میں تحقیر ہے' یہ سن کر آپنے جواب دیا کہ پیروں کی عادت نہیں کہ امراء کے مکان پر جاویں مجھکو معاف رکھیے۔ یہ سُن کر سلطان اور بھی غصہ ہوا اور پھر کہلا بھیجا کہ میرے حکم کی تعمیل تم کو کرنی ہوگی۔ حضرت سلطان المشائخ نے شیخ علی سنجری کو شیخ ضیا الدین رومی کے پاس بھیجا کہ مرشد بادشاہ کے اور خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے یہ کہلا بھیجا تھا کہ آپ بادشاہ کو روکیں کہ فقرا کے ستانے میں اس کی بہبودی نہ ہوگی۔ جب شیخ علی سنجری پہنچے دیکھا کہ وہ از حد بیمار تھے' واپس آکر حضرت سے ذکر کیا' تیسرے روز شیخ ضیاء الدین نے انتقال کیا' اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ اُن کی تقریب فاتحہ میں کل اکابر اور مشائخ اور سلطان سب جمع تھے حضرت بھی تشریف لے گئے کل حاضرین تعظیم کو کھڑے ہوئے آداب بجالائے مگر سلطان ملتفت نہ ہوا تلاوت قرآن میں مشغول رہا اور سب حال آنکھوں سے دیکھا اور بھی آتش غضب سے جلا' بعض نے حضرت سے کہا کہ سلطان بھی اس مجلس میں ہے سلام علیک کیجئے' فرمایا کچھ حاجت نہیں وہ تلاوت کر رہا ہے مخل نہ ہونا چاہیئے۔ بعد فاتحہ ختم محفل برخاست ہوئی۔ سب اپنے مکان پر گئے' بادشاہ نے کل علماء اور مشائخ کو جمع کر کے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سمجھاؤ کہ ہر روز میرے دیکھنے کو آیا کریں' اگر نہ ہو سکے آٹھویں دن ورنہ ہرماہ نو کی مباوکباد کو ضرور آیا کریں اور جو وہ کہیں مجھ سے کہو کہ میں کچھ اور فکر کروں۔ چنانچہ سید قطب الدین غزنوی' شیخ عماد الدین طوسی' شیخ وجد الدین برہان الدین کہ ان صاحبوں کے مزارات بھی دہلی میں ہیں

بایمائے سلطان حضرت کی خدمت میں آئے، اور کہا کہ حضرت سلطان آپ کو کہتا ہے کہ ہر روز نہ ہو سکے آٹھویں روز ورنہ ہر چاندرات کو ضرور آیا کریں اور مصلحت وقت بھی ہے کہ اس کا ارادہ فاسد معلوم ہوتا ہے آپ نے چندے تامل کیا، اور فرمایا انشاء اللہ، لفظ انشاء اللہ کے فرمانے کو ان صاحبوں نے جانا کہ راضی ہیں، وہاں سے خوشی خوشی آئے، اور سلطان سے کہا کہ وہ راضی ہیں اور بادشاہ بھی خوش ہوا اُس روز ۲۷ صفر تھی کہ خواجہ وحید قریشی اور اعز الدین برادر حضرت امیر خسرو نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا شیخ ہم نے سنا کہ حضور واسطے دیکھنے سلطان کے راضی ہوئے، فرمایا کہ میں ہرگز برخلاف اپنے پیروں کے نہ کروں گا، یہ متحیر ہوئے کہ سلطان منتظر ہے کہ کب شام ہو اور شیخ میرے دیکھنے کو آویں، اور شیخ کا ہرگز ارادہ نہیں اس میں بڑا فساد ہوگا، حضرت نے اُن کو دیکھکر فرمایا کہ سلطان مجھ پر ہرگز فتحیاب نہ ہوگا۔ الغرض جب اُنتیس تاریخ ہوئی خواجہ اقبال نے عرض کی کہ امشب غرہ ماہ ہے واسطے ملاقات سلطان کے جو تبرک حکم ہو فراہم کروں۔ فرمایا ٹھہر جب وقت نماز عصر ہوا بعد نماز کے پھر خواجہ اقبال نے عرض کی مجھکو حکم ہو کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ اقبال سمجھے کہ شیخ بادشاہ کے دیکھنے کو نہ جاوینگے، آخر جب پہر بھر رات گئی غیاث الدین تغلق کو کہ جو اُس کا معتبر اور پچاس ہزاری منصب رکھتا تھا بارادہ سلطنت آیا اور کوشک ہزار ستون میں مع قاضی محمد غزنوی کے جا بیگ کے ہاتھ سے ہلاک کرایا اور اس کے اطفال کو بھی قتل کیا۔ یہ ذکر سنہ ۱۳۲۱ء کا ہے، اور خود چار سال سلطنت کر کے مر گیا۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ ایک بار میں شیخ کے ہمراہ کشتی میں تھا، مجھکو اپنے روبرو بلایا اور فرمایا کہ تجھ سے کچھ کہتا ہوں، جب تو دہلی جاوے مجاہدہ میں کوشیو بیکار رہنا کچھ نہیں، روزہ رکھنا آدھی راہ ہے، اور نماز و حج زکوٰۃ آدھی راہ ہیں، پھر فرمایا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جو تو خدا سے چاہے وہ ملے فرماتے ہیں کہ ایک بار پھر مجھ سے شیخ نے فرمایا کہ تیرے واسطے میں نے اللہ تعالیٰ سے قدرے دنیا بھی طلب کی ہے، اور خلافت کے وقت فرمایا کہ مجاہدہ کرنا چاہیئے، برائے استعداد پھر ایک بار حجرہ میں سر برہنہ کر کے یہ رباعی فرماتے تھے اور چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیستم	خاکے شوم بزیر پائے تو زیستم
مقصود من خستہ ز کونین توئی	از بہر تو میرم و برائے تو زیستم

جب یہ تمام کر چکے سر سجدہ میں رکھا اور میری طرف دیکھا میں حجرہ میں گیا اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھا، فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، چاہ کیا چاہتا ہے، میں نے دین حسن چاہا، فرمایا بخشا پھر میں اپنے

دل میں پچتایا کہ یہ نہ مانگا کر سماع میں مروں۔ نقل ہے کہ چند شخص واسطے ملازمت حضرت سلطان المشائخ کے چلے بازار سے کسی نے کچھ تحفہ لیا کسی نے کچھ لیا۔ ان میں ایک متعلم تھا وہ سمجھا کہ ٹکے کیوں خرچ کئے کس واسطے کہ شیخ ہر ایک کے تحفہ کو کیا دیکھیں گے، سب ساتھ بیٹھیں ہوں گے اور خدام اُٹھا لیجائیں گے۔ یہ سوچ کر قدرے خاک کاغذ میں باندھ لی، جب سب پہنچے تحفہ سب نے شیخ کے روبرو رکھے، خادموں نے اُن کو اُٹھانا چاہا، فرمایا کہ اس کاغذ کو یہیں چھوڑو کہ یہ سرمہ شریف خاص میری آنکھوں کے واسطے ہی متعلم تائب ہوا اور شیخ نے اُس پر بہت مہربانی فرماکر کہا کہ جو تجھکو حاجت ہو بیان کر۔ نقل ہے کہ ایک شخص اپنی جگہ سے واسطے زیارت حضرت کے آتا تھا، جب بوندی میں آیا وہاں ایک شیخ موہن بزرگ تھے اُنکی زیارت کو گیا، اُن بزرگ نے پوچھا کہ کہاں جائیگا، اُس نے کہا کہ شیخ نظام الدین کی زیارت کو دہلی جاتا ہوں اُنھوں نے فرمایا کہ شیخ نظام الدین کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ شب جمعہ میں تم سے کعبہ میں ملتا ہوں، وہ مجھکو پہچان لیں گے۔ یہ شخص خدمت حضور میں حاضر ہوا اُس درویش کا پیام دیا، آپنے آزردہ ہوکر فرمایا کہ وہ درویش عزیز ہے، مگر زبان بند نہیں رکھتا، بزرگی شیخ موہن کی بھی اس جگہ سے ظاہر ہے، مزار اُن کا بوندی میں ہے۔ نقل ہے کہ سلطان علاؤ الدین بن شہاب الدین کہ یہ بادشاہ اپنے کو سکندر ثانی کہتا تھا، بڑا مدبر اور فاضل پابند شریعت تھا، اس نے بائیس ۲۲ برس نہایت عدل و داد کے ساتھ سلطنت کی ایک بار بقصد امتحان چند باتیں متعلق امور سلطنت کے تحریر کرکے لکھا کہ آپ تمام عالم کے مخدوم ہیں، دین و دنیا کی حاجتیں آپ کی ذات بابرکات سے برآتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مملکت دنیا میرے ہاتھ میں دی ہے چاہتا ہوں کہ جو کار جو مصلحت ملکی پیش آوے حضرت کی خدمت میں عرض کروں آپ اُس میں مشورہ دیں کہ میری اور خلقت کی خیر ہو اور ہر ایک حکم کے نیچے حدیث نبوی تحریر فرماکر میرے پاس روانہ کیجئے، اس طرح تحریر کرکے اپنے چھوٹے بیٹے خضر خاں کو دیا کہ یہ حضرت کا مرید بھی تھا، اور کہا کہ اس کاغذ کو شیخ کی خدمت میں لیجا اور جواب لا، پس خضر خاں نے بموجب مرید حاضر ہوکر کاغذ سلطان شیخ کے دست مبارک میں دیا، حضور نے اُس کو مطالعہ فرماکر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو بعدہٗ فرمایا کہ فقیروں کو کار بادشاہوں سے کیا کام میں درویش ہوں، شہر کے ایک کونہ میں پڑا ہوں، بادشاہ اور تمام مسلمانوں کی دعائے خیر میں مشغول ہوں، اگر بادشاہ نے اس بارہ میں پھر مجھہ سے کہا تو میں یہاں نہ رہونگا، ارض اللہ واسعۃ جب یہ جواب خضر خاں نے پدر کو دیا سُن کر خوش ہوا اور معتقد ہوکر عرض کرایا کہ میں زیارت کو حاضر ہوتا ہوں

آپنے فرمایا کچھہ حاجت نہیں میں دعائے غیب میں مشغول ہوں غیب کی دعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے میرے مکان کے دو دروازہ ہیں اگر سلطان ایک دروازہ سے داخل ہوگا میں دوسرے سے نکل جاؤں گا۔ نقل ہے کہ ایک شخص نے تقریر کی کہ فلاں جگہ تمہارے یار مزامیر سنتے ہیں فرمایا کہ میں منع کرتا ہوں کہ مزامیر و محرمات درمیان ہوا اچھا نہیں ہے اس بارے میں اور بہت کچھہ فرمایا پھر کہا کہ شیخ وحدالدین کرمانی شیخ شہاب الدین کے پاس آئے شیخ نے اپنا مصلیٰ لپیٹ کر زیر زانو رکھا یہ بات مشائخوں کو نہایت تعظیم کی معلوم ہوئی جب رات ہوئی شیخ وحدالدین نے سماع طلب کیا شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو طلب کیا جب سماع مرتب ہوا خود ایک گوشہ میں مشغول ہوئے حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جو کچھہ کہ سماع میں صفتیں میں نے سنی ہیں اکثر اوصاف و اخلاق شیخ پر گمان کرتا ہوں کہ ایک روز حیات شیخ میں قوالوں سے یہ بیت سنی ہے ؎

مخرام بدین صفت مبادا کز چشم بدت رسد گزندے

مجھکو اخلاق حمیدہ اوصاف برگزیدہ اور کمال بزرگی اور لطافت اُن کی یاد آتی ہے یہ فرما کر چشم پر آب کرکے فرمایا کہ تھوڑے دن گذرے ہیں کہ آپنے رحلت کی نقل ہے کہ جب سلطان غیاث الدین تغلق سنہ ۷۲۰ھ میں بادشاہ ہوا تھوڑے دنوں بعد اس نے بنگالہ پر لشکر کشی کی راستہ میں سے حضرت سلطان المشائخ کو لکھا کہ تا آنے میرے تم غیاث پور سے چلے جاؤ تمہاری وجہ سے آدمیوں کی ایسی کثرت رہتی ہے کہ میرے متعلقوں کو جگہ نہیں ملتی حضرت کے پاس یہ خط پہنچا آپنے مطالعہ کرکے فرمایا کہ ہنوز دلّی دور ہے پس ایسا ہی ہوا کہ بادشاہ دہلی میں نہیں پہنچا پہلے تغلق آباد میں آیا۔ وہاں چوتھے سال جلوس میں مکان کے نیچے دبکر مر گیا۔ نقل ہے کہ ایک بار خانقاہ حضرت سلطان المشائخ میں مجلس سماع گرم تھی کہ ایک صوفی نے آہ کی اور اُس کے بدن میں آگ لگی جلکر خاک ہوگیا اُس وقت حضرت کو بھی حالت تھی جب آپ کو ہوش آیا اور دریافت کیا کہ خاک کیسی ہے عرض کی کہ ایک صوفی نے آہ کی اور جل گیا یہ اُس کی خاک ہے آپنے پانی طلب کرکے اُس خاک پر چھڑکا وہ صوفی زندہ ہوا آپنے اُس کو ارشاد کیا ابھی تم میں خامی ہے جب تک پختہ نہ ہو میری مجلس میں نہ آنا نقل ہے کہ ایک روز حضرت واسطے زیارت مزار پر انوار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ کے حاضر ہوئے تھے واپس ہوتے وقت کنارہ دریا پر گذر ہوا دیکھا کہ میر حسن علائی سنجری شاعر اپنے یاروں سمیت بہت خوش شراب نوشی کر رہا ہے حضرت کو دیکھکر منفعل ہوا اور یہ شعر پڑھا ؎

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم گر ز صحبت ہا اثر بودے کجا است

زہد تا فسق از دل ما گم نہ کرد سا بان ما بہتر از زہد شما است

یہ رباعی سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صحبت کو بہت اثر ہے' اس لفظ کو فرماتے ہی اُس کے دل پر
اس کا اثر ہوا' دوڑ کر اپنا سر حضور کے قدموں پر رکھا اور تائب ہوا' بعدہ مرید ہو کر سعادت دارین سے بہرہ مند
ہوا' چنانچہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا ؎ اے حسن توبہ آنگہی کردی :: کہ ترا طاقت گناہ نماند بد: یعنی اُنہوں نے
۷۰ برس کی عمر میں توبہ کی' اور فوائد الفواد جمع کی کہ مقبول کتاب ہے۔ یعنی نظر فیض اثر کے پڑتے ہی کامل ہو گئے
نقل ہے کہ شمس الدین بزاز نے کہ نہایت متمول اور حضرت کا دشمن جانی تھا ایک روز قریب سبز میںڈی کے
شراب خواری کا ارادہ کیا' بچشم ظاہر سے حضرت کو دیکھا کہ سامنے کھڑے انگشت سے اشارہ فرماتے ہیں کہ نہ
پی' یہ معاملہ دیکھتے ہی اُس نے شیشہ اور جام شراب توڑا اور خدمت شیخ میں حاضر ہو کر عرض حال کیا
آپ نے فرمایا کہ جس کا نصیب یاور ہوتا ہے ایسا ہی معاملہ پیش آتا ہے' آخر وہ مرید ہو کر سعادت ابدی سے
بہرہ مند ہوا۔ نقل ہے کہ ایک روز آپ کے کسی مرید کے گھر میں مجلس سماع تھی اور کھانا بھی تھا مگر وقت عین مجلس کے
ہزاروں آدمی صوفی اور دیگر اہل شہر آ گئے' کھانا اس قدر نہ تھا کہ سب کو کفایت کرے' صاحب خانہ حیران ہوا
اب کیا کیجئے' حضرت نے نور باطن سے معلوم فرما کر خواجہ مبشر خادم خاص کو فرمایا کہ جب سب کے ہاتھ دھلا چکے
تو ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے اُن کو چادر سے ڈھانک کر بسم اللہ کہکر تقسیم کرنا شروع کر دو' دو کے آگے
ایک طباق رکھ حسب الحکم اُنہوں نے ایسا ہی کیا' وہ پچاس آدمیوں کا کھانا کئی ہزار آدمیوں کو کافی ہوا الکھا ہے
کہ قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار تھے' وقت نزع حضرت اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے' دیکھا کہ قاضی
بیہوش تھے' شناخت مردم بھی جاتی رہی تھی' حضرت نے قریب پہنچکر دست مبارک اُن کے چہرہ پر پھیرا' اُسی
وقت اُن کو ہوش آیا صحت ہوئی' بعد اُس کے ایک مدت زندہ رہے' بعض حضرات ایسا مشہور کرتے ہیں
کہ جب حضرت قاضی کی عیادت کو گئے اُن کو خبر ہوئی' اُنہوں نے کہلا بھیجا کہ آخری وقت میں اُن کی صورت
دیکھنا نہیں چاہتا کہ وہ سماع سنتے ہیں' آپنے فرمایا کہ میں نے توبہ کی' جب یہ خبر قاضی کو ہوئی اپنی پگڑی
بھیجی کہ اس کو بچھا دو وہ اُس پر قدم رکھکر تشریف لادیں' نہیں معلوم کہ اس کی سند اُن حضرت کو کہاں سے
ملی' کس واسطے کہ قاضی محی الدین کاشانی آپکے مرید اور خلیفہ تھے' ایسا گستاخانہ کلام کس طرح کہتے۔
واللہ اعلم اور ایسے ہی ایک نقل ور جہلا نے مشہور کر رکھی ہے کہ حضرت بو علی قلندر آپ کی کرامات جہین لے گئے تھے
جس کو امیر خسرو بوساطت مبارز خاں واپس لائے۔ مقام غور ہے کہ یہ سلطان الاولیا اور وہ بخشی یہ

محبوب کبریا و عاشق اللہ بعض کا قول ہو شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید تھے، بعض کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بعض کا عقیدہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مرتبہ محبوبیت کل مراتب سے اعلی ہے قطبیت اور ابدالیت اور وحدانیت یہ سب مراتب محبوبیت کے آگے ادنی ہیں بس ادنی اعلی کا مقابل ہرگز نہیں ہو سکتا، دوسرے یہ کہ اولیا میں ایسا مناقشہ نہیں ہوتا میرے نزدیک یہ ایسی باتیں ہیں جیسے گنواروں نے بیربر اور اکبر اعظم کی بنا رکھی ہیں، نقل ہو کہ قصبہ سماوہ میں ایک جاگیردار کے گھر میں آگ لگی، فرمان معافی جاگیر بھی ہمراہ دیگر سامان کے جل گیا، وہ غریب واسطے حاصل کرنے سند کے دہلی میں آیا اور بمشقت جدید فرمان حاصل کیا، جب کچہری سلطانی سے باہر آیا کہیں گر کر گم ہوا، بہت ڈھونڈھا نہ ملا روتا ہوا حضرت کی خدمت میں آیا اور دعا چاہی، حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ ابھی بازار سے حلوا لاکر اس پر والدین بابا صاحب کی فاتحہ دلا تیرا فرمان ملجائیگا، وہ اُسی وقت اُٹھکر بازار میں آیا اور قریب دروازہ خانقاہ کے جو حلوا فروش تھا اُس سے حلوا مول لیا، حلوائی وزن کرکے اُس کے رکھنے کو کاغذ نکالا چاہتا تھا کہ اُس کو پھاڑے اُس نے دیکھا تو وہ اُسی کا فرمان تھا، اُس نے غل مچایا کہ اس کو نہ پھاڑنا، بس حلوا اور وہ فرمان لیکر حضرت کی خدمت میں آیا، مرید ہوا، لکھا ہو کہ سلطان علاؤالدین خلجی نے چاہا کہ کسی بہانہ سے حضرت کو اپنے پاس بُلاوے، پس یہ کہلا بھیجا کہ عرصہ دراز گذرا کہ جو لشکر میرا مہم پر ہے اسکی کچھہ خبر نہیں آئی میں نہایت متردد ہوں، آپ اگر ایک ساعت کو تشریف لاویں تو عین مصلحت اور مہربانی ہوگی، حضرت یہ پیام سنتے ہی پہلے تھوڑی دیر گردن جھکائے رہے، بعد اُس کے فرمایا کہ سلطان سے کہدو کہ میرے آنے کی کچھہ حاجت نہیں، انشاء اللہ کل بوقت چاشت تم کو خبر ملیگی، اور تمہارا برادر الف خاں صحیح اور سالم معہ اسباب غنیمت خوش اور خرم ملیگا، چنانچہ دوسرے روز الف خاں فتح اور نصرت کے ساتھ آیا، اور ملازمت سلطان حاصل کی، سلطان نے خوش ہوکر پانچہزار دینار خدمت شیخ میں ارسال کئے، اُسی وقت اسفندیار قلندر آگیا، حضرت نے اُسی وقت اُس کو مرحمت فرمادیے، نقل ہو کہ حضرت نے نکاح نہیں کیا تمام عمر تجرد رہا، اس کا سبب محققوں نے یوں بیان کیا ہو کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ بمقام اجودھن حاضر تھے، بابا صاحب نے فرمایا کہ کچھہ لا تاکہ میں کھاؤں، حضرت نے اپنی دستار رہن کرکے لوبیا اور نمک خرید کر اُس کو جوش کیا نمک ملایا اور باباصاحب کے آگے لا رکھا، باباصاحب نے معہ یاروں کے نوش کیا فرمایا کہ اچھا نمکین پکایا، میں خدا سے چاہتا ہوں کہ ہر روز ۳، من نمک تیرے باورچیخانہ میں

خرچ ہوا کرے، حضرت نے کھڑے ہو کر آداب بجا لایا، اُس وقت بابا صاحب نے دیکھا کہ پائجامہ حضرت کا پھٹا ہوا تھا، اپنا پائجامہ عنایت کیا، حضرت نے فخر اپنا سمجھکر اُس کو اپنے پائجامے کے اوپر پہنا جلدی میں اُس کا ازاربند ایک طرف سے نکل گیا، بابا صاحب نے فرمایا کہ ازاربند محکم باندھ، حضرت نے عرض کیا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا، اس وجہ سے تمام عمر تجرد رہا۔ نقل ہے کہ جب حضرت کا شہرہ عالمگیر ہوا اُس وقت اہل مکہ نے کہا کہ افسوس ہے مولانا نظام الدین نے حج ادا نہیں کیا۔ اس وقت وہ بزرگ بھی موجود تھے جو چالیس برس سے مجاور خانہ کعبہ تھے، اُنہوں نے کہا کہ غلط ہے، مولانا نظام الدین ہمیشہ صبح کی نماز اول وقت کعبہ میں ادا کرتے ہیں اس بات کا مکہ میں شہرہ ہوا۔ حاجیانِ دہلی نے بھی سُنا اور حضرت کے مریدوں سے بھی بیان کیا مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کوئی کچھ دریافت نہ کر سکتا تھا، ایک بار حضرت اپنے حجرہ میں تھے اور ایک مرید در حجرہ پر وضو کو پانی لئے استادہ تھے۔ جب دیر ہوئی وہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت کے ہوں گے یہ سمجھکر وہ اندر حجرے کے گیا، حضرت کو وہاں نہ پایا، چھت پر گیا وہاں بھی نہ پایا ناچار ہو کر حجرہ کا دروازہ بند کر کے بدستور استادہ ہو گیا کہ اُسی وقت حضرت نے وضو کو پانی طلب کیا اس اثنا میں اور بھی مرید آ گئے تھے نماز ادا کی بعد نماز کے اُس مرید نے عرض کیا کہ چھت تک دیکھ آیا تھا حضور تشریف نہ رکھتے تھے، جب میں باہر آیا اُسی وقت آپ نے پانی طلب کیا، یقین ہے کہ واسطے ادائے نماز کعبہ میں تشریف لے گئے ہوں گے، اور جو کچھ حاجیوں سے سُنا تھا عرض کیا، اُس پر حضرت نے چشم پر آب کر کے فرمایا کہ میں اس قابل کب ہوں مگر یہ رحمت پروردگار ہے، ایک سانڈنی غیب سے پیدا ہو کر حجرہ کی چھت سے مجھکو اپنے پر سوار کر کے کعبہ میں پہنچاتی ہے، بعد فراغ نماز ہو کر اسی جگہ پہنچا جاتی ہے، الغرض جب عمر شریف حضرت ۹۱ سال کی ہوئی سات روز بول و براز بند رہا، آٹھویں روز خواجہ اقبال کو طلب فرما کر کہا کہ جو نقد و جنس ہو سب میرے آگے لا، اُنہوں نے عرض کیا کہ جو فتوح ہوتا ہے اُسی دن صرف ہو جاتا ہے، مگر چند ہزار من غلہ خرچ امروز موجود ہے، فرمایا کہ ابھی غربا کو تقسیم کر، بعدہ گٹھڑی کپڑوں کی منگائی، اُس میں سے ایک دستار ایک کرتہ اور مصلی اور سند خلافت مولانا برہان الدین غریب کو عطا کیا، اور دکن کی جانب رخصت کیا اُن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اسی طرح ہر ایک خلیفہ کو عنایت فرمایا، اسوقت حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حاضر نہ تھے، اُن کی نسبت کچھ عنایت نہ ہوا حاضرین مجلس کو فکر تھا کہ کیا وجہ ہے کہ جو وہ محروم رہے، بعد تھوڑی دیر کے حضرت چراغ دہلی کو بلا کر وہ تبرکات کہ جو خواجگانِ چشت سے چلے آتے تھے، اور بابا صاحب نے حضرت کو

عطا فرمائے تھے، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو عطا فرمائے اس کے بعد نماز عصر ادا کی، ہنوز آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ اس آفتاب دین محبوب رب العالمین نے کل نفس ذائقة الموت کی تکمیل کی، یہ حادثہ عظیم روز چہار شنبہ بتاریخ ۱۷ ربیع الآخر ۷۲۵ہجری میں ہوا، مگر عمر شریف کو بعض نے ۹۴ سال لکھا ہے۔ روضہ انور بمقام غیاث پور متصل شاہجہاں آباد درگاہ حضرت نظام الدین زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ پیدائش حضرت کی ربیع الاول میں ہوئی اور وفات ربیع الآخر میں ہوئی۔ لکھا ہے کہ ایک درویش باکمال مریدان شیخ سوندھا صابری سے تھے اُن کو کشف القبور اور عالم ارواح میں کامل دستگاہ تھی۔ صاحب اقتباس الانوار کہ جو اُن کامل کے پیر بھائی ہیں تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز وہ کامل روبرو تربت حضرت سلطان المشائخ کے بیٹھے، مراقبہ برزخ میں مشغول ہوئے، اُن کو ایک دریائے عظیم نور ذات سا معلوم ہوا اس میں ہر طرف سے نور کی موجیں اُٹھتی تھیں، دیکھا ایک کشتی نورانی چلی آتی ہے۔ اس میں ایک تخت مرصع بچھا ہے، اُس پر ایک مرد صاحب جمال بیٹھا ہے اور وہ تجلی تھی کہ اُس کی تجلی کے آگے آفتاب ایک ذرہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ درویش صاحب مراقبہ دریا سے گذر کر صاحب تخت کے نزدیک پہنچے، پہنچتے ہی خوشبو سے معطر ہو گئے، اور صاحب تخت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ میں نظام الدین بدایونی ہوں معشوق حق ہوں، لہٰذا تجلیات اُس سبحانہ تعالیٰ کی میری طالب ہیں اور اولیا اُن کے طالب ہیں اور حضرت نے ایک دستار اُن درویش کو عطا کی اور فرمایا کہ جا تجھکو صاحب ولایت کیا۔ صاحب اقتباس تحریر کرتے ہیں کہ تا حیات اُن کے جسم اُن کے لباس سے اہل دلوں کو خوشبو آتی رہی، بعد مرنے کے بھی اُن کے کپڑوں میں وہی خوشبو آتی رہی۔ صاحب مونس الارواح نے ایک بار یہ ارادہ کیا کہ بغداد شریف میں پہنچکر حضرت غوث پاک کے روضہ مطہر کی زیارت سے مشرف ہو جئے، یہ ارادہ مصمم کر کے چادر مزار اور دیگر سامان نذر و سفر تیار کر کے پہلا مقام غیاث پور میں کیا، رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت پیران پیر تشریف لائے اور فرمایا کہ جہاں آرا کہاں جاتی ہے، اُنہوں نے عرض کیا کہ حضور کی زیارت اور چادر چڑھانے جاتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہیں ہوں، اُنہوں نے عرض کی کہ مجھکو معلوم نہیں کہ آپ دہلی میں کہاں ہیں، فرمایا کہ نظام الدین ہیں وہ ہیں ہی تو ہوں، کیوں اتنا سفر اُٹھاتی ہے۔ جب صبح یہ بیدار ہوئیں اُن کے ہمراہ جو علماء اور مشائخ تھے سب کو طلب کر کے اپنا خواب بیان کیا، باتفاق سب نے کہا امشب سب پر یہی کیفیتیں جداگانہ طاری ہوئیں کہ جو ہم مطلب آپ کے خواب کی ہیں، پس صبح وہ سب سامان مزار پر انوار

حضرت سلطان المشائخ پر چڑھایا، اور وہ نقد کہ جو بغداد شریف کے اور آمد و رفت کے خرچ کے واسطے تھا کل مساکین اور خدام روضۂ عالیہ کو تقسیم کیا۔ صاحب سیر السالکین تحریر کرتے ہیں کہ آخر وقت مرض الموت حضرت سلطان المشائخ کے شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی کہ اُس وقت دہلی میں تھے واسطے عیادت کے آئے چاہا کہ زمین پر بیٹھیں، حضرت نے فرمایا کہ میرے پلنگ پر بیٹھو، اُنھوں نے کہا کہ قطب وقت اور محبوب رب العزت کے پلنگ پر کس کی طاقت ہے بیٹھے، حضرت نے مریدوں سے کرسی طلب کی جب کرسی آئی شیخ اُس پر بیٹھے، اور بعد دریافت احوال شیخ رکن الدین نے کہا کہ انبیاء اور اولیاء کو درمیان موت و حیات کے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اگر آپ چند روز توقف کریں تو خلق کو نفع ہو ہزاروں ناقص کامل ہو جاویں، حضرت نے فرمایا کہ اشتیاق دوست اسقدر غالب ہوا ہے کہ ایک ساعت باقی رہنے کو جی نہیں چاہتا، بلکہ ایک ایک دم مجھ پر دشوار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شب معاملہ میں دیکھتا ہوں کہ مجھکو فرماتے ہیں کہ اے نظام تیرا اشتیاق مجھکو زیادہ ہے، میرے پہلو میں آ یہ سُن کر شیخ رکن الدین اور جملہ حاضرین زار زار رونے لگے اور خود رفتہ ہوگئے، بعد اُس کے شیخ رکن الدین نے کہا کچھ وصیت فرمائیے، حضرت نے فرمایا کہ پیران چشت سے ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ بعد مرنے میرے کے نزدیک جنازہ کے سماع کریں، بعد اُس کے دفن کریں جب اُن حضرات نے وفات پائی اُن کے مریدوں نے نزدیک جنازہ کے سرود کہوایا، اور وہ حضرت اُٹھ کھڑے ہوئے، سات روز اسی طرح سماع رہا، بعدہ سماع بند کرکے اُن کو دفن کیا، میں بھی اُن کے قدم بقدم جانا چاہتا ہوں، تم بھی بعد مرنے میرے کے نزدیک جنازہ کے سماع کرانا، پس جب حضرت سلطان المشائخ کی وفات ہوئی امامت جنازہ کی شیخ رکن الدین نے کی، بعد نماز جنازہ کے شیخ رکن الدین نے کہا کہ آج مجھکو تحقیق ہوا کہ چار برس مجھکو واسطے امامت نماز جنازہ کے رکھا تھا کہ میں نماز جنازہ سلطان المشائخ کی امامت سے مشرف ہوں، بعدہ شیخ رکن الدین نے قوال طلب کیا، آپ کے خلفائے نے منع کیا کہ بمجرد سننے سماع کے حضرت کھڑے ہوجاوینگے وہ حضرت تو سات روز کے بعد سماع سے باز رہے مگر ہمارے حضرت قیامت تک سماع سے باز نہ رہیں گے جہان میں فتنۂ عظیم اُٹھیگا، یہ بات شیخ رکن الدین کی بھی سمجھ میں آ گئی اور جنازہ کو اُٹھا کر لے چلے، اثنائے راہ میں ایک عورت اپنے دروازہ پر بیٹھی امیر خسرو کی غزل گا رہی تھی، اُس وقت یہ شعر تھا، شعر اے تماشا گاہِ عالم روئے تُست :: تو کجا بہر تماشا میروی :: یہ آواز سنتے ہی دست مبارک حضرت کا کفن سے باہر ہوا

شیخ رکن الدین نے دوڑ کر اُس عورت طوائف کو منع کیا، جب تک جنازہ قبر کے نزدیک آیا ہاتھ اسی طرح باہر تھا، قبر میں اُتارتے وقت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے عرض کیا کہ برہان شما ازیں ہم بیشتر است اگر دست گرد آید بہتر باشد چراکہ قدم سید درمیان است۔ یہ عرض کرتے ہی ہاتھ کفن کے اندر ہوگیا۔ پس شیخ رکن الدین نے جنازہ قبر میں اُتارا اور قبر سے نکلتے ہی بیہوش ہوگئے، جب ہوش ہوا لوگوں نے پوچھا کہ بیہوشی کا کیا سبب تھا (شیخ رکن الدین نے کہا کہ یہ بھی قطب وقت تھے) لوگوں سے فرمایا کہ جب میں نے حضرت کو قبر میں اُتارا روحانیت رسول مقبول نے حاضر ہوکر برادر شیخ نظام الدین کو بغل میں لیا مجھکو طاقت مشاہدہ نور نبوت کی نہ تھی اس وجہ سے بیہوش ہوگیا تھا۔ خلفائے حضرت سلطان المشائخ کہ جو چند حضرات مشہور ہیں تبرکاً تحریر ہوتے ہیں یعنی حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، حضرت امیر خسرو دہلوی، سراج الدین عثمان، شیخ قطب الدین منور نبیرہ شیخ جمال، شیخ حسام الدین ملتانی، مولانا جمال الدین نصرت خانی، مولانا فخر الدین، مولانا ابوبکر منڈوی، مولانا فخر الدین مروزی، مولانا علم الدین نیلی، شیخ برہان الدین غریب، مولانا وجیہہ الدین یوسف، مولانا شہاب الدین امام، مولانا حافظ قاضی محی الدین کاشانی، مولانا وجیہہ الدین پائلی، مولانا فصیح الدین، مولانا شمس الدین یحییٰ، خواجہ کریم الدین سمرقندی، شیخ جلال الدین اودہی، مولانا جمال الدین، قاضی شرف الدین، مولانا کمال الدین یعقوب، مولانا بہاء الدین شیخ مبارک خواجہ معز الدین، خواجہ ضیاء الدین برنی، شیخ تاج الدین وادری، مولانا موید الدین انصاری خواجہ شمس الدین خواہرزادہ امیر خسرو، شیخ نظام الدین شیرازی، خواجہ سالار شیخ فرید الدین میرہی، شیخ علاؤ الدین اندپتی، شیخ شہاب الدین کنتوری، مولانا حجۃ الدین ملتانی، شیخ بدر الدین قوار، شیخ رکن الدین جنیری، شیخ عبدالرحمن سارنگ پوری، حاجی احمد بدایونی، شیخ لطیف الدین، شیخ نجم الدین، محبوب شیخ شمس الدین دھاری، خواجہ یوسف بدایونی، شیخ سراج الدین، حافظ قاضی شاد علی و مولانا قوام الدین یکدانہ مولانا برہان الدین ساوری، مولانا جمال الدین اوہی، شیخ نظام الدین مولی، قاضی عبدالکریم قدوری، و قاضی قوام الدین قدوری و مولانا علی شاہ جاندار، خواجہ تقی الدین خواہرزادہ حضرت سید محمد کرمانی، سید یوسف حسنی و حمید شاعر قلندر، خواجہ بشر خاں سامان، و مصاحب علی خادم خاص۔ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ سلطان الاولیا وہ بزرگ تھے کہ گوشہ میں بیٹھے ہوئے تصرف فرماتے تھے، ایسا ہی روضہ متبرکہ اُن کا قبلہ حاجات عالم ہے، وہ لکھتے ہیں کہ یہ ذرہ مبقدر سنہ ۱۰۵۲ھ میں بشرف سعادت زیارت آستانہ

بادشاہ کونین حاضر ہوا، فیض روحانیت حضرت سے بہت سی نعمتیں پائیں کہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں، سبحان اللہ آج تک ظہور تصرفات ولایت حضرت کا ہمیشہ بیچ ترقی کے ہے، اور تاقیامت قایم رہیگا، چنانچہ بعد ارادت خدمت پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت میرزا روشن بخت گورگانی قدس اللہ سرہ العزیز اس احقر کاتب الحروف کو مزارات پر جانیکا شوق ہوا، تمام صحرائے دہلی کی خاک کو توتیائے چشم کیا، یہ قاعدہ رہا کہ جس مزار کو باانوار برکات دیکھا وہاں مشغول ہوا، مراقبہ کیا، طرح طرح کے ذائقے اُٹھائے، بعض حضرات کی زیارت سے بھی مشرف ہوا اُن حضرات کی مہربانی سے بعض مشکلات بھی حل ہوئیں کئی ہزار اولیائے کبار خاک پاک دہلی میں آسودہ ہیں، مگر چار مقام عجیب غریب ہیں، اول تو روضۂ متبرکہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دوسرا روضۂ عالی متعالی حضرت سلطان المشائخ جو طالب اہل نظر جاوے ممکن نہیں فیضان سے محروم آوے، اڑی مشکل نہ حل ہو، مقامات نہ کھلیں، تیسرا مزار پرانوار حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، چوتھا مزار حضرت شاہ ترکمان بیابانی قدس اللہ اسرارہم۔

ذکر حضرت شاہ عبداللہ کرمانی بنگالی

خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ آپکے سلسلہ کے ہزاروں فقیر ہیں، بلکہ جو آپکے فقیر ہیں وہ کرمانیہ مشہور ہیں

ذکر حضرت پیر کریم سلونی

خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ کے اور کامل وقت گذرے ہیں اور صاحب گروہ ہیں، یعنی آپکے جو فقیر گذرے ہیں وہ کریمیہ کہلاتے ہیں، وفات آپکی سنہ ۶۶۳ ہجری میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ برہان الدین صوفی قدس سرہ بن شیخ جمال ہانسوی

لکھا ہے کہ وقت انتقال پدر بزرگوار آپ خوردسال تھے، حضرت باباصاحب کی خدمت میں لائے گئے باباصاحب نے نہایت عنایت کی، اور خلافت نامہ اور مصلی اور عصا ساتھ اُس نعمت کے اوپر شیخ جمال الدین کے روا کی تھی شیخ برہان الدین کو عطا کی، اور خدمتگذاری شیخ نظام الدین اولیا کی وصیت فرمائی، چنانچہ شیخ برہان الدین ہر سال شیخ نظام الدین اولیا میں جاکر تربیت پاتے اور تاحیات سلطان المشائخ کے کسی کو مرید نہیں کیا، از اخبار الاخیار نہ معلوم بعض صاحبزادگان جمالی موجودہ کو کہاں سے سند ملی ہے کہ وہ مرید کو تحریر کر کے دیتے ہیں شیخ جمال کے نام کے بعد حضرت سلطان المشائخ کا نام اُنکے بعد قطب الدین منور کا نام لکھتے ہیں، درویشوں کے کسی خاندان میں یہ نہیں

دیکھا کہ ہادی سے پہلے طالب کا نام لکھا جاوے۔ اس نقل سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین نے نہ کچھ حاصل کیا، نہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کرنا یا فیضیاب ہونا ثابت ہوتا ہے، حیف ہے۔

ذکر حضرت خواجہ امیر خسرو دہلوی

کہ نام مبارک ابوالحسن اور تخلص خسرو تھا حضرت سلطان المشائخ اور برہان الدین الفضلا اور امیرزادہ اور بادشاہوں کے ہمیشہ ہمصحبت تھے، مگر تعلق دل جو تھا وہ خدا کے ساتھ تھا، امیر صاحب کے والد کا نام امیر سیف الدین اور نانا کا نام عماد الملک تھا کہ اولیائے زمانہ گذرے ہیں، اور ایک سو تیرہ برس کی عمر ہوئی کہ حضرت امیر صاحب کو خود تربیت کیا، لکھا ہے کہ حضرت بمقام مومن آباد معروف بہ پٹیالی کہ کنارہ دریائے گنگ پر ہے پیدا ہوئے آپکے مکان کے متصل ایک مجذوب رہتے تھے، آپکے والد آپ کو اُسی وقت اُن مجذوب کی خدمت میں لے گئے، آپ کو دیکھتے ہی اُن مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا طوطی ہند اور ملک الشعرا عارف باللہ یگانہ روزگار ہوگا قیامت تک نام اسکا یادگار رہیگا، اور دعا دی کہ تو ہر دلعزیز ہو، آپنے نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی اور خورد سالی میں ہمراہ والد کے دہلی تشریف لائے، اور اپنے نانا عماد الملک کے زیر تعلیم رہے، نہایت خوبرو خوب طبیعت حاضر جواب، عالی طبع، زود فہم، خوش گلو تھے، جب سات برس کے ہوئے اپنے بھائی اور والد کے ہمراہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کی، جب آپ نو برس کے ہوئے آپکے والد امیر سیف الدین نے اسّی برس کی عمر میں شہادت پائی، چند عرصہ میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں زہد اور ریاضت شاقہ فرماتے، یہاں تک کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے آپکو ترک اللہ کا خطاب عطا کیا، جیسا کہ امیر صاحب خود فرماتے ہیں۔

نظم

بر زبانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ رفت
دست ترک اللہ بگیر دہم باللہش سپار

چون من مسکین ترا دارم ہم نیم لیس بود
شیخ من بس مہربان و خالقم امرزنگار

بارہا حضرت سلطان المشائخ نے آپکے بارہ میں فرمایا ہے کہ میں اپنے وجود سے رنجیدہ ہوتا ہوں مگر اے ترک من میں تجھ سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوتا، اور آپکے بڑے بھائی اعزالدین علی کو دوبارہ خلعت خاص سے مشرف فرمایا اور اُن کو بھی بہت عزیز رکھتے تھے، حضرت امیر صاحب جو شعر فرماتے پہلے بڑے بھائی کو دکھاتے تھے تاکہ کوئی سقم نہ رہ جائے، معلوم ہوا کہ سارا خاندان آفتاب تھا، ایک بار ایک شخص نے سلطان المشائخ سے عرض کی کہ جیسی مہربانی اور عنایت خسرو پر ہے اُمیدوار ہوں کہ بندہ پر بھی مبذول ہو، حضرت نے

جواب دیا کہ ویسی قابلیت پیدا کر، امیر صاحب نے ایک بار حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ اُمیدوار ہوں کہ حضور کے قدموں پر مروں، کہہ دیجئے کہ تیری زندگی موقوف ہے اور بر بقا میری کے کہ تجھکو میرے پہلو میں دفن کریں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا، الغرض جب آپ تکمیل درویشی کر چکے خرقۂ خلافت عطا ہوا، اور بوجہ خوش کلامی کے ہم مجلس سلاطین ہوئے، آپ کی بہت تصانیف ہیں، ۹۹ کتابیں ہیں، ۵ لاکھ کے قریب شعر ہیں، اور ہندی زبان میں بیشمار کلام ہے لکھا ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ سماع سنتے داہنی طرف امیر خسرو اور بائیں طرف خواجہ مبشر بیٹھتے، اور قوال پہلے امیر صاحب کی غزل شروع کرتے، اور لکھا ہے کہ حضرت امیر صاحب کو حضرت سلطان المشائخ نے بخطاب مفتاح السماع کے یاد فرمایا ہے، اور لکھا ہے کہ حضرت امیر صاحب ہر شب نماز تہجد میں سات سیپارہ قرآن مجید پڑھتے، اور بعد نماز عشاء کے خدمت پیر میں حاضر ہو کر تمام مریدوں کے حالات عرض کرتے بعض سے خطا معاف کراتے، بعض کی سفارش کرتے، ایک روز امیر صاحب نے شیخ سے عرض کیا کہ میں ایسا چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھکو فرشتے خسرو کہکر یاد نہ کریں، کہ یہ نام متکبر ہے، شیخ نے فرمایا کہ بروز قیامت تجھکو محمد کاسہ لیس کہیں گے، صاحب سفینۃ الاولیا تحریر فرماتے ہیں کہ سوز سینہ بیکینہ اور آتش عشق منزل حضرت خواجہ امیر خسرو کی اس قدر تھی کہ پیراہن مبارک حضرت کا قلب کی جگہ سے ہمیشہ سوختہ رہا کرتا تھا بلکہ یہ کیفیت تھی کہ جس وقت نیا کپڑا پہنا اُسی وقت دل کی جگہ سے جل گیا، اور چالیس برس صائم الدہر رہے ہیں۔ امیر صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک روز بعد الفراغ وظائف صبح حضرت پیر روشن ضمیر نے بندہ کو طلب فرما کر کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے تو بھی سُن اور زبان الہام سے بیان کر فرمایا کہ شب آدینہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ صدرالدین پسر شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمۃ آئے میں نے اُن کی تعظیم کی، اور انہوں نے ایسی تواضع کی کہ بیان سے باہر ہے، اس میں دیکھا کہ اے خسرو تو دور سے پیدا ہوا اور میرے پاس آیا، اور بیان معرفت شروع کیا، اسی وقت اذان کی آواز سنی اور میں بیدار ہوا، یہ خواب بیان فرما کر کہا کہ دیکھ یہ کیا مرتبہ ہے، بعدہ میں نے نیازمندی سے عرض کیا کہ میں ایک ناچیز اس مرتبہ کو پہنچوں، آخر آپ ہی کا دیا ہوا ہے، یہ سنتے ہی رونا آیا اور پکار کر روئے میں بھی اُس وقت بہت رویا، بعد اُس کے کلاہ خاص طلب کر کے دست مبارک سے میرے سر پر رکھی اور فرمایا کہ کلمات مشائخ کو زیادہ دیکھا کر اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔ رباعی

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست ملکیت ملک سخن آں خسرو راست

این خسرو ما است ناصر خسرو نیست زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست

لکھا ہے کہ ایک روز ایک فقیر برائے طلب خدمت سلطان المشائخ میں آیا اور اپنا مطلب بیان کیا آپ نے فرمایا کہ آج جو فتوح ہوگا تجھکو دونگا، اُس روز کچھ فتوح نہوا، پھر فرمایا کہ کل جو فتوح ہوگا تجھکو دونگا، کل بھی کچھ فتوح نہوا، آپنے اپنی کفش اُس درویش کو دی اور رخصت کیا، وہ کفش لیکر چلا، اتفاقاً امیر صاحب ہمراہ بادشاہ کہیں گئے تھے، وہاں سے آتے ہوئے یہ درویش مل گیا، پوچھا کہاں سے آتا ہے اُس نے کہا دہلی سے، پوچھا کہ سلطان المشائخ کی بھی کچھ خبر ہے، درویش نے کہا خیریت سے ہیں امیر صاحب نے کہا کہ تیرے پاس سے مجھکو بوئے شیخ آتی ہے شاید کوئی چیز اُن کی تیرے پاس ہے۔ درویش نے کہا کہ کفش خواجہ میرے پاس ہے کہ مجھکو عطا کی ہے۔ امیر صاحب نے فرمایا کہ اُس کو فروخت کرتا ہے اُس نے اقرار کیا، امیر صاحب نے پانچ لاکھ روپیہ کا جو صلہ قصیدہ میں بادشاہ دہلی سے پایا تھا کل اُس درویش کو دیکر کفش حضرت کی اس سے لے لی، اور اُس کو سر پر رکھے ہوئے خدمت پیر میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خسرو کیہ کفش سستی خریدی، آپنے عرض کیا کہ حضور اُس درویش نے اسی پر اکتفا کیا، ورنہ اگر تمام جان و مال اس کفش کے بدلے میں طلب کرتا میں سب دیکر لیتا۔ سبحان اللہ جن کے ایسے عقیدہ ہوں پیر اُن سے راضی نہ ہوں تو اور کس سے ہوں علاوہ بریں ہزاروں حکایات اور کلمات آپکے مشہور ہیں۔ لکھا ہے کہ جب حضور خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، حضرت امیر صاحب دہلی میں موجود نہ تھے، ہمراہ سلطان تغلق بنگالہ میں تھے جب خبر انتقال پیر روشن ضمیر سُنی اسی وقت سیاہ پوش ہوئے، اور بسرعت تمام دہلی میں آئے، آتے ہی مزار کے روبرو کھڑے ہوکر کہا سبحان اللہ آفتاب زیر زمین اور خسرو زندہ، اور اپنے چہرہ کو مرقد منور سے گھس گھس کر بیہوش ہوئے، بعد تھوڑی دیر کے ہوشیار ہوئے، مگر چھ ماہ تک مفارقت پیر مرشد سے روتے اور آہ بھرتے رہے، آخر بروز چہار شنبہ ۱۷ شوال ۷۲۵ھ میں دنیائے ناپائیدار سے کوچ فرماکر قرب الٰہی حاصل کیا، مقبرہ عالی یاران چبوترہ پر زیارتگاہ خاص و عام ہے۔

ذکر حضرت میر حسن علائی سنجری قدس سرہٗ

کہ سادات عظّام و خلفائے حضرت سلطان المشائخ سے تھے، فاضل اجل شاعر بےمثیل اور معزز تھے اور بہت سے قصیدہ اپنے پیر کی شان میں کہے، اور دربار شاہی میں بھی تعارف تھا

سلطان غیاث الدین بوجہ ان کے کلام کے ان کو بہت دوست رکھتا تھا، اکیس برس کی عمر توبہ کرکے مرید ہوکر کامل و مصاحب سلطان المشائخ ہوئے، اور فوائد الفواد ملفوظات شیخ جمع کی اور جائے پیدائش آپ کی دہلی ہے، آخر عمر میں بحکم سلطان محمد تغلق دیوگری تشریف لے گئے، اور ۷۳۷ھ میں وفات پائی، مزار دیوگری میں ہے۔

ذکر حضرت مولانا موید الدین

لکھا ہے کہ یہ امیرزادہ تھے، اور وقت امیری سلطان علاؤ الدین کے اُن کی خدمات بجالاتے تھے، ایک بار حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوکر یکایک دنیا کو ترک کرکے عبادت حق میں مشغول ہوئے، جب علاؤ الدین بادشاہ ہوا اُس نے آپ کو یاد کیا، اور سلطان جی کو لکھا کہ مولانا کو ہمارے پاس بھیج دیجئے کہ ان سے کار متعلق ہے، حضرت نے جواب دیا کہ اُس کو اور کار در پیش ہے، اُس کے سرانجام میں مصروف ہے، ظاہری کار سے اُس کو کچھ سروکار نہیں رہا، وہ اُس جواب سے رنجیدہ ہوا، پھر کہلا بھیجا کہ مخدوم سب کو اپنا سا بنانا چاہتے ہیں، اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ اپنی برابر کیا بلکہ اپنے سے بہتر چاہتا ہوں، یہ سن کر سلطان مجبور ہوا، وفات انکی ۷۲۶ھ میں ہوئی، مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت شیخ وجیہ الدین یوسف قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، لکھا ہے کہ یہ جب سے مرید ہوئے مور چال سے چلا کرتے تھے یہاں تک کہ شیخ کی دعا سے ہوا پر پرواز کرنے لگے تھے، بعد تکمیل عطائے خرقہ خلافت بمقام چندیری مامور ہوئے ۷۲۹ھ میں بمقام چندیری وفات پائی۔

ذکر حضرت خواجہ محمد امام قدس سرہٗ

کہ نبیرہ بابا صاحب و فرزند شیخ بدر الدین اسحٰق کے تھے، اور اپنے والد ماجد سے بھی علم الٰہی کی تکمیل کی تھی، آخر خدمت حضرت سلطان المشائخ میں مشرف ہوئے، اور انوار المجالس ملفوظات حضرت سلطان جی جمع کئے، اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے، علم موسیقی بھی خوب جانتے تھے ۷۴۰ھ میں بمقام غیاث پور وفات پائی، مزار ان کا یاران چبوترہ پر ہے جو متصل باؤلی کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین ملتانی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ سلطان المشائخ کے تھے، زہد و تقویٰ از حد تھا، اکثر اوقات شیخ نے ان کے حق میں

فرمایا ہے کہ دہلی ظل حمایت حسام الدین ہیں یہ نقل ہو کہ راہ میں مستغرق ہوئے چلے جاتے تھے، جانماز کندھے سے گر پڑی، ایک شخص نے پکار کر دو آوازیں دیں، یا شیخ یا شیخ آخر اُس نے پاس جاکر ہاتھ سے ہلا کر کہا کہ دو آوازیں یا شیخ کہکر دیں تم نے جواب نہ دیا، آپنے فرمایا کہ اے عزیز میں شیخ نہیں ہوں ریوزہ ہوں، اگر اس طرح پکارتا تو میں جواب دیتا، لکھا ہے کہ ایک بار حسب اجازت پیر حرمین شریفین میں گئے، بعد از حج کے واپس آئے، سلطان جی نے فرمایا کہ جو شخص زیارت روضۂ رسول مقبول چاہے وہ علیحدہ زینت کرے اور زیارت رسول مشرف ہوا اگر بذریعہ حج کے زیارت روضہ کی کرے مشرف نہیں ہوتا، یہ سنتے ہی بہ نیّت مدینہ طیبہ اور واسطے زیارت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۷۳۵ھ میں ہوئی، مزار ان پیر کا پاک پٹن میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ فخر الدین روزی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ سلطان المشائخ کے اور بہت متقی تھے قرآن شریف کی کتابت کیا کرتے تھے، تمام عمر مجرّد رہے، اکثر رجال الغیب اُن کے روبرو آیا کرتی تھی، ایک روز اُنہوں نے خواجہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایکدن مجھے پیاس لگی ہوئی تھی، ایک کوزہ پانی غیب سے پیدا ہوا، مینے کوزہ پھوڑا اور پانی پھینک دیا اور کہا کہ کرامت کا پانی نہیں پینا چاہتا، خواجہ نے فرمایا کہ پینا چاہیئے تھا کہ اشیاء غیب بےعیب ہے، پھر عرض کیا کہ مینے کنگھا کرنا چاہا، کنگھا موجود نہ تھا، ایک دوست آیا اُس کے ہاتھ میں کنگھا تھا مینے اُس سے لیکر کنگھا کیا، ایک بار وضو کرکے ارادہ کیا کہ کنگھا کروں، کنگھا طاق خانقاہ میں تھا، میرا ارادہ کرتے ہی خود بخود میرے پاس آگیا۔ لکھا ہو کہ شیخ فخر الدین ایک جزو کلام اللہ کا روز تحریر کرتے تھے، اور اُجرت میں لوگ زیادہ دیتے، مگر آپ چار آنہ جزو لیتے تھے، کچھ للّٰہ دیتے کچھ اپنے صرف میں لاتے، آخر عمر میں بصارت کم ہوئی کتابت چھوٹ گئی، حمید الدین ملک التجار نے سلطان علاؤ الدین خلجی سے سفارش کرکے سو روپیہ روز مقرر کرائے آپ نے منظور نہ کئے، فرمایا چار آنہ روز سے زیادہ نہ لوں گا، ہزار حیلہ و مشکل دس آنہ روز مقرر ہوئے ۷۳۶ھ میں وفات ہوئی مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت مولانا ضیاء الدین برنی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے شیخ کی ان پر نہایت مہربانی تھی حکایات عمدہ بیان کرتے تھے، خواجہ امیر خسرو و میر حسن علائی اور مولانا ضیاء الدین برنی یہ تینوں صاحب ایک جان

دو قالب تھے، تاریخ فیروز شاہی آپ ہی کی تصنیف ہے، اور آپ نے اپنے حسرت نامہ میں لکھا ہے کہ میں ایک بار خدمت پیر مرشد میں حاضر تھا کہ میرے دل میں خیال گذرا کہ پہلے مشائخ مرید کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے، اور میرے شیخ بلا احتیاط ہر کسی کو بیعت فرماتے ہیں، نہ معلوم اس میں کیا حکمت ہے میں چاہتا تھا کہ سوال کروں، ہنوز خطرہ تمام نہیں ہوا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وقت میں حکمت کاملہ اپنی سے ایک خاصیت رکھی ہے کہ اُس کے موافق خاصیت پیدا ہو، اور طبیعت ہر عصر کے باہم مشابہ نہیں ہوتی، اصل میں ارادت مرید انقطاع غیر حق سے ہے، اور اشغال اللہ اور اہل سلف بیعت جب تک نہیں دیتے تھے جب تک انقطاع کلی غیر حق سے نہیں کرا دیتے تھے، عہد ابو سعید ابو الخیر اور تا زمانہ شیخ سیف الدین باخرزی اور شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی تا عہد ولایت شیخ فرید الدین ان کے دروازوں پر امراء اور بادشاہ رحملہ خلق خدا کا اژدھام رہتا تھا اور ملوک بخوف آخرت اپنے کو ان عاشقان الٰہی کی پناہ میں رکھتے تھے، اور یہ حضرات مہربانی سے ہر کسی کو مرید کرتے تھے، کوئی ایسا نہیں کہ جو معاملات محبوبان خدا کو قیاس کر سکے میں بھی حسب متابعت اپنے پیروں کے مرید کرنے میں احتیاط نہیں کرتا، اس میں کئی فائدے ہیں، اول تو میں یہ سنتا ہوں کہ میرے مرید گناہ سے بچتے ہیں، و نماز اول وقت باجماعت ادا کرتے ہیں، اور ادائے نوافل میں مشغول رہتے ہیں، اگر پہلے شرائط کی حقیقت ارادت ان سے کہوں تو شاید ان سے نہ ہو سکے اور اتنے ثواب سے بھی محروم رہیں، دوسرے یہ کہ میرے شیخ نے مجھکو اجازت دی ہے، اور مسلمان میرے پاس عجز سے آتے ہیں، اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اس نیت سے شاید ان کا کلام سچا ہو مرید کرتا ہوں، خاصکر یہ کہ صادقوں سے سنا ہے کہ بیعت کرنا گناہ سے باز رکھنا ہے، تیسرے قوی سبب سب سے یہ ہے کہ ایک روز پیر مرشد میرے نے دوات قلم میرے روبرو رکھکر فرمایا کہ تعویذ بہت سے لکھ اور حاجتمندوں کو دے میں اس کار سے دل تنگ ہوا، ملال میرا دریافت فرماکر ارشاد کیا کہ نظام الدین ابھی سے ملول ہوا، جب تیرے دروازہ پر ہجوم حاجتمندوں کا ہوگا جب کیا کریگا، یہ سُن کر میں نے قدموں پر حضرت کے سر رکھا، اور رویا اور عرض کی کہ مخدوم نے بندہ کو معزز فرمایا، خرقہ خلافت عطا کیا، میں ایک فقیر ہوں، خلقت کے ملنے سے نہایت متنفر اور کار خلافت نہایت بزرگ ہے، اُس کا سرانجام مجھ بیچارہ سے کیونکر ہوگا، اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ نظام الدین معلوم کر کہ فردائے قیامت مجھکو درگاہ پروردگار عالم میں آبرو ہوگی

کہ تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں اپنا پاؤں بہشت میں نہ رکھوں گا جب تک کہ تیرے مریدوں کو ہمراہ بہشت میں نہ لے جاؤں گا' پس میں اس سبب سے جو کوئی میرے پاس طالب اور تائب آتا ہے اُس کو مرید کرتا ہوں کہ خلق گناہگار ہے جو میرے پیر کے وسیلہ سے نارِ جہنم سے بچیں غنیمت ہے' وفات حضرت مولانا ضیاء الدین برنی کی سنہ ۷۳۸ھ میں ہوئی مزار یاران چبوترہ پر پایانِ مرزا امیر صاحب کے واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ برہان الدین غریب قدس سرہٗ

صاحب ذوق وشوق و وجد عاشق سماع خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے آخر حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی بھی آپ کے پاس تشریف لائے ہیں' اور آپ نے بوجہ عقیدت کے تمام عمر غیاث پور کی طرف پشت نہیں کی' لکھا ہے کہ دوبارہ خرقہ خلافت پایا' ایک روز بحضور سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شیراز و میر حسن حاضر تھے' اُنہوں نے عرض کیا کہ مولانا برہان الدین مرید قدیم ہے' مثل دیگر خلفاء کے ان کو بھی خرقہ خلافت عطا ہوا' خواجہ اقبال نے پیراہن اور کلاہ حاضر کی' شیخ نے دست مبارک کلاہ اور پیراہن پر رکھا' اور مولانا برہان الدین کو عطا کیا' ایک بار شیخ علی زنبیلی اور ملک نصرت نے کہ عزیز سلطان علاؤالدین اور مرید حضرت شیخ کے تھے' حضرت شیخ سے شکایت کی کہ مولانا برہان الدین پیر بن کر خرقہ خلافت پہن کر کمل بچھا کر بیٹھتے ہیں' خلق کثیر اُن کے پاس جمع ہوتی ہے' دوکان شیخی کی خوب گرم کر رکھی ہے' حضرت سلطان جی یہ سُن کر اُن سے رنجیدہ ہوئے' جب مولانا حاضر ہوئے اُن کی طرف متوجہ نہ ہوئے' اُسی وقت خدام نے مولانا سے کہا کہ تم کو مناسب ہے ابھی یہاں سے چلے جاؤ' تمہارے بیٹھنے کی یہ جگہ نہیں۔ مولانا حیران پریشان اُٹھکر مکان پر گئے اور گویا تعزیت میں بیٹھے' اہل شہر مولانا کے دیکھنے کو ترس گئے' آخر کار امیر صاحب نے دستار اپنی گلے میں ڈالکر مولانا کی شفاعت چاہی' حضرت نے فرمایا ترک اسد کا کیا حال ہے کہو' آپ نے عرض کیا کہ معافی جرائم مولانا برہان الدین چاہتا ہے۔ شیخ نے تبسم فرماکر کہا کہ معاف کیا اُس کو حاضر کر' بعدہ مولانا اور امیر صاحب گلے میں دستار ڈالے حاضر ہوئے آداب بجالائے' حضرت نے بٹھایا اور مولانا کو تجدید بیعت فرماکر بار دیگر خرقہ عطا فرمایا' ان حضرات نے بعد انتقال حضور کے بہت سی خلق کو خدا رسیدہ کیا' لکھا ہے کہ جب مولانا بدرالدین دیوگری میں تشریف فرما تھے اُس وقت آپ کی کرامات کا دور دور شہرہ ہوا' چنانچہ شیخ زین الدین نے شیراز میں شہرہ کرامت مولانا سنا اور برائے ملازمت شیراز سے دیوگری پہنچے' وہاں سُنا کہ سماع سنتے ہیں متردد ہوئے

مولانا کو اُن کے ایما سے آگاہی ہوئی، کہلا بھیجا کہ واسطے زیارت ملاقات ایک عزیز کے اتنی مسافت طے کی اور منزل مقصود پر پہنچکر توقف کرنا بعید از عقلمندی ہے، اگر خطرہ یا وسوسہ شیطانی مانع ہو تو میرے پاس آنکر استفسار کریں ان شاء اللہ رفع ہوگا، یہ سُن کر شیخ زین الدین حاضر ہوئے، اُس وقت آپ سماع میں تھے، یہ بھی بے اختیار ہو کر زمین پر سر لائے اور سماع میں آ کر وجد کرنے لگے کل خطرے دفع ہوئے اور مرید ہوئے، وفات مولانا برہان الدین کی ۷۳۸ھ میں ہوئی، مزار دیوگری میں ہے، اور خلیفہ آپکے یہ ہیں شیخ زین الدین شیرازی، شیخ فریدالدین، شیخ کمال الدین کاشانی، شیخ رکن الدین کاشانی، اور شیخ عزیزالدین شیرازی کے ایک مرید شیخ حسن تھے، جنھوں نے ہدایت القلوب جمع کی ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین سوختہ قدس سرہ

شیخ فرید بن شیخ امیر المومنین حضرت خواجہ معین الدین ہند الولی سوختہ آتش محبت الٰہی تھے، اور حضرت سلطان المشائخ کے پاس بہت رہے ہیں ۷۴۱ھ میں وفات ہوئی، مزار سانبھر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عزیزالدین صوفی قدس سرہ

کہ نواسے بابا صاحب کے شاگرد قاضی محی الدین کاشانی اور خلیفہ حضرت سلطان جی کے تھے، آپ نے ملفوظات سلطان الاولیا کے جمع کئے ہیں، اُس کتاب کا نام تحفۃ الابرار ہے، اُس میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت میں بخدمت شیخ نظام الدین حاضر ہوا تھا، شیخ تنہا بیٹھے تھے، قبلہ کی طرف منہ کئے، اور آنکھیں آسمان کی طرف تھیں اور جمال حق میں مستغرق تھے، چونکہ میں وقت نازک پر آیا تھا تھوڑی دیر متحیر کھڑا رہا، دیکھا کہ جسم مبارک شیخ کا لرزا اور مثل کنجشک اپنے کو جھاڑا اور عالم صحو میں پھر کر ہاتھ لئے اور کہا کہ تو کون ہے میں نے کہا عزیز، فرمایا کہ عزیز ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ، وفات ان کی ۷۴۱ھ میں ہوئی، مزار ان کا یاران چبوترہ متصل مولانا ضیاءالدین برنی کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ شمس الدین یحییٰ قدس سرہ

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے اور اعظم علمائے ہند سے تھے، کہ علمائے وقت ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے، جائے مولد ان کا صدر اودھ ہے، برائے تحصیل علوم وارد دہلی ہوئے اور ایسے کامل ہوئے کہ کوئی عالم کسی علم میں آپ سے گفتگو نہ کرسکتا، آخر بوسیلہ شیخ صدرالدین خدمت حضرت حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کمالات باطنی سے مشرف ہوئے، اور

تمام عمر تجرید سے گذاری، بعد حصول خرقہ خلافت بہت کم مرید کئے، وفات حضرت کی ۷۴۲ھ میں ہوئی مزار یاران چبوترہ پر متصل باؤلی کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ اخی سراج الدین بدایونی قدس سرہٗ

کہ مشاہیر خلفائے سلطان الاولیا تھے، لکھا ہے کہ عین شباب میں قبل از نکلنے ریش و بروت کے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں آئے مگر علم ظاہری سے بے بہرہ تھے، حضرت مولانا فخر الدین نے آزردگی سے فرمایا کہ یہ جوان خوش رو خوش طبع ہے مگر علم سے بے بہرہ ہے زاہد بے علم مسخر شیطان ہوتا ہے، مولانا فخر الدین نے حضرت کو مہربان دیکھکر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو چندے اس جوان کو میں اپنی صحبت میں رکھوں، تعلیم کروں آپنے فرمایا کہ بہت نیک ہے، در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست: مولانا فخر الدین زرادی ان کو اپنے مکان پر لائے اور تعلیم شروع کی، چھ ماہ میں اتنا حاصل کیا کہ دوسرے کو چھ برس میں بھی اتنا حاصل نہ ہوتا، بعدہ مرید ہوکر عالم ظاہری اور باطنی ہوئے خرقہ خلافت حاصل ہوا اور طرف بنگالہ کے معمور ہوئے، بارہا حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سراج آئینہ ہندوستان ہے، وفات حضرت کی ۷۵۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حمید قلندر

لکھا ہے کہ یہ بیٹے مولانا تاج الدین کے تھے، خوردسالی میں حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے، ایک بار آپ بحضور سلطان جی کے حاضر تھے، اُن کے والد بھی موجود تھے، وقت افطار کھانے کے خوان آئے حضور نے ایک روٹی کے دو ٹکڑے کرکے نصف اپنے روبرو رکھی، اور نصف شیخ حمید کو دی، اُنہوں نے اُس کو جیب میں رکھ لی، جب خانقاہ سے باہر آئے دیکھا کہ چند قلندر موجود ہیں، اُن کو دیکھکر اُنہوں نے کہا کہ شیخ کی راہ کا کچھ حاضر ہو تو لا افطار کریں، اُنہوں نے کہا نصف روٹی پاس ہے، اور کچھ نہیں قلندروں نے کہا کہ نصف روٹی ہے وہی دیدے یہ حیران ہوئے، اور وہ نصف روٹی اُن کے حوالہ کی اُسی وقت اُن کے والد آگئے، اُنہوں نے کہا حمید وہ تبرک کہاں ہے اُنہوں نے کہا قلندروں کو دیدیا، اُن کے والد نے افسوس کیا اور کہا ایسی نعمت تونے کیوں دیدی ہماری سات پشت کو کافی ہوتی، یہ کہکر پھر خدمت حضور میں حاضر ہوکر حال عرض کیا، حضرت نے تبسم فرماکر کہا کہ حق درویشاں بدرویشاں رسید اے مولانا تاج الدین دلجمعی رکھو، یہ تمہارا بچہ قلندر عالی قدر ہوگا، پس اُس روز سے یہ قلندر مشہور ہوئے، اور بعد وفات شیخ کے

مولانا کمال الدین اور مولانا برہان الدین سے ہمصحبت رہے، بعدہ بخدمت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی حاضر رہ کر ان کے ملفوظات جمع کیے، اُس کا نام خیر المجالس رکھا ۷۵۶ھ میں وفات پائی، مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ علاؤ الدین نیلی قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، مگر کبھی کسی کو مرید نہیں فرمایا، فوائد الفوائد کو اپنی قلم سے تحریر کیا اور ہمیشہ اُس کا مطالعہ کیا کرتے تھے ۷۶۲ھ میں وفات ہوئی مزار یاران چبوترہ متصل باؤلی کے ہے۔

ذکر حضرت مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہ

جامع اصول السماع، مریدان جانثار و خلفائے نامدار حضرت سلطان الاولیار کے تھے، علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ صاحب ذوق و شوق محب وجد و سماع اور اپنے وقت میں مفتی تھے اور شاعر بھی تھے خود حاضر حضور حضرت سلطان المشائخ ہو کر مرید ہوئے، اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی، چند بار برائے زیارت روضہ حضرت خواجہ بزرگ میں حاضر ہوئے، کئی بار اجودہن گئے، شب و روز جنگلوں میں رہتے، حضرت مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں کہ مجھکو ایک ماہ میں نیاز حاصل ہوا فخر الدین کو ایک روز میں بلکہ ایک ساعت میں حاصل ہوا، اکثر سکنائے دہلی کے ہمراہ جلا وطن کرکے دیوگری آئے، وہاں سے حرمین شریفین گئے ۷۲۸ھ میں واپس ہندوستان آتے ہوئے جہاز کے پھٹ جانے سے غرق دریا ہو کر منزل مقصود کو پہنچے۔

ذکر حضرت قاضی محی الدین کاشانی قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے تھے فضیلت اور کمال تقوی ان کا شہرہ آفاق تھا لکھا ہے کہ جب آپ حضور محبوب الٰہی میں حاضر ہوئے دنیا کو ترک کیا، یاد الٰہی میں مشغول ہوئے، بعدہ پیر روشن ضمیر نے بذریعہ خط خاص سند خلافت تحریر فرما کر عطا کی، اور یہ نصیحت فرمائی کہ تارک دنیا رہنا چاہیئے اور اہل دنیا کی طرف مایل نہ ہو جیو صلہ بادشاہوں کا بھی نہ لیجیو جو مسافر تیرے دروازہ پر آویں اور اس وقت تیرے پاس کچھ نہ ہو اس وقت کو غنیمت جانیو، ایک بار قاضی محی الدین کاشانی نے حضرت سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ مراقبہ مرید اللہ تعالیٰ کو اور پیغمبر کو اور شیخ کو اور ہر ایک کو جُدا چاہیئے یا شریک فرمایا مشترک بھی ممکن ہے، اور جدا بھی مفید ہے اگر جمع کرنا چاہیئے تو جانبین یدی اللہ حاضر ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف شیخ بائیں طرف ہے۔ لکھا ہے کہ جب ان پر فقر اور فاقہ نے غلبہ کیا چونکہ پروردہ ناز و نعمت تھے چہرہ سے فقر کے آثار کچھ معلوم کر کے آپ کے دوست نے سلطان علاؤ الدین کو خبر کی، اُس نے عہدہ قضا

کہ ان کا موروثی عہدہ تھا، ان کو تفویض کرنا چاہا، جب یہ خبر آپ کو ہوئی خدمت شیخ میں یہ حال عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ جو بات تجھ پر گذرنی تھی، وہی پیش آئی یہ سن کر ان کو رنج ہوا، شیخ نے خلافت نامہ ان سے واپس لے لیا، ایک سال تمام حضرات ان سے مکدر خاطر رہے، بعدہ تجدید بیعت کرا کر پھر بار دیگر خرقہ خلافت عطا کیا، وفات ان کی ۷۱۹ھ میں ہوئی مزار ان کا مقبرہ عالی متصل سڑک مہرولی قریب بی بی نور کے زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت خواجہ شمس الدین باہر قدس سرہ

خواہرزادہ امیر صاحب کے خلیفہ و محب حضرت سلطان المشائخ کے تھے، ان کا یہ دستور تھا کہ صف جماعت میں سر نیچا کئے رہتے، جب صورت شیخ دکھائی دیتی اس وقت نیت باندھتے تھے، ان کے مرض الموت میں شیخ ان کی عیادت کو جاتے تھے کہ راستہ میں سنا کہ ان کا انتقال ہوا شیخ نے فرمایا الحمد للہ دوست بدوست رسید مزار ان کا پائینتی امیر صاحب کے دالان مقبرہ امیر صاحب میں ہے، وفات ان کی ۷۲۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا جلال الدین اودہی قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ سے تھے، ترک و تجرید اور عزلت میں موصوف تھے، تمام عمر ان کی مباحثہ علمی میں گذری، انہوں نے ایک روز مباحثہ کی شیخ سے اجازت چاہی، شیخ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ان کو تعلیم کروں مگر مولانا جلال الدین مانند پوست پیانہ کے ہیں، سن وفات نہیں ملا۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین شیرازی قدس سرہ

ظاہر اور باطن باوصاف حمیدہ اور سینہ صاف تھے علم تصوف سے خوب ماہر تھے اور مقرر تھے، خلیفہ حضرت سلطان جی کے تھے اپنے پیر بھائیوں کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، مزار ان کا ان کے مکان میں اس جگہ ہے جہاں سلطان علاؤ الدین نے اپنا شہر بسایا تھا۔

ذکر حضرت خواجہ شمس الدین دھاری قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے انہوں نے بھی شیخ کے ملفوظات جمع کئے ان کا مزار ظفر آباد میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ احمد بدایونی قدس سرہ

یہ طریقہ ابدالی رکھتے تھے، صاحب سیر الاولیا لکھتے ہیں کہ ایک روز ماں نے ان سے سوال کیا کہ خوش رہتے ہو جواب دیا خوشی اسی وقت ہوتی ہے جب جماعت سے نماز ملتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین حق گوئی پسر مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہٗ

سلطان محمد تغلق نے کہا کہ آپ مجھکو عادل کہا کریں، آپنے بادشاہ کے روبرو کہا کہ میں ظالم کو عادل نہیں کہہ سکتا اس پر بادشاہ نے غصہ ہوکر اُن کو قلعہ سے نیچے پھنکوادیا، مزار اُسی خندق میں ہے یعنی خندق تغلق آباد میں

ذکر حضرت شیخ وجیہہ الدین پائلی قدس سرہٗ

مریدان پاک نہاد حضرت سلطان الاولیاء سے تھے سیر الاولیا میں آپکے حالات مفصل درج ہیں۔

صاحب کلمات الصادقین تحریر کرتے ہیں کہ علوم ظاہری اور باطنی میں اور تجرید فقر اور فاقہ اور فضائل صوری و معنوی میں نظیر نہ رکھتے تھے، اور خدمت شیخ میں کمال ممتاز تھے لکھا ہے کہ خضر علیہ السلام سے ایک روز حضر علیہ السلام نے کہا کہ مولانا سلطان المشائخ کا مرید ہو، پس بہ ہدایت خضر آپ مرید ہوئے۔ نقل ہے کہ مولانا وجیہہ الدین فرماتے ہیں کہ ایک بار میں پانی پت جاتا تھا راستہ میں ایک صوفی پیدا ہوا میرے دل میں ایک نوع کا انکار آیا، اُس صوفی نے کہا کہ مجھکو علم میں کچھ مشکل پیش ہے جس سے ملتا ہوں دریافت کرتا ہوں، مینے اُس کا مسئلہ سُن کر اُسکو حل کیا، اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کس کے مرید ہو، مینے کہا نظام الدین اولیا کا ہوں، اُس نے کہا نظام الدین میرے قطب ہیں۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین امام مسجد حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ

آپ کو کلام اللہ شریف معہ ترجمہ اور تفسیر کے حفظ تھا، اور قاری بھی تھے، اور بوجہ صحت لفظی اور خوش الحانی کے حضرت ان کو بہت عزیز رکھتے تھے، بعد وفات پیر روشن ضمیر کے بہت روز زندہ رہے، ہدایت خلق میں مصروف رہے، اور بعد انتقال کے بمقام لاڈو سرائے جوار روضہ قطب الاقطاب میں دفن ہوئے، اور شیخ حیدر، شیخ رکن الدین پسر شیخ شہاب الدین امام مسعود بک فرید الدین چاک پران ان صاحبوں کے مزارات بھی لاڈو سرائے میں ہیں۔

ذکر حضرت شیخ حیدر قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے صاحب سیر الاولیا نے انکا ذکر نہیں کیا، مگر صاحب لطائف اشرفی ناقل ہیں کہ آپکو خرقہ خلافت عطا ہوا اور آپکے بہت مرید تھے، چنانچہ شیخ الہ دین کہ ڈاسنہ میں آسودہ ہیں اور

شیخ علم الدین ہنر بری وغیرہ آپ کو گوشہ نشینی کی کم عادت تھی اُن کو جلوت میں خلوت حاصل تھی باوجود مرتبۂ خلافت کے اپنے کو مثل عوام کے ظاہر فرماتے اور نامرادی سے زندگی بسر کی بعد انتقال کے لاڈوسرائے میں مدفون ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین

امام اور خلیفہ حضرت سلطان المشائخ تھے اپنے پدر بزرگوار سے بھی نعمت حاصل کی، اور اُن کے صاحب سجادہ ہوئے اور پہلوئے پدر میں مدفون ہوئے۔

ذکر حضرت مسعود بک قدس سرہ

مرید شیخ رکن الدین تھے پہلے ان کا نام شیر خاں تھا اور اقربائے سلطان فیروز شاہ سے تھے، جب جذبہ الٰہی بہم پہنچا دنیا کو ترک کرکے حلقۂ درویشاں میں شامل ہوئے، شیخ رکن الدین مذکور کے مرید ہوئے عجیب و غریب سکر پیدا کیا، صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ مست بادۂ وحدت و حقیقت اور سخن مستانہ فرماتے تھے، سلسلہ چشت میں کسی نے اسرار حقیقت کو فاش نہیں کیا، آنسو جو ان کا نکلتا تھا بہت گرم ہوتا تھا کہ دوسرے کے ہاتھ کو جلا دیتا، علم تصوف اور توحید میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں یعنی عین الصفا ہمدانی و مرآۃ العارفین اور فرقہ ملامتیہ سے کہتے تھے علما آپ سے نفاق رکھتے تھے مثل حسین منصور کے قتل ہوئے، مزار آپ کا پہلو پیر میں جوار روضہ خواجہ قطب الدین بمقام لاڈوسرائے ہے آپ کے مزار پر تجرد اور غربت برستی ہے۔

ذکر سید الحجاب قدس سرہ

کہ آپ کو سید الحجاب بھی کہتے ہیں، عوام سید العجائب مشہور کرتے ہیں۔ صاحب تاریخ فیروز شاہی ناقل ہیں کہ خواجہ وجیہ الدین واسطے نام رکھانے کے خدمت حضرت سلطان المشائخ میں لے گئے، اُس وقت حضرت وضو کرتے تھے، جب وضو سے فارغ ہوئے خواجہ وجیہ نے ان کو پیش کیا، حضور نے ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ اس معروف جہاں کو لا، جب یہ نزدیک لے گئے آفتابہ میں جو پانی وضو کا بچا ہوا تھا ان کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس معروف عالم کو اچھی طرح پرورش کرنا شہسوار زمانہ ہوگا، چونکہ حضور کی زبان سے معروف سرزد ہوا اس واسطے ان کے والد نے ان کا نام معروف رکھا جب بڑے ہوئے زہد و ریاضت میں مشغول ہوئے، اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے جب واپس دہلی میں آئے سلطان محمد تغلق نے

بوجہ عقل و کمال کے ان کو طلب کرکے نائب عماد الملک خطاب دیا' جب فیروز شاہ ۷۵۱ھ میں تخت دہلی پر بیٹھا تو اس نے عماد الملک کمال سید الحجاب سے ملقب کیا' اس کے کل امورات ملکی اور مالی اور ذات خاص میں مشیر رہ کر خلق اللہ کا نفع مدنظر رکھا' علماء اور فقراء کو جاگیریں دلوائیں اس کے عہد میں ان کے سوا اور کوئی ندیم نہیں ہوا' چالیس سال اس طرح گذارے کہ جب کار و بار نیابت سے فارغ ہوتے تلاوت قرآن کرتے' گریہ و زاری سے پیش آتے' تمام شب یاد معبود میں گذارتے ۷۷۲ھ میں وفات پائی مزار جوار روضہ حضرت خواجہ قطب الدین میں ایک موضع سید المجاب کہ جو آپکے نام پر مشہور ہے زیارت گاہ خاص و عام ہے قریب لاڈو سرائے کے۔

ذکر حضرت شیخ قطب الدین منور بن شیخ برہان الدین ہانسوی بن جمال الدین قطب ہانسوی قدس سرہ

خلیفہ و مرید حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے تھے۔ بعد وفات اپنے پدر کے بابا صاحب کی خدمت میں رہے بعدہ بابا صاحب نے حضرت سلطان الاولیا کے سپرد کیا' حضرت نے ان کو علوم ظاہری اور باطنی سے مستغنی فرمایا' اور خرقہ خلافت عطا کیا کہ آپ جامع کمالات و مظہر کرامات ہوئے فقر اور تجرید میں یگانہ صحبت خلق سے بیگانہ کہ تمام عمر اپنے حجرہ سے قدم باہر نہ رکھا' مگر ہر سال واسطے زیارت اپنے پیر روشن ضمیر کے ہانسی سے دہلی آکر تربیت پاتے تھے' یہ حضرت خاندان قطب جمال میں آفتاب ہوئے' کس واسطے کہ سلسلہ جمالی معدوم ہوچکا تھا' ان حضرت نے انوار و برکات نظامیہ سے بہرہ مند ہوکر خاندان جدی کو بھی روشنی بخشی ہو کہ منور اسم بامسمی تھے نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق نے قاضی کمال الدین صدر جہاں کو مع سند معافی چند موضع کی خدمت شیخ میں بھیجا کہ شیخ کو فریب دیکر پھر ایذا دے' جب قاضی خدمت شیخ میں پہنچے نذر بادشاہ پیش کی آپنے اس نذر کو قبول نہ فرمایا اور کہا کہ بادشاہوں کا تحفہ یا عطیہ نذرانہ میرے شیخ سلطان الاولیا نے اور جملہ پیران چشت نے کبھی منظور نہیں فرمایا' میں بھی قبول نہیں کرتا واپس لیجاؤ جو اس کے طالب ہیں ان کو دو' چونکہ سلطان درپے ایذائے درویشان تھا جب اس کا یہ جوڑ نہ چلا پھر اور فکر میں ہوا' اتفاقاً ایکبار سلطان علاقہ ہانسی میں دورہ کر رہا تھا جب بمقام ہنیسی کہ ہانسی سے چار کوس ہو وہاں اس کا ڈیرہ ہوا مخلص الملک نظام الدین کہ سخت طبیعت تھا معائنہ نواح ہانسی کو

روانہ کیا، جب یہ ہانسی میں آیا دیکھتا ہوا شہر کو چلا آتا تھا، جب قریب مکان شیخ قطب الدین منور کے آیا اہل شہر سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے اُنہوں نے کہا کہ یہ مکان شیخ قطب الدین منور خلیفہ سلطان نظام الدین اولیاء کا ہے، یہ سن کر کہنے لگا کہ تعجب ہے کہ سلطان وقت نے اس جگہ نزول کیا اور خلیفہ نظام الدین اولیا اُس کے دیکھنے کو نہ آیا، پس جب یہ معائنہ کرکے خدمت سلطان میں پہنچا اور بیان کیا کہ ایک خلیفہ نظام الدین اولیا قطب الدین منور اس جگہ رہتا ہے بڑا مغرور معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عطیہ سلطانی کو نہیں لیا اب دیکھنے کو بھی نہ آیا، سلطان نے حسن سر برہنہ کو حکم کیا کہ تو جاکر قطب الدین منور کو لا، جب وہ در شیخ پر پہنچا شیخ نور الدین صاحبزادہ حضرت کے باہر آئے، حسن نے کہا کہ شیخ سے عرض کرو کہ سلطان آپ کو طلب کرتا ہے، شیخ نے فرمایا کہ حسن سے دریافت کرو کہ تم کو بھی کچھ اختیار ہے، جب یہ پھر حسن کے پاس آئے اور شیخ کا پیغام دیا، حسن نے کہا مجھکو کچھ اختیار نہیں بلکہ یہ حکم ہے اسی وقت تم کو روبرو سلطان کے پیش کریں شیخ نے فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے اختیار سے نہیں جاتا، بعض نے لکھا ہے کہ شیخ نے دریافت فرمایا کہ مجھکو بھی کچھ اختیار ہے، اُس نے جواب دیا کچھ نہیں، الغرض بعد اس کے مردان خانہ کو سپرد بخدا کیا، اور مصلی دوش مبارک پر ڈالکر پیادہ روانہ ہوئے، ہر چند حسن نے عرض کیا کہ گھوڑا حاضر ہے، مگر شیخ نے قبول نہیں کیا، جب نزدیک مقبرہ اپنے دادا اور والد کے آئے آپ کو وجد ہوا اور حسن سے دریافت کیا کہ اگر حکم ہو تو بزرگوں کی زیارت کروں حسن نے کہا کیجئے، پس پائینتی مزارات کے جاکر بآواز بلند کہا کہ میں گوشۂ خلوت تمہاری سے باختیار خود نہیں جاتا ہوں، اور اہل خانہ بے خرچ ہیں اُن کے واسطے کچھ نہیں چھوڑے جاتا ہوں، یہ کہکر مقبرہ سے باہر آئے، اسی وقت غیب سے ایک شخص ظاہر ہوا اور ایک ہمیانی روپیہ سے پُر پیشکش کی اور کہا کہ تمہارے وابستگان کے خرچ کے واسطے ہے، شیخ نے فرمایا کہ اس کو میرے گھر پہنچا کہ اُن کے پاس کچھ نہیں ہے، بعدہ لشکر سلطان میں آئے حسن نے سلطان سے کہا کہ شیخ موجود ہیں، سلطان نے ازراہ غرور شیخ کو اپنے روبرو طلب کیا، بدستور دورہ کرتا ہوا بہت روز بعد دہلی میں آیا، حضرت بھی ہمراہ لشکر رہے، جب دہلی میں مطمئن ہوا شیخ کو اپنے روبرو طلب کیا، جب خبر ہوئی کہ شیخ آتے ہیں اُٹھا اور کمان اپنے ہاتھ میں لیکر تیر اندازی میں مشغول ہوا کہ شیخ بھی آئے، دیکھتے ہی شیخ کے ہیبت الٰہی چھا گئی، اُٹھ کر تعظیم کی اور مصافحہ کیا، شیخ نے دست سلطان خوب محکم پکڑا، اگر تصرفات روح پاک و خواجگان چشت اور مہربانی پیر روشن ضمیر حضرت سلطان الاولیا سے وہ جبار قتال بادشاہ

جس نے بہت سے مشائخوں کو تہ تیغ بے دریغ کیا تھا معتقد ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ کے شہر میں پہنچا آپ نے مہربانی نہ فرمائی آپ نے فرمایا کہ فقیر گوشہ اپنے میں دعائے جملہ مسلمانان میں مشغول رہتا ہے معاف فرماویں اور ایسی باتیں فرمائیں کہ سلطان بہت خوش ہوا اور کہا کہ جو آپ کا مقصود ہو پورا کروں اور جو خدمت میرے لایق ہو اس کو بجالاؤں، شیخ نے فرمایا کہ مطلب یہی ہے کہ یہاں سے رخصت ہو کر اپنے گوشہ میں جاؤں، سلطان نے شیخ کو رخصت کیا اور ایک لاکھ روپیہ بدست شیخ فیروز شاہ ضیاء الدین پیشکش کیا، جب شیخ نے وہ روپیہ دیکھا فرمایا کہ نعوذ باللہ فقیر کو ایک لاکھ روپیہ کیا سروکار واپس سلطان کے پاس لیجاؤ، جب وہ واپس لے گئے اور عرض کیا کہ اتنا لینا نہیں چاہتے اس میں سے نصف بادشاہ نے رکھ لیا نصف شیخ کی خدمت میں ارسال کیا، آپ نے اُس کے لینے سے بھی انکار کیا، پھر سلطان سے عرض کیا گیا آخر بہزار جد و جہد الکہ قبول فرما کر آستانہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ اسرارہما کے بھیجکر براہ خدا تقسیم کرا دیا اور خود روانہ طرف ہانسی کے ہوئے، بعد چند روز کے ۷۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار ہانسی میں ہے، اور اسی طرح ان کے فرزند شیخ نورالدین کو سلطان محمد تغلق نے اپنے روبرو طلب کیا اس وقت یہ خورد سال تھے، ہیبت سلطانی ان کے دل پر چھا گئی، اُسی وقت اُن کو معلوم ہوا کہ والد فرماتے ہیں بابا نورالدین العظمۃ والکبر باللہ یہ لفظ آپ کے کان میں پہنچتے ہی وہ ہیبت دور ہوئی اور دلیری سے گفتگو کی، مزار ان کا مقبرہ آبائی میں ہے۔

ذکر حضرت مولانا علی شاہ جاندار قدس سرہ

مرید سلطان الاولیا کے تھے، یہ وقت عبادت کے بھی حضرت کے پاس جاتے تھے، بلکہ مصاحب اور یار ہمدم تھے، خلاصۃ اللطائف ان کی تصنیفات سے ہے، مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت خواجہ تقی الدین نوح

خواہر زادہ حضرت کے تھے، اور حافظ قرآن بھی تھے جب حضرت نے ان کو خرقہ خلافت عطا کیا تھا، یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو آوے اُس کو جمع نہ کرنا، اگر کچھ نہ ہو تو فکر اور رنج نہ کرنا کہ خدا تجھکو دیگا، کسی کی بدی نہ کرنا جفا کے بدلے عطا کرنا قرض نہ لینا، درویشوں کی عزت کرنا، اگر ایسا کریگا بادشاہ تیرے در پر آوینگے حضرت نے حین حیات پیر روشن ضمیر عین عالم شباب میں قضا کی۔

ذکر حضرت خواجہ علاؤ الدین بن شیخ بدرالدین سلیمان قدس سرہ

کہ سولہ برس کی عمر میں سجادہ نشین بابا صاحب کے ہوئے، نہایت بزرگ گذرے ہیں، امیر خسرو نے ان کی شان میں لکھا ہے :. علائی دنیا و دین شیخ و شیخ زادہ عصر کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید :. وفات حضرت کی ۷۰۰ھ میں ہوئی، بعدہ محمد تغلق نے جو آپ کا مرید تھا اپنے عہد سلطنت میں گنبد عالی تیار کرایا۔

ذکر حضرت قاضی ضیاء الدین نخشبی قدس سرہٗ

خلیفہ بابا صاحب کے تھے، آپ کو خلق سے نفور تھا، بمقام بدایوں گوشہ عافیت میں بسر فرماتے تھے، اور سلک السلوک عشرہ مبشرہ و جزیات و کلیات و شرح دعائے سریانی و طوطی نامہ وغیرہ آپ کی تالیفات سے موجود ہیں، وفات حضرت کی ۷۵۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد صاحب قدس سرہٗ

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے اور اپنے کو لباس اغنیاء و صورت ملوک میں پوشیدہ رکھتے تھے، بادشاہوں سے ہمصحبت رہتے تھے، جب یہ مانکپور میں پہنچے تو قاضی شہر معہ اپنے پسر کے شیخ کی ملاقات کو چلا۔ راستہ میں یہ خطرہ گذرا کہ اگر شیخ نے ہمکو مصری دی تو بیشک یہ صاحب کرامت ہیں، جب وہ روبرو آئے، آپ نے اپنے مرید مولانا جلال الدین سے فرمایا کہ مدعی برائے امتحان آتے ہیں تھوڑی مصری لاتا کہ وہ محروم نہ رہیں، حاضر ہوکر دیکھا تو مصری شیخ کے روبرو موجود تھی، قاضی نے آپ کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ چالیس برس ہوئے کہ قاضیوں کے گھر کا کھانا نہیں کھایا، یہ سن کر قاضی رنجیدہ ہوئے، آپ نے فرمایا کہ تمہارا لڑکا اگر اپنی ملک سے کھانا تیار کرائیگا تو کھاؤں گا۔

ذکر حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتی قدس اللہ سرہ العزیز

کہ اولیائے نامدار و مشائخ صاحب اسرار حشتیہ و اہل بہشت سے تھے، نسب آپ کا چند واسطوں سے حضرت امام اعظم سے منتہی ہوتا ہے، یعنی حضرت قلندر صاحب بن مولانا فخرالدین زبیر بن سالار حسن بن سالار عزیز بن ابابکر غازی بن فارس بن عبدالرحمن بن عبدالرحیم بن محمد بن دانک بن امام نعمان بوحنیفہ کوفی بن ثابت بن نعمان لکھا ہے کہ حضرت کے والد پانی پت میں تشریف لائے، اور آپ پانی پت میں بطن بی بی فاطمہ سے تولد ہوئے کہ جن کا مزار پانی پت میں ہے، اور شیخ جمال ہانسوی اور قلندر صاحب خالہ زاد بھائی تھے اوائل عمر میں تحصیل علوم ظاہری کی اور بارہ برس مسجد قوۃ الاسلام میں وعظ فرماتے رہے۔

ایک روز عین وقت وعظ کے کہ آپ ممبر پر بیٹھے خلق اللہ کو حکم الٰہی سے آگاہی فرما رہے تھے ایک فقیر درمسجد پر آیا اور بآواز بلند کہا کہ شرف الدین جس کام کے واسطے پیدا ہوا ہے اُس کو بھول گیا، کب تک اس قیل و قال میں رہیگا، یہ کہکر وہ تو چل دیا اور آپکے دل میں جذبۂ محبت الٰہی پیدا ہوا اور رہبر کی تلاش ہوئی۔ آخر حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید ہوئے، وہ خلیفہ شیخ امام الدین ابدال کے وہ خلیفہ حضرت شیخ بدرالدین غزنوی کے وہ خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین کے مگر حضرت شیخ امام الدین ابدال کو خرقۂ خلافت حضرت خواجہ نے مرحمت فرمایا تھا، اور ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ قلندر صاحب کو حضرت سلطان المشائخ سے بیعت تھی۔ الغرض حضرت شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر بعد ارادت کے ریاضت اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے، یہانتک کہ کل کتب دریا میں ڈالکر بارہ برس حضرت کی گمٹی کے نیچے دریا میں کھڑے رہے کہ مچھلیاں تمام گوشت پنڈلیوں کا کھاگئیں تھیں، اسی حالت میں خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جب بارہ برس ہوگئے غیب سے آواز ہوئی کہ شرف الدین تیری عبادت ہم نے قبول کی مانگ کیا مانگتا ہے عرض کی کہ پروردگار تو عالم الغیب ہے، مجھکو سوائے تیرے کچھہ درکار نہیں، اسی جگہ کھڑا تیری محبت میں جان دیدوں گا، پھر آواز ہوئی کہ پانی سے نکل تجھ سے بہت کچھ کام لینے ہیں، پھر اُنھوں نے عرض کی کہ تو اپنے ہاتھ سے نکال میں بارادہ خود دریائے محبت سے قدم باہر نہیں رکھوں گا، یہ عرض کرکے آپکو استغراق ہوگیا، اُسی وقت دیکھا کہ ایک بزرگ نے گود میں اٹھاکر کنارہ پر رکھدیا، آپنے آنکھ کھولکر کہا اے شخص یہ تونے کیا کیا میری اتنی دنوں کی محنت گئی، ورنہ تھوڑی دیر میں میں اپنی مراد کو پہنچ جاتا، اُن بزرگوار نے ارشاد کیا کہ میں علی ہوں، تو نہیں جانتا کہ مجھکو یداللہ بھی کہتے ہیں، یہ سنتے ہی شکر پروردگار عالم بجالائے اور حضرت کی قدمبوسی کی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چند نکات وحدت تعلیم فرماکر غائب اور ناپید ہوئے۔ آپ اُسی وقت سے مست الست ہوگئے اور تمام علوم دینی دنیا روشن ہوگئے، اُس روز سے شرف الدین بوعلی شاہ قلندر سے مخاطب ہوئے! آپ کی تصنیفات بھی بہت ہیں، اور مکتوبات کہ جو بنام اختیار الدین مرید کے تحریر فرمائے ہیں نہایت متبرک ہیں، عجیب کلام ہے، فضائل و خوارق حضرت کے اگر تحریر ہوں تو دوسری بہت بڑی کتاب ہو، اس مختصر میں اتنی بڑی گنجائش کہاں مگر چند نقول تبرکاً تحریر ہوتے ہیں۔ صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین پانی پتی کو تمام نعمتہائے دینی و دنیوی اپنے پیر شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی سے پہنچی، مگر طریقہ باطنی توجہ خاص شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر سے

میسر ہوا۔ چنانچہ خاندان شیخ جلال میں جس کسی کے یہاں کچھ شادی ہوتی ہے پہلے قلندر صاحب کی نیاز ہوتی ہے، اور نذر حضرت کی یہ ہے کہ یخنی اور دہی اور نان گندم باحتیاط پکا کر حضرت کی نذر کرکے تقسیم کریں، جو حاجت ہو بحکم خدا جلدی برآوے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حالت جذب و مستی میں لبیں آپ کی بڑھ گئیں تھیں کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ مزاحم ہو۔ آخر مولانا ضیاالدین سنامی نے جوش شریعت سے ایک ہاتھ میں مقراض لے ایک ہاتھ سے ڈاڑھی پکڑ مونچھوں کو کترا، بعدہ حضرت قلندر صاحب نے اپنی ریش مبارک کو چوما اور کہا کہ کیا مبارک ریش ہو کہ جو راہ شریعت محمدی میں پکڑی گئی، اور مبارک خاں آپکے محبوب مرید تھے، جس کسی کو کچھ حاجت ہوتی وہ مبارک خاں سے کہتا وہ حضرت سے عرض کرکے اُس کی کاربراری کرا دیتے۔ علاوہ ان کے اور اختیار الدین کے بہت سے مرید تھے اور بادشاہان وقت آستانہ بوسی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار سلطان علاؤالدین نے چاہا کہ کچھ نذر خدمت قلندر صاحب میں ارسال کرے یہ امرا سے صلاح کی کہ کون لیکر جاوے، کسی کی ہمت نہ پڑی کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر کلام کرے، آخر سب کی یہ رائے ہوئی کہ خواجہ امیر خسرو کو روانہ کیا جاوے۔ یہ رائے جب قرار پائی تو سلطان نے امیر خسرو کو خدمت حضرت سلطان المشائخ میں بھیجا، اُس نے پہنچکر ضمیر سلطان عرض کی، پہلے تو حضرت نے تامل فرمایا، بعدہ امیر صاحب کو اجازت دی، اور فرمایا کہ دیکھو جو کچھ قلندر عاشق اللہ فرماویں اُس کو تسلیم کرنا معترض نہ ہونا پس حضرت امیر صاحب نے نذر سلطان ہمراہ لیکر دہلی سے چلکر بعد تین روز کے پانی پت میں داخل ہوکر خادمان شیخ شرف الدین سے کہا کہ میرا آنا بیان کردو کہ خسرو کو مولانا نظام الدین نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، اجازت دیجئے، خدام نے عرض کیا، فرمایا آنے دو۔ جب خسرو نزدیک پہنچے سلام علیک کی۔ آپ نے کچھ لفظ ہندی فرمایا کہ جس کا ترجمہ گانیوالا ہے۔ یہ سُن کر امیر صاحب نے سلام کیا اور کہا کہ یہ آپ کی عنایت ہے جو میری طرف خطاب ہو ورنہ میں ایک ناچیز ہوں، آپنے فرمایا کہ از ہیرے اِی خود چیزے بگو یعنی اپنی تصنیف سے کچھ کہہ۔ امیر صاحب نے غزل پڑھی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

غزل خسرو

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چوں فراق یار نیست	گر اُمید وصل باشد ہمچناں دشوار نیست
چند گوئیندم برد زنار بندد اے بت پرست	برتن خسرو کدامی رگ کہ آں زنار نیست

یہ سُن کر قلندر صاحب خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوش رہیگا اور خوش جائیگا۔ پھر چند شعر آپنے پڑھے

خسرو کسے کہ حلقہ تجرید برسر است	دیہیم خسروان بر نعل اشتر است
ایں عقل و علم جسمے و رسمے مختصر است	عقل کل است علم لدنی بعارفان

یہ سن کر امیر صاحب کو رقت ہوئی، قلندر صاحب نے فرمایا کہ تو کچھ سمجھا بھی خسرو صاحب نے عرض کیا کہ مجھکو رونا اس قدر آیا کہ میں کچھ نہیں سمجھا، یہ سن کر قلندر صاحب خوش ہوئے اور بادشاہ کی نذر بھی قبول کی اور فرمایا کہ اگر مولانا نظام الدین کا قدم درمیان میں نہ ہوتا میں ہرگز قبول نہ کرتا اور خدام کو حکم دیا کہ خسرو کو خانقاہ میں اکرام سے رکھو۔ غرض تین دن ٹھہر کر امیر صاحب نے رخصت طلب کی، آپ نے رخصت دی اور ایک خط برائے حضرت سلطان المشائخ اور دوسرا سلطان کے واسطے بدیں مضمون کہ علاؤ الدین نوطہ دار دہلی مقرر داند کہ با بندگان خدا تعالی نیکو کند۔ پس جب امیر صاحب واپس آئے آپنے شیخ کا خط اُن کو دیا، اور سلطان کا خط سلطان کو دیا، یہ عبارت دیکھکر امرا نے عرض کی کہ بادشاہ خلیفۃ اللہ کو ایسا لکھنا ترک ادب ہے، سلطان نے کہا غنیمت ہے کہ جو اس ذرہ بیقدر کو نوطہ دار لکھا ہے، ایک بار تو شحنہ دہلی تحریر فرمایا تھا اب نوطہ دار جو فرمایا اُس کا میں بہت شکر کرتا ہوں۔ وفات حضرت کی ۱۳ ار رمضان ۷۲۴ھ میں بمقام بوڈہ کھیڑا ہوئی، اور کرنال میں مدفون ہوئے۔ جب یہ خبر پانی پت میں پہنچی اہل پانی پت آپکے برادر زادہ کو لیکر ہمراہ کرنال آئے، اور بہزار جد و جہد نعش مبارک کو پانی پت میں لاکر دفن کیا مگر فیض اُس ذات بابرکات کا کیا پانی پت کیا کرنال کیا بوڈہ کھیڑا کیا بھاگوئی جس جگہ حضرت نے چند روز قیام فرمایا سجدہ گاہ جہان جہانیاں ہے۔ اس محل پر کسی عارف کا کلام خوب موزوں ہے ؎

برزمینے کہ نشانہ برکف پائے تو بود — سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

ذکر حضرت مولانا صحیح الدین قدس سرہٗ

پسر قاضی حمید الدین کہ ان کے حق میں حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ نہایت بزرگ تھے

ذکر حضرت شاہ خضر قدس سرہٗ

کہ مشرب قلندری رکھتے تھے، پہلے ولایت روم سے آئے تھے خوارق اور کرامات بہت سی آپ سے ظاہر ہوئیں حضرت خواجہ قطب الدین نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا، اور واپس روم کو رخصت فرمایا تھوڑے دنوں بعد آپ جونپور میں تشریف لائے، اور سرہر پور میں شاہ قطب کو مرید کرکے خرقہ خلافت عطا کیا اور خود روم کو تشریف لے گئے، سلسلہ حضرت کا قلندریہ چشتیہ جاری ہے یعنی شاہ خضر نے شاہ قطب کو مرید کیا اُن سے

شیخ عبدالسلام ہوئے۔

ذکر حضرت قدوۂ عارفان زبدۂ کاملان حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہٗ

کہ اصحاب اعظم و احباب اکرم و اکبر خلفائے حضرت شیخ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ عابد عظیم زاہد کریم کہ حالات عالیہ و مکاشفات جلیلیہ رکھتے تھے۔ ولایت دہلی میں بعد رحلت حضرت سلطان المشائخ بنام حضرت قرار پائی۔ طریقہ آپ کا صبر و شکر و فقر و فاقہ رضا و تسلیم تھا، اور آپ کے والد کا نام سید یحییٰ تھا، اور آپ کے دادا کا نام سید عبداللطیف تھا آپ سید حسنی تھے، سید عبداللطیف وارد ہندوستان ہو کر لاہور میں قیام پذیر ہوئے، اور آپ کے والد سید یحییٰ لاہور میں پیدا ہوئے بعد اُس کے اودھ میں آ کر قیام کیا، چونکہ صحیح النسب سادات سے تھے تمام شہر باعظمت پیش آتا تھا، حضرت کی پیدائش اودھ میں ہوئی جب عمر حضرت کی نو برس کی ہوئی آپ کے والد نے قضا کی، اور آپ کی والدہ شریفہ کہ وہ بھی سیدزادی تھیں آپ کی تربیت اور تحصیل علم میں بہت کوشش فرماتی تھیں۔ چنانچہ پہلے مولانا عبدالکریم شیروانی کے زیر تعلیم رہے۔ اُن کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم ظاہری حاصل کئے، مگر عالم طفلی سے آثار ترک و تجرید اور نفس کشی کے پیشانی حضرت سے ہویدا تھے ہمیشہ صائم رہتے تھے، کبھی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی، اکثر برگ سنبھالو سے روزہ افطار فرماتے تھے، سات برس ایک درویش کامل کے ساتھ نماز جماعت سے ادا کی، بعدہٗ ریاضت اور مجاہدہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب چالیس برس کا سن ہوا دہلی میں تشریف لائے، اور زیارت اور خدمت حضرت سلطان المشائخ سے مشرف ہوئے، اور خدمات شائستہ بجا لا کر بخطاب محمود گنج شرف مخاطب ہوئے آپ کا یہ دستور تھا کہ شب و روز کمر بستہ خدمت پیر مرشد میں حاضر رہتے تھے، حضرت سلطان المشائخ اُس وقت کیلوکھڑی تشریف فرما تھے۔ کنارہ دریا کے ایک بالاخانہ تھا، اس میں مشغول رہا کرتے تھے، اُس جگہ سوائے حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی کے دوسرا نہ جا سکتا تھا، یہی اُسی بالاخانہ میں مشغول رہتے تھے۔ ایک بار چند درویش خاندان شیخ بہاؤالدین سے آ کر شب باش ہوئے، صبح ایک درویش اُن میں سے دریا پر غسل کرنے لگا، کوئی اُچکا آیا اور اُس درویش کے کپڑے اُچک لے گیا، وہ بیچارہ ننگا غل مچاتا آیا، حضرت اُس جگہ آئے اور اپنے کپڑے اُس کو دیکر فرمایا کہ غل نہ مچایا بیجا، اس میں مقصد کیا تھا ایسا نہو کہ پیر کی مشغولی میں اس کے

عل سے فرق آوے۔ حضرت سلطان جی نے یہ معاملہ حضرت کا نور باطن سے معلوم فرماکر بعد نماز چاشت آپ کو بلاکر نہایت مہربانی سے اپنی پوشاک خاص سے ان کو پوشاک عطا کی۔ اخبار الاخیار سے نقل ہو کہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کبھی کبھی حسب اجازت پیر مرشد واسطے زیارت اپنی ہمشیرہ کلاں کے اودھ کو جایا کرتے تھے، بعد ملازمت اُن کے پھر شیخ کی خدمت میں آجاتے تھے، اور آپکے ہمشیرہ زادہ تھے مولانا زین الدین علی اور کمال الدین حامد کہ جن کا ذکر بعد میں ہوگا، ایک روز حضرت مخدوم نصیر الدین نے امیر خسرو قدس سرہ سے کہا کہ تم سفارش کرو کہ جب میں اودھ میں ہوتا ہوں بسبب مزاحمت خلق مشغول نہیں رہ سکتا، اگر شیخ کا فرمان ہو تو جنگل میں رہ کر عبادت حق میں مشغول رہا کروں، امیر صاحب یہ سُن کر وقت معینہ پر بعد نماز عشا جب خدمت حضرت سلطان المشائخ میں واسطے عرض و معروض کے حاضر ہوئے جو اُنہوں نے کہا تھا عرض کیا تھا، اُس پر حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اُس سے کہو کہ تجھے درمیان خلق رہنا چاہیئے، اُن کے جور و جفا اُٹھانے ہوں گے، مکافات کے بدلے میں عطا کرنی ہوگی آخر حضرت شیخ نصیر الدین کو حجرہ شریف میں طلب فرماکر ارشاد کیا کہ تیرے دل میں کیا ہے، جنگل میں رہنے سے تیرا مقصود کیا ہے، باپ تیرا کیا کام کرتا تھا، آپنے عرض کیا کہ مقصود میرا دعا مزید حیات خواجہ ہے، اور کفش برداری درویشوں کی، والد میرے روئی کی سوداگری کرتے تھے، بعد اُس کے حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ میں خدمت باباصاحب میں حاضر تھا بمقام اجودہن ایک میرا دوست اور ہم سبق آگیا، میرے رنگین کپڑے وہ بھی شکستہ دیکھکر کہنے لگا کہ تمہارا یہ کیا حال ہوگیا، اگر اس شہر میں معلمی کرتے تو اسباب معیشت سے انفراغ رہتا، مینے یہ سُن کر کچھ جواب نہ دیا، جب خدمت باباصاحب میں گیا، مجھکو دیکھکر فرمانے لگے کہ نظام الدین اگر کوئی تیرا یار آکر کہے کہ کیا تو نے اپنا حال کر رکھا ہے معلمی ہی کر جو فراغت حاصل ہو تو جواب کیا کہیگا مینے عرض کیا جو حکم عالی ہو فرمایا کہ کہو ؎

نہ ہمرہی تو مرا خویش گیر و برو ✤ ترا سعادت بادا مرا نگونساری ✤ بعدہ فرمایا کہ خوان کھانیکا لاؤ جب میں روبرو لایا ارشاد فرمایا کہ اس کو سر پر رکھکر جہاں تیرا یار ٹھیرا ہو لیجا، مینے ایسا ہی کیا، جب اُس دوست کے روبرو لے گیا اُس نے کہا مبارکباد تجھکو یہ صحبت، حضرت شیخ نصیر الدین فرماتے ہیں کہ اس طرح بندہ کو تلقین فرمایا، بعدہ ریاضت اور مجاہدہ فرمایا، کبھی مجھکو دس روز گذر جاتے تھے، جب بُرا حال ہوتا ترشی کھاتا۔ نقل ہے کہ ایک روز ان کے کسی پیر بھائی کے گھر مجلس تھی، اور آپ بھی اسی مجلس میں

موجود تھے کہ باجے کے ساتھ سماع شروع ہوا، آپ وہاں سے اُٹھکر چلے، یاروں نے کہا بیٹھو، آپنے فرمایا میں نہ ٹھہروں گا، یہ امر خلاف سنّت ہے، پھر لوگوں نے کہا سماع سے منکر ہو مشرب پیروں سے پھر گئے، آپنے فرمایا حجت نہیں ہوتی، دلیل کتاب حدیث سے چاہیئے، آخر بعض نے حضرت سلطان جی سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ اُن کا اتقا بڑھا ہوا ہے۔ سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس سماع میں مزامیر نہیں ہوتا تھا اگر کوئی ذکر بھی کرتا کہ فلاں صاحب کے یہاں سماع مزامیر کے ساتھ ہوا تو آپ منع فرماتے، نقل ہے کہ شیخ برہان الدین غریب کہ حضرت مخدوم صاحب کے ہمجلیس تھے اُن کے پاس سے وہ کلاہ نمدی کہ جو عطیہ شیخ تھی گم ہوگئی، یہ بہت غمگین ہوئے، ان کی تشویش دیکھکر حضرت نے فرمایا کہ مولانا اُس سے عمدہ تحفہ عطیہ تم کو آج بخشش ہوگا اور کلاہ گم کردہ بھی ملیگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت پیر روشن ضمیر نے مولانا کو مصلی مرحمت کیا اور گٹھڑی میں سے کلاہ پا گئی۔ لکھا ہے کہ آپکے یہاں سماع میں مزامیر نہ ہوتا تھا، ایک روز اس بیت پر حالت ہوئی۔

بیت نظر ز دیدہ ہا ناقص فتادہ دست ؛ وگرنہ یار ما از کس نہان نیست ؛ ایک بار کوئی آپ کی پوشاک چرا لے گیا، آپنے دم نہ مارا، بوصیت مرشد پابند رہے یہاں تک کہ ایک روز بعد نماز ظہر حضرت حجرہ میں مشغول تھے، شیخ زین الدین کہ مرید اور بھانجے تھے وہ بھی یہیں کہیں گئے تھے، آپ تن تنہا مراقبہ میں سر جھکائے ہوئے تھے، تراب نام ایک قلندر بیباک کہ بہت برسوں سے آپکا دشمن تھا خالی موقع پاکر حجرہ میں گھس آیا، اور گیارہ زخم چھُری سے جسم مبارک پر لگائے، سمجھا کہ میں کام پورا کر چکا اور وہاں سے بھاگا، مریدوں نے دیکھکر اُسے گرفتار کیا اور روبرو حضرت کے لائے، چاہا کہ اُسکو زدوکوب کریں آپنے فرمایا کہ کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے، شیخ صدرالدین حکیم اور شیخ زین الدین کو قسم دی کہ ہرگز اس کی ایذا کا ارادہ نہ کرنا اور اُس قلندر کو نزدیک طلب فرماکر بہت کچھ دیکر رخصت فرمایا اور یاروں سے کہا کہ اگر اس کو ایذا دی جاتی تو خلاف وصیت شیخ ہوتا، کیا عجب ہے اُسکا ہاتھ بھی دُکھا ہو بعد اس ارادت کے تین برس وہ بقید حیات رہے۔ سیر الاصفیا سے نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق کہ بہکانے عمر سمرقندی و علی قندھاری کے جو دشمن مشائخ تھے، ناخوش ہو رہا تھا کہ کسی حیلہ سے شیخ کو ایذا پہنچاوے، ایک روز بادشاہ نے دعوت کے حیلے سے شیخ کو بلایا اور کھانا ظرفہائے نقرئی اور طلائی میں روبرو رکھا، اُن کا مدعا یہ تھا کہ اگر شیخ نے ان برتنوں میں کھایا تو بحیلہ شرعی پکڑ لیں گے، اگر نہ کھایا

تو توہین سلطان میں دیکھیں گے، غرض آج نہ چھوڑیں گے، حضرت شیخ نے نور باطن سے دریافت فرماکر تھوڑا کھانا ہاتھ پر لیکر پہلے زبان پر رکھا، پھر اُس کو نوش کیا، حاسد مجبور اور شرمندہ ہوکر رہ گئے بعدہ سلطان نے دو توڑے زر سرخ اور دو تھان پارچہ شیخ کو پیش کئے، آپ نے اُن کی طرف التفات نہ فرمایا اور کھڑے ہو گئے، اسی اثنا میں خواجہ نظام الدین وزیر بادشاہ نے دیکھا یہ خواجہ بادشاہ کا عزیز اور حضرت سلطان المشائخ کا مرید صادق تھا، اس نے اُٹھ کر تھان اور دونوں توڑے اُٹھاکر خدام شیخ کے حوالہ کئے، اور کفش حضرت کی اپنے رومال سے جھاڑ کر روبرو رکھی اور تا دروازہ ہمراہ آیا، جب وہ واپس نزدیک سلطان کے آیا، سلطان نے دست بقبضہ ہوکر خفگی سے کہا کہ تم نے عطیہ سلطانی کیوں ہاتھ سے اُٹھایا، کیوں پاپوش جھاڑیں اور کیوں اُن کے آگے رکھیں، خواجہ نظام الدین نے جواب دیا کہ میرا فخر ہے کہ ان کی جوتی کو اپنا تاج سر بناؤں کہ میں غلام نظام الدین اولیا کا ہوں، اگر میرے قتل کا ارادہ ہے تو میری جان ناتواں اُن کی خاک پا پر فدا ہے، یہ سُن کر سلطان کو غصہ تو بہت آیا مگر بوجہ توجہ حضرت کے کچھ نہ کرسکا، صاحب جوامع الکلم راوی ہیں کہ حضرت شیخ نصیر الدین کو خانقاہ میں اس بیت پر وجد ہوا جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی ؛ قلم بر بیدلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی ؛ مولانا مغیث شاعر نے ایک رسالہ لکھا، اور اس مجلس کی تمام کیفیت لکھی اور لکھا کہ شیخ کو اس بیت پر حالت ہوئی کہ جس میں خداوند تعالیٰ کی نسبت جور و جفا سے اشارہ کرتے ہیں اس میں کفر لازم آتا ہے، اس میں چند کلمہ ایسے ہی جمع کرکے مولانا معین الدین عمرانی کے پاس بھیجے اُنھوں نے دیکھکر حضرت کی خدمت میں ارسال کی، آپ نے مولانا عمرانی کو طلب فرمایا، وہ کتاب اُن کو واپس دیکر دستار خلافت عطا کی، دوسرے روز پھر سماع تھا، حضرت کو اس رباعی پر اضطراب ہوا۔ رباعی

باطبل معانہ دوشش بیباک زدیم	عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر یکے نغچہ مے خوارہ	صدر باکلاہ توبہ بر خاک زدیم

بعد اضطراب بسیار کے بالا سے بام تشریف لاکر بیٹھے اور مولانا مغیث کو طلب کیا، جب وہ روبرو لائے فرمایا کہ مولانا لکھو کہ اس جگہ کیا جہل ہے، اور فرمایا کہ باہر کردو، دو چار روز کے بعد مولانا مغیث نے انتقال کیا، اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں کس لائق ہوں کہ شیخی کروں آج

شخی بچوں کا کھیل ہو رہا ہے، اور یہ بیت ارشاد کی۔ مسلمانا مسلمانا مسلمانی مسلمانی :: ازیں آئین بے دینی
پشیمانی پشیمانی :: فرمایا کہ ایمان کا غم کھانا چاہیئے، درپے کرامت نہ ہونا چاہیئے۔ حیران ہوں کہ خلق بے غم
کیونکر جیتی ہے۔ حضرت سید محمد گیسو دراز سے نقل ہے کہ خواجہ نے فرمایا کہ میں کودک تھا، ایک مسجد میں قرآن
پڑھتا تھا، اس مسجد میں درخت آزاد تھا، ایک کوا آکر اس پر بیٹھا، جو کچھ اس نے باواز بلند کہا
میں نے اس کو سمجھا۔ خیر المجالس سے نقل ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر حضرت سے سوال کیا کہ حال
فقیروں کا کہاں سے اور کیوں ہے، فرمایا کہ حال نتیجہ صحبت اعمال ہے۔ اور عمل دو طرح پر ہے،
عمل جوارح وہ معلوم ہے، عمل قلب کہ اس کو مراقبہ کہتے ہیں، بعدہ فرمایا کہ اول انوار عالم علوی
سے نازل ہوتی ہیں اوپر ارواحوں کے بعد اس کے اس کا اثر ہوتا ہے قلب پر، بعدہ جوارح
پر جوارح متابع قلب ہیں، جو قلب متحرک ہوتا ہے جوارح بھی حرکت میں آتے ہیں، پھر اس عزیز
نے سوال کیا کہ عوارف صاحب حال کو متوسط کہا ہے، اور بروایت عوارف سے نقل کی کہ المبتدی
صاحب وقت والمتوسط صاحب حال والمنتہی صاحب الانفاس دوسروں کو اس بات میں مشکل ہوئی
حضرت نے اس سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اس بارہ میں اس وقت کیا سننا چاہتے ہو، تم نے
عوارف پڑھی ہے، اس نے کچھ جواب نہ دیا، خواجہ نے فرمایا کہ المبتدی صاحب وقت اور صاحب
وقت کیا ہے، یعنی وہ صوفی کہ وقت خویش کو غنیمت رکھے کہ سوائے اس وقت کے دوسرا وقت
پاؤں گا یا نہ پاؤں گا، پس جو یہ جانتا ہے اپنے وقت کو غنیمت رکھتا ہے، اور اس کو تلاوت
قرآن اور نماز میں بسر کرتا ہے، جب سالک حفظ اوقات پر مستقیم ہوا اپنی اوقات کو معمور رکھا استقامت
پائی اور امید ہوئی کہ صاحب حال ہوا اور مواہب نتیجہ مکاسب ہے اور وہ حال اثر انوار کا ہے باقی جیسے
کہ پہلے بیان ہوا، بعدہ فرمایا کہ منتہی صاحب انفاس ہے، مگر ارباب طریقت نے اور طرح بیان کیا
یعنی جو کچھ اس کے منہ سے نکلے خداوند تعالیٰ اسی طرح کرے، پھر فرمایا کہ یہ متعلق اصطلاح
کے ہے، کہ پھر اس نے سوال کیا کہ خلق اللہ آدم علی صورتہ کیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ
درست ہے کس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جس قد و قامت صورت و ہیبت
کے ساتھ پیدا فرمایا وہ اسی شکل پر رہے۔ کچھ تغیر نہ ہوا بخلاف صورت آدمیوں کے کیونکہ پہلے آدمی
بچہ بعدہ جوان، پھر بوڑھا ہوتا ہے، اور آدم اوپر ایک صورت کے رہے کچھ تغیر و تبدل نہ ہوا

یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ شکل و صورت سے پاک ہے، اور وفات حضرت کی ۱۷ یا ۱۸ رمضان شب جمعہ ۷۵۷ھ ہجری میں ہوئی، مزار قریب شاہجہان آباد درگاہ چراغ دہلی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ کاتب الحروف کے والد کا مزار بھی آستانہ فیض نشانہ حضرت میں مزار حضرت شیخ کمال الدین علامہ سے جانب شرق سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے، اُن کو حضرت سے بہت عقیدت تھی، اس وجہ سے وہاں مدفون ہوئے، اور مولانا مظہر کرمانی نے یہ مرثیہ لکھا تھا۔

مرثیہ

زدار محنت ایں نہ سپہر زنگاری کدام دلکہ نہ خون گشت از جگر خواری
کجا بجام طربت مجلسے بنا کردند کہ سپہر نبارید سنگ قہاری
وفا ز عالم فانی مجو کہ مشہور اند فلک بخیرہ کشی اختراں بغداری
خزینہ ایست سپہر از نفوس انسانی دفینہ ایست زمین از بتان فرخاری
تو اے عزیز کہ در ملک مغروری مباش ایمن اگر عاقلی و ہوشیاری
چہ دانی آنکہ در اوراق کارخانہ غیب قفا چہ نقش برآرد ز کلک جباری
زمانہ صلح کند بادل تو یا خصمی فلک بدشمنی آید بہ پیش یا یاری
چو وقت آں برسد ہیچ کس نگیرد دست نہ ملک نے ملکی نے سپہ سالاری
بقا بقار خدا ایست و ملک ملک خدائے کہ نیست قایم و دایم کسے بجز باری
ز دست چرخ ندانم کجا کنم فریاد کہ بر گذشت بما جور روز بسیاری
جہاں بہ ماتم خواجہ نصیر الدین محمود ہزار گونہ فغاں کرد نوحہ وزاری
بقیہ سلف و یادگار اہل کرم کہ کرد ختم خلافت بہ ملک دین داری
جہینا ملک منعا خداوند بحق نعمت قرآن و دولت و قاری
برحمت تو کہ عام است در جہان باقی بعزت تو کہ خاص است در جہانداری
کہ روح اعظم آں شیخ پیشوائے کرم کہ مقتدائے جہاں بودہ است ز اخیاری
ندیم قربت خود کن غریق رحمت خویش مجاور رسل و انبیا ز مختاری
بساط صحن دہ از حلہائے فردوسی خلافت قبر کن از پردہ ہائے غفاری

اور خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ اول حضرت شیخ کمال الدین علامہ، میر سید محمود گیسو دراز دہلوی، میر سید محمد بن جعفر مکی، ملک زادہ احمد، مولانا معین الدین عمرانی، میر سید علاؤ الدین برادر زادہ مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت، شیخ یوسف صاحب تحفۃ النصائح، محمد وحید الدین ادیب، سید جلال الدین کشوری، قاضی محمد سادی فاضل، شیخ سلیمان رودہی، شیخ محمد متوکل کشوری، شیخ دانیال، شیخ قوام الدین، قاضی عبد المقتدر، مولانا خواجگی، مولانا احمد تھانیسری، شیخ زین الدین ہمشیر زادہ، حضرت شیخ صدر الدین حکیم، شیخ سعد اللہ کیسہ دراز۔

نقل ہے کہ جس زمانہ میں جواہر سنگھ جاٹ نے دہلی کو لوٹا اور اُس کے اطراف میں جو قریہ اور موضع تھے سب کو تاراج کیا، آبادی چراغ دہلی میں ایک برہمن رہتا تھا اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ملک لٹ رہا ہے ہم بھی تباہ ہوں گے، مزار شیخ پر چلکر عرض کیجیے کہ یہ بستی کس طرح بچے مراد والے دور دور سے آتے ہیں اور بتصدق اس مزار کے دلی مرادیں پاتے ہیں۔ یہ سوچکر اُس نے اپنا لوٹا برنجی مانجا غسل کیا لوٹا پانی سے بھر کر مزار معلی پر آیا، لوٹا رکھکر عرض کیا کہ میں برہمن ہوں میری نذر قبول ہو، اور آپ پر روشن ہے کہ تمام علاقہ برباد ہو رہا ہے، ہم لوگ جو اس چار دیواری کے اندر بستے ہیں، آپ کی رعایا ہیں سوائے آپکے دوسرا وسیلہ نہیں رکھتے، یہ وقت مدد کا ہے یہ عرض کرکے اپنے مکان پر آیا، تمام دن حضرت سے لو لگائے رہا، شب کو جب وہ سویا خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ تم دروازہ بند کئے دلجمعی سے بیٹھے رہو۔ اگر تمہاری طرف وہ آویں گے اندھے ہو جاویں گے۔ چنانچہ جاٹ چراغ دہلی کے لوٹنے کو آتے تھے، احاطہ چراغ دہلی اُن کو نظر نہ آتا تھا، تمام جنگل میں پھر کر چلے جاتے تھے، جب کئی بار اُنہوں نے حملے کئے اور ناکام رہے تو اطراف کے لوگوں سے پوچھا کہ احاطہ چراغ دہلی نہیں ملتا، اُن لوگوں نے کہا دیکھو یہ سامنے دکھائی دیتا ہے وہ پھر گئے، جب قریب پہنچے حصار چراغ دہلی پھر نہ دکھائی دیا اُنہوں نے تجسس کیا کہ کیا وجہ ہے کہ جو ہم قریب جاتے ہیں حصار چراغ دہلی نظر نہیں آتا، لوگوں نے کہا کہ وہاں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مزار ہے، وہ بستی اُن کے نام پر مشہور ہے، وہ اپنی بستی پر بہت مہربان اور بستی والے بہت معتقد ہیں، یہ اُن حضرت کا تصرف ہے یہ سُن کر وہ معتقد ہوئے اور خلوص ارادہ سے واسطے زیارت کے آئے، شیرینی، عطر پھول اور چادر چڑھائی اور اپنی تمام کیفیت تمام اہل بستی سے بیان کی۔ چنانچہ گورنمنٹ انگریزی نے جب دہلی میں تسلّط پایا تو مسلمانانِ اہل شہر معرض عتاب میں جہاں ملتے گرفتار کئے جاتے، پھانسی دئے جاتے، ہر ایک قریہ اور قصبہ و دہ میں

مصیبت زدہ پناہ گزیں تھے۔ چنانچہ چراغ دہلی میں بھی بہت سے آدمی تھے، بعضے فوجی زخمی بھی تھے مخبر اور متلاف صاحب سوار لئے ہر طرف گھومتے لوٹتے مارتے گرفتار کرتے تھے، اہل شہر کے ساتھ بعض اہل دیہہ بھی برباد ہوئے، یہ کیفیت دیکھکر خدام آستانہ شریف اور دیگر اہل بستی نے اسی برہمن کی اولاد سے جو ایک شخص تھا کہ تیرے جد نے پہلے بھی حضرت سے عرض کیا ہے اور وہ عرض قبول ہوئی اور لٹنے سے بستی بچی، ہماری رائے یہ ہے کہ جس طرح تیرا دادا گیا تھا تو بھی اسی طرح مزار حضرت پر جاکر عرض کرتا کہ اس آفت سے بستی بچے یا جیسا حکم ہو عمل میں لاویں، وہ برہمن بدستور نہا دھوکر لوٹا پانی کا لیکر مزار پرانوار پر آیا، بہت دیر تک گریہ زاری کرتا رہا، اسی شب کو اس کو خواب ہوا کیوں گھبراتا ہے بستی والوں سے کہدے کہ جو آگئے اُن کو نہ نکالو نہ اب اور کسی کو اپنی بستی میں آنے دو یہاں سے کوئی گرفتار نہ ہوگا نہ اور کوئی آفت آویگی، چنانچہ ایک متنفس بھی چراغ دہلی سے گرفتار نہیں ہوا۔ صاحب معدن المعانی نے لکھا ہے کہ جب وقت نقل شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا نزدیک پہنچا، شیخ رکن الدین برادر شیخ کمال الدین ہمشیرزادہ اپنے کو بلاکر فرمایا کہ نعمتہائے خواجگان چشت سے جتنا جس کو نصیب تھا وہ مینے مریدوں کو دیدیا، تم کو چاہیئے کہ جب مجھکو قبر میں رکھو خرقہ میرے سینہ پر کاسہ چوبین زیر سر اور تسبیح زیر انگشت اور ایک طرف نعلین اور ایک طرف عصا رکھنا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، بعد فاتحہ سوم کے میر سید گیسو دراز کو دہلی میں رہنا مفارقت پیر میں اور خرقہ کا ملنا شاق گذرا، آخر جس چارپائی پر حضرت کو غسل دیا تھا اس کے بان کو نکالکر وہ جھلنگا اپنے گلے میں ڈالا اور کہا میرا یہی خرقہ ہے اور دکن کی طرف کوچ کیا۔ کہتے ہیں کہ راستہ میں جس کسی پر اُس جھلنگے میں سے نکالکر ذرا سا بان ڈالدیا وہی اولیا ہوگیا۔ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ باردوم جب میں دہلی شریف میں روز پنجشنبہ اور شب جمعہ روضہ اقدس حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی پر گذرا تمام شب بیدار اور مشغول رہا، انواع سعادت حاصل کیں۔ جب حضور بارو حانیت پاک پیدا ہوئے بندہ نے گستاخی سے عرض کیا کہ اکثر خلفائے حضرت کے صاحب مقامات اور کرامات ہوئے، مگر خرقہ خلافت کسی کو بھی مرحمت نہیں ہوا، فرمایا کہ سچ ہے بعض میرے مرید صاحب مقامات عالی ہوئے ہیں مگر اُس وقت اُن میں تھوڑا سا تعصب کا اثر باقی تھا، اسواسطے مقتضائے دیانت و امانت نہ تھا کہ خرقہ اپنے پیروں کا اُس شخص کو دوں جو قید تعصب سے باہر نہ ہوا اس وجہ سے خرقہ پیران خود کسی کو نہیں دیا گیا، مگر بعض مریدوں کو مینے اپنا خرقہ دیا ہے

انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ پیران چشت اُن سے جاری رہیگا کہ اب وہ قید تعصب سے باہر ہوئے اور حجاب تعصب اُٹھ گیا، بمرتبہ توحید مطلق کے پہنچے کہتے ہیں کہ بعد اس کے اوپر میرے تجلی ہوئی کہ ایسی کیفیت مینے کبھی نہ دیکھی تھی، پس میں سجدۂ شکر بجالایا، اور تصرفات روحانیت حضور پر متحیر ہوا۔

ذکر حضرت مولانا خواجہ کمال الدین خلیفہ اعظم و ہمشیرزادہ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہٗ

سلسلہ نسب حضرت کا جناب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ علوم دینی اور حدیث و فقہ اصول و معقول و منقول وغیرہ میں یگانہ روزگار تھے۔ اس وجہ سے علامہ خطاب پایا علم تصوف خوب جانتے تھے، کلام اللہ معہ ترجمہ یاد تھا، قرأت سے پڑھتے تھے، ہزاروں طلبا اکتساب علوم کرتے تھے، نوافل زیادہ پڑھا کرتے تھے، نماز پڑھنے جب داخل مسجد ہوتے پہلے دو رکعت آداب مسجد ادا کرتے، اور دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کرتے، بعد اس کے نماز میں مشغول ہوتے، اول تو کسی کی نسبت کچھ بُرا بھلا نہ فرماتے تھے، اگر کبھی زبان مبارک سے کچھ نکلتا فوراً اُس کا اسی طرح ظہور ہوتا حضرت مخدوم بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو اپنے حجرہ کے روبرو دفن کرایا آپکے فضائل جو مینے اپنے جد حضرت ابو ظفر کی زبانی سُنے ہیں اگر اُن کو تحریر کیا جاوے تو بہت بڑی کتاب تیار ہو اگر زندگی نے وفا کی اور زمانہ نے فرصت دی تو بعد اس کتاب کے ہدیۂ ناظرین کروں گا۔ الغرض چند مدت ریاضت و مجاہدہ شاقہ اور تزکیۂ نفس و صفائی باطن میں مصروف رہے، بعد اس کے خرقۂ خلافت حاصل کیا، اور بمقام احمد آباد گجرات مقرر ہوئے اور ہدایت خلق فرمائی۔ تمام خلق اطراف و جوانب احمد آباد معتقد اور حلقہ بگوش ہوئی۔ جب اژدحام خلائق زیادہ ہوا اوقات مبارک میں خلل آنے لگا وہاں سے پھر دہلی تشریف لائے، خدمت شیخ اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ آپ کی اولاد امجاد ہنوز احمد آباد میں مرجع خلائق ہے۔ وفات حضرت کی ۷۵۶ھ میں ہوئی۔ مزار صحن آستانہ مخدوم میں بمقام چراغ دہلی سجدہ گاہ مریدان ہے۔ پہلے گرد مزار کے سنگ سرخ کا کٹہرا تھا، اب کسی رئیس حیدر آباد نے عمارت بلند تیار کرائی ہے۔

ذکر حضرت خواجہ ملک زادہ احمد قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی

کر نہایت محبت شیخ میں فنافی الشیخ ہوگئے تھے۔ صاحب جوامع الکلم سے روایت ہے کہ بوجہ ادب آپ نے بیعت ظاہر نہیں کی، کہتے تھے کہ میری مجال نہیں کہ شیخ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھوں جب تک شیخ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوتے کھانا نہ کھاتے، جب آتش عشق الٰہی نے بالکل سوختہ کر دیا عرق پیدا ہوا جو قطرہ ناک کا خون سے ٹپکتا اُس کو چاٹ لیتے اور کہتے کہ میرا جسم سراپا جسم شیخ ہے، زمین پر اس کا گرنا ترک ادب ہے، اگر ناگاہ کوئی قطرہ زمین پر ٹپک بھی جاتا اُس سے نام شیخ لکھا ہوا معلوم ہوتا۔ جب یہ خبر پیر بھائیوں کو ہوئی حضرت مخدوم سے عرض کی کہ بیچارہ احمد جل گیا، خدا کے واسطے اُس کی خبر لیجئے، شیخ نے مہربانی کی کہ اُن کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ وائے صد وائے کار احمد کا تمام ہوا، پہلے سے کیوں خبر کی، شیخ کی آواز سن کر شیخ کو دیکھا اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ وفات آپ کی ۷۸۶ھ میں ہوئی۔ مزار جوار روضہ شیخ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ دانیال قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کہ ان کو مولانا عبد کہتے تھے۔ نسب آپ کا حضرت عباس علمدار تک پہنچتا ہے یعنی شیخ دانیال بن میر بدر الدین بن سید فضل بن سید حسن بن عبد اللہ بن عباس بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کے بزرگوں کی بڑی بڑی عمریں ہوئیں۔ چنانچہ آپ کے والد کی عمر ایک سو بیالیس برس کی تھی۔ لکھا ہے کہ آپ کے والد عہد سلطان غیاث الدین بلبن میں وارد ہندوستان ہوئے اور ستر کھہ میں قیام کیا، وہیں شیخ دانیال پیدا ہوئے۔ جب آپ سن بلوغ کو پہنچے قصبہ سانہ میں آئے، اور قاضی عبد الکریم سے تحصیل علوم کیا۔ بعدہ قاضی نے آپ کو اپنی فرزندی میں لیا، اور اپنی دختر سے نسبت کی۔ بعدہ بکشش جاذب حقیقی دہلی آکر مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہوکر کمالات ظاہری اور باطنی سے مشرف ہوئے بعد عطائے خرقہ خلافت واسطے ہدایت اہل وطن کے ان کو شیخ نے رخصت کیا۔ جب قریب ستر کھہ کے پہنچے قزاق نے بطمع مال آپ کو شہید کیا۔ چاہتے تھے کہ اہل و عیال کو قتل کریں اور اسباب لیں کل اندھے ہوئے بھاگ نہ سکے، آخر حکام وقت نے اُن کو گرفتار کرکے قتل کیا۔ یہ واقعہ ۷۴۵ھ میں ہوا مزار اسی مقام پر ہے۔

ذکر حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت شیخ مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے، ان پر حضرت سلطان المشائخ

بھی نہایت نوازش فرماتے تھے، ان کے والد سوداگری کرتے تھے، اور حضرت سلطان المشائخ کے مُرید تھے، ضعیف ہو گئے تھے، مگر اولاد نہ تھی، حضرت وجد میں تھے، ایک روز والد نے اولاد کے بارہ میں عرض کی، حضرت نے اپنی پشت ان کے والد کی پشت سے ملائی، اور فرمایا کہ تجھکو اللہ نیک پسر دیگا، اُسی وقت شب کو ان کی والدہ پیرانہ سالی میں حاملہ ہوئیں، بعد وضع حمل یہ پیدا ہوئے، ان کے والد ان کو خدمت شیخ میں لے گئے، حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے کرتہ تیار کر کے ان کو پہنایا، اور حضرت شیخ نصیر الدین کی گود میں دیا اور تاکید کی کہ اس کی تربیت ظاہری اور باطنی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھنا چنانچہ آپنے سایۂ مہربانی شیخ میں پرورش پائی، اور کاملین وقت سے ہوئے، آپ کی تصنیفات سے فصیح و متین علم طب میں مشہور کتاب ہے، نقل ہے کہ ایک بار آپ کو پریاں واسطے علاج ایک پری زاد کے لے گئیں تھیں، ایک پری نے کاغذ لکھکر دیا کہ فلاں کوچہ میں جو فلاں رنگ صورت کا کتا ہے اُس کو دینا اور واپس پہنچا گئیں، آپنے آکر اُس کتے کو تلاش کر کے وہ خط دیا، وہ خط کے دیکھتے ہی اُٹھا، اور شہر کے باہر آکر زمین کھود کر آپ کو خزانہ کا نشان دیا، آپنے اس خزانہ کو نکالکر راہ الٰہی میں صرف کیا۔ وفات حضرت کی ۷۵۹ھ میں ہوئی مزار نواح روضہ شیخ میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ معین الدین خورد قدس سرہٗ

پسر بزرگ شیخ حسام الدین سوختہ و خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے۔ یہ حضرت ریاضت اور مجاہدہ میں موصوف تھے، یہانتک کہ بلا توسط روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے فیضیاب ہوئے اور آپ سے اور آپکے برادر شیخ قیام الدین سے بہت اولاد ہوئی۔ وفات حضرت کی ۷۶۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سراج الدین چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ اعظم و پسر بزرگ حضرت مولانا کمال الدین علامہ کے تھے، صاحب کشف و کرامات و عشق محبت ذوق و شوق اور زھد اور تقوی تھے، مگر اپنی کرامات کو بہت چھپاتے تھے، اور آپکے والد نے بوقت انتقال اپنے ان کو طلب کیا، اور نعمتہائے خواجگانِ چشتیہ سے مملو فرمایا، اُس روز یہ حال ہوا کہ جس کی طرف نظر بھر کر دیکھتے وہ محبت الٰہی میں مست و شیدا ہو جاتا تھا۔ وفات حضرت کی یکم جمادی الاول ۷۷۳ھ میں ہوئی، مزار ان کا پٹن میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمد بن سید مبارک قدس سرہٗ

کہ مریدان سلطان المشائخ اور خلیفہ اعظم

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت سلطان جی سے خوردسالی میں بیعت کی تھی تربیت اور تکمیل حضرت مخدوم صاحب سے کہتے ہیں کہ سلطان جی کی روح پاک سے آپ کو اویسی طریق پر بھی فیض تھا۔ آپکے باپ دادا بھی مقربان حضرت سلطان المشائخ تھے۔ سیرالاولیا انہوں نے جمع کی، اور دوسری سیرالاولیا میں ملفوظات با اصاحب درج ہیں۔ اُس کے مؤلف شیخ بدرالدین اسحٰق ہیں اور وفات حضرت کی ۷۷۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ یوسف چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے نہایت بزرگ اور صاحب کرامت تھے۔ علم دین میں آپ کی کتاب فیض انتساب تحفۃ النصائح معتبر کتاب ہے اور نظم میں بھی عمدہ مہارت تھی، وفات حضرت کی ۷۷۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبدالمقتدر قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم کے عالم اور عامل درویش کامل صاحب باطن فصیح اور بلیغ تھے۔ آپکے والد بھی عالم اور مفتی تھے، اول اول آپ کو درویشوں سے تکبر تھا، ہمیشہ حضرت مخدوم سے مباحثہ شرعی کیا کرتے تھے آخر کو مرید ہو کر نعمت معرفت سے بہرہ مند ہوئے اور مناقب الصدیقین تحریر کی، جس میں شیخ کے فضائل تحریر کئے ہیں اور قاضی شہاب الدین کو کہ جو اپنے وقت میں مشہور فاضل ہوئے ہیں آپ کے شاگرد تھے ایک روز قاضی شہاب الدین کو کچھ قسم زر سے ملا، اُنہوں نے دل میں سوچا کہ اُس کو ایسی جگہ دفن کروں کہ کوئی نہ دیکھے، بعدہٗ خدمت استاد میں حاضر ہوئے، آپنے فرمایا کہ خیال زر کے دفن کرنیکا اور علم کا بوجھ کس طرح اُٹھاؤگے۔ آخر ۲۸ محرم ۷۹۱ھ میں وفات پائی خانقاہ جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت قاضی سعدی چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے عالم باعمل اور نہایت متقی تھے، ہزاروں کو آپ سے فیضان ظاہری اور باطنی ہوا، وفات حضرت کی ۸۰۰ھ میں ہوئی، بعد آپکے خواجہ اختیار الدین صاحب سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ سعداللہ کیسہ دار انتخ متوکل قدس سرہٗ

کہ پہلے اپنے والد سے خرقہ خلافت حاصل کیا، آخر بخدمت حضرت مخدوم صاحب مرید ہو کر کار فقر کو سر انجام پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور اولیائے زمانہ سے ہوئے، نہایت بزرگ اور متقی تھے۔ صاحب معارج الولایت نے لکھا ہے کہ آپ کو خضر علیہ السلام نے ایک کیسہ عنایت کیا تھا کہ ہمیشہ درہم سے پُر رہتا تھا

خرچ کر کر بھی کمی نہ ہوتی تھی، جس قدر ضرورت ہوتی تھی اُس کیسہ میں سے نکالتے تھے، اس وجہ سے کیسہ دار خطاب تھا اور میر سید اشرف جہانگیری سمنانی سے بھی فیض تھا، وفات آپ کی ۸۱۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ

کہ خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین کے تھے، مولانا معین الدین عمرانی سے اکتساب علم دین کیا تھا، مگر مولانا معین الدین کہ حضرت مخدوم صاحب سے کبیدہ خاطر تھے، اور اپنے شاگردوں کو مخدوم صاحب کے پاس جانے سے روکتے تھے، اگر مولانا خواجگی حاضر ہو کر تحصیل علم باطنی کرتے تھے، اس امر سے مولانا معین الدین ان سے بھی دل میں ناخوش ہوتے تھے، مگر دونوں صاحبوں سے کمال عقیدت تھی، اس شکر رنجی سے بہت پریشان رہتے تھے، قدرت خدا سے مولانا معین الدین مرض ضیق النفس میں ایسے مبتلا ہوئے کہ رستگاری مشکل ہوئی، اطبا رعلاج سے عاجز ہو گئے، اور مولانا مذکور بھی اپنی زندگی سے ناامید ہوئے۔ مولانا خواجگی نے عرض کیا کہ استاد اطبا نے آپکے علاج سے دست کشی کی، صاف جواب دیدیا، مناسب ہے کہ امداد و دعا مردان خدا سے کی جائے کہ وہ اطبائے امراض روح قلب ہیں، اس وقت میں مخدوم شیخ نصیر الدین اولیائے مستجاب الدعوات ہیں، اگر اُن کے پاس چلئے تو وہ دعا کریں یقین ہے کہ بارگاہ کبریا میں اُن کی دعا قبول ہو اور اُن کی برکت صحبت اور تاثیر ہمت بتوجہ نظر کیمیا اثر سے شفا ہو، یہ سُن کر اگرچہ مولانا معین الدین کا دل تو نہ چاہتا تھا، مگر بوجہ تکالیف مرض موجودہ کے شیخ کی خدمت میں روانہ ہوئے، جب ان کے آنے کی خبر حضرت کو ہوئی تو خانقاہ سے پیشوائی کر کے اندر لے گئے باعزاز تمام بٹھایا، اور اُن کے آگے دستر خوان بچھوایا، اُس پر کھانا چنا گیا، ایک رکابی میں دہی اور خشکہ تھا وہ ہی رکابی مولانا کے آگے رکھی گئی، شیخ نے ارشاد کیا کہ بسم اللہ کرو، مولانا نے زبردستی چند لقمے نوش کئے کہ دہی اور خشکہ اور ستکر صریح مخالف مرض تھے، مگر جب دستر خوان برخاست کیا ہاتھ دہلائے، معاً اُن کو کھانے سے قے نے غلبہ کیا، اور ابکائی آئی، سلفچی حاضر کی گئی بہت زور سے قے ہوئی اور مرض کو آرام ہو گیا، اس پر مولانا بصدق دل حضرت کے معتقد ہوئے، لکھا ہے کہ آپ نے نور باطن سے امیر تیمور صاحبقران کا آنا معلوم فرما کر دہلی کو چھوڑ کر کالپی میں تشریف لائے، اور چند مدت وہاں قیام فرما کر ۸۱۹ھ میں وفات پائی مزار کالپی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد تھانیسری قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین کے تھے، مولانا خواجگی اور آپ میں بہت اتحاد تھا، مولانا جب

کالپی گئے ہیں، آپ دہلی میں ہے، آخر فوج حضرت امیر تیمور صاحبقران نے بوجہ بداعمالی اہالی دہلی کے ان کو سزائے اعمال دی، شہر لُٹا مولانا مذکور یعنی شیخ احمد تھانیسری معہ اہل و عیال قید ہوئے، اتفاقاً کسی نے حضرت امیر صاحب کو خبر دی کہ شیخ احمد مریدان خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سے ہیں، اور بہت بڑے فاضل اور کامل ہیں، اور قید ہوئے ہیں۔ اسی وقت امیر صاحب نے بعزت خواجگان چشت ان کو رہا کر کے شریک مجلس خاص کیا، اس وقت مولانا برہان الدین مرغیانی صاحب ہدایہ کے پوتے شیخ الاسلام تھے ایک مجلس میں شیخ الاسلام اور شیخ احمد سے تقدم و تاخر مجلس پر سخت گفتگو ہوئی۔ امیر تیمور نے فرمایا کہ مولانا برہان الدین صاحب ہدایہ تھے اُن کے پوتے کو تم سے اوپر بیٹھنا چاہیئے۔ شیخ احمد نے فرمایا کہ خود برہان الدین نے چند مقام پر ہدایہ میں خطا کی ہے، عزت علم کے ساتھ ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ مقامات خطا کے بیان کرو، شیخ احمد نے اپنے فرزند اور شاگردوں سے اشارہ کیا کہ خطائیں صاحب ہدایہ کی بیان کرو، امیر صاحب نے بعزت صاحب ہدایہ اس بحث کو موقوف کیا، مگر کبھی پھر بحث نہیں ہوئی، چونکہ مولانا خواجگی سے آپ کو نہایت الفت تھی، اُن کی جدائی نہ سہی گئی آخر معہ اہل و عیال دہلی سے روانہ ہوکر کالپی آئے، اور دونوں بزرگوں میں معمولی صحبت رہی، بعد انتقال مولانا خواجگی کے ۸۲۰ھ میں انتقال کیا، مزار کالپی میں ہے جو کوئی مزار حضرت پر چالیس روز برابر جاتا ہے وہ اپنی مراد پاتا ہے، اور آپ کے عرس میں بہت معتقد دور دور سے جمع ہوتے ہیں

ذکر حضرت میر سید محمد گیسو دراز بن سید یوسف چشتی حسینی دہلوی قدس سرہ

کو عظام اولیائے ہند اور خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے کہ جامع تھے، سیادت اور کرامت اور ولایت میں شان عالی اور بلند مرتبہ رکھتے تھے، لکھا ہے کہ آپ بمقام دہلی ۷۲۰ھ ہجری عہد دولت سلاطین خلجی میں تولد ہوئے، چونکہ آپ کے والد بھی خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے تھے اول روز سے تعلیم درویشی ہونی شروع ہوئی، چند روز میں علم ظاہری حاصل کیا۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ تاحیات حضرت پیرو مرشد دہلی میں رہے، بعد انتقال شیخ کے دکن میں تشریف لے گئے، وہاں کی خلقت دور دور سے آکر مطیع اور معتقد ہوئی، اور وہیں حضرت نے انتقال کیا۔ آپ کو سید گیسو دراز جو کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز چند مریدوں کے ہمراہ پالکی شیخ کی کندھے پر لئے ہوئے تھے، چونکہ بال آپ کے بڑے بڑے تھے، پالکی اُٹھاتے وقت ڈنڈے پالکی کے نیچے دب گئے تھے، اور جانا بھی ضرور تھا

اگرچہ تکلیف تو ہوئی، مگر بوجہ ادب اور عشق و محبت شیخ کے اپنے گیسو نہ نکال سکے، اسی طرح چلے گئے
جب یہ خبر شیخ کو ہوئی اُن کی عقیدت اور صدق محبت سے بہت خوش ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے یہ بیت ارشاد فرمائی

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد — واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اور سید محمد صاحب کو جو آپکے مرید ہیں اور انہوں نے کلمات طیبات آپکے جمع کرکے نام اس کتاب کا جوامع الکلم رکھا ہے، متاخرین کل اُس کتاب کو معتبر سمجھتے ہیں، اس میں حضرتؒ کے حالات مفصل مندرج ہیں اور آپکا کلام نظم کہ معرفت توحید میں جو ہے لاثانی ہے، محمد تخلص ہے، جیسا کہ فرمایا۔

نظم

از شراب شوق گشتم مست او	ہست من گم گشت اندر ہست او
بود ما در بود او نا بود شد	ہر چہ جز غیرش بداں مردود شد
چوں مجرد گشتم از ہستی تمام	نے وجودم ماند آں جادۂ زنام
چوں شدہ فانی محمدؔ از وجود	غیر او دیدہ کہ کس دیگر نہ بود

غزل

اے صورت تو جہان معنی	با صورت تست جاں معنی
یک شاخ گل نہ بستہ صورت	مثل تو بہ بوستان معنی
از صورت تست خاطر ما	منزل گہہ کاروان معنی
ہر عضو کند بصد زبان پیش	از صورت تو بیان معنی
در صورت وصف تو محمدؔ	تا حشر نہادہ خوان معنی

صاحب معارج الولایت ناقل ہیں کہ عمر شریف حضرت کی ایک سو پچاس برس کی ہوئی۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ میں ہوئی۔ مزار آپکا علاقہ حیدرآباد دکن میں زیارت گاہ خاص و عام ہے

ذکر حضرت شیخ محمد متوکل کنتوری قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے آپکے والد ہرات سے ہندوستان میں آکر اجولی میں متوطن ہوئے، آپکا جائے مولد اجولی ہے، جب آپ جوان ہوئے دہلی میں تشریف لاکر حضرت مخدوم صاحب کے مرید ہوکر کار فقر کو بہ تکمیل پہنچایا۔ آخر خرقہ حاصل کرکے واسطے ہدایت خلق کے بھرائچ میں مقرر کئے گئے

نقل ہے کہ ایک روز حضرت اپنے حجرہ کا دروازہ بند کئے بیٹھے تھے' اُنہوں نے گوشۂ چشم سے دیکھا کہ ایک جوگی بالتصرف خود حجرہ میں آگیا' آپ اپنے کار میں مشغول رہے' آخر اُس نے سلام کیا' آپنے جواب سلام دیا اُس جوگی نے آپ سے مصافحہ کیا اور بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے لگا' شیخ نے دیکھا کہ حجرہ کی یہ کیفیت ہے کہ ہر طرف سے زر بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے' آپنے اُس زر کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ تب جوگی نے جانا کہ یہ درویش مستغنی ہے' اور قدموں پر حضرت کے سر رکھا' اور کہا کہ میں آپ کی ہمت آزماتا تھا' اسی وقت صدق دل سے مسلمان ہوا' شیخ نے اس جوگی سے ارشاد کیا کہ اب پھر وہ طلسم ظاہر کرو' اُس نے ہر چند کوشش کی ممکن نہ ہوا' بعد مجاہدت و ریاضت کے کامل درویش ہوا' اسی طرح حزیز نام ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھکو سونا چاندی بنانا آتا ہے' آپ کی نظر کرتا ہوں آپنے قبول نہ فرمایا' اور ارشاد کیا کہ میرے پاس بھی قدرے اکسیر ہے' اگر ایک ذرّہ ایک من مس پر ڈالا جائے تو زر ہوجائے' اور شیخ سلاؤ الدین نے اپنے بھانجے سے ارشاد کیا کہ اس شخص کو بھڑائچ سے نکال دو۔ وفات حضرت کی ۸۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار بھڑائچ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

ذکر حضرت شیخ قوام الدین چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی تھے' لکھا ہے بعد انتقال حضرت مخدوم نصیر الدین اوچ میں تشریف لیجا کر خدمت مخدوم جہانیاں میں چند روز رہ کر مقامات بلند حاصل کئے' مریدوں کو نہایت عمدگی کر تعلیم فرماتے تھے' اور صاحب حال و قال اور متقی اور بہت فصیح اور بلیغ تھے' اوصاف حمیدہ حضرت کے مشہور ہیں' ایک بار آپ مجلس شیخ میں حاضر تھے' اور مشائخ کو ذوق ہوا آپ کو نہوا' اُٹھکر اپنے مکان پر آئے اور گھر والوں سے پوچھا کہ اس گھر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اسباب دنیا ہے' اُنہوں نے انکار کیا' آپنے خود ڈھونڈھنا شروع کیا' تھوڑا سا گڑ برآمد ہوا کہ وہ آپ کی زوجہ نے اپنے کھانیکو رکھا تھا' اس وجہ سے کہ وہ حاملہ تھیں' آپ اُس کو لیکر باہر آئے اور تصدق کیا' پھر آکر مجلس میں شریک ہوئے خوب ذوق حاصل ہوا

نقل ہے کہ جب وفات حضرت مخدوم جہانیاں کی نزدیک پہنچی آپنے بمصلحت شیخ قوام الدین سے رائے لی کہ سجادہ اور تبرکات پیران عظام کس کے سپرد کروں' اُنہوں نے سید صدر الدین راجو قتال کی نسبت رائے دی' حضرت نے اُن کی رائے کو پسند کر کے اپنے برادر سید صدر الدین راجو قتال کو خرقہ خلافت دیکر صاحب سجادہ کیا' اور ایک خرقہ تبرک اپنے فرزند سید صدر الدین کو عطا کیا' میر صدر الدین کی ولادت

یہ خبر سن کر فرمایا کہ قوام الدین کی صلاح سے میرا فرزند سجادگی سے محروم رہا، خدا کرے کہ اُس کی بھی اولاد محروم رہے۔ شیخ قوام الدین یہ بات سُن کر خوش ہوئے، اور کہا کہ الحمد للہ بی بی صاحبہ نے میرے ایمان کے واسطے دعا نہ کی، اگرچہ میرے فرزند اس نعمت سے محروم ہیں، مگر مرید بھی میرے فرزند ہیں کافی ہے۔ چنانچہ آپ کے پسر سلطان نظام الدین کاروبار دنیا میں مصروف رہے، اور مرید صاحب سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی سنہ ۸۴۰ھ میں ہوئی، مزار لکھنؤ میں ہے کس واسطے کہ بعد انتقال مخدوم جہانیاں کے آپ لکھنؤ میں تشریف لائے اور وہیں وفات پائی۔

ذکر حضرت سید جعفر مکی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی توحید اور تفرید میں مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ چنانچہ بحر المعانی تصنیف فرمائی کہ جو حقائق توحید اور اسرار معرفت سے بھری ہوئی ہے۔ دوسری کتاب آپ کی دقائق المعانی ہے، تیسری حقائق المعانی اور ایک رسالہ اسرار روح کے بیان میں ہے، ایک رسالہ پنج نکات ہے، ایک بحر الانساب ہے کہ اُس میں نسب اہلبیت رسول مقبول اور اپنا نسب نامہ تحریر فرمایا ہے، اور دعویٰ کیا ہے کہ آپ کی کتابوں کے دیکھنے ہی رمز حق معلوم ہوتا ہے اور زمانہ سلاطین تغلق عہد بہلول لودھی تک بقید حیات رہے۔ آپ کے آبائے کرام شرفائے مکہ معظمہ سے تھے وارد ہندوستان ہو کر سرہند میں قیام کیا۔ بحر المعانی میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میری ساڑھے اٹھ برس کی عمر تھی میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو چکا تھا، کسب کمال میں کوشاں تھا، مقصود اصلی سے غافل تھا، اب یہ حال دیکھتا ہوں، یعنی جو کچھ آپ کے مشاہدہ میں آیا حالات ابدال و اوتاد و اقطاب و اسرار اور رجال اللہ اور اُن کا ستار اُن کے مرتبے اُن کے احوال اور اقسام بحر المعانی میں اس طرح تحریر فرمائے ہیں کہ ممکن نہیں جو دوسرا لکھ سکے، اگر کچھ لکھیگا تو اسی خرمن سے خوشہ چینی کریگا آپ فرماتے ہیں سب سے ملاقی ہوا سب کے مقامات دیکھے فیضان حاصل کئے، مگر منجملہ اولیا و اقطاب کے دو شخص مقام معشوقی کو پہنچے ہیں کہ اُس مقام پر دوسرا نہیں پہنچا، ایک تو سید عبد القادر جیلانی، دوسرے شیخ نظام الدین بدایونی یہ دونو مشارب روح احمدی سے تھے چنانچہ یہ فقیر سفر دریائے نیل میں خضر علیہ السلام کے ہمرکاب تھا، مشاہدہ لایزالی کا ذکر آیا حضرت نے فرمایا شیخ عبد القادر جیلانی اور شیخ نظام الدین بدایونی مقام محبوبی اور معشوقی کو پہنچے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نو برس صحو میں رہا، اکیس برس سکر میں رہا کہ مجھکو کچھ خبر نہ تھی، چند مدت مستی سے مزانیت میں نزول کیا۔ بڑے کاملین درویشاں صاحب ولایت اور قطب وقت سے ملا، فیضان لئے سنہ ۸۱۱ھ میں

بخدمت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی حاضر ہوا ایسا کچھ دیکھا کہ اگلوں کو بھول گیا حضرت کے قدموں پر سر رکھا مرید ہوا شیخ نے فرمایا کہ اے شہباز تو نے عالم ناسوت و ملکوت جبروت لاہوت کی سیر کی اور پاک آیا اور ایک سلائی میری آنکھ میں پھیر کر فرمایا کہ سلائی نور جمالی ذات سے ہے بعد اس کے جو واقعہ آپ کو اسّی برس کے عرصہ میں پیش ہوئے اور مشاہدہ ہوئے اُن کو بحر المعانی میں تحریر فرمایا ہے دیکھنے سے تعلق ہے وفات حضرت کی ۸۹۱ھ میں ہوئی مزار سرہند میں ہے۔

ذکر حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی السعید ناگوری قدس سرہٗ

کنیت آپ کی ابو احمد اور خلیفہ خواجہ بزرگ کے اور اولاد حضرت سعید سے تھے کہ عشرہ مبشرہ میں ہے یہ حضرت تفرید و تجرید میں قدم مضبوط اور ہمت عالی اور شان بزرگ رکھتے تھے اولیائے کبائر ہندوستان سے مانے جاتے ہیں عمر آپ کی دراز ہوئی نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ خوش بیٹھے تھے اہل مجلس سے ارشاد کیا کہ آج در اجابت کھلا ہوا ہے جو کچھ چاہتے ہو چاہو۔ اُن میں سے ایک نے دنیا چاہی ایک نے دین چاہا دونوں اپنے اپنے مقصود کو پہنچے بعدہٗ قاضی حمید الدین صوفی کی طرف مخاطب ہوئے کہ تیرے واسطے خدا سے کیا طلب کروں آپ نے عرض کیا میری کیا مجال ہے زبان بھی ہلا سکوں جو حضور کی خواہش ہو وہی میری خواہش ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ التارک من الدنیا والفارغ من العقبیٰ والموصول الی اللہ تو دنیا اور عقبیٰ میں مکرم رہیگا۔ یہ اُس روز سے سلطان التارکین ملقب ہوئے بعدہٗ حضرت خواجہ قطب الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ آپ نے عرض کیا سہ ہرچہ تو خواہی بخواہم سوئے برآستانم :: بندہ را فرمان نباشد ہرچہ فرمائی برآنم :: خواجہ بزرگ نے فرمایا قطب الدین تو قدوۃ الواصلین امام المتقین زبدۃ العارفین قطب الاقطاب قطب الدین بختیار اوشی ہوگا لکھا ہے کہ حضرت قاضی صاحب مسجد حضرت خواجہ بزرگ کی امامت کرتے تھے مگر یہ کیفیت تھی کہ ناگور سے آکر صبح نماز پڑھاتے پھر واپس چلے جاتے ظہر کے وقت پھر بزور قوت ولایت ناگور سے اجمیر میں آکر نماز پڑھاتے اور بعد عشا کے پھر ناگور میں جاکر مشغول بعبادت ہوتے اور لکھا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی اور حضرت میں درباب فقر اور غنا بہت خط و کتابت رہی ہے جو ہنوز موجود ہیں مگر شیخ آپکے خط کا شافی جواب نہیں دے سکتے تھے

وفات آپ کی ۲۹ ربیع الثانی بعمر ۱۰۰ سال ۶۷۳ھ میں ہوئی مزار ناگور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالعزیز علی بن شیخ حمید الدین صوفی ناگوری قدس سرہٗ

کہ خلیفہ اپنے پدر بزرگوار کے تھے، آپ نے جوانی میں رحلت کی۔ صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ ایک مجلس میں قوال یہ گا رہے تھے بیت جان بدہ وجان بدہ جان بدہ ؛ فائدہ در گفتن بسیار چیست۔ اس بیت پر آپ کو حالت ہوئی اور ایک نعرہ مارا اور کہا کہ دادم دادم دادم اور جان بحق تسلیم ہوئے۔ آپکے تین فرزند تھے، جن کی خبر آپنے پہلے دی تھی کہ وحید وحید ہوگا مجرد رہیگا، بے قیدی تعلق اور فرید فرید عالم اور صاحب سجادہ ہوگا، اور نجیب نجیب و شریف ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ۶۸۱ھ میں ہوئی مزار ناگور میں ہے

ذکر حضرت شیخ محمد صابر چشتی قدس سرہٗ

مرید و خلیفہ و خدام بابا صاحب کے تھے۔ صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ وقت عطائے خرقہ خلافت بابا صاحب نے ان سے فرمایا تھا کہ تو ہمیشہ خوش رہیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صبر و شکر کے ساتھ خوب ایام گذاری کرکے ۶۷۹ھ میں وفات پائی۔ بابا صاحب کے مریدوں میں تین صابر ہیں۔

ذکر حضرت سید تاج الدین شیر سوار قدس سرہٗ

خلیفہ شیخ قطب الدین منور کے تھے، یہانتک کمال کو پہنچے کہ تمام وحوش و طیور آپ کے دام محبت میں پھنسے جب واسطے زیارت پیر کے ہانسی جاتے شیر پر سوار ہوتے اور بجائے کوڑے کے مار سیاہ ہاتھ میں ہوتا تھا ایک روز حالت بیخودی میں شیر پر سوار پیر کے روبرو آئے پیر ایک دیوار پر بیٹھے تھے فرمایا کہ اے تاج الدین جانور دں کا بس میں کرنا کچھ کام نہیں رکھتا، مردان خدا اگر حکم کریں تو دیوار سنگ و خشت کی چلنے لگے، دفعتاً یہ فرماتے ہی دیوار چلنے لگی آپنے لات دیوار پر ماری، اور فرمایا کہ مینے تمثیلاً یہ ذکر کیا تھا تجھ سے نہیں کہا تھا اپنی جگہ ساکن ہو، یہ تمام قوت اور کرامت تصدق حضرت سلطان المشائخ کا ہے اور یقین ہے کہ انکے غلامان غلاموں میں ایسے صفات تا قیامت قایم رہیں گے۔ وفات حضرت کی ۷۸۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ابدال قدس سرہٗ

کہتے ہیں کہ وہ بڑے بزرگ تھے، اُن کے دروازہ پر ایک بھاری پتھر تھا، اس پر ایک کاسہ چوبین رکھا رہتا تھا، آنے جانیوالا جو اس طرف گذرتا اُس پیالہ میں کچھ نہ کچھ ڈال دیتا تھا۔ شام کو آپ اس پیالہ سے فتوح نکالکر خرچ مسافران و محتاجان کیا کرتے، صبح پھر بدستور رکھ دیتے، پھر وہ بدستور بھر جاتا۔ ایک قاعدہ یہ تھا کہ اگر غلہ گراں ہوتا

زیادہ آمدنی ہوتی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر حضرت شیخ علاؤالدین علاؤالحق بن اسعد لاہوری بنگالی قدس سرہٗ

خلیفہ اعظم حضرت شیخ سراج الدین اخی عثمان کہ وہ خلیفہ سلطان جی صاحب کے تھے۔ شیخ علاؤالدین علاؤالحق ا
میرزادہ اور بہت بڑے عالم تھے، بعدہ سلک مریدان نظامیہ میں شیخ سراج الدین اخی سے بیعت کی
اور بدرجات اعلیٰ میں پہنچکر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب خبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سراج الدین
اخی کو جب حضرت سلطان المشائخ نے بنگالہ کو رخصت کیا تو آپنے عرض کیا کہ وہاں شیخ علاؤالدین
بہت بڑا عالم ہے، مجھکو اُس سے گفتگو کی تاب نہ ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سراج کچھ اندیشہ نہ کر
وہ تیرا مرید ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ معارج الولایت سے نقل ہے کہ حضرت صحیح النسب ہاشمی تھے، سلسلہ
آپ کا حضرت خالد بن ولید سے منتہی ہوتا ہے، اور لکھتے ہیں کہ شیخ علاؤالدین بہت متکبر تھے۔ بوجہ
احتشام دولت کے اپنے کو گنج نبات کہلاتے تھے۔ یہ خبر حضرت سلطان المشائخ ہوئی کہ بنگالہ میں ایک شخص
امیر اور عالم ہے، وہ اپنے کو گنج نبات مشہور کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت کو غصہ آیا کہ میرے پیر گنج شکر ہیں اس نے
اپنے کو اُن سے بھی افضل بنایا کہ گنج نبات کہلواتا ہے۔ الٰہی اُس کی زبان گونگی کر بمجرد دعا کرنے کے اُنکی
زبان بند ہوگئی۔ جب شیخ سراج الدین کے مرید ہوئے تب زبان کھلی، اور ایسی عبادت اور ریاضت اور
زہد کیا کہ اس رتبہ پر پہنچے کہ میر سید اشرف جہانگیری سمنانی بعد ترک سلطنت ظاہری رہبری خضر علیہ السلام سے
آپ کی خدمت میں پہنچے، اور کار بہ تکمیل پہنچایا آپکے فرزند دلبند یعنی نور الدین قطب عالم بتوجہ خاص
اُن کے قطب عالم ہوئے اور شیخ نصیر الدین نانک پوری ایسے ایسے صاحب اُن کے مرید ہوئے اور وہ خود بمرتبہ
ابدالیت کے پہنچے۔ صاحب خبار الاخیار نے لکھا ہے کہ شیخ علاؤالدین جب خدمت شیخ سراج الدین میں
آئے تمام مال و منال کو ترک کرکے کمر ہمت خدمت پیر روشن ضمیر میں چست باندھی۔ جب شیخ سراج الدین سفر میں
جاتے خادم دیگ کھانے کی گرم گرم ان کے سر پر رکھتا، اس سبب سے آپکے سر کے بال جاتے رہے
تھے، اکثر ایسا ہوتا کہ آپ سواری پیر کے ہمراہ ننگے پیر ہوتے، اور اُن کے اقربا کہ جو متمول اور رئیس شہر
تھے مل جاتے مگر اُن کو دیکھکر آپکے دل میں کچھ بھی خیال نہیں آتا تھا۔ نقل ہے کہ آپ کی خانقاہ میں بہت خرچ
تھا ہزاروں آدمی خادم و مسافر آتے اور رہتے تھے، سب کو کھانا ملتا تھا، اور جو کچھ جو مانگتا آپ اُس کو عطا کرتے

جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی اُس کو رشک ہوا اور وزرا سے کہا کہ میرا خزانہ اس کے خرچ کے آگے ناچیز ہے ایسے شخص کا کہ جو اس قدر خرچ رکھتا ہے اپنے شہر میں رکھنا مصلحت نہیں، آخر حضرت بحکم شاہ وہاں سے اٹھکر سنار گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے، اور خادم کو حکم کیا کہ آج سے دونا خرچ کیا جائے کہ خار چشم حاسدوں میں بہتر ہے، ظاہر کوئی وجہ خرچ کی اس قدر نہ تھی کہ املاک پدر سے کل دو باغ تھے۔ جن میں سے آٹھ ہزار کی آمدنی تھی، مگر یہ کل خرچ اللہ تعالیٰ خزانۂ غیب سے مرحمت فرماتا تھا۔ دو برس آپ سنار گاؤں میں رہے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہو کہ ایک بار چند قلندر خانقاہ حضرت میں آئے، اُن کے ہمراہ ایک بلی بھی اتفاقاً دہ گم ہوگئی کہیں چلی گئی، وہ لوگ حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری بلی تیری خانقاہ سے غائب ہوئی پیدا کر آپنے فرمایا کہاں سے پیدا کروں، ایک نے ان میں سے کہا کہ ہرن کی شاخ میں سے پیدا کر ہم کیا جانیں آپنے فرمایا کہ تو اپنی جزا شاخ سے پائیگا، دوسرے نے کہا کہ اپنے خصیوں میں سے پیدا کر فرمایا کہ بہتر ہے تو اپنے خصیوں سے سزا پائیگا۔ چنانچہ جب وہ قلندر خانقاہ سے باہر ہوئے ایک کے شکم میں گائے نے سینگ مارا کہ وہ اس کے صدمہ سے مرگیا، دوسرے کے خصیہ متورم ہوئے اور اُن میں درد پیدا ہوا، آخر اُس ہی درد کی شدت میں مرا دونوں نے بے ادبی کی سزا واقعی پائی وفات حضرت کی غرہ رجب ۸۰۰ھ میں ہوئی مزار پر انوار پنڈہ میں ہو۔

ذکر حضرت میر سید اشرف جہانگیری سمنانی قدس سرہٗ

کہ مشہور اولیائے ہند سے ہیں اور خلیفہ شیخ علاؤالدین علاؤالحق بنگالی اور نیز لائے چہاردہ خوانوادہ سے فیض حاصل کیا، آپکے والد سلطان ابراہیم کرسمنان کے بادشاہ تھے، جب اُن کی وفات ہوئی تو آپ تخت پر بیٹھے، چند سال داد خلق کی دیکر تارک الدنیا ہوئے اور درویشوں سے ملے۔ لطائف اشرفی سے نقل ہو کہ سید اشرف جہانگیری مادر زاد ولی تھے، سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور قرأت سیکھی۔ چودھویں سال علوم ظاہری سے فارغ ہوئے، اُن ہی دنوں میں آپ کے والد نے قضا کی، آپ کی توجہ سلطنت کی طرف نہ تھی مگر امرا نے بزور و منت آپ کو تخت پر بٹھایا مگر آپ بعد از دیوان خاص و عام شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اور دوسرے مشائخ کبار سمنان سے صحبت رکھتے تھے ایک روز خضر علیہ السلام ان کے روبرو تشریف لائے اور فرمایا کہ اگرچہ تجھکو امور سلطنت سے فرصت نہیں ہو مگر ایک وقت مقرر کر کے اس وقت میں ملاحظہ معانی نقش ہم ذات یعنی اللہ بے توسط فرمان کے دل صنوبری میں کر تا رہ واقف نفائس ہو جائیگا اُنہوں نے حسب الحکم اس شغل کو کرنا شروع کیا۔ اس ہی کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ معلوم ہوا بعد اُس کے خواجہ اویس قرنی کو

خواب میں دیکھا، اُنہوں نے ذکر اویسیہ بتایا، سات برس اس ذکر کو کرتے رہے ایک روز پھر خضر علیہ السلام تشریف لائے کہ شب ۲۷ رمضان تھی، آپ تنہا ذکر میں مصروف تھے، خضر علیہ السلام نے کلمات نصیحت آمیز ارشاد فرمائے کہ جن کے ہم مطلب یہ بیت ہے: ہم خدا خواہی وہم دنیا دوں: ایں خیالست و محالست و جنون یعنی اے پسر مطلب مولا با کاروبار دنیا جمع نہیں ہو سکتا اگر طلب خدا ہے تو سلطنت سے دست بردار ہو کر جلدی سے ہندوستان پہنچکر شیخ علاؤ الدین بنگالی کی خدمت میں حاضر ہو کہ وہ تجھکو خدا رسیدہ کریگا، حضرت نے بمجرد ارشاد خضر علیہ السلام تارک الدنیا ہو کر کاروبار سلطنت سلطان محمود کے حوالہ کیا، اور اپنی والدہ خدیجہ بیگم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت سفر چاہی، والدہ ان کی نے فرمایا کہ اے فرزند دلبند سعادت پیوند تیرے ہونے سے پہلے روحانیت حضرت خواجہ احمد یسوی نے مجکو اشارہ کیا تھا کہ تیرے گھر فرزند ہوگا کہ جس کے نور ولایت سے تمام جہان منور ہوگا، اللہ کا شکر ہے کہ وہ وقت آپہنچا، مبارک ہے، ہندوستان کو جا میں نے اپنے حقوق بخشکر تجھکو بحق سپرد کیا، بس وہاں سے حضرت چل کر وارد ہندوستان ہو کر بمقام اوچ تشریف لاکر مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں مشرف ہوئے، اور نعمتہائے گوناگوں حاصل کیں، بعدہ دہلی پہنچکر مزارات خواجگان چشت کی زیارت سے مشرف ہو کر راہی طرف بنگالہ کے ہوئے، جب آپ قریب مسکن شیخ علاؤ الدین کے آئے، حضرت خضر علیہ السلام نے آپکے آنے سے شیخ کو مطلع کیا، شیخ تمام یاروں کو ہمراہ لیکر تا در خانقاہ پیشوائی کر کے لے گئے، اور مرید فرمایا، عمدہ لباس پہنایا، بعد تکمیل کے جہانگیر خطاب عطا کیا اور خرقہ خلافت مرحمت فرمایا، بعدہٗ جونپور کو رخصت فرمایا، آپ نے شیخ سے عرض کیا کہ جونپور میں ایک شیر ہے یعنی شیخ حاجی چراغ ہند سہروردی خلیفہ نبیرہ شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی شیر وقت ہے، مجکو کیونکر اُس سے تاب مقاومت ہوگی، شیخ نے فرمایا کہ تجھکو شیر بچہ ملیگا جو اُس شیر سے سمجھ لیگا تجھکو پہلے فتح ظفرآباد میں ہوگی پس حضرت بحکم پیر راہی طرف جونپور کے ہوئے، جب گذر قصبہ محمد پور میں ہوا وہاں کے تمام علماء و فضلاء آپ سے ملنے آئے، اثناء گفتگو میں مدح چہار یار رسول متصل ہونے لگی، حضرت نے بھی خلفاء راشدین کی مدح میں ایک رسالہ لکھا تھا وہ پاس موجود تھا اُس کو پیش کیا، ان صاحبوں نے اس کو خوب دیکھا تو اُس میں بہ نسبت اصحاب ثلثہ کے جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں چند کلمے زیادہ تھے، یہ دیکھکر اُن لوگوں نے بحث شروع کی، اور احتمال رفض کا کیا، ہر چند آپنے عمدہ تقریر سے

اُن کو قائل کیا مگر وہ نہ مانے، اُس روز تو محفل برخاست ہوئی سب اپنے اپنے گھر گئے، دوسرے روز تمام اہل قصبہ اور علماء نے جمع ہوکر مشورہ کیا کہ کل بعد جمعہ کے سید کو سزا دینی چاہیئے۔ یہ ارادہ مصمم کر کے محضر تیار کیا اور حضرت کی خدمت میں آئے، اور علماء سے استفتا نکالکر حضرت کے روبرو پیش کیا، آپ چاہتے تھے کہ کچھ جواب دیں کہ مولوی سید خاں جو کہ سرحلقہ علماء اور مفتی قصبہ تھا، اُس نے علماء سے مخاطب ہوکر کہا کہ تمہارا اعتراض میر سید اشرف پر بسبب مدح علی کے ہے کہ اُنہوں نے کسی قدر اُن کی تعریف اصحاب ثلثہ سے زیادہ کی ہو مگر تمہارا اعتراض جب ہوتا کہ یہ سید نہ ہوتے، کس واسطے کہ اگر کوئی اپنے جد و پدر کو عالی مرتبہ بیان کرے تو کوئی ڈر نہیں۔ اُس وقت سید خاں سے علماء نے کہا کہ ہم کو اس باب میں معتبر کتاب سے سند ملنی چاہیئے، سید خاں نے جامع علوم سے نقل کی ہوئی یہ عبارت پڑھی۔ الناس ابناء الدنیا لا یلام الرجل علی احب بویہ بمد جہا یعنی مردمان پسر دنیا ہیں، ملامت نہ کرو، اگر کوئی اُن آدمیوں میں سے اپنے باپوں کی تعریف کرے، یہ سنتے ہی سب دم بخود ہوگئے کچھ جواب دیکے، شرمندہ ہوکر اٹھ گئے حضرت سید صاحب نے دوستوں کے واسطے دعا کی اور سید خاں کو بشارت دی کہ تیرے چار پسر عالم اور فاضل ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور منافقوں کی نسبت کلمات بد فرمائے، چنانچہ وہ مبتلا بلا ہوئے پہلے سید خاں بھی رنجیدہ تھا، مگر اس نے فتح مباحثہ کی۔ شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت سید عالم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سید اشرف میرا جگر گوشہ ہے اور تم لوگ الفاظ غیر واقع کہو تم ہرگز مقابلہ میں اُس سے بازی نہ پاؤ گے، اگر خیر چاہتے ہو تو تائب ہوکر اُس کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ اُنہوں نے بحکم رسول مقبول عمل کیا۔ معارج الولایت سے سند ہے کہ جب حضرت ظفرآباد میں تشریف لائے چند ہنسی بازوں کور چشموں نے بہکانے بعض حاسدین سے ایک زندہ شخص کو کفن وغیرہ سے درست کیا اور چارپائی پر لٹا کر آپ کی قیامگاہ پر لائے، اور حضرت سے تقاضہ کیا کہ نماز پڑھا دیجیے، حضرت خود امامت کریں، ہمراہی خدام مقتدی ہوئے، اُن لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ جب نماز کے واسطے تکبیر ہو مردہ اُٹھکر آپ کو سلام کرے، اور کہے کہ آپ بڑے کراماتی ہیں کہ مجھ مردہ کو زندہ کیا، اس میں آپ کی خوب رسوائی ہوگی حضرت کو پہلے ہی نور باطن سے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ مسخرہ پن کرتے ہیں۔ پہلے تو نماز پڑھانے سے انکار کیا، جب یہ نہ مانے اُٹھکر ہمراہیوں کو لیکر نماز شروع کی، جب تکبیر ہوئی اور مردہ نہ اٹھا تو اُن مسخروں نے پاس آکر دیکھا تو وہ شخص مردہ تھا، یہ کرامت دیکھکر روئے پیٹے اور قصور معاف کرایا

جب اہل شہر نے یہ کرامت دیکھی طالبان حق دور دور سے آکے مستفیض سعادت ہونے لگے۔ یہ ازدحام خلائق حضرت کے پاس شیخ حاجی چراغ ہند کو کہ صاحب ولایت اُس جگہ کے تھے اچھا نہ معلوم ہوا مگر کچھ بن نہ آیا۔ اُسی عرصہ میں شیخ کبیر سرہر پوری کہ امرائے شہر سے تھے بعد تحصیل علوم ظاہری کے اِن کا خیال طرف کشف کمال باطنی کے ہوا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص صاحب کمال نے مرید کیا۔ صبح اندیشہ کیا کہ یہاں کے صاحب ولایت شیخ حاجی ہیں۔ یہ سوچکر شیخ حاجی کی خدمت میں آئے۔ جو صورت کہ خواب میں دیکھی تھی اُن کو اُس صورت کے ہمشکل نہ پایا۔ چند روز اُن کی خدمت میں تو رہے مگر بیعت نہیں کی آخر میر سید اشرف جہانگیری کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کی صورت اور اُس صورت کو کہ جو خواب میں دیکھی تھی مطابق پایا اور سر حضرت کے قدموں پر رکھا مرید ہوئے آپنے مریدوں سے فرمایا کہ شیخ کبیر یہ وہ ہی شیر بچہ ہے جس کی نسبت شیخ علاؤالدین نے فرمایا تھا' جب یہ خبر مرید ہونے شیخ کبیر کی شیخ حاجی کو ہوئی بہت غصہ ہوئے اور بد دعا دی کہ شیخ کبیر جوان مریگا۔ یہ خبر بد دعا دینے کی حضرت سید صاحب نے سُنی شیخ کبیر سے فرمایا کہ تو کبیر یعنی بوڑھا ہوکر مریگا اور تجھ سے پہلے شیخ حاجی مریگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ کبیر سے پہلے شیخ حاجی نے انتقال کیا اور شیخ کبیر ایک سو بیس برس کے ہوئے' تب آثار ضعیفی اُن پر ظاہر ہوئے۔ تذکرہ چشتیہ میں لکھا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سیر کرتے ہوئے جونپور کے علاقہ میں کچھوچھہ میں قیام پذیر ہوئے وہاں ایک جوگی جو ہوا پر چلتا تھا مقابلہ میں پیش آیا' مگر حضرت پر اُس کی کوئی کرامت نہ چلی' ناچار ہوکر مسلمان ہوا اور حلقہ ارادت گلے میں ڈالا' حضرت نے اُسی جوگی کی مڑہی یعنی مکان میں خانقاہ بنائی اور ایک باغ روح افزا تیار کراکر روح آباد موسوم فرمایا' بعدہ ہمراہی حضرت بدیع الدین قطب مدار بیت اللہ شریف تشریف لے گئے' بعد زیارت حرمین شریفین حضرت شاہ مدار تو واپس ہندوستان میں تشریف لائے اور آپ نجف اشرف کربلائے معلّٰی میں زیارت مزارات پیشوایان دین احمدی سے مشرف ہوتے ہوئے اور مولوی جلال الدین رومی اور اُن کے بیٹے سلطان ولد اور دیگر مشائخیں اس ملک سے ملے بعدہ شام میں آکر خاص دمشق میں شیخ فخرالدین عربی کی زیارت کی۔ وہاں سے پھر مکہ میں آئے۔ بعد حج روضۂ غوث پاک اور امام ابوحنیفہ و امام احمد حنبل کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر بغداد سے کاشان میں آئے۔ شاہ عبدالرزاق کاشانی سے ملے۔ وہاں سے سمنان وطن اصلی میں آئے' آپ کی ہمشیرہ اُس وقت زندہ تھیں' اُن سے ملکر اُن کی دلداری کرکے مشہد مقدس میں آئے' اور آستانہ عالیجناب

امام علی رضی رحمۃ اللہ علیہ میں معتکف رہے، اُن ہی ایام میں امیر تیمور صاحبقران گورگانی واسطے زیارت امام صاحب کے وہاں آئے، چونکہ حضرت بھی معتکف تھے آپ سے بھی ملے اور نہایت اعتقاد سے پیش آئے چنانچہ خاندان تیموریہ کو جو محبت اور عقیدت خواجگان چشت سے رہی اور تاحال موجود ہے اور اُن حضرات نے جو جو مہربانیاں فرمائیں اور تاحال فرماتے ہیں اُس کے باعث گویا امیر سید اشرف جہانگیر قدس سرہ ہیں، کیونکہ تخم محبت آپ نے بویا اور امیر صاحب نے عقیدت کا پانی اُس میں دیکر نشوونما دیا اور ہمایوں کے عہد میں وہ درخت ہوا، جہانگیر کے زمانہ میں اُس میں پھل اور پھول آئے، عالمگیر کے زمانہ میں اگرچہ اُس درخت کی پت جھڑ ہوگئی تھی مگر فرخ سیر کے عہد میں وہ پھر سرسبز ہوا اور محمد شاہ کے عہد میں بارور ہوا، اور اکبر ثانی اور ابوظفر کے عہد میں پھل اُس کے بتصدق حضرت مولانا فخر صاحب پختہ اور شیریں ہوئے کہ تمام خاندان تیموریہ کو نصیب ہوئے، تاہنوز خاندان تیموریہ حلقہ بگوش خواجگان چشت ہے۔ الغرض وہاں سے ہرات اور ماوراء النہر گئے، اور حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی کی خدمت میں چندے رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا، وہاں سے ترکستان میں آکر فرزند شیخ احمد یسوی سے ملے بخارا میں آئے، وہاں سے غزنی کابل میں سیر فرماتے ہوئے ملتان میں پہنچے۔ وہاں سے اجودھن شریف زیارت مرقد منورہ حضرت گنجشکر سے مشرف ہوکر دہلی آئے، دہلی سے اجمیر میں مستفیض ہوئے، وہاں سے دکن میں جاکر سید محمد گیسو دراز سے ملے، وہاں سے سراندیپ گئے، وہاں سے سیر کرتے ہوئے گجرات میں آئے، وہاں سے واپس اپنی خانقاہ میں چندے قیام پذیر رہے، بعدہ بہمراہی میر کبیر سید علی ہمدانی تمام دنیا کی سیر کی پھر خدمت پیر روشن ضمیر میں حاضر رہ کر تبرکات خواجگان چشت اور دیگر نعمتہائے چشتیہ سے مشرف ہوئے۔ لکھا ہے کہ اس سیر و سفر میں آپ نے ایک سو نوے کاملین سے فیضان حاصل کئے، اور جب آخر حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مخدوم نے چارسو کئی پیروں سے جو نعمت حاصل کی تھی آپ کے سپرد کی وہاں سے بخوشی اپنے مقام پر آئے۔ ایک بار آپ کی مجلس میں علی قلندر مع پانچسو قلندران کفنی پوش آئے اور کہا کہ جہانگیری کہاں سے پائی، آپ نے فرمایا کہ اپنے پیر سے اُس نے کہا کہ اس کی تصدیق کیونکر ہو، یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور فرمایا کہ میں جہانگیر ہوں، یہ فرماتے ہی علی گرا اور مرگیا، اُس کے ہمراہی عفو تقصیر لائے اور مرید ہوئے۔ معارج الولایت سے روایت ہے کہ گروہ فقرار ہنود سے اور آپ سے ایک بتخانہ پر کچھ بحث ہوئی آپ نے ایک بُت کو طلب کیا

وہ فوراً حاضر آیا، اور اپنی زبان سے حضرت کی تعریف کی۔ یہ کرامت دیکھکر وہ لوگ سب مسلمان ہوئے مشہور ہے کہ آجتک آپکے باغ میں جانور ینجال نہیں کرتے، اور روضۂ اقدس کے حوض کا پانی کبھی گندہ نہیں ہوتا ہے، اور آسیب زدہ، روضۂ منور کو دیکھتے ہی اچھا ہو جاتا ہے، بلکہ آپکا نام پڑھکر دم کرنے سے آسیب بھاگ جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت نے ۱۰ محرم ۸۰۸ھ میں قبل از وفات تمام احباب کو جمع کرکے سب سے رخصت ہوئے، اور حاجی عبدالرزاق کو خرقہ عطا کرکے اپنا صاحب سجادہ کیا، حاجی صاحب حضرت کے فرزند دینی تھے، اور بعد نماز ظہر محلس سماع گرم فرمائی، قوالوں نے غزل حضرت سعدی کی شروع کی، جب اس شعر پر آئے حضرت کو شوق ہوا۔

گر بدست تو آمده است اجلم ۔۔۔ قدرے غنیا بما جرے قلم

اس پر وجد ہوا اور ایسا وجد ہوا کہ خارج از تحریر ہے، بعدہ قدرے تسکین ہوئی، پھر قوالوں نے یہ شعر شروع کیا۔

خوب تر زیں دگرچہ باشد کار ۔۔۔ یار خنداں رود بجانب یار

سیر بینند جمال جاناں را ۔۔۔ جاں سپارو نگار خنداں را

اس ابیات کے سنتے ہی آتش عشق بھڑکی اور شوق غالب ہوا، کہ مثل مرغ نیم بسمل کے تڑپنے لگے آخر ایک آہ بھر کر جان بجاناں تفویض کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اپنے باغ روح آباد میں اندرون حوض کے دفن ہوئے۔ عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی تھی۔ آپ کی تالیفات سے بشارت المریدین اور مکتوبات ہیں اور لطائف اشرفی میں آپکے کوائف عمری خوب تحریر ہیں۔

ذکر حضرت مخدوم حسام الدین فتحپوری قدس سرہٗ

خلیفہ قاضی مقتدر کے باوصاف عرفان معروف نے نقل ہے کہ آپ باوقار اولیاء ہند سے ہیں، بہت لوگ آپ کی توجہ سے باخدا ہوئے۔ چنانچہ شیخ بڈھن کی عمر چھ برس کی تھی کہ ان کے والدان کو مخدوم کی خدمت میں لائے اور عرض کی کہ میرے کئی لڑکے خورد سال مرگئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ کی دعا سے یہ عمر طبعی کو پہنچے، فرمایا انشاءاللہ تعالیٰ پیر کبیر ہوگا، پھر ان کے والد نے عرض کیا کہ اگر کچھ علم بھی نصیب ہو تو بہتر ہے، فرمایا کہ عالم متبحر ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ، پھر عرض کیا کہ علم معرفت بھی عطا ہو فرمایا بڑا عارف ہوگا، عمر دراز ہوگی۔ چنانچہ شیخ بڈھن بھمہ صفت موصوف تھے وفات

حضرت کی ۸۰۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ اختیار الدین عمر ایرچی قدس سرہ

خلیفہ قاضی سادی چشتی کے آپ میرزادہ ایرچ کے تھے، بوجہ جاذب جذب حقیقی تارک الدنیا ہو کر پہلے علوم ظاہری سے فارغ ہو کر بخدمت حضرت قاضی سادی کہ کامل وقت اور خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے مرید ہو کر تکمیل علم باطنی کی خرقہ خلافت حاصل کیا اور اولیاء نامدار سے ہوئے وفات حضرت کی ۸۰۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ فتح اللہ اودھی قدس سرہ

کہ خلیفہ اعظم شیخ صدر الدین حکیم کے وہ خلیفہ حضرت چراغ دہلی کے یہ حضرت علماء دہلی سے تھے۔ جامع مسجد دہلی میں وعظ فرماتے، آخر شیخ صدر الدین حکیم کے مرید ہو کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے جب فقر اور فاقہ سے تنگ ہوئے پیر سے شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ یہ رحمت الٰہی ہے اس سے تنگ نہ ہونا چاہئے چنانچہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب فقیر شب کو بھوکا رہا وہ شب اس کو شب معراج ہے، اور جس فقیر نے صبح اٹھکر بیت الخلاء دیکھا گویا اس نے دوزخ کا دروازہ دیکھا۔ یہ سن کر آپ اس پر کاربند ہوئے، پھر ایک دن شکایت کی کہ فتوح کار نہیں ہوتا اور میں مشقت بھی حد سے زیادہ کرتا ہوں آپنے فرمایا کہ جو کتب تمہارے پاس ہیں طلباء کو تقسیم کردو، آپ نے بموجب حکم پیر کے بہت سی کتب عنداللہ دیدیں۔ چند کتب کہ نایاب زمانہ تھیں رکھ لیں، پھر محنت شاقہ میں مشغول ہوئے مگر کشود کار نہوئے آخر جو کتب باقی تھیں اُن کو تقسیم کردیا چند کتب ایسی تھیں کہ اُن کو تالاب میں لیجاکر دھونے لگے، دیکھا کہ کل حروف دھل گئے اور اُن کی جگہ رب المعبود لکھا ہوا پایا اُسی روز کامل وقت ہوئے، ہزاروں طالبان حق کو بحق ملایا اور شیخ قاسم دہلوی اور شیخ محمد عیسیٰ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ وفات حضرت کی ۸۲۱ھ میں ہوئی۔ مزار اودھ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ علیم الدین قتال قدس سرہ

کہ فرزند دلبسند و خلیفہ سعادتمند حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز کے تھے اور سید امیر ماہ بھڑایچی سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا، ظاہرا طریق ملامتیہ کرلیا تھا رات دن شراب پیتے تھے۔ علماء نے ان کی شکایت ان کے والد سے کی، انہوں نے ان کو پہلے

تو منع کیا کہ اس کار کو چھوڑ دے، مگر اُن کی یہ کیفیت ہوئی کہ کھاتے پیتے طہارت کے واسطے جو پانی آتا سب شراب ہو جاتی۔ ایک روز فرمایا کہ چاہ سے پانی لاؤ، پانی چاہ سے نکلتے ہی شراب ہو گئی پھر دریا سے پانی منگایا دیکھا تو وہ بھی شراب ہو گئی، آخر مجبور ہو کر اُن کو اُن کی رائے پر چھوڑ دیا جب شیخ سعد اللہ کا وقت رحلت قریب پہنچا، شیخ معین الدین پسر کلاں اپنے کو طلب کیا معلوم ہوا کہ وہ موجود نہیں ہیں، آخر فرمایا کہ اُس خراباتی کو لاؤ آپ اُس وقت میخانہ میں تھے، جو شخص بلانے گیا تھا اُس کی شکل دیکھکر طرف آسمان کے دیکھا اور ساقی سے کہا کہ ایک جام میری تقدیر کا اور ہے وہ بھی دیدے، ساقی نے جام دیا، آپنے اُس کو پی کر زمین پر دے مارا، اور والد کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے خرقہ خلافت اور امامت خواجگان چشت اُن کو عطا کی اور انتقال کیا، آپ بعد رحلت پدر کے صاحب سجادہ ہوئے، اور یہاں تک اتقا بڑھایا کہ مقتدائے شریعت و طریقت ہوئے وفات شیخ معین الدین کی ۸۲۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ یوسف بدہ ایرجی

خلیفہ شیخ اختیار الدین عمر ایرجی کے یہ حضرت پہلے خدمت میں شیخ جہانیاں اور شیخ راجن قتال سہروردی میں رہے، اور نعمتہائے سہروردیہ سے مشرف ہوئے، بعدہ شیخ اختیار الدین عمر ایرجی کے مرید اور خلیفہ ہو کر مجمع البحرین ہوئے، منہاج العابدین کا ترجمہ فارسی زبان میں فرمایا، اور شیخ سارنگ نے شیخ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ صاحب تاریخ محمدی نے کہ جو آپکے سلسلہ میں ہے آپ کی کرامات کا خوب ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ وفات حضرت کی عین حالت سماع میں ۸۳۲ھ میں ہوئی، اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے، سلاطین مالوہ نے عالی گنبد مزار مقدس بنوایا۔

ذکر حضرت شیخ شیر خاں بک قدس سرہ

کہ عزیز سلطان فیروز شاہ کے تھے، نہایت مغرور متکبر، مگر جب جذبہ حق دامنگیر ہوا شیخ رکن الدین بن شیخ امام الدین خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے، اور جذبہ عشق سے ہمیشہ گریاں رہتے تھے آنسو ایسا گرم نکلتا تھا کہ اگر کسی کے ہاتھ پر ٹپک جاتا تھا اُس کو سخت گرم معلوم ہوتا تھا، اور عالم تصوف تھے۔ امیر خسرو کے دیوان پر ان کا بھی دیوان ہے۔ زلیخا اور مراۃ العارفین آپ کی تصنیفات سے مقبول کتب ہیں اور مقبول اللہ آپکا خطاب تھا، ۸۳۶ھ میں وفات پائی، مزار دہلی میں ہے۔

تاریخ تذکرۂ عالم

با تصویر زرّین

(تاریخی دلچسپی کی بےنظیر کتاب)

ایسی تاریخ آپ کی نظر سے نہ گذری ہوگی کہ جس میں ہر ایک بادشاہِ مغلیہ کی تصویرات صحیح معہ اُن کی بیگمات کے قابلِ دید لگائی گئی ہوں جس کے دیکھنے سے زمانہ سلف کے مشہور و معروف شاہان و خواتین کی شوکت و جلال کا ہو بہو فوٹو انسان کی آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ یہ نادر الوجود تاریخ قابلِ دید اور قابلِ زینت کتب خانہ رؤسائے والاشان ہے چھپائی لکھائی نہایت عمدہ سائز ۱۸×۲۲ انچہ قیمت فی حصہ ایک روپیہ عہ سالم جلد جو چوبیس حصوں میں تمام ہوئی ہے مجلد سولہ روپے ۱۶ عـ

تمام درخواستیں بنام منشی کشن دیال مالک کتبخانہ میو پریس دہلی آنی چاہئیں

تذکرہ اولیائے ہند

جلد دوم

مؤلفہ

علامہ باخبر جناب مرزا احمد اختر صاحب

خلف اکبر محمد دارا بخت میران شاہ دہلوی

جس کو

حسب الارشاد منشی بلاقی داس صاحب مرحوم مالک مطبع

مرزا صاحب نے تالیف کیا

اور

کتبخانہ میور پریس دہلی محلہ پیپل مہادیو سے باہتمام منشی کشن دیال مالک کتبخانہ

شائع ہوکر فیض بخش خاص و عام ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر شریف شیر بیشۂ ولایت ہمائے اوج کرامت غواص بحر معرفت غضنفر بادیۂ محبوبیت قطب الاقطاب فرد الافراد سید السادات حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت صحیح النسب سادات عظام اور اولاد امجاد حضرت غوث الاعظم میران محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے کہ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر ابن سید شاہ عبدالرحیم بن سید عبدالسلام بن سید سیف الدین بن عالیجناب حضرت سید عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم میران محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عجائب حال غرائب احوال آپ کی والدہ ماجدہ ہمشیرہ جناب حضرت بابا صاحب فرید الملت الدین گنجشکر اجودھنی کی تھیں ولادت باسعادت حضرت کی ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ شب پنجشنبہ بعد از نماز تہجد کہ ایک پہر رات باقی تھی کہ حضرت تولد ہوئے، اسی وقت حضرت سے اظہار کرامت ہوا کہ حضرت ولی مادر زاد تھے صاحب انوار الشہود تحریر کرتے ہیں کہ حضرت کی دایہ کا بیان ہے کہ جس وقت شکم مادر سے باہر ہوئے تو سر مبارک قبلہ کی طرف تھا اور میری یہ مجال نہ ہوئی کہ بے وضو میں غسل کراتی۔ مورخان معتبر کی تحریر سے واضح ہے کہ آثار تہجد صبر و قناعت روز اول ہی سے شروع تھے، کہ بجائے سوا دو سال کے حضرت نے کل چھ ماہ چالیس یوم شیر مادر نوش فرمایا ایام شیر خواری

اور طفلی کے خوارق وکرامات جو حضرت سے ظہور میں آئے۔ اگر مفصل تحریر کئے جائیں تو دوسری اور کتاب تیار ہو، چوتھے سال حضرت کی زبان کھلی، پہلا جو لفظ زبانِ حق بیان سے صادر ہوا وہ یہ تھا "لاموجود الا اللہ" ۵۹۷ھ میں آپ یتیم ہوئے، ایک سال کامل خاموش رہے بعد اس کے جذبۂ حق دامنگیر ہوا حضرت کے مجاہدہ اور مشاغلہ اور ترک طعام رات کا قیام اور لنگر تقسیم کرنے کی کیفیت کتابوں میں مشرح درج ہے، اور بتاریخ ۱۷ محرم الحرام بروز پنجشنبہ بعد نماز اشراق ۶۲۳ھ میں حضرت باباصاحب نے آپکو اپنا مرید فرمایا، دو سال آپ نے حجرہ سے قدم باہر نہ رکھا، چنانچہ حضرت کا حجرہ مبارک پاک پٹن شریف میں تاحال موجود ہے ابتک اس حجرہ میں لیسے ویسے کا کام نہیں کہ ٹھیر سکے، کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد عطائے خرقۂ خلافت حضرت باباصاحب نے آپ کو شاہ ولایت دہلی فرمایا اور سند تحریر فرمادی، چونکہ مُہر باباصاحب کی حضرت قطب جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتی تھی حکم تھا کہ ہانسی جاکر مہر کرلینا، پس آپ کا وہاں تشریف لے جانا اور دونوں بزرگوں میں باہمی رنجش کا پیش آنا سیر الاقطاب میں مشرح درج ہے۔ بعد اس کے ولایت کلیر حضرت کو مرحمت ہوئی، اور حسب الحکم پیر روشن ضمیر اجودھن سے چلکر ۱۳ ماہ ذی الحجہ ۶۵۰ھ بروز شنبہ قریب کلیر شریف پہنچکر نزول اجلال فرمایا، دوسرے روز شہر میں داخل ہوئے، اس وقت کی کیفیت بھی سیر الاقطاب وغیرہ کتابوں میں تحریر ہے پس جب اہالیان شہر کلیر اپنے اعمال شنیعہ کی سزا پاچکے تو حضرت نے دور شہر کے حدود سے ایک درخت گولر کے نیچے جاکر قیام فرمایا، اُس شہر میں جو لوگ آپ کی ولایت کے منکر تھے یک لخت اُن پر مسجد کی چھت گری اور سب دبکر مرگئے۔ کتاب معارج الولایت میں لکھا ہے کہ ولایت حضرت کی ولایت موسوی تھی اور قلب حضرت کا قلب اسرافیل پر واقع ہوا تھا، خیر و شر میں جو کچھ زبان معجز بیان سے صادر ہوتا فوراً اس کا ویسا ہی ظہور ہوتا تھا، حضرت اوقات مبارک کو قلندر مشرب ابدال گذارتے تھے، اول اول آراستگی باطن میں اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ اسم ظاہر پر کبھی التفات نہ رکھتے تھے آخر میں بالکل کونین سے بے پرواہ ہوکر مستغرق بحر شہودات ہوگئے تھے، اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آتے تھے، ہر وقت ہر لحظہ محو ذات وحدت رہتے تھے، ذات مبارک مظہر جلال حضرت صمدیت تھی یہ کلی قاعدہ ہے کہ جس کسی کو عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے تو اس عشق کی آگ اس سالک کے ماسوا اللہ کو جلادیتی ہے تو پس حضرت کو اعلیٰ مرتبہ تھا جس طرح حضرت باباصاحب آپ سے پیش آتے تھے اُس سے آپکا مرتبہ اعلیٰ ظاہر ہے، اکثر قطب ابدال کا یہی قاعدہ رہا ہے، چنانچہ شیخ شمس الدین تبریزی و شیخ فخر الدین عراقی وغیرہ کے کوائف عمری اور عجائب حالات اکثر کتابوں میں موجود ہیں، اہل صفا ذوق اور شوق شاہد دست حقیقی ہیں بلبصر اور بصیرت ان کی عایت مدح اور قدح خلق منظور

نہیں کرتے، اگر بعض کو تاہمتی سے نگاہ بجانب خلق ڈالتے ہیں تو اُن کو مقام معرفت حق میں راہ نہیں
اس مقدمہ میں مذہب اہل صفا یہ ہے کہ یہ جماعت وارث انبیاء ہے معصیت سے معصوم کس واسطے کہ ان کے افعال
اور اقوال موافق وحی کے ہوتے ہیں اس واسطے سوائے مشیت ایزدی کے یہ لوگ اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کرتے یفعل اللہ
ما یشاء ویحکم ما یرید۔ چنانچہ ذات مبارک حضرت کی بالکل مستغرق حق تھی کسی امور صوری اور معنوی میں مخالفت
امر حال کو دخل نہ دیتے تھے ایسے مقام اولیاء کو معصیت سے محفوظ رکھتے ہیں کس واسطے کہ یہ تمام عالم مطلوب حقیقی
کے جویاں رہتے ہیں اعتراض کرنا اس گروہ پر از راہ حسد نابینائی ہے۔ سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ بعد ویرانی کلیر شریف
کے ہر روز حضرت کی زیارت کرنے اس قدر خلقت آتی تھی کہ وہ جنگل آبادی شہر سے بھی بہتر معلوم ہوا کرتا تھا
ایک نقل مشہور ہے کہ حسن قوال باباصاحب کا اجودھن سے واسطے کچھ حاصل کرنے زر کے عازم ہندوستان ہوا
جس مرید کے پاس گیا اُس نے بہت کچھ دیا، اُس کو یہ خیال ہوا کہ اب کلیر چلئے کہ سید علاؤالدین علی احمد صابر
اعظم خلیفہ اور باباصاحب کے بھانجے اور کلیر کے شاہ ولایت ہیں بہت کچھ ملیگا۔ الغرض جب یہ کلیر میں آیا
اُس کو ویران دیکھا، آس پاس کے گاؤں والوں سے دریافت کیا کہ خانقاہ صابر کس جگہ ہے اُن لوگوں نے
کہا کہ ایک ٹیلہ پر ایک گولر کے درخت کے نیچے ایک پھونس کی جھونپڑی ہے وہاں رہتے ہیں۔ الغرض
قوال اُسی پتہ پر آیا جھونپڑی کو خالی پایا سمجھا کہ کسی حاجت ضروری کو گئے ہوں گے، جب بہت دیر گذری
اس نے گرد جھونپڑی کے دیکھنا شروع کیا دیکھا کہ گولر کا ٹہنا پکڑے بیخود کھڑے ہیں یہ باادب کھڑا رہا بہت
دیر کے بعد آنکھ کھولی اور فرمایا کہ تو کیستی، اس نے عرض کیا کہ فریدالدین کا قوال آپ نے فرمایا کہ کون فریدالدین
اُس نے جلکر جواب دیا کہ تمہارے شیخ اُس وقت آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ میرے شیخ اچھے ہیں اور اُس قوال کو
ہمراہ لیکر جھونپڑی میں آئے، چولہے پر ایک مٹی کی ہانڈی رکھی ہوئی تھی اُس میں چند گولر تھے وہ اُس
قوال کو مرحمت فرماکر رخصت کیا قوال اپنے دل میں بہت جلا اور کہا کہ میں بھی یہ گولر باباصاحب کو دکھاؤں گا
اور کہوں گا کہ آپ کے پیارے مرید نے یہ اتاری کی یہ سمجھکر اجودھن آیا جب باباصاحب کی خدمت میں حاضر ہوا
آداب بجالایا قدمبوسی کرکے ہر ایک مرید کی خیریت عرض کی، آپ ہر ایک کا حال استفسار فرماتے
رہے، آخر آپ نے پوچھا کہ میرے صابر کو بھی دیکھا، اُس نے عرض کیا کہ میں تو اُن کی بہت کچھ امید کرکے
گیا تھا مگر وہاں جھونپڑی تا ثابت بھی نہیں اور بڑے مغرور ہیں بڑی دیر تک کھڑا رہا آپ حالت سکر میں
رہے، جب چشم کھولی میں نے سلام کیا، پوچھا تو کون ہے میں نے کہا بابا فریدالدین کا قوال اُس پر انجان ہو کر پوچھا کون فرید میں نے کہا

کہ تمہارے پیر اس وقت کہا کہ ہمارے شیخ اچھے ہیں اور یہ گولر داتاری کے ہیں، کمرے سے نکالکر بیش کئے
آپنے دو نوش فرمائے، باقی حاضرین کو دئے اور دو رکعت دوگانہ ادا کی کہ آج میں شیخ ہوا۔ حاضرین نے
عرض کیا کہ آپ پہلے شیخ نہیں تھے فرمایا کہ وہ صابر نہ تھا وہ کہنے والا اور تھا، جس نے اُن گولروں میں سے
قدرے کھایا اُس کے نور باطن میں ترقی ہوئی۔ صاحب سیر الاقطاب کہتے ہیں کہ مینے بچشم خود دیکھا کہ
شیر اپنی دُم سے جاروب کشی کرتا ہے۔ حضرت نے آخر عمر میں خرقۂ خلافت حضرت شیخ شمس الدین ترک
کو عطا فرماکر جانب پانی پت رخصت کرکے صاحب ولایت اُس شہر کا فرمایا بروقت رخصت آپنے حضرت سے
عرض کیا کہ اُس جگہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر صاحب ولایت ہیں، جواب میں حضرت نے فرمایا کہ وقت اُن کا
آخر ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۳ ربیع الاول سنہ ۶۹۰ھ میں ہوئی عین حالت سماع میں بعہد سلطان جلال الدین
خلجی اور بروایت ثانی آپ کی تاریخ وفات جان گنجشگر ہے۔ صاحب مراۃ الاسرار راوی ہیں کہ حضرت ہمعصر
حضرت سلطان المشائخ تھے اور دونو بزرگوار میں کمال محبت اور اتحاد تھا اور چند سال پہلے حضرت سلطان المشائخ
سے انتقال ہوا، مرقد پاک بمقام کلیر قبلۂ حاجات خلق ہے اور تصرفات اُن کا جاری ہو کہ مریدانِ صادق روحانیت
حضرت سے فیضیاب ہوتے ہیں، اور اُن کے مدارج دینی و دنیوی صوری و معنوی طے ہوتے ہیں کہ اگر اُن کو
شرح وار لکھیں تو دوسری کتاب تیار ہو۔ صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے بعد وفات حضرت کے مجاوران درگاہ
تاب جلال نہ لاکر بخوف آمد شیران دور جا رہے تھے، بعد ایک مدت کے اہل ہنود نے روضۂ عالیہ کے
قریب دیبی کا مندر تیار کرایا، قریب تھا کہ روضۂ مطہر منہدم ہو مگر شیر اُسی وقت آن پہنچا اور بہت سے ہنود وں
کو ہلاک کیا باقی فرار ہوئے، اور پھر اُس طرف مُنھ نہ کیا۔ ایک روز ایک ہنود فقیر اُس جگہ آگیا، نورانی جگہ
دیکھکر سمجھا کہ یہ کسی واصل حق کا مزار ہے مگر بسبب خصومت قدیم مذہبی کے اندر روضہ کے آیا اور تربت
کو مسمار کرنا چاہا اور اپنی کلہاڑی سے مزار کو ڈھانے لگا، چند خشت نکالی تھیں اور چاہتا تھا کہ اندر سے
قبر کو دیکھے کہ اس میں کیا ہے اُسی وقت غضب الٰہی میں گرفتار ہوا دم اُس کا بند ہوکر ہلاک ہوا جب رات
ہوئی خدام آستانہ کو خواب ہوا کہ گویا شیخ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ ایک شخص بے ادبی مزار کے لئے
آیا تھا اپنی سزا کو پہنچا ہے ابھی تک گرفتار ہے، جاؤ اور اُس کو نکالو۔ صبح جلدی سے مجاور پہنچے اور
اس فقیر کے مردہ کو گھسیٹ کر دور ڈالا، اُس روز سے پھر کچھ آبادی ہوئی، بہت روز تک یہی کیفیت رہی
عرس شریف میں بھی رات کو کوئی مزار شریف کے قریب ٹھیر سکتا تھا، اب ہزارہا آدمی جمع ہوتے ہیں نہ وہاں چوکی نہ

کسی قسم کا پہرہ نہ پولیس نہ تحصیل کوئی محافظ نہیں ہوتا مگر چوری حرامکاری نہیں ہوتی اور حاضرین کو علی قدر مراتب سکر اور سرور رہتا ہے۔

راقم الحروف مرزا احمد اختر مقیم حال قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر اپنی بیتی عرض کرتا ہے۔ اس ناچیز نے سترہ برس سیر و سیاحت کر کے بزرگان عہد کو دیکھا' بعض کے انفاس متبرکہ سے فیض پایا' ہندوستان کے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوا' حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا مگر عمداً کئی سال تک نہ حاضر ہوا کہ تا وقتیکہ خود نہ بلائیں اور پہلے اپنی زیارت سے مشرف نہ فرمائیں نہ حاضر ہوں گا' آخر ایک شب بعد نماز تہجد کے میں ذکر کر رہا تھا' حجرہ میں اندھیرا تھا یکایک برق کی ایسی چمک معلوم ہوئی کہ میں ڈر گیا سمجھا کہ بجلی گری بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا تعجب یہ تھا کہ قالب سے روح پرواز کر جاتی کہ ناک میں خوشبو آئی ذرا فرحت ہوئی' دیکھا تو تمام حجرہ بوئے عنبر سے معطر تھا اور ایک شخص نورانی دکھائی دیا مگر اُس کے منہ پر ایسی روشنی تھی کہ جیسی جوت زمین پر پڑتی تھی' میری تاب نہ تھی کہ میں روئے انور کو دیکھ سکتا ایک نظر پڑتے ہی آنکھوں کو چوندہ لگ گئی تھی' تھوڑی دیر کے بعد وہ کیفیت جلالی ہٹی اور میرے جسم کو ہوائے سرد لگی مگر مجھ میں حس و حرکت کی قوت نہ تھی' کان میں آواز آئی کہ تو میری ولایت میں میری قنات کے نیچے رہتا ہے' اور میرے سلام کو نہ آیا مجھ ہی کو تکلیف دی یہ سنتے ہی میں تو بیہوش ہو گیا اور اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ صبح کی نماز بمشکل ادا کی گئی اور وہ حجرہ کئی دن معطر رہا فرزند میرا سخت علیل تھا' اطبار جواب دے چکے تھے اُسی وقت اُس کو کلی صحت ہوئی۔ اُس روز سے تصرف اور یہ عنایت ہے کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آئی اور حضور کی روح پاک کی طرف رجوع کی اُسی روز بحالت خواب زیارت سے مشرف ہوا اور وہ مشکل حل ہوئی۔ بیشک ذات بابرکات مشکلکشا ہے۔ بعد انتقال حضرت کے سلاطین دہلی نے چاہا کہ کلیر کو از سر نو آباد کریں مگر تصرفات ولایت حضرت سے میسر نہ ہوا۔ صاحب اقتباس الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ بعد انتقال حضرت قریب مزار پرانوار حضرت کے کوئی نہ جا سکتا تھا' کس واسطے کہ جہاں کسی نے قریب مزار شریف کے قدم رکھا ایک برق مزار معلی سے پیدا ہو کر اُس کو جلا دیتی تھی جب حضرت قطب عالم بندگی عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ بقصد زیارت جانب کلیر روانہ ہوئے' اور مزار مبارک سے ایک کوس کا فاصلہ رہا یکایک برق چمک کر اُن کے نزدیک آتی ہی تھی کہ آپ نے بصد عجز عرض کیا کہ غلام مشتاق زیارت ہے آ گئے جیسی مرضی' اُسی وقت وہ برق ناپید ہوئی جب قریب روضہ کے پہنچے پھر برق بدستور چمکی حضرت نے پھر بصد نیاز عرض کیا کہ بندہ برائے زیارت حاضر

ہوا ہے، سر دینے کو تیار ہے اُسی وقت برق ناپید ہوئی۔ جب آپ قریب تربت اقدس کے گئے پھر بدستور برق چمکی چاہتی تھی اُن پر گرے مگر یہ نہ ٹلے استقلال سے عرض حال کیا برق ناپید ہوئی اور روحانیت حضور کی مجسم ہوکر مزار سے باہر آئی اور بندگی شیخ عبدالقدوس کو بغل میں لیا اور مہربانی سے فرمایا کہ تو میرے سلسلہ میں ہے، اس وجہ سے بچ گیا ورنہ اس جگہ پہنچنے کی کسی کو مجال نہیں ہے حضرت قطب عالم نے عرض کی برق جلال اپنی کو نیام کیجئے اور سر جمال آئینے خلق اللہ کو اپنی زیارت سے مشرف کیجئے کہ عالم آپ کی برکات سے فیضان حاصل کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ عبدالقدوس تیری خاطر سے برق ذات اپنی کو عالم لامکاں میں سطوع کیا اور اپنی صفات جمالیہ سے بقدر ایک ذرّہ کے اس تربت پر جلوہ دیتا ہوں، اُسی روز سے تقریب عرس شروع ہوئی اور خوان فیوضات کا عام طور پر عالم کے واسطے کشادہ ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ ملفوظات باباصاحب میں ذکر حضرت کا کم واقع ہوا ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ کُل ملفوظات باباصاحب کے حضرت شیخ جمال ہانسوی کی رائے سے تیار ہوئے اور اگر کسی نے لکھا بھی تو اُن کی خاطر سے کم ذکر کیا کہ سبب شیخ جمال کی مروت تھی کس واسطے کہ یہ باباصاحب کے پُرانے مرید تھے گر محبت کمالیت ولایت حضرت شیخ علی احمد صابر کے وجود باوجود اور مریدان اور خلفائے سلسلہ حضرت سے اظہر من الشمس ہے اور تاحال سلسلہ جاری ہے، اور نور باطن اس سلسلہ عالیہ کا تمام ممالک میں چمک رہا ہے۔

نقل ہے کہ ایک قوال جو مولوی فتح محمد صاحب کا مرید اور کچھ پڑھا ہوا بھی تھا اُس نے ایک قصیدہ حضرت کی شان میں لکھا۔ عرس شریف میں حاضر ہوکر بھیروں میں اُس کو روبرو مزار کے گانا شروع کیا کہ یکایک ایک سوار آیا اور آستانہ پر گھوڑے سے اُتر کر ایک تھان ململ و اُس پر چھتیس روپے رکھے تھے قوال مذکور کو دیکر الٹے پاؤں چلا گیا اور غائب ہوگیا۔ صاحب اقتباس الانوار اور مرآۃ الاسرار متفق ہیں کہ سیرالاولیا میں احوال خلفائے حضرت گنجشکر لکھا ہے مگر حضرت کے بارہ میں اتنا ہی لکھا ہے کہ فقیر بزرگ صاحب نعمت کہ اس کو شیخ صابر کہتے ہیں اچھا فقیر ساکن کلیر تھا، اور پیوند بخدمت حضرت فریدالدین گنجشکر رکھتا تھا اور صاحب اجازت بھی تھا، باباصاحب اپنے خلفا سے ایک کو رخصت فرماتے تھے کہ شیخ صابر نے عرض کی کہ میرے باب میں کیا حکم ہے باباصاحب نے فرمایا کہ صابر برو بھوکا خواہی کرد۔ بھوکا ہندی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھے عیش میں گذریگی پس آخر عمر تک اُن کی محویت ذات کی عیش میں گذری اور بہت کشادہ پیشانی رہے وہ فرماتے ہیں کہ سیرالاولیا معتبر کتاب ہے اُس کا یہ کلام ہمکو اچھا معلوم ہوا کہ یہ کلمہ جمع کا ہے حضرت گنجشکر نے کتنی نعمتیں اُن کے حق میں نثار فرمائیں اگر کہیں کہ بھوکا راحت ہائے دنیا و آخرت ہے، سچ ہے

اگر کہیں کہ مقدار مراد راحتہائے تجلیات جلال جمال کہ مظہر ہائے گوناگوں میں اوپر سالک کے وارد ہوں یہ بھی درست ہے کہ اگر کہیں کہ راحتہائے قرب حق ہو عین مشاہدہ بعد حضور کے کہ عارف پر عتاب و خطاب میں ہوتا ہے کبھی لذت عتاب میں غرق ہوتا ہو کبھی شوق خطاب میں مثل برق کے چمکتا ہو یہ بھی نہایت زیبا ہے مگر نزدیک فقرار کے بہترین راحت کا راحت تحیر ہے کہ عارف کامل کو فنا کر دیتی ہو توحید میں یعنی ذات مطلق ایسی محو ہوتی ہو کہ ہر چند آپ کو ڈھونڈھے نہیں پاتا۔ حرکات سکنات اس کے مثل نایم کے ہوتی ہیں چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے اللہم زدنی تحیرا یعنی اے پروردگار میرے زیادہ کر تحیر اوپر میرے پس کمالات حضرت سید علاؤالدین علی احمد صابر کے قیاس کیجئے چاہئیں کہ حضرت گنجشکر نے وقت رخصت کے اپنے خلفار کو کیا کیا تعلیم کیا۔ اُن کی نسبت کیا کلمے فرمائے جو کتبہائے چشتیہ میں موجود ہیں، اور حضرت کی نسبت صرف کلمہ فرمایا دوسرا نہ کہا۔ نزدیک اہل صفا کے مقرر ہے کہ جو مرید حضور پیر میں بمرتبہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور قرب حق حاصل کر لیتا ہے اُس کو پیر وصیت نہیں کرتے کس واسطے کہ وہ امر اجمال سے آشنا ہو چکا ہی اور فنا راحدیت جلوہ گر ہوئی، پس ایسے مرید کے حق میں وصیت کرنا نزدیک اس طائفہ کے فضول ہو۔

بعض کا اعتراض ہو کہ اور بزرگوں کے حالات بہت بہت درج کتب تواریخ ہیں ان کے کشف و کرامات زیادہ کیوں نہیں مشہور ہیں، اگرچہ میں کسی صاحب کو جواب دینے کے لائق نہیں مگر اس کے چند وجوہ ظاہر ہیں اوّل تو یہ کہ یہ حضرات ستر کرامت فرماتے تھے اظہار کرامت کو بُرا جانتے تھے، دوسرے یہ کہ حضرت کا جلال ایسا تھا کہ آپ کے نزدیک جانیکی ہر کسی کو مجال نہ تھی۔ صادق الاعتقاد جو زیارت کو جاتے وہ بھی دور ہی سے زیارت کر کے چلے آتے تھے؛ سوم یہ کہ جب سے کلیر میں آکر اُس کو شرف بخشا کبھی کسی آبادی میں نہیں گئے، صحبت خلق سے تو اوائل ہی سے نفرت تھی، چہارم یہ کہ آپ کو استغراق ایسا تھا کہ ہر وقت بحر شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرح آسنکی اُن کو کیا ضرورت تھی؛ پنجم یہ کہ بعض حضرت اپنی شہرت کو معیوب سمجھتے ہیں۔ الا ان اولیاء اللہ تحت القبائی لا یعرفہم غیری۔ موجود ہے، چنانچہ بعض ایسے ہوئے ہیں اور موجود بھی ہیں کہ انہوں نے اپنے کو پردہ ملامت میں چھپایا، اور حضرت کے مزاج مبارک میں تو کمال درجہ کی ترک و تجرید اور احتیاط تھی؛ ششم یہ کہ حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ آپ کی خدمت میں رہے آپ کے انفاس متبرکہ سے فیض پایا اگر اُن کی کیفیت بھی دیکھی ہو تو اخبارات اولیاء اللہ سے منکشف ہو سکتی ہو کہ وہ بھی صاحب ترک و تجرید اور صاحب استغراق تھے پس غور کیا جائے کہ آپ کے غلاموں میں کیسے کیسے زبردست اور کامل مکمل حضرات گذرے ہیں

آگے اس کتاب کو دیکھنے سے ان کی کیفیت معلوم ہو جائیگی۔ حضرت کے مزار گھر بار سے تاحال جو فیض جاری ہے وہ اظہر من الشمس ہے دور دور سے لاکھوں آدمی آتے ہیں اور دامن مراد کو پُر کر کے جاتے ہیں' ہم نے بہت سے بزرگوں کے اعراس دیکھے ہیں۔ مگر اول نمبر اجماع خلائق چار جگہ ہوتا ہے۔ ایک حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ کے عرس میں دوم حضرت کے عرس شریف میں نمبر سوم کوٹ متھن شریف میں حضرت فرید ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں کو یہ عرس، ربیع الآخر کو ختم ہوتا ہے' چوتھا عرس حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ صابر کی کرامت ظاہر فیضان عام ہے' جس کو اس سے انکار ہے وہ اس فقیر کاتب الحروف کے ہمراہ مزار مبارک پر حاضر ہو کر اطمینان کرے۔ یہ بدنام قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر میں تاحال زندہ موجود ہے۔

ذکر شمس العالم لاامثال بدر منازل حضرت جمال معدن علوم لدنی پرورده لطف رسول اللہ فی آئینہ جمال و جلال حقانی حضرت شیخ شمس الدین ترک قدس اللہ سرہ العزیز

آپ خلیفہ حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر کے تھے اور نیز حضرت گنجشکر سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا تھا شان بزرگ اور کرامات وافر رکھتے تھے ہمیشہ ریاضات اور مجاہدات اور تصفیہ باطن میں مستغرق رہتے تھے اور غایت تجرید سے لباس قلندرانہ چرمی پہنتے تھے دنیا اور رسم دنیا و عقبیٰ سے مستغنی تھے اور جو کچھ زبان مبارک سے نکلتا تھا فوراً اُس کا ظہور ہوتا تھا سلسلہ نسب آپ کا اس طرح پر ہے۔ یعنی شیخ شمس الدین ترک بن سید احمد بن سید عبدالمومن کہ فرزندان حضرت خواجہ احمد یسوی کے تھے۔ نسب آپ کا حضرت محمد حنیف بن حضرت علی مرتضیٰ سے ملتا ہے صاحب سیر الاقطاب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ شاہ ولایت پانی پت کے تھے اور جائے مولد آپ کا ترکستان ہے۔ صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ قبل از تشریف آوری ہندوستان کے ایک روز ایک مجلس میں اکثر مردم سادات جمع تھے اور اکابر شہر بھی موجود تھے۔ ایک شخص نے حضرت سے کہا کہ تمہارے سید ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ آپ نے کہا میں نے اپنے آبا سے سنا ہے اور نسب نامہ میرے پاس ہے اُس شخص نے کہا کہ اس کا ثبوت دشوار ہے ہم کیونکر قبول کریں کہ وہ سند آپ ہی کی ہے یہ بات سنتے ہی آپ کو جوش آیا فرمایا یہ بات موقوف رکھو سید کی ڈاڑھی کا بال آگ میں نہیں جلا کرتا ہم تم دونوں آگ میں گھسیں جو جل گیا وہ سید نہیں اس سے بہتر اور کوئی دلیل نہیں آخر تنور گرم میں حضرت گھس گئے معاً آتش سرد ہو گئی

ایک تار بھی جامہ مبارک نہ جلا اور غیب سے ایک چشمہ برآمد ہوگیا کہ جس کے پانی سے حضرت نے وضو کیکے دوگانہ ادا کیا، بعدہٗ اُس طاعن سے کہا کہ آپ بھی وعدہ وفا کیجئے وہ لاچار ہوا اور جب نزدیک تنور کے آیا شعلۂ آتش برآمد ہوا اور اُس کے کپڑوں میں آگ لگی اُس نے شور کیا تمام اہل مجلس نے بھی شور مچایا حضرت نے جلدی سے اُس کو تھاما۔ معاً آتش سرد ہوگئی تمام مجلس اس حال کو دیکھکر اعتقاد لائی بعد اس کے متوجہ طرف ہندوستان کے ہوئے اور بخدمت حضرت علاؤالدین علی احمد صابر حاضر ہوکر بعیت ہوئے اور خلافت حاصل کی بعض نے یہ کیفیت پانی پت کی لکھی ہے۔ شیخ شاہ علی چشتی سیر الاقطاب میں تحریر کرتے ہیں کہ نام پاک حضرت برائے ہر مہم و ہر رنج مشکل کے باوضو بعد نماز عشا ایک لاکھ مرتبہ پڑھے، بحکم خدا وہ کام پورا ہو یعنی بصدق دل پڑھے یا شمس الدین ترک بعض نے لکھا ہے کہ ہر سو بار کے بعد یہ کہے یا شمس الدین ترک پانی پتی مشکل کشا وہ لکھتے ہیں کہ میرا تجربہ ہے اور جس کو میں نے اجازت اس عمل کی دی ہے اُس کا کام ہوگیا ہے۔ چنانچہ کاتب الحروف نے بھی تجربہ کیا ہے اور ایک صفت اور دیکھی ہے کہ اگر کار ہونہار نہیں ہے تو ہرگز یہ عمل پورا نہ کرسکیگا اگر ممکن ہو ایک شب میں تمام کرے اور دوسروں سے پڑھوادے اگر نہ ہوسکے چالیس روز میں پورا کرے مگر حرام کی نیت نہ ہو ورنہ نقصان ہوتا ہے اور آپکے سلسلہ میں یہ رسم جاری ہے کہ جس مرید کے گھر شادی ہوتی ہے پہلے باحتیاط تمام حضرت کی نیاز ہوتی ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ حضرت بمقام ترکستان علوم معقول و منقول منطق ریاضی ہیئت ہندسے وغیرہ سے فارغ ہوئے، تجرید و تفرید اختیار کرکے بطلب مرشد کامل گھر چھوڑا بزرگان اور اللہ سے ملاقات کی کسی کی خدمت میں دلبستگی نہ ہوئی آخر عازم طرف ہندوستان کے ہوئے اور سیر کناں بمقام اجودھن آئے باباصاحب کی خدمت میں نیاز حاصل کیا اور بمجرد مشاہدہ جمال حضرت سید علی احمد صابر حجاب اُٹھ گیا اور سراپنا حضرت کے قدموں پر رکھا اور بشرف بعیت مشرف ہوئے، حضرت نے آپکے حق میں اُس وقت فرمایا کہ شمس الدین فرزند من خدا سے چاہتا ہوں کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور تا قیامت جاری رہے الغرض بعد ارادت خدمت حضور میں مشغول ہوئے اور روز بروز کسب سلوک اہل صفا میں ترقی کرنے لگے، چند روز میں سیر سلوک تمام کیا اور اللہ تعالیٰ نے تھوڑی مدت میں بوسیلہ خواجگان چشت تکمیل رشاد کو پہنچایا کہ دوسروں کی ترتیب میں مشغول ہوئے۔ اکثر احوالات عجیب خفا رق عادات غریب مثل و نیا ظاہر ہونے لگے، آخر خرقہ خلافت پایا اور خدمت حضرت گنجشکر سے گوناگوں نعمتیں حاصل کیں اور باباصاحب نے اجازت نامہ

بخط خاص تحریر فرما کر عنایت کیا، اور اسم اعظم تعلیم فرمایا۔ دوسری سند حضرت پیر روشن ضمیر حضرت شیخ علی احمد صابر سے حاصل کی اور آپنے بھی اسم اعظم اور دیگر نعمتہائے چشتیہ عطا فرما کر ارشاد کیا کہ شمس الدین بعد اسفار میرے تین روز سے زیادہ یہاں نہ ٹھیرنا اللہ تعالیٰ نے تجھکو صاحب ولایت پانی پت کا کیا ہے وہاں جا رہنا اور گم گشتگان بادیہ ضلالت کو ہدایت کرنا اور ممد و معاون اُس دیار کے رہنا اُنہوں نے عرض کی کہ وہ ولایت حضرت قلندر صاحب کی ہے اُن سے کس طرح صحبت ہوگی فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں اُن کا وقت آخر ہوا، جس وقت تو پانی پت پہنچیگا وہ اس عالم فانی سے نقل فرماویں گے آپنے عرض کیا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ باقی عمر جاروب کشی آستانہ حضور میں بسر کروں، حکم والا اس طرح ہے مرضی مولیٰ ہرچہ اولیٰ۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین ترک قدس سرہٗ بعد پانے خلافت کے حضرت مخدوم شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر سے واسطے پردہ کے سلطان غیاث الدین بلبن کے مصاحبوں میں نوکر رہے ہیں اپنے کمال کو لباس غنا میں پوشیدہ رکھا مگر آپکے کمال کی شہرت ہونے کے باعث یہ لکھا ہی کہ سلطان نے ایک قلعہ پہ یورش کی اور محاصرہ کئے ہوئے ایک مدت گذر گئی تھی فتح میسر نہ ہوتی تھی، ایک شب کو ہوائے تند اور بارش بکثرت ہوئی تمام لشکر اسلام کے خیمے گر گئے اور بسبب کثرت بارش کے آگ تمام لشکر کی بجھ گئی یہانتک کہ سلطان کے خیمہ کی بھی شمع گل ہوگئی خدمتگار سلطان آفتابہ لئے پھرتا تھا کہ کہیں آگ مل جائے تو سلطان کے وضو کے واسطے پانی گرم کرے۔ اس نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ روشن ہے اور خیمہ کو بھی آسیب نہ پہنچا وہ خیمہ حضرت کا تھا، وہ خدمتگار آپکے خیمہ میں آیا آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ آگ یا چراغ طلب کرے، مگر بوجہ ہیبت الٰہی کے کچھ کہہ نہ سکا، روبرو کھڑا تھا کہ حضرت نے سر اوپر اُٹھا کر فرمایا کہ آگ چاہتا ہے لے اُس نے کوئلے چراغ حضرت سے روشن کئے اور آبدار خانہ میں لاکر حمام گرم کیا۔ وہ خدمتگار سقہ تھا، یہ ماجرا دیکھکر اُس کو چین نہ پڑا صبح مشک لیکر اُس خیمہ کی طرف روانہ ہوا، جب نزدیک آیا حضرت کو وہاں نہ دیکھا، پھرکر تالاب پر آیا، جو قریب لشکر تھا دیکھا کہ ایک بزرگ وضو کر رہے ہیں یہ کھڑا رہا۔ آپنے نماز ادا کی اور اپنے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے، اس سقہ نے مشک بھری تو پانی اُس تالاب کا گرم پایا۔ حیران ہوا کہ ہر روز یہاں سے پانی بھرتا ہوں آج یہ پانی گرم کیوں ہے باوجودیکہ برف جم رہا ہے۔ چلہ کا جاڑا ہے۔ یہی فکر کرتا ہوا آبدار خانہ میں آیا اور سمجھا کہ یہ برکت اُس بزرگ کی ہے اُس روز تو اُس نے کسی سے اظہار نہ کیا، دوسرے روز حضرت کے پہنچنے کے چار گھڑی پہلے تالاب پر پہنچا پانی مثل برف کے پایا

اور ایک درخت کے نیچے پوشیدہ ہوگیا کہ دیکھا چاہیئے وہ بزرگ پھر بھی آتا ہے۔ حضرت وقت معینہ پر تشریف
لائے وضو کرکے نماز صبح ادا کی اور متوجہ طرف خیمہ کے ہوئے، اب سقہ تالاب پر آیا پانی کو جو دیکھا تو گرم پایا
اور مشک بھر کر سلطان کے روبرو گیا جو ماجرا دیکھا تھا عرض کیا سلطان نے وہ دن اور شب بسر کی
چار چھ گھڑی رات باقی رہے سقے کو ہمراہ لیکر تالاب مذکور پر آچھپا، حضرت بدستور تالاب پر آئے وضو کیا
اور نماز ادا کی بعدہ متوجہ طرف خیمہ کے ہوئے۔ سلطان نے آکر اُسی پانی کو دیکھا تو گرم پایا اور متعجب ہوکر عقب
حضرت کے روانہ ہوا دیکھا کہ آپ خیمہ میں پہنچکر تلاوت قرآن میں مشغول ہوئے، سلطان ہاتھ باندھکر روبرو جا
کھڑا ہوا، جب آپ فارغ ہوئے سر اُٹھایا، دیکھا سلطان دست بستہ کھڑا ہے تعظیم کو اُٹھے سلطان نے کہا
زہے سعادت میری کہ تم سا خدا دوست میرے زمانہ میں موجود ہے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ قلعہ کس واسطے فتح نہیں
ہوتا حضرت نے ہرچند ٹالا جب سلطان نہ مانا آپنے فاتحہ پڑھی اور فرمایا اسی وقت دھاوا کرو فتح ہوگی
سلطان خوش ہوکر اپنی بارگاہ میں آیا اور اُسی وقت سوار ہوکر قلعہ پر دھاوا کیا، تین ساعت کے عرصہ میں قلعہ فتح
ہوا، سلطان باظفر و غنیمت خیمہ گاہ لپنے پر آیا دوسرے روز ارادہ کیا کہ شرف ملازمت حضرت کی حاصل
کرے، آپنے نور باطن سے معلوم فرماکر کل اسباب سامان زر و جواہر وہیں چھوڑکر اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور چندے قیام کیا، اور بعد انتقال پیر روشن ضمیر تین روز وہاں رہ کر چوتھے روز راہی طرف پانی پت کے
ہوئے پانی پت میں پہنچکر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے حضرت قلندر صاحب نے ازراہ کشف آپکا تشریف لانا
معلوم کرکے پانی پت سے مسافرت اختیار کی جب حضرت قلندر صاحب اپنے حجرہ سے برآمد ہوئے پسر حلوا فروش
کہ حضرت کی اُس پر بہت مہربانی تھی پوچھنے لگا کہ اس وقت آپ کہاں جاتے ہیں آپ کو نہ چھوڑونگا حضرت
نے فرمایا کہ میں اس جگہ ایک ساعت نہیں ٹھیر سکتا کہ یہ ولایت دوسرے کے حوالہ ہوئی، اُس پسر نے کہا اُس
صاحب ولایت کو مجھے دکھا دیجیے پھر جہاں چاہیئے تشریف لیجائیے میں آپکے ہمراہ چلتا ہوں حضرت قلندر صاحب
نے فرمایا کہ فلاں محلہ میں ایک مرد ایسی شکل کا پشمینہ پوش دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہے، خبردار اُسکے گستاخی
نہ کرنا دور سے دیکھنا، الغرض وہ حلوا فروش آپکے پتہ پر آیا دیکھا کہ ایک شاہباز بیٹھا ہے اور دُو شیر دو
طرف اُس کے بیٹھے ہیں اور عرش کر رہے ہیں یہ سراسیمہ ہوکر واپس آیا اور قلندر صاحب سے عرض کی کہ جیسا
آپنے ارشاد فرمایا بجا اور درست ہے۔ سیر الاقطاب سے اس طرح ظاہر ہوا کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک
جب پانی پت میں پہنچے بطریق کتابت ایک پیالہ دودھ قلندر صاحب کی خدمت میں ارسال کیا

غرض اُس سے یہ تھی کہ یہ ولایت مجھکو عطا ہوئی ہے یہ شہر میری ولایت سے مثل کاسہ شیر کے مملو ہے دوسرے کی گنجائش نہیں۔ قلندر صاحب نے جب اُس پیالہ کو دیکھا اُس میں ایک پھول ڈال دیا، مراد یہ کہ میں اس شہر میں مثل پھول کے ہوں تمہاری ولایت سے مجھکو کچھ تعلق نہیں بعض بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت پانی پت میں فروکش ہوئے آپ کے خدمتگار کا گذر حضرت قلندر صاحب کی طرف ہوا دیکھا کہ بشکل شیر بیٹھے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھکر خادم واپس آیا، اور حضرت شاہ ولایت سے سارا حال بیان کیا، آپ نے خادم سے فرمایا کہ پھر جا اگر اُن کو اُسی شکل سے دیکھے تو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ شیر کو جنگل چاہیئے۔ خادم بموجب حکم گیا پھر بصورت شیر پایا اُس نے حضرت کا سلام کہا اور کہا کہ شیر کو جنگل چاہیئے' اُسی وقت حضرت بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ اُس جگہ سے اُٹھ کر باگھونی میں تشریف لے گئے' باگھونی ایک جگہ قریب پانی پت کے ہے جضرت جو وہاں بشکل شیر بیٹھے تھے اس وجہ سے اُس جگہ نے باگھونی نام پایا' باگھ ہندی میں شیر کو کہتے ہیں اور وہ جگہ بوجہ برکت قدم مبارک حضرت بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ زیارت گاہ ہے' شیخ نے بار دیگر کہلا بھیجا کہ کل توابع شہر میری ہی ولایت میں ہے۔ آپ سُنتے ہی بمقام بوڈھا کھیڑا روانہ ہوئے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین نے ہندوستان میں نہ شادی کی نہ اولاد ہوئی مگر ۱۰۵۱ھ میں عہد شاہجہاں میں سید صفدر خاں حاکم اکبر آباد معزول ہوکر وطن کو جاتے تھے' پانی پت میں جب وارد ہوئے روضۂ حضرت پر واسطے زیارت کے آئے آپ کا نام و نشان دریافت کیا' معلوم ہوا کہ ترکستان سے ہندوستان میں آئے تھے' یہ سُنتے ہی صفدر خاں روئے اور کہا کہ میں ہندوستان میں صرف ان کی ہی زیارت کو آیا تھا مگر مزار کا پتہ نہ ملتا تھا میں حضرت کی اولاد سے ہوں اور اپنا نسب نامہ بخطی حضرت کا نکالکر مجاوروں کو دکھایا اُنھوں نے آپ کی تحریرات سے اُس کا مقابلہ کیا' مطابق پایا' سید صاحب نے کہا کہ آپ نے ترکستان میں شادی کی تھی سید احمد پسر تولد ہوئے۔ بعد تشریف آوری حضرت کے سید احمد سے بہت اولاد ہوئی' پس جب سید صفدر خاں کی عالی نسبی کا شہرہ ہوا شاہجہاں نے اُن کو صاحبزادہ سمجھکر بار دیگر کابل اور قندھار کا صوبہ کیا۔ وفات حضرت شمس الدین ترک کی باتفاق مورخان صادق سنہ ۷۱۶ھ میں ہوئی' بعض نے ۷۱۵ھ لکھے ہیں۔ اور صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ سن وفات معلوم نہیں ہوا مگر ہمعصر حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی تھے۔ روضۂ متبرکہ زیارتگاہ خاص و عام شہر

پانی پت میں ہے، خلیفہ آپکے شیخ جلال الدین پانی پتی ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اس طائفہ کے محبوب تھے، شان عظیم طبع کریم حالت مستقیم رکھتے تھے، خلیفہ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کے تھے۔ دراصل نام آپکا خواجہ محمد تھا۔ جلال الدین خطاب ہوا۔ آپنے اس قدر ریاضت اور مجاہدہ اپنے اوپر روا رکھا کہ نفس امارہ بصورت موہوم و مجسم ہو کر بدن مبارک سے جدا ہوا اور کشف کرامت میں بےنظیر تھے اور مریدوں کی تربیت خوب فرماتے تھے۔ **نسب نامہ** آپکا یہ ہے یعنی خواجہ محمد جلال الدین بن خواجہ محمود بن کریم الدین بن جمیل الدین خواجہ عیسیٰ بن شرف الدین خواجہ محمود بن بدرالدین خواجہ ابا بکر بن صدر الدین خواجہ علی بن شمس الدین خواجہ عثمان بن نجم الدین خواجہ عبداللہ بن شہاب الدین بن خواجہ عبدالرحمن ثانی بن زین الدین خواجہ عبدالعزیز السرخسی بن فخر الدین خواجہ خالد بن ضیاء الدین خواجہ لبید بن قطب الدین خواجہ عبدالعزیز الکبیر بن رکن الدین خواجہ عبدالرحمن ساکن مدینہ جو گازروں میں آگئے تھے بن علاؤ الدین خواجہ عبداللہ ثانی بن علیم الدین خواجہ عبدالعزیز بن حسام الدین خواجہ عبداللہ کبیر بن امام الدین خواجہ عمر بن امیر المومنین حضرت حبیب الرحمن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امرائے پانی پت سے تھے، اور ولی مادرزاد عالم طفلی میں معیت اور جذبۂ الٰہی گلوگیر ہو چکا تھا، اکثر جنگلوں میں جا کر مشغول رہا کرتے تھے، آخر میں بہت استغراق ہو گیا تھا، سماع سنتے تھے اور اعراس میں شریک ہوتے اور خود کرتے تھے، اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ زاد الابرار آپکی تصنیفات سے معتبر کتاب ہے دو حج کیے بہت سے مشائخ کبار سے نعمتیں حاصل کیں۔ آپکے کمالات کا قیاس کرنا چاہیے کہ شیخ احمد عبدالحق شاہباز مشائخان وقت ہے بجکر کمند ولایت شیخ جلال الدین کے پھندے میں پھنسے اور اُس کے دام تربیت میں پرورش پائے۔ آپکے والد بہت بڑے امیر کبیر تھے، حضرت مخیر بھی تھے، کسی بھوکے کو کبھی دیکھ بھی نہ سکتے تھے جو سائل آتا تھا محروم نہ جاتا تھا۔ اس وقت میں بھی ایسی عالی ہمتی سخاوت اور خوارق عادات مثل اولیاء اللہ سابق حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب میں پائے جاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت قلندر صاحب شیخ کو بچپن سے دوست رکھتے تھے اور واسطے دیکھنے کے ہر روز شیخ کے مکان پر تشریف لاتے تھے۔ ایک بار شیخ اپنے خرمن سے اپنا حصہ لینے گئے تھے۔ قلندر صاحب آپکے مکان پر تشریف لائے

معلوم ہوا کہ خرمن پر گئے ہیں۔ حضرت قلندر بھی آپ کے شوق میں اُسی خرمن پر پہنچے۔ جب شیخ نے حضرت کو دیکھا اپنے دامن میں غلہ بھر کر قلندر صاحب کے حضور لائے۔ حضرت نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اے پسر کیا لایا شیخ نے کہا گھوڑے کے واسطے دانہ۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر گھوڑا بھوکا ہے تو اُس کو دے۔ شیخ نے منہ طرف گھوڑے کے کر کے کہا کہ اگر اشتہا ہے تو کھائے قدرت خدا سے گھوڑا گویا ہوا کہ میں شکم سیر ہوں لنہ کی حاجت نہیں شیخ کو تحیر ہوا اور غلہ لئے کھڑے رہے۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ کیا لایا ہے' یہ غلہ میں نے تجھکو بخشا اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جتنے دانے تیری گود میں ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی اولاد تجھکو عطا کرے۔ پس حضرت کی دعا سے شیخ کی بہت اولاد ہوئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت شاہ ولایت ترک شمس الدین با اصحاب در حجرہ پر تشریف فرما تھے' حضرت توحید فرما رہے تھے' ایک لڑکا صاحب جمال شیخ جلال نام امرائے پانی پت سے لباس فاخرہ پہنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا چلا جاتا تھا' حضرت کی نظر پڑی اور محبت پیدا ہوئی کہ شیخ جلال حاضر ہوئے اور گھوڑے سے اُتر کر بنظر اعتقاد قدموں پر سر رکھا' بعدہ ایک مدت سیاحت کی۔

نقل ہے کہ ایک بار بہمراہی چند درویشان سیر کناں قصبہ ہانسی میں وارد ہوئے اُن دنوں میں حضرت قطب عالم شیخ جمال الدین ہانسوی حیات تھے اُن کو غیب سے بشارت ہوئی کہ شیخ جلال پانی پتی آتا ہے جلدی اپنے دروازہ پر جا کہ اُس کی دعا کی برکت سے تیرا سلسلہ جاری ہوگا' اُسی وقت حضرت شیخ جمال نے اپنے خادم سے کہا کہ شرق کی طرف جا چند درویش آتے ہیں اُن کو میرا سلام کہنا اور یہاں لانا' وہ خادم خانقاہ سے چل کر تھوڑی دور گیا تھا آپ سے ملاقی ہوا اور اپنے شیخ کا سلام کہا' اور ہمراہ لئے ہوئے خانقاہ پر آیا' یہاں شیخ جمال منتظر دروازہ پر کھڑے تھے' اُن درویشوں سے کہا تم میں سے کوئی اور بھی باقی ہے اُنھوں نے کہا کہ ایک لڑکا خوردسال کہ وہ باہر آبادی سے جہاں اسباب رکھا ہے موجود ہے ہم سب بموجب خواہش آپ کی حاضر ہیں۔ شیخ نے کہا مجھکو اُسی طفل سے کام ہے اور اُن کو کھانا دیا اور کہا تم میں سے ایک جا کر طفل کو لے آئے۔ پس ایک فقیر گیا اور آپ کو بلا کر لایا' شیخ جمال حضرت کو دیکھتے ہی تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ نہایت تکریم سے کھانا کھلایا۔ بعدہ درویشوں سے کہا کہ آپ استراحت کریں اور حضرت شیخ جلال الدین کو اپنے پاس رکھا اور وقت خلوت کے کہا کہ میں نے سند شیخ علی صابر کو چاک کیا تھا اُنھوں نے میرا سلسلہ چاک کیا' جب یہ خبر بابا صاحب کو پہنچی تو آپ نے فرمایا تھا کہ بیشک سلسلہ جمال منقطع ہوا مگر طریق شیخ علی احمد صابر میں پانی پت کا رہنے والا شیخ جلال ہوگا اگر وہ دعا کریگا تو شیخ جمال کا سلسلہ جاری ہوگا' پس مجھکو بشارت ہوئی ہے

کہ وہ آپ ہی ہیں میرا سلسلہ جاری کیجئے۔ شیخ جلال الدین نے وضو کیا اور دوگانہ ادا کر کے دعا کی اور فاتحہ خیر پڑھکر رخصت ہوئے اور ہمراہی درویشوں سے ملے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور صاحبزادہ شیخ برہان الدین تولد ہوئے۔ یہ چھ مہینے کے تھے کہ قطب جمال قدس سرہٗ نے رحلت کی اور حضرت سلطان المشائخ ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے، اُس وقت یہ چھ ماہ کے تھے پرورش فرمایا تعلیم کی اور پھر یہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ اس نقل کو صاحب اقتباس الانوار نے نہ معلوم کہاں سے پایہ ثبوت کو پہنچایا کیا یعنی کہ حضرت شیخ جمال کی وفات ۶۵۹ھ میں ہوئی اور آپ کے فرزند کی عمر اُس وقت چھ ماہ کی لکھی ہے اور حضرت شیخ جلال الدین محمود کبیر الاولیا کی وفات ۷۶۵ھ میں ہوئی اس حساب سے حضرت شیخ جلال الدین کی عمر قریب سوا سو برس کے معلوم ہوتی ہے کیا عجب ہے کہ یہی مستند ہو کس واسطے کہ حضرت شاہ اکرم مصنف اقتباس کامل اور محقق گذرے ہیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جمال نے خلوت میں آپ سے کہا کہ سرگرداں مت پھرو ایک مردان خدا میں سے شمس الدین نام پانی پت میں آویگا اُس سے تمہارا کشود کار ہوگا۔ الغرض بموجب وصیت حضرت شیخ جمال کے ارادہ پانی پت کا کیا، جو درویش ہمراہ تھے اُنہوں نے دیکھا کہ یہ لڑکا ادہر میں سب کا اسباب لئے چلا جاتا ہے یہ کرامت دیکھکر وہ معتقد ہوئے اور آپکے ہی ہمراہ رہنا چاہا مگر آپنے اُن کو رخصت کیا اور پانی پت میں آئے۔ حقیقت میں شاہ اکرم صاحب مؤلف اقتباس نہایت محقق ہیں کہ خود لکھتے ہیں کہ یہ حکایت خالی ضعف سے نہیں۔ صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ شیخ جلال صاحب مال و جاہ تھے قبل از ارادت حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی عیش و عشرت سے اپنے وطن میں ایام گذارتے تھے، آخر مرید ہو کر کار فقر میں مشغول ہوئے اور کار بہ تکمیل پہنچایا بعد چند سال کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور بعد وفات اپنے مرشد کے مسند صابری پر متمکن ہوئے اور گم گشتگان بادیہ گمراہی کو براہ حق ہدایت فرمائی ہزاروں آدمی اطراف و جوانب سے آکر ہدایت پانے لگے اور خرچ باورچیخانہ بہت زیادہ تھا ہزاروں بھوکے مسافر و مقیم خانقاہ پرورش پاتے تھے یہ کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ ہزاروں روپیہ جو روز خرچ ہوتا ہے کہاں سے آتا ہے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ جس برتن میں جو کھانا کھاتا وہ اُسی کی ملک مقرر تھی خلقت حیران تھی کہ ہر روز اتنے برتن کہاں سے آتے ہیں، کبھی اگر آبادی سے دل گھبراتا تو دس دس روز جنگلوں میں رہتے وہاں غیب سے کھانا موجود ہوتا اور جس قدر کھانا ہوتا اُس کے کھانے والے بھی خدا بھیجدیتا تھا۔

اہل تاریخ سبب اس فتوح کا یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت شاہ ولایت نے آپ کو خرقہ خلافت دیا اُس وقت فرمایا تھا کہ جلال تجھکو یہ بھی دیا وہ بھی دیا اُس روز سے یہ کیفیت تھی کہ علاوہ املاک جدی کے لوگ گھوڑے ہاتھی شتر زر و جواہر ہر قسم کے اسباب و سامان لاکر نذر کرتے تھے مگر حضرت غلبہ استغراق ذات احدیت میں کسی چیز کی طرف نظر بھی نہ فرماتے تھے بطریق مشرب پیران خود پروائے کون و مکاں نہ رکھتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے اصلی نام آپ کا محمود تھا جلال الدین کبیر الاولیا پیر روشن ضمیر نے خطاب دیا تھا سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ احمد قلندر نے طلب مرشد میں ولایت سے چل کر سیر کنان ہندوستان میں لکھی جنگل میں آکر قیام کیا اور اطراف و جوانب سے مشائخوں کو دعوت کرکے بلایا کل اطراف کے درویش جمع ہوگئے۔ چنانچہ حضرت شیخ جلال بھی موجود تھے جب سب درویش کھانے پر بیٹھے اور کپڑا دسترخوان پر سے اُٹھایا تو تمام کھانا مشکوک نظر آیا کہ ہر طباق میں کسی میں کلّہ بندر کسی میں سگ کسی میں گربہ تھا سب نے اُس کو دیکھکر تعجب کیا اور حضرت کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اب کیا کیا جاوے آپ نے کہا کہ خدا سے کیوں نہیں عرض کرتے کہ الٰہی حکم دے کہ جو کھانا ناجائز ہے وہ دسترخوان سے جُدا ہوجائے یہ فرماتے ہی ہر ایک جانور طباق میں سے کود کود کر ہیئت اصلی پر ہوکر روانہ ہوا طباق خالی رہ گئے یہ دیکھکر احمد قلندر نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور عرض پرداز ہوا کہ اس ضیافت سے میرا یہ مطلب تھا کہ صاحب ولایت کو پاکر اس سے کمال باطنی حاصل کروں اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے ذاتِ بابرکات کو مجھ تک پہنچا یا بعد اُس کے تمام مشائخوں کو باعزاز تمام رخصت کیا اور خود حضرت کا مرید ہوا، حضرت نے چند روز اُسی جگہ قیام فرماکر اس قلندر کو کامل بناکر خرقہ خلافت عطا کرکے ملتان کی طرف رخصت فرمایا اور خود بدولت پانی پت میں رونق افروز ہوئے انہیں دنوں میں شیخ عبدالحق ردولوی حاضر ہوکر مرید ہوئے۔ مراۃ الاسرار سے نقل ہے کہ شیخ عبدالسمیع مفتی پانی پت روبرو حضرت کے حاضر تھے کہ ایک عورت ضعیف ونحیف ایک خالی کوزہ واسطے لانے پانی کے ہاتھ میں لئے جاتی تھی حضرت کی نظر جو اُس پر پڑی ازراہ ترحم فرمایا کہ اور کوئی ایسا نہ تھا کہ تجھکو ایک کوزہ پانی لا دیتا اُس نے کہا کہ مجھ میں کچھ دیگر پانی منگانیکی تو قوت نہیں مجبوراً آپ ہی پانی لینے جاتی ہوں حضرت نے اُس کے ہاتھ سے وہ برتن پانی کا لیکر کنوئیں سے اُس کو بھر کر دوش مبارک پر رکھکر اُس کے گھر پر پہنچایا اور دعا کی کہ الٰہی اس پانی میں برکت دے اُس روز سے وہ ضعیفہ کتنا ہی خرچ کرتی مگر پانی اس ظروف کا کم نہ ہوتا تھا نقل ہے کہ باوجود بسیار املاک جائداد و فتوحات

کے خاص آپکے اہل خانہ پر فاقے گذرتے تھے ایک شخص کیمیاگر آپکے صاحبزادہ سے ملا اور عرض کی کہ اے مخدوم زادہ تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کئی دن کا فاقہ ہے تم مجھ سے کیمیا بنانی سیکھ تاکہ بفراغت ایام گذاری ہو کہیں حضرت بھی دیوار حجرہ کے قریب سے سُن رہے تھے فرزند کو بلایا اور حجرہ میں لے جاکر فرمایا کہ دیکھو اس حجرہ کو جب اُنہوں نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام حجرہ سونے کا ہے آپنے فرمایا کہ اے فرزند یہ اکسیر پیدا کرو کہ جس پر نظر ڈالو وہ کندن ہو جائے اور وہ کیمیا جو ہے وہ فقیروں کے کام کی نہیں۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ حضرت نے کئی حج ظاہری طور پر ادا کئے اور ہمیشہ نماز جمعہ مکہ معظمہ میں ادا کیا کرتے تھے ایک بار آپکے دل میں آیا کہ اگر اجازت رسول مقبول ہو کبھی پانی پت کبھی مکہ معظمہ میں نماز جمعہ ادا کیا کروں اُسی شب کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے جلال تیرا کعبہ تیرے پاس ہے یعنی میرے فرزند سید محمود کے پاس تیرے نماز پڑھنے کی جگہ ہے اُس روز سے حضرت سید محمود صاحب کے مزار انوار پر جاکر نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے مزار سید صاحب کا جانب مشرق مائل بہ جنوب پانی پت کے واقعہ ہے اور لکھتے ہیں کہ حضرت کو استغراق بہت تھا آخر عمر میں اور بھی زیادہ ہو گیا تھا کہ وقت نماز کے خدام دونوں شانے پکڑ کر ہلاتے جب ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے۔ ایک روایت یہ ہے کہ خود ہوشیار ہو کر تجدید وضو کرکے نماز گذار کر پھر حالت استغراق میں ہو جاتے تھے ایک روز پسران حضرت حاضر تھے کہ خود بخود چشموں کو وا کیا اور فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حکم خدا ہے کہ اپنی عمر سے کچھ مخدوم جہانیاں کو دوں کہ اُن کی عمر آخر ہو چکی ہے تمہاری اس بارہ میں کیا رائے ہے فرزندوں نے عرض کیا کہ ہم کیونکر روا رکھیں کہ عمر حضرت سے کچھ دوسرے کو نصیب ہو اس پر کیونکر راضی ہوں مگر خواجہ شبلی صاحب نے عرض کیا کہ اگر فرمان حق اسی طرح ہے تو تامل نہ چاہیے کہ حکم دوست کا رد نہ ہو یہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے سب کو رخصت فرماکر آپ حالت استغراق میں ہوئے مگر فرزند کلاں خواجہ عبدالقادر موجود رہے کہ حضرت اُٹھے اور صاحبزادہ سے فرمایا کہ میرے پیر پر اپنے پیر رکھ اور آنکھیں بند کرے انہوں نے ویسا ہی کیا فرمایا آنکھیں کھول جب انہوں نے کھولیں اپنے تئیں والد کے ہمراہ دہلی میں نزدیک مخدوم جہانیاں کے پایا اُس وقت مخدوم جہانیاں حالت نزاع میں تھے، حضرت ان کے سرہانے کھڑے ہوئے اور سلام علیک کہی اُنہوں نے آنکھیں کھولکر جواب سلام دیا آپنے ان کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اُٹھو وہ فوراً اُٹھ بیٹھے فرمایا کہ وضو کرو جب وہ

وضو سے فارغ ہوئے فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو بعد ادائے دوگانہ کے حضرت شیخ جلال الدینؒ نے فرمایا کہ بحکم خدا
میں نے اپنی عمر سے چند سال تم کو دیئے یہ فرما کر وہاں سے باہر آئے اور جس طرح تشریف لے گئے تھے اسی طرح
واپس پانی پت آئے مخدوم جہانیاں کو کلی صحت ہوئی سلطان اس ماجرہ سے آگاہ ہوکر نزدیک اپنے پیر
مخدوم جہانیاں کے آیا اور حال دریافت کیا مخدوم نے فرمایا کہ جلال الدین پانی پت سے آئے میرے
حق میں دعا کی اور اپنی عمر سے دس سال بندہ کو بخشے کہ میں نے صحت پائی پھر وہ اپنے وطن کو گئے سلطان
نے عرض کیا کہ زہے میرے نصیب کہ میرے عہد میں ایسے اولیا ہیں اور حسب اجازت مخدوم
واسطے زیارت حضرت کے پانی پت آیا وقت ملازمت عرض کی کہ آپنے خدا کو دیکھا حضرت نے
فرمایا کہ دیکھنا خدا کا ان چشم ظاہری سے شریعت میں روا نہیں ہے البتہ سایۂ حق سبحانہٗ تعالیٰ
دیکھا ہے یہ سن کر سلطان بہت خوش ہوا اور بہت کچھ نذر کیا ہے حضرت نے وہ نذر قبول نہ فرمائی
مجبور آپکے فرزندوں کے آگے لے گئے انہوں نے بھی قبول نہ کی پھر سلطان نے حکم دیا کہ در
خانقاہ پیر عند اللہ تقسیم کردو چنانچہ وہ اس قدر مال تھا کہ موسم برشگال میں اب بھی اس سکہ کا زر
اشرفی بعض کے ہاتھ آجاتا ہے بعدہٗ سلطان مرخص ہوکر دار السلطنت میں واپس آیا سلطان فیروز شاہ
اپنے ہمشیر زادہ فتح خاں کو بہت عزیز رکھتا تھا ایک روز اثنار مکالمت میں قدم مبارک رسول مقبولؐ کا کہ
جس کو مخدوم جہانیاں عرب شریف سے لائے تھے ذکر آگیا کہ اس کو کہاں رکھیں دونو ماموں بھانجوں میں
یہ بات قرار پائی کہ جو پہلے مرے اُس کے سینہ پر یہ قدم مبارک رہے چنانچہ فتح خاں گھوڑے پر سوار ہوا
اپنے دل میں ارادہ کیا کہ پانی پت چلکر شیخ جلال الدین سے استدعا کیجئے کہ یہ قدم مبارک میرے سینہ پر رہے
یہ خیال کرکے دواں دواں پانی پت آیا قریب حجرہ کے گھوڑے سے اُتر کر اندر حجرہ کے جانے لگا شیخ زینا کہ
خلیفہ حضرت کے تھے فرمانے لگے کہاں جاتا ہے کھڑا رہ جب فتح خاں نہ مانا اور اندر گیا تو شیخ زینا نے کہا تو سلامت
بھی آویگا اُس نے جواب دیا کہ سلامت جاتا ہوں اور سلامت ہی آتا ہوں شیخ نے کہا اگر تو سلامت آوے تو میرا
پیراہن چاک چاک کیجیو ورنہ میں تیرا جامہ چاک کروں گا فتح خاں پہلے ہی موت کا خواہاں تھا اسی مراد کو آیا تھا
دلیرانہ حجرہ میں در آیا حضرت اُس وقت استغراق میں تھے یہ دست بستہ کھڑا رہا کہ یکایک حضرت نے آنکھیں کھول لیں اور فرمایا بر
فتح خاں گیر یہ سن کر فتح خاں خوش ہوا آداب بجالا کر حجرہ سے باہر آیا اور شیخ سے کہا کہ دیکھو کیونکر سلامت آیا شیخ زینا نے
فرمایا بچہ تیر نشانہ پر پہنچ چکا ہے دہلی تک سلامت نہ پہنچیگا فتح خاں نے جواب دیا الحمد للہ میری آرزو یہی ہے اب سینے

بشارت پائی اور بہت خوشی سے گھوڑے پر سوار ہوکر راہی ہوا جب نزدیک دہلی کے پہنچا اُس کو نیند آئی ایک درخت کے نیچے زین پوش بچھا کر لیٹا چادر اوڑھی کر جاں بحق تسلیم ہوا جب اُس کے مرنے کی خبر سلطان کو پہنچی اُس نے بموجب وعدہ کے قدم مبارک اُس کے سینہ پر رکھا کہ تا ایں وقت زیارت گاہ ہے۔

سیر الاقطاب سے نقل ہو کہ مخدوم جہانیاں نے جب حضرت کی دعا سے از سر نو زندگی پائی واسطے ملاقات حضرت کے پانی پت میں آئے اور بہت روز تک قیام کیا بلکہ ایک چِلّہ بھی کیا اور حضرت سے فیضان حاصل کیا حجرہ مخدوم جہانیاں متصل مقبرہ حضرت قلندر صاحب ہنوز مشہور ہو مگر صاحب مراۃ الاسرار نے اسکے خلاف لکھا ہے مگر پہلی حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر شریف حضرت کی کیا عجب ہے کہ قریب سوا سو برس کے ہوئی ہو یا یہ کہ عشرہ دن فرمایا ہو بعد میں عشرہ دن کا عشرہ رہ گیا ہو کس واسطے کہ حضرت کی وفات سے بیس برس بعد مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی یعنی ۷۶۵ھ میں حضرت کی وفات ہوئی اور ۷۸۵ھ میں مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی واللہ اعلم۔

سیر الاقطاب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ملک مشرق میں مسافر تھے ایک گاؤں میں پہنچے دیکھا تمام اہل دیہہ اپنے اپنے اسباب سامان باندھ کر بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں آپنے دریافت فرمایا اپنے گھر چھوڑ کر کیوں بھاگتے ہو انہوں نے عرض کی کہ حاکم خراج سخت مانگتا ہو اس دیہہ میں کئی سال سے پیداداری نہیں ہوئی اپنی جانیں بچا کر کسی طرف کو نکل جاویں گے آپنے ارشاد کیا کہ اپنے چودہری کو ہمارے پاس لاؤ وہ دوڑے گئے اور چودہری سے کہا کہ ایک درویش کامل آیا ہے وہ تجھے طلب کرتا ہے جب چودہری حاضر ہوا آپنے ارشاد فرمایا کہ اس موضع کا بیع نامہ ہمارے نام لکھدو اور تم ہی رہو اُس نے بیع نامہ لکھدیا اُس وقت فرمایا کہ کل آلات آہنی لاکر اُن کو انبار اُپلے میں رکھکر آگ دو صبح نکالنا اس حیلہ سے سرکاری محاصل ادا ہو جائیگا تم بھی متمول ہو جاؤ گے انہوں نے بموجب ارشاد کے ایسا ہی کیا حضرت شب کو خفیہ وہاں سے دوسری طرف روانہ ہوئے صبح جب انہوں نے اپنے ہل پاتھے وغیرہ راکھ میں سے نکالے تو سب سونے کے تھے بہت خوش ہوئے سرکاری دام ادا کئے اور خود ہمیشہ کو متمول ہوئے۔

دیگر ایک وقت حضرت کوہستان کی سیاحی میں تھے ناگاہ ایک بلند پہاڑ پر گذر ہوا دیکھا کہ ایک ہندو فقیر آنکھیں بند کئے دہیان میں بیٹھا ہے آپ اس کے سامنے تھوڑی دیر استادہ رہے اور اپنے قلب سے اُس کے قلب کو حرکت دی چونکہ وہ بھی اپنے فن میں کامل تھا آنکھیں کھولیں روبرو آپ کو کھڑا پایا سمجھا کہ یہ کامل

درویش ہے اپنی جھولی سے ایک پتھر نکالکر حضرت کو دیا اور کہا کہ یہ پارس ہے لوہا اس پر لگنے سے سونا ہوتا ہے حضرت نے اس کو دیکھکر تبسم کیا اور اُس پتھر کو ایک گھر سے غار میں پھینک دیا کہ جو برساتی پانی سے ملبیب تھا وہ یہ دیکھکر حیران ہوا اور کہا کہ اے شخص میں نے یہ نعمت عظمیٰ بڑی جانکاہی سے پیدا کی تھی تیرے حال پر رحم کرکے تجھکو دی کہ تو کبھی فقر وفاقہ میں مبتلا نہ ہو تو نے ایسی بے قدری سے اس کو ضائع کیا آپنے فرمایا کہ تم نے مجھکو دیا وہ میری ملک تھی میں نے جو چاہا کیا اُس نے جواب دیا کہ یہ سچ مگر تو نے میرے سامنے جو اس کو برباد کیا اس کا مجھ کو بہت درد ہے یا تو اُس کو موجود کر ورنہ یہاں سے تیری رستگاری نہ ہوگی آپنے فرمایا مردانِ خدا جس پتھر پر نظر ڈالتے ہیں وہ پارس ہو جاتا ہے اُس ذرا ٹکڑے کی کیا اصل ہے اُس نے کہا میں نہ مانونگا میرا وہی پتھر پیدا کر جب آپنے دیکھا کہ جوگی نہ مانے گا اُس وقت فرمایا کہ اس پانی میں آ اور اپنا پتھر پہچان کرلے جب جوگی پانی میں گیا کل پتھر اُسی شکل کے پائے حیران ہوا کہ میرا کونسا ہے پھر فرمایا کہ لوہا لگا کر دیکھ جب لوہا لگایا وہ سونا بن گیا۔ غرض جس پتھر کو لوہا لگایا وہ سونا ہوگیا بڑی تلاش سے اُس کا وہ پتھر بھی ملا اُس نے طمع سے ایک اور اُٹھا کر چھپالیا حضرت نے نور باطن سے معلوم فرماکر کہا کہ ایک زیادہ کیوں لیا یہ کرامت دیکھکر وہ معتقد ہوا اور دونو پتھر روبرو حضرت کے رکھے اور قدمبوسی کرکے عرض کی کہ نعمت معرفت سے کچھ بندہ کو بھی مرحمت ہو آپنے فرمایا کہ یہ نعمت بے اسلام کے حاصل نہیں ہوتی وہ اُسی وقت اسلام لاکر مرید ہوا چندروز میں توجہ حضرت سے اولیا ہوا لکھا ہے کہ چالیس سال برابر حضرت نے سیاحی کی بڑے بڑے بزرگوں سے ملے فیضان حاصل کئے لکھا ہے کہ جب عمر شریف حضرت کی آخر پہنچی اتفاقاً حضرت شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ سیر کرتے ہوئے آگئے اور پیرومرشد کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے چندے رہے کہ حضرت نے اُن کو بطرف ردولی رخصت فرمایا اور کہا کہ ہمارے خواجگان کا طریق یہی ہے کہ بعد ترتیب وتکمیل مرید صادق کو جدا کر دیتے ہیں چنانچہ ہمنے بھی تجکو طرف سنام کے روانہ کردیا تھا اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وقت انتقال حضرت مخدوم شیخ علی احمد صابر قدس اللہ سرہٗ حضرت شاہ ولایت موجود نہ تھے تو بھی میری نعش کے وقت موجود نہ ہو یہ فرماکر خرقہ خلافت اور اپنے پیروں کے تبرکات مرحمت فرمائیے اور عین وقت رخصت کے کمال مہربانی سے فرمایا کہ عبدالحق میں خدائے عزوجل سے چاہتا ہوں کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور تمام عالم تیرے نور سے منور ہو اور قیامت تک اُس کا اثر

باقی رہے اور میرے فرزندوں کی دستگیری کرتے رہنا اور وقت نقل کے فرزندوں کو بلاکر وصیت فرمائی کہ وقت حاجت تمہاری دستگیری کو عبدالحق کافی ہے۔ وفات حضرت کی ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ میں ہوئی مزار پانی پت میں زیارت گاہ خاص عام ہے بعد انتقال حضرت کے حضرت شیخ احمد عبدالحق ایک بار پانی پت میں آئے، صاحب سجادہ اور دیگر صاحبزادگان نے آپ سے بیعت کی آپنے فرمایا کہ اگر میں نہ آتا تو میرے مخدوم زادہ یونہی رہتے اُس روز سے اولاد حضرت شیخ جلال الدین محمود کبیرالاولیا پانی پتی سلسلہ حضرت شیخ احمد عبدالحق سے بہرہ مند ہوتی ہے اور وصیت حضرت کی پابند ہے حضرت کے چالیس خلیفہ تھے ان میں صاحب سلسلہ چشتیہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ہوئے کہ جن کا ذکر خیر آگے آویگا دوسرے حضرت شیخ بہرام چشتی بیڈولوی قدس سرہٗ خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی ہوئے، لکھا ہے کہ پہلے ان کو خرقہ خلافت عطا کرکے بمقام برناوہ روانہ فرمایا تھا وہاں آپ ہدایت خلق اللہ میں مصروف تھے ایک سال دریائے جمن نے بسمت بیڈولی کہ اب ضلع مظفرنگر میں ہے عبور کرکے قصبہ کے نزدیک پہنچی ساکنان قصبہ مذکور نے کہ معتقد حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے تھے حاضر خدمت ہوکر عرض کی کہ اگر حضور تشریف لے چلیں تو ہم لوگ اس آفت سے بچیں۔ حضرت مخدوم نے ایک خط بدست خاص ا بنام شیخ بہرام لکھا اور سائلوں کو دیا کہ برناوہ جاکر شیخ بہرام کو دو وہ تمہارے ہمراہ اگر وہیں رہیگا اللہ تعالیٰ تم کو اس آفت سے نجات دیگا الغرض یہ لوگ برناوہ آئے آپ مکان کے اندر تھے انہوں نے آواز دی آپ باہر آئے اُن لوگوں نے مخدوم کا خط دیا آپنے اس خط کو پہلے بوسہ دیا پھر گھر میں نہ گئے اُسی وقت ان کے ہمراہ ہوئے جب بیڈولی پہنچے کنارہ دریا پر جاکر عصا اپنا زمین پر مارا اور فرمایا کہ باش دریں جا باش آپنے اُسی جگہ قیام فرمایا تمام اہل قصبہ معتقد اور مطیع ہوئے اور حضرت نے ۷۵۴ھ میں وفات پائی مزار پرانوار قصبہ بیڈولی میں حاجت روائے خلق ہے ہزاروں سحرآلود اور مجنوں آستانۂ فیض نشانہ پر حاضر ہوکر اچھے ہوتے ہیں جو بیمار لاعلاج ہوکر جاتے ہیں وہاں قیام کرتے ہیں اور چاہ آستانہ سے ہر روز غسل کرتے ہیں شفا پاتے ہیں چنانچہ اس کاتب الحروف نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ایسے ایسے دیوانے آتے ہیں جو جھکڑوں سے بندھے ہوتے ہیں جہاں جھکڑا آستانہ میں آیا اور خدام نے ڈوری اُن کے پیر میں باندھی اور کہا کہ چھوڑ دو اب یہ قید ہو چکا کہیں نہیں جائیگا اُس وقت وہ کھول دیا جاتا ہو پھر نہ کسی مارتا ہو نہ گالیاں دیتا ہو دیکھا ہے دیوانوں کو جب بول و براز کی حاجت ہوتی ہے تو خود آستانہ سے باہر جاکر بول و براز کرآتے ہیں

خود مزار پر جاکر سر ہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مارے کوڑوں کے کھال گرادی آگ لگادی وقت دوپہر کے سب اکھٹے ہوکر باری باری سے جنتر میں سے نکلتے ہیں شور وشر کچھ نہیں کرتے خود برنے کے درخت پر چڑھتے ہیں اور اُس کی ٹہنی پکڑ کر نیچے لٹکتے ہیں روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہائے مارے کوڑوں کے کھال اُڑادی اور جو عورت خود مزار کے قریب جاتی ہے وہ کیسی ہی دیوانی ہو بے پردہ نہیں ہوتی باادب بیٹھتی ہے آسیب زدہ یا سحر آلودہ تو فوراً اچھے ہوجاتے ہیں اور جن کو دماغی یا قلبی خلل ہوتا ہے وہ چند روز وہاں قیام کرتے اچھے ہوتے ہیں جب تک اہل قصبہ معتقد اور ہم مذہب حضرت کے رہے کبھی دریا نے نہیں ستایا کبھی ہیضہ کی بیماری اس قصبہ میں نہیں آئی جس روز سے وہ لوگ اثناعشری ہوئے بدعقیدت کے بغض ہوا اس روز سے دریا پھر ستانے لگا ہے ۱۸۹۱ء میں وبا بھی آئی۔ صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ ۱۰۵۰ھ میں بجانب بادشاہ دہلی ایک ہندو حاکم بیڈولی ہوا اور روہ معافی کہ جو واسطے خدام آستانہ کی تھی اسکو ضبط کیا وہ چھوٹے چھوٹے دو موضع ہیں اور وہ زمین کہ خاص قصبہ میں ہے اور واسطے اخراجات آستانہ شریف کے ہے اُس کو بھی ضبط کرنا چاہا اہالیان قصبہ نے حاکم کو منع کیا وہ نہ مانا اور گھوڑے پر سوار ہوکر پیمائش زمین کو آیا اور پیمائش کرنی شروع کی۔ خدام یہ کیفیت دیکھکر مجبور ہوئے اُن میں سے ایک روضہ پر آیا اور فریاد کی کہ یا حضرت اس کمبخت نے ہماری روٹی چھینی، زمین خاص آستانہ کو بھی پیمائش کر رہا ہے مدد کیجیے۔ مجاور کے کہتے ہی اندر آستانہ کے اُس کو شور معلوم ہوا وہاں اُس حاکم کا گھوڑا بگڑا وہ گھوڑے سے نیچے گرا اور ہوا پر معلّق ہوا اسی خادم نے اسکو ہوا پر دیکھکر عرض کی کہ یا حضرت اس کو ہوا پر کیوں لٹکا رکھا ہے زمین پر دے ماریئے فوراً وہ زمین پر گر کر بیہوش ہوا اُس کے آدمی اُس کو آستانہ میں لائے وہ چلایا کہ مجکو جلد یہاں سے لے چلو کہ غیب سے میرے سر پر مار پڑتی ہے، اور کہتے ہیں کہ یہاں سے نکل، اُس کے آدمیوں نے اُس کو چارپائی پر ڈالا خود اُس کی مشکیں بندھ گئیں جب چارپائی پر ڈالتے تھے وہ نیچے گر پڑتا تھا آخر مجبور ہوکر خدام سے عفو تقصیر چاہی اُن لوگوں نے آستانہ پر آکر استدعا کی کہ یا حضرت یہ اپنی سزا پاچکا اب خطا معاف ہو اُسی وقت مشکیں کھلیں، اور بعد چند روز کے اچھا ہوا اور بہت کچھ نذر و نیاز کی خدام کو بہت کچھ دیا اس قسم کے حالات بہت سُنے اور کچھ بچشم دید ہیں اگر لکھوں تو تیسری کتاب تیار ہو تیسرے خلیفہ شیخ نظام الدین کہ تیس برس خدمت شیخ جلال الدین میں رہے آخر خرقہ خلافت حاصل کرکے سنام میں مقرر ہوئے بچند روز وہاں رہ کر حیات شیخ میں انتقال کیا، اور ایک مدت آپ کی قبر پر شعلہ مثل چراغ کے

روشن معلوم ہوتا رہا، ایک بار حضرت شیخ جلال الدین وہاں پہنچے واسطے فاتحہ کے آپ کے مزار پر آئے اس شعلہ کو دیکھکر فرمایا کہ نظام الدین یہ نور جو تمہاری قبر پر ظاہر ہے بہتر یہ ہے کہ اندر رہے کہ کوئی نہ دیکھے کہ آداب شریعت متروک نہ ہوکس واسطے کہ اگر نور ہمیشہ ہویدا رہتا تو روضہ مقدسہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتا بمجرد فرمانے شیخ کے وہ نور اندر ہو گیا پھر ظاہر نہ ہوا۔

چوتھے خلیفہ حضرت خواجہ عبدالقادر کہ فرزند اکبر بھی تھے یہ بھی حضرت کی حیات میں فوت ہوئے۔ پانی پت میں یہ محل رانیان متصل سید محمود صاحب کے آسودہ ہیں۔

پانچویں خلیفہ خواجہ شبلی کہ فرزند دلبند بھی تھے کہ عالم علوم ظاہری و باطنی و تجرید و فقر میں یگانہ روزگار تھے اہل دنیا و دنیا سے نہایت متنفر تھے اور بسبب جسمی بیماری کے دونوں پیر بیکار ہوگئے تھے مگر حالت وجد میں کھڑے ہوجایا کرتے تھے اس طرح پر کہ جس طرح تندرست کھڑے ہوتے ہیں ایک روز عین حالت وجد و سماع میں آپ کے چچا شیخ ادریس آگئے آپ کو بحالت وجد کھڑا ہوا دیکھکر کہنے لگے کہ شبلی وجد کے وقت جو کھڑا ہو جاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ شبلی اپنی کرامات دکھاتا ہے یہ سُن کر بیٹھ گئے پھر تا حیات نہیں اُٹھے اور حضرت اپنے مریدان افغانان پانی پت پر کہ جن کی اولاد اب تک پانی پت میں آباد ہے بہت مہربانی فرماتے تھے اُن کو دعا دی تھی کہ تمہارا تیر کبھی خطا نہ کریگا چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا ایک روز ایک افغان نے جلسہ عام میں کہا کہ ہمارے پیر کی دعا سے ہمارا تیر کبھی خطا نہیں کرتا یہ کہکر آسمان کی طرف تیر چھوڑا سب دیکھ رہے تھے کہ کیا ہوتا ہے جب تیر زمین پر گرا دیکھا کہ اس میں مچھلی بندھی ہوئی تھی سب دیکھنے والے متحیر ہوئے اور سمجھے کہ یہ مردان خدا کی دعا کا اثر ہے وفات حضرت کی ۸۵۲ھ میں ہوئی۔

چھٹے خلیفہ خواجہ کریم الدین تھے کہ متصل اپنے برادر کلاں خواجہ عبدالقادر کے آسودہ ہیں۔

ساتویں خلیفہ خواجہ عبدالواحد کہ فرزند بھی تھے مقبرہ سے باہر متصل دروازہ کے آسودہ ہیں۔

آٹھویں خلیفہ حضرت مخدوم شیخ زینا کہ ان کے دادا پر دادا حضرت کے جد کلاں کے ہمراہ گازرون سے آئے تھے قصبہ اندری میں آسودہ ہیں۔

نویں خلیفہ شیخ احمد قلندر کہ قلعہ پانی پت کی پشت پر آسودہ ہیں۔

دسویں شیخ شہاب الدین کو قصبہ جھنجانہ میں آسودہ ہیں کیسی ہی ہوا چلے آپ کے مزار پر جو چراغ رکھدیا جاتا ہے گل نہیں ہوتا۔

گیارھویں[۱۱] سید موسیٰ کہ بہار میں آسودہ ہیں، بارھویں[۱۲] حضرت قاضی اولیا کہ قصبہ سلطان پور علاقہ کرنال میں آسودہ ہیں، تیرھویں شیخ سعید نبیرہ قاضی محمد اولیا کہ قصبہ سونی پت میں آسودہ ہیں۔ ان کی اولاد پہلے تو حضرت شیخ جلال الدین کے صاحب سجادوں سے بیعت کرتی تھی اب اللہ جانے۔ چودھویں[۱۴] شیخ حسن کہ موضع بہرہ پرگنہ بیانہ میں آسودہ ہیں، پندرھویں[۱۵] شیخ عبدالصمد سنامی کہ سنام میں آسودہ ہیں ان کی اولاد میں سجادگی چلی آتی ہے ان حضرت نے ملفوظات شیخ کے جمع کئے تھے، سولھویں[۱۶] میر سید محمود کہ متصل روضہ قلندر صاحب کے سرِ راہ آسودہ ہیں، سترھویں[۱۷] میر سراج الدین کہ متصل دروازۂ قدیم روضۂ حضرت قلندر صاحب جانب شمال آسودہ ہیں، اٹھارھویں شیخ سرکنیا کہ متصل شہر کے آسودہ ہیں جس کسی کو کچھ حاجت ہوتی آپکے مزار سے خشت لاکر با ادب رکھتا، بعد پورے ہونے حاجت کے اُس کے برابر شیرینی تو لکر تقسیم کرتے ہیں، انیسویں شیخ سماؤ الدین کہ کیرانہ میں آسودہ ہیں آپکا ذکر حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین کے ذکر کے ساتھ کیا جاویگا بیسویں شاہ ولایت نظام الدین کہ کیرانہ میں مسجد کلاں دربار کے آگے آپکا مزار زیارت گاہ ہے، اور بیس خلیفہ نظری ہیں، اس طرح چالیس خلیفہ ہوتے ہیں۔

ذکر آں محو جذبات جلال بود نفحات جمال غرق شہود ذات مطلق قطب الابدال حضرت شیخ احمد عبدالحق توشہ ردولوی قدس اللہ سرہٗ

سرِ حلقہ خلفائے شیخ جلال الدین پانی پتی کہ محبوب ترین خلفاء سے تھے شانِ عظیم حال مستقیم رکھتے تھے قہر و لطف سے جو کچھ آپکے خیال میں آتا اُسی وقت اسکا ظہور ہوتا۔ ریاضت اور مجاہدہ ایسا کیا کہ چھ ماہ ایک قبر میں پوشیدہ یادِ حق میں رہے، آپ کو بھی ہر وقت استغراق رہتا تھا کہ نماز جمعہ کو جاتی خادم حق حق کہتا آگے چلتا تھا تب آپ آگے قدم رکھتے تھے، اگر وہ کبھی چپ ہو جاتا آپ بھی کھڑے رہ جاتے تھے۔ شیخ عبدالرحمن چشتی کہ مصنف مرآۃ الاسرار اور اد چشتیہ میں نقل کرتے ہیں کہ اسم حق میں ان حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق و مریدان شیخ کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی سانس بغیر ذکر حق کے خالی نہ آتا تھا۔ ہر موقع ہر محل ہر کار و بار میں حق کہتے تھے۔ چنانچہ اسم حق اور جمال حق میں مستغرق رہتے تھے، چنانچہ آجتک آپکے سلسلہ میں ذکر حق جاری ہے جاننا چاہیئے کہ جب روح عارف کی دریائے توحید میں غوطہ زن ہوتی ہے تو انانیت گم ہو کر تنہا لفظ حق حق کہنے لگتا ہے اور حقیقت توحید معائنہ کر کے حقیقت اشیاء ہیزدہ ہزار عالم کو ایک وجود جانتا ہے۔ اس سبب سے

حق بحقیقت پہنچ جاتا ہے۔ الغرض سلسلہ نسب حضرت چند واسطوں سے امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ سے منتہی ہوتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دادا شیخ داؤد معہ چند مردان قبیلہ کے حادثہ ہلاکو خان میں بلخ سے نکلکر وارد ہندوستان ہوئے، اور بعہد سلطان علاؤ الدین خلجی اودھ میں اہل مدینہ اور قصبہ ردولی کی سکونت اختیار کی شیخ داؤد مرد عظیم القدر تھے، اور مرید حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے اپنے حال وجمال باطنی کو کسوت اہل ظاہر میں پوشیدہ رکھتے تھے، مزار ان کا ردولی سے جنوب میں نہایت غریبانہ واقع ہے۔ بعد انتقال ایک پسر شیخ عمر کو چھوڑا کہ یہ بھی مشائخ سیرت اور متقی تھے، ان کا مزار بھی اپنے والد کے پاس ہے۔ شیخ عمر کے دو صاحبزادہ تھے! ایک شیخ تقی الدین، دوسرے حضرت شیخ احمد عبدالحق شیخ تقی دہلی میں آرہے تھے، اور حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی بھی والدہ کے پاس تھے، صاحب انوار نور العیون تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ احمد قدس سرہ سات برس کے تھے ہمیشہ اپنی والدہ کے ہمراہ نماز تہجد اٹھکر ادا کرتے ایک روز آپ کی والدہ نے شفقت مادری سے کہا کہ عبدالحق ابھی تم پر نماز فرض نہیں تم تقوے میں اپنی کوشش کرتے ہو چونکہ آپ عاشق الٰہی تھے، والدہ کی یہ بات خلاف معلوم ہوئی اور کہا کہ یہ کیسی مادر مہربان ہے کہ اپنا کار تو کرتی ہے اور مجھکو امر حق سے باز رکھتی ہے۔ بنہایت شوق گھر سے بے سروسامان نکلکر چلدیئے، گر زبان پر لفظ حق جاری ہوگیا اور بعد ڈیڑھ دو ماہ کے اپنے بھائی شیخ تقی الدین کے پاس دہلی میں آئے اُنہوں نے ان پر بہت شفقت کی اور اُن کو ایک مولوی کے پاس لے گئے کہ تعلیم کریں اُنہوں نے ان کو میزان الصرف شروع کرائی جب سبق ضرب ضربا کا آیا اُس کے معنی پڑھے اُستاد سے کہنے لگے کہ راہ حق میں زدن اور زدہ شدن کا کیا کام مجھکو ایسا علم پڑھاؤ جس سے معرفت حق حاصل ہو کہ سوائے اس کے میں اور کو دوست نہیں رکھتا، مولوی صاحب یہ سُن کر متحیر ہوئے اور اُن کی طلب صادق پر روئے اور عذر کیا۔ ان کے بھائی سے کہا کہ اس عزیز کا مطلب دوسرا ہے ہم تم کو اس امر میں کچھ دخل نہیں ذرا دل سے ایسا استغراق تھا کہ ایک روز زوجہ شیخ تقی الدین نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اس کو کیوں نہیں پڑھاتے کہیں اس کو پڑھنے بٹھاؤ کہ علم جوہر انسان ہے اُنہوں نے کہا کہ یہ کچھ اور ہی پڑھا ہوا ہے دیکھو میں تمہیں دکھائے دیتا ہوں ایک بٹوے میں پانچ روپے ڈالکر اُن کو دے اور کہا کہ ان کو بحفاظت تمام رکھنا آپ نے وہ بٹوہ لیکر دروازہ کی دہلیز میں گاڑ دیا، تھوڑی دیر بعد آپ کی بھاوج نے پوچھا کہ بھائی عبدالحق وہ بٹوہ روپیہ کا کہاں ہے؟ یہ سُن کر کہنے لگے کہ کیسا بٹوہ میں کیا جانوں اُنہوں نے کہا ابھی جو تمہارے بھائی نے دیا ہے، رونے لگے کہ مجھ پر بہتان لگاتی ہو مجھ کو بٹوہ نہیں دیا! اُنہوں نے وہ جگہ بتائی جہاں آپ نے بٹوہ گاڑا تھا

اُس وقت یاد آیا اور فرمایا کہ میں بھول گیا تھا۔ آخر آپ کو صحبت دنیاداران خوش نہ آئی دہلی سے نکلکر اور بزرگوں سے بھی ملے، آپکے درد کو کسی نے نہ تشخیص کیا، ایک مدت جنگل میں بعبادت مشغول رہے، اور ریاضت اور مجاہدہ بحد کمال کو پہنچایا۔ بعد الہام غیبی پانی پت میں وارد ہوکر شیخ جلال الدین پانی پتی سے ملکر عارف حق ہوئے اُس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ شیخ جلال الدین نے آنا شیخ عبدالحق کا نور باطن سے معلوم کرکے چند گھوڑے باساز زرین کسواکر در خانقاہ پر استادہ کرادئے اور خادم کو حکم دیا کہ آج دسترخوان نہایت تکلف سے تیار ہو اور شراب بھی کوئی ایسی چیز ہو کہ جس کا چھونا منع نہ ہو کھانا حرام ہو بعض نے لکھا ہے کہ شراب غیرہ مسکرات تھی، نعوذ باللہ جو ذات بابرکات ہو اور وہ اپنے مریدوں کو شراب حرام چیز کے ہاتھ لگانے کا حکم دے، خوب ثابت ہے کہ شیخ کو نہایت اتقا تھا۔ الغرض جب شیخ عبدالحق دروازہ پر آئے گھوڑے اور آرائش مکان اور تزک احتشام دیکھکر اپنے دل میں کہنے لگے کہ جو شخص ایسا باحشمت اور دنیادار ہو محبت الٰہی سے اُس کو کیا ذوق ہوگا، جب اندر آئے تو دسترخوان کو دیکھکر اور بھی حیران ہوئے اور اشیائے مسکرات دیکھکر متنفر ہوئے وہاں سے نکلکر چلدئے تمام دن چلے شام کو قریب ایک آبادی کے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے معلوم ہوا کہ یہ پانی پت ہے، یہ سن کر بہت ہی حیران ہوئے وہ شب باہر بسر کرکے صبح پھر راہی ہوئے۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ راہ گم کرگئے دیکھا کہ ایک خشک درخت پر ایک شخص کلاہ سر پر رکھے بیٹھا ہے، اُنھوں نے اُس سے راستہ دریافت کیا اُس نے کہا کہ اے گمراہ اصلی راستہ دروازہ شیخ جلال الدین ہے گم کرکے آیا ہے اگر یقین نہیں تو دو شخص اور آتے ہیں اُن سے پوچھ لے، جب یہ چند قدم اور آگے بڑھے دیکھا کہ دو شخص بشکل مشائخ آتے ہیں اُن کے نزدیک پہنچکر راستہ دریافت کیا اُنھوں نے بھی کہا تو دروازہ شیخ جلال الدین سے راہ گم کرکے آتا ہے، تیرا راستہ دروازہ شیخ پر ہے، اب تو ان کو یقین ہوا کہ یہ ہدایت غیبی ہے، پس باعتقاد تمام وہاں سے واپس ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر وہ اپنی کلاہ مزار خواجہ شمس الدین سے مس کرکے میرے سر پر رکھیں اور حلوا دیں تو کیا خوب ہو، جب یہ قریب خانقاہ کے پہنچے اُن کے آنیکا حال نور باطن سے معلوم کرکے روضۂ پیر مرشد میں تشریف لے گئے، خانقاہ پر اُن کو معلوم ہوا کہ شیخ روضۂ خواجہ شمس الدین میں ہیں یہ بھی نہایت اشتیاق سے وہاں پہنچے اور اندر روضہ کے جاکر شیخ کی قدمبوسی کی، شیخ نے اپنی کلاہ روضۂ شیخ سے مس کرکے اُن کے سر پر رکھی اُسی وقت برائے نیاز ایک صحن حلوا لایا شیخ نے فاتحہ دیکر اُن کو اور دیگر حاضرین کو تقسیم فرمایا۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ کل حلوا انکے حوالے فرماکر کہا کہ یہ تمہاری آرزو تھی یہ حلوا لیکر خوش ہوئے اور تین بار دونوں نے حق حق حق کہا اور شیخ نے ان کو مرید فرمایا بعدہ جب کار تکمیل پہنچا خرقہ خلافت

عطا فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہزاروں خلفائے نامدار توجہ حضرت سے مقتدائے روزگار اور مرتبۂ ولایت کے پہنچے، کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں یہ سلسلہ نہ ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب شیخ احمد عبدالحق دوبارہ آئے ہیں تو شیخ اُن کے شوق میں در خانقاہ پر استادہ تھے، اور صاحب اقتباس الانوار حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرّہٗ نقل کرتے ہیں کہ جب شیخ احمد عبدالحق آئے اور مُرید ہوئے تو خدمت شیخ میں رہنے لگے مگر ان کے دل میں بوجہ اسباب معیشت کے تنفر تھا کس واسطے کہ اُن کو تجرید سے اُلفت تھی۔ ایک روز کسی مرید شیخ کے ہاں دعوت ہوئی۔ اس میں شیخ اور شیخ عبدالحق اور دیگر حضرات موجود تھے۔ دانستہ برائے مصلحت کوئی نشہ کی بھی چیز موجود کی گئی تھی وہ دیکھکر اُن کو نفرت ہوئی اور چلے گئے تھے، بار دیگر پھر آکر مُرید ہوئے، شیخ اپنی نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ ایک روز خادم کو حکم دیا کہ آج ہر قسم کا کھانا اور کوئی نشہ کی چیز بھی ہو۔ جب دسترخوان آراستہ ہوا چند اور بھی یار حاضر تھے شیخ احمد عبدالحق کو بھی طلب کیا اور اُن کی طرف دیکھکر فرمایا کہ بابا عبدالحق جس برتن کو حق سے جُدا جانے اور دور سمجھے اُس میں ہاتھ نہ ڈالنا یہ سُنتے ہی اُنہوں نے جو شیخ کی طرف دیکھا انوار تجلیات اللہ نور السمٰوٰت والارض کا مشاہدہ ہوا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ رونما ہوا۔ نہایت تجلیات ظہور حق سے متحیر اور بیخود ہو کر زار زار روئے اور ایک مدت تک ایک گوشہ میں محو جمال حق میں پڑے رہے۔ ایک روز حضرت شیخ نے کمال مہربانی سے ان کے پاس جاکر فرمایا کہ بابا عبدالحق ہوشیار ہو کچھ کھاؤ، آپنے یہ سُن کر سر استغراق سے اُٹھاکر عرض کیا کہ یا شیخ میں نہیں جانتا کیا کھاؤں کیا کروں کس لئے کھانے کی خواہش کروں کس سے پرہیز کروں اور پاک ناپاک میں کیونکر فرق کروں کسی بزرگ کا قول کیا خوب ہے ؎ غیر تش در جہان نگذاشت ؛ لاجرم عین جملہ اشیا شد ؛ سبحان اللہ وہ مقامات کہ جو بزرگوں کو بعد تکمیل کے حاصل ہوتے ہیں اُن کو اوائل میں حاصل ہوئے۔ العرض جب شیخ نے بہت فرمایا تو عرض کیا کہ سانویں کی روٹی بہتر ہے۔ مریدی سے پہلے بھی حضرت سانویں کی روٹی سے افطار فرمایا کرتے تھے۔ شیخ نے خادموں کو حکم دیا کہ سانویں کی روٹی لاؤ، اُنہوں نے بموجب حکم اُس کے چاول کی روٹی تیار کرکے حاضر کی، آپنے دیکھکر فرمایا کہ یہ سانویں کی روٹی نہیں ہے بلکہ چاولوں کی روٹی ہے شیخ نے فرمایا کہ بابا اللہ پاک ہے پاک پاک کو عنایت فرماتا ہے۔ آخر تک پاک رہے۔ پس بعد ان ہدایات کے شکوک رفع ہوئے، اور ثابت قدمی سے اپنے کار میں مشغول ہوئے۔ بعد ترتیب کے خواجگان چشت کا طریقہ ہے کہ مرید صادق کو اپنے سے جُدا کرکے سفر کراتے ہیں۔ پس بموجب اجازت شیخ کے سفر اختیار کیا ایک

شب آپ کا گذر ایک شہر میں ہوا اور مسجد جامع میں ٹھہرے، بعد نماز عشاء کے دیکھا کہ تمام خلق شہر کی مسجد میں آکر اذانیں کہنے لگے۔ آپ نے پوچھا کہ اذانیں کیوں کہتے ہو، ان لوگوں نے کہا کہ اس شہر پر بلا نازل ہوئی ہے اُس کے دفع کرنے کو اذانیں کہتے ہیں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ تم بھی درویش ہو اذان کہو، آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ اللہ کی طرف سے بلا نازل ہو اور میں اس کے دفع کی کوشش کروں، حق کی طرف سے جو ہے وہ رحمت ہے اور زار زار روتے ہوئے اسی وقت وہاں سے اُٹھ کر راہی ہوئے، آخر قصبہ سنام میں پہنچ کر ایک ضعیفہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے، اور ریاضت میں مشغول ہوئے۔ وہ بی بی بھی اس قدر ریاضت کرتی تھی کہ حضرت اُس سے سبقت نہ لے جاتے تھے نام اس ضعیفہ کا فاطمہ تھا اور سنام میں ایک مجذوب تھے اُن سے حضرت کو کمال محبت ہو گئی تھی، اُن کے واسطے کھانا لیکر جاتے وہ فرماتے کہ یہ رحمت حق ہے اور کھالیتے۔ ایک روز اس ضعیفہ نے خواب میں دیکھا کہ حوض میں سے مچھلیاں ماری جاتی ہیں، اور صبح حضرت سے بیان کیا اور تعبیر چاہی۔ آپ نے فرمایا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ تیرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سنام خراب ہو اور میرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ دہلی خراب ہو۔ چنانچہ اسی عرصہ میں حضرت امیر تیمور صاحبقران وارد ہندوستان ہوئے۔ آپ نے اس مجذوب سے کہا کہ اب کیا رائے ہے، اُس نے کہا کہ میں بھی یہاں سے جاتا ہوں تم بھی چلے جاؤ۔ چنانچہ بعد آنے آپکے سنام تاراج ہوا۔ جب آپ پانی پت میں آئے دیکھا کہ شیخ بھی تیاری سفر کی کر رہے ہیں۔ اُن کو دیکھتے ہی ایک طباق چاولوں کا مرحمت فرما کر کہا کہ یہاں رہنا بہتر نہیں۔ شیخ تو کوہستان شمالی کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت طرف بدایوں کے آئے چندے قیام فرما کر عازم بنگالہ ہوئے۔ بمقام پنڈوہ شیخ علاؤالدین بنگالی سے ملے۔ وہاں سے چلکر بہار شریف میں آئے وہاں دو مجذوبوں سے ملے، اُنہوں نے آپکے حق میں دعائیں کیں۔ وہاں سے چلکر ایک قبرستان میں رہے عجائبات دیکھے۔ اہل قبور کی کرامات معائنہ فرمائیں، آخر ایک اہل خیر کی نصیحت سے وطن میں آکر مسند ہدایت پر متمکن ہو کر ترتیب مریدوں میں مشغول ہوئے، اور اہل برادری نے نکاح کرایا۔ پہلے آپکے ہاں شیخ عزیز پیدا ہوئے اُنہوں نے پیدا ہوتے ہی حق کہا کہ تمام اہل خانہ نے سُنا اسی طرح ان سے خوارق ظاہر ہوتے۔ ایک دن غل مچا آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا غل ہے۔ لوگوں نے کہا کہ چناں و چنیں خوارق صاحبزادہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ نے گھر جا کر فرمایا کہ میرے گھر میں ایسا غل نہ چاہیئے اور گھر سے نکلکر گور غریباں میں آئے، اور فرمایا کہ اس جگہ قبر عزیز کی ہے، اسی وقت وہ فوت ہوئے۔ بعدہ دوسرے صاحبزادہ تولد ہوئے اُنہوں نے بھی حق کہا اور

خوارق ظاہر ہوئے آپنے اُن کے واسطے بھی دعا کی وہ بھی فوت ہوئے۔ آخر جب شیخ عارف پسر سوم تولد ہوئے وہ زندہ رہے اور عارف کامل اور صاحب سلسلہ ہوئے۔ اس سلسلہ کو احمدیہ چشتیہ کہتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت دیوار حجرہ پر تشریف فرما تھے کہ شیخ جمال گوجرہ گھوڑی پر سوار جاتے تھے۔ حضرت کو دیوار پر بیٹھے دیکھکر کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ یہ دیوار ہلنے لگے اور چلنے لگے، آپنے فرمایا کہ کیا مشکل ہے اُسی وقت حرکت میں آئی، آپنے فرمایا بھائی جمال تمھاری گھوڑی کیسی چلتی ہے اُنھوں نے ہر چند کوڑے مارے اُس نے قدم بھی نہ ہلایا، اُس وقت شیخ جمال شرمندہ ہوے اور عذر چاہا۔ الغرض ردولی میں آپکے دو حجرے تھے، جمالی نیچے اور جلالی بالائے بام تھا۔ ایک بار پیادہ حاکم ردولی کے خانقاہ حضرت سے ایک چارپائی اُٹھالے گئے خدام نے عرض کیا، آپنے فرمایا صبر کرو، تھوڑی دیر بعد سنا کہ وہ حاکم مرگیا۔ ایک بار حضرت معہ چند یاران مسافر تھے ایک جنگل میں پہنچے وہاں ایک درخت نہایت شاداب سرسبز تھا نیچے اُس کے صاف زمین تھی آپ وہاں ٹھیر کر مشغول ہوئے، یہاں تک کہ روح نے پرواز کی خالی جسد رہ گیا۔ ہمراہی یہ حال دیکھکر زاری میں آئے اور بہت لوگ جمع ہوگئے۔ جب بہت شور وغل مچا آپنے چشم وا کی اور فرمایا کہ میرا ارادہ اسی جگہ رہنے کا تھا مگر تمھاری شورش سے پھر واپس آنا پڑا۔ یہ فرماکر ردولی شریف کو واپس آئے۔ وفات حضرت کی پندرہ جمادی الثانی ۸۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار ردولی شریف میں حاجت روائے خلق ہے خلیفہ اول تو حضرت شیخ عارف، دوسرے شیخ مخلص، تیسرے شیخ بختیار و شیخ شمس الدین و شیخ بہرام کہ یہ حضرات بھی کامل وقت گذرے ہیں اور نہایت پیر پرست تھے۔

ذکر حضرت شیخ قوام الدین سارنگ چشتی سہروردی قدس سرہٗ

یہ حضرت پہلے امرائے اہل ہنود سے تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو ان کی ہمشیرہ سے سلطان محمود بن فیروز شاہ نے نکاح کیا، یہ امرائے شاہی میں معزز ہوئے اور اپنے نام پر سارنگ پور آباد کیا کہ دکن میں مشہور شہر ہے اکثر بادشاہ مخدوم جلال الدین اوچی اور شیخ راجن قتال کی خدمت میں کھانا انہی کے ہمراہ کرکے بھیجا کرتا تھا۔ ایک روز شیخ راجن قتال نے کہا کہ سارنگ اگر تو پانچوں وقت نماز پڑھا کرے تو میں دلش شیخ جلال کا تجھکو دیا کروں۔ اُنھوں نے قبول کیا، اور اس تبرک سے مشرف ہوئے پھر فرمایا کہ اگر تو نماز چاشت اور اشراق اپنے اوپر لازم کرے تو میرا اور تو دونوں ایک برتن میں کھادیں اُنھوں نے قبول کیا اور تینوں صاحبوں نے

ایک جگہ کھانا کھایا، اُسی وقت نور باطن اُن کا منور ہوا۔ بعدہ شیخ قوام الدین خلیفہ شیخ نصیر الدین اغدلی کے مربد ہوئے۔ شیخ نے اُن کو اشغال پیران چشت میں مشغول کیا۔ بعد چند روز کے سلطان محمد نے قضا کی انہوں نے تمام مال و منال جائداد ترک کرکے اپنی اہلیہ وغیرہ کو ہمراہ لیکر پا پیادہ راہی طرف حرمین شریفین ہوئے۔ یہ کبھی کیوں پیروں چلے تھے، پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ ناچار قافلہ سے جدا ہو کر رہ گئے تیسرے روز فرمایا کہ تم لوگ تین قدم مجھ سے پیچھے آنکھیں بند کرکے آؤ انہوں نے ایسا ہی کیا، جب چشم کھولی اپنے کو قریب قافلہ کے پایا۔ اسی طرح زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر پھر ہندوستان میں آکر شیخ یوسف بدھ کی خدمت میں رہے اور اُن سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا اور کبھی کبھی لکھنؤ میں آکر زیارت پیر روشن ضمیر شیخ قوام الدین سے بھی مشرف ہوتے تھے، مگر وقت وفات پیر کی موجود نہ تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ سارنگ اس وقت موجود نہیں ہے ورنہ میں اپنا خرقہ اُس کو دیتا اور لباس اپنا حاضرین کے سپرد کیا کہ شیخ سارنگ کی امانت ہے۔ چنانچہ بعد انتقال شیخ کے جب لکھنؤ پہنچے، امانت پیر سے مشرف ہوئے اور لکھا ہے کہ شیخ راجن قتال نے بھی تبرکات اپنے پیروں کے شیخ سارنگ کے پاس بھیجدئے تھے۔ وفات شیخ سارنگ کی ۸۴۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہٗ

حضرت شاگرد قاضی عبد المقتدر کے اور خلیفہ مولانا محمد خواجگی کے تھے، اور سید میر اشرف علی سمنانی سے بھی استفادہ تھا، آپ بڑے فاضل اور باکمال تھے۔ چنانچہ شرح کافیہ اور کتاب الارشاد کہ علم نحو میں ہے اور علم بلاغت میں بدیع البیان لاثانی ہے اور بحر مواج تفسیر قرآن فارسی و تقسیم صنایع آپ کی تصنیفات سے موجود ہیں اور شعر بھی خوب فرماتے تھے، اور اہلبیت کی شان میں آپکا ایک رسالہ مناقب السادات ہے۔ وفات حضرت کی ۸۴۹ھ میں ہوئی۔ ایک قطعہ آپکا تبرکاً درج ہے۔

این نفس خاکسار کہ آتش سزائے اوست | برباد گشت لائق بے آب کردن است
شخصے چناں فرست کہ پا بر سرم نہد | ریزد ہمہ منی و تکبر کہ در من است

ذکر حضرت میر سید اللہ نبیرہ سید محمود گیسودراز قدس سرہٗ

حضرت نے عالم خوردی میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔

یعنی جد آپ کے وضو فرما رہے تھے، اور عمامہ زانو پر تھا، آپ نے اُٹھا کر اُس کو اپنے سر پر رکھا، سید صاحب نے فرمایا کہ یہ خلعت تجھکو مبارک ہو، الحمدللہ کہ امانت اپنے اہل کو پہنچی، اُس روز سید صاحب جس کو مرید فرماتے نیابت سید یداللہ کہتے - ایک بار آپ ایک لڑکی ناکتخدا پر عاشق ہوئے، آخر اُس سے نکاح کیا - جب جلوہ میں بیٹھے اُس کے جمال کو دیکھکر شوق پیدا ہوا، ایک آہ سرد بھر کر جان عزیز کو معشوق حقیقی کے سپرد کیا - بعدہٗ اُس دلہن نے اُسی محفل مستورات میں اُن کو گود میں لیا اور فوت ہوئیں - آخر دونوں عاشق و معشوق کو ایک قبر میں رکھا، وفات حضرت کی سنہ ۸۴۹ھ میں ہوئی -

ذکر حضرت شیخ نورالدین قطب عالم بنگالی قدس سرہٗ

آپ فرزند دلبند و خلیفہ ارجمند علاؤ الدین علاؤ الحق بنگالی کے تھے - صاحب عشق اور مشاہیر اولیائے ہند سے ہوئے ہیں - آپ کی کرامات مشہور ہیں، خدمات مرشد بجا لاکر قطب عالم سے مخاطب ہوئے - حضرت شیخ علاؤ الدین نے تمام خدمات خانقاہ آپ ہی کے سپرد کیں تھیں اتفاقاً ایک درویش کے شکم میں درد ہوا حاجت پاخانہ کی ہوئی، جب آپ اُس کو اُٹھانے لگے اُس کا دست نکل گیا، آپ کے تمام کپڑے خراب ہوئے، یہ حال اُن کا شیخ علاؤ الدین دیکھکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ خدمت تو نے خوب ادا کی اب دوسری خدمت میں مشغول ہو - چنانچہ کار فقر کو بانتہا پہنچایا - رفیق العارفین میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ برائے لنگر خانقاہ لکڑیوں کا بوجھ سر پر لئے چلے آتے تھے، آپ کے برادر کلاں شیخ اعظم خاں کہ وزیر سلاطین تھے مل گئے، دیکھکر فرمانے لگے نورالدین کب تک لکڑیاں ڈھوئیگا، باپ کے پاس رہ کر دیکھ لیا کہ لکڑیاں ڈھوتا ہے، میرے پاس آ کہ میں تجھکو دولت و جاہ سے مستغنی کردوں یہ سُن کر جواب دیا کہ بندہ کو آپ کی دولت و حشمت کہ فانی ہے کچھ حاجت نہیں - ہیزم کشی خانقاہ بہتر منصب وزارت تیرے لئے ہے وفات حضرت کی سنہ ۸۵۱ھ میں ہوئی، مزار شریف پنڈادہ میں ہے، اور شیخ رفعت الدین اور شیخ انور دو صاحبزادے تھے بعد وفات حضرت کے صاحب سجادہ ہوئے -

ذکر حضرت شیخ علاؤ الدین قریشی قدس سرہٗ

خلیفہ سید محمد گیسو دراز کہ علاؤ الدین قریشی گوالیاری مشہور ہیں - صاحب جامع علوم ظاہری و باطنی تھے ہمیشہ گوشۂ تنہائی میں یاد معبود کیا کرتے، بلکہ خادم کو حکم تھا کہ کوئی اندر میرے پاس نہ آوے - وفات حضرت کی سنہ ۸۵۲ھ میں ہوئی -

ذکر حضرت شیخ کبیر چشتی قدس سرہٗ

آپ اولاد شیخ فرید بن عبدالعزیز بن حمید الدین صوفی ناگوری میں تھے نہایت بزرگ اور صاحب مقامات تھے شرح ضوء مصباح آپ کی تصنیف ہے، ناگور سے ہجرت کرکے گجرات میں قیام پذیر ہوئے، اور وہیں ۸۹۸ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہٗ

مرید و خلیفہ و شاگرد شیخ عبدالمقتدر کے اور اُن کے پوتے بھی تھے۔ فاضل اور مشائخ وقت گذرے ہیں۔ مکارم اخلاق سے نقل ہے کہ شیخ ابوالفتح جونپوری چودہ مہینہ شکم مادر میں رہے، آپکے جد نہایت فکرمند تھے۔ ایک روز شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ قاضی کے گھر ہوتا ہوگا۔ اُس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اُسی روز ۱۴ محرم ۷۷۲ھ میں حضرت تولد ہوئے، اسی وقت شیخ جمال الدین مرید شیخ عثمان سیاح اُن کے گھر آئے، اور آپ کو دیکھکر فرمایا کہ یہ ابوالفتح ہے، قاضی اس بچہ سے تیرا گھر پُرنور ہوگا۔ آخرالعمر شیخ عبدالمی والد شیخ ابوالفتح نے اپنے والد کی حیات میں قضا کی، اور آپنے اپنے دادا سے تربیت پائی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعد انتقال قاضی عبدالمقتدر کے مسند خلافت چشتیہ پر متمکن ہوئے۔ آمد امیر تیمور میں جونپور تشریف لائے اور زیر سایہ دیوار ایام گذاری کی۔ بعض وقات بھوک سے بدن میں لرزہ آجاتا تھا۔ ایک روز ایک سوداگر مرید قاضی عبدالمقتدر کا آیا آپ کی یہ صورت دیکھکر کہنے لگا کہ ایک مکان قریب مسجد نہایت عمدہ ہے خرید لیجئے اگر روپیہ نہ ہو تو میرے پاس موجود ہے اور تھیلی آپکے آگے رکھدی، آپنے اُس روپیہ سے وہ مکان خریدا اور بتدریج خانقاہ تیار کرائی۔ پھر یہ سوداگر آیا، اور کیفیت خانقاہ کی دیکھکر دل میں خطرہ لایا کہ شیخ کے پاس بہت مال ہے جو ایسا مکان بنایا۔ آپنے اس کے خطرہ کو معلوم کرکے فرمایا کہ میرے پاس بہت مال ہے ایک حجرہ زر اور ایک نقرہ سے پُر ہے اگر چور کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، جو چاہتا ہوں خرچ کرتا ہوں، دوسروں کے مال کو چور لیتے ہیں، یہ سمجھا کہ یہ بددعا میرے مال کے واسطے ہے۔ شیخ نے پھر آگاہ ہوکر فرمایا کہ مجھکو کچھ اختیار نہیں جو کہوا تا ہے میں کہتا ہوں بس اُن ہی دنوں میں اس سوداگر کے ہاں چوری ہوئی۔ ایک بار آپکے گھر میں ہُن برسی تھی اور شیخ محمد آنکش دریابادی اور شیخ فخرالدین جھنوری یہ دو صاحب آپکے خلیفہ تھے۔ وفات حضرت کی بروز جمعہ ۱۳ ربیع الاول ۸۵۹ھ میں ہوئی مزار جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عارف قدس سرہٗ فرزند شیخ احمد عبدالحق ردولوی

حضرت نے بعد انتقال پدر کے سجادہ شیخت پر بیٹھکر ہزاروں طالبان حق کو حق رسیدہ کیا حضرت بندگی شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ خلق کی یہ کیفیت تھی کہ ہر ملنے والا یہ جانتا تھا کہ مجھ سے زیادہ محبت دوسرے سے نہیں فرماتے مینے اپنی عمر میں کسی سے یہ نہیں سُنا کہ مُجھ سے شیخ محبت نہیں کرتے تھے۔ وجود عالم کثرت نظر اقدس سے اُٹھ گیا تھا، مستغرق جمال و حدیث میں تھے اس وجہ سے صلح کل تھے۔ جب آپ کو پڑھنے بٹھایا حضرت کے والد نے معلم سے فرمایا کہ اپنے علم سے اس کو کچھ مت سکھا کہ علم حجاب اکبر ہے میں اس کو اپنا علم سکھاؤں گا تمہارے پاس فقط ادب سیکھنے کے واسطے بٹھایا ہے کہ نشست برخاست کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ جب آپ کسی قدر سیانے ہوئے ایک روز آپکے والد نے اپنے اہل خانہ سے کہا کہ فقیر نے بدرگاہ حق بہت گستاخی کی ہے چند مرتبہ فرستادہ حق مجھکو لینے آئے مینے ہر بار یہی جواب دیا کہ جب تک کار خیر اپنے فرزند سے فارغ نہیں ہوتا نہیں آتا اے مادر لکھوری ہوشیار ہو اور شادی کا بندوبست کر۔ شیخ عارف کو بچپن میں لکھوری کہتے تھے۔ ایک روز شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ نے شیخ نورالدین سے جو خلیفہ سید موسیٰ کے تھے اور آپکے محب و معتقد تھے کہا سید اپنی لڑکی کا عقد لکھوری سے کردو انہوں نے اسی وقت قبول کیا۔ آپنے مریدوں و دولہا کو ہمراہ لیکر مکان شیخ نورالدین کا قصد کیا، اس دوران میں ور شرفائے قصبہ بھی آگئے۔ جب شیخ نورالدین مکان پر جا بیٹھے اور یہ خبر قاضی شمس الدین کو ہوئی اُنہوں نے آکر سید سے کہا کہ ہم کو فقیروں سے کیا نسبت اور ایسا فقیر کہ ایک کلمہ میں آتش ایک کلمہ میں پانی رکھتا ہے، آپنے نور باطن سے معلوم فرمایا کہ یہ سید کو منع کرتا ہے۔ نظر غضب سے اُس کی طرف دیکھا معاً خون اُس کے شکم سے جاری ہوا۔ آخر وہ بمنت پیش آیا آپنے مہلت دی اور نکاح کے واسطے چھ ماہ کی مہلت دی، بعدہ حضرت خانقاہ کو واپس آئے، آخر بعد چھ ماہ کے نکاح ہوا اور قاضی کے شکم سے پھر خون جاری ہوا اُس کی صحت کے واسطے لوگوں نے پھر عرض کیا آپنے فرمایا کہ تیر نشانہ پر پہنچ چکا ہے اب چارہ نہیں آخر قاضی نے قضا کی اور حضرت شیخ عارف کے ہاں شیخ محمد پیدا ہوئے اور دو دختر ایک سید شریفی کہ وہ ایک سید سے بیاہی گئیں دوسری ام کلثوم کہ باشارۂ روحانیت شیخ عبدالحق بندگی شیخ عبدالقدوس سے بیاہی گئیں۔ حضرت شیخ عارف نے بعد کمال ریاضت اور مجاہدہ کے بدست حق پرست والد اپنے سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور وفات بعمر چالیس سال ۸۵۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ابو الفتح علائی قریشی کالپوری قدس سرہ

مرید سید یداللہ اور تربیت یافتہ سید محمد گیسو دراز کے تھے

جب یہ پہلے روز خدمت سید صاحب میں پہنچے انہوں نے پوچھا کہ اے طالب اگر پہلے اس سے کہیں عاشق ہوا ہے تو کہدے، انہوں نے کہا کہ میں تو عشق سیکھنے کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میں عشق کو کیا جانوں کہ کیا چیز ہے، سید صاحب نے فرمایا کہ اس کے اظہار سے امتحان اور معلوم کرنا تیرے مشرب کا ہے واقعی کہدے اور پردہ نہ کر انہوں نے عرض کیا کہ ایک بار مجھکو ایک ہندنی کے دیکھنے کا شوق ہوا، جب کوئی صورت دیکھنے دیدار اس کے کی نہ نکلی آخر زنار گلے میں ڈالکر بت خانہ میں جا بیٹھا جہاں وہ بیجابانہ آتی تھی، یہ سنتے ہی سید صاحب نے اس کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ تو باب عشق میں عجب عالی ہمت ہے ایسا عالی ہمت کہاں پاؤں گا کہ اس کو طریقہ عشق خدا سکھاؤں یہ کام عالی ہمتوں کا ہے، عزیزوں کو ایمان کیا چیز ہے جو تو نے راہ محبت میں صرف کیا۔ اب آ کہ تجھے عشق حقیقی تعلیم کروں اور اس کو بیعت کیا اور حجرہ باصاحب میں کہ اندر روضہ حضرت خواجہ قطب الدین کے ہے عبادت حق میں مشغول کیا تھوڑے دنوں میں مکمل ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ مینا چشتی صاحب ولایت لکھنؤ

یہ حضرت خلیفہ شیخ قوام الدین خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے۔

اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ شیخ مینا ولی مادر زاد تھے، جب یہ پانچ برس کے ہوئے ان کو پڑھنے بٹھایا استاد نے کہا الف کہو آپ نے کہا الف پھر استاد نے کہا ب کہو آپ نے فرمایا کہ میں نے الف پڑھ لیا اب (ب) کی کچھ حاجت نہیں میری محبت صرف الف الٰہی سے ہے اور کئی معنی الف کے بیان فرمائے آپ ہمیشہ مجرد رہے دنیا اور اہل دنیا سے متنفر اور ریاضت شاقہ کرتے تھے، یعنی دیوار پر بیٹھکر عبادت فرماتے، جب نیند غلبہ کرتی دیوار پر سے گر کر ہوشیار ہوکر پھر عبادت میں مشغول ہوتے اور اپنے پہلو میں کانٹے رکھتے تھے کہ ان کی اذیت سے نیند نہ آئے اور موسم سرما میں کپڑے تر کرکے صحن خانقاہ میں بیٹھکر عبادت کرتے۔ وجہ تسمیہ ان کے نام کی یوں بیان کرتے ہیں کہ شیخ قوام الدین کے پسر نظام الدین محمد مینا نے ایام جوانی میں سلطان محمد بن فیروز شاہ کی نوکری کرکے مرتبہ اعلیٰ پہنچے اس وجہ سے کہ شیخ ان سے ناخوش تھے۔ شیخ نظام الدین نے بعد اس کے نہایت کوشش کی مگر شیخ ان سے خوش نہ ہوئے ایک بار یہ گھوڑے پر سوار خانقاہ میں گھس آئے، شیخ نے دیکھکر فرمایا کہ مجھ فقیر کے گھر بیباکی سے سوار ہوکر آیا اے نا برخوردار تجھکو شرم نہ آئی، یہ سن کر انہوں نے گھوڑے کی باگ پھیری کہ گھوڑے کا قدم بگڑا اور یہ گھوڑے سے گر کر فوت ہوئے شیخ نے اپنے مرید قطب الدین سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھکو خدا فرزندے اور وہ موسوم باسم شیخ محمد مینا ہو بجائے فرزند متوفی حکم نعم البدل رکھتا ہو آخر دعائے حضرت

آپ پیدا ہوئے، اور شیخ کی موردِ عنایات میں پرورش پاکر بعد تکمیل ترتیب صاحب سجادہ ہوکر لکھنؤ کے شاہ ولایت ہوئے۔ وفات حضرت کی سنہ ۸۰۰ھ میں ہوئی، مزار شریف لکھنؤ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ شمس الدین طاہر قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نورالدین قطب عالم کے تھے اور روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے بہت کچھ فیضان حاصل کیا، اور بوجہ محبت مزار حضرت خواجہ کے اجمیر شریف میں رہے اور بعمر ایک سو پچاس برس بمقام اجمیر سنہ ۸۸۱ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شاہ جلال الدین گجراتی

آپ خلیفہ شیخ پیارا کے تھے۔ صاحب تصرفات ظاہری و باطنی عالی مرتبہ اصل گجرات کے باشندے تھے پھر بنگالہ میں رہے اور نہایت عالیشان خانقاہ بناکر اُس میں ایک تخت شاہی بنایا اُس پر بیٹھکر اجلاس فرماتے تھے، اور مریدوں اور معتقدوں پر احکامات جاری فرمایا کرتے تھے۔ آخر کسی روسیاہ حاسد نے یہ خبر بادشاہ وقت کو دی اور بہت کچھ شکایتیں کیں، یہ سُن کر شاہ کو کمال تردد ہوا اور فوج واسطے قتل شیخ اور اُن کے معتقدوں کے روانہ کی۔ جب وہ فوج خانقاہ میں آئی اور آپکے مریدوں کو قتل کرنا شروع کیا شیخ نے فرمایا قہار یا قہار جب تلوار شیخ کے سر پر بلند کی آپنے فرمایا یا رحمان یا رحمان یا رحمان اسی کلمہ پر سرتن سے قلم ہوا اور زمین پر گر کر تین بار اللہ کہا اور چپ ہوئے۔ یہ واقعہ سنہ ۸۸۱ھ میں ہوا۔

ذکر حضرت شاہ کاکو قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ نورالدین قطب عالم کے تھے، اور اولاد سے بابا صاحب کی تھے، اور شیخ پیر محمد لاہوری سے بھی فیضان حاصل تھا اور بعد تکمیل و عطائے خرقۂ خلافت خطۂ لاہور میں مقرر ہوئے اور آپسے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں اور ہزاروں کو خدارسیدہ کیا، وفات حضرت کی سنہ ۸۵۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین بانکپوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نورالدین قطب عالم کے تھے علوم شریعت وطریقت میں یگانہ روزگار تھے۔ رفیق العارفین آپکا ملفوظات ہے جو آپکے مریدنے جمع فرمایا۔ مرقوم ہے حضرت فرماتے ہیں کہ بعد عطائے خرقۂ خلافت سات برس مینے فاقہ کشی کی۔ ایک روز میرا پسر گریہ کناں میرے روبرو آیا، بوجہ فاقہ کے اُس کا حال تنگ تھا، میری زبان سے یہ مصرع نکلا ع اے عباجو تم ہی بچومنی رازبس

اُسی وقت ایک شخص کھانا لایا اور چالیس؟ من ماش بھیجے، پہلے اس سے اُس نے کبھی کچھ نہیں بھیجا تھا۔ اُس پر مینے اپنے کو بہت نفریں کیا کہ کیوں یہ کلمہ کہا اور جو کچھ کہ مینے پڑھا تھا قدموسی شیخ سے مشرف ہوتے ہی سب بھول گیا۔ میرے والد ابتدا میں مجھ سے ناخوش ہوگئے تھے کہ تونے کسب علم کیوں ترک کیا۔ جب یہ بات شیخ نے سُنی فرمایا کہ درویش چاہتے ہیں کہ سر اپنی تیغ کے نیچے رکھیں، علمار چاہتے ہیں کہ اپنی تیغ کے نیچے رکھیں۔ پس مرد وہ ہے کہ دونو کار کرے! اُس روز سے مجھکو پڑھا ہوا پھر یاد آگیا، اور جذبہ کی صورت تھی کہ اللہ کہنا ممکن نہ تھا، اگر کہتا تھا نہایت بیتاب ہوجاتا تھا، لوگ مجھ پر دیوانگی کا گمان رکھتے تھے، جب واسطے زیارت شیخ کے وطن سے نکلا ہر شب خواب میں فرماتے تھے کہ میں تیرے پاس ہوں تومت گھبرا، ایک بار میں کشتی میں سوار ہوا، دیکھا کہ ایک درویش میرے پاس ہے جب کشتی کنارہ پر پہنچی وہ درویش غائب ہوگیا۔ جب خدمت شیخ میں حاضر ہوا شیخ کو اُسی لباس سے پایا جیسا کہ اُس درویش کا تھا۔ وفات حضرت کی ۸۰۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید علم الحق والدین قدس سرہ

آپ خلیفہ حضرت خواجہ سراج الدین کے تھے علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار اور مشائخ وقت، خورد سالی سے آپ کو صحبت فقرا سے شوق تھا۔ اول اول نہایت ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں مشغول رہے ہیں۔ سترہ برس جنگلوں میں رہے، آبادی میں قدم نہیں رکھا، بعدہ اکثر کاملین سے ملاقاتیں کیں، ایک روز ایک مجذوب آپ کی خدمت میں آیا اور اپنی صحبت کے واسطے دعا چاہی اُس کا بُرا حال دیکھکر آپ کو رحم آیا ایک مرید کی طرف اشارہ کیا، آپکے وضو کی کیچڑ اُٹھاکر اس کے بدن سے ملی، جس وقت وہ کیچڑ خشک ہوگئی اُس کو فرمایا کہ اس کو بدن سے مل کر جدا کر جب اُس نے اُس کو اُتارنا شروع کیا اُس کے ساتھ جلد بھی اُترنے لگی اور نیچے سے اچھی جلد برآمد ہونے لگی، مگر کچھ زخم باقی تھے آپنے بچا ہوا پانی وضو کا بدہنی سے اُسکو مرحمت کیا کہ اس کو زخموں پر لگا، معاً لگانے کے وہ زخم بھی اچھے ہوگئے۔ حضرت کو روحانیت بابا صاحب سے نہایت الفت تھی اور فیضان بھی حاصل کئے تھے۔ بمقام پیران پٹن ۲۶ صفر کو انتقال کیا، سن نہیں ملا۔

ذکر حضرت شیخ محمود راجن قدس اللہ سرہ العزیز

آپ خلیفہ سید علم الحق کے تھے، کہتے ہیں کہ موافق ہدایت حضرت خواجہ بزرگ آپنے سید علم الحق سے بیعت کی۔ بعدہ پاپیادہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوکر مصر میں بعض اولیاء اللہ سے

ملے، وہاں سے شام آئے، بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور روحانیت حضرات خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی سے فیضان حاصل کیا، وہاں سے روم گئے، پھر وہاں سے آکر زیارت مزار غوث پاک سے شرف حاصل کیا وہاں سے فارس میں آئے، وہاں سے مشہد مقدس اور بخارا ہوتے ہوئے قندھار میں آئے چندے قیام فرمایا، وہاں سے پیران پٹن میں آکر چندے مقیم رہے اور ۲۶ ربیع الاول کو وفات ہوئی۔

حضرت شیخ جمال الدین عرف جمن قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ محمود راجن کے تھے حافظ کلام ربانی اور تفسیر آپ کو حفظ تھی نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے تھے، آپ کو افطار کم تھا، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے، اور خورد سالی سے دو رکعت نماز برائے صحت ایمان کبھی ناغہ نہ ہوئی اور ہمیشہ ایک ہزار نفل ادا کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ترک تجرید کے ساتھ بسر فرماتے۔ دنیا واہل دنیا سے متنفر رہتے تھے، ایک روز آپ مسجد میں مشغول تھے، ناگاہ ایک شخص کو ضرورت غسل کی تھی وہ بہت رات سے آگیا اُس نے دیکھا کہ دست و پا آپکے جدا جدا پڑے ہیں وہ سمجھا کہ کوئی مار گیا، وہاں سے بھاگ کر اپنے گھر آیا صبح جب نماز کو آیا آپ کو صحیح پایا اور دن سے اُس نے بیان کیا ایک دوسرے کو خبر ہوئی اب خلقت کا اژدہام ہونا شروع ہوا آپ کو یہ بات ناگوار گذری فرمایا جس مونھ سے میرا راز جس نے فاش کیا وہ گونگا نہ ہوگیا وہ شخص اسی وقت گونگا ہوگیا اور چند مدت تک گونگا رہا۔ آخر حضرت کی خدمت میں آکر اپنی حرکت سے توبہ کی، آپ نے ازراہ مرحمت اُس کو چند دانہ مویز کے دئے وہ اُن کو کھاتے ہی گویا ہوا۔ وفات حضرت کی ۲ ذی الحجہ ۸۸۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سعد الدین خیرآبادی قدس سرہ

یہ حضرت درویش خاندان نظامیہ کے اور خلیفہ شیخ مینا شاہ ولایت لکھنؤ کے ترک و تجرید میں پیر کے قدم بقدم تھے، اور مشتاق سماع اور وجد تھے اور صاحب تصانیف بھی تھے شرح مصباح و کافیہ و مجمع السلوک کہ جن میں حالات شیخ مینا کے مفصل درج کئے ہیں، اور علوم ظاہری مولانا اعظم سے پڑھا، آپکے مریدوں میں بہت سے باکمال ہوئے ہیں، چنانچہ شیخ مبارک اور شیخ صفی یہ دونو بزرگ کامل وقت گذرے ہیں، وفات شیخ سعد الدین کی ۹۲۲ھ میں ہوئی۔ مزار شریف خیرآباد میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ میانجی بیگ

حضرت مرید سید محمد گیسو دراز کے تھے کہ ان کے زمانہ میں سرا

درویش ان سے بہتر نہ سمجھا جاتا تھا غرہ رجب سے تابہ عاشورہ معتکف رہتے تھے، اور درحجرہ کو بند کرا لیا کرتے تھے، اسی طرح چھ ماہ بے آب و دانہ بسر فرماتے تھے، اور جس روز باہر آئے پہلے غل مچاتے تاکہ لوگ درحجرہ سے جدا ہو جاویں، اگر کسی پر نظر پڑ بھی جاتی تھی تو وہ شخص دو روز بیہوش رہتا تھا۔ اُس شہر کا قاضی آپ سے منکر تھا۔ ایک روز اُس پر بھی نظر پڑی وہ بھی دو روز بیہوش رہا۔ ایک روز قاضی برائے تنبیہہ چوڈول میں سوار ہوکر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے چوبارہ سے جانب قاضی دیکھا معاً کہاروں کے پیر گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے قاضی بھی شریعت میں قدم راسخ رکھتا تھا، چوڈول سے اُتر کر بالاخانہ پر شیخ کے پاس آنا چاہا۔ شیخ نے نیچے جا کر قاضی سے مصافحہ کیا اور اوپر لائے۔ قاضی نے دیکھا کہ شراب کی بوتل رکھی ہے، پوچھا کہ یہ کیا ہے شیخ نے گلاس اُس میں سے بھر کر قاضی کو دیا فرمایا بسم اللہ بخور شربت نبات است جب قاضی نے پیا تو وہ شربت نبات تھا، اُس کے پیتے ہی شکوک رفع ہوئے اور شیخ سے محبت پیدا ہوئی۔ آپ نے بعمر ایک سو بیس سال سنہ ۸۸۹ھ میں دنیا سے سفر پایا۔ مزار شریف مند میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ ملادہ قدس سرہ

یہ حضرت پہلے مرید شیخ احمد بدایونی کے ہوئے، اور ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کر کے کامل ہوئے، بعدہ شیخ جلال الدین گجراتی کی صحبت میں رہ کر سبق عشق پڑھا اور مصباح العاشقین کے خطاب سے مخاطب ہوئے، ایک روز مجلس سماع میں قوالوں نے مضمون فراق میں کچھ شروع کیا، اُس وقت شیخ کو وجد ہوا یہاں تک نوبت پہنچی کہ سوختگی فراق سے قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے، مگر ایک اور بزرگ نے قوالوں سے کہا کہ دوسری چیز شروع کردو ورنہ اب شیخ کا انتقال ہوا، اُنہوں نے مضمون وصل میں کچھ شروع کیا، اُس کے سننے سے تازگی آنے لگی۔ ایک بار آپ کے گھر آگ لگی، جو دہان کہ بونے کے واسطے تھے سب جل کر راکھ و کوئلہ ہو گئے تھے جب وقت تخم ریزی کا آیا آپ کو معلوم ہوا کہ کل دہان جل گئے، آپ نے فرمایا کہ ہم خود جلے ہوئے ہیں جلا ہوا تخم کافی ہوگا دوسرا کیا کریں گے، اور دعا کی کہ الٰہی ہر بار تو اپنی حکمت کاملہ سے کام کرتا ہے اب کے میری التجا کے موافق کام کر جو دھان میرے گھر میں تھے سب جل گئے، دوسرے لینے کی گنجائش نہیں۔ بس وہی جلے ہوئے دھان تیری رحمت کے بھروسہ پر بوتا ہوں، تجھکو اختیار ہے، آخر وہی بوائے، قدرت خدا سے وہ پکنے تو دیکھا کہ ایک ایک دھان میں دو دو چاول تھے۔ آخر لوگوں نے وہ دھان سلطان سکندر کو دکھائے، اُس نے دیکھ کر شکریہ ادا کیا کہ میرے عہد میں ایسے اولیائے

مستجاب الدعوات ہیں کہ جو خدا سے مانگتے ہیں وہ پاتے ہیں۔ ایک روز آپ کی مجلس سماع میں ایک رئیس ہندو کہ اہل قنوج تھا آگیا۔ شیخ کے جمال کو دیکھکر بیخود ہوگیا، اُس وقت شیخ کو وجد تھا، اس ہندو نے اپنے نوکروں سے کہا کہ مجھکو پکڑ و ورنہ میں چلا اور اپنے دین سے گذرا، اُس کے ہمراہی اُس کو لیکر گھر آئے، جب اُس کے ہوش درست ہوئے تو اُس سے پوچھا کہ کیا حال ہوا تھا، اُس نے کہا یہ مسلمان خدا کو بغل میں لیکر وجد کرتے ہیں اگر تم مجھکو وہاں سے نہ لاتے تو میں اُسی وقت مسلمان ہوجاتا۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی مزار آپکا قصبہ ملاوہ نواح قنوج میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ جنید حصاری قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد گنجشکر سے کامل بزرگ تھے۔ اور کتابت کی یہ کیفیت تھی کہ تین روز میں قرآن لکھ لیتے مع اعراب کے اور بھی آپ کی تصنیفات سے چند رسالے ہیں جس میں عالم ولادت میں جو آپنے دیکھا ہے اس طرح لکھا ہے کہ اُس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی مزار شریف آپ کا حصار میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسین ناگوری قدس سرہٗ

کہ خلیفہ شیخ کبیر کے تھے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تمام اہل ہند اُن کی ولایت اور عظمت پر متفق ہیں آپ کو ذوق درعشق کمال درجہ کا تھا زہد اور تقویٰ زیادہ تھا، ولایت گجرات میں بہت روز پیر کے ہمراہ رہے، اور بہت روز تک مجاور حضرت خواجہ بزرگ رہے، پھر حجرہ شریف خواجہ میں قیام کیا بعدہٗ بحکم خواجہ ناگور میں آئے اور درس تدریس میں مشغول ہوئے اور تفسیر مسمی بہ نور النبی تحریر کی کہ اُس کے تیس جزو میں نہایت عمدہ ترتیب دی ہے اور حل ترکیب معانی قرآن عمدگی اور سہولت کے ساتھ بیان کئے اور دیگر کتب اور مکتوبات آپکے بہت ہیں اور شیخ احمد غزالی کی سوانح کی شرح کی اور تمام املاک جاہ و مکانات کی محبت حضرت رسالت پناہ علیہ السلام وقف فرمائے۔ آپکا قاعدہ تھا کہ عرس جد بزرگوار میں بہت پخت کراتے تھے، کل حاضرین کو تقسیم کرکے قدرے اپنے افطار کے لئے رکھ لیا کرتے تھے ایک روز بعد تقسیم طعام چار شخص اور آگئے دیکھا کہ اُن کے بدن سے خون اور پیپ ٹپکتی تھی یعنی جذامی تھے، آتے ہی کھانا مانگا، شیخ نے جو کچھ اپنے واسطے رکھا تھا حاضر کیا اُنہوں نے کھاکر کہا یہ باقیماندہ کھانا تو کھانا آپنے مروت مہمان نوازی سے نہ کھانا معیوب سمجھکر پسماندہ کھانا اُن کا کھالیا وہ اُسی وقت روانہ ہوئے

اور آپ کو اُسی روز فتح ظاہری اور باطنی حاصل ہوئی سمجھے کہ مردان غیب تھے اور آپکے ہاں ایک گاڑی تھی اُس کے بیلوں کی خود خدمت کرتے تھے، لباس نہایت کہنہ اور میلا پہنتے تھے شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ ایک شخص عبدالقادر کہ جو شہزادہ تھا مگر مناسبت درویشوں سے رکھتا تھا اُس کے پاس آپکے پیراہن سے چند تبرکات تھے۔ جامہ، دستار، کرتہ، پاجامہ میں نے بھی دیکھے ہیں۔ ایک بار سماع سے حالت وجد میں شہر سے باہر آئے، وہ تالاب جو قریب ناگور بہت گہرا ہے اس پر مثل زمین کے چلے پیچھے سے وہ شخص کہ جو حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اُسی طرح چلا اور جو قوال ہمراہ تھا وہ نہ جا سکا۔

نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین بادشاہ منڈو نے آپ کو کئی مرتبہ طلب کیا، آپ نہ گئے۔ ایک بار موئے مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے بادشاہ کے پاس آئے، امراء نے عرض کی کہ اگر یہ خبر شیخ حسین کو ہوگئی تو بے بلائے چلے آویں گے۔ بادشاہ نے آپ کو بھی خفیہ خبر کرائی۔ یہ سنتے ہی راہی طرف منڈو کے ہوئے۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی کہ شیخ نزدیک آئے بادشاہ استقبال کو باہر آیا، دیکھا کہ ایک شخص میلے پھٹے کپڑے پہنے ایک گاڑی پر سوار چلا آتا ہے، لوگوں نے کہا شیخ یہی ہیں۔ بادشاہ نے گھوڑے سے اُتر کر مصافحہ کیا، آپنے فرمایا کہ موئے مبارک کی زیارت کرا۔ بادشاہ آپ کو لیکر اپنے مکان پر آیا۔ جب موئے مبارک آپکے روبرو آئے آپنے اُن کو دیکھا اُسی وقت وہ آپکے ہاتھ پر آپڑے۔ آپ نے بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا پھر واپس دیدئے، بعدہٗ بادشاہ آپ کو اپنے والد کی قبر پر لے گیا، اُس کے واسطے دعا چاہی آپنے دعا کی۔ بعد اُس کے جو کچھ اس قبر سے معلوم ہوا بیان فرمایا۔ بادشاہ نے بہت کچھ پیشکش کیا آپنے قبول نہ فرمایا، مگر آپکے صاحبزادہ کو اس کی طرف میل ہوا آپنے ازراہ کشف معلوم فرماکر ارشاد کیا کہ یہ سانپ ہے کوئی سانپ کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا اگر کسی قدر اس میں سے لیتا ہے تو تعمیر روضۂ خواجہ بزرگ اور جد خود میں صرف کرے تو اختیار ہے کس واسطے کہ میرے پیر کا بھی ارشاد ہے کہ تیرے ہاتھ زر آویگا اُس کو تعمیر روضہائے مشائخ میں صرف کیجو اس سے پہلے بھی آپنے کسی کی نذر قبول نہیں کی تھی بلکہ زر کو کبھی ہاتھ بھی نہ لگایا تھا، پس وہ لیکر خواجہ کے روضہ پر عمارت تیار کرائی اور دروازہ روضۂ خواجہ کی اور بادشاہ منڈو نے بنوایا دوسرا روضہ شیخ حمید الدین ناگوری کا تیار کرایا اُس کی چار دیواری بنوائی اپنے خرچ میں جس نہ لائے وفات حضرت کی سنہ ۹۰۱ھ میں ہوئی مزار ناگور میں ہے۔

ذکر حضرت راجی حامد شاہ قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید شیخ حسام الدین مانک پوری کے تھے

یہ بزرگ بھی صاحب نسبت اور صاحب حال تھے، کہتے ہیں کہ دو برادر عہد سلطان شمس الدین التمش میں سادات کردیز سے وارد ہندوستان ہوئے۔ ایک سید شمس الدین نے میوات میں سکونت اختیار کی، دوسرے سید شہاب الدین دہلی میں رہے اور راجی خطاب پایا۔ راجی حامد شاہ ان حضرت کے پوتے تھے پہلے یہ بھی پیشہ سپاہ گری کرتے تھے جب صحبت شیخ حسام الدین مانک پوری میں آئے ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے صفائی باطن بہم پہنچا کر حضور وقت اُن کے نصیب میں حاصل ہوا علم آپ کو موافق حاجت کے تھا مگر علمائے دہر آپکے حلقہ ارادت میں تھے، جس کسی کو کامل بنانا چاہتے تھے اپنی سرگذشت اس کے آگے بیان فرماتے اُسی ضمن میں اُس کے مقصود حاصل ہو جاتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۰۱ھ میں ہوئی۔ مزار شریف مانک پور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسن طاہر قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ راجی حامد شاہ کے تھے اور سید نور پسر راجی حامد شاہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا حضرت بطلب علم ملتان سے دہلی میں آکر تحصیل علم میں مصروف رہے۔ بعدہ بہار میں جاکر شیخ بدر حقانی سے اکتساب علوم کیا ایک روایت یہ ہے کہ حضرت بہار میں تولد ہوئے۔ آپکے والد ملتان سے آئے تھے۔ عین شباب میں آپ کو طلب حق دامن گیر ہوئی اور فقیر ہوئے اُسی ایام میں کتاب فصوص الحکم ایک مشائخ سے شروع کی۔ ان کے والد طریقہ فصوص کے منکر تھے۔ ایک روز ان سے مسئلہ توحید اور وجود دریافت کیا، اُنہوں نے نہایت فصاحت سے اس کی شرح کی، اُسی روز سے آپکے کمال کا شہرہ ہوا۔ آپنے خدمت راجی حامد شاہ میں بیعت کی۔ چندے جونپور میں رہے، بعدہ باستدعائے علمائے دہلی دہلی میں آئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ دہلی آنے کا سبب یہ ہوا کہ عزیزان سلطان سکندر لودھی میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور دعا چاہی کہ سلطنت مجھکو نصیب ہو آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ایک کو ترقی دیکر سلطنت اُسکے حوالہ فرمائی ہے تو اُسی کا فرمانبردار رہ یہ خبر جب سلطان کو ہوئی آپ کو دہلی میں بلاکر کوشک بجی منڈل کے ایک برج پر رکھا۔ آپ کی تصنیفات سے مفتاح الفیض اور گنجینۂ اسرار و بحر المعانی وغیرہ چند رسالے ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ھ میں ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں قریب بجے منڈل نہایت متبرک مقام ہے۔

ذکر حضرت شیخ بختیار قدس سرہٗ

آپ مصاحب و مرید حضرت شیخ احمد عبد الحق کے تھے، پہلے یہ ایک جواہر فروش کے غلام تھے، جب ان کا مالک

ردولی میں آیا اُن کو شیخ کی نذر کیا۔ یہ ہمیشہ خدمات شائستہ بجالاتے اور ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے تھے شیخ ان کی طرف التفات بھی نہ فرماتے۔ بعد چھ ماہ کے شیخ مہربان ہوئے، اُن کو حالت مستی ہوگئی، اُسی مستی میں شیخ سے کہنے لگے کہ تو اس قدر نعمت رکھتا ہے اور بندگانِ خدا کو محروم رکھتا ہے۔ شیخ نے ہر چند اُن کو منع کیا مگر یہ نہ مانے۔ مجبور شیخ نے اپنے ہاتھ سے قدرے پانی ان کو پلایا، اسی وقت ہوشیار ہوگئے۔ تب شیخ نے فرمایا کہ تو اپنے مالک کے پاس جا، اگر وہ رضامند ہو تو ہمارے پاس آ ورنہ وہیں رہ۔ آپ آداب بجالاکر رخصت ہوکر جونپور میں اُس جوہری کے پاس آئے، اُس نے جب اُن کو اور ہی حال سے دیکھا اُن کو آزاد کیا۔ یہ وہاں سے چل کر پھر خدمت میں آکر بہ تکمیل پہنچے، اور شب و روز خدمت شیخ میں حاضر رہے۔ ایک روز شیخ نے حکم دیا کہ گھر کے صحن میں چاہ کھود، اُنہوں نے چاہ کھود کر تیار کیا۔ بعد چندے حکم دیا کہ اس کو بند کردے، اُنہوں نے بند کردیا اور کچھ نہ پوچھا کہ کیوں کھدوایا کیوں بند کرایا۔ ایک روز شیخ حجرہ میں تشریف فرماتے اور یہ بھی حاضر تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ بختیار دیکھ آپ نے جو دیکھا تو تمام حجرہ کو زر سے بھرا ہوا پایا۔ شیخ نے فرمایا جو تیرے کار آمد ہولے، آپ نے عرض کیا کہ سوائے اطاعتِ حضور کے بندہ کو دوسری چیز درکار نہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی، عمر آپ کی دراز ہوئی مزار ردولی شریف میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ فتح اللہ اودھی کے تھے آپ کے والد اکابر دہلی سے تھے، آمد تیمور میں جونپور آگئے تھے۔ یہ جونپور میں پیدا ہوئے، اُن کو خورد سالی سے مجالس فقرا میں جانے کا شوق تھا۔ شیخ الوالفتح کے مرید ہوئے۔ قاضی شہاب الدین سے علوم ظاہری کی تحصیل کی۔ لکھا ہے کہ آپ کی مشغولی ایسی تھی کہ یہ نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں، ٹھوڑی سینہ سے لگ گئی تھی، گردن کے مہرے اوپر برآمد ہوگئے تھے، حجرہ کے آگے جو درخت تھا اُس کی یہ خبر نہ تھی کہ کب پت جھڑ ہوتی ہے کب پتے برآمد ہوتے ہیں وفات حضرت کی سنہ ۹۱۱ھ میں ہوئی مقبرہ عالی جونپور میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل قدس سرہ

آپ نہایت متوکل تھے کہ اگر گھر میں حاجت سے زیادہ کچھ ہوتا اُس کو تقسیم فرماتے یہاں تک پانی واسطے وضو تہجد کے موافق حاجت کے رکھتے، اپنی مجلس میں ملدارں کو نہ آنے دیتے تھے، ایک روز ایک امیر آیا، اُس نے زیارت کے واسطے عرض کرایا، آپ نے فرمایا کہ اگر آیا ہے تو جوتیوں میں بیٹھے۔ اگر کچھ

مال کا غرور ہے تو یہاں آنے کی حاجت نہیں۔ پس شام کے وقت وہ آیا دیکھا تو چراغ بھی ندارد ہے اُس نے آپکے فرزند سے کہا کہ صبح بہت سا تیل اور چراغ آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا، جب وہ ہو چکے پھر حاضر کر دوں گا۔ غرض صبح اس نے ایفائے وعدہ کیا۔ شب کو روشنی دیکھا، دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آیا تمام کیفیت معلوم ہوئی، اُس سامان کو اسی وقت مساکین کو دیدیا اور اُس کو منع کرا بھیجا کہ اب کبھی نہ بھیجے، وفات حضرت کی ۹۱۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا الہ داد قدس سرہٗ

یہ حضرت بھی عمدہ علمائے جونپور سے تھے اور شاگرد قاضی شہاب الدین کے اور مرید راجے حامد شاہ کے مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کرکے چند روز میں مکمل ہوئے وفات حضرت کی ۹۲۰ھ میں ہوئی مزار جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد مجد شیبانی قدس سرہٗ

ذات جامع الکمالات تھی، سولہ برس کی عمر میں درس علوم کراتے تھے، لکھا ہے کہ نارنول میں پیدا ہوئے، پدر آپکے قاضی مجدالدین تھے وہ بیٹے قاضی تاج الافضل بن شمس الدین شیبانی کے جو اولاد سے امام محمد شیبانی کی، شاگرد و مصاحب امام اعظمؒ کے تھے، آپکے باپ کے سات بیٹے تھے اور سب فاضل و متقی ہوئے، شیخ احمد علم مناظرہ میں یگانہ روزگار تھے، عین شباب میں حضرت خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہوئے اور علم طریقت حاصل کیا، بعدہ اجمیر میں آکر سات برس ایک جگہ رہے اور خاندان نبوی سے نہایت اعتقاد تھا، عشرہ محرم میں بارہ روز تک اُجلا کپڑا نہ پہنتے تھے۔ قبرستان سادات میں خاک پر پڑے رہتے تھے، عشرہ کے روز دودھ اور شربت سادات کے گھر خود لیجایا کرتے ہر روز نیاز کرتے وفات شریف میں نہایت تکلف سے نیاز کرتے، اصحاب اور اہلبیت رسول کے اعراس کرتے اور عشرہ میں اس قدر روتے تھے کہ ہمیشہ آنکھیں متورم اور سرخ رہتی تھیں، سماع کو بہت درست رکھتے تھے، اور جس وقت مجلس میں بیٹھتے بہیبت تمام گفتگو کرتے، مجذوبوں سے بہت محبت فرماتے اپنی تعظیم اور توقیر کو درست نہ رکھتے تھے اگر کوئی بیان کرتا کہ میں نے رسول مقبول کو خواب میں دیکھا اُس کے روبرو باادب جُھککر بیٹھتے، اُس کی آستین اپنے منھ سے ملتے، اُس کے قدم اپنی آنکھوں سے لگاتے، اگر وہ بیان کرتا کہ میں نے فلاں جگہ دیکھا ہے اُس جگہ جاکر وہاں کی خاک اپنے چہرہ سے ملتے، اگر پتھر ہوتا اُس کو پانی سے دھوکر وہ پانی اپنی پوشاک پہ چھڑکتے اور مثل اپنے پیر کے کپڑے پُرانے اور میلے رکھتے اگر کسی کو سبب کچھ خصوصیت ہوتی تو اُس کے پاس جاکر بنفس صفائی کراتے، اگر کوئی دلیل شرعی ہوتی تو منع کرتے کہ یہ

اہلبیت رسول سے ہیں، ان کی خدمت میں تقریر کرنا بے ادبی ہے، اور آدھی رات کو روضہ خواجہ بزرگ پر جاکر نماز تہجد ادا کرکے اشراق تک کسی سے بات نہ کرتے، دوپہر کو قیلولہ کر کے بعد تفسیر قرآن فرماتے، جب یہ شب کو روضہ خواجہ پر آتے دروازہ خودبخود کھل جاتا، ایک مرتبہ ایک شخص نے چھپکر دیکھا اور اُن کے پیچھے چلا شیخ تو نکل گئے اُس کو دونوں کواڑوں نے پکڑ لیا آخر وہ پکارا کہ یا شیخ توبہ کرتا ہوں میرا قصور معاف ہو اسی وقت چھوٹ گیا۔ مولانا محمد نارنولی کہتے ہیں کہ میرے اُستاد مولانا عبد المقتدر کو جو خلیفہ شیخ کے تھے انہوں نے یہ کیفیت فتح الباب میں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ایک بار باشارہ حضرت خواجہ بزرگ آپ اجمیر سے باہر آئے اور مسلمانوں کو آگاہ کیا، اُس وقت اجمیر پر نظر جلال ہے، یہاں سے نکلو۔ الغرض سات روز کے بعد اہل ہنود نے آکر اجمیر کو تاراج کیا جو مسلمان وہاں رہ گئے تھے سب برباد ہوئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نارنول میں تھے ایک مجذوب اللہ دین نامی آئے اور کہا کہ شیخ احمد تجھکو آسمان پر بلاتے ہیں اپنے پیر کے پاس جا اُسی وقت وہ بہ ناگور ہوئے وہاں جاکر بیہوش ہو گئے، جب ہوش آیا اللہ اکبر کہتے ہوئے جان بحق تسلیم کی۔ پانچویں صفر ۹۲۷ھ کو انتقال فرمایا، مزار حضرت کا سلطان التارکین پاس اپنی مرشد کے ناگور میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت شاہ سید قدس اللہ سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ حسام الدین مانک پوری کے تھے پہلے صحبت امرا میں رہے اور بہت دولتمند تھے جب جذبۂ عشق الٰہی گلوگیر ہوا شیخ حسام الدین مانک پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر کار فقیری کی تکمیل کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا، اور خاصان خدا سے ہوئے، شعر عاشقانہ فرماتے تھے، وفات حضرت کی ۹۲۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد حسن قدس سرہ

آپ پسر بزرگ شیخ محمد حسن طاہر تھے، جونپور میں پیدا ہوئے اور سکونت اکبرآباد معروف بہ آگرہ اختیار کی تھی صاحب حال اور بلند مرتبہ تھے، ہندو ہو یا مسلمان، جس کی نظر چہرۂ مبارک پر پڑتی تھی وہ معاً اللہ اکبر کہتا، اور آپ کی جامعیت پر متحیر رہتا، نسبت چشتیہ ان کو اپنے والد سے تھی۔ جب حرمین شریفین کی زیارت کو گئے چند سال مدینہ طیبہ میں رہے، اور یمن میں جاکر مشائخ قادریہ سے بھی اجازت یافتہ ہوئے، گویا مجمع البحرین ہو گئے۔ سبحان اللہ دونو خاندان عالیشان ایسے ہی ہیں، اور بعد نماز عصر کے رات ہونے کے لیے منتظر رہتے جیسے کوئی اپنے محبوب کا منتظر ہوتا ہے۔ جب شام ہوتی حجرہ بند کرکے یاد حق میں مشغول ہوتے۔ علم تصوف میں آپ کی بہت کچھ تصنیفات ہیں، اور آپکے مرید بھی بہت تھے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے بڑے چچا ان کے

مُرید تھے، نام اُن کا شیخ فضل اللہ تھا۔ وفات حضرت کی ۲۷ رجب یا ۲۰ صفر ۹۵۹ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف چشتی صابری قدس سرہٗ

حضرت بے مشاہدہ جمال معشوق حقیقی ایک دم نہ آسودہ ہوتے تھے، مرتبہ حضرت کا ہر شخص قیاس کر سکتا ہے کہ شاہ عبد القدوس گنگوہی سا شخص آپ کی مریدی میں آوے اور زیر تربیت رہے کیا مرتبہ اعلیٰ ہوگا۔ جن کے مُرید ایسے ہوئے وہ پیر کیسے ہوں گے شیخ رکن الدین ابن حضرت شیخ عبد القدوس لطائف قدسی میں فرماتے ہیں کہ میرے پدر شیخ عبد القدوس کا ارادہ تھا کہ دوسری جگہ بیعت کریں، کس واسطے کہ شیخ محمد صاحب سے رشتہ داری تھی اس وجہ سے ان کی طرف توجہ کم تھی جب خیال دوسری جگہ مرید ہونے کا آتا روحانیت شیخ عبد الحق کی میرے پدر کے روبرو آکر فرماتی کہ تو میرا ہو کر دوسری جگہ کا ارادہ رکھتا ہے، یہ ہر بار سکوت کرتے۔ جب کئی بار یہ صورت پیش آئی سمجھے کہ میں انسان ہوں مجھکو اگرچہ فیضان روح پاک شیخ عبد الحق سے ہے مگر ظاہری بیعت کرنا بھی ضرور ہے۔ جب یہ خطرہ غالب ہوا روحانیت حضرت کی مجسم ہو کر ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ ابھی تجھے شبہہ ہے کہ مجھکو مردہ تصور کرتا ہے اگر یہ خیال بیعت ظاہری کا ہے، میرے پوتے شیخ محمد سے بیعت کر اُس کے بعد میرے پدر نے میرے ماموں حضرت شیخ محمد صاحب سے بیعت کی اگرچہ شیخ محمد پیر تھے مگر بوجہ میرے والد کے بڑے بہنوئی ہونے کے بہت تکریم فرماتے تھے اور فرماتے ہیں کہ میرے پدر کا ارادہ نکاح کا بھی نہ تھا، مگر مشیت ازلی اسی طرح تھی۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ حضرت شیخ عارف کے دو لڑکیاں تھیں، ایک کی شادی سید سے کی گئی تھی۔ دوسرے لڑکے کی نسبت اُن کی والدہ کا یہ خیال تھا کہ ایسے سے شادی کروں کہ جو قطب عالم ہو، آخر باشارہ روحانیت شیخ احمد عبد الحق سے نکاح ہوا، یعنی نکاح حضرت کا بعد انتقال شیخ کے عارف سے ہوا۔ اور جو بچہ شیخ محمد صاحب کے گھر پیدا ہوتا حضرت شیخ عبد القدوس اُس کے کان میں اذان فرمایا کرتے تھے۔ شیخ محمد بھی مثل اپنے والد اور جد کے ہمیشہ سکر اور استغراق میں رہتے تھے وہ ہی خوارق اور کرامات حضرت سے ظاہر ہوئے۔ ہر جمعہ کو صبح کی نماز جامع مسجد میں ادا کر کے تمام دن جامع مسجد میں مشغول رہتے، کسی سے بات نہ کرتے، جب جمعہ کا وقت آتا نماز ادا کر کے پھر مشغول ہوتے، اور پھر نماز مغرب ادا کر کے خانقاہ میں تشریف لاتے اپنی تمام عمر میں کبھی چاندی یا سونے کو ہاتھ نہ لگایا جو فتوحات ہوتا خدام کو حکم تھا کہ شام تک کل خرچ ہو جاوے کل کے واسطے

کچھ نہ رہے اور جو مسافر فقیر وارد خانقاہ ہوتا تھا اُس سے نہایت مہربانی سے پیش آتے اور جو سائل آتا جو کچھ سامنے موجود ہوتا فرماتے کہ اس کو اٹھالے ایک روز ایک ضعیفہ حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ میرے اوپر کئی فاقے گذر چکے ہیں، ایسی وسعت نہیں کہ کمہار کے ہاں سے ایک کونہ مٹی کا لیکر پانی بھی پی لوں، آپ مردان خدا اور سخی مشہور ہیں، میری دستگیری کیجیے۔ اُس وقت آپ کے روبرو کچھ نہ تھا، اُسی وقت ایک زمیندار آیا اور تھوڑا سا غلّہ حضرت کے روبرو رکھکر چلا گیا حضرت نے دستِ حق پرست سے اُس غلہ کو اپنے وضو کی بدھنی میں بھر کر اُس کو عطا کیا، جب تک وہ زندہ رہی اُس بدھنی کا غلّہ کم نہ ہوا اور کتنا ہی خرچ کرتی بدھنی بدستور بھری رہتی۔ صاحب لطایف قدسی فرماتے ہیں کہ آخر عمر میں جب شیخ محمد کو مرض موت لاحق ہوا اُس وقت اپنے فرزند کلاں شیخ الاولیا عرف شیخ بدھ کو طلب کیا، حاضرین نے عرض کی کہ وہ بمقام شاہ آباد شیخ عبدالقدوس کے پاس اکتساب فضائل کرتے ہیں۔ اُسی وقت روحانیت شیخ احمد عبدالحق نے عین معاملہ میں شیخ عبدالقدوس سے فرمایا کہ شیخ بدھ کو لیکر ردولی جلد پہنچ، معاً میرے پدر یعنی شیخ عبدالقدوس ارادہ سفر کا کرکے راہی ہوئے، جس وقت ردولی میں پہنچے تو وقت شیخ محمد صاحب کا قریب تھا اور حالت استغراق میں تھے، جب ہوشیار ہوئے فرمایا کہ سبحان اللہ فہم کردم فہم کردم میرے پدر نے پوچھا کہ فہم کیا فرمایا کہ توحید مطلق کو فہم کیا۔ جب وقت انتقال قریب پہنچا استغراق کا غلبہ ہوا۔ میرے پدر نے عرض کیا کہ وقت ہوشیاری مردان خدا کا ہے، جواب ملا کہ اس وقت سوائے ذات حق کے میرے سینہ میں کچھ نہیں سماتا، پھر اچھی طرح اُٹھ بیٹھے اور خرقہ، خلافت اور جملہ امانت پیرانِ چشت معہ اسم اعظم میرے پدر کو مرحمت فرمایا اور وصیت فرماکر اپنا جانشین کیا، پھر میرے پدر نے عرض کی کہ بندہ کو مفارقت حضور کی کب گوارا ہوگی، اس پر کمال مہربانی سے فرمایا کہ بابا تجھکو کیا اندیشہ ہے تو جملہ اولیائے حق سے ہے میری جگہ تیری جگہ ہے جہاں چاہے رہ میں ہرگز تجھ سے جدا نہیں ہوں اور اپنے فرزند کی تربیت تیرے حوالے کرتا ہوں جب تو اپنے مقام کو جاوے اُس کو اسرار باطنی سے آگاہ کردیجو اور نعمت پیران چشت سے مشرف ہوکر میری جگہ چھوڑیو۔ پس یہ وصیت تمام کرکے بخوشی حق حق کہتے ہوئے انتقال کیا۔ سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ میرے پدر شیخ عبدالقدوس نے مخدوم زادہ شیخ بدھ کو نعمت باطنی سپرد کرکے حضرت پیر اپنے کا صاحب سجادہ کیا، اور بعد چند روز کے بجانب گنگوہ شریف مراجعت کی، اور ترتیب ارشادِ والیان صادق ہدایت حق میں مشغول ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ حالت صحت میں شیخ بدھ کو خود صاحب سجادہ فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ اولیا عرف شیخ بدھ قدس سرہٗ

پسر کلاں شیخ محمد صاحب چشتی احمدی بعد وفات پدر عالی قدر کے صاحب سجادہ ہوئے، اور کسب درویشی کو بکمال پہنچایا اور ترتیب مریدوں میں مشغول ہوئے، ایک روز آپ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ سوتے تھے، اُن کی جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ شیخ بدھ سوتے ہیں اور ایک صورت شیخ بدھ کی جانماز پر نماز گذار ہے یہ حال دیکھکر مضطرب ہوکر شور کرنے لگیں۔ جب شیخ بیدار ہوئے اُسی وقت ایک صورت اصلی رہ گئی۔ آپنے اپنی زوجہ کو منع کیا کہ یہ راز فاش نہ کرنا۔ اہل کمال کو بعد کسب کے صورت مثالی حاصل ہوتی ہے، اُس کو صوفیہ وجود مکتسب کہتے ہیں۔ الغرض جب وقت حضرت کا قریب پہنچا تو اپنے فرزند کلاں شیخ پیر کو امانت ہائے خواجگان چشت عطا فرمائیں اور خرقہ خلافت پسر خورد شیخ منصور کو بھی عطا کیا۔ شیخ منصور نے بہت سیاحت کی، اور بزرگان دین مثل حضرت شیخ جلال تھانیسری سے فیضان حاصل کئے اور بعد اپنے برادر شیخ اولیا کے صاحب سجادہ ہوئے، اور شیخ عبدالرحمٰن نے کہ مرید شیخ بدھ کے تھے خدمت شیخ منصور میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ مینے بھی شیخ عبدالرحمٰن کی خدمت میں رہ کر بہت فائدے حاصل کئے ہیں، عارف بابرکت تھے ہمیشہ مشغول بعبادت رہتے تھے۔ شیخ منصور کے بعد شیخ پیر صاحب سجادہ ہوئے۔ یہ ہمیشہ شکر الٰہی میں مست رہتے تھے اور آنکھیں ان کی کثرت مشاہدہ سے ایسی سرخ رہتی تھیں کہ اُن کی طرف دیکھنا ممکن نہ تھا اور بہت متواضع تھے، آخر عمر میں امانت پیران چشت حوالہ قطب الدین پسر خود کر کے رحلت فرمائی یہ بھی کامل وقت گذرے ہیں، بہت سے مقامات طے کئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اکثر بلاد کی سیر کی بزرگان وقت سے ملے۔ چندے پانی پت میں رہے۔ بعدہٗ بزیارت حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر پیران کلیر شریف میں حاضر ہوئے، معاملہ میں مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تیری عمر آخر ہوئی اپنی ہڈیاں اپنے بزرگوں کے پہلو میں پہنچا اُنھوں نے عرض کی کہ میرے بزرگوں نے بڑی بڑی عمریں پائیں مینے کیا قصور کیا کہ پچاس ساٹھ برس کا جاتا ہوں حکم ہوا کہ تو نے بیس برس اپنی عمر میں سے رحمت خاں کو دیدئے اب جا اور امانت پیران چشت کو بانات دوسرے کے سپرد کر کے آپ ہاں سے رخصت ہوکر ردولی شریف میں آئے اور امانت اپنے پسر شیخ حمید کے سپرد کی کیفیت دینے عمر کی یہ ہے کہ رحمت خاں امرائے اکبر اعظم سے تھا، اُس کو خدمت شیخ میں بہت عقیدت تھی ایک بار وہ بہت سخت بیمار ہوا حضرت اُس کی عیادت کو گئے دیکھا کہ سخت بیمار ہے، ازراہ کرم فرمایا

فرمایا کہ میں نے اپنی عمر میں سے بیس برس تجھکو دیئے وہ اُسی وقت اچھا ہوا۔ صاحب اقتباس الانوار نے لکھا ہے کہ سلسلۂ ارادات شیخ عبدالرحمٰن مذکورہ بالا کا جو مصنف مراۃ الاسرار کے ہیں شیخ حمیدالدین بن قطب الدین سے ہے۔

ذکر حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی بن شیخ اسمٰعیل قدس سرہٗ

یہ حضرت محتشمان روزگار و عارفانِ صاحب اسرار سے تھے۔ ہمت عالی شانِ بزرگ و روافر کرامت رکھتے تھے اور اہل عشق اور سماع میں ممتاز وقت تھے اور ابتداسے قیودات کثرت سے منزہ تھے اور بعض مقام یکرنگی میں دوست سے ہم رنگ تھے۔ اول خرقہ درویشی اپنے پیر شیخ محمد صاحب صابر سے حاصل کیا۔ بعدہ شیخ الاسلام شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی سے خرقہ خلافت پہنچا اور سلسلہ مداریہ سہروردیہ ور نظامیہ میں اجازت یافتہ ہوئے۔ نظامیہ سلسلہ تین طرح پر عطا ہوا ایک تو وہ کہ شیخ صدرالدین طبیب سے ملکر حضرت سلطان المشائخ سے ملتا ہے دوسرے سید محمد گیسودراز سے ملکر شیخ نصیرالدین چراغ دہلی سے ملتا ہے تیسرا مخدوم جہانیاں سے ملکر مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی سے ملتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جس وقت سید اجمل بھڑائچی کو نعمت مخدوم جہانیاں سے ملی اُس وقت جس قدر سلاسل میں حضرت اجازت یافتہ تھے کل کی اجازت سید اجمل کو دی اُنہوں نے کل کی اجازت سید بڈھن بھڑائچی کو اُنہوں نے کل کی اجازت شیخ درویش اودھی کو دی، شیخ درویش نے کل کی اجازت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو دی، شیخ عبدالسلام اور سید ابراہیم سے بھی خرقہ خلافت پہنچا۔ مشرح کیفیت ان کی ذکر آخر حضرت میں درج ہوگی یعنی جو سلاسل کاتب الحروف بسلسلہ حضرت سید فتح علی شاہ قادری قدوسی سے حصے ہیں ان کا خلاصہ ذکر آخر میں معدیہ ناظرین کروں گا۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ شیخ صفی الدین حنفی جد شیخ عبدالقدوس میر سید اشرف سمنانی کے مرید تھے، قیام ان کا ردولی میں تھا۔ ایک بار سید صاحب کچھوچھہ تشریف لائے اس زمانہ میں شیخ اسمٰعیل سواماہ کے تھے، شیخ سیف الدین ان کو خدمت سید صاحب میں لائے، آپ نے ان کو پیار کیا اور فرمایا کہ یہ بھی میرا مرید ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ فرزند عطا کریگا جو قطب عالم ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد انتقال شیخ احمد عبدالحق کے پیدا ہوئے جب ذرا سیانے ہوئے جاروب کشی روضۂ شیخ کا شوق ہوا ایک روز کتاب کافیہ ہاتھ میں لئے روضہ کے اندر گئے، اندر سے حق حق کی آواز ہوئی اور ایسی کیفیت پیش آئی کہ یہ بیہوش ہوگئے زیارت روضۂ روحانیت حضرت سے مشرف ہوئے قربان ہوا۔

مطالعہ علم ظاہری حجاب اکبر ہے، اصل کار میں مشغول ہو اور شغل ظاہری سے محروم فرمایا، اُس روز سے پڑھنا لکھنا چھوڑ کر کار باطنی میں مشغول ہوئے، تمام شب طاعت حق میں بسر کرتے، اگر کبھی نیند آ بھی جاتی تو شیخ کھڑے ہوئے جگاتے معلوم ہوتے اور دن کو شیخ پیارہ سے صحبت رہتی لطایف قدسی میں لکھا ہے کہ جب قصہ اپنے دادا بھائی شیخ فخرالدین کا سُنا کہ پچاس برس اُنہوں نے پانی نہیں پیا آپ نے بھی پانی پینا ترک کر دیا اور خورد سالی میں یہ کیفیت تھی کہ اول وقت نماز کے مسجد میں جاکر اول صف میں بیٹھتے جوں جوں نمازی آتے جاتے آپ پیچھے ہٹتے جاتے تھے، یہانتک کہ سب کے پیچھے ہو جاتے بعد فراغ نماز کے نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھتے، سبحان اللہ کیا انکسار تھا۔ لطایف قدسی سے نقل ہے کہ جب آپ نے پڑھنا ترک کیا تو آپ کے والد نے آپکے ماموں قاضی دانیال سے کہا کہ بھانجے کی خبر لے اُس نے پڑھنا بالکل چھوڑ دیا اُنہوں نے اُن کو بُلا کر بہت تاکید کی۔ اسی عرصہ میں ایک میراثن دایرہ لئے گاتی نکلی اس پر آپکو وجد ہوا اُنہوں نے یہ کیفیت دیکھکر آپ کے والد سے کہا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو یہ نیک ہو گا اس کو علم دوسری طرح کا چاہیے کہ جو علم باطن پڑھا وے۔ اس وقت میں مخدوم شیخ خواجگی کہ خلیفہ شیخ حسید دھا کے تھے وہ خلیفہ شیخ شمس الدین اودھی کے وہ خلیفہ میر سید اشرف سمنانی کے تھے کہ ساڈھورہ میں مقیم تھے آپ اُن کی خدمت میں ساڈھورہ آئے اور کہا کہ مینے علم نہیں پڑھا، شیخ نے فرمایا کہ شغل باطن کر جب علم اصول آگیا فروعات کیا چیز ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس قسم کا مسئلہ حضرت کے روبرو پیش ہوتا آپ اُس کو حل فرماتے اور لطائف قدسی سے نقل ہے کہ حضرت کے مجاہدہ اور ریاضت کی نوبت یہانتک پہنچی تھی کہ اکل و شرب مطلق چھوٹ گیا تھا اور آتش روحانی میں ایسے افروختہ ہوئے تھے کہ سانس کے ساتھ بوئے کباب آتی تھی کبھی سانس میں سے عود عنبر کی خوشبو آتی تھی یعنی عشق الٰہی میں اپنے کو سوختہ کر دیا تھا جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

تانسوزد بر نیاید بوئے عود ؛ ورنہ او ہم چوب مثل دیگر است ؞

اور سر اور کاکل میں سے دھواں اُٹھتا معلوم ہوتا تھا، جب شیخ محمد صاحب کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یہ آتش عشق اور مجاہدہ میں جل چکا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اس کے سر پر باسی پانی روز ڈالا کریں اور کثرت درود شریف کے واسطے حکم دیا کہ ترویح قلب ہو۔ اول ول آپ کو خلق سے نہایت نفور تھا، مرشد کے گھر کے کاروبار تمام بجالاتے تھے، اور ہمیشہ پوشاک درویشی زیب تن رکھتے۔ ایک بار شیخ خواجگی نے بہت اسرار سے دوسرے کپڑے پہنوائے بعد ان کے پھر لباس درویشی اختیار کیا اور بعد نماز عشا کے ذکر جہر شروع کر کے صبح کرتے۔ اقتباس الانوار سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت گنگوہ میں آئے وہاں ایک سنیاسی کا مٹھ نہایت دلکشا تھا آپکو پسند آیا چاہا کہ اسی جگہ قیام ہو۔ اندر

اُس کے جاکر درویشوں سے پوچھا کہ گروجی کہاں ہیں اُنہوں نے کہا کہ ایک برس گذرا کہ گپھا میں ہیں فقط ایک روزن دیوار میں ہوا کے واسطے رکھا ہے کسی کی مجال نہیں کہ ان کے پاس جاسکے الغرض اس روزن کو معلوم فرماکر قریب اس کے بیٹھکر مراقبہ فرمایا صفت روحانیت نے جسد مبارک پر غلبہ پایا اور طرف توجہ ذاتکے کی بس جسد رنگ لطافت پر آیا کہ اُس روزن سے گذر کر گپھا کے اندر آئے، دیکھا کہ فقیر حبس دم کئے ہوئے اپنے کار میں مشغول ہے پھر مراقبہ فرماکر اپنی روح سے اُس کی روح کو حرکت دی معاً وہ ہوشیار ہوا اور حضرت سے پوچھا کہ تو کون ہے یہاں کیونکر آیا، آپنے فرمایا کہ خدا کا بندہ ہوں اور اُسی کی قدرت سے یہاں آگیا مگر تو نے اپنا کار کہاں تک پہنچایا، اُس نے جواب دیا کہ دیکھو ابھی پانی ہوجاتا ہوں اور پانی ہوگیا حضرت نے اُس پانی میں قدرے پارچہ ترکرلیا، جب وہ پھر ہیئت اصلی پر ہوا آپنے فرمایا کہ میں بھی پانی ہوتا ہوں تو اُس میں کپڑا ترکرلیجو، چنانچہ جب حضرت پانی ہوئے اُس نے بھی کپڑا ترکیا، جب آپ ہیئت اصلی پر آئے اور فرمایا کہ اپنے پارچہ اور میرے پارچہ کو سونگھو پہلے اُس نے اپنے پانی کا پارچہ سونگھا جس سے دماغ اُس کا پریشان ہوا، پھر حضرت کے پانی کے پارچہ کو سونگھا دماغ معطر ہوگیا، اُس وقت معتقد ہوا اور کہا کہ میں تو اپنے فن میں کامل ہوں مگر تم بھی کامل نکلے، البتہ بدبو اور خوشبو کا تفاوت رہا، آپنے فرمایا کہ یہ خوشبو اسلام کی ہے اور وہ بدبو کفر کی تھی، اُس فقیر نے کہا کہ مجھکو بھی اسلام سے مشرف کیجے، آپنے اُس کو کلمہ پڑھایا وہ بصدق دل مسلمان ہوا اور حضرت سے بیعت کی اور اُس جوگی کو بعد تکمیل کے مع اُس کے چیلوں کے برائے ھدایت کسی جگہ مقرر فرمایا، روضہ حضرت کا اور آبادی آپکی اولاد کی اُسی فقیر کی جگہ ہے کہ اب سرائے شیخ مشہور ہے۔ لکھا ہے کہ شیخ حمید الدین صاحبزادہ کلاں ردولی میں تولد ہوئے، ان کی گیارہ برس کی عمر تھی کہ شاہ آباد میں آئے وہاں شیخ رکن الدین مصنف لطایف قدسی پیدا ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ ایک بار مینے برائے تعلیم عرض کیا کچھ تلقین نہ فرمایا مینے بے حکم حضرت کے کتب خانہ سے ایک کتاب نکالی اور اس کی تحریر کے موافق نماز چاشت اور اشراق اداکرنے لگا جب میں حاضر خدمت ہوا فرمایا کہ ابھی شغل اور اد نہ کر جو میں کہوں اس طرح مشغول ہو سبحان اللہ کیا کشف باطن تھا، ایک بار حضرت نے خود فرمایا کہ میرا ارادہ خلق میں مخلوط ہونے کا نہ تھا بلکہ یہ ارادہ تھا کہ پہاڑوں میں عمر بسر کردں مگر مجبور ہوں کہ مشائخ وقت نے حیات میں بکوشش تمام خرقہ خلافت دیکر مجھ فقیر کو سجادہ پر بٹھایا، خاصکر روح حضرت شیخ احمد عبد الحق و روحانیت حضرت سلطان المشائخ و حضرت گنجشکر و دیگر مشائخان قدس اللہ اسرارہم نے بجبر اس فقیر کو سجادہ پر بٹھایا، خلق اللہ کو بیعت دینی پڑی

لطایف قدسی سے نقل ہے کہ انتقال سے تین برس پہلے آپ کو سکوت ہوگیا تھا، ہمیشہ احدیت میں مستغرق رہتے تھے کسی سے بات نہ کرتے تھے۔ شیخ احمد کہ یہ بھی فرزند تھے ایک روز اُنہوں نے عرض کیا سکوت کس وجہ سے ہے فرمایا کہ وجود میرا دریار ذکر ہوگیا ہے ہر وقت بحر فنا کی موجیں آتی ہیں اور غرق کرکے شہود حق میں لے جاتی ہیں اس طرف آنے نہیں دیتیں۔ لکھا ہے کہ ۵ ار جمادی الآخر روز دوشنبہ کو عرس مخدوم شیخ احمد عبدالحق تھا، اسی روز حضرت کو تپ لرزہ آیا اور روز جمعہ کو پانچواں روز تھا قدرے صحت ہوئی، نماز جمعہ ادا کی بعد نماز کے پھر تپ شروع ہوئی اور چار روز اور تپ آئی، بروز شنبہ وقت نماز چاشت ۲۳ ماہ جمادی الآخر ۹۴۵ھ میں رحلت فرمائی مزار گنگوہ شریف میں فیض بخش عالم ہے شیخ رکن الدین فرماتے ہیں تادم مرگ عبادت میں فرق نہیں آیا قبل از انتقال تجدید وضو کیا اور دوگانہ ادا کرکے بیہوش ہوئے اور حق حق کہتے ہوئے انتقال کیا۔ عمر شریف ۸۴ برس کی ہوئی جس میں ۳۵ برس ردولی میں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے ۳۵ سال شاہ آباد میں قیام فرمایا اور ۱۴ سال گنگوہ میں بسر فرمائے۔

شیخ رکن الدین کہتے ہیں جب کفن پہنا چکے مینے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا تو قلب کو حرکت تھی ذکر جاری تھا اور آپکے سات پسر تھے، سب عالم اور عارف ہوئے، شیخ حمید و بندگی شیخ رکن الدین و بندگی شیخ عبدالکبیر شیخ احمد قطب مگر شیخ رکن الدین مرتبہ عالی رکھتے تھے، چنانچہ ایک روز روضہ حضرت پر مجلس سماع تھی شیخ رکن الدین کو وجد ہوا اور نظر مردمان سے ناپید ہوئے؛ بعد دیر کے لوگوں نے دیکھا باقی آپکے کمالات آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں۔

کیفیت شیخ عبدالکبیر پیر متذکرہ بالا کی یہ ہے کہ آپ مرید و فرزند شیخ عبدالقدوس کے تھے، ذوق اور شوق، سخاوت اور شجاعت خوارق و کرامت میں بے مثل تھے۔ ایک بار سلطان وقت آپ کی زیارت کو چلا دو وزیر اُس کے ہمراہ تھے، تینوں نے اپنے واسطے ایک ایک کھانا مقرر کیا کہ اگر ہم کو ہماری خواہش کے موافق شیخ نے کھانا دیا تو ضرور شیخ اہل کمال ہیں، جب بادشاہ نزدیک آیا حضرت نے گوشت کے بھرے ہوئے سموسے گوشت آچھے سے سلطان کے روبرو رکھے۔ نان یخنی میاں بڈھا کے آگے، ملک محمد کے آگے حلوا رکھا۔ یہ کشف دیکھکر تینوں صاحب حیران رہے، آپنے فرمایا کہ بابا کیا حیرت کی بات ہے خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کو در بدر اہل دنیا کے شرمند نہیں کرتا جو وہ چاہتے ہیں وہ مرحمت فرمادیتا ہے۔ بعد وفات والد کے دو برس زندہ رہے ۹۴۷ھ میں وفات پائی، اور ایک کتاب کے حاشیہ پر لکھا دیکھا ہے کہ آپکے پانچسو خلیفہ ہوئے مگر جو صاحب ارشاد

اور مشہور ہوئے ہیں یہ ہیں اول حضرت شیخ جلال الدین محمود الفاروق تھانیسری کہ اُن کا ذکر آگے آویگا۔ دوسرے شیخ عبدالغفور اعظم پوری کہ خلیفہ شیخ عبدالقدوس کے عالم اور کامل سیاح تھے اور مُرید اپنے جد مادری کے بھی تھے۔ ایک بار آپ کو جن اُٹھا کر لے گئے ایک مدت اُن کے ملک میں رہے اُن کی زبان سے ماہر تھے۔ اُن کے ملک کی کیفیت بیان فرمایا کرتے تھے مگر بوجہ اختلاف آب ہوا کے ہیئت میں کسی قدر فرق آگیا تھا۔ ہندوستانی نہیں معلوم ہوتے تھے، مانو آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مانو نام آپ کی ایک محبوبہ تھی، اگر اس کا نام ٹھیکری پر لکھکر چاہ میں ڈالتے آپ فوراً چاہ میں گرتے نہ معلوم وہ معشوقہ حضرت جن یا انسان تھی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شیخ ہمارے قبیلہ سے تھے، اکثر عورتوں نے سُنا ہے کہ ایک عورت پیدا ہوکر آپ کے گھر کا کاروبار بجالاکر پھر غائب ہوجاتی ہے۔ وفات حضرت کی ۹۹۰ھ میں ہوئی اور یہ بھی لکھا ہے کہ رسول مقبول نے اُن کو بحالت خواب یہ درود تعلیم فرمایا تھا اللھم صلی علی محمد و آلہ بعدد اسمائک الحسنی۔ اور ان کے خلفاء سے چند صاحب باکمال ہوئے ہیں۔ شیخ ابو اسحاق فرزند شیخ عبدالغفور و بندگی شیخ احمد و میر سید علاؤ الدین ساکن کنانہ کہ جب ان کا انتقال ہوا ہے تو مزار میں سے تین بار کلمہ حق کی آواز آئی اور ایک شعلۂ نور سرہانے سے ایک پائینتی سے پیدا ہوکر دونو باہم ملکر قبر میں سما گئے تیسرے خلیفہ شیخ عبدالقدوس کے شیخ بھولا نور باف سہارنپوری کے درویش کامل گذرے ہیں ایک بار اُن کو جنون ہوگیا تھا اُس حالت میں غیب کی باتیں کرتے تھے، حضرت نے اُن کے حال سے آگاہ ہوکر ایک تعویذ مرحمت فرمایا، اس کے باندھتے ہی اچھے ہوئے اور جو غیب کی باتیں کرتے تھے اُن کا مشاہدہ ہونے لگا۔ چوتھے شیخ بھورو کہ پہلے یہ دائم الخمر تھے، جب جذبۂ الٰہی دامنگیر ہوا ایک روز حضرت کے روئے مبارک پر نظر پڑتے ہی توبہ کی اور مرید ہوکر کار فقر کو انجام کو پہنچا کر اولیا ہوئے، پانچویں خلیفہ حضرت کے شیخ بہاؤ الدین کہ اعلیٰ درجہ کے پیر پرست تھے، چھٹے خلیفہ شیخ عبدالستار سہارنپوری، ساتویں خلیفہ شیخ عبدالاحد پدر شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی، آٹھویں خلیفہ میر سید رفیع الدین اکبرآبادی، نویں خلیفہ شیخ عبدالرحمن اکثر مکتوب انکے نام صادر ہوئے ہیں، دسویں شیخ عبدالنبی اور از روئے تحریر تذکرۃ العارفین سند کے ہمایوں بادشاہ نے بھیجے ہیں کہ سن جلوس دوسرے میں حضرت سے بیعت کی، گیارھویں بندگی شیخ جامن مسطور کہ مقرب بارگاہ مرشد تھے اور آپ کو مقام فنا فی الرسول حاصل تھا یہ ہمدم شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ کے اور محرم اسرار تھے، حضرت کی اکثر حکایات آپ سے سند ہوئی ہیں:

سلسلہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سلسلہ صابریہ حضرت شیخ مرید شیخ احمد کے وہ مرید شیخ عارف کے وہ مرید شیخ احمد عبدالحق کے وہ مرید شیخ جلال الدین پانی پتی کے وہ مرید شاہ ولایت شیخ شمس الدین پانی پتی کے وہ مرید حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابری کلیری کے۔

سلسلہ نظامیہ نصیریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد بن قاسم اودہی کے وہ مرید سید بڈھن بھڑایچی کے وہ مرید سید اجمل بھڑایچی کے وہ مرید مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وہ مرید مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی کے وہ خلیفہ اکمل حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے۔

سلسلہ دوم نظامیہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ الاسلام شیخ درویش محمد کے، وہ مرید میاں شیخ بن حکیم اودھی کے وہ مرید سید صدرالدین اودھی کے وہ مرید پیر سید محمد گیسو دراز کے وہ مرید مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی کے سلسلہ سویم نظامیہ یعنی شیخ مرید شیخ الاسلام درویش محمد کے، وہ مرید شیخ سعداللہ کے وہ مرید شیخ فتح اللہ کے وہ مرید شیخ صدرالدین طبیب کے وہ مرید حضرت سلطان المشائخ کے سلسلہ قادریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے وہ مرید سید بڈھن بھڑایچی کے وہ مرید سید اجمل بھڑایچی کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے وہ مرید شیخ محمد عیسیٰ کے وہ مرید شیخ ابوالمکارم فاضل کے وہ مرید شیخ قطب الدین ابوالغیث کے وہ مرید شمس الدین ثانی کے وہ مرید شمس الدین علی حداد کے وہ مرید حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی کے سلسلہ دوسرا قادریہ یعنی شیخ عبدالقدوس مرید سید ابراہیم حسنی کے وہ مرید شیخ احمد حلبی کے وہ مرید شاہ موسیٰ کے، وہ مرید شاہ عبدالقادر کے، وہ مرید شیخ محمد حسن کے، وہ مرید سید ابوصالح کے وہ مرید اپنے پدر سید عبدالقادر جیلانی کے، اور تیسرا سلسلہ اس طرح پر ہے کہ شیخ محمد حسن شیخ ابونصر سے ملکر سید ابوصالح سے ملتے ہیں، یعنی پیر بھائی سے بھی خرقہ پہنچا تھا، سلسلہ چوتھا قادریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ عبدالسلام علی شاہ کے وہ مرید شاہ محمد کے، وہ مرید قطب الدین بینا دل جونپوری کے وہ مرید سید نجم الدین قلندر کے وہ مرید حضرت پیران پیر دستگیر کے اس سلسلہ کو قلندریہ بھی کہتے ہیں۔ تذکرۃ الفقرا میں یہ سلسلہ مسمی بہ قلندر شاہی الٹا لکھا گیا ہے۔ سلسلہ کبیریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد اودھی کے وہ مرید سید بڈھن بھڑایچی کے وہ مرید سید اجمل بھڑایچی کے وہ مرید سید جلال الدین بخاری کے وہ مرید شیخ شمس الدین ابو محمد بن محمود قرمانی کے وہ مرید شیخ قطبا الخالدی کے وہ مرید شیخ احمد کے، وہ مرید بابا کجند کے وہ مرید شیخ نجم الدین کبیرا فردوسی کے سلسلہ فردوسیہ یعنی شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش اودھی کے وہ مرید سید بڈھن کے وہ مرید

سید اجمل کے وہ مرید سید جلال الدین بخاری کے وہ مرید شیخ رکن الدین ملتانی کے وہ مرید شیخ صدرالدین ملتانی کے، وہ مرید شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے، وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے اور بھی سلسلہ قادریہ ہے یعنی شیخ شہاب الدین سہروردی کہ خلیفہ غوث پاک کے بھی تھے، سلسلہ دوسرا سہروردیہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے وہ مرید سید بڈھن کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے وہ مرید شیخ رکن الدین وہ مرید شیخ صدرالدین عارف کے وہ مرید شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے، وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے وہ مرید شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب سہروردی کے، وہ مرید شیخ وجیہ الدین ابو حفص کے وہ مرید شیخ محمد بن عبداللہ سہروردی کے وہ مرید شیخ اخی سراج کے، وہ مرید شیخ آلی عباس کے وہ مرید شیخ ابی عبداللہ خفیف کے وہ مرید شیخ محمد جعفر کے وہ مرید شیخ ابی عمر کے، وہ مرید شیخ عظیم ابی تراب کے وہ مرید شیخ حاتم الاصم کے، وہ مرید شفیق بلخی کے وہ مرید سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی کے۔

سلسلہ مداریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے وہ مرید سید بڈھن کے وہ مرید سید اجمل کے وہ مرید حضرت بدیع الدین شاہ مدار کے، وہ مرید بایزید بسطامی کے وہ مرید خواجہ حبیب عجمی کے وہ مرید خواجہ حسن بصری کے دوسرا سلسلہ مداریہ اس طرح پر ہے کہ طیفور شامی مرید عین الدین شامی کے وہ مرید یمن الدین شامی کے وہ مرید عبداللہ علمبردار کے، وہ مرید حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اور سلسلہ نقشبندیہ اس طرح ہے کہ سید اجمل بھڑایچی مرید شاہ عبدالحق کے وہ مرید خواجہ عبداللہ احرار کے وہ مرید خواجہ یعقوب چرخی کے، وہ مرید خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کے۔ لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس قاضی القضات دہلی رہے ہیں۔ صاحب تصانیف اور عالم بے مثل تھے۔

ذکر حضرت شیخ بہاؤالدین جونپوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ محمد عیسیٰ کے تھے جو مشاہیر روزگار سے تھے ترک اور تجرید میں یگانہ عصر تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ طالب علمی کرتے تھے کہ شیخ حسین گجرات سے خدمت شیخ عیسیٰ میں جونپور میں آئے اور صاحب کیمیا تھے۔ شیخ بہاؤالدین سے بہت اخلاص پیدا ہو گیا۔ ایک بار ان کو ہمراہ لیکر جنگل میں گئے اور کہا کہ تم کو کیمیا بتائے دیتا ہوں، موافق حاجت کے بنا لیا کرنا۔ پھر میں تم کو دوسرا عمل بتاؤں گا شیخ بہاؤالدین نے عرض کی کہ بندہ آپ سے دوسری کیمیا کا خواہاں ہے، یہ سن کر شیخ حسین ذوالقہ بہت خوش ہوئے، تربیت باطن فرمائی۔ شیخ حسین آخر خرقہ خلافت شیخ محمد عیسیٰ سے حاصل کر کے ذوالقہ گئے، چلتے وقت

شیخ بہاؤ الدین نے عرض کی کہ مجھے مرید کیجئے، فرمایا کہ تیرا پیر اسی شہر میں ہے، میری صحبت کا فیضان جو تیری قسمت میں تھا وہ ہوا، پس شیخ بہاؤ الدین شیخ عیسیٰ کے مرید ہوئے اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ ہنوز خلافت نہ ملی تھی کہ وقت شیخ محمد عیسیٰ کا قریب پہنچا۔ شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ تیری خلافت آ گئے سید کے ہے جو مانک پور سے آویگا، بعدہٗ سید راجی حامد شاہ مانک پور سے وارد جونپور ہوئے، پہلی ہی ملاقات میں شیخ بہاؤ الدین کو خرقہ خلافت دیا۔ وفات شیخ بہاؤ الدین کی ۹۴۷ھ میں ہوئی مزار جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ خانو گوالیاری قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید خواجہ حسن ناگوری کے مشاہیر وقت ہوئے ہیں، اور خرقہ شیخ اسمٰعیل فرزند شیخ حسین سرمست بھی بمقام چندیری حاصل کیا اور روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے بھی فیض ہوا وفات حضرت کی ۹۴۰ھ میں ہوئی مزار گوالیار میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ علاؤ الدین بن شیخ نور الدین اجودھنی قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے باباصاحب کی اور وحید عصر تھے، اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ رکھتے تھے دنیا اور اہل دنیا سے کچھ کام نہ رکھتے تھے، حظ نفس اور آرام و آسائش و آرائش اپنے اوپر روا نہ رکھتے تھے، اُس وقت آپ فرید ثانی مشہور تھے اور روحانیت حضرت قطب الاقطاب سے فیضیاب تھے اور بہت عقیدت رکھتے تھے۔ آپکے پاس ایک درویش آیا اور اُس نے تعریف کی کہ میرے پاس تریاق اکبر ہے جس کے کھانے سے کیسا ہی زہر خوردہ یا مار گزیدہ ہو اُس کو فوراً شفا ہوتی ہے آپنے فرمایا کہ میرے پاس بھی تریاق اعظم ہے اور امتحان کے واسطے ایک چڑیا زندہ منگا کر اُس کے منہ میں قدرے سنبل فار دیا اُسی وقت وہ مر گئی بعدہٗ قدرے کاک لنگر خانہ جو خواجہ قطب الدین کا تھا پانی میں حل کر کے قدرے پانی اُس کے مُنھ میں ڈالا وہ زندہ ہو کر اُڑ گئی، ولادت آپکی ۸۴۲ھ میں ہوئی اور وفات ۹۴۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سلطان جلال الدین قریشی قدس سرہٗ

یہ حضرت کاملان خاندان چشتیہ سے ہوئے ہیں کہ بباطن سالک بظاہر مجذوب صاحب جلال اور مجرد تارک دو کپڑا فقط ایک تہ بند رکھتے تھے اور عالم متبحر تھے ہر ایک بات میں کلام کرتے جو کچھ بیان فرماتے نہایت صحت اور فصاحت سے بیان فرماتے کل علوم حفظ تھے، ایک بار وقت نماز صبح

جامع مسجد میں آگے کھڑے ہوکر نماز پڑھانے لگے، مگر قرأت ایسی لمبی شروع کی کہ دن نکل آیا، یہ بات لوگوں کو ناگوار گذری اور گفتگو شروع ہوئی، نہایت استحکام سے جواب دئے، جب وہ لوگ گرم ہونے لگے موافق عادت معہودہ کے وہاں سے اٹھکر جنگل میں چلے آئے مرید نہ کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ ہشام نام میرا ایک مرید ہے جو جنگلوں میں پھرتا ہے، آپکے معتقدوں سے ایک نے آپکے ملفوظات جمع کیے آپکو ملاحظہ فرمائے، آپنے اس کتاب کو چاہ میں ڈالدیا۔ اکثر وقت قلق کے یہ فرمایا کرتے تھے، حاصل عشقت سہ سخن بیش نیست سوختم سوختم سوختم ؛ خام بودم پختہ شدم سوختم ؛ اور پانچ برس تک کتاب علم حقیقت پڑھی، اُس عرصہ میں کسی آدمی کا منھ نہیں دیکھا، درختوں کے پتے کھائے۔ ایک روز فرمانے لگے پہلے مجھکو عشق مجازی پیدا ہوا اُسی میں جذبہ الٰہی گلوگیر ہوا، میں صحرائے اجمیر میں چلا گیا، ایک جوان نہایت خوبصورت دیکھا، میں اُس کے پیچھے ہولیا، حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ وہ شخص خضر ہوں گے، فرمایا کہ علامت دیکھنے خضر کی یہ ہے کہ اُن کے ظہور سے بارش ہوتی ہے وہ علاوہ مردانِ غیب سے تھا اور فرماتے ہیں کہ جب میں مرید ہوا تو میرے پیر نے فرمایا کہ نوکری کر، چنانچہ ایک شخص نے خود خواستگاری کرکے مجھکو نوکر رکھا بہت مال جمع کیا، پیر کا حکم ہوا کہ اس کو لٹا دے میں نے لٹا دیا، تین بار مال جمع کیا اور لٹایا آخر پیر کے ہمراہ ایک جنگل میں گیا، وہاں ایک حجرہ تھا در حجرہ پر رہتا اور پیر اندر رہتے۔ سوائے صبح کی نماز کے وقت کے اور وقت ملازمت نصیب نہ ہوتی، پانچ برس اسی طرح گذرے۔ اس عرصہ میں میرے پیر نے مجھکو تین سو علوم سکھائے اور فرمایا کہ جا آگے آ تیرا حوصلہ نہیں ہے، اُس روز سے پھر پیر سے ملاقات نہیں ہوئی اور اپنے پیر کے فراق میں دیواروں سے ٹکرایا کرتے تھے اور یہ پڑھتے تھے ؛ دریغا مونس تنہائی ما ؛ دریغا سرمۂ بینائی ما ؛ من ہست وے عشقم ہشیار نخواہم شد ؛ لکھا ہے کہ اگر مس پر پھونک ماردیتے تھے تو وہ سونا ہوجاتا تھا، دہلی آگرہ میں اکثر رہے، وفات حضرت کی بمقام مندو سنہ ۹۴۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید سلطان بہڑائچی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ علاؤالدین جودھنی کے اور خاندان سلطاریہ سے بھی فیض یافتہ تھے، کپڑا موافق ڈھکنے ستر کے رکھتے تھے، سر ننگا رہتا تھا ذکر جہر کرتے تھے۔ ایک عورت آپ کی توجہ سے مسلمان ہوئی، اُس کے اقربا نے کچہری محمد زماں میں جو منجانب بادشاہ بابر حاکم تھے اُس کے مل جانیکا دعویٰ کیا۔ حاکم نے شیخ کو کہلا بھیجا کہ اُس عورت کو اپنے گھر سے نکال دیں آپ نے شمشیر

ہاتھ میں لیکر نکلے اور فرمایا کہ یہ نہ ہوگا کہ مسلمان کو کافروں کے سپرد کیا جائے، اگر ارادہ جنگ کا ہے تو بندہ حاضر ہے دیکھو خدا کیا کرتا ہے آخر حاکم پر شیخ کے کہنے سے رعب چھا گیا اور بہت نادم ہوا، وفات حضرت کی سنہ ۹۴۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید علی قوام قدس سرہٗ

صاحب جذب و ذوق شوق تھے، کبھی لباس درویشی کبھی دنیاداروں کا سا مکلف لباس رکھتے، آپ کو بہت فتوح تھا، مساکینوں کا روزانہ مقرر کر رکھا تھا نہایت مخیر تھے خدام بہت تھے، مگر چالیس برس تک شب کو کسی کام کے واسطے کبھی خدمتگار کو نہیں جگایا۔ ایک بار شب کو تشنگی ہوئی۔ موافق عادت کے زیر پلنگ پانی دیکھا، اُس روز خدمتگار پانی رکھنا بھول گیا تھا۔ بہت ہی تشنگی نے جب غلبہ کیا کئی بار زیر پلنگ پانی دیکھا، آخر غیب سے کوزہ پانی ہاتھ میں آیا، اُس کو نوش کیا اور شکر پروردگار بجالائے مگر خدمتگار کو نہ جگایا اور فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے علی اپنے دروازہ پر نقارہ بجواتا ہے، مگر خلق کی خبر نہیں لیتا، مینے عرض کیا کہ یارسول اللہ نقارہ آپ کی ہی عنایت سے ہے، ورنہ علی کیا چیز ہے پھر فرمایا کہ خلق کے واسطے دعائے خیر کر تو مستجاب الدعوات ہے، پھر آپنے فرمایا کہ مجھکو تعجب ہوتا ہے کہ لوگ قوالوں کو فرمایش کرتے ہیں کہ فلاں غزل گاؤ مجھکو ہر شے اچھی معلوم ہوتی ہے جو وہ گاتے ہیں سب پر شوق ہوتا ہے۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۵۰ھ میں ہوئی مزار جونپور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالرزاق جھنجانہ قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ محمد حسن طاہر کے وہ مرید راجی حامد شاہ کے وہ مرید شیخ حسام الدین مانک پوری کے وہ مرید نور قطب عالم کے، وہ مرید علاؤ الحق بنگالی کے وہ مرید اخی سراج کے وہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے حضرت کو روح پاک قلندر صاحب سے اول سے نسبت تھی بمقام بوڑھا کھیڑی متکف رہے ہیں۔ اہلبیت پاک سے کمال عقیدت تھی اور حضرت غوث اعظم سے بھی نہایت اعتقاد تھا اور حضرت بھی ان پر بہت مہربان تھے ہر ایک کار میں امداد فرماتے تھے، اور شیخ امان پانی پتی سے مسئلہ توحید میں بہت گفتگو رہی ہے، بہت بڑے ذاکر اور متفکر تھے، آپکے مریدوں میں سید علی چشتی کہ مزار ان کا لودھیانہ میں ہے شیخ وقت گذرے ہیں، وفات حضرت کی سنہ ۹۵۰ھ میں ہوئی، مزار قصبہ جھنجانہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

ذکر حضرت شیخ یوسف معروف بہ شاہ جوسی چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے بابا صاحب کی تھے اور ولایت موروثی پر ثابت قدم رہے اور ہمیشہ اجودھن میں رہے بعد مجاہدہ اور ریاضت کثیر کے موافق ندائے غیبی کے مع تینوں بھائیوں کے براہ خشکی عازم حرمین شریفین ہوئے، جب واپس آمیر میں آئے عینا عادل شاہ خاندیس کے بادشاہ نے قدوم شیخ غنیمت جانا نہایت اعزاز سے چندے رکھا، بعدہ وہاں سے رخصت ہوکر اجودھن میں آئے اور عیال و اطفال کو ہمراہ لیکر برہان پور میں داخل ہوکر سکونت اختیار کی اور وہیں ۹۵۰ھ میں وفات پائی۔

ذکر شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ

آپ خلیفہ اعظم شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے تھے، آپکے پدر قاضی محمود بلخ سے ہندوستان میں آئے تو آپ کی عمر سات برس کی تھی، مگر قرآن حفظ کر چکے تھے اور سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوکر شرعی فتویٰ دینے لگے تھے، آپ صائم الدہر قایم اللیل تھے، لکھا ہے کہ شیخ عبدالقدوس ایک بار سیر کناں وارد تھانیسر ہوئے، وہیں آپنے بیعت کی بعض نے لکھا ہے کہ شیخ تھانیسر میں اس وجہ سے آئے تھے کہ ایک بار شیخ اپنے شغل میں مصروف تھے کہ ہاتف غیب نے ندا دی کہ جلال الدین تھانیسری کو ہم نے تجھکو بخشا اُس کو اپنا مرید کر، اُسی وقت حضرت شیخ راہی طرف تھانیسر کے ہوئے آکر دیکھا آپ اپنے مدرسہ میں طلباء کو پڑھا رہے ہیں، شیخ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ جب شیخ جلال الدین نے سبق طلباء سے فراغت پائی، حضرت سے پوچھا کہ اے درویش تم کون ہو اور کہاں سے آئے، شیخ نے زبان حق ترجمان سے بعد اپنے عجز و انکسار کے چند کلمات توحید آمیز ارشاد فرمائے اور ان کے قلب کو اپنے نور باطن سے مجلا کیا، معاً کثافت ظاہری دور ہوتے ہی جو جمال بے مثال کو دیکھا قدموں پر سر رکھا حق منکشف ہوا، ظلمت کثرت لوح سینہ سے دور ہوئی نور وحدت چمکا اور مرید ہوئے۔ شیخ نے کلاہ چار ترکی اپنے سر سے اُتار کر انکے سر پر رکھی اور تعلقات قلبیہ و قالبیہ تقیدِ روحانیہ سے فارغ فرمایا پہلے شغل نفی اثبات ارشاد فرمایا، چند روز میں کار رتبہ تکمیل پہنچا کہ بیہوشی جو مقدمہ الہیات کا ہے پیدا ہوئی۔ بعد اُس کے شغل ہو تلقین فرمایا بعد اُس کے سلطان الاذکار تعلیم فرمایا، جب یہ کار بھی مکمل ہوا شغل اسم ذات تعلیم فرمایا اور دیگر اذکار و اشغال ہر ایک خاندان کے تعلیم فرمائے۔ آپنے مدت کثیر اپنی کو آتش مجاہدہ میں جلایا اور مقصود کلی حاصل کیا، صاحب مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ آپ کو مدام استغراق رہتا تھا، وجود باوجود آپ کا محو ذوق سماع و عبادات و اوراد و آداب شریعت و طریقت تھا۔ اسّی برس تک بلا ناغہ ایک قرآن روزانہ ختم فرمایا، ایک روز ایک شخص

ایک غزل خوش لحانی سے گا رہا تھا، آپ بالاخانہ پر تھے، سنتے ہی بیہوش ہو کر نیچے گر پڑے اور مثل مرغ نیم بسمل کے تڑپنے لگے، اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ وقت نماز کے خادم جب کان میں بآواز بلند اللہ اکبر کہتا جب ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے۔ اقبال نامہ جہانگیری سے روایت ہے کہ جلال الدین محمد اکبر اعظم شاہنشاہ مکرم نے جب بروز دوشنبہ دوسری محرم ۹۷۹ھ کو بجہت دفع مزار محمد حکیم اپنے برادر کے لشکر کشی جانب پنجاب کی، جب تھانیسر پہنچے برائے زیارت شیخ خانقاہ حضرت میں تشریف لائے، بعد سعادت ملازمت کی کلمات حقائق درمیان میں لائے۔ چونکہ اس شہنشاہ کو جملہ علوم میں جامعیت تھی، مسئلہ توحید پیش کیا، شیخ نے فرمایا رباعی آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ ؛ پس برنگ ہر یکے تاب عیاں انداختہ ؛ جملہ یک نور است اما رنگہائے مختلف ؛ اختلافے درمیاں این آں انداختہ ؛ اور نہایت احسن طور سے بادشاہ کو سمجھایا پھر شیخ ابوالفضل نے عرض کیا کہ کس طرح دریافت کریں، یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ آہ سے آہ ز استغنائے دلبر آہ آہ ؛ کمر تعظیم بستہ بر کونین را ؛ یہ سن کر بادشاہ بھی رونے لگے اور کہا کہ بندہ کو فقیر کیجئے میں اس سلطنت سے گذرا، آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنا جانشین کرو، اس کے بعد یہ ارادہ کرو کہ تمہاری ایک ساعت کی عدالت بہتر ہے ہزار عبادت اور فقیری سے تمہاری روشنی عدل و انصاف کرنا خلق خدا کا نفع پہنچانا ہے، یاد خدا بھی کرو اور سلطنت بھی کرو۔ بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر خیمہ گاہ کو واپس آئے اور شیخ محافہ میں سوار ہو کر بقصد زیارت مزار سالار اسحٰق نبیرہ نوح علیہ السلام کہ مزار اُن کا نواح تھانیسر میں ہے تشریف لئے جاتے تھے کہ فیضی حاضر ہوا، آپ اُس کی خاطر سے واپس خانقاہ میں آئے فیضی نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو برائے سواری انسان کے پیدا کیا ہے، افسوس ہے کہ آپ آدمیوں پر سوار ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ نہایت تعجب ہے کہ باوجود اس قدر علم و فضل کے اب تک یہ امر تیری سمجھ میں نہیں آیا کہ بعضے آدمی مثل چارپایوں کے ہیں بلکہ حیوان ان سے بہتر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمیوں کے حق میں فرمایا ہے اولٰئک کالانعام بل ہم اضل سبیلا فیضی یہ سُن کر منفعل جب تک بیٹھا رہا کچھ بات نہ کی، آخر رخصت ہو کر قیام گاہ پر آیا اور راجہ بیربر سے شیخ کی تعریف کی، اُسی وقت بیربر بھی خدمت شیخ میں حاضر ہوا، شیخ نے اُس کی طرف التفات نہ فرمایا، آخر بہ اُٹھ کر چلا آیا، جب یہ شیخ غوث محمد گوالیاری سے ملنے گیا تو شیخ نے اُس کی بہت تعظیم کی، مکلف فرش پر بٹھایا، اُس نے پوچھا کہ اولیاء اللہ سب برابر ہیں مساوی ہیں، آپ نے بندہ پر ایسی نوازش فرما کر معزز و ممتاز فرمایا، جب میں شیخ جلال الدین تھانیسری کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے میری طرف التفات بھی نہ فرمایا، شیخ محمد غوث گوالیاری نے فرمایا کہ برادر جلال الدین نے

کمال شہود ذاتی بہم پہنچایا، دنیا اور اہل دنیا کی قدر اُن کی نظر میں کچھ نہیں رہی ہو وہ تم کو کیا خاطر میں لاتے کس واسطے کہ بادشاہ اور گدا اُن کو یکساں ہیں اور مجھ میں ہنوز بعض بعض تعلقات دنیا باقی ہیں، بیربر یہ سنکر خوش ہوا اور کہا کہ جو آپنے فرمایا منصفی سے فرمایا، لکھا ہے کہ شیخ کمال قادری کو حضرت سے بہت محبت تھی طبقات حسابیہ سے نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید تھا کہ اُس کو اشتیاق تجلی ذات نہایت تھا، اس شوق میں بہت مجاہدہ اور ریاضت برسوں کی مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔ اُس کے دل میں خطرہ گذرا کہ اس وقت میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے بزرگ نہیں کہ اُن کی ایک نظر سے آدمی صاحب حال ہوتا تھا، اُسی وقت آپ کو اُس کے خطرہ پر آگاہی ہوئی۔ نظر عاشقانہ اُس پر ڈالی کہ وہ تجلی ذات اُس پر منکشف ہوئی، مگر اُسی وقت مرگیا کس واسطے کہ حوصلہ اس تجلی کا نہ تھا، اور اسی وجہ سے آپنے بھی توقف فرمایا تھا، اور آپکے بھی مکتوبات ہیں ارشاد الطالبین کے نام سے مشہور، اور کبھی پیر کے روبرو بے وضو نہیں آئے۔ شاہ آباد میں بھی بہت دنوں پیر کے پاس رہے تھے اور اپنے پیرزادوں سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے۔ لکھا ہے کہ وفات سے چند روز پہلے امانت خواجگان چشت اور خرقۂ خلافت شیخ نظام الدین تھانیسری ثم بلخی کو مرحمت فرمائی، اور چودہ ذالحجہ ۹۸۹ھ میں بمقام تھانیسر انتقال فرمایا۔ چند خلفا حضرت کے کہ جو مرتبہ تکمیل پہنچ چکے تھے یہ ہیں شیخ نظام الدین بلخی، دوسرے شیخ عبدالشکور تیسرے خلیفہ قاضی محمد سالم کیرانوی کہ اُن کا مزار کیرانہ میں ہے، یہ رہنے والے کیرانہ کے تھے اس وجہ سے ایک چاہ کہ جو کبھی منجانب بزرگان کاتب الحروف ان کی مدد معاش کو معاف تھا سالم والا مشہور ہے، چوتھے خلیفہ شیخ موسیٰ، پانچویں شیخ عیسیٰ کہ دونوں اسم بامسمیٰ تھے، چھٹے خلیفہ میر سید فاضل ساکن موہانہ ضلع میرٹھ۔

خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسری کے

ذکر حضرت شیخ نظام الدین بن عبدالشکور بلخی قدس سرہٗ

مذہب حنفی اور مشارب عالیہ صابریہ رکھتے تھے۔ احوال و اقوال و افعال حضرت کے مشائخین کبار کو حجت قاطع و برہان ساطع ہیں۔ اور نیز داماد و برادر زادہ اپنے پیر کے تھے، آپکے والد شیخ عبدالشکور بھی شیخ جلال الدین تھانیسری اپنے برادر خلیفہ کے تھے۔ علوم رسمی کہ سربسر قیل و قال ہیں، اُن کی طرف رجوع نہ تھی مگر شیخ لمعات اور رسالہ بیان ہفت طبق موجود ہیں اور ریاض اقدس تفسیر قرآن مجید معاون حقانی آپ کی تصنیفات سے ہیں، باقی تمام علوم کیمیا و سیمیا ذات جامع الکمالات سے تھے۔ علم شریعت اور طریقت میں بے مثل تھے

لکھا ہے کہ شرح لمعات مکہ میں تصنیف کی اور دوسرے شرح کلام مجید کی مدینہ طیبہ میں تصنیف کی وہ تفسیر مدنی مشہور ہے' ان دونوں تفسیروں کی تحریر کے وقت کوئی آپ کے پاس نہ جاتا تھا' باوضو لکھا کرتے تھے۔ نقل کرتے ہیں کہ جب آپ صاحب سجادہ ہوئے اور شہرہ کمالات آپ کا بلند ہوا تو شاہزادہ سلیم آپ کے معتقد ہوئے۔ آپ نے اُن کو بشارت دی تھی کہ تو بادشاہ ہوگا' آخر جب یہ بادشاہ ہوئے اور بوجہ بہکانے نور جہاں بیگم کے شہزادہ خسرو سے ناخوش ہوئے اور اُن کو مقید کرنا چاہا اُس وقت یہ ناچار ہو کر اکبرآباد سے فرار ہوئے۔ جب تھانیسر میں پہنچے شیخ کی زیارت سے مشرف ہوئے' اور اپنے پدر و مادر کی شکایت کی' اور اپنے واسطے دعا چاہی۔ شیخ نے بہت کچھ نصائح مربیانہ فرمائے کہ ہر حال میں والد کی اطاعت چاہیئے' یہ تو طرف بیاس کے چلے گئے' اور دشمنان شیخ نے موقعہ پاکر بادشاہ سے عرض کیا کہ شہزادہ خسرو برائے حصول مطلب شیخ تھانیسری کے پاس گئے' اور اُنہوں نے اُن کو بشارت سلطنت دی۔ یہ سُن کر جہانگیر سخت برہم ہوئے' اور حکم دیا کہ شیخ ہندوستان سے چلے جاویں' پھر نہ آویں۔ حضرت کا سفر کا پہلے ہی ارادہ تھا' مکہ معظمہ جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ حکم پہنچا' حضرت ہندوستان سے چل کر مکہ میں آئے اور حج ادا کیا' بعدہ مدینہ منورہ میں کئی برس رہے اور شرح المعانی تصنیف فرمائی' ابعدہ بحکم روحانیت پیغمبر خدا علیہ السلام بلخ میں آکر مقیم ہوئے۔ ایک کیفیت پہلے یہ گذری کہ قریب بلخ کے آپ چلے آتے تھے کہ ایک شخص حکام بلخ سے گھوڑی پر سوار آتا تھا اور شیخ ابوسعید فرزند حضرت کے گھوڑے پر سوار تھے' نرنے مادہ کی طرف میل کیا اور گھوڑی پر جا پڑا وہ شخص غرور حکومت میں تھا غصہ ہو کر شیخ ابوسعید کی پشت پر تازیانہ مارا کہ اُس کا نشان ہو گیا۔ اُنہوں نے اپنے پدر کو اپنی پیٹھ دکھائی' آپ نے ازراہ جلال فرمایا کہ ابھی تک اُس کی گردن نہیں ٹوٹی۔ یہ فرماتے ہی وہ گھوڑی سے گرا اور گردن اُس کی ٹوٹی۔ بعد اُس کے بادشاہ امام قلی خاں ازبک حضرت کا مرید ہوا' اُس کے مرید ہوتے ہی ہزارہا آدمی مرید ہوئے' اور لکھا ہے کہ سات سو ولی ہوئے' مگر علمائے شہر کو حسد ہوا' اور بادشاہ سے کہا کہ شیخ جامع مسجد میں نہیں آتے' اپنی خانقاہ میں جدا نماز پڑھتے ہیں' ایک شہر میں دو جگہ نماز جمعہ ناجائز ہے۔ بادشاہ نے آپ سے عرض کیا کہ جامع مسجد میں اگر نماز جمعہ ادا کیا کریں تو بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ امام جامع مسجد رافضی ہے میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا' یہ خبر امام اور دیگر علماء کو ہوئی' اُنہوں نے تمام شہر کو برانگیختہ خاطر کیا۔ آخر یہ رائے سب کی قرار پائی کہ یا تو شیخ امام کا رفض ثابت کریں

ورنہ بادشاہ اور شیخ دونوں کو قتل کرو، یہ خبر بادشاہ کو بھی ہوئی، وہ شیخ کی خدمت میں آیا، کل حال شورہ شہر کا عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ بجز فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ ابھی عقدہ کشائی کر دیتا ہے، چنانچہ اسی وقت دس بارہ ہزار آدمی مسلح خانقاہ میں گھس آئے۔ امام شمشیر برہنہ لئے شیخ کے پاس آیا اور زباں درازی کرنے لگا اور کہا کہ تو نے مجھ پر تہمت رفض کی لگائی تیرا خون گرانا مجھ کو مباح ہے شیخ نے بادشاہ سے کہا کہ امام کا موزہ چیر کر دیکھو اس کے تلے میں کیا ہے؟ الغرض جب موزہ چیر کر دیکھا تو اس میں سے کاغذ نکلا کہ جس میں شیخین کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جب خلایق نے شیخ کی یہ کرامت دیکھی پہلے اس امام کو قتل کیا، بعدہٗ سب نے اپنا عفو تقصیر چاہا اور بصدق دل مرید ہوئے۔ صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں کہ نام شاہ بلخ کا نظر محمد خاں تھا اور وہ ہر روز برائے زیارت شیخ حاضر ہوا کرتا تھا ایک بار آپ کوہستان بلخ کی سیر فرماتے ہوئے ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں پانی نہ تھا، جب وقت ظہر کا آیا عصا مبارک ایک پتھر پر مارا، اسی وقت اس پتھر سے چشمۂ شیریں جاری ہوا، اس کوہ سے جو شہر قریب تھا وہاں یک حکیم رہا کرتا تھا اس نے یہ کرامت شیخ کی سن کر لوگوں سے کہا کہ اس وقت ستارۂ آبی برج سرطان میں تھا، اس جہ سے پانی نکل آیا یہ کچھ کرامت نہیں ہے۔ اتفاقاً وہ حکیم شیخ سے ملنے آیا، شیخ کو اس کے کہنے کا حال معلوم تھا اس کو لیکر وہاں آئے کہ جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا، پہلے اس حکیم سے پوچھا کہ ستارہ آبی برج سرطان میں ہے اس نے غور کر کے کہا کہ اس وقت آتشی برج آتشی میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ زمین سے پانی اس وقت برآمد ہو سکتا ہے، اس نے کہا نا ممکن ہے، آپ نے عصا پتھر پر مارا کہ چشمۂ شیریں رواں ہوا، یہ کرامت دیکھ کر وہ حکیم ایمان لایا اور مرید ہوا۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ اس وقت بلخ میں ایک عالم اور سخی مرد تھا کہ اس کو دست غیب تھا، اور علم کیمیا کو خوب جانتا تھا، اور شیخ کو بھی کامل ور صالح درویش مانتا تھا۔ جب وقت رحلت اس کا قریب پہنچا اپنے ملازم کے ہاتھ شیخ کے پاس کہلا بھیجا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو بڑے بڑے کمال اور علوم عطا کئے ہیں، میں اب دار فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہوں، سوائے آپ کے کسی کو لائق نہیں پاتا، آپ میرے پاس تشریف لاویں میں سب آپ کو بتا دوں گا۔ آپ نے اس ملازم سے کہا کہ اپنے آقا سے کہہ کہ یہ جتنے علوم ہیں مردان خدا اُن کی طرف نظر بھی نہیں کرتے، اگر علم توحید سے تجھ کو کچھ حاصل ہو تو وہ کافی اور کام کا ہے ورنہ خیر، خادم نے جا کر آقا سے بیان کیا، اس نے پھر عرض کیا کہ اس سے بے بہرہ ہوں، آپ نے فرمایا کہ اس کو یہاں لے آؤ، الغرض جب وہ

خدمت شیخ میں آیا، آپ نے اُس کو علم توحید تعلیم فرمایا کہ اُس کے دل سے پردۂ دوئی اُٹھا اور اُسی وقت کامل ہوا اور اولیا ہو کر مرا۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ ایک بار شیخ صحرائے بلخ میں تشریف لئے جاتے تھے کہ ایک مُردہ پڑا ہوا دیکھا، اُس کے قریب جا کر مراقبہ فرمایا، معلوم ہوا کہ چندے اُس کی عمر باقی ہے کھڑے ہو کر فرمایا قم باذن اللہ وہ اُسی وقت کھڑا ہو گیا۔ وفات شیخ نظام الدین تھانیسری ثم بلخی کی آٹھویں رجب بروز جمعہ ۱۰۳۶ھ میں ہوئی، مزار پر انوار بلخ میں زیارت گاہ ہے۔ صاحبزادے کئی چھوڑے تھے، جن میں سے شیخ محمد سعید پسر کلاں کہ جن کا ذکر آگے آویگا اُنہوں نے تھانیسر میں سکونت اختیار کی۔ دوسرے صاحبزادہ عبدالحق کرنال میں رہے، اُن کی اولاد کرنال میں ہے، اور بعض صاحبزادوں کی اولاد بلخ میں ہے کہ جو روضہ متبرکہ کی خدمات بجا لاتے ہیں۔ اور خلفائے حضرت سے کہ جو صاحب ارشاد اور ہندوستان میں آسودہ ہیں یہ ہیں:۔ اوّل صاحب سجادہ بندگی شیخ ابو سعید گنگوہی، دوسرے شیخ حسین بھورے کہ پہلے مرید شیخ جلال الدین تھانیسری کے تھے، بعد میں تکمیل و خرقۂ خلافت شیخ نظام الدین سے حاصل کیا۔ لکھا ہے کہ ایک بار شیخ محمد صادق نے شیخ حسین بھورے سے پوچھا کہ تم کو فنار احدیت ذات کس وقت میسر ہوتی ہے کہا کہ جس وقت نماز کی نیت باندھتا ہوں، پھر اُنہوں نے شیخ محمد صادق سے پوچھا کہ تم کو فنار احدیت ذات میں کس وقت میسر ہوتی ہے، فرمایا کہ جب سماع سنتا ہوں میں نہیں رہتا، اور شیخ حسین بھورے کے خلیفہ شیخ ولی محمد نارنولی ہمیشہ اکبرآباد میں رہے کامل درویش تھے، مزار شیخ حسین بھورے کا کہور میں ہے۔

تیسرے خلیفہ شیخ پائندہ نبوری کہ نہایت صاحب کمال تھے، شب کے وقت جب ذکر جہر کرتے جو سنتا لا الہ الا اللہ کہتا ہوا مست و مدہوش ہو جاتا تھا۔ آخر اہل شہر نے آپ کے پیر سے شکایت کی کہ ان کے ذکر کی آواز سنتے ہی ہم لوگ بیہوش ہو جاتے ہیں، گھر کھلے پڑے رہتے ہیں۔ آپ کے پیر شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ شیخ پائندہ تم شب کو جنگل میں جا کر ذکر کیا کرو، جنگل میں یہ کیفیت بہم پہنچی کہ جب لا الہ کہتے تمام درخت سرنگوں ہو جاتے، جب الا اللہ کہتے سیدھے ہو جاتے۔ چوتھے سید الہ بخش لاہوری یہ صائم الدہر تھے ایک مٹھی کھیلیں آٹھ روز میں آپ کے افطار کے خرچ میں آتی تھیں، ہمیشہ ترک اور تجرید کے ساتھ رہے، اکثر خلق لاہور آپ کو خدا ہیں اور بعضے خدا نما کہتے تھے، شیخ آدم نبوی خلیفہ شیخ احمد سرہندی نے لکھا کہ تم کو مردم جس طرح کہتے ہیں وہ تمہاری مرضی سے کہتے ہیں یا بے مرضی اگر تمہاری مرضی سے کہتے ہیں تو

اس عقیدہ بد سے توبہ کرو جو معتقد روایت پروردگار دنیا میں ملحد و زندیق ہیں۔ آپنے خط پڑھکر فرمایا شیخ آدم نعمت رویت سے محروم ہیں، مگر تجھ کو مشرف کراتا ہوں، چنانچہ وہ شخص بیہوش ہوا اور دو پہر کے بعد اُس کو ہوش آیا۔ سید اللہ بخش سے عرض کی کہ اب میں اُمیدوار ہوں کہ باقی زندگانی خدمت حضور میں گذاروں آپنے فرمایا کہ اب تو شیخ کے پاس جا میرا جواب دے اور حقیقت رویت سے آگاہ کر اور مرتبہ علم الیقین مشرف کرایا۔ مزار ان کا لاہور میں ہے، اور ان کے خلفاء سے شیخ محمد مرزا کہ سرہند میں آسودہ ہیں کامل درویش گذرے ہیں خلیفہ پنجم شیخ عبدالکریم لاہوری خلیفہ ششم شیخ الہ داد لاہوری۔ انہوں نے اکثر کو صاحب ہدایت بنایا۔ چنانچہ دوست محمد صوفی ان ہی کے خلیفہ تھے خلیفہ ہفتم شیخ مصطفےٰ خلیفہ ہشتم شیخ عبدالفتح خلیفہ نہم خلیفہ شاہ عبدالرحمن کشمیری خلیفہ دہم شیخ صادق برہان پوری خلیفہ یازدہم قاضی عبدالحی پسر قاضی سالم کیرانوی خلیفہ دوازدہم شیخ صادق برہان پوری خلیفہ سیزدہم شیخ فتحی بودہ تھے کہ جنہوں نے خرقہ خلافت شیخ اسمٰعیل کو دیا وہ رہنے والے اکبر آباد کے تھے۔

ذکر حضرت شیخ امان پانی پتی کہ اصلی نام عبدالملک اور لقب امان اللہ

یہ حضرت مرید شیخ محمد حسن کے وہ مرید پدر خود شیخ طاہر کے اور شاگرد شیخ مودود لاوری کے کئی خاندان سے فیض یاب تھے۔ مشرب نعمت اللہ شاہی میں دو واسطہ سے ملتے تھے۔ مسائل توحید میں دستگاہ رکھتے تھے علم تصوف اور مسائل توحید میں صاحب تصنیف ہیں

نقل کرتے ہیں کہ شیخ امان کی اکثر یہ کیفیت ہوئی کہ نماز میں جب ایاک نعبدو ایاک نستعین شروع کیا اور اسی کو بار بار کہا، یہاں تک کہ بیہوش ہو گئے، زمین پر گر گئے، حالت چہرہ کی تغیر ہو گئی، آخر جب ہوشیار ہوتے نماز قضا ادا فرماتے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ کو اہل بیت پاک سے ایسی محبت تھی کہ اگر آپ درس فرماتے ہوتے اور کوئی بچہ سید کا آجاتا تو کتاب بند کر کے تعظیم کو کھڑے ہو جاتے اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک فقیری کی دو چیزیں ہیں۔ اول محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دوسرے تہذیب الاخلاق، اور فرمایا کہ علامت محبت کی یہ ہے کہ اُس کے متعلقین کو محبوب سے زیادہ دوست جانے جو عاشق خدا ہے وہ اُس کے حبیب کو دوست ضرور رکھیگا، اور جو رسول کو دوست رکھتا ہے وہ اُس کے

اہل بیت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھیگا۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ جلدی مجھکو سفر درپیش ہے۔ شیخ اجودھنی نے عرض کیا کہ ہم کمترین بھی پا رکاب ہوں گے' آپ نے فرمایا کہ اگر سفر ظاہر ہے تو بایاران ہے اگر سفر دوسرا ہے تو یاروں کو اپنے خدا کے سپرد کیا۔ بعدہ گھر میں تشریف لے جاکر ہر ایک آدمی اور ہر ایک چیز سے وداع فرماکر کتابوں اور حجرہ سے وداع فرمائی' اسی عرصہ میں تپ ہوئی' فرمایا کہ گرم پانی کر گھڑے اور بدھنی کوری لاؤ' آج تمام عمر کا وسواس دور ہوتا ہے۔ چونکہ اُس روز گیارھویں تھی اور عرس سالانہ حضرت غوث الاعظم کا تھا اس واسطے کھانا تقسیم فرمایا' دوسرے روز سکرات موت غالب ہوئی بیہوش ہوئے' اسی حالت میں فرمایا کہ چند مشائخ فتوی توحید طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ مسائل توحید فرماکر بارھویں ربیع الثانی ۹۹۶ھ میں وفات ہوئی۔ آپکے خلفاء میں سے شیخ سیف الدین والد شیخ عبدالحق محدث دھلوی اور شیخ رکن الدین اجودھنی و شیخ تاج الدین ذکریا اجودھنی تھے' یہ مصاحب بھی تھے۔

ذکر حضرت شیخ حمزہ ہرسو قریشی قدس سرہٗ

کہ اولاد شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی سے تھے اور مرید خاندان میر سید گیسو دراز کے

آپ کی یہ کیفیت تھی کہ ہر وقت عبادت میں رہتے تھے۔ صاحب نعمت اور کرامت تھے۔ پہلے سپاہیوں میں ملازم تھے۔ ایک روز محل سلطان کے پہرہ پر تھے' شب کے وقت یہ خیال آیا پہرہ دینا اور اطاعت اُس کی چاہیے کہ جو خود میری حفاظت کرتا ہو نہ کہ میں اُس کی اطاعت کروں کہ جس کی میں حفاظت کرتا ہوں۔ یہ خیال کرکے اُسی وقت تارک ہوکر اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مجذوب حمزہ نام تھے اُن سے نعمت حاصل کی' بعدہ چندے شیخ احمد مجد شیبانی کی خدمت میں رہے۔ بعد تکمیل قصبہ ہرسو وطن مالوفہ اپنے میں کہ نارنول سے قریب ہے سکونت اختیار کی' اور جو شریف بے علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا برکت انفاس حضرت سے باعلم ہوجاتا تھا۔ اور آپ کو فتوحات بھی بہت ہوتا تھا۔ مگر کل اسی روز تقسیم فرماتے' اہل خانہ کو بھی مثل دوسروں کے دیتے۔ آپکے ایک مرید نقل کرتے ہیں کہ شیخ نے بندہ کو برائے کار جانب یکتان روانہ کیا' ایک ایسے جنگل میں پہنچا کہ جہاں پانی نہ تھا' اور تشنگی نے ایسا ستایا کہ مینے مرنے پر کمر باندھی مگر دل میں میرے یہ خیال ہوا کہ پہلے مشائخ اگر مرید کو کہیں بھیجتے تھے تو راستہ میں اُس کو پانی کی جگہ دودھ ملتا تھا اور میں اس جنگل میں مرا چاہتا ہوں کہ یکایک ایک ریوڑ بکریوں کا آگیا اُس کے

چرواہے کے پاس ایک مشک پُرآب تھی مینے اُس سے پانی طلب کیا، اُس نے کہا کہ اس جنگل میں پانی کہاں، اس مشک میں دودھ ہے، اگر چاہے تو پی لے، مینے اُس سے تھوڑا دودھ پیا، بعد تھوڑی دیر کے پھر تشنگی ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ چشمہ شیریں اور ٹھنڈا موجود ہے۔ میں نے شکر پروردگار ادا کیا اور خوب پانی پیا اور توجہ خاص پیر مرشد سے دوبارہ زندگی پائی۔ وفات شیخ حمزہ کی بقول صاحب اخبار الاخیار ۲۵ ربیع الآخر وقت شام ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ نماز مغرب کی تیسری رکعت کے سجدہ میں تھے کہ انتقال فرمایا۔ مزار شریف قصبہ ہرسو میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین متقی قدس سرہٗ

یہ اولیا خاندان چشت سے گذرے ہیں اور خاندان سہروردیہ سے بھی فیضان حاصل کیا تھا، ایسے عاشق اللہ تھے کہ ماسوائے اللہ کے کچھ کار نہ تھا، اور اتقا ایسا تھا کہ ایک روز ایک شخص کھانا لایا، آپنے اس میں سے ایک لقمہ کھا کر کہا کدورت معلوم ہوتی ہے شیخ علی متقی اس کا کیا سبب ہے: شیخ علی متقی نے کہا کہ کھانا وجہ حلال کا ہے، مگرجس وقت ہمسایہ سے آگ لی ہے تو چند تنکے پھونس کے بلااجازت اُس کے اُٹھائے تھے اُن سے آگ سُلگائی تھی یہ سُن کر آپ اُٹھے اور جس کے گھر سے آگ لائے تھے اُس کو کچھ دیکر معاف کرایا کہ تیرے گھر سے پھونس بے اجازت لے گیا تھا، بعدہٗ اُس کھانے کو کھایا۔ اول اول حضرت خراجی زمین سے کاشت کرکے ایام گذاری کرتے تھے آخر اُس کو بھی چھوڑکر فاقہ کشی اختیار کی آٹھ آٹھ روز بے کھائے گذر جاتے تھے اگر کوئی کھانا لاتا تو بوجہ شُبہہ کے نہ کھاتے اس قدر فاقہ کشی کی کہ بھوک کے صدمہ سے مرگئے۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے ہاں مجلس تھی۔ ایک شخص چلنے وقت نادانستہ آپ کی جوتی پہن کر چلا گیا، جب اُس کو معلوم ہوا آپ کی جوتی واپس لایا، آپنے فرمایا کہ اب میں نہ لونگا جب تک اس کی قیمت نہ دیدوں گا، کس واسطے کہ جو میری چیز ہے سب وقف ہے کوئی میری چیز لے لے حرام نہ ہوگی اور الٰہی بایزید نام آپکے پسر تھے کہ ہمیشہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے، دنیا اور دنیاداروں سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے! ایک روز ایک شخص نے ایک روپیہ نذر کیا، آپنے کبھی روپیہ نہ دیکھا تھا، پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کس کام آتا ہے، اُس نے کہا اس کو روپیہ کہتے ہیں، بازار میں اس کو دیکر جو چاہتے ہیں سو لیتے ہیں۔ جب آپ کو معلوم ہوا، وفات شیخ حسام الدین کی سنہ ۹۶۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میر سید عبدالاول بن سید علائی قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید صاحبزادگان میر سید محمد گیسو دراز سے تھے۔ علوم دینی اور دنیوی سے آراستہ و پیراستہ تھے، اور شرح بخاری مسمی بہ فیض الباری اور فرائض سراجی نظم اور سفر السعادت اور ایک رسالہ تحقیق نفس میں بعبارت فارسی اور دیگر کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں اور اکثر کتابوں کے حاشیہ لکھے، عمر آپ کی دراز ہوئی ہے۔ صاحب معارج النبوت ناقل ہیں کہ آپ کے بزرگ قصبہ زید پور علاقہ جونپور کے رہنے والے تھے، آپ کے والد دکن چلے گئے تھے، آپ دکن میں پیدا ہوئے اور وہیں تحصیل علوم کیا، آخر گجرات میں آئے وہاں سے حرمین شریفین گئے، وہاں سے واپس آکر احمد آباد میں رہے، پھر باستدعائے نواب بہرام خاں خانخاناں بعہد اکبر اعظم دہلی میں تشریف لائے اور دہلی میں ۹۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ قاضی خاں ظفر آبادی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ حسن طاہر کے اور صاحب کرامت و زہد و تقویٰ تھے، اور نفس کش اور تجرید و تفرید سے ایام گذاری کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ جد کلاں راقم نے کچھ نذر کیا، اس کو قبول نہ کیا بلکہ ایک بار سفید کاغذ پر اپنی مہر کر کے آپکی خدمت میں ارسال کیا کہ جس قدر روپے شیخ چاہیں برائے خرچ خانقاہ تحریر فرمادیں۔ آپنے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ نے کبھی کسی بادشاہ کا کچھ قبول نہیں کیا، میں نے بھی اپنے مرشد کے روبرو عہد کیا ہے کہ کبھی سوائے خدا کے دوسرے سے طلب نہ کروں گا۔ وزیر نے آکر بادشاہ سے عرض کی بادشاہ نے کہا پھر جا اور کہہ کہ آپکے فرزندوں کے واسطے ہے، آپنے سن کر فرمایا کہ فرزندوں کو اپنا اختیار ہے، آخر فرزند نے بھی قبول نہ کیا، یعنی شیخ عبداللہ پسر کلاں حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ وفات حضرت قاضی خاں کی بمقام ظفر آباد ۹۶۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبدالعزیز بن شیخ حسن طاہر قدس سرہٗ

یہ خلیفہ حضرت قاضی خاں مذکورۃ الصدر کے تھے مشہور درویش چشتیہ سے ہیں، علم شریعت اور طریقت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاضت اور عبادت میں یگانہ حلیم اور نہایت متواضع اور شفیق اور مہذب اور خلیق تھے جس کی نظر روئے مبارک پر

پڑتی تھی حالت طاری ہوجاتی تھی۔ ولادت آپ کی ۸۹۸ھ میں بمقام جونپور ہوئی، اور خاتمہ آپ کا بتاریخ ۶ جمادی الآخر ۹۷۵ھ میں باستماع ایں آیت کریمہ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیٔ الیہ ترجعون وقوع میں آیا۔ یادگار اہل حشمت آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ذکر حضرت شیخ علی متقی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان چشتی والقادری الشاذلی المدنی قدس سرہٗ

آپکے بزرگوں کا وطن جونپور تھا، آپ برہان پور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کی کیفیت یہ ہے کہ شیخ حسام الدین آپکے والد ۸ سات برس کی عمر میں بمقام برہان پور شاہ باجن چشتی کہ سلسلہ خواجہ بزرگ کے درویش تھے مرید ہوئے۔ جب بڑے ہوئے بادشاہوں کی خدمت میں رہ کر بہت کچھ مال دنیا جمع کیا جب جذبہ حق کلو گیر ہوا تمام مال و منال راہ خدا میں لٹا کر شیخ عبدالحکیم پسر شاہ باجن کی خدمت میں سب درویشی کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدہٗ ملتان میں آکر شیخ حسام الدین متقی ملتانی کی خدمت میں رہ کر فوائد کثیر حاصل کئے بعدہٗ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر شیخ ابوالحسن بکری قطب وقت کی خدمت میں رہے، بعدہٗ شیخ محمد بن محمد سخاوی سے طریقہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا، اور طریقہ شاذلیہ میں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی سے بھی اجازت پائی اور طریقہ مدنیہ میں کہ شیخ ابومدین شعیب مغربی سے شیخ موصوف سے اجازت حاصل کی اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی کہ شیخ ابن الحجرہ وغیرہ علمائے مکہ مرید ہوئے اور آپ کی تصانیف سے قریب سو کتابوں کے ہے مگر جمع الجوامع و جامع عیسر و مجموعہ حکم کبیر بین الفریق و سہل السبیل و مرادات الفقیریہ مشہور زیادہ ہیں۔ بعدہ ملک گجرات میں تشریف لائے۔ سلطان بہادر الدین والی گجرات نے نہایت التجا کی کہ میں برائے قدمبوسی حاضر ہوں، آپنے قبول نہ فرمایا، آخر سلطان نے قاضی عبداللہ سندھی کو سفارش کے واسطے بھیجا، مجبور آپ نے منظور کیا۔ جب سلطان برائے زیارت آیا اور ایک کرور روپیہ سکہ گجراتی پیشکش کیا آپنے وہ روپیہ قاضی عبداللہ سندھی کو دیکر فرمایا کہ تمہارے سبب سے یہ فستوح ہوا اپنے صرف میں لاؤ کو دیا۔ صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ بادشاہ کے کسی وزیر نے بجہت برکت اپنے گھر کے شیخ کی دعوت کی چونکہ دعوت کا رد کرنا منع ہے آپنے فرمایا کہ تین شرائط سے دعوت قبول کرتا ہوں۔ اول جہاں چاہوں بیٹھوں، دوم جو چاہوں

کھاؤں، سوئم جب چاہوں چلا آؤں، اس نے شرایط شیخ منظور کرلیں۔ جب آپ دعوت میں چلے ٹکڑا خشک روٹی کا جیب میں ڈال لیا۔ جب اس کے مکان پر پہنچے قریب صدر دالان کے زمین پر بیٹھ گئے اس وزیر نے عرض کیا کہ فرش پر تشریف رکھئے، آپنے فرمایا کہ میں موافق شرط کے جہاں چاہا بیٹھ گیا، جب کھانا آگے آیا آپنے خشک روٹی جیب سے نکالکر کھانی شروع کی۔ اس نے کھانے پر بھی اصرار کیا، آپنے فرمایا موافق شرط کے جو جی چاہا کھاتا ہوں، اور وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان پر چلے آئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز وجہ حلال سے حاصل ہوتی ہے ضائع نہیں ہوتی۔ ایک روز فرمانے لگے کہ میں کشتی پر سوار تھا اور سفر دریائے شور کا تھا کہ ناگاہ طوفان آیا اور کشتی پھٹ گئی، ہم کئی فقیر ایک تختہ پر رہ گئے پانی کے تلاطم سے جو کتب کہ میرے پاس تھیں بھیگ گئیں۔ جب وہ تختہ کنارہ پر لگا میں نے ان کتابوں کو دھوپ دی، ان کے اوراق جدا جدا کئے، عنایت الٰہی سے ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوا۔ وہاں سے ہم روانہ کعبہ کو ہوئے، راستہ میں تشنگی غالب ہوئی، پانی وہاں نہ تھا ہم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی اس نے اپنی رحیمی سے بارش کی ہم سیراب ہوئے۔

نقل ہے کہ ولادت حضرت شیخ علی متقی کی ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ وفات بوقت صبح دوسری جمادی الاول ۹۸۵ھ میں بمقام مکہ معظمہ ہوئی لکھا ہے کہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو فرمایا کہ میری انگشت شہادت جب تک موافق ذکر کے حرکت کرتی رہے سمجھ لینا کہ ابھی روح بدن میں باقی ہے جب وہ ساکن ہو جائے تو معلوم کرنا انتقال کیا، چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور شیخ عبدالوہاب خلیفہ آپکے فرماتے ہیں کہ ایک بار بندہ واسطے زیارت مزار شیخ کے گیا اور میں نے عرض کیا کہ میں آپکے خلیفہ کی خدمت میں ہوں، اگر آپ اپنے خلیفہ یعنی میرے پیر سے سفارش کیجئے کہ زیادہ تر عنایت بندہ پر فرماویں۔ اسی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ مصلی حنفی پر بیٹھے ہیں اور میں دست بستہ ایستادہ ہوں، شیخ نے فرمایا کہ تو نے جو عرض میری قبر پر کی میں نے سب سنی مطمئن رہ تیرے مقصود سب حاصل ہوں گے۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ بعد انتقال شیخ کے بارہ برس پیچھے آپکے برادر زادہ نے تقاضائے اعزا نے چاہا کہ جیسے شیخ عبداللہ یافعی کو قبر فضیل بن عیاض میں دفن کیا تھا، ان کو بھی کسی اولیا کے مزار میں دفن کریں۔ آخر یہ قرار پایا کہ ان کو ان کے چچا شیخ علی کی قبر میں رکھو۔ جب ان کی قبر کھولی کہ نعش مبارک بجنسہٖ موجود تھی کفن بھی میلا نہ ہوا تھا، حالانکہ مکہ کی زمین کا خواص ہے کہ تین ماہ کے بعد مردہ بالکل خاکستر ہو جاتا ہے۔

ذکر شیخ اجودھن جونپوری قدس سرہٗ

پسر شیخ بہاؤالدین جونپوری کہ عمر شریف ان کی سو برس سے زیادہ ہوئی۔ صاحب عظمت اور مجاہدت شہرہ آفاق تھے۔ آخر میں حضرت ایسے ضعیف ہوگئے تھے کہ دو آدمی اُٹھاتے بٹھاتے تھے، اکثر کمالات حضرت کے مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۷۶ھ میں بمقام جونپور ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حسن محمد چشتی والقادری ثم سہروردی قدس سرہٗ

بن شاہ میاں جیو بن شیخ نصیرالدین بن شیخ امجدالدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین علامہ کہ قطب الاقطاب وقت گذرے ہیں۔ مرید شیخ جمال الدین معروف شیخ محمود راجن کے اور عالم متبحر اور علم تصوف سے خوب واقف تھے۔ بترتیب مریدوں میں یگانۂ عصر تھے، ترک اور تجرید بڑھا ہوا تھا اور نہایت متقی تھے، کہتے ہیں کہ حضرت اکبر اعظم نے آپ کی خدمت میں بارہ۱۲ گانوں کا فرمان اور کچھ نقد اور کچھ کپڑا ارسال کیا، آپ نے قبول نہ فرمایا اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ جب ہم بارہ گانٔ کے زمیندار ہوئے پھر فقیری کہاں۔ ہمارے پیروں نے بھی ایسا منظور نہیں کیا ہے۔ تب اُس امیر سلطانی نے کہ جو وہ لیکر گیا تھا عرض کی کہ یہ پارچہ وغیرہ اور نقد تو خانقاہ کے درویشوں اور مساکین کو تقسیم فرما دیجئے، آپ نے ارشاد کیا کہ یہ سلطنت کا مال مشکوک ہے پس جب میں اس کو مشکوک جانتا ہوں تو مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں مسلمانوں کو دوں اور جس کو بادشاہ کا جی چاہے دے فقیر ہمیشہ بادشاہ اسلام اور کل مسلمانوں کے واسطے دعا کرتا ہے لینے کی کچھ حاجت نہیں، فقیر کے نزدیک کل مسلمان بھائی برابر ہیں وفات حضرت کی ۲۸ ذیقعدہ ۹۸۰ھ میں ہوئی، مزار شریف احمد آباد گجرات میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد اعظم چشتی نظامی قدس اللہ سرہ العزیز

یہ حضرت خلفائے نامدار و فرزند کامگار حضرت شیخ حسن محمد چشتی کے تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغ حاصل کیا، قرآن مجید قرات سے پڑھتے تھے، عوارف شریف حفظ یاد تھے، علم تصوف میں دستگاہ تھی، ساٹھ برس سخت مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہ کر کمال فقر کو پہنچا کر طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ نقشبندیہ میں خرقہ خلافت اپنے والد شیخ حسن محمد چشتی سے حاصل کیا اور کاشف

دقائق اور حقائق و معارف تھے، آپ کو افطار کم تھا، تمام عمر کبھی چاندی سونے کو ہاتھ نہیں لگایا، جو فتوح ہوتا وہ شام تک قسمت مساکین ہوجاتا تھا یہاں تک کہ صبح کو بھنڈار میں ٹکڑا روٹی کا بھی نہ رہتا تھا، دوسرے روز پھر خدا دیتا پھر اسی طرح خرچ ہوتا۔ آپ کی تصنیفات سے بیالیس ۴۲ کتب ہیں مثل آئینہ وجود اور طریق الصادقین اور آداب العارفین اور ھدایت المریدین مشہور کتب ہیں سینے۔ اپنے جد حضرت سلطان ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی چشتی فخری سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے حضرت شاہجہاں بادشاہ نے سن جلوس دوسرے میں تین لاکھ روپیہ نقد اور پانچ گاؤں کی سند اور ایک کلاہ چار ترکی کہ جو خاص بادشاہ کے ہاتھ کی سی ہوئی تھی اور ایک گدڑی کہ جو تین ماہ میں سل کر تیار ہوئی نواب اسلام خاں بہادر کو ساتھ کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجی۔ جب نواب صاحب موصوف احمد آباد میں پہنچے تو صوبہ دار احمد آباد نے استقبال کیا اور دونو صاحب خدمت شیخ میں آئے، اور بادشاہ کا خط اور سند کہ جو خریطہ زربفتی میں تھی پیش کی آپنے فرمایا کہ اس کو کھولو دونو کاغذ پیش کئے، آپنے پہلے خط کو پڑھا، اُس کا حال معلوم ہوا، پھر وہ کشتی کہ جس میں کلاہ وغیرہ تھی ملاحظہ کی اُس وقت ایک سیّاح درویش حاضر تھا وہ گدڑی تو اُس کو دی، اور کلاہ کو دست مبارک میں لیکر سید احمد بغدادی کہ جو مریدان خاص سے تھا اُس کے سر پر رکھی، اور فرمایا مینے تجھ کو یہ خرقہ خلافت عطا کیا اور فرمایا کہ یہی میرا تبرک ہے۔ یہ وہ کلاہ ہے کہ جس کو اُس بادشاہ نے روزہ رکھ کر سیا ہے اور جس نے سن بلوغ سے آج تک آسمان کو بے وضو نہیں دیکھا جس نے مال سلطنت کو اپنے اوپر حرام سمجھا جو بوجہ حلال ایام گذاری کرتا ہے، اور اُسی وقت اُس کو شاہ ولایت کاشغر کا کر کے رخصت کیا، چنانچہ مزار سید صاحب کا نواح کاشغر میں زیارت گاہ ہے۔ بعدہ نواب موصوف سے فرمایا کہ نقد جو تولایا ہے درِ خانقاہ پر مساکین کو تقسیم کرا دیا جائے، فقیر اس قدر مال کے رکھنے کا متحمل نہیں ہے، اور فرمان کی نسبت فرمایا کہ یہ واپس بادشاہ کو دیدے کہ اس کے طالب و رہبت ہیں بس اگر اس کو منظور کرتا ہوں تو بروز قیامت اپنے پیروں کو کیا مُنھ دکھاؤں گا، اور بادشاہ کے لئے ایک تسبیح سنگ موسیٰ کی عنایت کر کے رخصت کیا، چنانچہ وہ تسبیح ہنوز تبرکات میں میرے پاس موجود ہے اور پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ مودود چشتی سے تا حضرت مولانا فخر صاحب کل خواجگان چشت کے تبرکات موجود ہیں جن کو میں اپنی اولاد اور جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ وفات حضرت شیخ محمد اعظم صاحب کی ۹ ربیع الاول ۱۱۲۲ھ میں ہوئی، مزار پر انوار احمد آباد میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ سلیم چشتی بن بہاؤالدین چشتی قدس اللہ سرہ

یہ حضرت اولاد بابا صاحب کی تھے

ہندوستان میں آپ کو شیخ سلیم چشتی اور عرب میں شیخ الہند کہتے ہیں اور آپ کی والدہ کا نام بی بی احد تھا، آپکے آبائے کرام کسی زمانہ میں اجودھن سے آکر لودھیانہ میں متقیم ہوئے اور آپکے والد بحکم الٰہی دہلی میں تشریف لاکر سرائے علاؤالدین زندہ پیر میں کہ یہ اس وقت ایک محلہ تھا قیام پذیر ہوئے اور سنہ ۸۸۴ھ میں شیخ سلیم تولد ہوئے پیدا ہوتے ہی پیشانی کے بل زمین پر گر پڑے کہ ایک دانہ سیاہ نوراتی میں چبھ گیا کہ نشان اُس کا تمام عمر رہا۔ ایک روز خود فرمایا کہ جب وہ دانہ میری پیشانی میں چبھا مجھکو بہت تکلیف ہوئی، مینے چاہا کہ اُس کو نکالوں مگر یہ خیال ہوا کہ تمام عالم میں بدنام ہو جاؤں گا۔ الغرض آپ کی عمر کئی ماہ کی تھی کہ آپکے والدین دہلی سے نقل کرکے قصبہ فتحپور میں متوطن ہوئے، وہاں آپکے والدین نے انتقال کیا، اور شیخ موسیٰ برادر کلاں حضرت نے پرورش کیا۔ بوجہ لاولدی کے آپ ہی کو بجائے فرزند پرورش فرماتے تھے، جب آپ سن بلوغ کو پہنچے اور ارادہ سفر کا کیا بڑے بھائی نے روکا اور کہا کہ میرے اولاد نہیں ہے، میں بجائے اولاد کے تم کو دیکھکر جیتا ہوں، تمہاری مفارقت گوارا نہ ہوگی، آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو فرزند دیگا، آخر بعد نو ماہ کے اُن کے گھر فرزند تولد ہوا، آپ فتحپور سے سرہند میں آئے مولانا شیخ مجدالدین ملک العلما سرہندی سے علوم ظاہری حاصل کئے اور کبھی کبھی قصبہ بھدالی میں کہ متصل سرہند کے ہے شیخ بدرالدین کے مزار پر جاکر مشغول رہا کرتے تھے، اور سنہ ۹۳۱ھ میں مکہ معظمہ میں جاکر کئی حج اور کئے، اور ایک مدت مجاور روضہ طیبہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام رہے، بعدہ عرب اور عجم اور خراسان اور شام وغیرہ اقالیم کی سیر کی صحبت بزرگان سے فیضان حاصل کئے، اسی سیر و سفر میں قطب العارفین شیخ ابراہیم چشتی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کرکے پھر عرب شریف میں آئے، اور سید محمد موٰلی و شیخ محمود شامی اور شیخ رجب علی کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ہزاروں شرفائے عرب مرید ہوئے، بعدہ پھر ہندوستان میں تشریف لاکر پہاڑی سیکری پر ریاضت اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے اور نکاح کیا اولاد پیدا ہوئی اور عمارت اعلیٰ باغ و چاہ بنائے، بعدہ سنہ ۹۶۲ھ میں بوجہ مفسدہ ہیموں بقال عازم حرمین شریفین ہوئے، جب بیت اللہ میں پہنچے یاروں سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ترک طعام کروں یا سکوت دوام اختیار کروں، یاروں نے عرض کی کہ سکوت سے دروازہ فیض بند ہو جائیگا، آخر آپنے ترک طعام فرمایا، بعد ہفتہ عشرہ کے قدرے بے گوشت کے طعام سے افطار

فرماتے، اس سفر میں اہل و عیال حضرت کے فتحپور میں تھے، آپ نور باطن سے اُن کا حال معلوم فرماکر پرکی کے ہاتھ اُن کے خرچ کے لایق نقد بھیجا کرتے۔

نقل ہے کہ قاضی غیاث الدین جو قاضی ابراہیم آباد اور آپ کے خلیفہ تھے، انہوں نے ایک روز عرض کیا کہ سلطان محمد عادل شاہ سے اور بندہ سے ملاقات ہے، میں برائے ملازمت جاتا ہوں، اُمیدوار ہوں کہ اسپ عراقی جو طویلہ خاص میں ہے مرحمت ہو کہ میں اُس بادشاہ کی نذر کروں، آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر دیتا ہوں کہ بادشاہ اس کو جُدا نہ کرے، اگر کسی کو دے دیا تو موجب زوال دولت و اقبال کا ہوگا، قاضی نے محکم وعدہ کیا اور گھوڑے کو لیکر بادشاہ کے پاس گیا اُسے نذر کیا نیز وعدہ شیخ بیان کیا، بادشاہ نے قبول کیا، آخر ایک خاصانِ بارگاہِ سلطان نے وہ گھوڑا ایک امیر کو دیدیا، آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی دولت کو برباد کردیا، چنانچہ چند روز کے بعد اس کے تمام ممالک میں فتنہ و فساد برپا ہوا کہ ابراہیم خاں سور نے جو سالار محمد عادل شاہ کا تھا بادشاہ سے بغاوت کی، آخر بادشاہ تابِ قامت نہ لاکر کالنجر کے قلعہ میں چلا گیا، بعدہ احمد خاں سور کہ جو عدلی کا بہنوئی تھا اُس نے یورش کر کے ابراہیم کو سندھ نواح دہلی سے نکال کر گنگا تک تسلط کیا چاہتا تھا کہ آگے بڑھے ۹۶۲ھ میں حضرت ہمایوں بادشاہ نے آکر بار دیگر عنان سلطنتِ ہند اپنے ہاتھ میں لی۔

معارج الولایت سے نقل ہے کہ پہلے بننے محلات سُلطانی کے تمام اہل فتحپور سے آپ نے فرمایا تھا کہ پندرہ برس کے بعد یہاں عمارات عالی تیار ہوں گی، تم کو چاہیئے کہ اپنے اپنے مکان کشادہ بناؤ ورنہ گز بھر زمین کا ملنا بھی دشوار ہوگا، آخر حضرت اکبر اعظم کو ذات بابرکات سے اعتقاد ہوا، آپ کی دعا سے شاہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ تولد ہوئے، اور شاہزادہ کو بادشاہ نے برائے تربیت اور پرورش حوالہ شیخ کیا اور تمام رعایائے فتحپور مورد عنایات سلطانی ہوئے، محلات شاہی اور دیگر عمارات عالی تیار ہوئیں اور عظیم الشان شہر تیار کیا گیا۔ لکھا ہے کہ ایک روز شیخ محل شاہی میں تشریف لے گئے، اُس محل کو دیکھکر فرمایا کہ جو عمارت بنے دیکھی ہے خلاف اس کے ہے، اُسی وقت نقشہ نویس حاضر ہوئے، اور حسب ایمائے نقشہ تیار ہوا بادشاہ نے بصرف زر کثیر مسجد اور خانقاہ برائے شیخ تیار کرائی، تاریخ ثانی المسجد حرام ہے، اور تاریخ خانقاہ خانقاہ اکبر ہے۔ سبحان اللہ دیکھنے سے تعلق ہے، ایسی خانقاہ دوسری روئے زمین پر نہیں ہے۔ شہزادہ سلیم کے پیدا ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر اعظم کو اولاد نرینہ کا بہت خیال تھا، ایک روز شیخ نے عرض کی

کہ دعا کیجے اللہ تعالیٰ مجھکو بیٹا دے، آپنے مراقبہ کیا، بعدہٗ سر اُٹھاکر فرمایا کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے عالم محبوبی ہے۔ سلطان نے پھر عرض کیا کہ حضرت اگر میری تقدیر میں ہوتا تو میں آپسے دعا کا کیوں خواہاں ہوتا، آپنے تھوڑا سکوت فرمایا، بعدہ ارشاد کیا کہ اس ملک میں راجپوتوں کی بہت بہت دنوں سلطنت رہی، بہتر ہے کہ کل بادشاہ بیگم دختر راجہ بہاڑا مل کچھواہا فقیرنی سے ملنے آوے، بموجب ارشاد بادشاہ کے رانی موصوفہ دوسرے روز آپکے زنانہ مکان میں آئیں، جب ان کے آنے کی خبر بادشاہ کو ہوئی آپ بھی گھر میں تشریف لائے اور اپنی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ رانی صاحبہ کی پشت سے پشت ملاکر بیٹھو، اور اوپر سے اپنی چادر مبارک دونوں صاحبوں پر ڈالکر اپنی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ اس کو دیدو وہ اُس وقت حاملہ تھیں، بعد تھوڑی دیر کے رانی موصوفہ سوار ہوکر محل سرائے میں داخل ہوئیں، قدرت خدا سے دوسرے روز آثار حمل کے نمودار ہوئے بعد اس کے بادشاہ جب آپ کی زیارت کو آئے آپنے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھکو فرزند عطا کیا، مگر اُس کا نام میرے نام پر رکھنا، چنانچہ ۹۷۷ھ میں شاہزادہ سلیم پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے بہت کچھ مساکین کو دیا، یعنی تین کروڑ نقد اور تین لاکھ بیگہ پختہ زمین اور تین سو گاؤں خیرات کئے، اور شاہزادہ کو ایکبار موتیوں، اور ایک بار زمرد ایک بار ہیرے، ایک بار نیلم، ایک بار فیروزہ، ایک بار لعل بدخشانی کے ہمراہ تول کر خیرات کئے اور پاپیادہ بارہ منزلیں کر کے حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کی اور وہاں بھی بہت چڑھایا اور خیر خیرات کی۔ وہاں سے آکر شہزادہ کو شیخ کی خدمت میں رکھا۔ چنانچہ شہزادہ سلیم کے خوارق اور کرامات کہ جو بعض مواقع پر ظاہر ہوئے ہیں تواریخ دیکھنے سے ظاہر ہوسکتے ہیں۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک بار شیخ حجرہ میں معتکف تھے، نماز کے واسطے مسجد میں جاتے تھے، دیکھا کہ ایک فقیر سوتا ہے، آپنے اُس کے سرہانے جاکر جگایا اور فرمایا کہ فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیئے، وہ فقیر شرمندہ ہوا اور عرض کی کہ بے شک میں خواب میں لڑ رہا تھا۔ ایک روز ایک شخص نے آپکے روبرو بیان کیا کہ دختر نایک گوپال نے جو ایک گوّیا مشہور ہے بادشاہ دہلی سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو بندی دکن جاکر اپنے پتا یعنی باپ کی ہڈیاں لے آوے، بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے باپ کی ہڈیاں کس طرح شناخت ہوں گی اُس نے عرض کیا کہ ہمارے خاندان میں ہڈی میں سوراخ ہوتا ہے یہ عمل راگ کا ہے، شیخ نے سُن کر فرمایا کہ گوّیئے جو فقط آواز کرتے ہیں ایک سوراخ ہڈیوں میں رکھتے ہیں اور درویشوں کی ہڈیوں میں تمام سوراخ ہیں۔ یہ فرماکر ران کو چیرا اور ہڈی دکھائی حاضرین نے دیکھا کہ اس قدر چھید تھے کہ خانہ زنبور معلوم

ہوتے تھے پھر فرمایا کہ قدر سر دد کی فقیر جانتے ہیں، گویّوں کو کیا وقوف ہے۔

نقل معارج الولایت سے ہے کہ آپکے چھوٹے بیٹے کا نام تاج الدین تھا، جب ان کی عمر سال بھر کی ہوئی آثار کرامت ظاہر ہونے لگے تھے۔ ایک روز نظر اہل خانہ سے غایب ہوگئے، جب تلاش کیا تو بالاخانہ پر شیخ کے پاس پایا، آخر ڈھائی برس کی عمر میں فوت ہوئے اور وفات شیخ بروز پنجشنبہ ۲۹ رمضان ۹۷۹ھ میں ہوئی۔ مزار فتحپور میں ہے۔ آپکے دو فرزند تھے، شیخ احمد و شیخ بدر الدین آپنے بروقت انتقال فرمایا کہ بابا صاحب نے بدر الدین کو صاحب سجادہ کیا تھا، میں بھی بدر الدین کو صاحب سجادہ کرتا ہوں سب کو اس کی اطاعت چاہیئے اور خلیفہ حضرت کے دیگر ممالک میں بیشمار ہیں مگر ہندوستان میں جو چند حضرات مشہور گذرے ہیں یہ ہیں شیخ عبد الواحد متوطن اکبرآباد شیخ امام سرہندی، شیخ سدھاری، شیخ جلال حافظ امام سید حسین، شیخ حاجی حسین بکھاری، شیخ رکن الدین، شیخ یعقوب کشمیری، شیخ ولی ساکن قصبہ مئو، شیخ بدّانی شیخ حماد گوالیاری، شیخ محمد غوری، شیخ کبیر سارنگپوری، شیخ محمد بخاری، شیخ پیارا مانڈوی، شیخ تقی چابک، شیخ جیو دہلوی، شیخ محمد دالی، شیخ کمال الدین، شیخ فتح اللہ سنبھلی وغیرہ قدس اللہ اسرار ہما۔

ذکر حضرت شیخ تقی چابک قدس سرہٗ

یہ حضرت قوم سے نور باف اور خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے صاحب کرامت وخوارق بابرکت گذرے ہیں اور برائے دفع زہر مار آپکا نام مبارک نہایت مفید لکھا ہے کہ آپ مانک پور کے پہاڑ میں بہت رہے ہیں، وفات حضرت کی ۹۸۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد طاہر گجراتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ علی متقی کے تھے اور قوم سے بوہرہ رہنے والے قریہ کے نواح گجرات سے ہیں مگر جب فضل حق شامل حال ہوا صاحب علم وفضل و کرامت ہوئے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، تمام علما اور فقرا سے ملے، اور شیخ علی متقی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کرکے اپنے وطن میں آکر شرک اور بدعت قومی دور کیا اور اپنی تصانیف سے خلق اللہ کو فیض پہنچایا۔ چنانچہ آپ کی جمع کی ہوئی کتب یہ ہیں شرح صحاح مسمی بہ مجمع البحار رسالہ تصحیح اسمار رجال اور قاعدہ تھا کہ روشنائی خود گھونٹا کرتے تھے، یہانتک کہ طلبا کو سبق پڑھاتے مگر اپنا کام کیے جاتے اور فرماتے کہ دست باکار دل بایار زبان درگفتار اور اس علاقہ میں دور کرنے بدعت اور شرک میں نہایت مشغول تھے، کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے تھے، آخر دشمنوں نے

موقع پا کر ۱۰۹۲ھ میں شہید کیا

ذکر حضرت شیخ نظام الدین بھکاری قدس سرہٗ

یہ حضرت فرزند شیخ یوسف شاہ جوسی کے تھے، لکھا ہے کہ حضرت بارہ سال مادر شکم میں رہے، جب بارھویں سال تولد ہوئے، بعد چلّہ نہانے کے آپ کی طرف دیکھکر فرمایا کہ پیارے بیٹے تیرے واسطے بارہ برس کڑوی دوائیں کھائیں۔ یہ سُن کر آپ نے آنکھیں کھولیں اور تبسم کرکے فرمایا کہ اماں وہ تمام ادویہ بیٹے ہی کھائی ہیں، میں بارہ برس تک آپ کے شکم میں معتکف رہا۔ چالیس دن کے بچّہ سے یہ باتیں سُن کر آپ کی والدہ کو ہیبت معلوم ہوئی، اور اسی صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہوئیں۔ بی بی اللہ دی آپ کی پھوپی نے آپ کو پرورش کیا، جب سن تمیز کو پہنچے مدرسہ اجودھن میں درس علوم کیا ایک شب باحضرت کو خواب میں دیکھا کہ کلاہ چار ترکی ان کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ اے فرزند اللہ تعالیٰ نے تجھکو فقیری عطا کی پہلے جاکر زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو صبح تمام کیفیت اپنے والد سے عرض کی اور حسب اجازت الد اپنے کے بہمراہی شیخ سونا اور شیخ محمود و شیخ بھیکن اور شیخ حمید الدین طرف مکہ کے آئے ادھر آپ کے والد نے اجودھن سے چل کر قلعہ اسیر میں سکونت اختیار کی اور عینا عادل شاہ کو اُن کی خدمت میں بہت اعتقاد ہوا، جب عمر حضرت کی آخر پہنچی مرتے وقت عادل شاہ کو وصیّت کی کہ میرا بیٹا شاہ بھکاری براہ خشکی برائے حج گیا تھا، وہ اس طرف سے آویگا۔ اُس کی خدمت سے درگذر نہ کرنا، اور تیرے کل مطالب اُس سے حاصل ہوں گے، اور شیخ حسین کو جن کے بیٹے صاحبزادہ کے ہمراہ گئے تھے خرقہ خلافت اور سند عطا کی اور انتقال فرمایا، جب حضرت شیخ بھیکن مکہ سے واپس پھرے موضع بنگری متصل تالہ اتاولی کے پہنچے۔ عادل شاہ استقبال کو آیا، نذرانہ پیشکش کیا، آپ نے قبول نہ فرمایا کہتے ہیں کہ شاہ بھیکن نے پانچ حج کئے، مگر چلنے میں کبھی پشت کعبہ کی طرف نہیں کی اور نہ جوتی پہنی، اور ایک کوزہ میں بچھو رکھا کرتے تھے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا آپ اس میں دست مبارک ڈالتے کہ اُن کے ڈنک کی اذیت سے نیند نہ آئے اور صایم الدہر اور قایم اللیل تھے، چھ ماہ کے بعد اپنے ہاتھ سے کچھ پکا کر افطار کرتے اور یاروں کو تقسیم فرماتے ایسا کہ تین سو آدمیوں کو پہنچتا تھا، ایک بار یاروں نے عرض کی کہ حکم ہو تو ہم بھاکری کی روٹی پکادیں، آپ نے فرمایا کہ تم نہ پکا سکو گے، جب وہ لوگ بہت ملتجی ہوئے آپ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے، الغرض جو جو پکانے بیٹھا تھا آگ سلگانے میں اُس کی ڈاڑھی جل گئی آپنے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا بھاکری کا پکانا کار بھکاری کا ہے

لکھا ہے کہ جب حضرت برہان پور میں ٹھیرے تو شیخ محمود کی یہ خدمت تھی کہ وضو کے واسطے پانی لایا کریں چنانچہ حضرت نے شیخ محمود کو پکارا معلوم ہوا کہ تپتی ندی سے پانی لینے گئے ہیں، آپنے افسوس فرمایا اور ایک عصا زمین پر مارا کہ زمین سے بکثرت پانی جاری ہوا، جب آپ اس جگہ سے چلے تو پانی بھی پیچھے ہوا، آپنے فرمایا اے پانی تا ولی نہ کر تا دل ہندی میں جلدی کو کہتے ہیں آہستہ چل، اُسی وقت تمام پانی زمین میں غائب ہو کر مثل پانی چشمہ کے جاری ہوا وہ چشمہ اُتا ولی ہی مشہور ہے عینا عادل شاہ نے گرد اُس چشمہ کے خانقاہ تعمیر کرائی، وفات شیخ کی ۹۸۵ھ میں بمقام برہان پور ہوئی، مزار شریف خانقاہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ پیارا چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے اپنے وقت میں مشائخین معززین سے تھے، اور شیخ اُن کو بہت معتبر سمجھتے چنانچہ جس وقت اکبر اعظم شہزادہ کو لیکر برائے زیارت روضہ حضرت خواجہ بزرگ اجمیر شریف کو چلے اُس وقت حضرت شیخ سلیم چشتی نے برائے حفاظت شہزادہ آپ کو ہمراہ کر دیا تھا۔ اتفاقاً جب اجمیر شریف میں پہنچے شہزادہ علیل ہوگیا، شہنشاہ اکبر نے آپ کو بُلا کر کہا کہ شیخ نے تم کو برائے حفاظت شہزادہ کے ہمراہ کیا تھا کچھ تدارک کرو، آپنے کہا کہ بے اجازت شیخ کی میں کچھ نہیں کر سکتا، اُسی وقت بحکم شہنشاہ تین سو کوس کے دھاوے کی سانڈنی حاضر ہوئی، آپنے عریضہ خدمت شیخ میں لکھا اور سانڈنی سوار کے حوالہ کیا، اُس نے لے جا کر شیخ کی حضور میں پیش کیا، شیخ نے اس کے جواب میں لکھا سلطان کی تسلّی کر دو، اور تم خود اُس کی بیماری جذب کرو۔ چنانچہ آپنے ایسا ہی کیا، شہزادہ کو اُسی وقت آرام ہوا اور آپ کئی ماہ بیمار رہے۔ ایک بار آپ قلعہ سے آتے تھے اور ہاتھی سلطانی پانی پینے جاتے تھے، ایک اُن میں مست تھا کئی آدمیوں پر چوٹ کر چکا تھا، آپکے اوپر لپکا، جب وہ قریب آیا آپ نماز کی نیت باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہو گئے، ہاتھی فوراً ہٹ گیا اور شہزادہ کو آپسے اور آپ کو شہزادہ سے بہت اُلفت تھی، خورد سالی ہی میں کسب درویشی کرایا کرتے تھے، اسی وجہ سے شہزادہ کو جذب ہو گیا تھا، جب شہزادہ سن بلوغ کو پہنچا آپ ملک مالوہ میں تشریف لا کر کنارہ دریائے نربدا پر کہ جہاں گھاٹ جنوب و شمال کے مسافروں کے آمد و رفت کا تھا قیام فرمایا، اور ۹۵۰ھ میں انتقال کر کے اسی جگہ دفن ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ رزق اللہ قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ مصباح العاشقین محمد لاڈ کے تھے کہ آپکے پدر نے عالم شیر خوارگی میں

مصباح العاشقین کی نذر کر دیا تھا، اُنھوں نے فرمایا کہ یہ میرا مرید ہے، جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی مصباح العاشقین نے وفات کی اور بعد سن بلوغ کے بوجہ تعلق روحانی پیر و مرشد سے عارف اور فاضل ہوئے اور عشق الٰہی میں یگانۂ عصر ہوئے خوب سفر کئے، ہندی اور فارسی زبان میں خوب شعر کہتے تھے۔ چنانچہ رسالہ بیاین اور جوت نرنجن اور سار بچن کہ جو ہندی زبان میں علم معرفت میں تصنیف فرمائی اور تجلیات قلوب کو جو ترتیب مریدوں میں مشہور ہیں، ہندی میں تخلص آپ کا راجن ہو اور فارسی میں تخلص شاقی ہو حضرت بزرگانِ دہلی سے ہوئے ہیں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے والد سے پڑھے تھے۔ وفات حضرت کی ۲ ربیع الاول ۹۸۹ھ میں بمقام دہلی ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ اسحاق قدس سرّہٗ

یہ حضرت بزرگان اہل چشت سے تھے، بہت بڑے سیّاح اور ذاکر اور مشاغل خوب مجاہدہ کئے ہوئے تھے عمر بھی بڑی ہوئی، اوائل میں آپ کو شوق فرزند کا تھا، جب خدا نے فرزند دیا گھر کو چھوڑ کر سیاحت اختیار کی، بعض نے لکھا ہے کہ آپ کو اولاد کی تمنّا تھی۔ عمر ضعیفی میں حق تعالیٰ نے آپ کو فرزند عطا کیا تو روز جمعہ تھا، آپ نے خادمہ سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہو حاضر کر، اُس نے عرض کیا کہ گھر میں کیا ہی جو حاضر کروں، آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہے لے آ دو سیر غلہ اور دو پُرانے کپڑے لائی، آپ نے خیرات کئے اور فرمایا کہ گویئے کو بُلا اُس نے کہا دینے کو کیا ہے جو گانے والا آوے فرمایا کہ پگڑی اور چادر اپنی دوں گا، اُسی عرصہ میں پڑوس میں کہیں گانا ہو رہا تھا، اُس کی آواز سن کر یہ طاری ہوا، جب بے اختیار ہوئے اُس کے گھر آئے، ذرا ٹھہر کر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آج جمعہ ہے میں نے غسل نہیں کیا حجام کو بُلوا کر اصلاح بنوائی غسل کیا یاروں سے رخصت ہوئے اور قرآن شریف پڑھنا شروع کیا، اور جان بحق تسلیم ہوئے، وفات حضرت کی سنہ ۹۹۵ھ میں ہوئی، مزار شریف دہلی میں ہی۔

ذکر حضرت شیخ زندہ پیر پسر شیخ عبد الکبیر چشتی صابری پانی پتی قدس سرّہٗ

یہ حضرت عمدہ مشائخ عصر سے تھے، زہد اور تقویٰ اور علوم ظاہری اور باطنی میں کامل و مکمل تھے، اور آپ کے تین بھائی تھے، برادر بزرگ شیخ حسین اور شیخ برہان الدین اور شیخ محمود یہ دونو برادر آپ سے چھوٹے تھے، شیخ حسین نے روبرو اپنے والد کے انتقال کیا، اُن کے دو فرزند تھے۔ الغرض شیخ عبد الکبیر کے انتقال کے

بعد سجادگی پر آپس میں مناقشہ ہوا، سلطان نے دو فریق کر دیئے، تھوڑے ہی دنوں کے بعد عید تھی، برائے نماز عید شہر سے باہر دونوں فریقوں میں تلوار چلی، آخر سجادگی شیخ عثمان کے نام مقرر ہوئی۔

سیر الاقطاب سے نقل ہو کہ ایک بار دو شخص قوم جاٹ کہ ایک اُن میں ہندو اور ایک مسلمان تھا لڑتے لڑتے خدمت شیخ عثمان میں آئے، آپنے دونوں کے بیان سُن کر مقدمہ جانب مسلمان فیصل کر کے اُس کو ڈگری دی، ہندو بہت چلّایا کہ آپنے اپنی ملّت کا پاس کیا، آپنے یہ سُن کر مراقبہ کیا، بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ تمھاری دونوں کی عورتیں حاملہ ہیں جو سچّا ہے اُس کے گھر لڑکا اور جو جھوٹا ہے اُس کے گھر لڑکی پیدا ہوگی، دونوں نے منظور کیا۔ بعد تھوڑے دن کے ہندو کے گھر دختر اور مسلمان کے گھر لڑکا کا تولد ہوا اُس وقت دونوں کا نفاق موقوف ہوا، لکھا ہے کہ آپکے صاحبزادہ شیخ نظام الدینؒ نے اپنے ملک میں نیا کنواں تیار کرا کر آپ سے عرض کیا کہ فاتحہ پڑھیے، آپنے فرمایا کہ ایک گلّے اور کئی من آٹا پکا کر پہلے فقرا کو کھلائیں فاتحہ پڑھونگا اُنھوں نے عرض کیا کہ سوائے ایک بکری کے میرے پاس اور کچھ نہیں ہو، آپنے فرمایا کہ جو مینے کہا تیر بہدف ہی کنواں مسمار ہو جائیگا، الغرض اُسی شب وہ کنواں بیٹھ گیا، وفات حضرت کی سنہ ۹۹۹ھ میں ہوئی، مزار شریف پانی پت میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ دانیال قدس سرہٗ

یہ خلیفہ حضرت راجے حامد شاہ کے اور فیض یافتہ روح پاک خواجہ بزرگ کے اور عاشق رسول کے تھے۔ عجائب احوال غرائب اطوار جامع الکمالات ہوئے ہیں اور ایک سو گیارہ برس کی عمر میں سنہ ۹۹۴ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ فتح اللہ بن سنبھلی چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے تھے اور حسب الحکم پیر خود کوہ فتح پور پر مشغول رہا کرتے تھے اور محض اُمّی تھے، علماء آپ کی بے علمی پر معترض ہوتے تھے کہ بے علم ولی نہیں ہوتا، آپکے مرید شیخ وجیہہ الدین کو ناگوار خاطر گذرا، ایک وقت شیخ سے یہ ماجرا عرض کیا، فرمایا کہ جو معترض ہو اُس کو میرے پاس لاؤ وہ ایک مولوی کو آپکے پاس لائے، آپنے فرمایا کہ مولانا جس کتاب کو آپ کہیں میں پڑھوں، اُنھوں نے ھدایہ پیش کیا آپنے فرمایا اول سے پڑھوں یا آخر سے یا درمیان سے اور شیخ وجیہہ الدین سے فرمایا کہ میں زبانی بے دیکھے کتاب کے ھدایہ پڑھتا ہوں تو لکھ، چنانچہ کئی صفحہ آپنے لکھوائے اور اس عالم کو دئے، اور فرمایا کہ کتاب سے مقابلہ کر۔ اس کرامت کو دیکھنے سے علماء معتقد ہوئے۔ لکھا ہے کہ بعد وفات شیخ سلیم کے فتحپور میں

امساک باراں کے سبب سے نہایت تکلیف تھی۔ صاحبزادہ شیخ احمد صاحب نے ایک خط آپ کے نام لکھا، اور استدعا کی کہ دعا کیجئے تاکہ باران رحمت ہو، جب خط پہنچا اُس وقت آپ جامع مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ خط کے پڑھتے ہی جنگل میں جاکر دھوپ میں بیٹھ گئے اور بارگاہِ خدا میں التجا کی کہ جب تک فتحپور میں مینہ نہ برسیگا میں یہاں سے نہ اُٹھوں گا، اور حاضرین جو ہمراہ گئے تھے اُن سے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو کہ ابر فتحپور کی طرف پیدا ہوا یا نہیں، لوگوں نے دیکھا اور کہا اُس طرف ابر محیط معلوم ہوتا ہے، آپ وہاں سے اُٹھے اور جواب میں لکھا کہ اگر بروقت نماز جمعہ فتحپور میں بارش ہوئی ہو تو لکھو، پس اُسی وقت فتحپور پر ایسی بارش ہوئی کہ پھر بارش کی حاجت نہ رہی، آپ کو روحانیت غوث پاک سے بھی فیض تھا۔ وفات حضرت کی ۹۹۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ خانو چشتی کے تھے اور مشائخ وقت گذرے ہیں اور چالیس برس آپ نے طالبانِ حق کو تعلیم فرمایا اور ہر سال پاپیادہ ننگے پیر بحالت ذوق شوق و وجد سماع نارنول سے برائے زیارت مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حاضر ہوتے، وہاں سے اجمیر جاکر مزار پر انوار حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوتے، اور آپ کے برادر کلاں شیخ اسمٰعیل بھی شیخ خانو کے مرید تھے، اور شیخ خواجگی پیری اور شیخ منور کہ مزار اُن کا اکبرآباد میں ہے نہایت مشہور درویش ہوئے ہیں مرید شیخ خانو کے تھے، وفات شیخ نظام الدین نارنولی کی ۹۹۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ طاہا چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ اسلیم کے سفر بیت اللہ میں پیر کے ہمرکاب تھے، جب شیخ ہندستان میں آئے شیخ طاہا کو احمد آباد گجرات میں مقرر فرمایا، اور شیخ محمد شیروانی اور دیگر طالبان حق کو برائے تربیت آپ کی خدمت میں چھوڑا بعد امتحان باطنی تمام مشائخ اُس علاقہ کے معتقد اور فیض یاب ہوئے اور شیخ محمد اعظم صاحب اور شیخ طاہا صاحبان دونوں بزرگوں میں کمال اتحاد رہا۔ معارج الولایت سے نقل ہے کہ مظفر شاہ ہوائی کا جب گجرات پر تسلط ہوا اُس نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ شمشیر میری کمر میں اپنے دست مبارک سے باندھیں کہ میں اکبر پر فتحیاب ہوکر تمام ہندوستان کو اپنے تصرف میں لاؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ملک اکبر کو عطا کیا ہے مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں اُس کے تغیر میں

کوشش کروں، یہ سن کر مظفر نہایت غصہ ہوا اور کہا کہ لشکر اکبر کے بدلے پہلے میں شمشیر اپنی آپ کے خون سے رنگین کرتا ہوں، شیخ نے جواب دیا کہ آٹھ روز کی مہلت دے، بعدہ جو چاہے کرنا، پس وہ ہفتہ نہ گذرنے پایا تھا کہ فوج فتح موج بادشاہی پہنچی، اور ملک گجرات کو تاخت و تاراج کیا، مظفر فرار ہوا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت اکبر اعظم نے یہ معاملہ سن کر شیخ کی بہت خدمت کی اور تاحیات اعزاز شیخ ملحوظ رکھا وفات حضرت کی ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ مٹھ گاگرونی قدس سرہٗ

یہ حضرت درویش کامل تھے اور روحانیت حضرت شیخ خواجہ بزرگ سے فیض یاب تھے، بیس برس کامل روضۂ خواجہ پر رہے، ایک دن آواز سنی کہ اے مٹھ تجھکو حق پہنچا یا اور صاحب ولایت گاگرون کا کیا، وہاں کا تصرف تجھکو بخشا، پس بحکم خواجہ گاگرون میں آکر مقیم ہوئے، اور ہدایت خلق اور ارشاد مریدوں میں مشغول ہوئے۔ گاگرون کا پتھر خلاف سرحد گاگرون یہ تاثیر رکھتا ہے کہ اس کا گھس کر پلانا سمیت ہیضہ کو دفع کرتا ہے۔ اس میں یہ کیفیت ایسے ہی بزرگوں کی برکت سے پیدا ہوئی۔ وفات حضرت کی ۱۰۰۲ھ میں ہوئی مزار گاگرون میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ کبیر جولاہہ قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ تقی سہروردی کے تھے اور مشاہیر زمانہ سے ہوئے ہیں، اپنی ولایت کو طریق ملامتیہ میں چھپایا تھا، اور تمام موحدانِ وقت سے ممتاز تھے، چند روز رامانند بیراگی کی خدمت میں رہ کر فن شاعری زبان ہندی میں حاصل کیا۔ زبان ہندی میں معرفت پہلے انہوں نے بیان کی ان کی تقلید گرونانک نے کی، اُن کے بعد معرفت کرہ دادو نے بیان کی۔ مگر کبیر صاحب کا وہ کلام ہے کہ کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہیں ہوا، آپنے جو فرمایا معاملہ اور واردات کو ارشاد فرمایا، وہ باتیں غرائب کی جو طالبانِ حق کے بکار آمد تھیں۔ بعد اس کے حضرت شیخ بھیکا چشتی کی خدمت میں رہ کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ مزار شریف بھیکا کا نواح لکھنؤ میں ہے، اور ہندو مسلمان دونوں گروہ آپکے معتقد تھے، ہر ایک آپ کو اپنے میں سے شمار کرتا تھا، خوارق اور کرامات آپکے مشہور ہیں، اور جو اہل ہنود آپکے سلسلہ کے ہیں وہ کبیر پنتھی کہلاتے ہیں۔ طریق اُن کا اذکار و اشغال بالکل اہلِ اسلام کے مطابق ہے۔ مگر الفاظ کا فرق یہ ہے کہ مسلمان اللہ کہتے ہیں وہ سوہم کہتے ہیں۔ اس کا تب الحروف کو عالم سیر و سفر میں فقرائے کبیر پنتھیوں سے ملنے کا بہت اتفاق ہوا ہے

بعض وقت فقیر اور وہ ایک مکان میں اپنے اپنے کار میں مشغول بھی رہے ہیں حضرت دارا شکوہ قادری خلفِ شاہجہاں بادشاہ حسنات العارفین میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیام حضرت کا کاشی یعنی بنارس میں تھا۔ وقت نزع حضرت کے ہندو اور مسلمانوں میں تکرار ہوئی، مسلمان کہتے تھے کہ ہم اپنے طریق پر تجہیز و تکفین کریں گے، ہندو کہتے تھے کہ ہم ان کو جلاویں گے، آپ کو بیہوشی تھی قریب تھا کہ تلوار چلے آپنے چشم وا کی اور فرمایا کہ کیوں لڑتے ہو میں ابھی زندہ ہوں یہ فرماکر در حجرہ بند کرلیا۔ بعد تھوڑی دیر کے دروازہ کھولکر دیکھا تو حضرت کے بستر پر تھوڑی سی مٹی پڑی تھی اور کچھ نہ تھا یا لنگوٹی وغیرہ تھی یہ کرامت اور زبردستی دیکھکر سب کو حالت طاری ہوئی، یہ وقوعہ سنہ ۱۰۳۰ھ میں ہوا، آپکا یہ پد مشہور ہے۔ مائی ترکنی باپ جولاہہ کبیر اسنت بھی تمھاری کل کس نے رام کہی ؀ اس پد سے آپکا اسلام صاف ظاہر ہے، آپکے صاحبزادے شیخ کمال تھے، اُن کا مزار احمد آباد میں ہے۔ نقل ہے کہ ایک بار شیخ کبیر پان کر رہے تھے یعنی تانا سوت کا صاف کرتے تھے، کوچہ سر پر رکھا تھا، ایک شخص نے پوچھا کبیر کیا کر رہا ہے، آپنے جواب دیا کہ ٹوٹے کو جوڑ رہا ہوں، پھر اُس نے کہا تیرے سر پر کیا ہے، آپنے فرمایا کہ کوچہ۔ آپ فرماتے ہیں، یہیں مڑہی مسیت ہے یہیں ہے کُملا پھول ؀ اپنے میں تو کھوج لے مور کھا اسے نہ بھول ؀ **دیگر** چلتی چکّی دیکھکر دیا کبیرا روئے ؀ دو پاٹن کے بیچ میں آ ثابت گیا نہ کوئے ؀ **دیگر** کبیرا بے جو باٹ میں گل کٹو کے پاس ؀ اپنی کرنی پار اُترنی تم کیوں بہے اُداس **دیگر** کرے مالا نہ کہوں مکھ سے کہوں نہ رام ؀ سوا سا سوہم ہور ہو نہیں اور سے کام ؀ جوگ کرے یا جپ کرے مون دہرے دن رین ؀ من منسا استھر کئے جیا نہ پائے چین ؀ پوتھی پستک دہر دو پانڈے ہو جا سندت نشانی ؀ کہیں کبیر سنو بھئی سادھو جوت میں جوت سمانی۔

ذکر حضرت شیخ ولی چشتی قدس سرہٗ ابن شیخ یوسف چشتی

آپ مرید شیخ اسلیم کے تھے لکھا ہے کہ جس روز آپ خدمت شیخ اسلیم میں حاضر ہوئے اسی روز منظور نظر ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا، یہ حال دیکھکر اور مرید دن نے شیخ سے عرض کی کہ ہم لوگ سالہا سال سے حاضر خدمت ہیں، ہنوز خرقہ خلافت سے مشرف نہیں ہوئے اور یہ پہلے ہی روز مشرف باسعادت ہوئے، اس میں کیا بھید ہے، آپنے فرمایا کہ یہ شخص بنا بنایا آیا ہے۔ مثلاً ہانڈی تیار روبرو آئی فقط اس میں نمک نہ تھا، نمک کے ڈالتے ہی وہ تیار اور خوش مزہ ہوگئی گویا میں نے اُن کی تیار ہانڈی میں نمک ملا دیا ہے۔ وفات شیخ ولی کی سنہ ۱۰۰۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا عبداللہ انصاری سلطان پوری قدس سرہٗ

یہ حضرت عالم بے بدل مشائخ فقرائے ہند سے ہیں، مرید خاندان چشت کے نہایت متقی تھے، زمانہ شیر شاہ سور سے تا عہد اکبر زندہ رہے دفع کفر و بدعت میں نہایت کوشش کرتے تھے، امرائے اثنا عشری کو آپ سے نہایت عداوت تھی موقع پاکر بادشاہ سے ان کی جانب سے برہم کر کے دیس بدر کرادیا، آپ نے عرب میں جاکر کئی حج کئے، چندے مدینہ طیبہ میں رہے اور ۹۶۰ھ میں واپس ہندوستان آئے، دشمنوں نے زہر دیکر شہید کیا، آپ کی تالیف اور تصنیفات سے منہاج الدین و عصمۃ الانبیاء و کشف الغمہ مشہور کتب ہیں۔

ذکر حضرت شیخ اختیار الدین مردانی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نظام الدین نارنولی کے، قوم سے پٹھان تھے، جب محبت الٰہی پیدا ہوئی اجمیر جاکر روضہ حضرت خواجہ پر معتکف ہوئے، حسب بشارت حضرت خواجہ بزرگ نارنول میں آئے دیکھا کہ شیخ نظام الدین ٹوٹی چارپائی پر سرنگوں بیٹھے ہیں، یہ دیکھکر اُن کے دل میں خطرہ فاسد گذرا شیخ نے نور باطن سے معلوم کرکے سر اٹھاکر فرمایا کہ تو خواجہ کا بھیجا ہوا ان کے حکم کے موافق میرے پاس آیا ہے اس میں شک کی کیا جگہ ہے یہ اس خطرہ سے شرمندہ اور پشیمان ہوئے اور مرید ہوکر تربیت و تکمیل پائی بعدہٗ خرقہ خلافت مرحمت فرماکر اُن کے وطن کی طرف رخصت فرمایا اور اختیار خاں سے اختیار الدین مخاطب ہوئے، پہلے وطن آپ کا نزدیک کابل کے تھا ۱۰۰۰ھ میں انتقال کرکے وہیں مدفون ہوئے بعد آپ کی اولاد کس آباد میں آرہی۔

ذکر حضرت شیخ جلال الدین کاسی چشتی قدس سرہٗ

پہلے نام اُن کا جلال خاں تھا، قوم سے افغان تھے اور شیر شاہ سور کے دیوان تھے۔ جب خاندانِ سور سے دولت اقبال گیا یہ رنگ آمیزی دنیا کی دیکھکر اُن کا دل دنیا سے کراہیت کرنے لگا۔ ترک کلی کرکے شاہ محمد چشتی کہ بنکہ منو میں آسودہ ہیں اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے، مرید ہوکر نہایت محنت کی مگر کشود باب نہ ہوا، شاہ محمد نے فرمایا کہ جلال تیرا کام آستانہ شیخ بدر الدین صاحب ولایت سے ہوگا وہاں جا آپ بحکم پیر مرشد روضہ شیخ بدر الدین پر آکر جاروب کشی میں مشغول ہوئے اور اکثر مزار پر قرآن پڑھا کرتے تھے اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول تھے، ایک روز مزار پُرانوار شیخ سے آواز آئی کہ جلال بدر الدین بدر الدین جلال اس روز سے رجوع خلایق اور فتوح ہونے لگا ہزاروں مُرید ہوئے، ایک روز آپکے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ اگر فرزند معنوی لایق ملے تو میں اس کو اپنی جگہ چھوڑوں اُسی شب کو شاہ ولایت نے اس معاملہ میں فرمایا کہ تیرے واسطے فرزند بھی لاتا ہوں اُس کو اچھی طرح تعلیم کرنا۔ اتفاقاً

اُسی عرصہ میں پرگنہ آسوسرکار لکھنؤ میں ایک کایستھ نے اپنے لڑکے کو کہ جس کی عمر بارہ برس کی تھی پڑھنے بٹھایا، وہ نہایت خوبصورت تھا اور گلستاں جب شروع کی ایک روز اُس کا سبق بلغ العلی بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ کا تھا، اُس لڑکے نے معلم سے پوچھا کہ اس مرتبہ کا کون شخص تھا۔ معلم نے نعت حضرت سرورِ عالم بیان کئے، سنتے ہی بصدق دل مسلمان ہوا، یہ سن کر اُس کے متعلقین نے بہت کچھ شور و شر کیا مگر وہ نہ مانا، وہاں سے نکل کر مسافرت اختیار کی، یہاں تک بدایوں میں شیخ کے دروازہ پر آیا روحانیت شاہ ولایت نے شیخ کو آگاہ کیا کہ فرزند تیرے دروازہ پر آپہنچا، مخدوم عبداللہ نام رکھنا وہ تیرا جانشین ہوگا۔ شیخ نے اُس کو مرید فرماکر تربیت اور تکمیل فرمائی اور خرقہ خلافت عطا کیا، اُس کو بھی روحانیت شاہ ولایت سے حضوری حاصل ہوئی، اور شیخ جلال کا قاعدہ تھا کہ آدھی رات تک مزار شاہ ولایت پر قرآن پڑھا کرتے تھے، بعدہ بدایوں سے چندے فاصلہ پر ان کے اطفال تھے وہاں جایا کرتے۔ ایک روز رہزنوں نے تیروں سے شہید کیا، یہ واقعہ ۱۰۱۳ھ میں ہوا۔ بعد شیخ کے مخدوم عبداللہ صاحب سجادہ ہوئے، اُن کا قاعدہ تھا کہ تمام شب بیدار رہتے تھے، ایک پاؤں سے کھڑے رہتے آپ کی کرامتیں مشہور ہیں ہزاروں مرید ہوئے، چنانچہ شیخ طاہا کہ اکابر رائے بریلی سے تھے ترک دنیا کرکے آپ کے مرید ہوئے اور ۱۰۲۲ھ میں وفات پاکر مرشد کے قریب دفن ہوئے

ذکر حضرت شیخ مزمل چشتی قدس سرہٗ

آپ مرید خاندان چشتیہ سے تھے، آپ کے والد حاجی عبداللہ نواب کہ سادات عظام سے تھے پہلے یہ شیر شاہ کے امیروں میں رہے ہیں، بعدہ ریاضت و عبادت شاقہ کرکے خرقہ خلافت پہنا اور اولیائے ہند سے ہوئے وفات حضرت کی ۱۰۱۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سید جیو قدس سرہٗ

آپ اُمرائے دہلی سے تھے، ایک روز ایک مرید شیخ اسلیم سے ملے کہا کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں جو ملتے ہی جذب کرکے مجھ کو مجھ سے جدا کردے تو میں اُس کا مرید ہوں، اُس درویش نے کہا کہ یہ صفت پیر شیخ اسلیم میں ہے جو فتحپور میں ہیں، یہ اُس درویش کو ہمراہ لیکر فتحپور چلے، ہر منزل میں یہ خیال تھا کہ شیخ میرے استقبال کو آویں گے، یہاں تک در خانقاہ پر پہنچکر کھڑے رہے، شیخ نہ آئے آخر غصہ ہوکر دہلی واپس پھرے یہ تھوڑی دور گئے تھے کہ شیخ نے نور باطن سے معلوم کرکے ایک شخص ان کے پیچھے روانہ کیا کہ واپس پھیر لاوے، جب وہ

فرستادہ روبرو شیخ جیو کے گیا، دیکھتے ہی گھوڑے سے اُتر کر پاپیادہ خانقاہ شیخ میں آگر قدمبوس ہوئے اور جمال شیخ کو دیکھتے ہی تین روز بیہوش پڑے رہے، چوتھے روز جب ہوشیار ہوئے مرید ہوکر کار فقر بہ تکمیل پہنچاکر خرقہ خلافت سے معزز ہوکر حسب اجازت پیر مرشد دہلی میں مقیم ہوئے اور ۱۰۰۵ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شاہ نعمان چشتی قدس سرہٗ

لکھا ہے کہ آپ دولت آباد میں اپنے پیر کے پاس تھے جب وقتِ انتقال ان کا نزدیک پہنچا ان سے فرمایا کر تو برہان پور میں شیخ نظام الدین بھکاری کے پاس جاکر اپنا حصہ لے پس بموجب حکم پیرومرشد آپ خدمت شاہ بھکاری میں پہنچے، اُنہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تیرے آنے سے پہلے تیرے پیر کی سفارش میرے پاس آگئی ہے، اور اپنی تسبیح اور مُصلّی اور عصا عطا کیا، اور ایک نظر میں کامل بنایا، بعدہ بطرف قلعہ اسیر رخصت فرمایا، اُس وقت آپ نے عرض کیا کہ وہاں کے شاہ ولایت محمود ہیں، اس میں کیا حکمت ہے اُنہوں نے فرمایا کہ وہ بحکم رسول مقبول دوسری جگہ جاویں گے، آپ برہان پور سے چل کر قلعہ اسیر میں مقیم ہوئے اور ہمیشہ بزور کرامت مجلس پیر میں حاضر ہوتے اور بعد برخاست مجلس اپنے مقام پر واپس آتے، اور جو تحفہ چاہتے دست دراز کرکے خدمت شاہ بھکاری میں پہنچاتے وفات حضرت کی ۱۰۱۶ھ میں ہوئی مزار قلعہ اسیر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حاجی اویس توزی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے پیر کبار کی کہ قوم افاغنہ میں توزی ایک مرد بانعمت وعظمت تھے۔ فیض روحانیت پیر کبار سے رکھتے تھے، اور حرمین کی زیارت سے مشرف ہوکر قرن میں جاکر خواجہ اویس قرنی کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوکر پھر ہندوستان میں آئے، صاحب معارج الولایت ناقل ہیں کہ آپکے گھر فرزند تولد ہوا اُس کا نام داؤد رکھا آپ نے اس کی شادی کرنی چاہی، آپکے گھر سے کہا کہ یہ بچہ شادی کرنے کے لائق نہیں، جب وہ لڑکا بڑا ہوا دیوانہ ہوا اور ایک آپ کی دختر تھی جب وہ بالغ ہوئی آپ نے شیخ یوسف سے کہا میں اپنی لڑکی تم کو دیتا ہوں اُنہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی والدہ سے دریافت کر لوں، آپ نے فرمایا کہ خیر، اگر تم قبول نہ کیا تو تمام عمر چہرہ نہ دیکھو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ یوسف نے تین نکاح کئے ایک کے چہرہ پر بھی نظر نہ پڑی یعنی کسی کے اندام نہانی نہ تھی۔ وفات شیخ حاجی کی ۱۰۲۰ھ میں بمقام قصور ہوئی کہ وطن اصلی شیخ کا تھا۔ صاحب خزینۃ الاولیا پیر کبار صاحب کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ پیر کبار بن شورہ بن خوشگی قوم افغان آپکے جو فقیر ہیں بعضے چشتیہ شوریانی بعضے چشتیہ خوشگی کہلاتے ہیں اُن میں بہت سے آپ کی اولاد سے

بھی ہیں۔ لکھا ہے کہ شورہ کے تین لڑکے ہیں، ایک پیر کبار، دوسرا حسین خویشگی، تیسرے خویشگی واز، یہ تینوں بزرگوار کامل، وصاحب ذوق وشوق ہوئے ہیں۔ تلاش پیر میں بہت دنوں پھرے، بہت سے مشائخ دیکھے اُن کی صحبت میں رہے مگر تسلّی کسی سے نہ ہوئی، آخر قصبہ چشت میں آکر خواجہ مودود چشتی کے مرید ہوئے اور آب کشی مطبخ کی کیا کرتے تھے، چالیس برس خدمات مرشد بجالائے، جب وفات خواجہ مودود چشتی کی نزدیک پہنچی پیر کبار کو پاس بُلاکر نعمت اور خرقہ خلافت سے ممتاز فرماکر طرف وطن کے رخصت کیا مگر بوجہ محبّت کے روضہ مرشد کی جاروب کشی میں مصروف رہے، آخر دوبارہ واقعہ میں خواجہ نے فرمایا کہ تو اپنے وطن کو جا، ناچار آپ وطن میں آئے، تمام افغانان کوہستان پشاور بدعقیدہ تھے، کرامات دیکھنی چاہتے تھے کہ ہم کبوتر جنگلی لاکر شیخ کے گریبان میں چھوڑیں اگر وہ آستینوں سے نکل جاویں تو ہم ولایت کے قایل ہوں۔ قدرت خدا سے اُسی وقت دو کبوتر جنگلی غیب سے پیدا ہوئے اور شیخ کے گریبان میں سے گھُس کر ہر دو کبوتر آستینوں میں سے نکل گئے، یہ کرامت دیکھکر اطراف وجوانب کے لوگ بالخصوص قبیلہ خویشگی تمام وکمال مرید ہوئے۔ پیر کبار نے کبوتروں کے واسطے دعا کی اور کبوتر ذبح کرنے کی تمام مریدوں قوم کو ممانعت کی کہ جو کبوتر کو ستاویگا اُس کے اولاد نہ ہوگی یا تنگ روزی رہیگا۔ چنانچہ قبیلہ خویشگی میں بالکل کبوتر کے ستانے کی ممانعت ہے۔ پیر کبار کے بہت سے خلیفہ ہوئے، مگر مشہور ترین یہ ہیں:۔ اول شیخ بنگ کہ عظمائے مشائخین سے تھے اور بھتیجے ہیں آپکے، بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ مودود چشتی کے پوتے تھے ان کے حق میں دعا کی تھی کہ تیرے مرید اور تیری اولاد قیامت تک معرفت سے خالی نہ رہیگی، وفات شیخ کبیر کی ۵۵۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت آخوند سعید شوریانی قدس سرہٗ

یہ حضرت ثانی ابو الحسن خرقانی تھے۔ ابو الحسن خرقانی نے روحانیت سلطان العارفین سے تربیت پائی تھی، اُنھوں نے روحانیت پیر کبار سے تربیت پائی اور کار فقر کو بکمال پہنچایا۔ ظاہرا کسی سے بیعت نہیں تھی، اجرائے احکام شریعت میں نہایت مستعد اور مقید تھے، شاہ وگدا کو ایک نظر سے دیکھتے تھے، امرا سے نفرت کرتے تھے، سماع کو بہت دوست رکھتے تھے، مرید اور خادم نہ رکھتے تھے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے آپ کی کرامات بہت کچھ بیان کی ہیں، چنانچہ کھانے میں نمک بہت ڈالتے تھے، مگر جب کھانا تیار ہوتا نمک موافق ذائقہ کے معلوم ہوا کرتا تھا، ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی میرا عزیز بہت روز سے گم ہے اُس کے

مرنے جینے کی کچھ خبر نہیں آپنے چندے تامل فرماکر ارشاد کیا کہ وہ مر گیا۔ چنانچہ گجرات سے اُس کے مرنے کی خبر آئی ایک روز ایک ٹھاکر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ شہنشاہ اکبر بندہ سے ناخوش ہے دعا کیجیے کہ میرا قصور معاف کرے جو آپ فرماویں ہیں نذر کرونگا، آپنے فرمایا کہ روبرو بادشاہ کے بے کھٹکے جا جینے اُس کی زبان بند کردی، اُس کی زبان کو تیرے دیکھتے ہی یہ حرکت ہوگی کہ اسکو خلعت دو جب خلعت حاصل ہووے بادشاہ کے پاس سے ایک بکرا میرے واسطے لانا، آخر راجپوت ٹھاکر بادشاہ کے روبرو گیا اور خلعت حاصل کیا اور بکرا ایک آخوند کے روبرو آیا، آپنے فرمایا یہی ایک بکرا میرا ہدیہ ہے وفات حضرت کی سنہ ۱۰۰۲ھ میں بمقام قصور ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین بن شیخ عثمان زندہ پیر پانی پتی

آپ خلیفہ اپنے پدر کے تھے باوصاف حمیدہ موصوف تھے، قناعت اور ریاضت اور عبادت میں شہرہ آفاق دونو جہان سے بے پروا اور مستغرق بہ یاد مولیٰ تھے آپ بھائی تھے، بڑے بھائی آپکے شیخ کمال کہ حقیقت میں اسم بامسمی تھے، بعد انتقال والد کے ان کو صاحب سجادہ کرنا چاہا مگر آپنے قبول نہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی شیخ نظام الدین کو صاحب سجّادہ کیا، شیخ نظام نے صاحب سجادہ ہوکر ایک مدت ہدایت اور ارشاد میں مشغول رہ کر سنہ ۱۰۱۱ھ میں رحلت فرمائی، مزار پانی پت میں ہے اور عمر شریف ایک سو سینتالیس برس کی ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ رحمت شور پانی چشتی قدس سرّہ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے اور روحانیت جدّ اپنی سے تربیت پائی، اور تمام حیوانات کی بولی سمجھتے تھے، ان سے کلام کرتے تھے، وفات حضرت کی سنہ ۱۰۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ قدس سرّہٗ

نسب آپکا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے پہلے بزرگ آپکے جونپور کے باشندے تھے پھر گجرات میں جا رہے تھے، آپ گجرات میں پیدا ہوئے، اور آپکے والد نے آپ کی طفولیت میں قضا کی جب جوان ہوئے پہلے شیخ صفی گجراتی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت پہن کر بعدہ مکّہ معظمہ میں گئے۔ بارہ برس شیخ علی متقی کی خدمت میں بسر کئے وہاں سے احمد آباد میں آکر نکاح کیا، ایک مدت شیخ وجیہ الدین سے اکتساب علوم ظاہری کیا، بعدہ بخدمت شیخ ماہ جونپوری کے گجرات میں تھے، آئے اُنہوں نے ان کے والد سے سنا تھا کہ میرا بیٹا قطب وقت ہوگا، اس واسطے بہت اعزاز سے رکھتے تھے۔ ایک بار شیخ ابو محمد خضابی نے کہ مرید اُن کے والد کے تھے، شیخ وجیہ الدین اور شیخ ماہ کو لکھا کہ میرا شہباز پرواز کیوں نہیں کرتا، اُنہوں نے

جواب میں لکھا کہ پروازی تمہارے ہاتھ میں ہے، اور شیخ محمد کو اسیر کی طرف رخصت کیا، وہاں پہنچکر انہوں نے وہ نعمت کہ جو آپکے والد شیخ ابو محمد اسیر کے سپرد کر گئے تھے حاصل کر کے برہان پور میں جاکر تدریس ظاہری اور باطنی میں مشغول ہوئے، آپ کو خدمت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال محبت تھی، ہر سال واسطے زیارت رسول مقبول کی جاتے، چندے قیام کے بعد باشارہ حضرت علیہ السلام واپس آتے جو فتوح ہوتا ایک ثلث عیال و اطفال کو ایک ثلث فقرائے خانقاہ کو دیتے اور ایک ثلث مدینہ طیبہ کو ارسال کرتے۔ وفات حضرت کی بمقام برہان پور شب دوشنبہ دوسری رمضان ۱۰۲۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا شیخ احمد شوریانی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے، اور اخبار الاولیا اور معارج الولایت کے مصنف خواجہ غلام محی الدین عبداللہ خویشگی چشتی آپکے دادا تھے، اور شاگرد اور مرید حضرت شیخ اسحق بن شاہ کاکو کی کہ وہ اولاد سے بابا صاحب کی تھے اور لاہور میں رہتے تھے ہزاروں اُن کے مرید تھے شیخ احمد اُن کی خدمت میں قصور سے حاضر ہوئے تھے آپکے زمانہ میں جو مسئلہ علمائے لاہور اور ملتان سے حل نہ ہوتا تھا وہ آپکے روبرو پیش ہوکر حل ہوتا تھا اور ہمیشہ ادعیہ ماثورہ وحبل اسم و دعائے سیفی و حزب البحر کا ورد رکھتے تھے، اور شیخ احمد فاروقی سرہندی کابلی مجددی و شیخ عبدالحق محدث دہلوی و شیخ عیسیٰ برہانپوری یہ تینوں صاحبان حضرت کی نہایت عزت کرتے تھے اور شیخ عبداللطیف برہانپوری فرماتے ہیں کہ مینے اپنی عمر میں دو شخصوں سے بہتر نہیں دیکھے ایک شیخ عبدالوہاب، دوسرے شیخ احمد شوریانی بلکہ برہانپور میں جو طالب قصور سے آپ کی خدمت میں جاتا اُسکو واپس قصور میں خدمت شیخ احمد میں بھیجتے اور تالیف و تصنیف کی نسبت فرماتے کہ متقدمین تالیفات کافی اور وافی ہیں، آپنے کچھ تالیف نہیں فرمایا، مگر ایک کتاب سوالات احمدی رد ملاحدہ وغیرہ میں جمع تالیف کی وہ کافی ہے، وفات حضرت کی ۱۰۳۱ھ میں ہوئی مزار شریف قصور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد سلیم صابری چشتی لاہوری

آپ خلیفہ شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری کے تھے، آپ کو سماع سنتے ہی وہ حالت ہوتی تھی کہ دم نکلنے میں کچھ ہی باقی رہ جایا کرتا تھا، تین تین چار چار دن بیہوش پڑے رہتے تھے مثل مردہ کے اور نہایت بابرکت اور صاحب کرامت تھے، وفات حضرت کی ۱۳ ذی الحجہ ۱۰۳۰ھ میں ہوئی مزار لاہور میں متصل مزار شیخ محمد صدیق کے ہے

ذکر حضرت میر سید محمد کالپوی قدس سرہ

حضرت نے پہلے سید ابوالاعلیٰ نقشبندی سے

مرید ہوکر کسب نقشبندیہ کیا، بعدہ بزیارت روضہ خواجہ بزرگ اجمیر میں آئے اور روحانیت خواجہ سے کئی سلسلوں میں فیض یاب ہوئے، ایک بار آپ روبرو مزار خواجہ مشغول تھے، معلوم ہوا کہ حضرت نے پان عنایت کئے جب بحال خود آئے تکّس پانوں کا ہاتھ میں پایا اور ہمیشہ درس میں مشغول رہتے فقراء سے بہت تواضع اور تعظیم سے پیش آتے امراء سے کم توجہی کرتے تھے، اور ہر ایک سلسلہ میں مُرید فرماتے تھے اور تفسیر سورہ فاتحہ لکھی وفات حضرت کی ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ اعلیٰ چشتی پانی پتی قدس سرہٗ

آپ مدارج اعلیٰ و مراتب معلی رکھتے تھے، اولاد سے شیخ جلال الدین کبیرالاولیا کی تھے۔ خرقہ خلافت اپنے والد شیخ نظام الدین سے حاصل کیا، اور شیخ نظام الدین نارنولی سے بھی خرقہ تبرک حاصل کیا، پہلے نام نامی عبدالسلام تھا بعدہٗ شاہ اعلیٰ مخاطب ہوئے پہلے آپ نوکری پیشہ تھے، قرا خان کہ امرائے سلطان بابر بادشاہ سے تھا اُس کے نوکر رہے تیر اندازی میں تمام فوج بابری میں مشہور تیر انداز تھے۔ جب جذبہ الٰہی گلوگیر ہوا دہلی سے پانی پت میں اپنے پدر کی خدمت میں حاضر ہوکر حسب اجازت اُن کے ایک حجرہ میں متصل درگاہ حضرت شاہ ولایت چلّہ میں بیٹھے اور ریاضت اور مجاہدہ میں بہت کوشش کی، یہانتک کہ درِحجرہ مسدود کرالیا تھا اُسی حالت میں شیخ نظام الدین نارنولی کو دیکھا، فرماتے ہیں کہ حصہ باطنی تیرا میرے پاس ہے پس چلّہ سے اُٹھکر شیخ نظام الدین نارنولی کی خدمت میں پہنچکر خرقہ خلافت وخطاب شاہ اعلیٰ سے مشرف ہوئے مصنّف سیرالاقطاب شیخ اللہ دیا کہ آپکے مُریدوں میں سے ہیں تحریر کرتے ہیں کہ مینے ایک امر کی روحانیت حضرت بو علی قلندر سے استدعا کی اور کچھ نذر قبولی جب میری مراد حاصل ہوئی میں ہمرکاب حضرت شاہ اعلیٰ نیاز چڑھانے چلا راستہ میں بارش بہت ہوئی، آپنے ہمراہیوں کو فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو بارش سے تم کو کچھ نقصان نہ ہوگا ہم نے دیکھا کہ ہم سے دو قدم کے فاصلہ سے بارش ہوتی ہے اور ہم نہیں بھیگتے۔ الغرض درگاہ میں پہنچے نیاز چڑھائی تقسیم کی مگر ہم پر ایک بوند تک نہ پڑی، لکھتے ہیں کہ میرا ایک پیر بھائی چند اشرفیاں اپنے مکان میں کہیں گاڑکر بھول گیا ہرچند تلاش کیا نہ پایا ناچار حضرت مرشد سے عرض کیا آپ اُس کے مکان کی طرف متوجہ ہوئے، جب قریب دروازہ مکان کہ شاہ راہ پر تھا پہنچے، آپنے ایک عصا زمین پر مارا اور فرمایا کہ یہاں کھودو اُس نے جو کھودا برتن اپنا بھرا اشرفیوں سے پایا یہ دیکھکر حیران ہوکر عرض کی کہ مینے یہ برتن اپنی کوٹھڑی میں گاڑا تھا راہ میں کیونکر آگیا، اس میں کیا بھید تھا آپنے فرمایا یہ سِرّ الٰہی ہے اس کا ذکر کرنا منع ہے

شاہ اعلیٰ نے اپنی خانقاہ میں چاہ تیار کرایا مگر اُس کا پانی کھاری نکلا جب خدام نے حضرت سے عرض کیا تو اُسی وقت ایک خادم درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین نے چند کاک تبرکات لاکر دیئے، آپنے اُن کو توڑ کر اپنے ہاتھ سے اُس چاہ میں ڈالے اور فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ اب اُس چاہ کا پانی چکھ کر دیکھو، پس حاضرین نے بموجب ارشاد کے پانی جو چکھا تو شربت ہوگیا، آپکے دو فرزند تھے شاہ منصور اور شاہ نور دونوں نے روبرو حضرت کے قضا کی اور شاہ محمد ابن شاہ منصور صاحب سجادہ ہوئے تھے اور حضرت ۸۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر ایک سو بیالیس (۱۴۲) سال ۱۰۳۳ھ میں بعہد حضرت جہانگیر بادشاہ انتقال فرمایا، شیخ اللہ دیا نے تاریخ ولادت لفظ فیاض ۸۹۱ھ سے نکالی ہے اور تاریخ وفات ۱۰۳۳ھ (شیخ اعلیٰ) سے نکالی۔ بعد وفات کے کئی برس پیچھے اُستانی جی نے آپکے روضہ کی عمارت تیار کرائی۔ لکھا ہے کہ جب چبوترہ بن کر تیار ہوا ایک شب میر عمارت سے بحالت خواب فرمایا کہ چبوترہ بننے سے میری نعش کا صندوق شکستہ ہوگیا، ایک اینٹ صندوق میں آپڑی جو میرے بائیں اور پڑی ہے، مناسب ہے کہ پہلے اینٹ اُٹھا کر صندوق درست کر کے پھر نئے سرے سے چبوترہ بنا، میر عمارت نے صبح اپنا خواب اُستانی سے بیان کیا، اُس نے کہا کہ جیسا حضرت کا حکم ہے اسی طرح کرنا چاہیئے۔ الغرض تمام رؤسائے شہر و ملازمانِ نواب مقرب خاں و جس نے سُنا اسی طرح تمام خلایق پانی پت آپکے مزار پر جمع ہوئی چبوترہ مسمار کیا گیا، قبر کا پٹاؤ کھولا دیکھا تو واقعی بائیں طرف کا تختہ ٹوٹا ہوا ہے، داہنا پیر پھیلا ہوا ہے بایاں سکڑا ہوا ہے کہ جس طرف اینٹ جا پڑی تھی، باقی یہ معلوم ہوتا تھا کہ آرام فرماتے ہیں اور آنکھیں وغیرہ تمام عضو درست ہیں، تمام خلایق زیارت نعش مبارک سے مشرف ہوئی، بعدہ تختہ صندوق کا درست کر کے پھر چبوترہ بنا۔ ان اُستانی کی کیفیت کہ جو کاتب الحروف نے اپنے بزرگوں سے سُنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جد امجد نور الدین جہانگیر بادشاہ نے اپنی کنیزوں میں سے ایک کنیز اپنے رضاعی بھائی نواب مقرب خاں کو جنہوں نے کسوٹی کے کھنبہ قلندر صاحب کی درگاہ پر چڑھائے تھے اور وہیں اُن کا مقبرہ ہے اور اولاد سے شیخ جلال الدین کبیر الاولیا کی تھے اُن کو عنایت کی، وہ بی بی نہایت عفیفہ اور قرآن شریف کی حافظہ تھیں۔ نواب اور اُن کا تمام خاندان عطیہ سلطانی سمجھ کر اُن کی عزت کرتا تھا یہ نہایت پرہیز گار اور نمازی تھیں یہ امرائے پانی پت کیرانہ کی لڑکیوں کی اُستانی تھیں یعنی دختر نواب اور دختر دیوان عبدالرحیم اور دیگر لڑکیاں اُس خاندان کی اور دیگر شرفا کی ان کے پاس آکر قرآن پڑھتی تھیں، زیور ان کے پاس بہت تھا اُنہوں نے اُسکو فروخت کر کے شاہ اعلیٰ صاحب کی درگاہ بنوائی اور کیرانہ میں درمیان دونوں بازاروں کے چاہ اور حوض اور مسجد عالیشان

تیار کرائی اُسی مسجد کے صحن میں ان کی قبر ہے، اس پر سنگ مرمر کا تعویذ ہے، وہ مسجد بھی مسجد اُستانی کی مشہور ہے جو انجان ہیں وہ دربار کی مسجد کہتے ہیں۔

ذکر حضرت بایزید تبک زئی چشتی قدس سرہٗ

آپ مشائخ وقت تھے اور تربیت روحانیت شیخ تبک سے پائی ایک روز سماع میں خوش وقت تھے، فرمایا کہ کوئی ہو کہ میرے روبرو آوے میں اُس کو خدا سے ملاؤں قبیلہ خویشگی سے شیر خاں مجوزی پائندہ مجوزی و صدرالدین و توزی سن کر اُٹھے اور آپ سے مصافحہ کیا، اُسی وقت تینوں واصل حق ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب سماع سنتے تھے یہی الفاظ فرماتے اسی طرح بہت سے واصل حق ہوئے۔ ایک بار آپنے بموجب عادت کے یہی کلمہ فرمایا ایک غیر شخص روبرو آیا، آپنے فرمایا کہ تجھکو قابلیت نہیں ایک روایت ہو کہ جب وہ مصافحہ کرنے اُٹھا شیخ کے اور اپنے درمیان آگ سے بھری ہوئی کھائی دیکھی مصافحہ نہ کر سکا، آپ کی زوجہ سے روایت ہو کہ بعد نماز صبح مصلّے پر بیٹھے ہوئے میںنے شیخ کو کبھی بصورت پیر کبھی بصورت جوان کبھی بصورت شیر غران دیکھا ہو پہلے صورت شیر میں دیکھکر ڈری، میرا ڈر نا معلوم کر کے صورت اصلی میں ہو کر فرمایا کہ مت ڈر شیران حق کے گھر شیر جنگلی نہیں آتا ایک بار آپ سفر میں تھے، قریب اکبر آباد کے آدمی کی کھوپری پڑی تھی آپ اُس سے باتیں کرنے لگے اُس کی سرگذشت دریافت فرما کر اُس کے واسطے دعا کی، وفات حضرت کی ۱۰۳۵ھ میں ہوئی مزار پُرانوار قصور میں ہو آپکے تینوں خلفا کا ذکر حسب ذیل ہو۔

اول خلیفہ آپکے شیر خاں مجوزی تھے، ایک بار آپ چلے جاتے تھے کہ ہاتھی مست آتا تھا، فیل بان نے کئی بار پکار کر کہا کہ راستہ سے ہٹ جاؤ، آپنے فرمایا کہ مست کو مست سے کچھ اندیشہ نہیں جب وہ فیل مست قریب آیا آپکے روبرو سر زمین کے اوپر رکھا آپنے ہاتھ سے سر اُس کا اُٹھایا اور فرمایا کہ اگر میں اس کا سر نہ اُٹھاتا تو یہ تمام عمر سرنگوں رہتا، ایک بار ایک پیر زال آپ کی خدمت شریف میں آئی اور عرض کیا کہ اس بوڑھی کا ایک ہی لڑکا ہے وہ لب دم ہے، اُس کی شفا کی دعا کیجیے، آپنے چندے تامل فرما کر ارشاد کیا کہ اسکی عمر پوری ہو چکی اب سوائے اسکے کچھ چارہ نہیں کہ میں اپنی عمر اسکو دے دوں، یہ کہکر چادر اوڑھتے ہی لیٹ کر جان بحق تسلیم ہوئے، اُدھر اس پیر زال کے لڑکے کو شفا ہوئی۔ مردان خدا خدا نباشد۔ لیکن ز خدا جدا نباشد۔ دوسرے خلیفہ صدرالدین شیخ صدو کے مثل دیوانوں کے پھرا کرتے تھے، بچے آپکے ہمراہ بہت رہا کرتے تھے اور روپیہ مانگا کرتے تھے آپ اپنی بغل میں سے نکال نکالکر دیا کرتے تھے، ایک بار آپ یاروں کے ہمراہ چلے جاتے تھے کہ مینہ بشدت آگیا ہمراہی گھبرائے، آپنے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو، چنانچہ اُن کے گرد اگرد پانی برسا وہ لوگ بچے رہے

تیسرے خلیفہ شیخ پائندہ توزی تھے جوان کے بچے ہوئے وضو کے پانی کو پیتا اولیا ہو جاتا تھا۔

ذکر حضرت شیخ جان اللہ لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی صابری کے تھے، علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے، اوائل میں بمقام لاہور طلباء کو درس کرتے تھے، جب جذبہ حقیقی نے اپنی طرف کھینچا ترک تعلیم کرکے طلب حق میں نکلکر تھانیسر آکر شیخ نظام الدین کے مرید ہوکر کار درویشی تمام کرکے ہمراہ مرشد حج کرکے بلخ میں آکر خرقۂ خلافت لیکر پھر لاہور میں آئے اور آپکا شہرہ کرامات بلند ہوا اور ہزاروں مرید ہوئے، وفات حضرت کی نویں جمادی الثانی سنہ ۱۰۳۹ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت سید علی غواص ترمذی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی کے تھے اور اُس وقت مرید ہوئے کہ جب شیخ ہند سے بلخ کو چلے ہیں، بہت دنوں خدمت مرشد میں رہ کر نعمتیں حاصل کرکے ملک یوسف زئی کی طرف رخصت ہوئے وہاں ہزاروں آپکے مرید ہوئے اور بہت سے خدا رسیدہ ہوئے، چنانچہ مولانا درویزہ پشاوری اور اُن کے فرزند شیخ عبدالکریم مرید ہوئے۔ صاحب مخزن الاسلام نے حضرت کی نہایت تعریف کی ہے کہ حضرت اپنے عہد میں غوث اعظم ثانی تھے اور بلا مزامیر کے سماع سنتے تھے، وفات حضرت کی سنہ ۹۹۱ھ میں ہوئی مزار ملک یوسف زئی میں ہے۔

ذکر مولانا درویزی پشاوری چشتی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سید علی غواص کے تھے علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ برائے بردہ ولایت آپ طلباء کو پڑھایا کرتے تھے اور کفر اور شرک اور بدعت کو دور کرنے میں نہایت کوشاں تھے۔ آپ کی تالیفات سے مخزن اسلام زبان افغانی میں نہایت معتبر ہے کسی قدر ناتمام رہ گئی تھی، سو آپکے فرزند شیخ عبدالکریم نے پوری کی اور صاحب معارج الولایت کی اس پر شرح چڑھی ہوئی ہے۔ اپنے وقت میں عالم متبحر تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۴۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید محمد مہدی بن سید یوسف جونپوری

آپ خلیفہ شیخ دانیال کے صاحب سکر اور مغلوب الحال تھے، حالت سکر میں مثل بعض حضرات کے کسی نے انا اللہ و انا الحق و انا سبحانی فرمایا آپ لفظ انا مہدی فرمایا کرتے تھے اور

حالتِ محویت میں جو دعویٰ مہدیت کرتے تھے، جب ہوش میں آتے اُس سے تائب ہوتے جو جاہل کہ حالت سکر میں یہ کلام سنتے توبہ کو صحیح نہ جانتے تھے، آخر کو ایک گروہ مہدویہ کے نام سے مشہور ہوگیا تھا۔ آپ کو ہر چند منع فرماتے سمجھاتے کہ مجھکو دعویٰ مہدیت نہیں مگر بعض وقت جو زبان حضرت سے نکلا تھا وہ اُسی ہی کے پابند تھے، اور حضرت کی مُراد یہ نہ تھی کہ میں مہدی ہوں بلکہ انا مہدی کے معنی ہادی مہدی ہیں۔ وفات حضرت کی آخر ۹۱۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حاجی گگن شوریانی قصوری قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے، اوائل میں آپ کو تفرید اور تجرید اور تقویٰ بدرجہ کمال تھا، سات حج کیے اور نقاب ہمیشہ چہرہ پر ڈالے رہتے تھے کہ نظر نامحرم پر نہ پڑ جائے، لیکن فتحیاب نہ ہوتا تھا ہر چند کوشش کی بہت سے اولیا سے ملتجی ہوئے مگر ساتویں مرتبہ جو حج کو گئے، وہاں جاکر خانہ کعبہ کے روبرو بہت گریہ وزاری کی کہ ہاتف غیب نے ندا دی، فتح باب تیرا شیخ عیسیٰ مشوانی کے پاس ہے، بس ہندوستان میں آکر شیخ عیسےٰ مشوانی کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ عیسیٰ مشرب ملامتیہ رکھتے تھے، اکثر شراب پیا کرتے تھے یہ حال دیکھکر بداعتقاد ہوئے اور اُن سے انکار کیا، شیخ عیسیٰ نے نور باطن سے معلوم کرکے باواز بلند کہا کہ تو جس کے پاس گیا کشود کار نہ ہوا، آخر کعبہ سے معمور ہوکر میرے پاس آیا اور ملاقات ہونے سے پہلے ہی پھر گیا یہ امر عقل کے خلاف ہے، یہ سُنتے ہی بصدق اعتقاد سر اپنا شیخ کے قدموں پر رکھا اور بیٹھے، شیخ نے بوتل شراب کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو اُٹھا کر میرے پاس لا، اُنہوں نے کسی قدر تامل کیا، شیخ نے خود اُٹھ کر بوتل اُٹھاکر تمام شراب اُن کے حلق میں ڈال دی اُسی وقت یہ بیخود ہوگئے، جب ہوش آیا لباس تقویٰ اُتار کر لباس محبت یعنی بقدر ستر عورت لباس اختیار کیا اور دنیا اور اہل دنیا سے کم التفات کرتے تھے، سکر ہر وقت غالب رہتا تھا سر اور ڈاڑھی اور مونچھ اور پلکوں کے بال اُکھاڑ ڈالتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زینت دنیا ہے اس کو دور کرنا چاہیے حضور اور مجرد رہنا چاہیے، سماع سے بہت ذوق رکھتے تھے، آگ سے بہت مشغول رہتے کہ ہر وقت آگ روشن رہتی تھی، جو کچھ نذرانہ آتا اُس کو دھونی میں ڈال دیتے ایک افغان بے اولاد آیا اور دعا چاہی کہ میرے گھر اولاد ہو فرمایا کہ پہلا لڑکا مجھکو دے تو تیرے بہت سی اولاد ہوگی میں دعا کرتا ہوں اللہ قبول کریگا۔ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا اُس افغان نے اُس لڑکے کو لاکر شیخ کی نذر کیا آپنے اس بچہ کو لیکر آگ میں ڈال دیا، یہ دیکھکر وہ افغان بہت پشیمان ہوا اور کہا کہ میں اسکو جلانے کے واسطے نہ لایا تھا آگ میں سے

نکال کر مجھ کو دئے، آپ نے فرمایا کہ بیٹے تیرے پسر کو جلایا نہیں، اپنے گھر جا اس کو اُس کے گہوارے میں پاویگا جب وہ اپنے گھر گیا اپنے بچہ کو گہوارہ میں پایا۔ لکھا ہے کہ بسبب غلبہ جلال کے آگ بھی مظہر جلال آلہی ہی ہر وقت روشن رکھتے تھے، وفات حضرت کی سنہ ۱۰۴۳ھ میں ہوئی، مزار شریف قصبہ قصور میں ہے، بعد وفات شیخ جس کی کچھ حاجت ہوتی ہے وہ بصدق دل نیت کرتا ہے کہ جب میری مراد پوری ہوگی آگ روشن کرونگا۔ چنانچہ بعد حصول مدعا شب جمعہ کو آگ روشن کرتے ہیں، بس آگ ہی حضرت کی نیاز مانی جاتی ہے۔

ذکر حضرت شیخ حاجی عبدالجلیل چشتی لکھنوی قدس سرہ

آپ کا طریق اویسی تھا ظاہر کسی سے بیعت نہ کی تھی روحانیت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے تربیت پائی اور شجرہ جو اپنے مریدوں کو دیتے بعد اسم مبارک خواجہ اپنا نام تحریر فرماتے اور اپنی تالیفات میں خود لکھا ہے کہ وفات میری سنہ ۱۰۴۲ھ میں ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ذکر حضرت شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت شیخ مخدوم عبدالملک عبداللہ انصاری کے فرزند اور مرید شیخ نظام الدین بلخی صابری کے تھے لکھا ہے کہ حضرت بھی ہمراہ شیخ کے بلخ میں رہے، بعد انتقال اپنے والد کے لاہور میں آکر ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے نہایت بابرکت اور صاحب کرامت تھے، آپ نے دو حج کئے ایک ہمراہ والد کے اور دوسرا پاپیادہ معہ چند مریدوں کے راہ خشکی سے پس اس سفر میں ایک بار راہ گم کر گئے ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں پانی نہ تھا یاروں پر تشنگی غالب آئی آپ نے آسمان کی طرف منھ کر کے دعا کی کہ ایک تیتر آپ کے سر پر سے بولتا ہوا گذرا سمجھے ضرور کہیں پانی ہے یہ سمجھکر چند قدم چلے تھے کہ چشمہ پانی کا ملا سب نے غسل کیا اور فرمایا کہ آج سے جو ہمارا مرید ہو تیتر کو نہ مارے، اُس روز سے آپکے سلسلہ میں تیتر کا گوشت منع ہے ایک روز حاجی صاحب اپنی خانقاہ سے کہ قریب باغ زیب النساء بیگم دختر حضرت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے تھی برائے فاتحہ مزار پیر زہدی پر جاتے تھے ایک شخص شیر نام ریشم باف ملا اور وہ دن بھی عرفہ عید الضحیٰ کا تھا، شیر بولا کہ آج کا دن حج کا ہے وہ لوگ بڑے طالع ور ہیں جو طواف کعبہ کا کرتے ہونگے، افسوس ہے کہ ہم اس دولت سے محروم ہیں یہ سنتے ہی فرمایا کہ اگر تو بھی چاہتا ہو کہ میں بھی حاجیوں کے ساتھ شریک ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر کے میرے پیروں پر اپنے سر رکھ اُس نے بموجب حکم آنکھیں بند کر کے اپنے سر حضرت کے پیروں پر رکھے، جب آنکھیں کھول لیں تو اپنے کو ہمراہ شیخ جبل عرفات پر پایا اور اچھی طرح رسومات حج ادا کئے اور اسی طریقہ سے پھر لاہور میں آیا، آپ کی تصنیفات سے اسرار عجیبہ

جواذکار واشغال چشتیہ ہیں نہایت عمدہ کتاب ہے اور شرح فصوص الحکم فارسی بھی مشہور کتاب ہے، وفات حضرت کی سنہ ۹۴۵ھ میں بتاریخ ۲۷ رجب بمقام لاہور ہوئی اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے، آپ کے چار فرزند تھے، شیخ یحییٰ اور اسد نور اور عبدالحق اور اعلیٰ حضور ان میں شیخ یحییٰ نہایت باکمال و صاحب حال و قال ہوئے ہیں ہزاروں آپ کے مرید تھے، ایک بار ایک چور کہ نام اس کا خیر و تھا وہ رہزنی بھی کرتا تھا موضع سید والہ سے بارادہ چوری لاہور میں آیا اور بہت کوشش کی کہیں موقع نہ لگا، آخر خانقاہ شیخ یحییٰ میں آکر نقب لگائی اور شیخ کے دو بیل کھولکر راہ نقب سے لیکر باہر آیا، اُسی وقت اندھا ہوگیا، پھر اندر خانقاہ کے گھسا بینا ہوگیا، جب یہ باہر آیا نابینا ہوا کئی بار ایسا ہوا آخر مجبور ہو کر جہاں سے بیل کھولے تھے وہیں باندھے اور ایک کونہ میں بیٹھ رہا جب صبح ہوئی خادمانِ خانقاہ نے شب کا ماجرا عرض کیا اور اُس چور نابینا کو روبرو لے گئے، اُس نے تمام کیفیت عرض کی، آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا، اس وجہ سے واجب الرحم ہے اور اپنا ہاتھ اُس کی آنکھوں پر پھیرا اُسی وقت بینا ہوا اور چوری سے توبہ کرکے مرید ہوکر کمال کو پہنچا۔

ذکر حضرت شیخ الہداد دلوزی قدس سرہ

آپ اولاد سے پیر کبار کی تھے نہایت متوکل اور ہمیشہ حجرہ میں معتکف رہا کرتے تھے کسی کی شادی غمی میں شریک نہ ہوتے تھے اور ہمیشہ حجرہ بند رہتا تھا اور آخوند سید شوریائی آپ کی بہت عزت کرتے تھے ایک بار آپ نے دعا کی الٰہی میری اولاد زیادہ ہوگئی، ان میں کوئی شقی کوئی متقی ہوگا اُمیدوار ہوں کہ سب کو بخش دے آواز ہوئی کہ کمان ہاتھ میں لیکر تیر چھوڑ جتنے قدم پر تیر پڑیگا اتنی پشت کو بخشا آپ نے کمان سے جب تیر چھوڑا چار قدم پر جاگرا، معلوم ہوا کہ چار پشت کی بخشش ہوئی، وفات حضرت کی سنہ ۹۴۹ھ میں ہوئی مزار قصور میں ہے۔

ذکر حضرت ملک محمد جانسی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ الہداد کے اور وہ خلیفہ محمد مہدی کے وہ خلیفہ شیخ دانیال کے وہ خلیفہ سید راجی حامد شاہ کے وہ مرید شیخ حسام الدین مانک پوری کے کہ خاندانِ نظامیہ میں مشہور مشائخ گذرے ہیں اور لقب آپ کا محقق ہندی تھا، آخر عمر میں آپ کبڑے ہوگئے تھے، ایک بار بحضور اکبر اعظم آئے شہنشاہ نے ان کی ہیئت کو دیکھکر تبسم فرمایا آپ نے کہا کہ اے بادشاہ ظرف پر تبسم کیا یا کمہار پر بادشاہ نے آپ کی فطانت پر آفریں کی، ہندی زباں میں آپ کی تالیفات بہت ہیں۔ مثل پدماوت، دھوبی نامہ، پوستی نامہ وغیرہ اور وفات حضرت کی سنہ ۹۴۹ھ میں ہوئی

ذکر حضرت مخدوم شیخ عبدالرشید جونپوری قدس سرہٗ

لقب آپ کا شمس الدین فیاض تھا

اور مرید اپنے والد شیخ مصطفیٰ بن عبدالحمید عثمان کے اور وہ مُرید شیخ محمد بن شیخ نظام الدین انبیٹھی کے وہ مُرید شیخ معروف جونپوری کے وہ مرید شیخ الہ داد شارح کافیہ وھدایہ کے وہ مرید راجی حامد شاہ کے اور شیخ طیب سے دوسرے سلسلہ میں اجازت یافتہ تھے، پہلے درس تدریس فرماتے تھے، بعدہ وہ چھوڑ کر کتب ہائے معرفت کا مطالعہ کرنے لگے، عربی زبان سے بہت شوق تھا اور شیخ محی الدین کے اسرار مخلوقات پر عمدہ شرح تحریر کی ذکر جہر بہت کرتے تھے، سماع میں بہت وجد ہوتا تھا اور کتاب رشدیہ اور زاد السالکین و مقصود الطالبین اور ایک دیوان آپ کی تصنیفات سے ہیں، شمسی تخلص کرتے تھے، وفات حضرت کی ۱۰۵۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میر سید احمد گیسو دراز کالپوی قدس سرہٗ

آپ پسر و مرید سید محمد کے اور عاشق نام پاک میر سید محمد گیسو دراز کے اُن کی متابعت میں آپ نے بھی گیسو دراز کئے سماع کو بہت دوست رکھتے تھے، ہندی اور فارسی زبان میں شعر فرماتے تھے اور مسائل توحید و مقامات شیخ محی الدین بن عربی کے اوپر علانیہ تقریر دلپذیر کرتے بعد ادائے فرض آواز بلند کلمہ توحید نو بار فرماتے۔ شاہجہانپور کے لوگ کہ جو سلسلہ نقشبندیہ میں تھے، مقابلہ اور مناظرہ کیا کرتے تھے مگر جو مناظرہ کو آتا اُس کی تسکین فرما دیتے آپ کی تصنیفات سے جوامع الکلم اور مشاھدات ہیں، وفات حضرت کی ۱۰۵۸ھ میں ہوئی

ذکر حضرت مولانا تقی الدین اودی

آپ مرید خاندان شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے، نہایت متقی دن بھر جنگل میں بعبادت مشغول رہتے شب تھوڑی دیر گھر میں ٹھیر کر پھر باہر جاتے ابدال آپکے پاس آتے تھے، بلکہ اُنہوں نے ایک بار چاہا کہ آپ ہمارے ہمراہ رہیں، آپ نے اہل و عیال کا عذر کرکے منظور نہ کیا، شیخ افق الدین پسر بزرگ شیخ نور قطب عالم کہ نہایت بزرگ و متواضع و صاحب حالت تھے، شیخ انور برادر خورد شیخ نور کہ نہایت سخی اور مہمان نواز تھے شیخ حسام الدین لکھتے ہیں، بندہ نے مخدوم زادہ سے پوچھا کہ عشق کیونکر ہوتا ہے فرمایا کہ جب آنکھ کھول کر دیکھے، معلوم کرے کہ دوست آتا ہے یا اُس کا پیام آتا ہے ہر وقت اُسی کے خیال میں رہے، ورنہ کیوں آنکھیں کھولیں۔

ذکر حضرت شیخ ابو سعید چشتی صابری گنگوہی بن شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس قدس اللہ اسرارہم

یہ حضرت نواسے شیخ بندگی جلال الدین تھانیسری کے تھے، چند مدت اپنے جمال حال کو کسوت سپاہ گری میں پوشیدہ رکھا جب عشق کا غلبہ ہوا تو اپنے نانا شیخ جلال کے مُرید ہوئے، چونکہ شیخ کبر سن اور فنائے احدیت میں مستغرق رہتے

تھے کار شیخت شیخ نظام الدین تھانیسری کے سپرد تھا، آپ کو بھی ان کے حوالہ کیا کہ تم ان کو تربیت کرو، پہلے آپنے ذکر نفی اثبات شروع کیا تھا، بعدہ ایک مدت کے جب ریاضت شاقہ کی اور مجاہدہ کیا انوار جبروتی و ملکوتی رونما ہوئے، چونکہ ہمت عالی رکھتے تھے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے کہ طلب شہود ذات رکھتے تھے، اب جاننا چاہیئے کہ نور تین قسم پر ہے جو صفت جلال سے ظاہر ہوتا ہے، برنگ آفتاب یا برنگ طلا یا برنگ آتش دکھائی دیتا ہے جو صفت جمال ظاہر ہوتا ہے، برنگ ماہ یا نقرہ یا پانی جلوہ گر ہوتا ہے تیسرا نور ذات منزہ ہے، صفات سے اُس کو سوائے اولیاء اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا حضرت کو توجہ اس نور کی طرف تھی۔ الغرض جب شیخ نظام الدین طرف عرب کے روانہ ہوئے اور حضرت گنگوہ شریف میں ریاضت اور عبادت میں مشغول رہے اور جنگلوں میں سراسیمہ پھرا کرتے تھے، ایک روز روضۂ قطب عالم بندگی شیخ عبدالقدوس پر بیٹھے تھے، اور مفارقت پیر میں رو رہے تھے کہ قبر کے اندر سے آواز آئی کہ ابو سعید اگر طالب خدا ہے تو بلخ کو جا آپ تین شب روضۂ شیخ پر رہے تینوں شب یہی ندا سُنی اور ایک شخص انجان آیا اُس نے کہا کہ اگر بلخ کا رستہ معلوم نہیں تو میں چلتا ہوں اور اُن کو گھوڑے پر سوار کر کے لے چلا، جس منزل پر پہنچتے تھے وہاں نہایت مدارات ہوتی تھی کہتے ہیں وہ شخص روحانیت شیخ تھی جب بلخ سے تین کوس رہے تو شیخ نظام الدین کو بشارت ہوئی کہ ابو سعید آتا ہے، میری امانت اس کے حوالہ کرنا، جب یہ خانقاہ شیخ میں پہنچے تین روز امیرانہ دعوت اور مدارات کی، چوتھے روز ان کو گوشہ میں لے جا کر نوازش ان کے جد کی اور کل کیفیت بیان کی اور شغل سہ پایہ تلقین فرمایا، الغرض بارہ برس مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے، ایک روز فرمایا کہ تمہارے اعمال اور اشغال نے تم کو تعجب میں ڈال رکھا ہے اب چاہیئے کہ کتوں کی خدمت کیا کرو آپ چند روز شکاری کتوں کی خدمت میں مصروف رہے، ایک روز کتوں کو ٹہلانے جاتے تھے کہ بارش ہونے لگی سامنے سے ایک ور کتا آگیا اس پر ان شکاریوں نے حملہ کیا، آپنے روکا پھر پھسل کر کیچڑ میں گر پڑے، اس وقت رو کر کہا کہ الٰہی ایک بندہ تیرا شیخ نظام الدین ہے کہ دنیا اُس کے پیر دھو دھو کر پیتی ہے ایک میں ذلیل و خوار ہوں اُسی وقت عنایت الٰہی ہوئی کہ چودہ طبق روشن ہو گئے بعد ترتیب و تکمیل کے ہندوستان میں بمقام گنگوہ شریف ہدایت خلق میں مشغول ہوئے سواطع الانوار سے روایت ہے کہ ایک شخص منکر حال درویشان آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں طلب خدا میں آیا ہوں مگر قوت ریاضت اور مجاہدہ کی نہیں رکھتا، چاہتا ہوں کہ نظر کیمیا اثر سے مجھکو خدا تک پہنچا دیجیے آپنے عصا ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ میں طالب خدا کو تین ضرب میں خدا رسیدہ کرتا ہوں اور اُس کے

سر پر عصا مارا کہ عالم ملکوت اُس پر منکشف ہوا' دوسرا عصا مارا عالم جبروت کھل گیا' تیسرا عصا مارا عالم شہود سے
بہرہ ور ہوا۔ بیہوش ہو کر گر پڑا' تین روز مست اور بیخود رہا جب ہوش آیا مرید ہو کر صاحب کمال ہوا اقتباس الانوار
سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت غسل فرما رہے تھے اور شیخ محمد صادق سر مبارک پر پانی ڈال رہے تھے اُن کو ایسا
معلوم ہوا کہ جو پانی کا قطرہ جسم مبارک سے نیچے زمین پر گرتا ہے' بصورت امرد صاحب جمال ہو کر آسمان کو اُڑ جاتا
ہے' پھر نہیں دکھائی دیتا' پس بعد انفراغ غسل کے شیخ محمد صادق نے یہ کیفیت عرض کی آپنے فرمایا کہ
تجھکو اللہ تعالیٰ نے عالی مرتبہ فرمایا اور اس معاملہ کی احسن طور پر شرح فرمائی عمر حضرت کی دراز ہوئی ہے
جب آخری وقت قریب ہوا اُس وقت تبرکات پیران اور سجادگی بندگی شیخ محمد صادق کو مرحمت فرما کر اسم اعظم
تعلیم فرمایا' وفات حضرت کی کیم یا دوسری ربیع الثانی سنہ ۱۰۵۹ھ میں ہوئی' بعض نے سنہ ۱۰۴۹ھ لکھا ہے' خلفاء آپکے
بہت ہوئے' مگر جو مشہور ہیں یہ ہیں بندگی شیخ محمد صادق کہ جن کا ذکر آویگا' دوسرے شیخ ابراہیم رامپوری قدس سرہ
کہ نہایت فقر اور فنا میں موصوف تھے اور زہد اور ریاضت میں قدم راسخ رکھتے تھے ہمیشہ فنائے احدیت میں مستغرق
رہتے اور محبت اہلبیت میں بے اختیار رہتے' جن دنوں میں حضرت بمقام سید پور علاقہ کرنال میں مقیم تھے چارپائی
پر نہ سوتے تھے' لوگوں نے سبب دریافت کیا آپنے فرمایا کہ بعض سادات اس مقام کے ایسے ہیں کہ ان کو چارپائی
میسر نہیں وہ زمین پر سوئیں میں چارپائی پر قدم رکھوں نہایت ترک ادب ہے اور آپ ہمیشہ دن کو باغ سید پور میں
مشغول رہتے' جب باغ میں پھل آئے اطفال سادات ان پر پتھر مارتے ثمر جھاڑتے اگر آپکے جسم پر پتھر بھی
لگ جاتا تو اس کو سعادت سمجھتے آخر جب بہت ہی تنگ ہوئے بچوں سے نہ کہا کہ نہ کھاؤ' درختوں سے فرمایا کہ مجھکو
ادب سادات ہے ان سے میں کچھ نہیں کہہ سکتا اس روز سے اُن درختوں میں پھول تو آئے مگر ثمر نہیں آئے۔ اقتباس الانوار
سے نقل ہے کہ آپنے روحانیت حضرت بوعلی قلندر سے تربیت پائی اور نہایت خصوصیت اور حضوری تھی آپکے
فضائل ظاہر ہیں کہ شیخ محمد دہلوی شاہباز آپ کی تربیت میں رہے' مزار شریف رامپور میں ہے' تیسرے خلیفہ
شیخ محب اللہ صدیقی صدر پوری تھے کہ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر طلب حق میں گھر سے نکلکر اکثر
مشائخین وقت سے ملے مگر مدعا حاصل نہ ہوا آخر دہلی میں آکر روضہ مقدسہ حضرت خواجہ قطب الدین پر معتکف ہوئے
حضور نے معاملہ میں فرمایا کہ سلسلہ شیخ صابر علی کا گرم ہے گنگوہ میں بوسعید کے پاس جا بحکم مدا گنگوہ میں آکر شیخ
ابوسعید جی کے مرید ہوئے' شیخ نے اپنے خادم مجاہد کو فرمایا کہ تجدید وضو کرکے دوگانہ ادا کرکے گوشہ میں
بیٹھکر استعداد محب اللہ کو دیکھ کہ اُس کے موافق تربیت کی جاوے' جب اُنہوں نے مراقبہ کرکے دیکھا اور

عرض کیا کہ مناسبت ولایت موسوی ہے۔ مراۃ الاسرار سے نقل ہے کہ شیخ محب اللہ برائے زیارت روضۂ شیخ احمد عبدالحق کے ردولی آئے، میرے مکان پر قیام کیا میں بھی وہیں موجود تھا، وہاں سے شہر پٹنہ میں میر سید عبدالحکیم سے کسب فضائل کیا، بعدہٗ الہ آباد میں سکن گزین ہوئے، پہلے فقر فاقہ پیش آیا آخر کشائش ہوئی اور ہزاروں مرید ہوئے، آپ بیس برس الہ آباد میں رہے، بہت سے آپکے خلیفہ ہوئے، وفات حضرت کی ۹ رجب بروز پنجشنبہ بوقت غروب آفتاب ۱۰۵۸ھ میں ہوئی، مزار الہ آباد میں ہے، آپنے ایک پسر خورد سال تاج الدین چھوڑا تھا، تیسرے خلیفہ شیخ خواجہ پانی پتی اور چوتھے خلیفہ شیخ حبیب اللہ، پانچویں خلیفہ شیخ ابراہیم سہارنپوری تھے۔

ذکر حضرت بندگی شیخ محمد صادق گنگوہی

یہ حضرت خلیفہ اور برادرزادہ شیخ ابوسعید کے تھے اور سماع نہایت زور شور سے سنتے تھے، اس وقت جس پر نظر پڑ جاتی تھی تجلّی ذات اس پر پرتوفگن ہو جاتی تھی اور حضرت نہایت خوبصورت تھے، روحانیت حضرت رسولِ مقبول علیہ السلام سے نہایت ارادت تھی اور جو شخص آپکے پاس آتا جب تک بیٹھا رہتا ماسوا اللہ دل برداشتہ رہتا تھا ایک بار آپ عمدہ کپڑے پہن کر بروز عید برائے آداب کورنش اپنے عم بزرگ شیخ ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے ان کا جمال دیکھکر فرمایا کہ میں اپنی ولایت کا نور اس پسر کی پیشانی میں چمکتا ہوا دیکھتا ہوں اور ان کے قلب کو کشش کیا اور آخر ان کو شوق نام الٰہی ہوا مرید ہوکر ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار آپ بازار سہارنپور میں چلے جاتے تھے ایک مہاجن پر نظر پڑی، اُسنے جو پھر کر حضرت کو دیکھا فریفتہ جمال ہوکر قدموں پر آپڑا اور مسلمان ہوکر مرید ہوا، آپنے اس کا نام شیخ عبدالسلام رکھا کہ سماع میں اُن کی عجیب کیفیت ہوتی تھی ایک بار آپ سیر کرتے ہوئے بمقام جگناتھ پہنچے، بازار کی سیر کر رہے تھے کہ ایک بت سنگین کو دیکھا کہ ہندو اُس کی پوجا کر رہے ہیں شیخ بھی محو تماشا ہوگئے کہ وہ بت آپسے ہم کلام ہوا اور آپ کی تعریف کی یہ کشف دیکھکر بہت ہندو مسلمان ہوئے بعض مرید ہوئے۔ لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق نام آپکا ایک مُرید گاؤں میں رہتا تھا اور ناکتخدا تھا شیخ بھی اس کے باغ میں سیر کناں تشریف لے گئے اور اُس سے فرمایا کہ چند دانے آنبہ لا، چونکہ فصل ہو چکی تھی وہ نہایت تلاش سے چھ دانے ثابت اور ایک کترا ہوا لایا، آپنے اُن کو نوش فرماکر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری منکوحہ سے تم کو چھ پسر سالم ایک ناقص عطا کریگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چھ پسر اچھے پیدا ہوئے اور ایک کونکا پیدا ہوا بعد چند روز کے

شیخ پھر اُس دیہہ میں تشریف فرما ہوئے اہل دیہہ شیرینی لیکر آئے تمام بال بچے گاؤں کے جمع ہوئے شیرینی تقسیم کی عبدالحق کے چھیوں سالم بچوں نے گونگے کی شیرینی چھین لی، اُس نے غل وشور کیا آپنے فرمایا کہ کیا غل ہے حاضرین نے عرض کیا کہ عبدالحق کے اچھے بچوں نے گونگے کی شیرینی چھین لی، فرمایا اس کو ہمارے روبرو لاؤ جب وہ پاس پہنچا اپنا لب اُس کے مُنھ سے لگایا اُسی وقت گویا ہوا وفات حضرت کی ۱۸ محرم سنہ ۱۰۵۸ھ میں ہوئی مزار گنگوہ میں ہے۔ آپکے خلفاء میں سے آٹھ مشہور ہیں:۔ شیخ محمد داؤد کہ فرزند بزرگ تھے دوسرے شیخ محمد گنگوہی کہ فرزند دوم تھے باکمال اور صاحب سلسلہ گذرے تھے، تیسرے شیخ ابراہیم مرادآبادی چوتھے شیخ عبدالسبحان سہارنپوری پنجم شیخ عبدالجلیل الہ آبادی، چھٹے شیخ جمال ساکن موضع کاچھو، ساتویں شیخ مبارک تربیت یافتہ، شیخ ابوسعید کے تھے، انہوں نے بہت کچھ ریاضت اور مجاہدہ کئے حج کئے تمام جہان کی سیر کی مگر کشود کار نہوا آخر بخدمت شیخ محمد صادق حاضر ہوئے، اور چندے مشقت کرکے خرقہ خلافت حاصل کیا اور صاحب سلسلہ ہوئے ان کے مزار کا کچھ پتہ نہ لگا، آٹھویں خلیفہ شیخ یوسف کہ ان کو بھی خرقہ خلافت بیش گاہ شیخ ابوسعید سے حاصل تھا اور اُنہوں نے شیخ نظام الدین تھانیسری کو بھی دیکھا ہے، ہر روز چالیس ہزار مرتبہ ذکر جہر کرتے تھے اور بہت گداز طبع تھے مگر کشود کار نہ تھا، آخر شیخ محمد صادق سے بیعت کی اور اولیائے روزگار ہوکر بمقام سمانہ علاقہ کرنال میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ محمد داؤد بن شیخ محمد صادق گنگوہی

آپ خلیفہ اور صاحب سجادہ بھی تھے کہ حال قوی ہمت بلند اور ریاضت اور مجاہدہ میں یگانہ روزگار تھے۔ مراۃ الاسرار حضرت کے عہد میں تالیف ہوئی وہ لکھتے ہیں کہ حضرت کو اوائل عمر میں طلب حق دامنگیر ہوئی، اور آپکے والد نے حسب الامر حضرت رسول مقبول آپ کی تربیت شروع کی اور حضرت ریاضت اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے اور جو تجلّی کہ رونما ہوتی تھی عالی ہمتی سے اس پر قناعت نہ کرکے مشاہدہ ذات رب الجلیل میں قدم آگے رکھتے اور موجب تلقین پدر خود اذکار و اشغال و مجاہدہ میں مصروف رہتے پہر دن چڑھے تک ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ کرتے اقتباس سے نقل ہے کہ شیخ داؤد ہمیشہ گیارھویں ربیع الاول کو عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے، ایک بار حضرت کے پاس کچھ خرچ نہ تھا اپنے خلیفہ شیخ سوندھا سے فرمایا کہ کسی مہاجن سے کچھ قرض لو تاکہ عرس غوث پاک کیا جاوے، یہ فرماکر برائے قیلولہ گھر میں جاکر استراحت فرمائی بیدار ہوکر شیخ سوندھا صاحب کے حجرہ میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اب قرض نہ لینا غوث پاک نے خود مجھ کو

خرچ عرس عنایت کیا، شیخ سوندھا نے مفصل حال اسکا دریافت فرمایا، آپنے فرمایا کہ میں سوگیا تھا، معلوم ہوا کہ غوث پاک تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ پڑیہ لے کر عرس کر اس میں گیارہ روپیہ اور ایک اشرفی ہی جب میں بیدار ہوا وہ پڑیہ اپنے پاس رکھی ہوئی پائی، دیکھا تو اشرفی اور گیارہ روپیہ اس میں پائے کہتے ہیں کہ اس سے پہلے آپکے ہاں بہت تنگی رہتی تھی، جس روز سے غوث پاک نے یہ عطیہ مرحمت فرمایا نہایت کشائش ہوئی اور فتوحات بدرجۂ غایت ہونے لگا۔ نقل ہے کہ آپنے ایک مرید کو چلّہ میں بٹھایا، جب چلّہ پورا ہوا اسنے عرض کیا کہ مینے چالیس روز کچھ نہیں کھایا۔ حضرت نے فرمایا کیوں جھوٹ بولتا ہے جو تو نے کھایا میں جانتا ہوں جس درخت کے پتّے تو نے کھائے ہیں میں اُس سے گواہی دلا سکتا ہوں اور اس درخت کی طرف منھ کر کے فرمایا کہ گواہی دے، اُس درخت نے فصیح زبان سے گواہی دی اور وہ مرید شرمندہ ہوا اور اپنا قصور معاف کرایا، آپنے فرمایا کہ تجدید بیعت کر کہ بسبب دروغ کے تیری بیعت بھی کاذب ہوئی۔ شیخ سوندھا خلیفہ آپکے فرماتے ہیں کہ ایک درویش آیا اور حضرت سے سوال کیا کہ فقیر باخدا کب ہوتا ہے، آپنے ارشاد کیا کہ جب فقیر کا فقر تمام ہوئے اور بحالت اذا تم الفقر فہو اللہ جلوہ نما ہو، پھر اُس نے پوچھا کہ بندہ لائق اطلاق اسم خدا کے کس سبب ہوتا ہے حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر جب بہت اللہ اللہ کہتا ہے اور اپنے کو فراموش کرتا ہے بلکہ خود نہیں رہتا۔ نقل ہے کہ آپکے ہاں ایک مور پلا ہوا تھا آپ اس کو بہت دوست رکھتے تھے دانہ پانی اپنے ہاتھ سے دیتے تھے، جب آپکا انتقال ہوا اور جنازہ دروازہ سے باہر نکلا وہ مور دروازہ کے ایک درخت پر بیٹھا تھا فریاد کرنے لگا یہانتک کہ مرگیا۔ نقل ہے کہ ایک روز نواب سعد اللہ خاں وزیر حضرت صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ نے کہ عالم متبحر اور یگانۂ روزگار تھے بخدمت حضرت سلطان عرض کیا کہ شیخ داؤد گنگوہی علم ظاہر چنداں نہیں رکھتے اور علم باطن میں معلوم نہیں کہ کہانتک رسائی ہے۔ اگر حکم ہو تو ان کی آزمائش کروں، بادشاہ نے فرمایا کہ مجھکو اُن کے علم میں کچھ شک نہیں مگر بہتر ہے تم بھی اپنا شک مٹا دو حضرت بتقریب عرس حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ حاضر تھے، نواب مذکور بھی بحیلہ زیارت مزار پُر انوار خواجہ پر پہنچا، حضرت سے مل کر بحث مقدمات علمیہ شروع کی، آپ نے روحانیت حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی، معاً ارشاد ہوا کہ بابا داؤد مینے تجھکو بحر مواج کیا جو یہ سوال کرے جواب شافی دے، پس سعد اللہ خاں نے سولہ سوال کئے، حضرت نے سبکے جواب شافی دیئے، یہ کرامت دیکھکر حضرت کو خزینہ علوم سمجھکر بکمال عجز و نیاز پیش آیا، اور مرخص ہوکر خدمت شاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ شیخ مدرسۂ الٰہی کا تعلیم یافتہ ہے اُن کے سینہ میں جملہ علوم موجزن ہیں، بادشاہ نے فرمایا الحمد للہ کہ میں تو بقدر اپنے حوصلہ کے اُن کے کمال سے واقف ہوں

مگر تم بھی واقف ہوئے اور لکھا ہے کہ شاہزادہ دارا شکوہ قادری قدس سرہٗ کو حضرت سے کمال محبت تھی، جب حضرت دہلی تشریف لے جاتے تھے دولت سرائے شہزادہ پر قیام پذیر ہوتے اور دونوں بزرگوار برابر دو مصلے بچھا کر مشغول رہتے۔

نقل ہے کہ حضرت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ ۱۰۶۸ھ میں سریر آرائے تخت شاہنشاہی ہوئے۔ بعض دشمنان خاندان چشتیہ نے شاہ سے شکایت کی کہ شیخ داؤد رات دن بدعت اور سماع میں مشغول رہتا ہے متابعت شرع شریف سے بالکل منحرف ہے، دارا شکوہ کا ہم صحبت اور دوست ہے، یہ سن کر بادشاہ نے حضرت کی طلبی میں فرمان جاری فرمایا، حضرت حسب طلب شاہ دہلی پہنچے شاہ نے ملا عبدالقوی کو کہ دشمن فقرا تھا برائے بحث بھیجا، اُس نے حضرت کے پاس آکر مسئلہ سماع کا استفسار کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر از روئے ظاہری پوچھتا ہے تو السماع لاہلہ مباح یعنی جو اہل ہے اُس کو سماع مباح ہے میں اپنے کو لایق سننے سماع کے جانتا ہوں اگر از روئے باطن دریافت کرتے ہو تو تم پر ظاہر ہو جائیگا، پس جو قوال کہ ہمراہ تھے اُن سے ارشاد فرمایا کہ کچھ کہو اُنہوں نے قوالی شروع کی، شیخ مست جام توحید ہوئے اور ملا سے فرمایا کہ لے جاہل میں خود صاحب شرع ہوں مجھ سے دلیل اباحت سماع دریافت کرتا ہے۔ یہ فرماتے ہی ملا کو تمام علوم فراموش ہوئے، جاہل محض ہو گیا۔ گریہ زاری شروع کی اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھا اور عفو تقصیر چاہا، شیخ کو بھی اُس پر رحم آگیا اور فرمایا کہ تو ملک العلماء اور مفتی ہے، فقیروں کو کیوں تکلیف دیتا ہے، پس جو بھول گیا تھا یاد آگیا اور بصدق دل سے مرید ہوا۔

صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ جب وقت آخری قریب پہنچا تین روز پہلے اپنے چھوٹے بھائی شیخ محمد سے فرمایا کہ تابوت میرے واسطے آراستہ کر تین شب سے برابر رسول مقبول کو دیکھتا ہوں کہ فرماتے ہیں کہ داؤد جلد میرے پاس آ، پس حسب الامر شیخ کے تابوت تیار کیا۔ شب پنجم ماہ رمضان شہود عالم اطلاق نے حضرت پر غلبہ کیا، حالانکہ امراض جسمانی سے کوئی لاحق حال نہ تھا، قوالوں کو طلب کر کے قوالی شروع کرائی، بوقت صبح چھٹی رمضان کو تبرکات پیران چشت اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کئے اور فرمایا کہ یہ امانت شیخ سوندھا کی ہے میرے بعد اُس کے حوالے کرنا اور جان اطہر کو مشاہدہ جاناں میں تسلیم کر کے بادوست یک رنگ ہوئے بعض نے سن وفات ۱۰۹۵ھ لکھے ہیں۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں اول شیخ سوندھا پسر شیخ عبد المومن قدس سرہٗ کہ اولاد سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھے، آپ کے والد بھی صاحب دستگاہ اور قصبہ سفیدوں کہ پانی پت سے چودہ کوس جانب غرب ہے متوطن تھے، اور حکام بادشاہی سے تھے، شیخ سوندھا دو برادر تھے

آپکے چھوٹے بھائی نے روبرو والد کے وفات پائی اور حضرت زیر تربیت اپنے والد کے رہے۔ جب سن تمیز کو پہنچے کار درویشی میں مشغول ہوئے، چندے اپنے کمال کو کسوت سپاہ گری میں پوشیدہ رکھا، اسی عرصہ میں پانی پت میں آپ کا نکاح ہوا، بعد چند روز کے آپ کی منکوحہ کا انتقال ہوا، اس وقت کلیۃ تعلقات صوری سے خلاصی حاصل ہوئی اور تمام علایق سے مجرد ہوکر طلب مرشد حقیقی میں نکلے پہلی منزل پانی پت میں ہوئی اور جوار روضہ حضرت شیخ جلال کبیر الاولیا میں اُترے، نماز عشا سے فارغ ہوکر آرام فرمایا، شیخ جلال الدین کو معاملہ میں دیکھا کہ تشریف لاکر ہاتھ پکڑا اور شیخ محمد داؤد کی صورت دکھائی اور فرمایا کہ یہ تیرا پیر ہے داؤد نام ہے، قصبہ گنگوہ ہی میں اس کا مکان ہے وہاں جا اپنے مطلب کو پہنچیگا۔ جب حضرت بیدار ہوئے صورت شیخ داؤد کو لوح سینہ پر منقش دیکھا، صبح وہاں سے اُٹھ کر گنگوہ کی راہ لی اور خدمت میں شیخ داؤد کی پہنچکر مرید ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ خرقۂ خلافت پہلے شیخ محمد صادق سے ہی پہنچا تھا، الغرض چندے ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہ کر بعد تکمیل کامل کے خرقۂ خلافت حاصل کیا، اور حسب الہدایت پیر دستگیر شیخ محمد داؤد برائے ہدایت خلق پانی پت میں آکر مقیم ہوئے، کبھی روضہ کبیر الاولیا رہیں کبھی شاہ ولایت میں شب بسر فرماتے تمام دن جنگل میں بعبادت مشغول رہتے، بعدہ حسب اجازت مرشد موضع بوہر میں چندے رہے اور روحانیت سید معز الدین صاحب ولایت سے استفادہ اُٹھایا، شیخ بلاقی کہ ہمدم تھے وہ آپکے ہمراہ تھے، بعد بمقام کیتھل کہ وطن شیخ بلاقی کا تھا تشریف لائے اور چند روز رہے اور ریاضت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک ایک چلہ قدم حجرہ سے باہر نہ رکھتے تھے، ایک بار بہورسی باہر شاہ ولایت بھوہر کا عرس تھا آپ بھی شریک تھے کہ بھوہر کے حاکم کا پسر فوت ہوا اُس مردہ کو خدمت حضرت میں لائے، اُس کے باپ نے عرض کی کہ مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند: اُمیدوار ہوں کہ میرا پسر زندہ ہو، یہ سُن کر اُٹھے اور اُس کے سرہانے جاکر فرمایا کہ بحکم ان حی القیوم اُٹھ، اُس نے اُسی وقت چشم واکیں اور زندہ ہوا لکھا ہے کہ ایک بار حالتِ مستی میں پژاوہ کی آگ میں پہر بھر تک بیٹھے رہے، جامہ تک نہ جلا اور ایک بار بمقام کیتھل مجلس سماع میں تشریف رکھتے تھے، کہ ایک درویش نے حالتِ وجد میں کہا کہ دیکھو حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہند الولی تشریف لائے بعض نے لکھا ہے کہ یہ کہا نبی تشریف لائے، اس پر قاضی شہر برہم ہوا کہ ولی کو نبی کہنا کفر ہے اور اس درویش کے درپے قتل ہوا، آپ نے قاضی سے فرمایا کہ العاشق والمجنون معاف رکھو درپے اسکے قتل کے نہ ہو۔ قاضی نہ باز آیا، اُس پر خفا ہوکر فرمایا کہ تو نے عاشقان الٰہی کے قتل پر کمر باندھی ہے کُتّے کی بولی بول کر مرے گا

چنانچہ اُسی وقت اُس کو تپ اور کھانسی اور دمہ پیدا ہوا اور اُسی مرض میں مرگیا۔ یعنی وہ عرس شیخ صوفی بدہنی کا تھا اور جس درویش نے بنی ہند کہا تھا اُن کا نام عبدالقادر تھا جو شیخ بدھنی کے خاندان سے تھے۔

نقل ہے کہ ایک بار موضع براس میں بتقریب عرس تشریف فرما تھے، وہاں سادات کی ایک مسجد تھی، اس میں قبلہ رو بیٹھے تھے، اُس مسجد کے روبرو ایک دالان تھا، وہاں ایک خراباتی فقیر بھنگ پیس رہا تھا، آپ نے جو رگڑے کی آواز سنی فرمایا کہ کیا پیستا ہے۔ مریدوں نے کہا کہ ایک خراباتی بھنگ پیس رہا ہے، فرمایا اُس کو منع کرو، جب وہ منع کرنے سے نہ مانا نوبت بہ ہشت مُشت پہنچی، آپ کو بپاس شریعت جلال آیا، حالانکہ اس وقت عمر شریف نوّے سے گذر چکی تھی، مگر مثل جوانان عصا لیکر اُس کے روبرو گئے وہ آپ کی ہیبت سے بھاگا۔ آپ نے فرمایا کہ کہاں جاتا ہے، آخر نظر قہر اُس پر پڑ چکی تھی، موضع بیتنگ میں جاکر مرگیا۔

نقل ہے کہ بوجہ کبر سنی کے بیٹھنا اُٹھنا محال تھا مگر جب سماع ہوتا خود کھڑے ہوکر وجد کرتے اور ایسی قوت ہوجاتی تھی کہ دس آدمیوں سے بمشکل سنبھلتے تھے۔ اقتباس سے نقل ہے کہ ایک بار عرس شیخ جلال الدین سے فارغ ہوکر پھر جاتے تھے، راستہ میں رہزن ملے مگر بوجہ ہیبت حضرت کی دست درازی نہ کرسکے ایک خادم پیچھے رہ گیا تھا اُس کو لوٹ لیا وہ روتا ہوا حضرت کے روبرو آیا آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں آگ نہ لگی، یہ فرماتے ہی وہاں آگ لگی، زمیندار وہاں کے دوڑے، عاجزی سے پیش آئے جو لوٹا تھا حاضر کیا آپ نے درود شریف پڑھ کر اُس طرف دم کیا فوراً آگ بجھ گئی، لکھا ہے کہ ایک بار آپ وجد سماع میں تھے کہ پہر بھر تمام بدن نظر مردمان سے غائب ہوگیا، پہر بھر کے بعد پھر دکھائی دیا، بعد فراغ مجلس کے ایک نے پوچھا، فرمایا کہ نور معشوق عاشق پر غالب آگیا، اُس نے نور عاشق کو چھپا لیا تھا، لکھا ہے کہ جب وقت وفات نزدیک پہنچا قوالوں کو طلب کرکے فرمایا کہ یہ بیت حافظ صاحب کی کہو ؎ صحبت غیر نخواہم کہ بود عین قصور ؛ باخیال تو چرا با دگراں پردازم ؛ پس جب قوالوں نے اُس کو شروع کیا تو آپ کو وجد ہوا اور اُسی ذوق شوق میں تاریخ ۱۰ جمادی الاول ۹۲۹ھ میں بمقام سیفدرن انتقال فرمایا۔ خلیفہ آپکے اول شیخ محمد اکرم بن محمد علی اکبر متوطن براسوی مصنف اقتباس الانوار و سواطع الانوار قدس سرہٗ ہوئے، آپکے کمالات آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہوسکتے ہیں، مثل مشہور ہے کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اور تا عہد حضرت اورنگزیب زندہ رہے۔

دوسرے خلیفہ شیخ محمد علی بن شیخ الٰہ بخش ساکن براس، تیسرے خلیفہ شیخ پیر محمد ساکن تھانہ بھون، چوتھے خلیفہ شیخ عثمان کرنالی، پانچویں خلیفہ شیخ محمد صدیق کیتھلی، چھٹے خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ بلاقی، کہ محبوب

مرشد تھے، اور خود پیر مرشد کے عاشق صادق تھے، ذکر جہر بہت کرتے تھے، جب شیخ داؤد جی کا انتقال ہوا ہندوستان کو چھوڑ کر حج کیا، اور مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، چندے وہاں رہ کر فوت ہوئے ساتویں خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ عبدالقادر متوطن قصبہ ستور وفات بھی حضرت کی ستور میں ہوئی آٹھویں خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ ابوالمعالی انبیٹھوی کہ جن کا ذکر آگے آویگا نویں خلیفہ شیخ داؤد کے سید غریب اللہ بن سید عبدالرسول کیرانوی کہ جہاں کاتب الحروف بوجہ تباہی خاندان کے مقیم ہے دوسری وجہ قیام لینے کی آگے بیان کرونگا۔ جاننا چاہیئے کہ سید غریب اللہ اور صاحب سیر الاقطاب دونو بزرگ خالہ زاد بھائی اور ہمشیر بھی تھے اور سید غریب اللہ کو آپکے والد نے شاہ محمد پیرزادہ شیخ جلال پانی پتی کا مرید کرادیا تھا، جب یہ سیانے ہوئے تو پیر سے کچھ اعتقاد نہ تھا، جب سن بلوغ کو پہنچے اور طالب مولیٰ ہوئے تو گنگوہ میں جاکر شرف خدمت شیخ ابوسعید گنگوہی کا حاصل کیا اوراذکار واشغال میں مشغول رہے، بعدہ مرید ہونا چاہا۔ حضرت نے فرمایا اس سے پہلے کہیں بیعت کی اُنہوں نے شیخ سے عرض کیا کہ خوردسالی میں شاہ محمد پیرزادہ کا مُرید ہوا تھا اب آپ کا مُرید ہونا چاہتا ہوں، آپنے فرمایا توبہ کر مجھکو اور میرے پیروں کی کیا مجال ہو کہ اُس خاندان کے مُرید کو مُرید کریں ہم سب اُس درگاہ کے غلام ہیں، بہتر ہے کہ تو جاکر روضۂ شیخ پر ملتجی ہو اور اپنا قصور اپنے پیر سے معاف کرا سید غریب اللہ بحکم شیخ ابوسعید پانی پت میں آئے اور مرشد سے تمام حال بیان کرکے قصور معاف کرایا، اور ایک مدت تک پانی پت میں مشغول رہے، جب شیخ ابوسعید کا انتقال ہوا پھر خدمت شیخ محمد صادق میں حاضر ہوکر مُرید ہونا چاہا، ان کے حکم سے شیخ محمد داؤد کے مُرید ہوکر تکمیل کرکے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور شاہ حسین بجوری سے بھی خرقۂ خلافت پہنچا تھا۔

نقل ہے کہ بعد عطائے خرقۂ خلافت ضلع کرنال جانے کا اُن کو حکم ہوا اُنہوں نے عرض کی کہ غلام کو وطن شریف کی اجازت ہو، شیخ نے فرمایا کہ وہاں تجھ کو کوئی نہ پوچھیگا، وہاں لوگ کسی کے معتقد نہیں ہوتے ٹھگ بتائیں گے، آپنے عرض کی کہ فقیر کو ایسی ہی جگہ رہنا چاہیئے کہ جہاں اُس کو کوئی نہ پوچھے، آخر کیرانہ میں آکر مکان آبائی ترلہ محلہ میں مقیم ہوئے، چنانچہ اس فقیر نے بھی قیام اس قصبہ میں اس وجہ سے کیا ہو کہ کوئی پرسان حال و در تکلیف نہیں ہو، اہل قصبہ میں ایسی کچھ جامعت ہو کہ ہر شخص ہمچو من دیگرے نیست کے مضمون میں بہت خوش ہو۔ فقرا کی طرف کبھی اس اہل قصبہ کو توجہ نہیں ہوئی۔ چنانچہ قاضی محمد سالم خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کہ کامل وقت گذرے ہیں، اور اُن کی اولاد بھی موجود ہے مگر اُن کے مزار کا نشان کسی کو معلوم نہیں۔ میاں یار علی شاہ

صابری کہ تمام اس نواح میں مشہور ہیں، مگر اہل قصبہ میں سے کسی کو اُن کے مزار پر فاتحہ پڑھتے نہیں دیکھا حضرت سید غریب اللہ شاہ کا مزار بھی ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے، سیدوں کا حجرہ مشہور ہے، آپ سے بھی لوگ کم واقف ہیں، جو شخص فقیری کرنی چاہے کیرانہ میں آکر رہے، ہندوستان میں واسطے رہنے فقیر کے سوائے کیرانہ کے دوسرا مقام متصور نہیں ہوتا، کس واسطے کہ ہندو اور مسلمان اس قصبہ کے کبھی جویائے حال اور تکلیف دہ فقیر کے نہیں ہوتے، آمدم برسر مطلب

نقل ہے کہ سید غریب اللہ اکثر عرس حضرت خواجہ قطب الدین میں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک بار عین مجلس میں ایک پیرزادہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ محتسب شاہی کو ہمراہ لیکر آیا، اور قوالی کو منع کیا کہ تمام صوفی بے حظ ہوئے سید صاحب نے روحانیت حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی معاً معلوم ہوا کہ قبر شق ہوئی اور حضور بہ لباس سرخ برآمد ہوکر قبر شریف پر بیٹھے، فرماتے ہیں سہ گلگوں لباس کرد سوار سمند شد ؛ یاران حذر کنید کہ آتش بلند شد یہ سنتے ہی سید صاحب کو حالت ہوئی، یہاں تک کہ اس پیرزادہ کو بھی حالت ہوئی، بعد چند روز کے وہ پیرزادہ اسی ہیبت میں مرگیا، اُس نواح میں یہ نقل مشہور ہے کہ بعد اس معاملہ کے حضرت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ نے تمام مشائخین چشتیہ کو جو دہلی سے شمال میں تھے طلب فرمایا، اس نواح کے پیرزادہ جب کیرانہ میں آئے اور تیتر واڑہ دروازہ سے باہر رہے اُن کی گاڑیوں کے جو بیل تھے رہ گئے، بہتیرا ہانکا مارا قدم نہ اُٹھایا اس وقت سب کو خیال ہوا کہ سید غریب اللہ شاہ کا یہ تصرف ہے، سب صاحب آپکے مکان پر آئے اور چلنے کے واسطے کہا، چونکہ آپ کا نام بھی حاضری کا حکم ہوچکا تھا، آپنے اپنی رعیت کے کہاروں سے ڈولی تیار کراکر اُن کے ہمراہ ہوئے۔ جب گاڑیوں سے ڈولی آگے ہوئی کل بیل چلنے لگے۔ بعد تین منزل کے دہلی پہنچے، یہاں محتسب نے ایک مکان میں فرش کراکر اُس کے نیچے چھُری کٹاریاں تلواریں تیز لگا رکھیں، کسی فقیر دوست نے ان درویشوں کو مطلع کیا، کل کو فکر ہوگیا کہ اللہ ہی شرم رکھے، صبح سب صاحب اس مکان میں طلب ہوئے حکم ہوا کہ یہاں حالت ہو تو دیکھیں یہ حالت تمہاری ریا کے ساتھ ہے یا سچی ہے۔ سب نیچی گردنیں کئے چُپ تھے سید غریب اللہ شاہ نے کہا کہ اگر سماع کی اجازت ہو تو ضرور عاشقان خدا کو حالت وجد ہو یہ کہکر ایک درویش سے فرمایا کہ کچھ کہو اُس نے یہ غزل خواجہ قطب الدین کی شروع کی، جس کا مطلع یہ ہے سہ

دل اگر دانا بود در ہر سخن اسرار ہست ؛ چشم گر بینا بود یوسف بہ ہر بازار ہست ؛ اس پر سید صاحب کو حالت ہوئی اور بے اختیار ہوکر لوٹنے اور وجد اور مستی کرنے لگے، پہر بھر کامل وجد کیا مگر فرش کہیں سے پھٹا نہ جسم مبارک

پر زخم آیا، یہ کرامت دیکھکر حضرت عالمگیر نے کل درویشوں کو باعزاز رخصت فرمایا، سید صاحب کو جاگیر دینی چاہی آپنے قبول نہ کی اور فرمایا کہ چند بیگہ زمین آپکے بزرگوں نے میرے بزرگوں کو دی تھی، میری قوت لایموت کے واسطے وہی کافی ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ جس شب آپ کی وفات ہوئی اُس کی صبح کو معتقدان اور مریدان میں سے ایک بزرگ پانی پت میں سے، اُن کو معلوم ہوا کہ سید صاحب نے انتقال کیا، وہ روتے ہوئے بھاگے جب جمنا گھاٹ پر آئے سنا کہ سید صاحب نے شب کو قضا کی افتاں و خیزاں باحال پریشاں کیرانہ میں آئے تو لوگ حضرت کو قبر میں اُتار کر پٹاؤ دے رہے تھے، ان حضرت نے حاضرین سے کہا ذرا تامل کرو اور کاغذ قلم دوات لاؤ، الغرض ایک پرچہ لکھا کہ آپنے فرمایا تھا کہ بعد مرنے کے ہم وہاں کی کیفیت تجھ کو بتائیں گے سو وہ وعدہ ایفا فرمایئے، اور وہ کاغذ کو دوات قبر میں رکھدئے، تھوڑی دیر بعد دست حق پرست کاغذ اور قلم دوات لئے پٹاؤ سے باہر آیا، اُن درویش نے وہ لے لیا اور ہاتھ آپکا پھر اندر ہوگیا، اُس پرچہ کو جو دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ یہاں کے حالات بیان کرنے کا حکم نہیں ہے، مزار کیرانہ میں حجرہ مشہور ہے اندر آبادی کے دیکھا اور سنا کہ آپ کی اولاد سے ایک ہی شخص رہتا چلا آتا ہے، دوسرا بیٹا زندہ نہیں رہتا ہے جو رہتا ہے وہ نیک بخت ہوتا ہے۔

ذکر حضرت شاہ ابوالمعالی چشتی صابری

یہ حضرت خلیفہ شیخ داؤد گنگوہی کے تھے، اور خرقہ خلافت شیخ محمد صادق سے حاصل کرکے داؤد جیو سے تکمیل کی آپکے والد سید محمد اشرف کہ قصبہ انبیٹھہ میں جو متصل سہارن پور کے ہے متوطن تھے، جب ان کی وفات ہوئی تو شاہ ابوالمعالی خورد سال تھے، آپ کی والدہ نے آپ کو شیخ محمد صادق کے سپرد کیا اور شیخ شب و روز ان کی تربیت میں رہتے تھے جب انہوں نے انتقال کیا تو شیخ داؤد کے سپرد کیا آخر تکمیل پاکر خلیفہ ہوئے۔

سواطع الانوار سے نقل ہے کہ حضرت اوسط حال میں شہود ذات الٰہی میں محو ہوکر دنیا مافیہا کی خبر نہ رکھتے تھے، ایک بار تین ماہ تک کچھ نہیں کھایا پیا محو مطلق رہے، جب وقت نماز آتا خادم بمشکل ہوشیار کرتا نماز ادا کرکے پھر محو ہو جاتے تھے، الغرض تین سال کمال بیہوشی رہی، بعدہ امور دینی سے باخبر ہوئے مریدوں نے پوچھا کہ کیا حالت تھی، آپ نے فرمایا کہ مجھکو برائے نماز آگاہی ہو جاتی تھی منجانب اللہ مجھے آگاہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں تھی۔

اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار موسم نیشکر میں اپنی زمین پر گرگئے کہ جہاں زراعت نیشکر تھی

اور جہاں گڑ تیار ہوتا تھا اُس جھونپڑے میں شب کو قیام فرمایا، جو لوگ کولھو چلا رہے تھے ہندی زبان میں گانے لگے، تو جلیا جا اکتارا، تیری کھڑی ملا کی کارا، آدھی رات اندھیری، تیری جوگی کی سی پھیری یہ سنتے ہی بیخود ہو گئے اور ہُو کا نعرہ کیا اور اُس چولھے میں یعنی بھٹی میں گر پڑے، لوگوں نے دوڑ کر نکالا تو دیکھا کہ ایک بال بھی نہیں جلا، اُس روز سے بہت ہی شہرت ہوئی ہزاروں مرید ہوئے۔

نقل ہے تھانیسر میں مجلس تھی، آپکے پیر بھائی اور دیگر مشائخین جمع تھے کہ ذکر کلمہ طیبہ آیا آپ نے فرمایا کہ جس نے اس کلمہ کو دل سے پڑھا ہے وہ اگر لفظ لا کسی ذی جان کے کان میں کہے تو وہ مر جائے اور الا اللہ کہے تو پھر زندہ ہو جائے، یہ کہکر پھر کھڑے ہوئے، وہاں ایک گائے بندھی تھی اُس کے کان میں لا کہا وہ اُسی وقت مر گئی الا اللہ کہا زندہ ہو گئی اور چرنے لگی۔ نقل ہے کہ حضرت کے گھر میں کمال تنگی تھی اکثر فاقہ سے گذرتی تھی، کسی شخص نے یہ خبر سید میراں بھیکہ کو دی، اُنہوں نے ظرف غلّہ کا گھر سے منگا کر اُس میں اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کبھی اس ظرف میں سے غلہ کم نہ ہوگا، کیسا ہی خرچ ہوگا۔ الغرض جب دو ماہ فراغت سے گذرے آپنے استفسار حال فرمایا، لوگوں نے کل حال راست راست عرض کئے، پس جب اُس ظرف کو منگا کر تھوڑی دیر سرنگوں رہ کر فرمایا کہ میراں بھیکہ میرے توکل میں خلل ڈالتا ہے، اس ظرف کو توڑ دو۔

نقل ہے کہ ایک بار کنبھ کا میلا تھا، پانسو فقرائے ہندوؤں کی جماعت انبیٹھ میں آئی، حضرت کا نام سن کر آپکے پاس آئے کہ ہم تم نام فقیری میں ایک ہیں تم مقیم اور ہم مسافر ہیں، ہمارے بھنڈارے کا فکر کرو، آپنے فرمایا کہ بنئے کی دوکان سے لے لو، اُس وقت چند دوکانیں تھیں، جس دوکاندار کے ہاں سے اوجابت اُٹھتی اُس کی دوکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ان درویشوں کو سیدھا تول دے اُس نے عرض کیا کہ میرے پاس دو چار سیر آٹا ہوگا اتنا سیدھا کہاں سے لاؤں، اور سہارنپور دور ہے کب ہاں سے آئے گا۔ آپنے فرمایا کہ ٹوکری آٹے دال وغیرہ کی اور گھی کا برتن ایک جگہ نکال کر رکھ، جب اُس نے سب چیزوں کے برتن ایک جگہ رکھدئے آپنے اپنی چادر مبارک سے ڈھانک دیا اور فرمایا کہ اب تولنا شروع کر، الغرض تصرفات حضرت سے سب سیدھا مل گیا، بعدہ جو دیکھا تو جس برتن میں جو چیز تھی جوں کی توں موجود تھی، یہ کرامت دیکھکر وہ دوکاندار مسلمان ہو کر مرید ہوا اور سلک اولیا میں ملا۔

نقل ہے آپکا ایک ہمسایہ تھا کہ ہر وقت اور ہر جگہ آپ کی شکایت کرتا اور بُری طرح یاد کرتا تھا ہر وقت درپے آزار کے رہتا، مریدوں نے اُس کی تادیب بھی چاہی مگر آپنے منظور نہ کیا، جہاں تک ممکن ہوتا اُس کے

آرام و آسایش میں کوشش فرماتے، اتفاقاً وہ مرگیا، آپنے اُس کا بہت رنج کیا اور کئی دن تک روتے رہے آخر یاروں نے حال دریافت کیا، آپنے فرمایا کہ عالم ناسوت میں اکثر انبیار اولیا کا دامن حال غبار دنیا سے ملوث ہو جاتا ہے، اُس کا زایل ہونا بغیر بدگوئی اور غیبت اور ملامت ایسے اشخاص کے ممکن نہیں سو یہ متوفی میرا بڑا دوست تھا، اس واسطے مجھ کو اس کے مرنے کا رنج ہوا، وفات حضرت کی ۸ ربیع الاول ۱۱۱۶ھ میں ہوئی مزار انبیٹھہ میں ہے، خلیفہ آپکے میراں سید بھیکہ تھے کہ ذکر اُن کا بجائے خود آویگا۔

ذکر حضرت شیخ عبد الخالق لاہوری چشتی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ جان اللہ لاہوری کے اعلیٰ درجہ کے درویش اور صاحب سماع تھے، حالت سماع میں جس پر نظر ڈالتے مست و بیہوش کر دیتے تھے جو آپکے حلقہ ارادت میں آتا تھا کامل ہو جاتا تھا، وفات حضرت کی ۱۲ رجب ۱۰۵۹ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عارف لاہوری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اسحٰق بن شاہ کاکو نظامی چشتی کے تھے اور میاں عارف مشہور تھے عہد حضرت شہاب الدین صاحبقراں ثانی شاہجہاں غازی میں شہر لاہور میں شیخ وقت مشہور تھے، ہزاروں مرید تھے، ہر مہینہ کے آخر میں دس روز معتکف رہتے تھے، پہلی تاریخ کو حجرہ سے باہر آتے اُس وقت جس پر نظر پڑتی وہ تین روز بیہوش رہتا تھا، لہٰذا اُس روز کوئی پاس حجرہ کے نہ آتا تھا، تمام دن تنہا در حجرہ پر بیٹھے رہتے تھے اور سماع میں وجد بہت کرتے تھے کہ قریب بمرگ ہو جاتے تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ سے مسائل توحید میں گفتگو کرکے دونو بزرگوار حظ اُٹھاتے آخر بمقام لاہور ۱۰۶۴ھ میں درمیان اعتکاف کے انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ اسمٰعیل چشتی اکبر آبادی قدس سرہٗ

آپ خاندان سے شیخ اسلیم کے تھے علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے طالب دنیا یا دین جو خدمت میں آتا اُس کو محروم نہ رکھتے اور فرماتے تھے کہ اگر طالب دنیا کا مطلب حاصل ہوگا تو اُس کو اولیار اور فقرا سے محبت ہوگی، آخر رفتہ رفتہ طالب حق ہو کر منزل مقصود اصلی کو پہنچ جاویگا، خلق کا ہر وقت اژدحام رہا کرتا تھا اور سماع میں وجد بہت کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سعید خاں میانہ چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید خاندان شیخ نظام الدین نارنولی کے تھے، بعض نے لکھا ہے کہ جب حضرت کو سماع

میں حالت ہوتی تھی وہ اثر جانوروں میں بھی ہوتا تھا کہ وہ مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے، ایک روز آپ زیر درخت راگ سن رہے تھے، جب آپ کو وجد ہوا ایک فاختہ نیچے گر کر تڑپنے لگی، ایک انجان نے اُس کو ذبح کیا، آپ کو بہت رنج ہوا، فرمایا اپنے بھائی کو ناحق قتل کیا آخر پہلے وہ ذبیح دیوانہ ہوگیا پھر کسی نے اُس کو قتل کیا۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۶۰ھ میں برہان پور میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ بھوگی افغان یوسف زئی قدس سرہٗ

آپ نے روحانیت پیر کبار سے تربیت پائی تھی نہایت باکمال اور سماع میں بہت غلو کرتے تھے، تمام شب سماع سنتے تھے، جب وفات حضرت کی نزدیک پہنچی حاضرین سے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نہ رہے، جب تک رسول پاک کی زیارت سے مشرف نہ ہوں گا جان نہ دوں گا تم لوگ تاب دیدار رسول مقبول نہیں رکھتے، یہاں سے چلے جاؤ، در حجرہ بند کردو، بعد وفات میری کے چھت حجرہ کو شگافتہ پاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، وفات حضرت کی بمقام قصور سنہ ۱۰۶۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عارف صابری لاہوری

آپ خلیفہ شیخ عبد الخالق لاہوری کے تھے جو کچھ زبان سے فرماتے فوراً اُس کا ظہور ہوتا کامل وقت گذرے ہیں، ایک بار آپ کی خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا، جب قوال اس بیت پر آئے ؎

آں مسیحائے کہ جاں در دست اوست ٭ میدہد جان کز بمیرم چند بار ٭

شیخ کو اس پر ذوق ہوا وجد میں آئے کہ ایک شخص اپنے پسر کو لایا کہ وہ سخت بیمار تھا، دعا کی التجا کی، حضرت نے اُس کے منہ پر ہاتھ پھیرا اُسی وقت اُس کو صحت ہوئی، وفات حضرت کی ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۰۷۱ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت مولانا عبد الکریم پشاوری قدس سرہٗ

حضرت فرزند مولانا درویزہ کے تھے اور خلیفہ میر سید علی غواص کے اور علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل پدر عالی قدر اپنے سے کی علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے مخزن الاسلام کو پورا کیا کہ جو آپ کے والد کی تصنیف تھی، ایک شخص نے دریافت کیا کہ غوث کی تعریف کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر بعد مرنے کے کوئی اُس کے منہ کی طرف دیکھے تو وہ ہنس دے، چنانچہ بعد انتقال حضرت کے ایک شخص نے برائے امتحان حضرت کے چہرہ کی طرف دیکھا آپ ہنس پڑے وفات حضرت کی ملک یوسف زئی میں سنہ ۱۰۷۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ پنجو پشاوری قدس سرہٗ

یہ حضرت قوم گوجر اور کاملین وقت سے ہوئے ہیں

فیضان مولانا درویزے تھا، آپ کے مرید اکثر صاحب کمال گذرے ہیں، چنانچہ مولانا چالاک میانہ وشیخ وشاہ جہاں پوری و شیخ علی وغیرہ مشہور ہیں، وفات حضرت کی ۱۰۷۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ پیر محمد سلون قدس سرہ

یہ حضرت مرید شیخ عبد الکریم کے تھے، اور وہ مرید خاندان نظامیہ میں تھے، سلسلہ اُن کا شیخ حسام الدین مانک پوری سے ملتا ہے عالم باعمل اور مرید بھی اکثر آپ کے باعلم وفضل ہوئے ہیں، صاحب اخبار الاولیا نے آپ کی کرامت کا بہت کچھ ذکر کیا ہے یعنی آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسی صورت چاہتے ویسے ہی ہو جایا کرتی اور ہندی اور فارسی میں شعر خوب کہتے تھے، وفات حضرت کی ۱۰۷۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ یحییٰ گجراتی قدس سرہ

آپ شیخ وقت اور مرد باعظمت و باہیبت کہ سلسلہ ارادت و آبائی آپ کا حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے ملحق ہوتا ہے، بہت کچھ زہد اور ریاضت اور مجاہدہ کے بعد حج کرکے مدینہ طیبہ میں مقیم ہوئے، علماء و مشائخ مدینہ آپ کی کرامات کے معترف تھے، وفات حضرت کی ۱۰۶۵ھ میں بمقام مدینہ پاک ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جنید موہانی چشتی

آپ ثانی جنید بغدادی تھے، شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت سے خوب واقف ساکن قصبہ موہان تھے، بعدہٗ سندیلہ میں متوطن ہوئے، تمام شب یاد خدا میں تنہا رہتے، دن کو جنگل سے لکڑیاں لاتے اُن کو فروخت کرکے خرچ مساکین و اہل خانہ میں لاتے، سماع میں بہت غلو کرتے ہندی، فارسی، عربی میں خوب اشعار کہتے تھے اور چند رسالے فقہ میں تصنیف کئے، وفات حضرت کی ۱۰۶۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حبیب خیبری قدس سرہ

یہ حضرت متوطن بنگالہ کے تھے حالیہ میں آکر شیخ محمد کے مرید ہو کر چندے کسب درویشی میں مشغول رہ کر خیبر میں آئے اور تیس برس بغیر ضرورت قوی کے حجرہ سے باہر قدم نہ رکھا اور صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، فتوحات جو ہوتا اُس کو قبول نہ فرماتے، اسم ذات کا شغل رکھتے تھے، نہایت باکمال اور صاحب کرامات تھے، غیب کی خبریں دیتے تھے، وفات حضرت کی ۱۰۷۹ھ میں بمقام اورنگ آباد ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی قدس سرہ

یہ حضرت شیخ کامل اور متوکل تھے اور حاجی بھی تھے متوطن جونپور کے تھے، بعدہٗ دہلی میں تحصیل علم کیا

اُس کے بعد قنوج میں آئے، وہاں بھی کچھ پڑھا وہاں سے لکھنؤ آکر قاضی شیخ عبدالقادر سے بقیہ تحصیل کر کے حضرت شاہ عبداللہ سیّاح چشتی کے مرید ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ و دیگر سلاسل میں اجازت حاصل کی اور کنارہ گومتی پر قیام فرما کر ھدایت خلق میں مصروف ہوئے اور فتوح بھی بہت تھا مگر سوائے خرچ ایک روزہ کے اور زیادہ نہ رکھتے تھے مہماں نوازی بہت کرتے سماع سے نہایت ذوق تھا اور جب چاہتے معہ ہمراہیان پانی پر سے گذر جایا کرتے تھے کسی کا پیر تر نہ ہوتا تھا دونوں وقت قوال حاضر ہوا کرتے تھے صاحب معارج الولایت لکھتے ہیں کہ جب میں بنگالہ سے لکھنؤ آیا شیخ پیر محمد کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت شفقت سے پیش آئے اپنی تصنیفات سے بحر الفراست شرح دیوان حافظ پیش کیے اُس کو ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے اور بعض اشغال چشتیہ کی بندہ کو اجازت دی اور رخصت فرمایا، حضرت کی تصانیف سے شرح حکمت شرح ہدایہ حکمت و فتاویٰ فقہ میں اور مکتوبات تصوف میں اور اربع منازل سلوک میں ہیں وفات حضرت کی ۱۰۸۰ھ میں بمقام لکھنؤ ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری

آپ تمام دن طلباء کو علوم ظاہری پڑھاتے، اور شب کو طالبانِ حق کی تربیت فرماتے تھے اور حرارت وجد سماع میں جس پر نظر پڑتی وہ تارک الدنیا ہو جاتا تھا۔ آپ مرید شیخ محمد عارف لاہوری کے تھے۔ وفات حضرت کی بمقام لاہور ۸ ذی الحجہ ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد چشتی صابری دہلوی

یہ حضرت خلیفہ اعظم شیخ محمد ابراہیم رامپوری کے وہ خلیفہ شیخ ابوسعید گنگوہی کے وہ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی کے وہ خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسری کے وہ خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے فقر میں شان عالی اور بلند رتبہ رکھتے تھے، مزار حضرت کا دہلی میں لب دریا ہے، وہ شیخ محمد کی باؤلی مشہور ہے یہ حضرت بھی اپنے عہد میں قطب دہلی تھے تمام امرائے دہلی معتقد تھے اکثر خوارق اور کرامات حضرت کے مشہور و معروف ہیں۔ بزرگان راقم کو بھی نہایت خلوص تھا، فتوحات آپ کو بدرجۂ غایت تھا۔ وفات حضرت کی ۲۴ محرم ۱۱۶۵ھ میں ہوئی، آپ کے مزار پر عاشقی برستی ہے نہایت پرفیض جگہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالرشید جالندھری

آپ شادات عظام جالندھر سے تھے، بعد تحصیل علوم ظاہری کے خوب سیاحت کی بعدہٗ شاہ ابوالمعالی

کے مرید ہوئے، جب عمر طبعی حضرت شاہ کی پہنچی اُن کو سید میراں بھیک کے سپرد کیا، اُن کی خدمت میں اُنہوں نے تکمیل کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا، وفات حضرت کی غرہ ماہ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۱۲۱ھ میں حین حیات سید میراں بھیکہ میں ہوئی، فوت ہو کر جالندھر میں مدفون ہوئے

ذکر حضرت سید محمد سعید المخاطب بہ سید میراں بھیکہ چشتی صابری قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب سجادہ شاہ ابوالمعالی کے تھے، صاحب مقامات بلند درجات ارجمند باعظمت اور ہیبت اور رحمانیت تھے، عشق اور محبت میں ثانی نہ رکھتے تھے، اکثر استغراق رہا کرتا تھا، سماع سے بہت خوش تھے جس قدر کشائش ظاہری اور باطنی اور قبولیت صوری اور معنوی حضرت کو حاصل تھی، اُس وقت میں دوسرے کو نہ تھی بہت کم آپ کے ہمرتبہ ابدالیت و قطبیت و غوثیت کے پہنچے ہیں، دوہے ہندی زبان میں بیان توحید میں خوب فرماتے تھے، مشہور ہیں اور سادات صحیح النسب سے تھے، یعنی سید میراں بھیکہ بن سید محمد یوسف سوانیہ بن سید قطب شاہ بن سید عبدالواحد بن سید احمد بن سید امیر سعید بن سید نظام الدین بن سید عزیز الدین بن سید شاہ تاج الدین بن سید عز الدین نوبہار بن سید عثمان بن سید شاہ سلیمان کفار کش بن سید زید سالار لشکر بن سید امیر احمد زاھد بن سید امیر حمزہ بن سید ابابکر علی بن سید عمر علی بن سید محمد تختہ بن سید علی شاہ رہبر بن سید حسن ثانی ملقب بجمص بن سید محمد مدنی حمیص بن سید حسن شاہ ناصر ترمذی بن سید موسیٰ حمیص بن سید علی حسن حمیص بن سید حسین ملی اصغر بن حضرت امام زین العابدین بن سید الکونین حضرت امام حسین شہید دشت کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور سلسلہ مادری بھی سالار لشکر سے جا ملتا ہے، اور سید زید سالار لشکر برائے جہاد ہندوستان میں آکر سوانہ میں ٹھیرے، وہاں کے راجہ نے اِن کو شہید کیا، بعدہ ان کی اولاد راجہ سے لڑی اور فتحیاب ہو کر سوانہ کی سکونت اختیار کی۔ سلطان شمس الدین التمش نے اس دودمان کی بہت کچھ مدارات اور پرورش فرمائی، بعض نے لکھا ہے کہ سلطان موصوف نے اس خاندان میں اپنی دختر کی شادی کی تھی مگر سوائے سلطانہ رضیہ بیگم کے سلطان کی دوسری دختر نہ تھی، رضیہ بیگم بادشاہ ہوئی پھر بسبب بداعمالی کے معزول ہوئی مشہور ہے۔ صاحب ثمرۃ الفواد لکھتے ہیں کہ حضرت میراں بھیکہ نو برس کی عمر میں یتیم ہوگئے اور آخوند فرید سے تحصیل علوم ظاہری کی بعدہ لطلب حق خدمت شاہ ابوالمعالی میں مرید ہو کر بعد ریاضت

اور مجاہدہ شاقہ کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ نقل ہو کہ ایک ہندو بیر برنام ساکن موضع بی بی پور کہ مسلمانوں کا جانی دشمن تھا ایک بار اُس نے کچھ مفسدہ پردازی کی جس کی وجہ سے گرفتاری کا حکم ہوا، وہ بمقابلہ پیش آیا، آخر گرفتار ہو کر سرہند میں آیا، صوبہ دار سرہند نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ اتفاقاً برقنداز کوتوال اس کو قتل گاہ پر لے جاتے تھے کہ راستہ میں سواری حضرت شاہ میراں بھیکہ کی ملی وہ دوڑ کر قدموں گرا اور عرض کی کہ اگر میں بچ گیا تو مسلمان ہوں گا، میری مشکلکشائی کیجیے، آپ نے فرمایا کچھ اندیشہ نہ کر اللہ کو یاد کر محافظ اُس کو گھسیٹ کرلے چلے ابھی قتل گاہ پر نہیں پہنچا تھا کہ صوبہ دار کا حکم ہوا کہ اس خونی کو ہمارے روبرو پیش کر جب سامنے اُس کے گیا اُس کا قصور معاف کیا اور خلعت دیکر رخصت دی وہ خدمت حضرت میں آکر مسلمان ہو کر مرید ہوا۔ آپنے اُس کا نام پیر شاد رکھا کہ وہ واصلان الٰہی سے ہو کر داخل خلفاء ہوا لکھا ہے کہ ایک بار امساک باراں تھا تمام رعایا اور بادشاہ سب کو رنج اور فکر تھا اور وہ عہد محمد شاہ بادشاہ کا تھا۔ امرائے دہلی سے بعض نے عرض کیا سید میراں بھیکہ کہ اس وقت شیخ وقت اور واصل حق اور محبوب اللہ عوات ہیں اگر وہ دعا کریں تو مینہ برسے بادشاہ نے صوبہ سرہند کے نام حکم جاری فرمایا کہ سید میراں بھیکہ صاحب کو باعزاز تمام نزد ما بدولت پہنچاوے اور ایک خط حضرت کے نام مشتاقانہ لکھا۔ جب حاکم سرہند خدمت سید صاحب میں حاضر ہوا بادشاہ کا خط دیا اور کل حال عرض کیا۔ آپنے اُس خط کو پڑھا اور فرمایا کہ میری جانب سے بادشاہ کو لکھدو کہ میں ایک ناچیز فقیر ہوں۔ لایق حاضری دربار سلاطین نہیں ہوں نہ کسی کام کا ہوں سوائے اس کے کہ دعا کروں سو میں ہمیشہ برائے بادشاہ اسلام و دیگر مسلمانان دعائے خیر کیا کرتا ہوں، آپ کو کیا فکر ہے۔ اللہ رحیم اور کریم ہے اپنے بندوں پر خود رحم فرماویگا۔ فقیر کو معاف رکھے، قدرت خدا سے ادھر تو صوبہ سرہند کی عرضی پہنچی اُدھر کثرت سے بارش ہوئی۔ بعد اُس کے حضرت محمد شاہ نے پچاس ہزار روپیہ نقد خدمت سید صاحب میں ارسال کئے، آپنے بدقت قبول فرمائے۔

نقل ہے کہ ایک نورباف ساکن موضع نوندھن حضرت کا مرید تھا۔ اتفاقاً اس کا دس برس کا لڑکا فوت ہوا، قدرت خدا سے اُسی وقت حضرت بھی اُس کے مکان پر پہنچے اُس نورباف نے رونا بند کر کے اپنے لڑکے کو کوٹھڑی میں ڈال کر بند کر دیا اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ جب تک حضرت کھانا نہ کھالیں انتقال پسر کا حال نہ کھلے اس کی اہلیہ نے کھانا تیار کیا، جب کھانا حضرت کے روبرو آیا آپنے فرمایا کہ اپنے پسر کو لاؤ میں اس کے ساتھ کھانا کھاؤں گا، اس نے عرض کیا وہ کھیلنے گیا ہے، اُس وقت اُس کا آنا غیر ممکن ہے آپنے

فرمایا کہ میں بغیر اُس کے ہرگز نہ کھاؤں گا۔ جب وہ مجبور ہوا رو کر عرض کیا کہ وہ تو آدھی رات تھی جو مر گیا۔ آپنے فرمایا سوتا ہوگا جاکر دیکھ لے، اُس نے کوٹھڑی کے کواڑ جو کھولے دیکھا کہ اُس کا نفیری خواب بلند ہے یہ دیکھکر خوش ہوا اُس کو جگاکر ہاتھ پکڑکر حضرت کے پاس لایا یہ کرامت دیکھکر ہزاروں معتقد ہوئے لکھا ہے کہ ایک شخص بارادہ بیعت خدمت حضرت میں حاضر ہوا اور دل میں اُس کے یہ خطرہ گذرا کہ اگر پیر کامل ہے تو آج مجھ کو بے موسم خربزہ دیگا۔ حضرت نے نور باطن سے اُس کے خطرہ کو معلوم فرماکر ارشاد کیا کہ اُمشب نصف خربزہ موافق اُس شخص کی آرزو کے بیٹے طاق حجرہ میں رکھا تو ہے حاضر کرو، جب آیا اُس کے حوالے کیا وہ خربزہ لیکر صدق دل سے مرید ہوا۔

نقل ہے کہ ایک بار محمد شاہ بادشاہ نے معرفت نواب روشن الدولہ بہادر قلاقند کچھ حلوا سوہن اور کچھ پوشاک برائے تقسیم فقرائے اور کچھ نقد سید صاحب کو ارسال کیا اور دعا چاہی کہ ہمیشہ میری اولاد میں سلطنت رہے، نواب مذکور بعد قطع منازل خدمت سید میراں بھیکہ میں حاضر ہوا اور تحفہ بادشاہ پیشکش کیا حضرت نے وہ کل سامان حاضرین خانقاہ کو تقسیم فرمایا اور سلطنت کے بارہ میں مراقبہ فرماکر ارشاد کیا کہ محمد شاہ کو جو سلطنت ملی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی سفارش سے ملی، اُنہوں نے دو پشت سلطنت کی سفارش کی تھی، بندہ کا کیا چارہ ہے، ہاں اس کی اولاد میں بادشاہ ملک معرفت پیدا ہوگا، فخرالدین اس کا نام ہوگا، وہ قطب وقت اور شاہ ولایت دہلی ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اس خاندان میں سوائے شیخ کاتب الحروف کے اور کا نام فخرالدین نہیں ہوا نہ کوئی سوائے حضرت کے درویش ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت ایک بار شاہجہاں آباد میں تشریف لاکر نواب تہور خاں کے مکان پر فروکش تھے سہ پہر کو بہت سے اہل شہر حاضر تھے، خانساماں نواب کا گلوریاں لایا اور تھالی گلوریوں کی حضرت کے روبرو رکھی، آپنے اپنے دست مبارک سے ایک ایک گلوری کل حاضرین کو تقسیم کی، مگر تہور خاں کو نہ دی اُن کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ اُسی وقت ایک گلوری تھالی میں سے اُڑکر نواب کے ہاتھ میں جا پڑی آپنے تبسم فرماکر ارشاد فرمایا کہ تہور خاں تمہاری مُراد ملی، اُنہوں نے آداب بجالاکر اُس کو نوش کیا۔

نقل ہے کہ حضرت کو بہت فتوح ہوتا تھا موافق خرچ اپنے خادمان کے تو رکھ لیتے اور کل اپنے پیر کی نذر کرتے، باورچی خانہ کی یہ کیفیت تھی کہ سو آتے یا ہزار آتے سب کو بلا تخصیص قوم اور ملّت کے کھانا پکا ہوا سیدھا ملتا تھا، جیسا کوئی کھانا طلب کرتا ویسا ہی ملتا تھا۔ چنانچہ آج تک آپ کی خانقاہ آباد اور فیض ظاہری

اور باطنی جاری ہے۔ آپ کے مُرید ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ بہت کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار فرمایا تھا کہ فقیر کو چاہیئے کہ ایک لاکھ ذکر اسم ذات کیا کرے، اگر چالیس ہزار روزانہ نہ کرے تو اُس کو لقمہ درویشی و دلق حرام ہے، اور اپنے مریدوں کو بعد آدھی رات کے سونا بھی منع فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ کی خانقاہ میں بعد آدھی رات کے فقرائے خانقاہ اور مسافر درویش سب جگا دیئے جاتے ہیں۔ ولادت حضرت کی ۹ رجب بروز دوشنبہ سنہ ۱۰۴۶ھ میں ہوئی اور چوراسی برس کی عمر ہوئی۔ پانچویں رمضان سنہ ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی مزار قصبہ کھڑام میں حاجت روائے خلق ہے خلیفہ آپ کے یہ ہیں:۔ شاہ محمد باقر پسر شاہ ابوالعالی و شاہ امام الدین خلف شاہ محمد باقر شاہ نظام الدین پسر دوم شاہ محمد و شاہ عابد کوٹلہ والہ و سید عبدالمومن کہ مرید شاہ ابوالمعالی کے اور خلیفہ شاہ میراں بھیکہ کے و شاہ نعمت اللہ مرید شاہ ابوالمعالی و شاہ نور رنگ و خواجہ مظفر و نواب روشن الدولہ ظفر خاں بہادر نواب بھکاری خاں پسر روشن الدولہ بانی مسجد طلائی لاہور و شیخ امان اللہ و سید محمد جواد کہ اولاد سے شاہ زید شہید کے اور حضرت کے تھے و میاں اللہ بندہ و سید نعیم مولوی سید مرتضیٰ گردیزی و سید حافظ غلام اللہ و میاں محمد شاہد کہ منصب دار بزرگان کاتب تھے و شاہ سجاول و حاجی بیت اللہ جامع فضائل شاہ میراں بھیکہ و میاں کرم علی کہ یار ہمدم سید صاحب تھے اور قصبہ کمرتھلہ میں مدفون ہیں و شیخ محمد حیات سارنگ پوری علاقہ انبالہ و خواجہ عبداللہ و پیر شاہ مذکور بالا ساکن بی بی پور و شاہ عبدالرحمٰن بہلول پوری و شاہ عنایت بہلول پوری و میاں غلام محمد صائم الدہر و قائم اللیل کہ پچیس سال برابر معتکف رہے و موسیٰ خاں کہ کمرتھلہ میں آسودہ ہیں و مولوی غلام حسین ساکن موضع مجتبیٰ متصل سہارنپور آسودہ ہیں و شیخ محمد و شیخ محمد افضل ساکن سمانہ جو سمانہ میں آسودہ ہیں دریائے مثل زمین کے عبور کرتے تھے اور پیر تر نہ ہوتا تھا و میاں محمد اعظم کہ خدمت لنگر خانہ ان کے سپرد تھی اور غربا کو وظائف تقسیم کرتے تھے۔ شیخ چھجو کہ نواح روضہ حضرت میں آسودہ ہیں و میاں محمد طاہر و محمد افضل خاں کہ جوار حضرت میں آسودہ ہیں و شیخ محمد میر شاہ آبادی و جعفر علی خاں ابن مرزا یار بیگ کہ امرائے بزرگان کاتب تھے و میاں اللہ بخش و سید علیم اللہ جالندہری و صوفی محمد صدیق و میاں محمد مراد و شیخ جیون و سید عتیق اللہ کہ صحیح النسب سادات سے گذرے ہیں۔ کمالات ظاہری اور باطنی رکھتے تھے، مرید شاہ ابوالمعالی کے اور خرقہ سید میراں بھیکہ سے پہنچا۔ وفات حضرت کی بماہ شعبان سنہ ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ بہلول کی صابری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ سید میراں بھیکہ کے اور قوم سے پٹھان متوطن جالندھر اور عالم علوم ظاہری و باطنی تھے۔ علم معقول و منقول سید عبدالرشید و سید عتیق اللہ جالندھری سے حاصل کیا، اور وضع قلندرانہ رکھتے تھے، بعد انتقال مرشد کے لاہور میں آکر شاہ بلاق قادری لاہوری سے فیض کامل حاصل کیا، اور آپ بہت بڑے صاحب تصانیف ہیں۔ فوائد الاسرار و شرح دیوان حافظ آپ کی تالیفات سے ہیں، آپ کے کئی شاگرد بھی صاحب دیوان ہوئے ہیں عظمت خاں تخلص برکی اور سبھا چند تخلص نادر اور سید علیم اللہ جالندھری بھی آپ کے شاگرد تھے وفات حضرت کی سنہ ۱۱۷۰ھ میں ہوئی مزار قریب عیدگاہ جالندھر کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ شاہ لطف اللہ چشتی قدس سرہ

آپ خلیفہ شاہ بھیکہ کے تھے اور متوطن انبالہ کے اوائل سے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل شاہ بھیکہ سے کی اور ثمرۃ الفوائد شاہ بھیکہ کی کرامات میں لکھی، وفات حضرت کی بروز شنبہ ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۶ھ میں بمقام جالندھر ہوئی۔ مزار باہر شہر کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد سلیم صابری لاہوری قدس سرہٗ

آپ عظمائے مشائخ چشتیہ سے تھے اور خلیفہ شیخ محمد صدیق لاہوری کے اور سماع سے بہت خوش تھے۔ ہمیشہ سماع سنتے تھے، علمائے لاہور آپ سے دشمنی رکھتے مگر کچھ قابو نہ پاتے تھے، جب صوبہ دار لاہور حضرت کا مرید ہوا اُس نے تمام دشمنان حضرت کو سزائے واجبی دی۔ وفات حضرت کی ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز

یہ حضرت خلیفہ حضرت قطب عالم شیخ محمد اعظم چشتی نظامی کے تھے بعد حصول علوم ظاہری کے تکمیل علم الٰہی کی پیش گاہ پیر روشن ضمیر میں کرکے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بعدہ پاپیادہ واسطے حج بیت اللہ کے تشریف لے گئے، وہاں سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر مقیم ہوئے ہزاروں اہل عرب و عجم و ہند و دیگر ممالک کے مرید ہوئے۔ اُن میں بہت سے خلفائے باکمال ہوئے۔ آپ ہمیشہ ترتیب طالبان حق میں مصروف رہتے، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، آپ کو افطار کم تھا اور مزار پر انوار حضرت رسول مقبول سے بھی فیضان تھا۔ ہر وقت استغراق رہا کرتا تھا ذات پاک رسول و آل رسول سے

نہایت محبت تھی، اور ہر ایک سلسلہ میں مرید فرماتے تھے، چنانچہ حضرت شیخ فتح محمد قادری کیرانوی کہ خلیفہ اکمل سید طاہا کوتانوی کے تھے وہ جب حج کرنے مدینہ طیبہ میں پہنچے، حضرت سے شرف حضوری حاصل کرکے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی، اور آپ کے عشق و محبت میں ایسے محو ہوئے کہ متعلقان اور ہندستان کو بھول گئے، بلکہ تاحیات آپ کی خدمت میں رہنے کا تہیہ کرلیا۔ مگر ایک بار حضرت نے فرمایا کہ فتح محمد رسول مقبول کا حکم ہے کہ تو واپس ہندوستان کو جا تجھ سے سلسلہ جاری ہوگا خلق اللہ فیض اُٹھائیگی اور اپنی گدڑی اور دستار اور نعلین حضرت غوث الثقلین مرحمت فرماکر ہندوستان کو روانہ کیا۔ آپ ہندوستان میں آکر کیرانہ میں مقیم ہوئے، جس کی کماحقہ کیفیت آئندہ بیان ہوگی۔ اگرچہ آپ کے کئی خلیفہ صاحب سلسلہ ہوئے ہیں، مگر ہندوستان میں خاص سلسلہ چشتیہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی سے اور سلسلہ قادریہ شیخ فتح محمد غیاث الدین کیرانوی سے جاری ہے، اور وہ تبرکات شیخ یحییٰ مدنی ہنوز موجود ہیں سال میں دو بار ان کی زیارت ہوتی ہے۔ کمالات شیخ کے دیکھنے سیر الاولیا سے بخوبی منکشف ہوسکتے ہیں۔ وفات شیخ مدنی کی بتاریخ ۲ر صفر سنہ ۱۱۲۱ھ میں بمقام مدینہ طیبہ ہوئی اور زیر قبہ رسول مقبول کے دفن ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اعظم مشائخ ہند و ذکرائے اولیاء

خاندان چشتیہ نظامیہ سے تھے اور جہان آباد مخفف شاہ جہان آباد کا ہے۔ اول آپ نے شاہجہان آباد میں تحصیل علوم ظاہری فرمایا اور درس تدریس میں مشغول ہوئے، ہزاروں طالبان علم کو فیض ہوا، جب عشق الٰہی پیدا ہوا پیر طریقت کی تلاش ہوئی اور ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا، بعدہٗ روحانیت حضرت سلطان المشائخ سے تربیت پائی۔ آخر باشارہ روحانیت حضرت سلطان المشائخ معہ چند شاگردان باوفا عازم طرف بیت اللہ کے ہوئے، بعد انفراغ حج مدینہ طیبہ میں آکر خدمت حضرت شیخ یحییٰ مدنی میں حاضر ہوکر مرید ہوئے، چندے وہاں رہ کر تکمیل کرکے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدہ بحکم پیر روشن ضمیر پھر شاہجہان آباد میں تشریف لائے۔ قلعہ شاہی اور جامع مسجد کے درمیان ایک مسجد میں ٹھیرے۔ حضرت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ نے خانقاہ تیار کرائی اور محمد معظم بہادر شاہ بادشاہ سنہ چوتھے جلوس میں مرید ہوئے اور پیروی مذہب شیعہ سے توبہ کی۔ بعد ان کے محمد شاہ تک جو بادشاہ ہوئے سب آستاں بوسی کرتے رہے، چند مدت تعلیم اور تلقین طالبان حق میں مصروف رہے کہتے ہیں تمام شب حجرہ شریف میں معکوس لٹکے رہ کر عبادت

حق میں مشغول رہتے تھے، آپ کی تصنیفات سے بائیس کتب ہیں، جن میں کشکول درمرقعہ شریف اور سواء ابسبیل وغیرہ مشہور ہیں، یہ اس کاتب نے بھی دیکھا ہے کہ جد کاتب حضرت ابو ظفر ہمیشہ عرس میں حاضر ہوکر شریک فاتحہ ہوا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحب شاہ ولایت شاہجہان آباد ہیں اور آپ کی ولادت موسوی تھی، آپ کو اُسی طریقہ پر روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے فیضان تھا۔ وفات حضرت کی ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ ہجری میں ہوئی مزار اپنی خانقاہ میں تھا، اب بعد غدر کے جو آبادی قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان کی ویران کر کے سطح ہموار کیا گیا وہ خانقاہ وغیرہ سب منہدم ہوگئی فقط ایک چبوترہ ہے، اس پر مزار ہے اور گرد اُس کے کٹہرہ ہے۔ حضرت شاہ غلام فرید صاحب مرشد نواب بہاولپور نے تیاری چبوترہ اور کٹہرہ میں روپیہ سے بہت امداد کرکے فخر دارین حاصل کیا۔ خلیفہ آپ کے تمام ملک میں پہنچے اور سلسلہ جاری ہوا مگر خلیفہ اعظم شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی ہوئے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ذکر قدوۃ الواصلین عمدۃ العارفین حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

یہ حضرت شیخ المشائخ متاخرین وخلیفہ راستین شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے تھے، حضرت کو فتوحات اور رجوعات اپنے عہد میں شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے جد سے کم نہ تھے، اُس وقت میں یہ کیفیت دوسرے مشائخ کی نہ تھی۔ ایک لاکھ تو مرید آپکے دکھنی تھے اور دیگر علاقہ جات کا کچھ شمار نہیں آپکے خلفاء سے بہت باکمال اور صاحب عظمت ہوئے۔ حضرت کے کمالات وخوارق زیادہ حد تحریر سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ذات فیض آیات کو ہمہ صفت موصوف کیا تھا، حسن صورت اور سیرت دونو مرحمت فرمائے تھے۔ وطن اصلی حضرت کا ملک پورب میں ایک قصبہ کہ اُس کو قصبات پورہ کہتے تھے ہیں والد آپکے عالم اور متمول تھے۔ بعد انتقال پدر بزرگوار کے برائے تحصیل علوم وارد شاہجہان آباد ہوئے، یہاں شہرہ علم وفضل شیخ کلیم کا سُن کر حاضر خانقاہ ہوئے، اُس روز شیخ مجلس سماع میں حالت وجد میں تھے، اور دروازہ خانقاہ برلئے اغیار ان بشرط سماع بند تھا، شیخ نظام الدین نے دروازہ بند دیکھکر دستک دی، شیخ کے مریدوں میں سے ایک نے آکر دیکھا اور نام دریافت کرکے

شیخ سے عرض کیا کہ نظام الدین نام غیر شخص نا آشنا کھڑا ہے، شیخ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بیگانہ نہیں ہے جلد بلالو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ خلاف قاعدہ مرد نا آشنا کو اس مجلس میں بلانا نہ چاہیئے۔ شرائط سماع فوت ہوتی ہیں۔ آپنے فرمایا کہ اگر نظام الدین ہے تو نا آشنا نہیں ہے، اپنا ہی ہے جلد لاؤ۔ الغرض جب حضرت کو روبرو شیخ کے لائے تو آپ مراحمت مرشدانہ سے پیش آئے تمام شاگردوں سے ممتاز فرماکر انہیں جلیس صحبت اپنی کا کیا اور ہمیشہ ان کی تعلیم میں مشغول رہتے۔ شیخ نظام الدین سماع میں شورش وگریہ نالہ آپ کے مریدوں کا دیکھکر متعجب ہوا کرتے۔ اس عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے انفراغ ہوا، ایک بار ایک بزرگ مردان شیخ کبیر شیخ یحییٰ مدنی مدینہ منورہ سے آئے، شیخ کلیم اللہ اس وقت کچھ حقایق و معرفت باری تعالیٰ بیان فرما رہے تھے۔ کل حاضرین سُن رہے تھے کہ وہ بزرگ بھی پہنچے۔ شیخ کی نظر کیمیا اثر جو اُن پر پڑی بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے، یہ حال دیکھکر شیخ نظام الدین نے شیخ کے مریدوں سے استفسار حال کیا، ان صاحبوں نے تفصیل وارحالات فقر بیان کئے سُن کر فقیری کی طرف اعتقاد ہوا اور خیال بیعت آیا، ایک روز مجلس تھی، جب وہ برخاست ہوئی شیخ اُٹھے گھر میں تشریف لے جانے لگے۔ شیخ نظام الدین نے تعلین شیخ جھاڑ کر درست کرکے روبرولب فرش رکھیں، شیخ نے نظرِ عنایت سے ان کی طرف دیکھکر فرمایا کہ نظام الدین تو واسطے کسب علوم ظاہری کے میرے پاس آیا یا برائے حصول فوائد باطنی کہ اولیٰ و انسب ہے۔ آپنے عرض کیا سے سپردم بتو مایہ خویش را؛ تو دانی حساب کم و بیش را یہ سُنتے ہی شیخ کو، فرمانا شیخ کبیر شیخ یحییٰ مدنی کا یاد آیا کہ مدینہ طیبہ میں وقت رخصت فرمایا تھا کہ کلیم اللہ ایک شخص نظام الدین نامی اس ہیئت اور صورت کا آئیگا اور بروقت دعوت الی اللہ کے یہ بیت زبان پر لائیگا۔ پس سُنتے ہی اس بیت کے شناخت کر لیا کہ یہ وہی نظام الدین ہے جس کے واسطے شیخ نے ارشاد فرمایا تھا، اور اُسی وقت اُن کو مرید کرکے تعلیم اور تربیت باطنی میں مشغول ہوئے۔ چند روز مجاہدہ اور مشاغلہ معنوی میں رکھکر کار بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت عطا کرکے طرف دکن کے رخصت فرماکر شاہ ولایت اورنگ آباد کا کیا۔ یہ حضرت دہلی سے رخصت ہوکر اورنگ آباد میں پہنچکر طالبان حق کی تربیت میں مشغول ہوئے، نہایت مقبول خلایق ہوئے، لاکھوں مرید ہوئے، یہاں تک کہ نواب نظام الملک آصفجاہ بہادر جد نواب غازی الدین خاں مصنف مناقب الفخریہ مرید ہوئے، اور حضرت کے حالات میں کتاب احسن الشمائل اور برکت صحبت حضرت سے باوجود امارت اور ریاست کے تصفیہ باطنی میں کمال

بہم پہنچایا، نقل کرتے ہیں کہ آپ کا ایک مُرید تھا، اُس کی زوجہ کو عارضہ جذام لاحق ہوا اور اعضاء ٹپکنے لگے، پہلے اُس نے اطبا سے رجوع کی، جب کچھ سود نہ ہوا حضرت کی خدمت میں آیا، آپ اُس وقت وضو فرما رہے تھے، اُس نے دعا چاہی اور بہت رویا کہ میری زوجہ کی یہ کیفیت اور اب یہ نوبت پہنچی کہ تمام کنبہ اُس سے متنفر ہے، حضرت اُس کی صحت کے واسطے دعا فرمائیں، آپنے فرمایا کہ میں طبیب نہیں کیا کروں، جب وہ بہت رویا آپ کو رحم آیا اور وضو کا باقیماندہ پانی جو بدھنی میں تھا مرحمت فرمایا اور کہا کہ ہر روز قدرے اس میں سے پلایا کر اور تھوڑی مٹی یہ گیلی لے جا اور اُس کو زخموں پر لگایا کر، اُس نے ویسا ہی کیا، درمیان ہفتہ کے اُس کی زوجہ کو صحت ہوئی، کہتے ہیں اکثر مریض اور رنگ باد ہر صبح خدمت عالی میں حاضر ہوتے تھے، جس پر چند روز دم فرماتے اُس کو صحت ہوتی اور جو شکایت ضعف بصر کی لاتا اپنا لب اُس کی آنکھ میں لگا دیتے، اُس کی آنکھیں روشن اور مقوی ہو جاتی تھیں۔ ایک بار ایک سنیاسی حضرت کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ فقیری میں آپ کو کیا معلومات ہے، آپنے فرمایا کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم۔ جب وہ بہت مصر ہوا آپکو جلال آگیا اور فرمایا کیا دیکھنا چاہتا ہے اول تو تو اپنی شکل کو دیکھ ایک خادم کو حکم دیا کہ اس کو آئینہ لا دو، اُس نے جو اپنی صورت دیکھی معلوم ہوا کہ نصف چہرہ بندر کا اور نصف خنزیر کا سا ہے یہ دیکھکر وہ حیران ہوا اور کہا کہ میری صورت بدل جانے کی کیا وجہ ہے، آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تجھ کو تیری آنکھوں سے دکھا دیا کہ جیسا بندروں اور سوروں کو پوجتے ہو ایسے ہی تمہاری شکلیں اُن کی شکلوں کی سی ہوکر تمہارا حشر ان کے ساتھ ہوگا یہ کرامت دیکھکر وہ مسلمان ہوا اور عرض کی کہ مجھ کو ایک کسب ایسا یاد ہے کہ اگر آپ کو بتا دوں تو آپ عمر بھر جس قدر چاہیں خرچ کریں اور آپ کا خزانہ کم نہ ہو اور جہاں جو چاہو موجود ہو جائے، اُس نے اپنی جھولی میں سے ایک نایل پیش کیا کہ یہ باون تولہ پاؤ رتی۔ الغرض اُس نے تھوڑا تانبہ خرچ دے کر قدرے اُس میں سے ڈالا تانبہ اُسی وقت کندن ہوگیا، یہ ملاحظہ فرماکر آپ متبسم ہوکر فرمانے لگے کہ اس میں بہت بکھیڑا ہے، ہم کو اللہ صاحب نے بہت آسان طریقہ عنایت فرما دیا ہے، تھوڑا تانبہ اور خرچ دے، جب اُس نے تانبہ پگھلایا، آپنے اُس میں تھوک دیا اُسی وقت وہ کندن ہوگیا، اُس نے عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے، آپنے فرمایا کہ یہ برکت نام الٰہی کی ہے، جو زبان سے لیا جاتا ہے مگر وہ کام آتا ہے کہ جو اسلام کے ساتھ ہوتا ہے وہ از سر نو صدق دل سے مُرید ہوا اور عرض کی کہ کسب درویشی مجھ کو بھی تعلیم فرمائیے، آپنے اُس کو مُرید کیا، جب اُس کو کئی برس ہوگئے محنت کھینچتے

مگر سبب اصلی نہ حاصل ہوا، ایک روز اس نے عرض کیا کہ مقامات نہیں کھلتے، آپ نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے وہ بلا یعنی ناریل اکسیر کا تیرے پاس ہنوز موجود ہے، اُس نے اقرار کیا، آپ نے فرمایا کہ اس کو چاہ میں ڈال دے فقیر کو متوکل رہنا چاہیئے۔ الغرض بموجب حکم پیر روشن ضمیر اُس نے اُس کو یعنی ناریل اکسیر کو چاہ میں ڈالا، اُسی شب کو اُس کی مطلب برآری ہوئی اور راولیا سے وقت سے ہوا اور نام اُس کا عبدالحق رکھ کر تبریز کی طرف رخصت فرمایا، وفات شیخ نظام الدین صاحب کی ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۴۲ھ میں ہوئی، مزار اورنگ آباد میں زیارت گاہ خلایق ہے۔

آن مقتدائے اولیا و صاحب اسرار خفی و جلی مستغرق در بحر کنار آن جہاں عظمت و شہامت آن عالم فیض و کرامت آن باتفاق صاحب ولایت قطب الافراد محبّ نبی حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں دہلوی چشتی نظامی قدس سرہٗ

آپ عالم العلماء دہر و اعظم مشائخ عصر بلکہ قطب ہند اور خلیفہ اپنے پدر بزرگوار شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی کے تھے، علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے نسب آبائے کرام حضرت کا شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے اور نسب مادری حضرت سید السادات بندہ نواز میر سید محمد گیسو دراز تک پہنچتا ہے، حضرت مولانا کے پانچ بھائی تھے۔ اول شیخ محمد عماد الدین دوسرے شیخ غلام معین الدین تیسرے شیخ غلام بہاؤ الدین، چوتھے غلام کلیم اللہ اور پانچویں حضرت مولانا فخر صاحب نواب نظام الملک غازی الدین خاں بہادر والی حیدر آباد دکن جامع مناقب الفخریہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۱۲۶ھ میں حضرت بمقام اورنگ آباد تولد ہوئے، اس وقت حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی وہاں تشریف فرما تھے، جب مولانا پیدا ہوئے غسل دے کر اُن کو اُن کے والد شیخ نظام الدین خدمت شیخ میں لے گئے، شیخ آپ کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور خرقہ اپنے ملبوس خاص سے تیار کر کے پہنا دیا اور مولانا فخر الدین نام رکھا۔ یعنی اول لفظ مولانا شیخ نے فرمایا۔ الغرض جب عمر شریف سات برس کی ہوئی، حضرت سید عالم فخر اولاد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ پانچ بَن عطا فرمائے، جب بیدار ہوئے پانچوں بَن ہاتھ میں پائے، صبح شیخ نظام الدین نے اپنے کشف سے

معلوم کرکے حضرت کے پاس آکر فرمایا کہ اے نور عین عطیہ رسول مقبول تنہا کھانا نہ چاہیئے۔ روزی ہما
بہ کہ تنہا نخوری، پس حضرت مولانا نے دو دانہ تو نوش فرمائے تھے، باقی تین دانہ روبرو والد کے پیش
کئے، پس جب عمر شریف سولہ برس کی ہوئی شیخ نظام الدین آپکے والد نے وفات پائی، بعدہ حضرت
آٹھ برس زہد اور مجاہدہ ریاضت شاقہ میں مصروف رہے، کار فقر کی تکمیل کی مگر تحصیل علوم ظاہری
سولہ برس کی عمر میں فارغ ہو چکے تھے، جب سن شریف چھبیس برس کا ہوا ۱۱۵۱ھ میں وارد دہلی ہوکر تعلیم
اور ترتیب طلبائے ظاہری اور باطنی میں مصروف رہے۔ بعدہ بارادہ زیارت مزارات خواجگان
چشت اہل بہشت بہمراہی کلو خواص اور شیخ نور محمد بھیل مہاروی دار الخیر اجمیر میں جاکر زیارت روضہ
خواجہ سے مشرف ہوکر چندے وہاں رہ کر استفادہ حاصل کرکے طرف اجودھن کے چلے، مشہور ہے
کہ حضرت کو پھیکیتی اور بنوٹ میں کمال حاصل تھا، راستہ میں رہزنوں نے گھیرا وہ بیس چھبیس آدمی تھے
آپ نے تن تنہا اُن سے مقابلہ کرکے سب کو زیر کیا، یہاں تک کہ وہ سارا گاؤں مسلمان ہوا، وہاں سے
اجودھن میں حاضر ہوکر زیارت روضہ بابا صاحب سے مشرف ہوکر وہاں چندے معتکف رہ کر فیضان
روحانیت بابا صاحب سے حاصل کرکے لاہور میں آئے، سید محرم علی نقشبندی سے ملے اور چندے
اوپر مزار گہر بار مخدوم علی گنج بخش ہجویری بادائے سنّت پیران خود معتکف رہ کر افادہ حاصل کیا اور
کل مزارات لاہور پر فاتحہ پڑھی تین روز مزار میاں میر لاہوری پر رہ کر مراجعت کی۔ پانی پت میں آکر
زیارت مزار حضرت قلندر صاحب مخدوم صاحب شاہ ولایت صاحب و دیگر اولیاء سے فارغ ہوکر
واپس دہلی میں تشریف لائے کہتے ہیں کہ جب حضرت دہلی میں تشریف لائے تو شیش محل حاطہ شاہجہان آباد
سے باہر تھا، بعدہ اجمیری دروازہ کے باہر خانقاہ تیار ہوئی تھی، مسجد خانقاہ کی تو کاتب نے بھی زیارت کی
ہے، اب جو وہاں سے نہر نکلی ہے وہ مسجد منہدم ہوگئی ہے، چند قبروں کے نشان باقی ہیں۔ آخر یہاں تک
رجوعات خلایق ہوئے کہ حضرت ابو نصر معین الدین جد کلاں راقم مرید ہوئے، اُن کے مُرید ہوتے ہی
تمام رؤسائے شہر و شاہزادگان عالی قدر کل حلقہ ارادت میں آئے۔

نقل ہے کہ ایک بار مجلس سماع میں مریدان حضرت کو وجد تھا اور حضرت بھی بیہوش اور جام وحدت
سے مدہوش تھے دو شخص بدمعاش بھی اس وقت موجود تھے، ایک نے ایک سے کہا کہ میاں دیکھنا یہ کیہ بدعتی
کس طرح ناچتا ہے۔ اتفاقاً یہ آواز حضرت کے گوش زد ہوئی، آپ نے اُن کی طرف تیز نظر سے دیکھا اسی وقت

وہ ناچنے لگے، اور اپنے ہتیار اور کپڑے سب قوالوں کو دیدئے، جب ہوش آیا حضرت کے قدموں میں سر رکھا اور بیعت کی آرزو کی، آپ نے فرمایا ہم بچہ کر رقص و سماع میں ہیں تم ہم سے کیوں بیعت کرتے ہو، اُنھوں نے عفو تقصیر چاہا، اور مرید ہوئے، حضرت نے دس اشرفی اپنے پاس سے قوالوں کو دے کر اُن کے کپڑے اور ہتیار دلائے۔

نقل ہے کہ ایک شخص یار محمد نام صوفی کہ آستانہ حضرت سلطان المشائخ میں رہتے تھے وہ ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی کی اُمید منقطع ہوگئی، ایک روز اُنھوں نے لوگوں سے کہا کہ اگر مجھ میں قوت چلنے کی ہوتی تو میں فخر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر شفا کے واسطے دعا کرتا، اُسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا فخر صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ مرزا یار محمد تم کو قوت چلنے کی نہ تھی میں خود تمہارے پاس آگیا تسلّی رکھو اچھے ہوجاؤ گے، جب سوتے سے اُٹھے اپنے کو صحیح اور سالم پایا اور مولانا کی خدمت میں شکریہ ادا کر کے کل کیفیت عرض کرنی چاہی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ برناوہ شریف کے پیرزادوں میں سے ایک صاحب نے اپنے گھر میں کہا کہ اگر اب کے کسی کام کو دہلی جانا ہو تو مولانا فخر سے بیعت کروں یا مولانا خود یہاں آجائیں تو اور بھی خوب ہو، تھوڑی دیر کے بعد یہ گھر سے کسی کام کو نکلے دیکھا کہ مولانا تشریف لائے، دیکھتے ہی آپکی قدم بوسی کی اور مرید ہوئے۔ عرصہ سے آج تک مولانا نے دہلی سے باہر قدم بھی نہ رکھا، پس تشریف لے جانا مولانا کا فقط بزور کرامت تھا۔ مشہور ہے کہ قاضی اارضا سونی پتی کہ جو دہلی سے بیس کوس ہے تپ دق میں مُبتلا تھے، کامل نو ماہ تپ کو ہوچکے تھے آثار زبون، عضا ظاہر تھے چہرہ کی نظارت جاتی رہی تھی، پیشانی پر چین نہیں پڑتی تھی۔ کان اور گلا دونوں چھوٹے پڑگئے تھے، براز کے ساتھ ہڈیوں کا گودا آنے لگا تھا، بول میں دُہنیت تھی، الغرض تیسرا درجہ تھا، آخر اپنی زندگی سے مایوس ہوکر پالکی میں بڑکر خدمت مولانا میں حاضر ہوئے اور روئے مولانا نے ان پر رحم فرمایا اور گلے لگایا اُسی وقت اُن کو شفا ہوئی۔

نقل ہے کہ امرائے شاہجہان آباد سے ایک صاحب حضرت کے مُرید تھے، مگر بوجہ بہکانے دشمنان فقرا سے اُن کا اعتقاد فسخ ہوگیا تھا، وہ اکثر میاں سید ظفر علی ابدال شاہ کہ پہاڑ گنج میں رہتے تھے ان کی خدمت میں بھی آجایا کرتے تھے، ایک بار سماع سننے کے بارے میں حضرت مولانا کی شکایت کی، سید صاحب کو نہایت ناگوار معلوم ہوا اور اُن کو تیز نظر سے دیکھا کہ وہ بیہوش ہوکر تڑپنے لگے یہ حالت دیکھکر

جو مُلازم اُن کے ہمراہ تھے اُن کو پالکی میں ڈال کر مکان پر لائے بہت کچھ تدارک کیا مگر کوئی کارگر نہ ہوا ناچار حضرت مولانا کی خدمت میں لا کر عرض کیا کہ یہ آپ کے مُرید ہیں ان کے واسطے دعا کیجئے، حضرت نے فرمایا کہ یہ وقوعہ سید ظفر علی شاہ کے مکان پر ہوا ہے، اور وہ ہندوستان کے اس وقت شاہ ولایت ہیں وہیں لے جاؤ میں اس میں کچھ نہیں کہہ سکتا، الغرض ان کے لواحق وہاں سے اُن کو سید صاحب کی خدمت میں لائے، سید صاحب نے ان کو جو نظر الطاف سے دیکھا فوراً شفا ہوئی، وہ نواب صحت پا کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا بھی تشریف لائے اور کیفیت اُس کی دریافت کی، سید صاحب نے متبسم ہو کر فرمایا کہ کیا تم مجھ سے دریافت کرتے ہو، یہ کہکر کہا کہ میرا وقت وصال قریب ہے تمہاری امانت جو عطیہ غوث الثقلین میرے پاس ہے وہ لو اور مجھ کو رخصت دو، دونوں بزرگوں نے مصافحہ کیا، مولانا تو میانہ میں سوار ہو کر اپنے مکان پر آئے اور سید ظفر علی شاہ نے اُسی شب کو انتقال کیا۔ ایک بزرگ درویش کہ جن کی عمر چار سو برس کی تھی اور مرید حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے تھے کہ جن کا ذکر دوسرے حصہ قادریہ میں آوے گا، سید حسن رسول نما کے قریب پہاڑ پر رہتے تھے، سید ظفر علی شاہ کو نعمت اُن سے ملی تھی، پہلے سید ظفر علی شاہ مرید خاندان چشتیہ کے تھے۔

نقل ہے کہ دس شخص افغان ولایتی کہ جو دہلی میں طالب علمی کرتے تھے اور حضرت مولانا کے دشمن اور علانیہ بازاروں میں بُرا کہا کرتے اور قتل پر آمادہ تھے، کسی نے یہ خبر مولانا کو بھی دی آپ نے سُن کر کچھ خیال نہ کیا، چند روز اسی طرح گذر گئے، ایک بار عُرس حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں مولانا بھی تشریف فرما تھے اور مجلس سماع گرم تھی، یعنی دالان مجلس خانہ میں سماع ہو رہا تھا اور حضرت نزدیک مزار پُر انوار مشغول تھے، ان میں سے دو دشمن چھریاں لئے ہوئے منتظر وقت چبوترہ مرزا قاضی حمید الدین پر بیٹھے تھے اور آواز بلند سے بُرا بھلا کہہ رہے تھے، آخر بدیع الدین خادم آستانہ نے حضرت سے عرض کیا کہ اب تغافل نہیں ہو سکتا کہاں تک ان کے سخن بد سنیں یہ تو ذوق سماع میں خلل انداز ہیں، یہ سُن کر حضرت نے اُن کو نگاہ تیز سے دیکھا کہ دونوں بیہوش ہو کر چبوترہ سے گر پڑے اور ناچنے لگے، آخر قدموں پر گر کر اپنا قصور معاف کرایا اور مُرید ہوئے، چنانچہ صاحب مناقب الفخریہ فرماتے ہیں ؎ نگاہت دشمناں را دوست کردہ
اثرہا در رگ و در پوست کردہ۔

نقل ہے کہ ایک عالم دکن سے شہرۂ علم و فضل حضرت مولانا کا سُن کر دہلی آئے، ذریعہ خانقاہ کے

ایک مسجد میں ٹھیرے۔ حضرت نے نور باطن سے اُن کا آنا معلوم فرما کر اپنا شعار کر لیا کہ دو نو وقت گھر سے
کھانا لے جا کر اُن کو کھلاتے اور باہر بیٹھنا بالکل چھوڑ دیا، جب وہ مولوی خانقاہ میں آکر حضرت کو دریافت
کرتے معلوم ہوتا کہ اندر گھر میں تشریف رکھتے ہیں، اسی طرح اُن کو ہفتہ گذر گیا۔ ایک بار جو حضرت کھانا کھلانے
گئے، اُن مولوی نے کہا افسوس ہے میں اتنی دور سے آیا اور مولانا صاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہوا
آپنے فرمایا کہ کون مولانا؟ اُنہوں نے کہا مولانا فخر الدین صاحب، آپنے فرمایا کہ وہ یہی عاجز ہے، یہ
سُن کر وہ روئے اور افسوس کرنے لگے کہ چودہ سو کوس کی محنت رائگاں گئی، سُنا کچھ تھا دیکھا کچھ اور
اپنے خادم سے کہا کہ جلد دہلی سے چلو، آپ نے فرمایا کہ آج میری دعوت قبول کیجئے کل اختیار ہے اور جو
پہلے میں نے خدمت کی وہ حق مسجد تھا؛ غرض جُوں تُوں کرکے وہ ٹھیرے، آپنے مکان پر آکر نقیب کو حکم دیا کہ
صبح مجلس ہے ایک عالم دکن سے تشریف لائے ہیں، کل مشائخ دہلی جمع ہوں، شب گذری صبح آپ
لباس درویشی سے مسند حضرت خواجہ بزرگ پر آکے بیٹھے تمام مشائخ حاضر ہوئے قوالی شروع ہوئی
آپنے نقیب کو حکم دیا کہ فلاں مسجد میں ایک مولوی ٹھیرے ہوئے ہیں اُن کو حاضر کر نقیب موافق امر والا
کے مولوی کو ہمراہ لایا، جب مولوی درِ خانقاہ پر پہنچا سماع کی آواز آئی بہت ہی خفا ہو کر اپنے دل میں کہا کہ خیر چلو
آج معاملہ صاف ہو جائے گا، پس جس وقت روبرو حضرت کے آئے اور نظر فیض اثر ان پر پڑی فوراً
بیخود و مست مدہوش ہو کر وجد کرنے لگے تمام کپڑے قوالوں کو دیدئے، اس قدر شورش کی کہ مثل مردہ
ہو کر پڑ گئے۔ حضرت مُنھ پر رومال رکھ کر تبسم فرمایا کئے، آخر آپنے کوزہ پانی طلب فرما کر اُس پر دم کر کے
مُنھ پر چھینٹا دیا، چونکہ وہ برہنہ ہو گئے تھے آپنے لنگی اُن کے اوپر ڈال دی، جب وہ ہوشیار
ہوئے قدموں پر گرے اور عرض کی کہ جیسا سُنا تھا اُس سے نو حصہ زیادہ پایا اور مرید ہو کر چند
روز میں مشغول رہ کر اولیائے زمانہ سے ہوئے۔ مولوی کو تنفر اس پر ہوا تھا کہ ریش مبارک خشخاشی رہتی
تھی اور انگشتان بعض میں انگشتری رہتی تھی۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت صحن خانقاہ میں جلوہ فرما تھے
اور تدریس علم میں مشغول تھے کہ ایک پٹھان چھری ہاتھ میں لیکر آیا اور بعد سلام پوچھا کہ مولوی صاحب
باوجود اس علم فضیلت کے سماع سنتے ہو اس کا کیا سبب کیا دلیل ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ میں قصوروار
ہوں تم دعا کرو، یہ سُنتے ہی اُس نے حضرت پر چھری لگائی مگر زخم نہ آیا، چاہتا تھا کہ دوسری اور مارے کہ ایک
خادم نے اُس کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت نے خادم کو نظر سے منع فرمایا کہ اس کا ہاتھ چھوڑ دے اور اپنا سر اُس کے

آکے جھکا کر فرمایا کہ میں حاضر ہوں، اگر میرا سر کسی کے کام آجائے تو بہتر ہے، پس وہ بیرحم شرمندہ ہوکر چلا گیا، دوسرے روز وہ بدگوہر اور ہمراہیوں کو لیکر آیا، حضرت وقت معینہ پر تشریف فرماتھے دروازہ بند تھا، اُس نے آواز دی کہ دروازہ کھولو جب دروازہ کھلا وہ تینوں اندر آئے، حضرت نے معلوم فرمایا کہ آج ضرور یہ بارادہ قتل آیا ہے، تیز نظر سے اُن کی طرف دیکھا وہ اُسی وقت زمین پر گرے اور وجد میں آئے، یہاں تک کہ سر پھوٹ گئے کہنی گھٹنے ٹوٹ گئے، جب ہوش آیا قدموں پر گرے عفو تقصیر چاہا اور بیعت کی خواستگاری کی، آپنے اُن کو بیعت تو نہ فرمایا مگر کچھ دیکر رخصت فرمایا، مشہور ہے کہ ایک بار کسی نے بیان کیا کہ اس شہر میں حرام بہت ہونے لگا ہے، خصوص کنچنیوں کا جو اڈّہ ہے اُس سے اور بھی زیادہ خرابی ہے، جس کے پاس دو پیسہ بھی ہوں وہ جاکر اپنا مُنھ کالا کر آئے یہ سُن کر حضرت کو خیال ہوا کہ ایسا امر ہونا چاہیئے کہ بندگان خدا حرام سے بچیں، آخر شام کے وقت سوار ہوکر کنچنیوں کے اڈّہ میں آئے، وہ دیکھتے ہی سب جمع ہوئیں قدم بوسی کرنے لگیں، آپنے فرمایا کہ سب تم اپنی جگہ پر جاؤ جب وہ چلی گئیں، آپ الگ الگ ہر ایک کے مکان پر گئے، اُن کی خرچی دریافت کی جو جس نے کہا وہ اُس کو دیکر فرمایا کہ آج فقیر تمہارا مہمان ہے، عرصۂ دراز تک ہر روز اُن کو روپیہ تقسیم فرمایا، آخر ایک مُرید کو حضرت کا وہاں جانا معلوم ہوا اُس نے عرض کیا کہ وہاں جانے میں کیا بھید ہے، آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو یہ خیال آیا کہ بڑھیا جو طوائف ہیں اُن کے پاس تو مالدار ہی جائیگا، اور یہ اڈّا ایسا ہو کہ دو دو پیسہ کے واسطے وہ کمبخت بھی گنہگار ہوتی ہیں اور دیگر بھائیوں کو بھی گنہگار کرتی ہیں، جو دن مخلوق خدا سے بچے بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ رنڈیاں سوا سو کے قریب تھیں سب نے حرام سے توبہ کر کے نکاح کر لیا، اور جس نے سب سے پہلے اُٹھ کر قدم بوسی کی تھی وہ فقیر ہوکر نبی کریم کے چوراہے پر جا بیٹھی اور سالک مجذوب ہوئی۔

نقل ہے کہ حاجی احمد خلیفہ مولانا صاحب کہ مدینہ طیبہ میں سکن پذیر تھے ایک روز اُنہوں نے عالم رؤیا میں مولانا کو مجلس رسول مقبول میں دیکھا، صبح مدینہ سے روانہ ہوئے، دہلی میں پہنچکر حضرت سے بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ صاحب مناقب الفخریہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں جو فرزند ہوتا حضرت نام رکھتے تھے، ایک بار جو فرزند تولد ہوا مینے عرضی لکھی، اس کے جواب میں مبارکباد تو لکھی مگر نام نہ لکھا۔ میں اُسی وقت سمجھا کہ یہ فرزند نہ جیئے گا، چنانچہ ایک ماہ کا ہوکر مرگیا۔ اور نیز صاحب مناقب فخریہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک لڑکا تھا تین برس کی عمر میں سماع میں اُس کو وجد ہوا ایک بار وہ بیمار ہوا مینے عرضی لکھی

جواب لکھا کہ اچھے ہو جائیگا، دوسری بار جو بیمار ہوا جانبر نہ ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اکبر شاہ بادشاہ کے سر میں شدت سے درد تھا بادشاہ نے خواجہ سرا کو خدمت مولانا میں بھیجکر عرض کرایا، آپنے سر مبارک سے کلاہ اُتار کر خواجہ سرا کو دی کہ یہ بادشاہ کو دیدینا اُس نے لاکر حضور میں پیش کی، بادشاہ نے تعظیماً اُس کو سر پر رکھا معاً درد موقوف ہوگیا۔ اس کلاہ سے سو بار مروارید تول کر خدمت حضرت میں ارسال کئے حضرت نے اُسی وقت وہ طلبائے خانقاہ کو تقسیم کرادئے۔ ایک بار حضرت کے ہاں تقریب کسی عرس کی تھی، تمام امرائے شہر اور شہزادے اور مشائخ سب حاضر تھے۔ عین قوالی میں قوالوں کو بند فرما کر حافظ عبدالقادر متخلص بہ قادری کہ حضرت کے مرید تھے ارشاد فرمایا کہ قصیدہ بردہ سے کچھ پڑھو اُنہوں نے چند بیت خوش الحانی سے پڑھیں تمام مجلس کو جوش و خروش ہوا اُسی وقت ایک مبروص آیا، اُس پر جو نظر فیض اثر پڑی اُسی وقت وہ اچھا ہوگیا۔ اور مولوی محمد روشن علی و سید محمد مرزا کہ قرابتی نواب روشن الدولہ کے تھے اُسی روز مرید ہوئے۔ نقل کرتے ہیں کہ حضرت مولانا انتقال سے دو برس پہلے محل سلطانی میں رونق افروز ہوئے چند بیگمات مُرید ہوئیں۔ چنانچہ والدہ حضرت ابوظفر بھی حضرت کی مُرید تھیں اُنہوں نے حضرت بہادر شاہ کو پیش کرکے مُرید کرایا۔ اس وقت عمر اُن کی آٹھ برس کی تھی حضرت نے کچھ پڑھ کر بہادر شاہ پر دم کیا، اور بادشاہ اکبر سے فرمایا کہ اگر یہ بچہ بادشاہ کا نہ ہوتا تو میں اس کو لیکر اپنا کرلیتا۔ بادشاہ نے عرض کی اب بھی آپ ہی کا غلام ہے، فرمایا کہ یہ خود ہمارا ہوجائیگا۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت مولانا مجلس سماع میں روضۂ حضرت سلطان المشائخ پر حاضر تھے ایک نوجوان کو وجد ہوا، ناگاہ قوال کسی ضرورت کو اُٹھ گئے کچھ چپ ہو رہے وہ نوجوان مُردہ ہوگیا تمام بدن سرد ہوگیا، تمام اہل مجلس اس کی طرف نگراں تھے اُس کا باپ یہ حال دیکھکر روتا ہوا مولانا کے روبرو آیا اور عرض کی کہ یہی ایک پسر تھا سو فوت ہوا، میں بھی جینا نہیں چاہتا۔ حضرت نے ازراہ رحم فرمایا کہ یہ ابھی زندہ ہے تسلی رکھو اور قوالوں کو گانے کا حکم دیا کہ یہ غزل شروع کرو۔

لب لعل تو صد جان می دہد — خضر آسا آب حیواں می دہد
مردہ گر باشم بعالم باک نیست — جاں بوصل خویش جاناں می دہد

جب قوالوں نے یہ غزل شروع کی تمام مجلس جوش و خروش میں آئی اس نوجوان کو بھی حرکت ہوئی پھر بحالت وجد زمین پر لوٹنے لگا، بعد تھوڑی دیر کے ہوشیار ہوگیا، نقل ہے کہ مولوی مکرم کہ علمائے دہلی سے

تھے سماع۔ کے بارے میں حضرت مولانا بہت پرہیز رکھتے تھے۔ ایک روز عین وقت مجلس کے بارادہ بحث آئے، مولانا نے نگاہ تیز سے دیکھا کہ گویا تیر سا لگا، مولوی مکرم بیٹھ گئے اور وجد ہوا، بعدہ مرید ہوئے ترک تدریس کرکے سلوک طریقت میں مصروف ہوئے، کبھی روبرو حضرت کے نعرہ ہائے عاشقانہ مارتے اور کہتے کہ اے مردمان دیکھو رہزن دنیا اور قصاب عاشقان مولانا فخرالدین کو کہ ایک تیر نگاہ سے مولوی محتسب کو شہید کیا۔ حضرت اُن کی ایسی مستانہ وار باتیں سُن کر تبسم فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار مولانا نے ایک لڑکے کو برائے تعلیم مولوی مکرم کے سپرد کیا کہ اس کو میزان الصرف پڑھاؤ۔ اگرچہ مولوی بسبب عشق الٰہی و ولولہ طبیعت کے لایق درس تدریس نہ رہے تھے مگر حکم مرشد کو جبراً قہراً منظور کیا دو روز تو اُس کو پڑھایا، تیسرے روز ضرب زید اً عمراً کا سبق آیا، لڑکے نے آپ سے پوچھا کہ اُستاد عمر کو زید نے کیوں مارا، مولوی نے فرمایا با معشوقانِ دین عاشقانِ بےگناہ کو ناحق مارتے ہیں، یہ کہکر کتاب چاہ میں ڈالی پگڑی پھینک دی وجد میں آکر بیہوش ہوئے یہ خبر مولانا صاحب کو ہوئی، فرمایا کہ مولوی کو میرے پاس لاؤ، جب روبرو آکر ہوشیار ہوئے مولانا نے فرمایا کہ لفظ ضرب زیداً عمراً کی کیا کیفیت ہے، عرض کی کہ حضرت بس بس دو روز بموجب حکم عالی کے سبق دیا اب معاف فرمائیے، اگر مار ڈالنا منظور ہے بہتر ہے ورنہ میرا دماغ صرف پڑھانے کے لایق نہیں ہے چند روز خدمت مولانا میں رہ کر داعیائے روزگار سے ہوئے۔ وفات حضرت مولانا فخر صاحب کی بتاریخ ہفتم جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ میں بمقام شاہجہان آباد ہوئی، مزار گھر بار زیر مسجد آستانہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حاجت روائے خلق ہے کہتے ہیں کہ جہاں مولانا کا مزار ہے یہ جگہ بہت کوتاہ تھی، جب جسد مبارک کو اس جگہ دفن کرنا چاہا تو ہرگز کسی کو گمان نہ تھا کہ یہاں پورا مزار ہو جائیگا مگر قدرت خدا سے حضرت کا بھی مزار بنا اور پاس آپکے چھوٹے صاحبزادہ کا بھی مزار ہے، اور اور بھی جگہ ہے۔ چچا فیروز شاہ قادری خلف شاہزادہ سلیم کہ جن کا ذکر دوسرے حصہ میں ہوگا، فرماتے ہیں کہ ایک بار بادشاہ بہادر شاہ خواجہ صاحب میں مقیم تھے میں بھی وہیں تھا اور موسم نہایت گرم تھا، شب و روز لو چلتی تھی میرے ہمجلیسوں کی رائے ہوئی کہ آج کا دن باغ محمد شاہی میں کہ باغ ناظر مشہور ہے تمام دن رہیں، میں اور میرے دوستوں نے باغ میں کھانا کھایا، جب دوپہر ہوئی تو میں اور مرزا صدر افگن بخت دونو وہاں سے پاپیادہ چلے، خواصوں نے چھتریاں کھول لیں، جب قریب محل سلطانی کے آئے، حضور جنگلی ڈیوڑھی پر ایک کمرہ میں تشریف فرما تھے اور گردن تا سینہ کھڑکی سے باہر تھی اس کمرہ کے نیچے ہی سے راستہ تھا، جب ہم نے بادشاہ کو دیکھا آداب

بجالائے، ڈیوڑھی پر حاضر ہوکر اپنے حاضر ہونے کی اجازت چاہی، بس حسب الحکم ہم دونوں کو باریابی ہوئی۔ آداب بجالائے اور حسب اجازت بیٹھے، بعد مزاج پُرسی کے مینے عرض کیا کہ جناب عالی لُو بہت سخت چلتی ہے یہ کھڑکی بند ہوجانی چاہیئے، ایسا نہ ہو نصیب اعدا لُو لگ جائے۔ بادشاہ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ چار روز ہوئے کہ مینے یہیں بیٹھے کچھ ایسا دیکھا کہ ہر دوپہر کو یہیں آکر بیٹھتا ہوں، یہ لُو مجھکو ہوائے خس خانہ سے بہتر معلوم ہوتی ہے، مینے عرض کیا کہ وہ ارشاد ہو فرمایا کہ ایک روز میں اسی جگہ بیٹھا تھا مینے دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے حضرت صاحب یعنی مولانا فخر صاحب دونو بزرگ ہاتھ پکڑے جھرنے کی طرف چلے آتے ہیں، قریب تھا کہ میں جھروکوں کی طرف سے کودوں مگر اشارہ سے منع فرمایا، میں سکتہ کے عالم میں ساکت رہ گیا، اُس روز سے دوپہر اسی جگہ گذرتی ہے، اور یہ معلومات اس کاتب کی ہے کہ حضرت ابوظفر کو مزارات حضرت خواجہ اور حضرت مولانا سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر خواجہ صاحب میں رہا کرتے، آستانہ کی طرف کبھی پُشت نہ کرتے تھے، جس امر میں مولانا صاحب کے قدموں کی قسم کھاتے تھے وہ سچی ہوتی تھی، جب کبھی حضرت مولانا کا ذکر آتا روتے اور حالت طاری ہوجاتی تھی، تصویر حضرت مولانا کی سرہانے رہتی تھی، بعد حضرت مولانا کے تعلیم حضرت مولانا قطب الدین فرزند اکبر حضرت مولانا سے پائی اور تمام پوتوں اور پڑپوتوں کو مولانا سے بھی بہت محبت رہی، بہت ادب سے پیش آتے تھے، مینے دیکھا ہے کہ جب میاں کالے صاحب مبارکباد چاندرات یا مزاج پُرسی کو تشریف لاتے تو مسند سے آدھے کھڑے ہوکر تعظیم کرتے اور برابر مسند شاہی پر بٹھاتے، جب میاں کالے صاحب حج کو گئے ہیں تو معرفت ریذیڈنٹ دہلی بنام رؤسائے ہند وحکام عالی قدر منجانب گورنر انگریزی فرمان جاری ہوا تھا کہ بادشاہ کے پیرزادہ حج کو جاتے ہیں، لازم ہے کہ ان کی تعظیم وتکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہو، چنانچہ جہاں سے گذرے وہاں کے حاکم ضلع یا رئیس نے کوسوں سے پیشوائی کی دعوت اور نذرونیاز سے پیش آئے اور میاں نظام الدین صاحب ومیاں غلام معین الدین صاحب کہ پڑپوتے مولانا صاحب کے اور بادشاہ کے پوتوں سے بھی چھوٹے تھے، مگر کبھی ان صاحبان کے نام نہ لیتے تھے، بڑے میاں اور چھوٹے میاں فرمایا کرتے تھے۔ جملہ مریدان مولانا صاحب سے کمال محبت رکھتے تھے، جو درویش خاندان فخریہ کا آتا اُس سے نہایت محبت سے ملتے مصافحہ کرکے روتے جو اس کی قسمت کا ہوتا خدمت گذاری کرتے، مولانا کے اکثر فضائل

بیان فرماتے اور اولاد مولانا بھی اولاد بہادر شاہ پر کمال مہربان رہی۔ چنانچہ میاں کالے صاحب اس کاتب پر نہایت شفقت فرماتے اور ارشاد کیا کرتے تھے کہ محبت خدا داد ہے، جس قدر مجھکو اُلفت غلام نظام الدین سے ہے اُسی قدر احمد اختر سے ہے، بلکہ ایک بگھی اور اُس کا یابو کہ جو خورد سالی میں میاں غلام نظام الدین کی سواری کا تھا احقر کو مرحمت فرمایا تھا، ایک بار فقیر بیمار تھا دو ماہ اپنے مکان پر رکھا اور جب صحت ہوئی اُس وقت قلعہ میں بھیجا۔ آخر کیفیت ارادت و محبت حضرت ابوظفر کی یہ ہے کہ جب بجائے تخت کے بوریا بیٹھنے کو ملا اور رنگون میں بھیجے گئے وہاں سے بھی صدر کو ایک درخواست بھیجی تھی کہ میں اور کچھ نہیں چاہتا یہ جو کچھ نقد اور سامان رنگون میں ملتا ہے یہ بھی نہیں چاہیے، اُمید یہ ہے کہ مجھ کو بمقام مہرولی چھوڑ دیا جائے کہ وہاں میرے پیر کا مزار ہے چاہتا ہوں کہ جو دن کی زندگی ہے اُس مزار کی جاروب کشی میں بسر کرکے اپنے پیر کے قدموں میں دفن ہوں، مگر یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی ؎ وہ بھی ہو گا کوئی اُمید بر آئے جس کی ؛ اپنا مطلب تو نہ ایک چرخ کہن سے نکلا ؛ اور خلفاء حضرت مولانا کے صدہا ہوئے ہیں، مگر تبرکاً چند صاحب درج ہوتے ہیں۔ اوّل حضرت مولانا قطب الدین پسر سجادہ نشین حضرت کہ پدر بزرگوار سے کچھ کم نہ تھے۔ ۲۸ محرم ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے اکمل الخلفاء مولانا نور محمد بھیل مہاروی و شاہ عبداللہ و شاہ ظہور اللہ مولوی روح اللہ و سید احمد و شیخ شمس الدین، مولوی بدیع الدین، مولوی فرید الدین، شیخ محمد سلیم، مولوی مکرم، مولوی فرید، مولوی روشن علی مولوی حسن محمد، شاہ محمد فتح اللہ و صوفی یار محمد شاہ اودانی قادری و نواب نظام الملک غازی الدین خاں مصنف مناقب فخریہ شاہ محمد بیداد و حاجی محمد واصل و مولانا سید محمد و مولانا سید ضیاء الدین، سید فخر الدین مست و شیخ گل محمد و حافظ سعد اللہ و شاہ مُراد و شیخ محمد مراد و شیخ امان و مولوی علاء الدین و شیخ ضیاء الدین و مولوی محمد صالح و میاں عبدالوہاب بیکانیری و حاجی احمد و حاجی خدا بخش و محمد غوث کیرت پوری و محمد غوث فرزند ثانی کہ حضرت والد کے پہلو میں آسودہ ہیں، و مولانا عماد الدین معروف سید میر محمد دہلوی، مولانا شاہ نیاز احمد و حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ آپکی والدہ حضرت جناب عالیہ سادات عظام سے تھیں۔ جب اکبر بادشاہ اُن کے حمل میں آئے وہ جب قرآن پڑھتیں کہیں متشابہ لگتا یا کوئی لفظ غلط صادر ہوتا آپ بتاتے، اُن کو اپنے شکم میں سے آواز آتی۔ ایک روز اُنہوں نے شاہ عالم سے کہا کہ میرے شکم میں کوئی جن یا کوئی بلا ہے قرآن پڑھنے میں جہاں بھولتی ہوں میرے شکم میں سے کوئی مجھ کو بتا دیتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کچھ

اندیشہ نہ کرو تمہارے شکم میں ولی خدا ہے' ان کا شعار تھا کہ بہت کم بولتے تھے اکثر اشاروں سے کام لیتے' تمام دن درود شریف پڑھتے تہجد کی نماز کو بیدار ہو کر صبح تک ادائے نوافل میں مصروف رہتے اور مرید بھی کرتے تھے۔ شب چہارشنبہ، ر رمضان بمقام مکندپور ریاست ریوان میں پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ رجمادی الثانی بمقام درگاہ قطب الدین بختیار کاکی انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے اور خلیفہ حضرت مولانا فخر صاحب ابوظفر بہادر شاہ ثانی کہ سلسلہ چشتیہ وقادریہ ونقشبندیہ سہروردیہ وکبرویہ میں صاحب اجازت تھے' چونکہ میرے جد تھے میں قلم سے حضرت کے خوارق وکرامات لکھنا مناسب نہیں سمجھتا' مگر ایام غدر کی ایک کیفیت یہ ہے کہ غدر ہوتے ہی ترک لباس کر دیا تھا' تخت کا بیٹھنا موقوف فرما دیا تھا' اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خاتم النسل تیمور ہوں اس کا خاتمہ میرے روبرو ہوگا۔ ایک بار میزان کے دالان میں جلوہ افروز تھے' حاضرین دربار سے فرمایا کہ گولہ روکتے روکتے میرے ہاتھ جل گئے' جو امرائے مقربین سے تھے اُن سے فرمایا میرے ہاتھ دیکھو اور سونگھو' بیشک ہاتھ سرخ ہو گئے تھے' بارود کی بو آتی تھی' اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیر روشن ضمیر کے مریدوں میں سے کوئی سوائے اس بدنصیب کے ایسا نہیں کہ جو منزل مقصود کو پہنچا ہو' میں بھی اُمیدوار ہوں کہ میرا نمبر کس وقت آوے گا' اگر جواں بخت ہوشیار ہو جاوے تو میرا مصمم ارادہ ہے کہ میں اس نام بادشاہی کو چھوڑ کر اپنی تکمیل کروں۔ چنانچہ چھ برس رنگون رہنے سے وہ مراد پوری ہوئی۔ رنگون میں یہ کیفیت رہی کہ حجرے سے کم باہر آتے تھے تمام دن تلاوت کرتے تھے' شب کو ادائے نوافل اور ذکر اسم ذات میں مشغول رہتے تھے شرح گلستاں کہ جو تصوف میں لکھی ہے ایک بار طبع ہو چکی ہے' شاعری آپ کے دیوانوں سے ظاہر ہے آپ کے نو۹ دیوان تھے' دو۲ وہ کہ جن میں ٹپّہ' ٹھمری' دہریت' ترویٹ' ترانہ' سرگم' خیال' چوئی چند' کبت وغیرہ تھے اور ہر ملک کی زبان میں تھے' غدر میں کتب خانہ کے ہمراہ غارت ہوئے' خط طغرا میں بہت کچھ ایجاد کئے نسق کے خوشنویس تھے' اکثر کلاہ دوزی کیا کرتے تھے' وفات حضرت کی بمقام رنگون ۱۲۷۹ھ میں ہوئی' مشہور ہے کہ غدر سے چالیس برس پہلے غلّہ کا کھانا ترک کر دیا تھا' آنبہ اور رنگترہ سے رغبت تھی' مگر ان کا بھی عرق چوس کر تھوڑی دیر بعد نمک کا پانی پی کر شکم کو صاف کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ نواب نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں نظام جنگ نے جو مہر نیم روز کے خطبہ میں نظم لکھی ہے اس سے رتبۂ عالی ظاہر ہے۔

نظم

ایکہ از راز نہاں آگہ شدہ — دم مزن از رہ کہ مرد رہ شدہ
در ہزاراں مرد مرد رہ کی ست — آدمی بسیار اما شہ کی ست
در تو می پرسی کہ مرد راہ کیست — جز سراج الدین بہادر شاہ کیست
در طریقہ رہنمائے رہروان — در خلافت پیشوائے خسروان
آنکہ چوں از راز وحدت دم زند — دفتر کون و مکاں برہم زند
آنکہ جود نے نوارا سر دہد — نے شود نخلے کہ شبلی بر دہد
آنکہ چوں شوق آسماں تا زایدش — تخت چوں رفرف بر عرش آید
شبلی از نبر دہد آواز عشق — شاہ ما بر تخت گوید راز عشق
عشق دارد پایہ ہر کس نگاہ — ممبر از شبلی و تخت از بادشاہ
انچہ ابراہیم ادہم یافت است — بعد ترک مسند جم یافت است
شاہ ماہ دارد بہم در رہروی — خرقہ پیری و تاج خسروی
شاہی و درویشی انجا باہم است — بادشاہ عہد قطب عالم است
بردعائے شہ سخن کوتاہ باد — تا خدا باشد بہادر شاہ باد

ایضاً

محیط بخشش و کف دریا و سحاب نوال — قمر لوائی فلک خرگہہ و ستارہ سپاہ
رئیس تاجوران خسرو جہاں داور — دلیل راہرواں مرشد خدا آگاہ
بفیض آگہی آئین شناس سیر سلوک — بفر خسروی ارزش فزائے دولت و جاہ
دم مراقبہ صورت نمائے جوہر عقل — گہہ مشاہدہ نیرو فزائے نور نگاہ
زحق عطیہ پذیرد چو ماہتاب ز مہر — بخلق بہرہ رساند چو آفتاب ماہ

بعد انتقال حضرت کے بھی کسی نے کچھ لکھا ہے جس کا یہ ایک شعر مجھ کو بھی یاد ہے شعر

ظاہراً گو شاہ بود باطناً درویش بود — مال و جان بردین دادہ گوئی سبقت در بود

ذکر حضرت مولوی مکرم خلیفہ مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالم بے بدل و درویش بے مثل تھے، ایک بار تشریف فرمائے الہ آباد ہو کر سید محمد خاں داروغہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے، ایک روز مجلس سماع تھی اور آپ کو وجد تھا، ناگاہ قاضی الہ آباد بھی وہاں آگیا، مولوی مکرم کو وجد میں دیکھ کر ازراہ تمسخر کہنے لگا کہ اس مولوی کو کیا ہوا کہ اس طرح چوتڑ ہلاتا ہے، اسی شب کو وہ اپنے پلنگ پر سوتا تھا کہ صورت مثالی حضرت مولانا فخر کی وہاں پہنچی اور قاضی کے چوتڑ پکڑ کر زمین پر دے مارا اور فرمایا کہ اے قاضی نابکار میرے مریدوں کی نسبت ایسے کلمات بے ادبی کے زبان پر لایا۔ صبح کو جو قاضی بیدار ہوا اس کے چوتڑ پر دنبل سخت نمودار ہوا اور

اس میں نہایت ٹیس اور چپک تھی کہ چوتڑ نہ ہلا سکتا تھا، بہت کچھ تدابیر عمل میں لایا مگر سود نہ ہوا آخر وی اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو جرائم چاہا، مولوی صاحب نے رحملی سے دنبل پر ہاتھ لگایا، اسی وقت موقوف ہوا، آخر مولوی صاحب کی دعا سے اس کو صحت ہوئی۔

حضرت مولانا نور محمد بھیل مہاروی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ اعظم و مصاحب ہمدم حضرت مولانا فخر الدین

جہاں کے تھے، فقر میں عالی شان و بلند مرتبہ رکھتے تھے، اور جو مہربانی پیر روشن ضمیر کی حضرت پر دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی۔ ایک بار حضرت مولانا فخر نے ان کے حق میں فرمایا کہ نور محمد خلق کے تجھ ت کام پڑیں گے، یہ سن کر آپ متعجب ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ میں ایک ناچیز ہوں، حضرت ایسا فرماتے ، آخر جیسا کہ مولانا نے فرمایا تھا، اسی طرح کا ظہور ہوا کہ ہزاروں طالبان خدا حضرت کی توجہ سے یا اور صاحب ولایت ہوئے۔ کرامات آپ کی مشہور ہیں۔ جو شخص حضرت کے روبرو آتا اس کی ان بضمیر اُ بیان فرماتے، یہاں تک کہ مولوی غلام حسین کہ آپ کے مرید تھے آپ سے سو کوس پر ان کی وفات ہوئی ں نے آپ کو ان کے جنازہ کے ہمراہ دیکھا یہ غلام حسین جھیلا دہنی کہلاتے تھے۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے اجہ نور محمد نے پہلے قرآن حفظ کیا، بعدہ برائے تحصیل علوم دہلی میں آئے اور مولانا کی حضوری میں شرف ل کیا، علوم ظاہری سے فارغ ہو کر سنہ ۱۱۶۵ھ میں مرید ہوئے۔ بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ہور ہے کہ کئی بار لوگوں نے خدمت مولانا میں عرض کیا کہ نور محمد پنجابی اب تو تکیہ لگا کر بیٹھتا ہے گویا شیخ ت ہو گیا ہے، آخر مولانا نے ان کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ نور محمد ابھی پنجاب کو چلے جاؤ یہاں ایک دم ٹھیرو، آخر حسب الحکم پیر روشن ضمیر بمقام مہاران عرف تاج سرور ریاست بہاولپور میں آکر مقیم ہوئے علیم و تلقین مریدان میں مصروف ہوئے۔ مزار ان کا پاک پٹن شریف سے بجانب غرب چالیس کوس کے صلہ پر ہے، اب جو صاحب سجادہ ہیں ان سے بھی ملا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار بعد چلے آنے ان کے سے حضرت مولانا نے فرمایا تھا کہ میرے پاس ایک روٹی تھی، سو آدھی نور محمد پنجاب میں لے گیا ی میں تم سب مرید ہو۔ میر محمدی یہ اپنے ماموں سید فتح علی شاہ صاحب کی دولت سے بھی غنی ہے جو اس کا حصہ میرے پاس تھا لے چکا۔ وفات حضرت کی ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۵ھ میں ہوئی، تاریخ وفات کی یہ ہے حیف واویلا جہاں بے نور شد؛ مزار تاج سرور مہاران شریف میں ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں:-

حضرت قاضی محمد عاقل، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی، حضرت خواجہ نور محمد نارنولی و حافظ جمال ملتانی و حافظ غلام حسین جیلا دہنی و مولوی محمد مسعود جہانگی والے و حافظ غلام محمد کیری والے و حافظ غلام ناصر پیش امام و سید عارف شاہ پاکپٹنی و شیخ جمال محمد چشتی قدس سرہ العزیز۔

ذکر حضرت مولانا ضیاء الدین جیپوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مولانا فخر صاحب کے تھے، کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا نے ان کو جے پور کی طرف رخصت کیا، آپ جے پور کے باہر مقیم ہوئے، بعد چند روز کے لوگ آپ کو شہر میں لے گئے اُس وقت وہاں سوائے مسجد شاہی کے دوسری مسجد نہ تھی، اُس میں راجہ کے گھوڑے بند تھے، پکار کر اذان کہنے کی ممانعت ہوگئی تھی۔ بعد چندے قیام کے آپ کی کرامات کا شہرہ ہوا، راجہ بھی خدمت عالی میں حاضر ہونے لگا۔ ایک بار اہل ہنود کا کوئی تہوار تھا، شاید جنم اشٹمی تھی۔ راجہ برائے پوجا ٹھاکر دوارہ کے سوار ہوا، راستہ میں خیال آیا کہ فقیر سے بھی مل چلو، آخر خدمت عالی میں حاضر ہوا بعد تھوڑی دیر کے عرض کی کہ رخصت ہوتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اور بیٹھو، اس نے کہا کہ تمام شہر اوپاسا ہے یعنی روزہ سے ہے جب میں پوجن کر کے اوپاس کھولوں گا تب سارا شہر پوجا کر کے روزہ کھولیگا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے ٹھاکر کو یہیں بلا دیں گے تم یہیں پوجا کر لو۔ اس کرامت کا راجہ بھی مشتاق ہوا آپ راجہ کو اپنے حجرہ میں لے گئے، فرمایا آنکھیں بند کر لو جب اس نے چشم بند کر کے بعد تھوڑی دیر کے جو دیکھا اپنے ٹھاکر کی مورتی کو حضرت کے روبرو حاضر پایا، راجہ نہایت متعجب ہوا اور اُس کی پوجا کی، اوپری دل سے سمجھا کہ یہ کوئی شعبدہ ہے اور اپنے گلے میں سے اپنی مالا اُتار کر اُس بت کے گلے میں ڈال دی حضرت نے راجہ سے کہا کہ پھر آنکھیں بند کر۔ الغرض پھر جب راجہ نے آنکھ کھول کر دیکھا اُس کو وہاں نہ پایا، آخر رخصت ہو مندر میں آیا، وہاں عجب گھما گھمی دیکھی کہ تمام پجاری گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں، پوچھا کیا ہے، پنڈتوں نے کہا کہ مہاراج کی عمر دراز ہو آج ٹھاکر جی سکنیٹھ کو گئے تھے بہت دیر سنگھاسن سے غایب رہے وہاں کی نشانی بھی لائے یعنی ایک مالا گلے میں پڑی ہے۔ راجہ نے جو دیکھا تو اپنی مالا مورت کے گلے میں پائی، پجاریوں سے کہا کہ یہ مالا ہماری جوگ ہے، پس وہ اپنی مالا اس کے گلے سے اُتار کر اپنے گلے میں ڈالی اور معمولی طور پر پوجن کر کے پھر حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں آپکے حالات سے واقف نہ تھا، آپ کی خدمت کچھ بجا نہ لایا، اب مجھ کو اپنا نیازمند سمجھ کر کچھ خدمت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ مہاراجہ تم کو خدا نے راجہ مہاراجہ بنا کر ملک و مال دولت و حشمت دی تم کو چاہیئے

اپنی کُل رعایا کو ایک نگاہ سے دیکھو تمہاری مسلمان رعایا کو نہ ہونے مسجد اور بانگ سے بہت تکلیف ہو اُسی وقت راجہ نے اپنے ہمراہی اہلکار کو حکم دیا کہ بیس ہزار کی تیاری سے ایک مسجد بنادی جائے اور اذان کی اجازت ہو، آپ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ بادشاہی مسجد کہ جس میں طویلہ ہے خالی کرادی جائے، راجہ نے اُس روپیہ سے طویلہ تیار ہوجانے کا حکم دیا کہ ابھی وہاں سے گھوڑے نکال کر اس کی مرمت استرکاری کرادی جائے آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا پیسہ لگا تو پھر اس میں نماز نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام خود کرالیتا ہے۔ الغرض وہ مسجد مسلمانوں کو ملی، اور اب حضرت کے طفیل سے بیس سے زیادہ مسجدیں ہیں، جن میں دہڑا دہڑ نمازیں ہوتی ہیں۔ ایک دوست فرماتے ہیں کہ میں اجمیر سے آتا تھا جے پور میں گاڑی ٹھیرتی تھی، وقت دوپہر کا تھا سخت گرمی تھی، ایک پالکی گاڑی میں سوار ہوکر بھاگا بھاگ مولانا ضیاء الدین کے مزار پر آیا، جی چاہا کہ مزار کی قدمبوسی کروں، مگر جب چلا تو پتھر فرش کے ایسے گرم تھے کہ پیر جھلس گئے، غرض جوں توں قریب پہنچا، جب اس سل پر پیر پڑا کہ جو زیر تعویذ تھی بالکل یخ تھی، میں نے بخوبی کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھی اور حضرت کے مرتبۂ عالی پر عش عش کرتا ہوا پھر اسٹیشن ریلوے پر آیا۔

ذکر حضرت مولانا سید عماد الدین میر محمدی دہلوی قدس سرہٗ

آپ ہمشیرزادہ سید فتح علی شاہ قادری کے اور خلیفہ اکمل حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے اور نہایت باعظمت وکرامت تھے، سادات عظّام ورؤسائے عالی مقام دہلی سے تھے، علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوکر پہلے تربیت درویشی کی اپنے ماموں سید فتح علی شاہ قادری سے کرکے کئی سلسلوں میں اجازت حاصل کی آخر حضرت مولانا صاحب کے مُرید ہوکر کار تکمیل پہنچا کر خرقہ، خلافت حاصل کرکے اوپر تربیت شہزادگان ورئیسان دہلی کہ جو مرید حضرت مولانا کے تھے مقرر ہوئے اور آپ کے بھی ہزاروں مُرید تھے، ذات بابرکات سے فیض عام جاری تھا، سماع کو بہت دوست رکھتے تھے، اوائل میں بہت سفر کئے بزرگان وقت سے فوائد حاصل کئے، جب تک حضرت مولانا حیات رہے بغیر دیکھے اُن کے نہ رہ سکتے تھے، عاشق پیر تھے، تمام اولاد حضرت ابوظفر بہادر شاہ اور دیگر شاہزادہ و امراء آپ کے مُرید تھے، چنانچہ شہزادہ سلیم خورد سال تھے چھت کے اوپر پتنگ اُڑا رہے تھے، حضرت نیچے دالان میں تشریف فرما تھے، اُن کے پتنگ پر اور کسی صاحبزادہ نے پیچ ڈال دیئے وہ رونے لگے، حضرت نے اُن کے رونے کی آواز سُن کر دالان سے باہر آئے اور پوچھا کہ

میاں روتے کیوں ہو، اُنہوں نے عرض کیا کہ میرے ایک پتنگ پر کتنے ہی پیچ ڈال دیئے ہیں، آپ نے فرمایا نہ رو تو وہ کاٹا معاً یہ فرماتے ہی جتنے پیچ پڑے تھے سب کٹ گئے، مینے دیکھا کہ تا ایام غدر حضرت ظل سبحانی ہمیشہ عرس شریف میں شامل ہوتے رہے، وفات حضرت کی ۱۲۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار شاہجہان آباد میں متصل چتلی قبر کے اپنی خانقاہ میں ہے، خلیفہ آپکے یہ ہیں:۔ سید عنایت حسین ساکن کشمیری دروازہ، شاہ پیر محمد شیخ فیض اللہ، مرزا خجستہ بخت عم شاہ شاہزادہ سلیم برادر شاہ مرزا محمد روشن بخت شیخ کاتب محمد، دارا بخت میراں شاہ پدر کاتب شیخ الہ بخش متوطن ساگر صاحبزادہ لطف اللہ کہ کسی اولیاء اللہ کی اولاد سے تھے، مولوی رحمت علی، مولوی نجیب اللہ۔

ذکر حضرت مولانا سید شاہ نیاز احمد چشتی فخری نظامی خلف سید حاجی حکیم شاہ رحمت سرہندی قدس سرہٗ

آپ اعظم اولیائے متاخرین وکبرائے وخلفائے راستین مولانا فخر الدین فخر جہاں کے تھے کہ با ناز و نیاز ہمراز درد سوز گداز دمساز ودر عشق ومحبت جانباز علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ رموز صوری اور معنوی میں یکتائے روزگار تھے، طالبان خدا کو بخدا پہنچاتے تھے، بارگاہ حضرت کے معدن فیوضات ربانی اور خانقاہ مطلع انوار سبحانی تھے، مولد شریف حضرت کا سرہند تھا، جب آپکے والد کا انتقال ہوا آپ خورد سال تھے، آپ کی والدہ عفیفہ روزگار تھیں، آپ کی پرورش فرماتی تھیں۔ بعدہ برائے تربیت ظاہری باطنی حضرت مولانا فخر جہاں کے سپرد کیا، مولانا نے آپ کی تعلیم میں نہایت کوشش کی کہ ستر٭ برس کی عمر میں علوم منقول اور معقول فروع اور اصول حدیث اور تفسیر اور فقہ وغیرہ سے فارغ ہوکر دستار فضیلت حاصل کی اور بیعت ہوئے، چند سال کی کوشش میں بکمال ولایت باطنی فایز ہوئے، بعد عطائے خرقۂ خلافت پیش گاہ پیر مرشد سے بخطۂ بانس بریلی مامور ہوئے۔ وہاں پہنچکر ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے ہزارہا آدمی سلسلہ ارادت میں آئے اور مردمان کابل وقندھار وبدخشاں وشیراز و فارس وعرب شام وروم وکوہ قاف آآکر مستفیض ہوئے اور خلفاء حضرت کے ہر چہار سمت عالم میں مامور ہوئے منقول ہے کہ حضرت سید شاہ عبداللہ بغدادی قادر گیلانی کہ اولاد سے حضرت غوث اعظم کی تھے دہلی میں تشریف لائے بمقام جامع مسجد مجمع عام میں حضرت مولانا فخر الدین سے کہا کہ چندے نیاز احمد کو مجھ کو دیدیجئے کہ ہندوستان میں

اسی کے واسطے آیا ہوں، جو امانت اس کی ہے اس کو دیدوں۔ حسب الحکم حضرت غوث پاک کے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کروں دوسرا کام نہیں ہے، حضرت مولانا نے اُن کا فرمان قبول کیا، آپ بمقام رامپور تشریف لے جاکر اُن کے بھی مُرید ہوئے اور نعمتہائے قادریہ سے مشرف ہوئے۔ خوارق اور کرامات حضرت کی بہت مشہور ہیں، بالکل قدم بقدم حضرت مولانا کے تھے، دیوان نیاز آپ کی تصنیفات سے مرغوب طبع آصفیہ ہے، اُردو فارسی دونوں زبانوں میں عمدہ اشعار حقایق اور معرفت میں فرماتے تھے، ولادت باسعادت بمقام سرہند ۱۱۶۳ھ میں ہوئی، اور وفات حضرت کی بانس بریلی بتاریخ ۶ جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ میں ہوئی، مزار گھر بار بریلی میں حاجت روائے خلق ہے۔

ذکر حضرت مخدوم زادہ شیخ یار علی شاہ کیرانوی صابری چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی کے تھے، بڑے صاحب عظمت و جلال اور باکمال گذرے ہیں اور بہت سے خوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں، البتہ آپ کے وقت میں کچھ اہل کیرانہ آپ سے رجوع کر گئے تھے، بعد انتقال آپ کے پھر وہ ہیئت اصلی پر آگئے، مزار آپ کا کیرانہ میں آپ کی ہی بیٹھک میں ہے، جو شاہ جی کی بیٹھک نواب دروازہ مشہور ہے۔

ذکر حضرت سید علیم اللہ بن سید عتیق اللہ چشتی جالندہری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ ابو المعالی کے اور عالم ظاہری اور باطنی تھے۔ اظہار الاسرار، شرح بوستان سعدی و نزہتہ السالکین و شرح اخلاق ناصری و زبدۃ الردیات و نثر الجواہر فارسی ترجمہ نظم الدر المرجان عربی مؤلفہ مرزا خاں برکی محدث آپ کی تصنیفات سے ہیں، آپ خورد سالی میں شاہ ابو المعالی صابری کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور تکمیل سید میراں بھیکہ سے کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا، تمام عمر تلقین اور تعلیم میں بسر کی۔ نقل ہے کہ آدینہ بیگ خاں فوجدار دوآبہ جالندھر نے صدیق بیگ کو قصبہ نورمحل کا حاکم کیا، اُس نے ایک سید کی ملک ضبط کر کے تیس روپے طلب کئے وہ حضرت کی خدمت میں آیا، آپ نے ایک خط سفارشی صدیق بیگ کو لکھا آپ کے سفارش نامنظور کی اور کلمات ناشائستہ زبان پر لایا۔ قدرت خدا سے دوسرے ہی روز صدیق بیگ کو آدینہ بیگ خاں نے بلا کر قید کیا، اور تیس ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔ آپ کے حالات اسرار العلم میں شرح وار لکھے ہیں۔ ولادت حضرت کی ۲۲ رجمادی الآخر ۱۰۹۰ھ میں ہوئی۔ وفات ۱۶ ر صفر ۱۲۰۲ھ میں بمقام جالندھر ہوئی۔ دروازہ پر آفتاب چشتیہ مادہ تاریخ وفات کندہ ہے۔

ذکر حضرت سید علی شاہ چشتی جالندھری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سید علیم اللہ کے تھے اور صاحب سجادہ بھی ہوئے ہزاروں مرید ہوئے، وفات حضرت کی سنہ ۱۲۱۲ھ میں ہوئی رضی اللہ عنہ آپ کا مادہ تاریخ ہے کہ جو غلام رسول ساکن ٹانڈہ نے نکالا کہ آپ کے مریدوں میں سے تھا۔

ذکر حضرت شیخ محمد سعید چشتی جالندھری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ سید علیم اللہ کے تھے قصبہ راہوں دوآبہ جالندھر میں رہتے تھے ذات جامع الکمالات تھے علوم ظاہری اور باطنی سے خوب ماہر تھے تمام عمر تعلیم و تلقین میں مصروف رہے، وفات حضرت کی ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد سعید صابری شرقپوری لاہوری قدس سرہٗ

آپ قوم سے نومسلم تھے اور خوجہ قوم کا جو مشہور ہے پیشہ آبائی کرتے تھے، بعض وقت غلہ ایک جگہ سے لیجاکر دوسری جگہ فروخت کرتے تھے، کبھی کبھی دیہہ سے غلہ بیل پر لاد کر لاہور میں لاتے اور فروخت کرکے اُس کے نفع میں گذر کرتے۔ ایک بار غلہ لئے جاتے تھے دریائے راوی کو اُتر کر جب موضع نیازبیگ پر قریب مدرسہ کہنہ کے آئے بیل کا پیر اُلجھا وہ گرا پیر ٹوٹ گیا، غلہ کی گون گر پڑی جو آپ کے ہمراہی تھے اُن سے ہر چند کہا کہ تم اس بار کو تقسیم کرکے اپنے بیلوں پر رکھو مگر وہ نہ مانے وہ بسبب خوف سکھوں کے وہاں چلے گئے یہ وہیں رہے۔ الغرض جو دن باقی تھا وہ تمام ہوا شب اندھیری تھی، آپنے درگاہ پروردگار عالم مستجاب الدعوات میں دعا کی کہ الٰہی کوئی سبب پیدا کر کہ یہ غلہ سلامت لاہور میں پہنچ جائے، جب نصف شب گذری ایک سوار دور سے پیدا ہوا، جب وہ نزدیک آیا اُس نے سخت آواز دی کہ تو کون ہے جو اس ویرانہ میں کہ اندھیری رات ہے غلہ لئے پڑا ہے میرے پاس آ یہ سمجھے کہ کوئی رہزن ہے لوٹنے آیا ہے نرمی سے جواب دیا کہ میں غریب مسافر مزدور ہوں میرا نام سعید ہے میرے پاس سوائے اس غلہ کے اور کچھ نہیں، ایک بیل تھا سو وہ لنگڑا پڑا ہے، اُس سوار نے فرمایا کہ گون غلہ کی میرے پاس لاؤ اُنہوں نے جواب دیا کہ بیل بیکار ہے، مجھ اکیلے سے گون اُٹھ نہیں سکتی، سوار نے فرمایا کہ لنگڑا نہیں ہے، پھر اُنہوں نے کہا کہ اس کے بیکار ہونے کی وجہ سے میں یہاں پڑا رہا اور ہمراہی چلے گئے، سوار نے فرمایا کہ اس کو کھڑا کرو، ذرا اُنہوں نے بیل کو سہارا دیا وہ کھڑا ہوگیا پھر بالکل درست تھا، اب اُنہوں نے جانا کہ

یہ امداد غیبی ہے اور یہ سوار رہزن نہیں ہے بلکہ رہنما ہے، پھر اُنہوں نے کہا کہ گون بھاری ہے میں تنہا نہیں اُٹھا سکتا۔ وہ سوار نزدیک آیا، اور نوک بھالہ سے اُٹھائی، اُنہوں نے یہ کرامت سوار کی دیکھکر اُس کے قدم پکڑ کر عرض کیا کہ میں آپ کی زیارت سے مشرف تو ہوا، مگر اپنا اسم مبارک بھی فرمایئے میرا خاص مطلب یہ ہے کہ اِس دُنیا سے بے پرواہ ہوجاؤں، سوار نے فرمایا کہ تجھ کو اس سے کیا کام ہے جا اپنا راستہ لے یہ بہت روئے اور عجز سے پیش آئے، تب سوار نے فرمایا کہ میں علیؓ ہوں بحکم پروردگار تیری امداد کو آیا ہوں جا تجھ کو غدا رسیدہ کیا، یہ فرماکر نظر سے غائب ہوئے، سعید واپس شرق پور میں آئے اور جو کچھ گھر میں تھا راہ مولا میں دیکر ریاضت اور محنت میں مشغول ہوئے، اور سلسلہ صابریہ میں مُرید ہوکر اولیائے روزگار سے ہوئے۔ یعنی شیخ محمد سعید بن محمد باقر شرق پوری مُرید شاہ مراد ملتانی کے وہ مُرید شیخ جیو شاہ گجراتی کے وہ مُرید شیخ ذکریا دوی کے وہ مرید حاجی قطب دوی کے وہ مُرید شاہ درگاہی لاہوری کے وہ مرید شیخ ابوسعید گنگوہی کے۔ ایک بار آپ خربزہ لاد کر بازار لاہور میں لاکر دوکان نیلگر پر فروخت کرنے لگے۔ نیلگر کے دل میں خطرہ گذرا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی تخم وغیرہ خربزہ کا ماٹ نیل میں جا پڑے اور وہ خراب ہوجائے اس سے بہتر ہے میں اُن کو یہاں سے اُٹھادوں، آپنے نور باطن سے اس کا خطرہ معلوم کر کے کل خربزہ باقیماندہ اُس کے ماٹ میں ڈالکر فرمایا کہ تیری زندگی تک اب اس ماٹ میں نیل ڈالنے کی حاجت نہ ہوگی جتنا چاہے رنگ، چنانچہ بارہ برس تک وہ ماٹ رنگین رہا کبھی نیل ڈالنے کی حاجت نہ ہوئی۔ اس قسم کی ہزاروں کرامات مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۴ھ میں ہوئی، مزار شرق پور میں ہے مادہ تاریخ لفظ دریغ مزار پر کندہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ خیر الدین خیرا شاہ چشتی لاہوری قدس سرہ

آپ مشہور شاعر پنجاب میں ہوئے، بارہ ماسہ آپکا مشہور ہے اور مرید شیخ سلیم لاہوری کے تھے، سماع میں وجد بہت ہوتا تھا اور لنگر جاری تھا اُس میں فقر اور غنی کی خصوصیت نہ تھی۔ وفات حضرت کی ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد سالم روپڑی قدس سرہ

آپ خلیفہ اکمل بندگی شاہ میراں بھیکہ کے تھے، عجائب حال و غرائب اطوار عالم علم معرفت تربیت مُریدوں میں یگانہ عصر تھے، سماع سے بہت حظ اُٹھاتے تھے، رجوعات فتوحات

بکثرت تھے، ہزاروں مُرید تھے۔ ہر روز ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ سوا لاکھ کیا کرتے تھے، وفات حضرت کی ۳ رذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی، مزار روپڑ میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمد اعظم روپڑی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ وصاحب سجادہ شیخ محمد سالم روپڑی کے تھے اور فرزند بھی تھے۔ آپ کو ایسا جذب تھا کہ نظر فیض اثر جس پر پڑتی وہ خدا رسیدہ ہوتا تھا۔ ایک بار حضرت گھوڑے پر سوار روپڑ سے دوسرے گاؤں میں جاتے تھے کہ رہزنوں نے آگھیرا اور گھوڑا لینا چاہا، آپ کمال حلم سے پیش آئے اور فرمایا کہ یہ گھوڑی کہ جس پر میں سوار ہوں دُبلی اور کم قیمت ہے، دوسری گھوڑی میرے مکان پر موجود ہے وہ اس سے نہایت بہتر ہے، اگر اس وقت ٹھہرو تو میں وہ گھوڑی لاکر تم کو دوں، یہ فرماکر مکان پر آئے اور وہ بیش قیمت گھوڑی لاکر رہزنوں کو دیدی وہ لیکر اپنے مقام پر گئے، دوسرے روز تمام مرد وزن اُنکے آکر تائب ہوئے اور حضرت کی گھوڑی اور ایک دوسری لاکر نذر کیں۔ وفات حضرت کی ۱۹ ربیع الاول ۱۲۳۷ھ میں ہوئی مزار آپکا روپڑ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ نصیر کوکہ ذکر اللہ صابری چشتی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ محمد دہلوی چشتی صابری کے تھے زہد و تقویٰ سے آراستہ مجاہد باللہ شیر صورت باعظمت و ہیبت تھے۔ عاشق سماع و وجد تربیت یافتہ روحانیت حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ بہت کرتے تھے، دنیا اور اہلِ دنیا سے بہت متنفر تھے، نام پاک حضرت مخدوم علی احمد صابر چشتی کلیر کے عاشق تھے۔ تربیت مریدوں میں یگانۂ روزگار تھے، وفات حضرت کی ۷ رذی الحجہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سادات شاہ غلام چشتی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ نصیر کوکہ ذکر اللہ کے تھے فقر شان عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے، علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے، سماع کو بہت دوست رکھتے، آپکے دو صاحبزادہ تھے، بڑے صاحبزادہ سید صابر علی شاہ اور دوسرے صاحبزادہ نے خورد سالی میں انتقال کیا، آپکی مجلس سماع میں کل حاضرین پر حالت طاری ہوتی تھی، حالت وجد میں جس پر نظر پڑتی وہ بھی وجد میں آجاتا تھا حالت وجد میں قوالوں کو بہت داد و دہش فرماتے تھے، وفات حضرت کی ۱۱ ر رمضان المبارک ۱۲۱۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت بندگی سید صابر علی شاہ معروف میاں صابر بخش چشتی دہلوی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اکمل و صاحب سجادہ بندگی شاہ غلام سادات کے تھے، بیان کرامت حضرت کا احاطہ تحریر سے افزوں ہے کل امرائے دہلی شاہ و شاہزادگان ذات بابرکات سے معتقد تھے، حضرت نہایت متجر تھے، فتوحات کو کم قبول فرماتے تھے، غربا سے نہایت محبت تھی۔ ایک بار کیسا ہی آسیب زدہ روبرو حضرت کے جاتا حضرت کی صورت دیکھتے ہی اُس کا آسیب بھاگ جاتا تھا، آپکے نفس پاک کو اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر بخشی تھی کہ کیسا ہی سخت مریض ہوتا، جہاں حضرت سے دو چار دن دم کرایا اُس کو صحت ہوئی۔ ہزاروں گھر آپ کی رعایا تھے ہر شخص کو رعایا سے مثل فرزندوں کے پرورش فرماتے۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، مزار دہلی میں اندرون شہر ہے۔

ذکر حضرت سید میر عبداللہ شاہ قدس سرہٗ

آپ خلیفہ و پسر صاحب سجادہ سید صابر علی شاہ چشتی صابر کے تھے نہایت بابرکت اور صالح اور عابد تھے، حضرت کا زہد اور عبادت آپکی زیارت سے اہل نظر کو معلوم ہو جاتی تھی، اوائل عمر سے عابد اور صالح تھے۔ چنانچہ بوجہ صلاحیت اور عبادت کے بادشاہ بھی اعزاز کرتے تھے۔ تمام شہر دہلی حضرت سے معتقد تھا، حکام یوروپین بھی اعزاز کرتے تھے، پیرزادگان میں یگانہ عصر تھے، اوائل سے تا آخر فقر آپ نے بسر فرمایا، اگر آخری وقت میں حضرت کو سراج دہلی، فخر دہلی، برکات دہلی جو کہیں سو بجا ہے۔ مجھ کو بچپن سے حضرت کی خدمت میں نیاز اور حضرت کو مجھ پر شفقت تھی۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۲۳ شعبان ۱۳۰۴ھ میں ہوئی، مزار دہلی میں قریب مزار والد کے اندرون خانقاہ ہے۔

ذکر حضرت مولانا قاضی محمد عاقل چشتی فخری نظامی قدس اللہ سرہ العزیز

یہ حضرت خلیفہ کلاں مولانا نور محمد بھیل مہاروی کے تھے، کوٹ مٹھن میں پیدا ہوئے اور سات آٹھ برس کی عمر میں حافظ کلام اللہ ہوئے، اور چند سال محنت کر کے تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر دستار فضیلت حاصل کی، بعدہٗ مولانا نور محمد سے بیعت کر کے ریاضت شاقہ اور زہد میں مشغول ہوئے، چند روز میں کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ تمام دن تعلیم طلبائے علم دین میں مصروف رہتے۔

آدھی رات تک طالبانِ حق کو تعلیم فرماتے' بعد آدھی رات کے ذکر اسم ذات میں مشغول ہوتے حضرت کے مدرسہ شریعت اور طریقت سے ہزاروں کامل ہوکر نکلے۔ ان میں سے جو اولیاء اور صاحب اجازت ہوئے وہ یہ ہیں:- اول مولانا قاضی خواجہ خدا بخش پسر حضرت دوم مولوی سلطان محمد تیسرے مولوی عبداللہ' چوتھے شیخ شرف الدین' پانچویں شاہ محمد اعظم کہ اولاد سے مخدوم جہانیاں کے تھے' چھٹے حافظ جان محمد ساکن اوچ شریف ساتویں مولوی خواجہ تاج محمد صاحب' آٹھویں خواجہ محمود نبیرہ اکبر مولانا نور محمد صاحب سجادہ' نویں خواجہ گل محمد احمد پوری' دسویں حاجی نصرت' گیارھویں میاں نور محمد ان کے علاوہ اور بھی بہت سے خلیفہ ہوئے وفات اس ذات جامع الحسنات حامی دین متین پیشوائے اہل یقین کی ۸ ماہ رجب المرجب سنہ ۱۲۹ھ میں ہوئی' مزار گھر بار کوٹ مٹھن میں سجدہ گاہ مریدان ہے۔ مادہ تاریخ اس بادشاہ شریعت شاہنشاہ طریقت کا یہ ہے۔

روز ہشتم بود از ماہ رجب — کز جہاں نور جہاں شد محتجب

ذکر حضرت مولانا خواجہ قاضی خدا بخش ابن قاضی محمد عاقل کوٹ مٹھن قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفۂ اعظم و فرزند مکرم قاضی محمد عاقل کے تھے' یہ مادرزاد ولی تھے' خوارق اور کرامات طفولیت سے ظاہر ہونے لگے تھے' علوم ظاہری اور باطنی میں یگانۂ روزگار اور تربیت مریدوں میں شہرۂ آفاق تھے نظر فیض اثر جس پر پڑتی تھی فوراً اس کے دل میں محبت الٰہی پیدا ہوجاتی تھی اور باسخا اور عطا تھے' باوجود آمدنی املاک جدی اور فتوحات بغایت کے ترک اور تجرید کے ساتھ ایام گذاری کرتے تھے' فتوحات اور آمدنی ذاتی کو لقمہ مساکین فرماتے اور خرقۂ خلافت بہت کم عطا کیا ہے' چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو جب تک شہود ذات میسر نہ ہو قابل عطائے خرقۂ خلافت کے نہیں ہوتا چنانچہ جن حضرات کو کہ جو اس مرتبۂ عالیہ کو پہنچ گئے تھے خرقۂ خلافت عطا فرمایا' وہ یہ ہیں:- مولانا شاہ غلام فخر الدین فخر جہاں و حدی خواجہ نصیر بخش مہاروی و خواجہ نور حسن بن خواجہ نور محمد ثانی و مخدوم کرم حیدر ساکن اوچ و مولوی غلام کبریا۔ وفات حضرت کی ۸ ذی الحجہ شب جمعہ سنہ ۱۲۶۹ھ بمقام چاچڑاں شریف ریاست بہاولپور میں ہوئی' مزار پر انوار بمقام کوٹ مٹھن زیارت گاہ خلایق و حاجت روائے مریدان ہے۔

ذکر حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں قدس سرہٗ

آپ خلیفۂ اعظم و فرزند معظم خواجہ خدا بخش کے تھے' اور علوم

ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ فقر میں رتبہ بلند رکھتے تھے، تفرید اور توحید میں یگانہ عصر تھے۔ جمال یوسفی کمال موسوی خلق محمدی حاصل تھا، اپنے کمال ولایت کو تا مقدور چھپاتے تھے، فتوحات بھی بہت تھا، عبادت اس طرح فرماتے کہ کسی کو آگاہی نہ ہو، شہرت کو کم پسند فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ دُنیا بُرا کہے خواہ بھلا کہے اس کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیئے، پروردگار عالم سے معاملہ سچا ہے۔ اوّل اوّل سلطان الاذکار فرماتے تھے، بعدہ شہود حق میں مُستغرق ہو گئے تھے۔ حضرت بروز دوشنبہ بمقام چاچڑاں شریف تولد ہوئے اور بماہ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ میں وفات پائی، مزار پُر انوار کوٹ مٹھن میں حاجت روائے خلق ہے۔ آپ کے بعد آپ کے برادر حقیقی حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید کہ بیشک اس وقت فرید عصر اور مقتدائے مشائخ ہیں زیب مسند خواجگان چشت ہوئے۔ یہ حضرت بماہ ذیقعدہ ۱۲۶۱ھ میں تولد ہوئے۔ بیت زہے گوہر خاندان فرید، بدے یا الٰہی قدر و عزت مزید۔ اس بیت سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی آپ کے والد خدا بخش قدس سرہٗ نے انتقال کیا۔ آپ کے برادر کلاں خواجہ مولانا فخر الدین فخر جہاں نے آپ کو مثل فرزند پرورش فرمایا، اور شب و روز آپ کی تربیت میں مصروف رہتے۔ اول قرآن حفظ کیا اور چند روز میں تحصیل علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر اپنے برادر کلاں سے بیعت کر کے ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت پایا، آخر صاحب سجادہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ذات ستودہ صفات کو سلامت رکھے کہ اس وقت میں حضرت یادگار سلطان المشائخ ہیں اور اخراجات حضرت کے گویا اخراجات حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کا نمونہ ہے۔ اس وقت ہندوستان میں دوسرا فقیر یا امیر ایسا سخی نہیں ہے کہ آپ کے نزدیک اشرفی اور روپیہ سونا چاندی، اینٹ پتھر سب برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ سیر چشمی دی ہے کہ جو سائل پہنچ جاتا ہے سینکڑوں ہزاروں دیتے ہیں، میں بھی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ راقم الحروف محمود شاہ جامع سلاسل فخریہ کا غلام ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہر وقت حضرت کو استغراق رہتا ہے، میں نے بہت سیاحت کی اکثر درویشوں کی زیارت سے مشرف ہوا، مگر حضرت شاہ غلام فرید صاحب کے مقالات وہ پائے کہ جن کا بیان کرنا اسرار الٰہی کا فاش کرنا ہے، اگر جی چاہتا ہے کہ بعد تحریر اس مجموعہ کے حضرت کے حالات ریاضات و مقالات کہ جو طے فرما چکے ہیں اور خوارق و کرامات اور کلمات طیبات جمع کر کے سعادت حاصل کروں گا۔ خلفا حضرت کے یہ ہیں:۔ حضرت صاحبزادہ مولانا خواجہ محمد بخش صاحب کہ خورد سالی سے عبادت کا

شوق تھا، مخدوم سید ولایت شاہ ساکن اوچ صاحبزادہ میاں فضل حق و میاں نصیر بخش صاحبان چہاڑی و نواب والی ریاست بہاولپور سلمہ اللہ تعالیٰ۔

ذکر حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی فخری نظامی

آپ خلیفہ نامدار و احباب باوقار خواجہ نور محمد چشتی مہاروی کے تھے، کشف و کرامات زہد و ریاضت و عبادت و عشق و محبت الٰہی میں مشرق سے غرب و جنوب سے شمال تک مشہور تھے۔ پہلے وطن آپ کا گرگوجی کہ ایک پہاڑی مقام ہے تھا، ہوشیار ہوئے کوٹ مٹھن میں مدرسہ قاضی محمد عاقل صاحب میں تحصیل علوم ظاہری فرمائی۔ اسی عرصہ میں شیخ نور محمد معہ خلفا و دیگر مشائخ کوٹ مٹھن تشریف لائے اور خانقاہ مخدوم میں ٹھہرے، خواجہ سلیمان مجذوب جاذب حقیقی وہاں پہنچکر بیعت سے مشرف ہوئے، کئی برس بحضور پیر مرشد رہ کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقۂ خلافت حاصل کیا اور حسب الامر پیر روشن ضمیر تونسہ شریف میں مقیم ہوکر ھدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپکے مرید لاتعداد اور خلیفہ بے انداز ہوئے۔ ہر چہار سمت عالم میں پہنچکر فیضان فخریہ جاری کیا، اور ایک لاکھ کافروں کو مسلمان فرمایا۔ بعدہٗ برائے زیارات مزار خواجگان چشت وارد ہندوستان ہو دہلی میں آکر میرے جد ابوظفر سے مزارات دہلی کی زیارت کی بعدہٗ اجمیر شریف کی زیارت سے مشرف ہوکر تونسہ کو مراجعت فرمائی۔ مناقب المحبوبین وغیرہ کتاب دیکھنے سے آپکے کمالات ظاہر ہوسکتے ہیں اور مشہور ہیں۔

نقل ہے کہ آپکے وطن میں ایک مجذوب رہتے تھے، جب آپ حمل مادر میں تھے، اور آپ کی والدہ گھر سے باہر آتیں وہ مجذوب آپ کی والدہ کو دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے، اہل دیہہ نے ان کی طرف گمان فاسد کر کے اُن کو تکلیف دینا چاہا، اول اُن سے سبب پوچھا کہ اُس عورت کو دیکھکر تم کیوں کھڑے ہوتے ہو کیا ارادہ ہے، اُنہوں نے فرمایا کہ اس عورت سے مجھ کو کیا علاقہ ہے، اس کے شکم میں بادشاہ دین و دنیا ہے، میں اس کی تعظیم کو کھڑا ہوتا ہوں۔

نقل ہے کہ ایک بار بعد ادائے نماز ظہر حجرہ شریف میں وظیفہ ادا کر رہے تھے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کی کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ مرگیا اب میں کیا کروں، آپنے فرمایا صبر کر، آپکے خادم کو اس ضعیفہ کے رونے پر رحم آیا، اُس نے عرض کیا کہ حضرت ایک بیماری سکتہ کی ہوتی ہے اگر از راہ کرم حضور چل کر ملاحظہ فرمالیں تو تسلی ہوجائے، یہ سُن کر حضرت اُس ضعیفہ کے مکان پر آئے، اُس کا پسر

مُردہ پڑا تھا اُس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو مُردہ معلوم ہوتا ہے۔ خادم نے پھر عرض کی کہ سکتہ بھی مشابہ موت کے ہوتا ہے، حضور نبض ملاحظہ فرمائیں، آپ نے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ناڑی بھی نہیں ہے، پھر خادم نے عرض کیا کہ غور سے ملاحظہ کیجئے آپ کی توجہ قلبی اس طرف ہوتے ہی قدرت خدا سے اُس کی نبض کو حرکت ہوئی فرمایا کہ چلتی تو ہے، اُس خادم نے کہا کہ پھر غور سے دیکھئے، دوسری بار توجہ اُس طرف ہوئی بخوبی نبض کودنے لگی اور وہ بیٹھا ہوگیا، اُس عورت نے اُس لڑکے کو لا کر حضرت کی نذر کیا، آپ نے پانی بھرنے کی خدمت اُس کے سپرد کی وہ بہت جیا۔

نقل ہے کہ ایک لاتی آپ کا معتقد اور سوداگر تھا، جب وہ ہندوستان سے مال فروخت کر کے واپس جاتا، حضور کی زیارت سے مشرف ہوتا، بہت کچھ پیشکش کرتا۔ ایک بار وہ بیٹھا تھا اُس کے سامنے بہت فتوح ہوا، اُس کے دل میں خطرہ گذرا کہ یہ حضرت لنگرخانہ اور داد و دہش جو ہے ہم دنیا داروں کے باعث ہے اگر ہم کچھ نہ دیں تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے، آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر حضرت سلطان المشائخ اور سلطان غیاث الدین کی وہ نقل بیان کی۔ جب سلطان نے ممانعت کی تھی کہ کوئی ہمارا ملازم وہاں نہ جائے نہ کچھ لے جائے، اس پر حضرت سلطان المشائخ نے خواجہ مبشر کو حکم دیا تھا کہ آج سے دونا خرچ کرو جو درکار ہو طاق حجرہ میں سے لیا کرو، اور اس سوداگر سے فرمایا کہ حجرہ میں سے ہمارا مُصلّا اُٹھالا، وہ حسب الحکم حجرہ میں گیا، جس وقت جانماز اُٹھائی دیکھا کہ اُس کے نیچے دریا کی تین دھاریں چلی جاتی ہیں، ایک اشرفی کی، ایک روپیہ کی، ایک میں جواہرات بہتے چلے جاتے ہیں یہ دیکھکر اُس کو ہیبت ہوئی، جانماز ہاتھ سے گر گئی لرزتا ہوا آکر قدموں پر گر عفو قصور چاہا۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ جو مردانِ خدا ہیں وہ سوائے خدا کے کسی کے محتاج نہیں، یہ جو آتا ہے یہ اسباب ظاہری ہے، اور اس کو منع فرمایا کہ اس کی شہرت نہ ہو جب وہ سوداگر بار دیگر ہندوستان میں آیا دہلی پہنچکر برائے ملاحظہ شاہ اپنی اشیا رلایا، یہ کرامت حضرت کی بچشم خود دید بیان کی، مینے یہ نقل زبانی شاہ کی سُنی۔ وفات حضرت کی ۲ صفر بروز پنجشنبہ بعمر یک صد سال ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ مزار پرانوار سنگھم درشریف میں حاجت روائے خلق ہے۔ خلفا اگرچہ حضرت کے ہزار درہزار تمام ممالک میں ہیں مگر چند صاحب تبرکاً تحریر ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ الٰہی بخش سلمہ اللہ تعالیٰ کہ حضرت کے صاحب سجادہ اور جنید وقت اور شیخ المشائخ ہیں۔ مینے بھی حضرت کی زیارت کی ہے دوسرے شیخ محمد یار و حافظ محمد علی خیرآبادی و مولوی محمد علی و میاں عبداللہ شاہ کہ اُن کے مُریدوں میں سے

حاجی احمد اللہ صاحب غنیمت ہیں۔

ذکر حضرت مولانا غلام نصیر الدین معروف کالے صاحب دھلوی خلف مولانا قطب الدین خلف اکبر حضرت مولانا صاحب

آپ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے، زہد اور تقویٰ میں یگانۂ عصر اول اول کسوت غنا میں اپنے کمال کو پوشیدہ رکھا، بعدہ چندے تونسہ شریف میں حضرت شاہ سلیمان صاحب سے صحبت رہی کم بولتے اور نہایت شہ زور تھے مُرید اور خلیفہ اپنے والد کے تھے، وفات حضرت کی بماہ صفر ۱۲۶۲ھ میں ہوئی۔ مزار قطب میں ہے آپ کے بعد آپ کے فرزند کلاں مولانا نظام الدین صاحب سجادہ ہوئے۔ ۲۱ شوال ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی، مزار قطب میں ہے آپ کے بعد آپ کے برادر خورد میاں معین الدین صاحب سجادہ ہوئے، ۷ صفر ۱۳۰۶ھ میں وفات پائی آپ کے بعد آپ کے برادر میاں کمال الدین سلمہ اللہ تعالیٰ صاحب سجادہ ہوئے اور نگ آباد میں آسودہ ہیں۔

ذکر حضرت شیخ حاجی رمضان چشتی لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ خواجہ سلیمان چشتی کے تھے اور عالم اور صائم الدہر عابد زاہد خلیق و مجرد از خلق و واصل بحق ہمیشہ مسجد میں مشغول رہتے، حالت فقر اور تجرید سے گذارتے تھے، سماع میں آپ کو بہت اضطراب ہوتا تھا اور مستجاب الدعوات تھے، زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے، بماہ رمضان ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے، اور ۳ رمضان ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی مزار شیخ محمد طاہر لاہوری کے مزار کے متصل ہے۔

ذکر حضرت بندگی حافظ موسیٰ چشتی صابری مانک پوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ بندگی سید محمد اعظم ردوڑی کے تھے، اوائل میں آپ کی دو زوجہ تھیں، پہلے لوہے کو صیقل فرماتے تھے، آخر میں قلوب انسان کو صیقل کیا۔ سبحان اللہ کیا اسرار الٰہی تھا، بس جب جاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچا دو نو اہلیوں کو طلاق دیکر تارک الدنیا ہو کر سید محمد اعظم ردوڑی کی خدمت میں بیعت کر کے بحق مشغول ہوئے، بعد تکمیل کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور ایک مدت ردوڑ اور بہلول پور میں مشغول رہے آخر مانک پور میں مقیم ہوئے اور خلق اللہ کی ہدایت میں مصروف ہوئے، حالت جذب میں جس کو نظر بھر کر

دیکھ لیتے تھے وہ مجذوب ہو جاتا تھا۔ چنانچہ کریم شاہ و محمد شاہ وغیرہ حضرت کی توجہ سے مجذوب ہوئے، وفات حضرت کی ۱۶ ار رمضان بروز یکشنبہ ۱۲۴۷ھ میں ہوئی، مزار قصبہ مانک پور میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ خلیفہ آپ کے غلام معین الدین، حافظ محمد حسن عرف حافظ بانکے، مولوی امانت علی، خواجہ عبد اللہ امروہوی و میر امانت علی و محمد بخش سہاگہ والے و پیر شاہ صاحب سجادہ ہوئے

ذکر حضرت مولوی امانت علی چشتی

آپ خلیفہ موسیٰ مانک پوری کے تھے، مرد بزرگ صاحب عبادت کہ دنیا اور اہل دنیا سے کچھ کار نہ رکھتے تھے، بعد وفات حافظ صاحب کے کشمیر میں جا کر شیخ احمد کشمیری کی خدمت میں حاضر رہ کر فیض حاصل کیا، بعدہٗ امروہہ میں سکونت اختیار کی، وفات حضرت کی ۱۱ ار ذیقعدہ ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت محمد حسن عرف حافظ بانکے

یہ حضرت خلیفہ موسیٰ مانک پوری کے تھے، مجرد باللہ صاحب ترک و تجرید اور فقر میں شان عالی رکھتے تھے، علم توحید میں بے مثل تھے، سینکڑوں مرید رکھتے تھے، آزاد منش اور فارغ قیودات دنیوی سے تھے حضرت کے خلفاء سے مرزا قایم الملک چشتی صابری اس وقت میں غنیمت اور صاحب سلسلہ ہیں، تمام ہندوستان میں ان کے خلفاء کے مرید ہیں اور معصوم صفت بھی ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

ذکر حضرت بندگی سید غلام معین الدین شاہ خاموش حیدرآبادی

یہ حضرت خلیفہ اکمل حافظ موسیٰ مانکپوری کے تھے

صاحب زہد و ریاضت و عشق و محبت و صاحب سماع و سخی وقت رجوعات و فتوحات بدرجہ غایت تھا، مسافروں اور درویشوں و اہل عرب کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیتے تھے، چنانچہ اب تک رجوعات آپ کی صاحب سخا کے پاس ایسی ہے کہ کسی درویش حیدرآباد کو نہیں ہے نہایت باکمال گذرے ہیں، ہندوستان میں برائے زیارت مزارات خواجگان چشت جو آئے تھے، اس سفر میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا اپنے سلسلہ کے پیران چشت کے مزارات پر کمخواب اور زربفت کے غلاف چڑھائے باوجود اس قدر فتوح کے خود فقر اور تجرید کے ساتھ ایام گذاری کرتے تھے، لباس صابریہ پہنتے تھے مزاج میں کچھ کسی قسم کا تکلف نہ تھا، عبادت میں شہرۂ آفاق تھے، اگرچہ کاتب الحروف زیارت سے مشرف نہیں ہوا لیکن جس وقت یہ فقیر حیدرآباد میں گیا بطور سیاحی تو حضرت ہندوستان میں تھے اور وہاں کے فقرا کو دیکھا زیادہ حیدرآباد میں ٹھیرنا نہ ہوا کس واسطے کہ ارادہ سیاحت ملک مدراس و تلنگانہ کا تھا، چھاؤنی میں ایک سنیاسی کے مکان پر ٹھیرا تھا

چہار منارہ کے قریب لالہ کالکا پرشاد بالکا پرشاد کے مکان پر مدعو تھا کہ اُن سے سرونج کی ملاقات تھی، وہ قانون گو سرونج کے ہمشیر زادہ تھے، چونکہ وہاں سے آپ کا مکان بھی قریب تھا آپ کے حالات سُن کر گیا، سُنا کہ ہندوستان گئے ہوئے ہیں، ایک ہفتہ حیدر آباد میں ٹھیر کر بیراگیوں کی جماعت کے ہمراہ آگے چلا گیا، آخر ۱۳۲۰ھ میں حضرت سے روحی فیضان ہوا جس کا ذکر تذکرۃ الفقراء میں ہو چکا ہے۔ وفات حضرت کی ۲۸ ربا ہو ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ میں ہوئی۔ مزار حیدر آباد دکن میں ہے خلیفہ آپ کے یہ ہیں: سید محمد ہاشم حسینی چشتی صابری سجادہ و بلال شاہ و امان اللہ شاہ و بلاقی شاہ۔

ذکر میاں گھوڑا شاہ سرونجی چشتی نظامی قدس سرہٗ

یہ حضرت سالک مجذوب تھے، سوائے ایک کُرتہ کے اور کپڑا نہیں رکھتے تھے، حالت جذب میں مثل گھوڑے کے کودتے پھاندتے، اگر چاہ یا نالہ آیا جست کر جاتے تھے، ضعیفی میں بزور کرامت وہی حالت رہی، ایک گھوڑی سواری میں اور ایک نیل گائے کوتل رہا کرتی تھی، جس کو آپ کے بالکے کفرجیٹ لیکر چلا کرتے تھے، ایک میندار بردہ کہار کہ علاقہ بھیلہ متصل شمس آباد ہے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہمارے ہاں تشریف فرماتے، کسی کے ہاتھ کا پکایا ہوا نوش نہ فرماتے تھے۔ کفرجیٹ کھانا تیار کرکے اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے اور وہی طہارت بھی کرایا کرتے تھے، حضرت کے واسطے انگیٹھہ پر باٹی سینک رہے تھے کہ ابرآیا اور مہاوٹ کا پانی برسنے لگا، تو سر پہ ہاتھ رکھ کر ہماری پولی یعنی دروازہ میں آگئے، اور بآواز بلند کفرجیٹ سے فرمایا کہ اگر میری دھوتی پر ایک بوند بھی پڑی تو آج تیری خیر نہ ہوگی، کفرجیٹ اپنے کرتہ کا دامن دھوتی پر دیکر کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد پانی تھم گیا، دیکھا خوب پانی برسا تھا چار طرف بہ نکلا مگر حضرت کی دھوتی پر ایک بوند نہ پڑی۔

نقل ہے کہ ایک بار ٹونک کی طرف عازم ہوئے، بمقام ریاست اندگڈھ پہنچکر در دولت راجہ پر مقیم ہوئے اور اُس وقت بسبب امساک باراں کے تمام مالوہ پریشان تھا، دوسرے روز کفرجیٹ کا نکر یعنی باٹی سینک رہے تھے، حضرت نے کفرجیٹ سے فرمایا کہ بچہ لتنے باٹی سینک میں گھوڑی کو تالاب میں سے پانی پلا لاؤں، لوگوں نے عرض کی کہ بہشتی آکر پانی پلادیگا، تالاب خشک پڑا ہے۔ آپنے نہ سُنا گھوڑی لئے ہوئے تالاب کے بیچ میں گھوڑی پکڑ کر بیٹھ گئے، تمام شہر میں شہرہ ہوا کہ فقیر تالاب میں بیٹھا ہوا ہے، لوگوں نے جاکر واپس لانا چاہا، آپنے سب کو دھتکار بتائی، وہ دن تمام ہوا، دوسرے روز ایک ٹکڑا ابر کا آیا اور ایسا پانی برسا کہ تالاب بھر گیا، گھوڑی چھوٹ کر کنارہ پر آگئی، حضرت غوطہ کھانے لگے آخر راجہ معہ اپنے

ارا کین دولت پہنچا بدقت حضرت کو نکالا، جب بستر پر آئے راجہ نے برائے اولاد نرینہ دعا چاہی، آپ نے فرمایا کہ آج سے نویں مہینہ بیٹا ہوگا۔ راجہ نے آپ کو محل میں باعزاز ٹھہرایا، خدمت میں مصروف ہوا، جب نویں ماہ فرزند تولد ہوا، راجہ دست بستہ آکر کھڑا ہوا اور عرض کی جو حکم ہو بجالاؤں، آپ نے فرمایا پانچسو بکریاں دے، اُس نے اسی وقت حکم دیا، جب بکریاں آئیں اور حضرت نے اُن کو ملاحظہ فرمایا تو گھبرائے کہ میں کیا کرونگا میں تو پانچسو تھوڑی سمجھا تھا، راجہ نے عرض کی کہ اب یہ آپ کی مِلک ہے جو چاہے کیجئے فرمایا اچھا اب تو میں وزیر خاں کے پاس ٹونک جاتا ہوں جب وہاں سے واپس آؤں گا لے جاؤں گا۔ الغرض بعد قطع منازل قریب ٹونک کے ایک درخت بڑ کے نیچے ٹھیرے، چونکہ حضرت سے بہت لوگ واقف تھے نواب سے خبر کی کہ سرونج سے میاں گھوڑا تشریف لائے ہیں، چونکہ نواب وزیر الدولہ نہایت پابند شریعت تھے برائے امتحان ایک گٹھا گھانس چار سیر چنے ایک مشک پانی بھیجدی اور جمعدار دروازہ کو ہمراہ کیا جب وہ سامان روبرو حضرت کے آیا کفر حیث سے فرمایا کہ گھوڑی کے داہانہ لگا کر چھوڑدے، اور آپ اُس کے تھان پر مثل گھوڑی کے جا کھڑے ہوئے، کفر حیث سے فرمایا کہ اگاڑی پچھاڑی لگادے اور توبرا چڑھادے الغرض کئی پولے گھاس کے کھلائے، ایک مشک پانی مثل گھوڑی کے پیا، باوجودیکہ مُنھ میں ایک دانت بھی نہ تھا، مگر مثل گھوڑی کے کل دانہ چاب گئے اور گھوڑی کی سی لید کی اور اُسی رنگ کا پیشاب کیا اور جمعدار سے فرمایا کہ گھوڑا شاہ کا یہ تبرک ہے، نواب کے پاس لے جا۔ جمعدار نے یہ کرامت نواب سے بیان کی نواب آئے اور کہا کہ یہ لوازمہ برائے اسپ حضور ارسال کیا تھا نہ کہ برائے حضور، اور پوچھا کہ یہاں کیونکر قدم رنجہ فرمایا، آپ نے فرمایا کہ راجہ اندرگڑھ نے بکریاں دی ہیں اُن کے چرانے کو جنگل دے، نواب نے کہا کہ جو گاؤں علاقہ سرونج سے پسند ہو لے لیجئے! نواب نے ایسا گاؤں تجویز کیا کہ جو شہر سے قریب اور اُس کی نشست چار پانچہزار روپیہ کی تھی، آپ نے قبول نہ کیا فرمایا کہ وہ بستی راجپوتوں کی ہے، بکریاں جس کا اُجاڑ کرینگی وہ ہی میرا سر پھوڑ دیگا۔ آخر آگرہ کا گاؤں کہ جو پہاڑی تھا منظور کیا کہ جو میرے سامنے پندرہ روپیہ سال پر ٹھیکہ کو تھا وہاں بکریاں چھوڑدیں، انتقال حضرت کا غدر سے پہلے ہوا ہے، مُرید کسی کو نہیں فرمایا اس وجہ سے سلسلہ گم ہوا

ذکر مولوی غلام مصطفےٰ وزیرآبادی قدس سرّہٗ

آپ مرید شیخ الہ دتّا صابری کے تھے وہ مُرید شیخ کریم الدین کے وہ مُرید شیخ محمد غوث کے، وہ مرید شیخ قادربخش کے، وہ مُرید حامد شاہ کے، وہ مُرید شیخ محمد صدیق لاہوری کے، وفات حضرت کی ۱۱۶۷ھ

میں ہوئی، مادہ تاریخ خدا پرست ہے۔ آپ کے بعد سید چراغ شاہ سبزواری لاہوری صاحب سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ فیض بخش لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب وجد و سماع تھے، تجرید اور تفرید کے ساتھ ایام گذاری کرتے تھے، اور مرید سید حیدر علی شاہ کے، وہ مرید شیخ خیر شاہ کے، سال بھر میں سترہ عرس کیا کرتے تھے اور ریشم سازی سے ایام گذاری کرتے تھے۔ آپ کے مرید بھی باکمال گذرے ہیں، اور حضرت کاملان متاخرین صابریہ میں باکمال گذرے ہیں، عاشق رسول تھے، چنانچہ شب نہم رجب ۱۲۹۶ھ میں کہ چند روز پہلے سے تپ محرقہ میں مبتلا تھے، حافظ قادر بخش سے فرمایا کہ مناجات پڑھو، انھوں نے یہ مطلع شروع کیا ؎

منم خاکِ درِ کوئے محمد ؛ اسیر حلقۂ موئے محمد ؛ قتیل نوک شمشیر نگاہش ؛ شہید تیغ ابروئے محمد ؛ یہ سنتے ہی حالت وجد ہو کر عرق آیا اور انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت سلطان مملکت عشق ہادینا و مرشدنا مرزا روشن بخت گورگانی چشتی والقادری السہروردی ثم نقشبندی قدس اللہ سرہ العزیز

یہ حضرت اولاد سے احمد شاہ بادشاہ کی ہیں۔ آپ کے والد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی کے مرید تھے اول ان کے گھر کئی دختریں پیدا ہوئیں، اُن کو فرزند نرینہ کی کمال آرزو تھی، جب حضرت حمل میں آئے تو آپ کے والد ماجد نے اپنے پیر روشن ضمیر سے عرض کیا کہ بیگم کو پھر حمل ہے اور کھانا بھی کم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت ضعیف اور نحیف ہوتی جاتی ہیں، اُن کے واسطے تعویذ مرحمت کیجئے اور دعا کیجئے کہ اب کے اللہ تعالیٰ فرزند نرینہ عطا کرے۔ حضرت مولانا نے چندے تامل فرما کر ارشاد کیا کہ مرزا کچھ اندیشہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے تم کو فرزند ولی مادرزاد عطا کیا، اور یہ جو تمہارے گھر میں کھانا کم ہو گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا فرزند مال سلطنت کو کہ مشکوک ہے قبول نہیں کرتا اور جس وقت وہ بچہ پیدا ہو اُس کا نام فخر الدین رکھنا اور اپنا پہنا ہوا کرتہ مرحمت کر کے فرمایا کہ اس میں سے کرتہ بنا کر پہناؤ، مگر وہ بیٹا میرا ہو گا۔ جب حضرت تولد ہوئے تو شیر نہ نوش کیا، والدین حضرت کو نہایت فکر ہوا، سیانے مُلّا نے آئے اُنھوں نے دم کیا تعویذ وغیرہ دئے، آخر سب نے کہا کہ آخری علاج یہ ہے کہ خیرات کرو، آپ کے والد نے بہت کچھ خیرات کیا، اُس وقت حضرت نے شیر نوش کیا، اور جب زبان کھلی پہلے لفظ اللہ کہا اور اوائل

عمر سے تاحیات کھل کھلا کر کبھی نہیں ہنسے جب کسی قدر ہوش آیا حضرت مولانا قطب الدین خلف حضرت
مولانا فخر الدین کی خدمت میں جانیکا شوق ہوا اور مولانا موصوف بھی نہایت عنایت فرمانے لگے اور
حضرت مولانا عماد الدین میر سید محمد دہلوی کے مرید ہوکر ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے اور
مولانا نیاز احمد سے بھی فیض حاصل کیا۔ بائیس برس کی عمر میں خرقہ خلافت حاصل کیا، اور غنا کو ترک
کر کے فقر اختیار کیا، اور بحکم پیر روشن ضمیر جریدہ خوب سیر و سفر فرمایا۔ علاقہ جودھپور میں ایک بزرگ کی
خدمت میں چندے رہکر فیضان حاصل کیا۔ جب واپس دہلی میں آئے سکونت قلعہ معلی ترک کر کے باغ امیر خاں
میں کہ اس محلہ میں شرفائے شیخ زادگان رہتے تھے اور اکثر غریب بھی تھے آرہے تھے مگر حالت جذب کی تھی بعد
اس کے مرزا قادر بیگ گوالیاری دہلی میں تشریف لائے کہ حضرت نے اپنی ولایت کو کسوت سپاہ گری میں پوشیدہ رکھا
تھا، مگر چند طالبان حق دہلی سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک صاحب نے حضرت پیر و مرشد سے عرض کی کہ
ایک درویش کامل صاحب ولایت قریب تیلی واڑہ کے ٹھیرے ہوئے ہیں قابل ملنے کے ہیں، یہ سنکر حضرت
اُن کو مسافر اور مہمان شہر سمجھکر معہ چند یاران باصفا کے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے، معاً دیکھتے ہی وہ
اُٹھکر حضرت سے ملے اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ تمہارے واسطے دہلی آنا پڑا اپنی امانت لیجئے۔ حضرت نے
عرض کیا کہ میں آپ کی تلاش میں سرگرداں پھرا الحمد للہ کہ آج منزل مقصود کو پہنچا، اور اُسیوقت بعیت
کر کے نعمت ولایت قادریہ سے مشرف ہوئے وہ حالت جذب اُسی وقت موقوف ہوگئی اور سن بلوغ
سے تا ایام غدر ہمیشہ نماز صبح اور عصر اور مغرب جامع مسجد میں گذاری کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔
چالیس برس شب کو نہیں سوئے دوپہر کو قدرے باداے سنت قیلولہ فرمایا کرتے تھے ہمیشہ
پابندی سنت نبوی کے ساتھ ایام گذاری کرتے تھے۔ طریقہ رسول مقبول علیہ السلام کو فروگذاشت نہ فرماتے
تھے ہر وقت باوضو اور باادب رہتے تھے۔ عشا کے وضو سے نماز صبح ادا فرمایا کرتے تھے اور نوافل تہیۃ الوضو
اور آداب مسجد کبھی قضا نہیں ہوئے۔ ہر خورد و کلاں سے پہلے حضور سلام علیک کرتے
اس کاتب اور دیگر سینکڑوں اشخاص نے چاہا کہ پہلے ہم سلام کریں مگر یہ مطلب کبھی کسی کا پورا
نہوا۔ کئی بار کاتب نے راستہ میں شبلے پیر جا کر پشت کے پیچھے سے سلام عرض کرنا چاہا۔ مگر جب
چاہا کہ زبان کھولوں اُسی وقت حضرت نے پھر کر فرمایا السلام علیکم مرزا صاحب۔ ایک یہ کہ کبھی
کسی کا ہاتھ حضور کے قدم تک نہیں پہنچا، جب کوئی قدموں کو ہاتھ لگانا چاہتا فوراً حضرت کے

دست حق پرست اس کی بغلوں میں آجاتے اور آپ اُس کو اپنے سینہ سے لگا لیتے اور ہمیشہ بیوگان غربائے محلہ کا کام کیا کرتے، یہاں تک کہ کوئی سوت کوئی انڈے کوئی مرغی کوئی بکری دیتا کہ اس کو چوک پر فروخت کرکے لادیجئے۔ آپ وہ سامان لیکر فروخت کرکے اُس کے دام مالک کو لاکر دیتے تھے محلے سے لیکر نکلتے تو اہلِ محلہ دیکھتے مگر چوک پر کبھی کسی نے آپ کو فروخت کرتے نہیں دیکھا۔ ایک بار اس ذرۂ بےمقدار احمد اختر کاتب الحروف نے عرض کیا کہ سماع کے بارے میں احقر کو کیا ارشاد ہوتا ہے، زبان حق بیان سے فرمایا کہ بھائی صاحب کسی عالم سے دریافت کرو جو وہ فرمائے اُس پر عمل کرو پھر اس غلام نے عرض کی کہ حضرت علماء تو منع فرماتے ہیں اور فقراء اس کے اثبات میں کامل دلائل لاتے ہیں ارشاد فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا اگر علماء سے اعتقاد ہے اُن سے دریافت کرو اگر فقراء سے محبت اور ارادت ہے اُن سے پوچھو پھر میں نے عرض کیا کہ حضور شریکِ سماع کیوں نہیں ہوتے کبار کا سماع میں شریک ہونا تو ثابت ہے۔ فرمایا مجھ میں وہ صفات ہرگز نہیں ہیں جو کبار میں تھیں اور جو شرائط کہ سماع سننے میں چاہئیں اُن کا پورا ہونا مشکل ہے۔ غرضیکہ میں آپ کو سماع سننے کے لائق نہیں پاتا۔ اس وجہ سے نہیں سنتا دوسرے کو اپنا اختیار ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ سماع میں کسی کو وجد ہوتا ہے کوئی روتا ہے کوئی ہنستا ہے کوئی محو ہو جاتا ہے کسی پر سکتہ کا عالم ہو جاتا ہے، حضرت نے چشم مبارک پرنم کرکے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو درویشوں سے سنا ہے وہ اس طرح پر ہے کہ اہلِ صفا سماع کو معراج الروح کہتے ہیں اور حالتِ وجد کی سات قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ مرد دردمند اور صالح ہو اگرچہ شغل اور سلوک سے اُس کو کچھ تعلق نہ ہو مگر سماع کے سننے سے رونے لگتا ہے، آہ اور نالہ کرتا ہے گر وہ فقط نرمی دل خیال عذاب قبر یا عذاب دوزخ وغیرہ سے رونے لگتا ہے نہ اُس کو کچھ عشق، نہ ذوق ہے کس واسطے کہ آواز میں اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت عطا کی ہے کہ ہر سننے والے کا دل متحرک ہو جاتا ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ صوفی مبتدی ناسوتی کہ بسیار درد فراق محبوب و کثرت اندوہ اور عدم یافتگی مطلب سے ذوق اور شوق اُس کو جلاتا ہے، وہ روتا ہے، شور کرتا ہے مگر اُس کو جانتا نہیں کہ یہ کیا ہے، اور کہاں سے ہے اس کی کیفیت مثل صاحب رعشہ کے ہو جاتی ہے کہ بدن اُس کا کانپتا ہے مگر صاحبِ حال اُس کو معلوم نہیں کر سکتا کہ اُس کو کون ہلاتا ہے کیوں کانپتا ہے نہ اُس میں کچھ رنج و راحت

ہوتی ہے۔ پس صوفی مبتدی بجز دردِ عشق کے انوار و اسرارِ سبحانی کو نہیں جانتا، اُسی دردِ عشق سے روتا اور شور کرتا ہے۔ تیسری حالت یہ ہے کہ سالک اہلِ نظر کو ایک وقت پیش آتا ہے کہ چشمِ باطن اُس کا حُسن و جمالِ محبوبِ حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر اُس کی زیبائی اور رعنائی کو دیکھ کر بیخود و بے اختیار شیفتہ و فریفتہ جمالِ نامتناہی کے جوش و خروش میں آکر بیہوشش و مدہوش ہو کر نہایت محبت اور عشق سے اضطراب میں آکر لذتِ حضوری سے روتا اور آہ و نالہ کرتا ہے پس امور اسرارِ عشق کہ عاشق و معشوق ہیں ظہور کرتے ہیں، عاشق کو کبھی ہنساتے کبھی رُلاتے ہیں۔ دوسرا اس لذت سے آگاہ نہیں ہوتا، یہ درجہ اعلیٰ ہے کہ یہ حالت محض فراق کی ہے بلکہ فراق وصال ہے اور فراق وصال کیا ہے یعنی بود و نابود ہو جائے عاشق نہایت حرارتِ عشق و غلبہ محبت محبوب میں محبوب صفت ہو جاوے وجودِ مجازی درمیان میں نہ رہے کہ لذتِ وصلِ محبوبِ حقیقی بے تعین مجاز کے حاصل کرے مگر جب تک سالک ذکر اللہ سے تذکیہ باطن نہیں کرتا، آفتاب اس دولت کا اس پر نہیں چمکتا۔ اس حلاوت میں عقلِ معاد باقی رہتی ہے محو مطلق نہیں ہوتا۔ چوتھی حالت وہ ہے کہ سالک کو اللہ تعالیٰ وہ وقت نصیب کرے کہ اُس وقت میں نزولِ انوارِ جمال و جلالِ محبوبِ حقیقی ہو اور اپنی بود نہ رہے، اور اس حال سے خود ربود ہو کر محو ہو اور متلاشی بود کا ہو۔ مگر جب اُس کا کچھ نشان نہ پاوے پس اپنے گم ہونے سے روئے اور افسوس کرے کہ اگر بود و جود میں رہتا اور جمال و کمال محبوبِ حقیقی میں معائنہ کر کے حظ اُٹھاتا مگر نہ پوری ہونے اپنی خواہش سے روتا ہے مثل فتیلہ موم کے کہ وہ چاہتی ہے کہ میں ہئیتِ اصلی میں رہ کر نظارہ جمالِ شمع کروں مگر یہ آرزو اُس کی پوری نہیں ہوتی جس قدر شمع سے ملتی ہے اپنے کو نابود پاتی ہے آخر آتش کا قاعدہ ہے کہ جو اُس کے پاس ہوگا اُس کو محو کر کے عین آتش کریگی، مگر یہ اُس وقت تک ہے کہ جب تک صوفی کو اُس کی لذت معلوم نہیں ہوتی اور جب لذت پالیتا ہے تو یہ لذت سب سے بہتر ہے کہ صفتِ آتش ہو کر عین آتش ہو جائے۔ مثل شرابی کے کہ جب لذتِ شراب سے باہر ہو جاتا ہے اور اُس پر نشہ چھا جاتا ہے تو اُس کو لاگ جاتی ہے کسی قدر شراب نوش کرے سیر نہیں ہوتا، ایسے ہی عاشق کہ جب یہ لذتِ فراق وصال سے آگاہ ہو جاتا ہے تو خود اپنے کو وصال و فراق میں ڈالتا ہے۔ بیت آرزوئے داشتم گر تشنگی آبے بود: تشنہ تر گشتم چو گردیدم بدانستہ اللہ تعالیٰ ہر عاشق کو یہ حالت عطا فرماوے۔ حالت پنجم وہ ہے کہ صوفی اہلِ حسنی

کو ایک حالت پیدا ہوتی ہے کہ وہ اُس کی لذت کو نہ بیان کر سکتا ہے نہ نشان دے سکتا ہے۔ اس وقت اُس کے دل میں تمنا ہوتی ہے کہ محو احدیت ہو کر وجود سے گذر کر محو اور متلاشی ہو کر تمام بالیسہا ئے اپنے سے خود رفتہ ہو کر یکتائی و یگانگی پیدا کرے کہ ہستی اُس کی سے کچھ اثر باقی نہ رہے محو مطلق ہو کر الان کما کان ہو جائے ہر چند عاشق جانباز چاہتا ہے کہ محو ہو کر خود مضمحل ہو کر لاشئی محض ہو کر عین معشوق ہو جائے مگر جب مدعا پورا نہیں ہوتا تو کمال حسرت اور محبت حضوری سے بے اختیار ہو کر آہ و نالہ اور گریہ وزاری کرنے لگتا ہے۔ چھٹی حالت وہ ہے کہ صوفی کو عین وجد سماع میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عالم مجاز سے انتقال کرکے عالم باطن میں سیر کرتا ہے اور اُس جگہ حظ اُٹھاتا ہے تمام اعضا اس کی لذت سے بے خبر ہوتے ہیں مگر دل آگاہ ہوتا ہے یا یہ کہ دل حقیقی اس سے مطلع ہوتا ہے اس کا اثر تمام بدن میں ہوتا ہے۔ مثل حمی کہ حمی قلب سے مشتعل ہوتی ہے اور اثر اُس کا بوسیلۂ شرائین کے تمام بدن میں پہنچتا ہے بدن گرم معلوم ہونے لگتا ہے مگر زبان کو یارا نہیں کہ اس لذت کا شمہ بھی بیان کر سکے۔ کس واسطے کہ دنیا میں کوئی چیز اُس کے مقابلہ کی نہیں کہ جس پر تمثیل دے حالت ہفتم یہ ہے کہ بعض وقت صوفی صاحب ذوق اور وجد کو عین حالت وجد و سماع میں اُس کا شعور برقرار رہتا ہے مگر اپنی ہستی سے بیخبر ہو جاتا ہے، جیسا کہ ایک بار میاں میر لاہوری قدس سرہ نے حالات ارباب ذوق و شوق اور اصحاب سکر اور فنا میں فرمایا کہ اس عالم میں صاحب وجد کامل اور منتہی وہ ہیں کہ عین حالت میں ان کا شعور برقرار رہے۔ اگر ان کے دامن میں کودوں ڈالدیں تو ایک دانہ نیچے نہ گرے۔ حاضرین سے ایک نے عرض کیا کہ حالت سماع و وجد مشعر بیخودی اور محویت ہے اور شعور کا باقی رہنا اس کا منافی ہے حضرت نے جواب دیا کہ اس وقت کا علم ذاتِ صوفی سے نہیں ہے کہ وہ اپنی صفات سے فانی اور اپنی ہستی اور تمام عالم سے فارغ ہے بلکہ اُس کو ایسی بیخودی ہوتی ہے کہ اس شعور کے ساتھ بھی شعور نہیں رہتا پس عالم حق اس وقت اس میں قایم ہو کر یہ حفاظت کرتا ہے پس جو فعل کہ اُس وقت صادر ہوتا ہے درحقیقت وہ منسوب بحق ہے صوفی درمیان میں نہیں رہتا۔ ایک بار چند درویش خدمت عالی میں حاضر تھے، اور چند رؤسا شہر و شاہزادگان عالی قدر سے بھی موجود تھے ایک صاحب نے عرض کیا کہ سلاسل مشائخ کبار میں کونسا سلسلہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جتنے سلاسل ہیں سب نور علیٰ نور ہیں۔ یوں ہر شخص اپنے سلسلہ کو انسب اور اعلیٰ سمجھتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے

تمام کرم شمع کے عاشق ہیں ولیکن جان کے خوف سے جلنے کی تاب نہیں رکھتے پروانہ اس کی محبت میں ایسا بے اختیار ہے کہ وہ اپنے وجود کو شمع پر ڈالکر بحر دو شہود و شمع ذات اپنی کو فدا کر کے بشرف اتحاد دیگانگی مشرف ہوتا ہے۔ بخلاف دوسرے کرم کے کہ بوئے یگانگت و اتحاد اُن کے مشام جان میں نہیں پہنچتی۔ اسی طرح سالک جملہ طرق کے قید حفظ جان میں گرفتار ہیں۔ تجلیات صوری اور معنوی پر قناعت رکھتے ہیں۔ بخلاف عارفان چشتیہ اور قادریہ کے کہ یہ پروانہ ہستی تعین روحی اپنے کو اشعہ انوار شمع ذات بحت میں جلا کر عین نور ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ مولانا جامی نے فرمایا ہے رفت او زمیاں ہمیں خدا ماند خدا ؛ الفقر اذا تم ہو اللہ انیست ؛ پس یہ سنکر تمام مجالس کو حالت طاری ہوئی اکثر اہل دل رونے لگے، مرزا فیروز شاہ خلف شاہزادہ سلیم ناقل ہیں کہ ایک بار ناظر قلعہ معلی نے بحضور شاہ عرض کیا کہ دربانان دروازہ دہلی قلعہ معلی نے بیان کیا کہ جس وقت ہم دروازہ کھولتے ہیں مرزا روشن صاحب کو دروازہ کے باہر کھڑا پاتے ہیں احتیاطاً اطلاع کرتے ہیں جناب اقدس نے سمجھا کہ شب کو مرزا صاحب موصوف شہر میں رہا کرتے ہیں صبح قلعہ میں آجاتے ہیں۔ اس امر کا غلام کو خیال ہوا دو خواجہ سرا برائے تفحص حال پوشیدہ طور پر مرزا صاحب کے مکان پر تعین کئے کہ دیکھیں کیا ماجرا ہے۔ غرض مرزا صاحب کا شب کو باہر جانا ثابت نہوا بلکہ معلوم ہوا کہ بعد نماز عشا کے مرزا صاحب تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے ہیں، بعدہ اول وقت نماز صبح تک بالاخانہ پر عبادت میں مشغول رہتے ہیں یہ معاملہ قابل گذارش تھا اس بجہ سے عرض کیا۔ چچا صاحب مغفور فرماتے ہیں کہ میں بھی اس وقت حاضر تھا حضور نے ناظر سے ارشاد فرمایا کہ ہرگز اُنکی نگرانی نہ کی جاوے۔ وہ شخص قطب وقت اور اہل خدمت ہے اُس کو بند اور کھلا دروازہ سب یکساں ہے بلکہ ان کی نسبت شاہ سلیمان صاحب بھی مجھ سے کچھ فرما گئے تھے۔ الغرض اس وقت تک حضرت کا راز فاش نہوا تھا۔ جب یہ خبر منتشر ہوئی اور خلقت نے رجوع کی اس وقت اپنے محل مسکونہ آبائی کو جو قلعہ میں تھا اس کی سکونت ترک کر کے باغ عظیم خاں میں متصل دہلی دروازہ کے کہ وہاں شرفا اور غریب لوگ آباد تھے جا رہے تھے اور اپنی آمدنی میں سے قدرے برائے سد رمق رکھ لیا تھا، باقی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ حوالہ صاحبزادگان اور عموم المکان کر دیا تھا حضرت کے تین صاحبزادے تھے بڑے صاحبزادہ فوت ہوئے، چھوٹے مجذوب تھے منجھلے صاحبزادہ مرزا وحید الدین عرف مرزا بلاقی کہ علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ ہیں پہلے اپنی کرامات کو پردہ

ملازمت میں پوشیدہ رکھا، پچاس روپے ماہوار سے زیادہ کی نوکری قبول نہیں کی۔ اب دنیا اور اہل دنیا سے بیغرض ہوکر گوشہ عافیت میں ایّام گذاری کرتے ہیں، ہفتہ میں برائے نماز جمعہ باہر آتے تھے۔ ایک کرامت مرزا روشن صاحب کی یہ بھی کہ جتنے آپکے مرید تھے سب کو کشف القبور تھا۔ چنانچہ اس احقر کاتب الحروف کو کہ اس وقت لہو ولعب میں مشغول تھا یکایک بزرگوں کے مزارات پر جانے کا شوق ہوا وہاں حاضر ہوکر مشغول ہوتا۔ چنانچہ پیر روشن ضمیر کے تصدق سے ان کی زیارت سے مشرف ہوتا جو میرا کام ہوتا اس کے بارہ میں عرض کرتا، جو حکم ہوتا اسی کے موافق ظہور میں آتا تھا۔ چنانچہ دو روز حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی قدس سرہٗ کے مزار پرانوار پر جاکر مشغول ہوا۔ تیسرے روز حضرت کی زیارت سے مشرف ہوکر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو حاضر ہوا کروں، فرمایا کہ فقیر کی بہت دوستی اچھی نہیں اسی وقت میں وہاں سے رخصت ہوکر چلا آیا اور یہ کیفیت مرزا بہادر صاحب خلیفہ پیر روشن ضمیر اپنے کے روبرو بیان کی تبسم کناں ہوکر فرمانے لگے کہ میاں وہ عالیجناب پرجلال مزار ہے کہ بڑے بڑے وہاں کوشش کرکے چلے گئے زیارت تو بڑی بات ہے مگر بوجہ جلال حضرت ٹھیر بھی نہیں سکے اور تم ایسا کہتے ہو مینے مکرر عرض کیا کہ خلاف نہیں ہے، جو مینے عرض کیا راست ہے اس پر فرمایا کہ اگر تم نے حضرت کو دیکھا ہے حلیہ شریف بیان کرو اس وقت مینے حلیہ شریف عرض کیا، حلیہ سُنکر مجھکو گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ زہے نصیب بھائی صاحب یہ تصرّف تمہارے پیر کا ہے سہ پہر کو مجھکو ہمراہ لیکر خدمت بادشاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں آپ کو مبارکباد دینے آیا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا تم کو بھی مبارک ہو وہ کیا خوشی ہے اُنہوں نے عرض کی احمد اختر دو روز کی حاضری میں تیسرے روز زیارت حضرت شمس العارفین سے مشرف ہوا۔ بادشاہ نے متعجب ہوکر فرمایا بھائی بہادر صاحب سچ ہے یا دل لگی، اُنہوں نے فرمایا حُلیہ شریف دریافت فرمایئے حضور نے بندہ سے فرمایا کہ تجھ پر کیا کیفیت گذری اور حُلیہ شریف حضرت کا کیا ہے، مینے جو دیکھا تھا عرض کیا، پس بندہ کو گلے لگاکر فرمایا کہ اے نور عین جو کچھ تجھکو تیرے پیر نے بتایا ہے اُس پر خوب محنت کر، دیکھی تو نے اپنے پیر کی کرامات اس کے بعد اور درویشوں کے حالات بیان ہوتے رہے بعدہٗ ہم رخصت ہوکر اپنے اپنے مکان پر آئے۔ اب دو تین برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ میری ایک پیر بہن درد عرق النسا میں مبتلا تھیں ناگاہ یہ فقیر اور مرزا ولی بخت کہ خاندان اورنگزیب عالمگیر میں ممبر اور میرے مہربان ہیں اُن کے

مکان پر جا نکلے اُس وقت اُن کو نہایت تکلیف تہی بہت بےچین تھیں میری طرف دیکھکر فرمانے لگیں کہ مرزا روشن کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کچھہ تدبیر کر و میںنے کہا کہ ڈاکٹر اس کا علاج خوب کریگا۔ کہنے لگیں کہ میںنے سب کا علاج کرلیا مجھکو مرزا روشن کی آنکھوں سے دیکھو یہ سنکر میں سمجھا کہ یہ حضرت ہی کی طرف سے ہدایت ہے میںنے عرض کی کہ چشم مبارک کا تصور کر کے اُن کو دیکھنا شروع کرو پاؤ گھڑی کے بعد اُن کو صحت ہوئی۔ اس کے بعد دو برس زندہ رہیں' پھر اس درد کی شکایت نہیں ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک بار ارشاد فرمایا کہ اسباب دنیا جمع کرنا عبث ہے کیونکہ دُنیا ناپائدار جگہ ہے اس میں مسافرانہ بسر کرنا چاہیئے' بلکہ جس قدر ممکن ہے اسباب موت جمع کرے ہر وقت اسی کی فکر میں رہے اس واسطے کہ آخر یہ ہوتا ہے کہ قبر گھر اور خاک کا بچھونا اور کیڑے دوست ہوتے ہیں اسباب دنیا سے اُس وقت کچھہ کام نہیں ہوتا' پس موت کے فکر سے بہتر کوئی فکر نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا اسباب موت کیا ہیں' حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت اُس کو یاد رکھنا اور نیک عمل کرنا پھر فرمایا کہ جو مردان خدا ہیں وہ ہمیشہ موت کے خواہاں رہتے ہیں کہ ایک وسیلہ ہے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف جانے اور محبوب حقیقی سے ملنے کا' جیسا کہ کسی نے خواجہ جنید بغدادی سے پوچھا کہ ابوسعید خراز کا مرتے وقت کیا حال تہا۔ آپنے فرمایا کہ اُن کو ایسا شوق تہا کہ اگر اُن کی روح مارے شوق کے پرواز کرتی تو کچھ عجب نہ تہا' اور حضرت کا یہ شعار تھا کہ اکثر قبرستان میں جاکر کچھہ پڑھکر ثواب اس کا اہل قبور کی ارواح کو پہنچاتے اور رو یا کرتے' بہت بہت دیر بیٹھے رہتے اور اکثر یہ فرماتے کہ صحبت اہل دنیا سے بلکہ مذ[illegible] کی صحبت سے اہلِ قبور کی صحبت بہتر ہے' ایک تو اُن کی صحبت آخرت کو یاد دلاتی ہے' پس جو آخرت کو یاد رکھیگا آفات دنیوی سے بچیگا۔ دوسری خوبی ان کی صحبت میں یہ ہے کہ بعد چلے آنے کے یہ غیبت نہیں کرتے اور یہ قاعدہ تھا کہ آستانہ کسی بزرگ کے اندر نہیں تشریف لے جاتے تھے' باہر کھڑے ہوکر فاتحہ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک بار اس کاتب الحروف کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ حضرت کو کسی وہابی نے بہکا دیا' جو مزارات اولیاء اللہ کی طرف سے اعتقاد کم ہوگیا ہے' ہندو تک جاتے ہیں زیارت کرتے ہیں اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگاتے ہیں مزارات کی گرد اپنی آنکھوں پر ملتے ہیں۔ معاً نور باطن سے میرے خطرہ کو معلوم کر کے میر سید واجد علی کی طرف متوجہ ہوکر اولیاء اللہ کی صفات بیان کیں اُن کے اقوال فرماتے رہے' بعدہ کہنے لگے کہ میں کبھی کسی اولیاء اللہ کے مزار کے متصل نہیں جاتا' دُور سے

سلام اور فاتحہ عرض کرکے چلا آتا ہوں، بعض کا یہ خیال ہوگا کہ یہ کرامت اولیاء اللہ کے قائل نہیں یا متکبر ہیں۔ استغفر اللہ یہ ہرگز نہیں اولیاء اللہ خاصان خدا بادشاہ دین ودنیا ہیں میں ایک ناچیز ہوں میری کیا مجال کہ نزدیک مقربان خدا کے جا بیٹھوں - اس وجہ سے دور رہتا ہوں، کس واسطے کہ دنیا کے امیر کہ جن کی امارت وحکومت برائے چندے اور فانی ہے اُن کے پاس ہر کہ ومہ کی مجال نہیں کہ جا سکے ان کے پاس بیباکی سے جانا خلاف ادب اور موجب بُرائی کا ہے جو نزدیک جاتے ہیں وہ اس لایق ہوں گے، مگر میں اپنے کو اس لایق نہیں سمجھتا کہ خاصانِ خدا کی صحبت کے لایق ہوں، تیسرے پہر کو میں اپنے پیر بھائی مرزا بہادر مغفور کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میرے حال پر نہایت مہربان اور باعث میری مریدی کا بھی آپ ہی تھے۔ میں نے جو خطرہ میرے دل میں گذرا اور حضرت نے جو ارشاد فرمایا اُن کے روبرو بیان کیا اُنہوں نے فرمایا کہ یہ جو کچھ حضرت نے فرمایا اُن کی کسر نفسی ہے ورنہ کمالات حضرت کے تم بھی کس قدر جان گئے ہو دیکھو تم نے فقط ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا، بغیر کسی محنت کے کشف القلوب ہوگیا۔ جانتے ہو کہ جتنے تمہارے پیر بھائی ہیں سب کو کشف القلوب ہے، جو کچھ مجاہدہ اور ریاضت کرتے ہوں گے اُن کی کیا کیفیت ہوگی، سمجھ لو کہ جس کے ہاتھ پکڑنے میں یہ برکت ہے اُس کے رتبہ کو کون معلوم کر سکتا ہے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فقراء سے محبت رکھو اُن کے پاس جایا کرو اُن کے کلام سُنا کرو مگر جب جاؤ خالی ہاتھ نہ جاؤ، کس واسطے کہ فقراء سے افضل کوئی نہیں ہے، یعنی قیامت کے روز فرشتوں سے اللہ تعالیٰ فرمائیگا میرے بندوں سے برگزیدہ لوگ کہاں ہیں، فرشتے عرض کریں گے کہ الٰہی وہ کون ہیں فرمان ہوگا کہ وہ فقیر کہ جو قانع اور صابر اور میری رضا پر راضی ہیں اُن کو جنت میں داخل کرو، پس چاہیئے کہ آداب فقرا ملحوظ رکھے، فقیر کو بُرا نہ جانے چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الفقر فخری ایک بار مرزا بہادر صاحب و میر واجد علی وغیرہ یاران حضرت حاضر تھے ایک شخص نے ذکر کیا کہ کل حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ نے ملا حسین کشمیری کو کہ جو مسجد فتحپوری میں رہتے ہیں اور اکثر طلباء کو درس کرتے ہیں خرقہ خلافت عطا کرکے حکم دیا کہ چندے آستانہ حضرت خواجہ صاحب پر معتکف رہکر وطن کو جاؤ ملا اچھے شخص ہیں نہ معلوم بادشاہ سے جو خرقہ خلافت حاصل کیا اُس میں کیا بھید ہے وہ کچھ طامع بھی نہیں ہیں یا حضرت یہ تو ارشاد فرمائیے کہ یہ خرقہ خلافت

کیا چیز ہے۔ حضرت نے زبانِ حق بیان سے ارشاد فرمایا، خلافت مشائخ جو اس وقت رائج ہے اس کی آٹھ قسمیں ہیں، اُن میں بعض مقبول بعض مجہول۔
اوّل خلافت الٰہی، دوّم اصالتاً، سوّم اجازتاً، چہارم اجماعاً، پنجم وراثتہً، ششم حکماً، ہفتم تکلیفاً، ہشتم اویسیاً۔ پس خلافت الٰہی تو وہ ہے کہ جیسے حضرت سلطان المشائخ کو تھی، جیسا کہ سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ اپنے مریدوں میں سے ایک کو خلافت دے کر صاحبِ ولایت ہندوستان کریں کہ ہاتف غیبی کی آواز سُنی کہ نظام بداونی آتا ہے، راستہ میں ہے اس خلافت کے لائق وہ ہے، پس جب حضرت سلطان المشائخ پہنچے باباصاحب نے بامرِ حق اُن کو اپنا خلیفہ کیا اور بہت رحمتیں فرمائیں۔ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بابا نظام الدین کو ظاہر میں اپنا خلیفہ کیا، مگر باطن میں وہ خلیفہ باریتعالیٰ ہے اور نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خلافت کو صوفیائے کبار خلافت الٰہی کہتے ہیں، اور خلافت اصالتاً وہ ہے کہ مرشد اپنے مرید میں لیاقت اس بارگراں کے اُٹھانے کی خود دیکھ کر اُس کو خرقۂ خلافت عطا کر کے کسی جگہ برائے ارشاد وہدایاتِ خلق کے مقرر کرے، اور خلافت اجازتاً وہ ہے کہ مرشد اپنے مُرید کو قابل دیکھ کر مُرید کرنے کی اجازت دے، جیسا کہ رسم ہے، ایسی خلافت کو رضائی بھی کہتے ہیں اور اجماعاً اُسے کہتے ہیں کہ مثلاً کسی بزرگ نے انتقال کیا، اپنی زندگی میں کسی مُرید یا وارث کو خلیفہ نہ کیا قوم اور قبیلہ نے وارث یا مُرید کو خلافت اُس کی میں تجویز کر کے اُس کا صاحب سجّادہ کیا، اور وراثتاً وہ ہے کہ مثلاً کسی بزرگ نے وفات کی اور اس کا کوئی خلیفہ نہ تھا اُس کی اولاد سے لائق شخص سجادہ پر بیٹھا ایسی خلافت نزدیک اصفیا کے جائز نہیں، ہاں اگر مورث اِس امر کی اجازت دیدے تو جائز ہے اور حکماً وہ ہے کہ ایک بزرگ تھا اُس نے وفات پائی اور اس کا کوئی خلیفہ نہ تھا اور اُس کے وارثوں میں بھی اختلاف ہوا۔ حاکمِ وقت نے کسی وارث یا رشتہ دار لائق کو ممتاز بخلافت کیا تو یہ جائز ہے اور تکلیفاً یہ ہے کہ مُرید نے پیر سے بار بار عرض کی کہ بندہ کو خلافت عطا ہو یا دوسرے شخص کی سفارش یا حمایت سے خلافت حاصل کی یہ بھی جائز نہیں ہے نہ اس میں برخورداری ہو ایسے خلیفہ اس وقت میں بہت ہیں، لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل، رنگین کپڑے کرلئے بال بڑھالئے موٹے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں لی، الی اللہ یا اللہ کا دم بھرنے لگے، آنکھیں بند کر کے دبی دبی آواز سے باتیں کرنے لگے

قطب ہوگئے، نعوذ باللہ اللہ ہر مسلمان کو ریا سے بچائے اور اویسیا وہ ہے کہ روح پاک کسی بزرگ سے تربیت اور تلقین پائے یا نعمت حاصل کرے، مگر متاخرین کے نزدیک ایسی خلافت ناجائز ہے۔ کس واسطے کہ جب تک تکمیل کار درویشی نہیں کرلیتا اس لایق نہیں ہوتا، جو حضرات اویسی ہوئے ہیں اُن کو مجاہدہ اور ریاضت اور اُن کے مراتب کو خیال کرلینا چاہیئے، فرمایا کہ جب سالک مقام جبروت و فنا فی الرسول حاصل کرے اس وقت پر جائز ہے کہ اُس کو خلافت عطا کرے اور اگر نہ دینا منظور ہو تو اس وجہ سے کہ ایسا نہ ہو یہ اسی جگہ رہ جائے معاملات شیخی میں رہ جائے تو پیر کو اختیار ہے دے یا نہ دے، اور جب طالب شہود ذات پر پہنچے شیخ پر واجب بلکہ فرض ہو کہ خلافت عطا کرے، بعض حضرات و اہلِ ملکوتی کو خلافت دیتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے، بعض کے نزدیک جب مُرید خطرات رحمانی اور شیطانی سے آگاہ ہونے لگتا ہے لایق خلافت ہو جاتا ہے، مگر ہمارے پیروں کے نزدیک جب تک شہود ذات پر نہیں پہنچتا لایق خلافت نہیں ہوتا اور خلافت جو دیتے ہیں وہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک مستقل کہ وہ اصالتاً خلق اللہ کو ہدایت کرے اور سلسلہ اپنے نام کا دے، دوئم بطریق نیابت یا سفارت کہ شیخ مُرید کو فرما دے کہ تو میری جانب سے مُرید کر، پس جو مُرید ہوگا وہ شیخ کا ہوگا اور سلسلہ بھی شیخ کے نام تک ہوگا یہ بالکل بغیر ہے اور بعض نے خلافت کبریٰ اور خلافت صغریٰ فرمایا ہے، کبریٰ وہ ہے کہ پیر کو متواتر الہام برائے عطائے خلافت خاص ایک کے لئے ہو یہ خلافت کبریٰ ہے کہ شیخ خرقہ دینے میں حق کی طرف سے مامور ہے اور خلافت صغریٰ وہ ہے کہ شیخ سالک کو لایق دیکھ کر یعنی سمجھ لے کہ اس کو شہود ذات بہم پہنچا اُس وقت اُس کو خرقہ خلافت اور اجازت نامہ دیکر برائے ہدایت جس جگہ مناسب جانے مقرر فرمائے۔ ۱۲۵۷ھ میں حضرت چراغ دہلی میں تشریف لے گئے وہاں تپ عارض حال ہوئی، خدام درگاہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے فرمایا کہ میرا وقت قریب ہے ایک سر دادے کی جگہ آستانہ میں چاہیئے، چونکہ اقبال اس خاندان کا جا چکا تھا ہوا بگڑ گئی تھی انہوں نے کہا کہ اندر جگہ نہیں ہے باہر موجود ہے، آپ نے فرمایا کہ خصوصیت اندر کی تھی باہر کی کچھ ضرورت نہیں یہاں نہ مریں گے اور کہیں جا مریں گے، اُسی وقت ایسے ہوگئے کہ گویا بیمار ہی نہ تھے، وہاں سے فرید آباد میں آکر ٹھیرے، بعد کئی روز کے منجھلے صاحبزادہ سے فرمایا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ، میں جہاں تم ہوگے تمہارے ساتھ رہوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بارہ برس تک اُن کو ہر وقت ہمراہ معلوم ہوئے، اور وہیں فرید آباد میں انتقال کیا، اور اہلی والے تکیہ میں دفن ہوئے۔ کاتب و دیگر غلامانِ حضرت نے

مزار شریف کا حال دریافت کیا، مگر وہ جگہ سب کے دل سے محو ہوگئی۔ سبحان اللہ تمام عمر میں حضرت سے کبھی کوئی امر خلافِ شرع شریف وقوع میں نہیں آیا، پروردگارِ عالم نے آپ کے مزار کو پرستش سے بچانے کو سب کے دل سے اس کا نشان محو فرما دیا، دوسرا امر یہ ہے کہ آپ کو ترک تجرید زیادہ نہ تھا بعد انتقال کے بھی وہی صورت پیش آئی۔

خلیفہ آپ کے مرزا بہادر صاحب شہید تھے، ان حضرت نے میاں قادر شاہ قادری سے بھی تربیت پائی تھی اور صاحب اجازت تھے۔ اول طریقہ زہد اور ذکر پاس انفاس اس عاجز کو حضرت نے تعلیم فرمایا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ چلو کل جو شیرنی پکڑی آئی ہے اُس کو دیکھیں، میں حضرت کے ہمراہ ہولیا جب پنجرہ شیرنی کے قریب پہنچے نگہبانوں نے قریب جانے سے منع کیا، آپ نے فرمایا کہ ہم سے یہ کچھ نہ کہیگی، بینے دیکھا وہ حضرت سے آنکھ نہ ملاتی تھی، یہاں تک کہ آپ نے غصّہ سے اس کے کئی ہود کے مارے مگر وہ کچھ نہ بولی اور دوسرا جو کوئی ذرا پاس ہوتا اُس پر بھبکتی غراتی۔

غدر میں جب شہر خالی ہوا آپ کے لواحقین نے ہر چند چاہا کہ آپ بھی شہر سے نکلیں، آپ نے فرمایا کہ مرزا روشن کے طفیل مقامات حاصل ہوگئے، شہادت باقی تھی سو وہ خود میرے پاس آگئی ہے اور ہر وقت شہدا مجھ کو اپنی طرف بُلاتے ہیں، چنانچہ حضرت سید الشہدا فرماتے ہیں کہ بہادر جلد آ، میں اب یہاں سے نہ جاؤں گا آخر شہید ہوئے۔

نقل ہے کہ آپ کے صاحبزادہ مرزا حمید الدین عرف مرزا بلاقی صاحب نے پندرہ سیپارہ اول کے حفظ فرمائے تھے، پندرہ آخر کے باقی تھے، اور ماہ رمضان المبارک قریب تھا، آپ نے ہر چند حافظوں سے کہا کہ ایسی ترکیب کرو کہ میرا پسر اب کے قرآن سُنائے جو کوئی یہ کام کرے گا وہ جو مانگیگا وہ میں دوں گا، کسی سے یہ نہ ہو سکا۔ ایک روز حافظ کالے کہ حضرت کے مُرید اور یار ہمدم مرزا روشن کے تھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب بارہ تیرہ روز رمضان کے رہ گئے دُعا کرو کہ بلاقی قرآن سُنائے، اُنھوں نے عرض کیا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں حضرت بھی دُعا کریں یہ سُن کر حضرت مرزا روشن قدس اللہ سرّہٗ نے صاحبزادہ کو بُلایا کہ قرآن لے کر آؤ، جب وہ آئے کہا قرآن کھولو اور اپنا سبق نکالو اور فرمایا کہ میاں کچھ دکھائی بھی دیتا ہے، اُنھوں نے عرض کیا کہ ابا جان نور کے حرف معلوم ہوتے ہیں، چنانچہ صاحبزادہ موصوف نے قرآن سُنایا

اور آج تک حضرت صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حیات ہیں، آخر کے پندرہ سیپاروں میں تشابہ تک نہیں لگتا۔

ذکر حضرت مولانا ظہیر الدین کیرانوی قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ میر عوض علی کے تھے اور وہ خلیفہ مولوی بدیع الدین کے، وہ خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین فخرِ جہاں دہلوی کے، بڑے صاحب نسبت اور عالم باعمل تھے۔ روضۂ عالیہ حضرت سلطان المشائخ کے عاشق تھے، کبھی روضۂ عالیہ کی طرف پشت نہیں کرتے تھے، نفلیں بہت پڑھتے تھے، جو آمدنی موروثی سے آتا وہ راہِ مولا میں صرف فرماتے ہر روز بعد نماز مغرب خواجگان چشت کا ختم ہوتا نمازیوں کو وہ تقسیم فرماتے، خود فقر اور فاقے سے بسر فرماتے، جو مسافر وارد مسجد ہوتا اُس کو کھانا دیتے، جس مسجد میں حضرت مشغول رہا کرتے تھے اُس کے صحن میں جامن کا درخت تھا۔ ایک روز ترشح ہو رہی تھی جامن خوب پک رہی تھی، حضرت اس کے نیچے ادائے نوافل میں تھے کہ ایک رئیس کے لڑکے نے جامن جھاڑنے کو پتھر مارا وہ سر مبارک میں لگا کہ جس کے صدمے سے سر پھٹ گیا، خون جاری ہو گیا، آپ نے اُس جامن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اگر یہی جامنیں رہیں تو ظہیر الدین کا سر کیوں بچیگا، اُس روز سے تاحیات حضرت کی اُس میں پھل نہیں آیا، بعد انتقال کے وہ اپنے موسم پر باروَر ہوئی، میری عمر دس برس کی تھی، مینے بھی آپکے ہمراہ کھانا کھایا ہے؛ اُسی روز سے کچھ عشق پیدا ہو گیا، اور مولانا فخر الدین زرادی کے رسالہ اصول السماع کا فارسی میں ترجمہ فرمایا کہ طبع بھی ہو گیا ہے۔ ایک روز ایک صاحب نے دریافت کیا کہ مولانا شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کھانا عمدہ ظرف اچھے مگر جب وہ کھایا گیا تو لذت نہ آئی، معلوم ہوا کہ اس میں نمک کم ہے، بس جب تک نمک طریقت نہیں ملتا لطف نہیں آتا۔ وفات آپکی سنہ ۱۲۸۰ھ میں ہوئی، مزار شریف قصبہ منبت میں ہے۔

ذکر مرزا دلیر شاہ قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ مرزا روشن بخت کے تھے، سوائے قرآن شریف کے اور کچھ پڑھا نہ تھا، پہلے مولوی محمد حیات صاحب کے مُرید ہوئے، آخر حسب اجازت اُن کی مرزا روشن سے بیعت کر کے کار تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی یہ کیفیت تھی کہ حافظ شیرازی کی غزل پر غزل فرماتے، جس قسم کا مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا، اُس کو احسن طور سے حل فرماتے تھے، چندے رامپور میں تشریف فرما ہے۔ نواب رامپور نے ہر چند ملنا چاہا

آپ نے قبول نہیں کیا، تیسرے خلیفہ حضرت حافظ کالے دہلوی، چوتھے مولوی فتح محمد پنجابی، پانچویں شاہ محمد حسین، چھٹے مرزا دولت شاہ، ساتویں سید واجد علی کہ عاشق پیر اور صاحب اکسیر تھے اور تاحیات اُن کو پیر سے حضوری رہی۔

ذکر قدوۃ العلماء زبدۃ الاتقیا مہاجر فی سبیل اللہ مولوی رحمت اللہ آفندی ہندی قدس سرہ

اگرچہ اوصاف اس برگزیدہ آفاق خارج احاطہ تحریر و تقریر سے ہیں، لیکن مضمون مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کچھ تحریر کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ مولد و منشاء اس برگزیدۂ اصفیا کا قصبہ کیرانہ محلہ دربار کلاں ضلع مظفر نگر کا ہے اور یہ قصبہ قدیم سے مردم خیز ہے، اور اولاد حضرت امیر المومنین جامع قرآن عثمان بن عفان خلیفہ ثالث رسول حبیب الرحمان سے ہیں جیساکہ نسب نامہ حضرت ذی النون موجود ہے۔ بہر صورت جد اعلیٰ ان کا شیخ عبدالرحمٰن گارزونی تھا کہ ہمراہ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان میں آکے قصبہ پانی پت میں وفات پاکے زیر قلعہ مدفون ہوئے، اُس روز سے اولاد اُن کی جو ہمراہ تھی سکونت پذیر پانی پت ہوئی اور اُن کی اولاد سے بعد چند پشت کے حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی قدس سرہ کہ ذکر کرامات اُن کا اور خلفا اُن کے کا کتاب روضۃ الاقطاب اور خزینۃ الاصفیا وغیرہ میں مندرج ہے، بعد اُس کے اولاد خلف کلاں حضرت جلال الدین سے حکیم عبدالکریم عرف شیخ ہنا کہ کتاب خلاصہ تنائی ان کی تالیف سے ہے مقرب درگاہ جلال الدین اکبر بادشاہ مخاطب بخطاب شیخ الزماں، مقبرہ اُن کا مقبرہ حضرت بو علی قلندر جانب شمال مائل بشرق پانی پت میں نالاں موجود ہے اور فرزند کلاں مخاطب بخطاب مقرب خاں عہد نورالدین جہانگیر بادشاہ میں صوبہ سورت بمبئی کے ہوئے اور اُنہوں نے اپنی حکمت عملی سے سات جہاز غرقی سالہا سال کے برآمد کئے، منجملہ اور چیزوں کے ستون کسوٹی بھی اُنہیں میں تھے اور بادشاہ جہانگیر کو برآمد جہازاں سے اطلاع دی۔ بادشاہ نے کل اسباب اُنہیں کو عطا کیا بعد اس کے آب و ہوا کیرانہ کی پسند کرکے مکان سکونت اور دو آب پختہ اندرون وسط تالاب کے ایک بنگلہ بالائے چبوترہ بنوا کر ستون کسوٹی برپا کئے اور ایک گڑھی بنوائی اور پانچ باغ تخم اُن کا

دکھن سے منگا کے لگائے اور سال سولہویں جلوس میں بادشاہ جہانگیر کیرانہ میں آئے، جیسا کہ عبارت جہانگیری سے ظاہر ہے، وہ یہ ہے کہ جو عرصہ کثیر سے زبدہ مخلصان با اخلاص و عمدہ محبان با اختصاص یار وفادار مقرب خاں ملتجی تھا کہ کلبہ احزان کو قدوم میمنت لزوم سے رشک فرمائے، فردوس بریں کے چونکہ حضور کے تئیں خاطر اس کی بغایت منظور تھی اس واسطے عنان عزیمت اُس طرف منعطف فرمائی' اُس خیر خواہ قدیمی نے اسباب جواہر قیمتی تین لاکھ روپیہ کا اور باغ اور دو تالاب مع بنگلہ نذر حضور کیا' لینا تالاب اور بنگلہ کا اقتضار فتوت شاہنشاہی سے بعید سمجھ کر اسباب جواہر اور پانچ باغ قبول فرمائے، جیسا کہ باغہار مذکورہ تا عہد بہادر شاہ قبضہ اہالیان شاہی میں رہے' لیکن ۱۲۷۴ھ سے بعرض ضبطی سرکار انگریزی نیلام ہوگئے' خریداران نیلام کے قبضہ میں ہے۔ اگرچہ ہر دو تالاب وچبوترہ وگڑہی موجود ہیں مگر حویلی کا دروازہ قائم نہیں جیسا کہ وہ محلہ بنام نواب دروازہ مشہور ہے اور خطوط اسی پتہ سے آتے جاتے ہیں۔ روایت معتبر ہے کہ ایک روز دربار جہانگیر بادشاہ میں کسی شخص نے ذکر کیا کہ مقرب خاں کے ہاں ایک ایسی شئے ہے کہ حضور کے ہاں نہیں ہے' پوچھا' وہ کیا چیز ہے' عرض کیا کہ ستون کسوٹی کے' حکم ہوا کہ لکھ بھیجو حضور میں بھیجدے' آپ کے وکیل نے اُسی وقت اطلاع دی۔ مقرب خاں نے ستون مذکورہ بنگلہ مسطورہ سے اُکھڑوا کر شبا شب پانی پت خانقاہ میں بھیجدیئے' تیسرے روز فرمان بادشاہ بمضمون مذکورۃ الصدر آیا' اُنہوں نے عرضی لکھی کہ پہلے ورود فرمان والاشان سے نذر خانقاہ کر چکا' اگر حکم ہووے وہاں سے اُکھڑوا کر ارسال حضور کروں۔ حکم آیا کہ کچھ ضرورت نہیں' جو کہ جلدی میں نصب کر دئے تھے' اس واسطے رزق اللہ خاں خلف مقرب خاں نے دوبارہ مرتب کرایا جیسا کہ اس کے کتبہ سے تاحال موجود ہے' ہویدا ہے اور وہ ابیات یہ ہیں۔

ابیات

منظہر نور جمال است و جلال　　۰٫ ہمچو عیسیٰ مردہ را بخشد رواں
بو علی چوں بو علی سیناش کرد　　۰٫ زاں سبب کیست آں ارسطو زماں
ثانیا فرمودہ ایوان چو خلد　　۰٫ ہر ستون سنگ محک زیر آں
از خرد جستم غبار سال او　　۰٫ چوں طلائی کیمیا کردم عیاں

سال و تاریخ انبالیش در حساب

شد بو الاجاد رزق اللہ خاں

اور مسجد سنگ سرخ اندرون خانقاہ تعمیر ساختہ رزق اللہ خاں ہے اور کہتے ہیں کہ ایک تاجر انگوٹھی

دربار جہانگیری میں لایا کہ یہ ہیرے کی بے جوڑ ہے، بادشاہ نے سب امیران حاضرین دربار کو دکھائی کسی کی شناخت میں نہ آئی، مقرب خاں نے دیکھ کر عرض کیا کہ پانی میں ڈالی جاوے، اس وقت رنگ آریدہ کا متغیر ہوگیا ثابت ہوا کہ وہ مصری سفید سے تراشی ہوئی تھی، اگرچہ قصہ اور بھی مشہور ہے کہ تحریر کرنا اس کا فوت مطلب کا باعث ہوتا ہے اور مقبرہ مقرب خاں اندرون خانقاہ مشہور و قایم ہے، اب مطلب اصلی پر آتا ہوں برادر دوم یعنی پسر نامی شیخ سادیوان عبدالرحیم نے کہ مکان اُن کا محلہ نواب دروازہ تا حال مشہور و قایم ہے اور کرایہ مع محال پچاس برس طرف شاہجہاں بادشاہ سے اُن کی جاگیر میں رہا اور دیوان خانہ ان کا کہ نامزد عدل گڈھ تھا اور عوام اس کو بادل گڈھ کہتے ہیں مکان سکونت اور عدل گڈھ میں حیات اپنی میں شیخ حسینی اور شیخ اللہ دیا کو دیکر مکان دوسرا بنا فرمایا اور نام اُس کا دربار معزز پایا مع شیخ فضل پسر سویمی اپنے کے سکونت اختیار کی اور شیخ فضل مصاحبان درگاہ شاہجہاں بادشاہ سے رہے اور سجع مہر یہ تھا ع فضل شد بدل و جان غلام شاہجہاں :: بعد اس کے فیما بین شیخ قطب الدین اور شیخ بدرالدین ہر دو برادران حقیقی کے تقسیم مکانات ظہور میں آئے بنام دربار کلاں مکان شیخ قطب الدین و دربار خورد مکان شیخ بدرالدین مشہور ہوا، جیسا کہ تا ہذالیوم دربار کلاں اور دربار خورد مشہور ہیں، بعد اس کے فرزند سویمی شیخ قطب الدین کہ موسوم بہ عبدالرحیم تھے، اُن کے پسر حبیب اللہ اور اُن کے والد نجیب اللہ اور پسر سویمی نجیب اللہ مولوی جلیل الرحمٰن علیہ الرحمۃ والغفران کہ دیانت اور صلاحیت میں مشہور ہیں لاقران والامثال تھے، بعد اس کے بمضمون حدیث شریف السعید من سعد فی بطن امہ ۱۲۳۳ھ ماہ جمادی الاول میں مولوی رحمت اللہ پیدا ہوئے اور والدہ شریفہ مولوی ممدوح بیان کیا کرتی تھیں کہ بیٹے حمل میں بکثرت دیکھا ہے کہ بیان اُن کا خالی دراز نفسی سے نہیں، لیکن ایک خواب بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ بیٹے دیکھا کہ وزیرالنساء یعنی ہمشیرہ خورد مولوی صاحب یہ کہتی ہیں کہ بڈولی والی تیرے نام پر کیا چاند روشن نہیں ہوا ہے کہ روشنی اُس کی تمام جہان کو محیط ہے، ابتدائے طفلی میں آثار صلاحیت عیاں تھی اور عمر دس بارہ برس میں کتب درسیہ مروجہ فارسی سے فراغت پائی اور تحریر خطوط فارسی اچھا کرتے تھے انہیں ایام میں بفہمایش شیخ فریدالدین ساکن قصبہ بڈولی ضلع مظفر نگر خالو حقیقی اپنے کے ہمراہ مولوی علی احمد ساکن قصبہ مذکور کہ قرابت قریبہ رکھتے تھے واسطے تحصیل علوم روانہ شاہجہان آباد ہوکے مدرسہ مولوی محمد حیات قیام پذیر ہوکے مصروف بہ تحصیل علوم ہوئے اور چونکہ طبع سلیم اور ذہن

خداداد مستقیم تھا، ایّام طالب علمی قصبے میں سبق رہے، بعد اس کے سنہ ایک ہزار دو صد و پنجاہ ہجری میں والد ان کے کہ بعہدہ منشی گری راجہ ہندو راؤ بہادر مرہٹہ کے عرصہ چند سال سے ملازم تھے، ہمراہ آقائے نامدار اپنے کے فایز شاہجہان آباد ہوئے، ہمراہ ملازمین لشکر ظفر پیکر سرکار کے مقام تردلین گنج بیرون لاہوری دروازہ جانب غرب متصل پہاڑی دہیرج قیام پذیر ہوئے، مولوی صاحب بھی بخدمت والد ماجد رہنے لگے اور تنخواہ بھی اُن کی بصیغہ تاریخ سنانے وقت شب کے اپنی سرکار سے مقرر ہوگئی، اس وقت میں ہر روز تردلین گنج سے واسطے سبق کے آمد و رفت مدرسہ مسبوق الذکر میں رکھتے تھے، اور شب کو حسب الطلب سرکار کے مضمون کتاب اکبرنامہ تالیف شیخ ابوالفضل کا گوش گذار سرکار کرتے تھے اور کار تحریر خطوط والد اپنے کا بخوبی انجام دیتے رہے، بعد اس کے سنہ یک ہزار دو صد و پنجاہ و سہ ہجری برطرفی والد ان کے کی اُس سرکار سے ظہور میں آئی۔ والد ان کے وطن میں خانہ نشین ہوئے، اور یہ بجائے والد کے کار تحریر خطوط کا دیتے رہے، بعد چند ماہ کے موقوفی ان کی بھی ظہور میں آئی، پھر فارغ البال ہوکے مدرسہ مسطور میں مصروف بہ درس تدریس ہوئے پھر جو سبق موافق خواہش اپنی کے نہ پایا ہمراہ چند طلبار پاپیادہ روانہ لکھنؤ ہوئے، وہاں کے مفتی محمد سعد اللہ سے مسلم الثبوت اور میر زاہد امور عامہ پڑھا اور لکھنؤ میں مرجع طلاب رہے پھر سنہ یک ہزار و دو صد و پنجاہ و شش ہجری میں وارد وطن ہوئے اور دختر اوسط خال حقیقی کہ مدت سے منسوب بنام ان کے تھی شادی کی بعد سنہ یک ہزار دو صد و پنجاہ و ہفت ہجری راجہ ہندو راؤ نے ان کو مع والد طلب کرکے والد کو اِن کے ہمراہ غلام غوث خان مختار کار اپنے کے بہ تنخواہ قدیمی ملازم کرکے واسطے بندوبست املاک اپنی کے روانہ کاکل چکلی ضلع دھار واڑ کیا، اور اُن کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ بجانب کوہ بجہت شکار ہوا۔

بعد اس کے وقت فایزگی شاہجہان آباد بمقام تردلین گنج ہنگامہ تعلیم طلبار گرم اور کار تحریر خطوط سرکار کرتے رہے، پھر سنہ یک ہزار دو صد شصت ہجری میں لڑکے ان کے نے جو کم از یک سالہ تھا انتقال کیا، اور زوجہ ان کی نے بمرض حمی دق مبتلا ہوکے سنہ یک ہزار دو صد و شصت و یک ہجری میں انتقال کیا، پھر نسبت ان کی اگرچہ اقربا میں ہوگئی تھی چند سال نکاح نہ کیا بلکہ اپنی طرف سے انکار کیا، بعد اس کے سنہ یک ہزار و دو صد و شصت و دو ہجری میں انتقال والد

ان کے کا بمقام کاکل ظہور میں آیا، بعد اس کے تعلق ملازمی ترک کر کے اپنے چھوٹے بھائی منشی محمد خلیل کو سرکار ہندوراؤ میں مقرر کرا کر کوئی دن مدرسہ مولوی محمد حیات میں پڑھا۔ بعد اُس کے مسجد اکبر آبادی میں کہ جانب جنوب مشہور تھی قیام پذیر ہو کے بتدریس طلبار مصروف ہوئے، بعد اُس کے سنہ ۱۲۶۶ ہجری میں کہ انہیں ایام میں مولوی محمد حیات نے انتقال کیا تھا وارد وطن مالوفہ ہو کر ہنگامہ وعظ و تلقین و تدریس طلبار میں مصروف ہوئے، اور آبادی مسجد محلہ بخوبی ظہور میں آئی، اور جو کہ تحریر کتاب ازالہ اوہام بفرمائش شاہ عبدالغنی ساکن خانقاہ غلام علی شاہ فارسی میں لکھی تھی، اب تک بعض اس کی ظہور میں نہ آتی تھی کہ آپ بعارضہ تپ لرزہ بیمار ہوئے، باوجود مصلحت و مسہلات الزالہ بخار ظہور میں نہ آیا، اور اکثر طبیبوں کی رائے میں حمی دق تجویز ہوگئی، لیکن برادر اوسط اُن کا کہ معالج تھا برخلاف اور طبیبوں کے تھا۔ غرضکہ بیماری مولوی صاحب سے تمام خاندان بے سروسامان تھا، جیسا کہ عم کلاں اور ہر دو عم خورد اور دیگر اعزار نے اُن کی والدہ کے پاس آکر بیان کیا کہ جو ہمارے دودمان میں ذات مولوی صاحب کو فخر خاندان پیدا کیا ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ طبیب اور ہی آپ کے علاج کے واسطے لاویں، اور کوشش درباب استعلا بہم پہنچاویں، والدہ مخدومہ ان کی نے کہ ازیکہ صالحہ اور متدین تھیں کہا کہ تدبیر وابستہ تقدیر ہے کہ میں رائے خلف اوسط اپنے کے بہ نسبت اور طبیبوں کے واثق سمجھتی ہوں، غرضکہ شدت بیماری سے زوال طاقت ایسا ہوا کہ بیٹھنے سے معذور ہوئے اور لیٹے ہوئے چارپائی پر نماز ادا کرتے تھے۔ ایک روز یہ کہا دیکھو میں نماز ظہر پڑھتا ہوں کوئی آگے کو نہ نکلے، بعد تھوڑی دیر کے گریاں ہو کر ہوش میں آئے، بھائی اوسط اُن کے نے جانا کہ اوپر مایوسی حیات اپنی کے گریاں ہیں، یہ کہا بھائی قسم بخدا میرے نزدیک قواعد طب سے کوئی علامات ردیہ نہیں، انشاء اللہ صحت ہو جائے گی، فرمایا کہ میں اس لئے نہیں روتا ہوں اور مجھ کو بھی صحت اور بقار حیات اپنی کی اُمید ہے، مگر اس واسطے کہ میں نے اس وقت خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا رئیس المجاہدین یا رئیس المعالمین اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا فتی الزجی عک رسول اللہ قال کذا و کذا یعنی اے جوان خوشخبری ہو جو بیچ حق تیرے کے رسول نے کہا ایسا اگرچہ تالیف ازالۃ الاوہام جہاد مرض ہوا ہے یقین ہے کہ جہاد ثانی یہی ہوگا، بعد اس کے حالت اصلی صحت پر آ کے ازالۃ الاوہام کہ منتشر ہوا تھا بعرصہ سات ماہ کے صاف کیا، بعد اس کے بتقریب

بعض اتفاق تشریف بری شاہجہان آباد ہوا، اور صورت چھپنے کتاب مذکور میں حاشیہ پر استفسار مولوی آل حسن مصنف ظہور میں آیا اور انہیں ایام میں ڈاکٹر وزیر خاں ساکن محلہ کاغذیان سے ملاقات ہوئی، اور ڈاکٹر مذکور مستدعی تشریف بری اکبرآباد کا ہوا، وہاں پہنچکر بسرائے جہلی بہت مقیم ہوئے جوکہ ان دنوں میں محکمہ صدر اکبرآباد میں تھا اور وکلار صدور میں رہتے تھے اور پادری فنڈر صاحب بھی وہیں مقیم تھے اور ہر کسی سے بروقت ملاقات یہ کہتے تھے کہ کوئی ہماری میزان حق کا جواب لکھے اور طعن ہماری کا جو محمدیوں پر ہے جواب دے جوکہ اکثر اس امر پر سکوت کرکے جواب نہیں دیتے تھے، یہ سبب بھی باعث خود پسندی پادری صاحب موصوف کا ہوتا تھا، اس وقت میں اکثر وکلار و روسار اکبرآباد ملتجی اس بات کے ہوئے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مقابلہ پادری صاحب سے ہو، ہر چند مولوی صاحب نے عذر غریب الوطنی کا کیا لیکن پذیرا نہ ہوا۔ آخرالامر وکلائے مذکور الصدر رسالہ جنبان مباحثہ فیما بین ہوئے، پادری صاحب نے اس امر کو فور عظیم سمجھ کر زیادہ تر مُصر ہوئے، جیساکہ رسالہ مباحثہ کا کہ خطوط فیما بین مولوی صاحب و پادری صاحب کے قریب دس گیارہ جزو کے فخر المطابع میں شائع ہوا تھا، اور اُس کے اشتہار میں تاریخ یوم تقرر مباحثہ کا دیا گیا تھا، اگرچہ اُس زمانہ میں ریل نہ تھی مگر پھر اکثر سامعین سواری گھوڑا گاڑی پر آکر داخل مجمع مباحثہ ہوئے، اور چودہ مسئلوں میں مباحثہ تقرر پایا تھا اور شرط یہ تھی کہ جب تک ایک مسئلہ طے نہ ہوجائے گفتگو دوسرے مسئلہ میں نہ کی جائے۔ غرضکہ روز اول پادری صاحب گفتگو زیر سے پیش رہے اور دوسرے روز مغلوب رہے، اور تیسرے روز نہایت عاجز ہوئے اور یہ امر باعث بدنامی پادری صاحب کا ہوا، بعد اس کے اگر بعادت قدیم بازار میں کھڑے ہوتے تو ہر ایک دوست سے کہتے تھے کہ تیری زبان کہاں گئی تھی جو بولا نہ گیا، بعد اس کے ۱۲۷۳ھ ہجری میں سولہویں رمضان کو وقوعہ غدر واقع ہوا، اور مولوی صاحب اس حادثہ ناگہانی میں اشتہاری ہوگئے، عازم مکہ معظمہ ہوئے اور جو کچھ جائداد موروثی جو وطن میں تھی ضبط ہوکر نیلام ہوگئی، بعد اس کے ۱۲۸۳ھ میں پادری فنڈر صاحب واسطے حصول ملاقات استنبول روانہ ہوئے اور وہاں پہنچکر ایک امیر سلطان سے مل کر مستدعی جواب کے ہوئے، اس امیر نے علمار سے مشورہ کیا، جوکہ محمود خاں رئیس نجیب آباد کہ ایام غدر سے داخل زمرہ مصاحبان امیر موصوف تھا مظہر ہوا کہ ہندوستان میں ایک فاضل جلیل الشان کی گفتگو مذہبی پادری البلند مکان سے ہوئی تھی، اور اُس فاضل نے

کتاب در جواب اعتراضات اس پادری کے لکھی ہے، اور وہ کتاب چھپ گئی ہے۔ جو کہ قافلہ حجاج ہند ہر سال آتا ہے دستیاب ہونا ممکن ہے، جیسا کہ یہی مضمون بنام شریف مکہ آیا، اتفاقاً خلف شریف مولوی صاحب سے پڑھتا تھا، جواب میں لکھا گیا کہ وہ کتاب اور اُس کا مصنف یہاں موجود ہے، بعد اُس کے موافق حکم شریف نے سامان زاد راہ کر کے مولوی صاحب کو روانہ استنبول کیا اور اُنہوں نے وہاں پہنچکر جواب اعتراضات بحضور علماء پڑھا، پسند خاطر ہوا، بعد اس کے پادری سایل کو طلب کیا، بوقت آنے کے فیما بین ظہور میں آئی۔ پادری صاحب سوائے اس بات کے کہ میرے جواب سوالات اپنے کا کچھ پایا زبان پر نہ لائے بعد اس کے واپس ہوئے اور اثنائے راہ میں فوت ہوئے، اور بسبب درخواست اس کتاب کا ترجمہ فارسی سے عربی اور ترکی میں لکھا اور کتاب عربی موسوم بمظاہر حق کیا، ہر دو نسخہ چھاپہ خانہ بکرات قالب طبع میں آئے، آپ عرصہ تین سال تک استنبول میں قیام پذیر ہو کر مکہ میں آئے اور بمدد صولت النساء بیگم رئیسہ بنگالہ بنا مدرسہ کی محلہ جندریسہ میں ڈالی چنانچہ مدرسہ صولتیہ مشہور ہے اور کوشش بیگم مذکور اور روساء ہند سے آبادی مدرسہ مذکور کی بخوبی ظہور میں آئی اور جو کہ ترجمہ ترکی چھپکر داخل کتب خانہ شاہی میں ہوا تھا، ایک روز اتفاق سے ملاحظہ سلطان میں گذرا، اور استفسار حال مصنف ہوا، جانب حضرت سلطان سے طلب مولوی صاحب ظہور میں آئی، مولوی صاحب مع حضرت مولوی نور فایز استنبول ہوئے بوقت پہنچنے بندر کے سلطان کی طرف سے چند امیر مع توپ خلعت کے آئے اور بروقت پہنچنے کے مراتب تعظیم ظہور میں آئے اور بزبان ترکی فرمایا کہ ہم تمہاری کتاب اور ذکر خیر سن کر مشتاق ملاقات ہوئے اور بعد چند روز کے ارشاد ہوا کہ تاتقرری خدمت پانسو روپیہ ماہواری تم کو ملا کریں گے، یہاں قیام پذیر رہیں، اُنہوں نے التماس کیا کہ میں حالت پیری میں مسکن و مدفن مکہ چاہتا ہوں چنانچہ تین سو روپیہ ماہواری مقرر ہو گئے، مبلغان مذکور باسم مدرسہ لوحقین اپنے کے دفتر شاہی میں لکھوا دیئے اور بروقت رخصت عرض کیا کہ بشرط مرضی برادر یا داماد اپنے کو گر بیان امن میں روانہ خدمت خدام والا مقام کروں گا اور رخصت ہو کر روانہ مکہ ہوئے، اور عند الذکر سامعین سے کہا کہ ایفاء وعدہ ضرور ہے بعد تحریر و استرضا برادر خورد اپنے یعنی قاری بدر الاسلام برادر زادہ اپنے کو روانہ استنبول کیا وہ وہاں جا کر بمشاہرہ پانسو قرص کہ جس کے ایک سو پچیس روپیہ کے قریب یہاں کے رائج الوقت ہوتے ہیں

ماہواری ملازم ہوگیا، اور خدمت داروغگی کتب خانہ شاہی کی بنام اس کے تقرر پائی، اور بعد انتقال مولوی صاحب کے پھر تقرری خدمت انتظام مدرسہ صولتیہ کی بنام قاری بدرالاسلام ہوئی، چنانچہ تا حال مقیم مکہ معظمہ منتظم مدرسہ مذکور بہ تنخواہ بدستور مامور ہے، اور مولوی صاحب نے ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ بعمر ۷۵ سال انتقال فرمایا، اور مکہ میں مدفون ہوئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اشتہار

قرآن مجید صنعتی الف

جس کی ہر سطر شروع کلام مجید سے آخر تک الف سے شروع ہوئی ہے اور حاشیہ پر تفسیر اتقان اُردو میں ہے اگر کسی سطر کے الف پر سوئی سے نشان لگایا جائے تو آخر تک وہ نشان الف پر ہی لگیگا۔ غرضکہ وہ مصحف بے بہا ہے جو شاہی کتب خانوں میں ہزاروں روپیہ کی لاگت کے باوجود نظر نہیں آتا۔ طول ہر صفحہ ۱۳ انچہ، عرض ۱۰ انچہ، ۱۲ سطریں ہیں۔ ھدیہ بلا جلد ۔۔۔ مجلد ۔۔۔ علاوہ محصولڈاک۔

نقشہ گلزارِ چشتیہ

یہ نادر مرقعہ بھی ایک عجیب و غریب قابل زیارت تحفہ ہے، جس میں اکتالیس اولیائے کرام چشتیہ کی شبیہ مبارک معہ نام و تاریخ ولادت و سنہ وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر مولانا فخر الدین صاحب چشتی قدس سرہٗ تک قابل زیارت درج کی گئی ہیں۔ یہ مُرقعہ طول میں ۱۲ انچہ اور عرض میں ۱۸ انچہ ہے کاغذ دبیز رنگ سبز ولایتی پر نہایت خوبصورتی سے چھاپا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ عہ

گلبنِ جنّت

اس تاریخ میں ۶۴ اولیائے کرام کی تصویرات مع حالات تاریخی و ولادت و سنہ و مقام ولادت و وفات کے درج ہیں، کتاب کیا ہے ایک گلدستہ ہے۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

تمام فرمائشیں بنام منیجر کتبخانہ میور پریس دہلی آنی چاہئیں

تذکرہ اولیائے ہند

جلد سوم

مؤلفہ

علّامہ باخبر جناب مرزا احمد اختر صاحب

خلف اکبر محمد دارا بخت میران شاہ دہلوی

جس کو

حسب الارشاد منشی بُلاقی داس صاحب مالک مطبع

مرزا صاحب نے تالیف کیا

اور

کتبخانہ میو پریس دہلی محلّہ پیپل مہادیو میں باہتمام منشی کشن دیال مالک کتبخانہ

چھپکر فیض بخش خاص و عام ہوا

مطبوعہ اقبال پرنٹرز دہلی

[illegible] چھپکر شائع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دربیان حضرات خواجگان چشت قادریہ

رحمتہ اللہ علیہم اجمعین

اوّل ذکر غوث الثقلین حضرت محبوب کبریا سید محی الدین سلطانِ عالم اولیائے اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز

کنیّت آپ کی ابومحمد ولقب محی الدین ہے اور غوث الثقلین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ تصرف حضرت کا اوپر جن و انس کے تھا اور اسم شریف سید عبدالقادر خلف سید ابی صالح بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ الجیلی بن سید یحییٰ الزاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ موسیٰ الجون بن سید عبداللہ محض یا محسن بن سید حسن المثنیٰ بن حضرت امیرالمومنین امام حسن بن حضرت امیرالمومنین امام المتقین اسداللہ الغالب علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ اور کنیت ان کی ام الخیر اور لقب امتہ الجبار کہ دختر نیک اختر شیخ عبداللہ صومعی کی نہیں کہ وہ مشائخ کبار جیلان سے اور اولیائے زمانہ مستجاب الدعوات تھے نسب ان تاج المستورات کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے کہ فاطمہ ام الخیر بنت شیخ الاسلام سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال محمد بن سید ابوطاہر بن سید ابوعطا عبداللہ بن سید الجمال عیسیٰ بن سید ابو علاؤ الدین محمد بن سید علی العریضی بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امیرالمومنین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جیلی حضرت کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ولادت حضرت کی جیل میں ہوئی کہ اس کو جیلان اور گیلان اور کیل بھی کہتے ہیں، صاحب تاریخ یافعی تحریر فرماتے ہیں کہ نام اس قصبہ کا جیل تھا وہ جگہ نہایت پُرفزا اور آب وہوا معتدل کہ نیچے کوہ جودی کے واقع ہوا ہے، کوہ جودی

وہ ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کی اُس جگہ ٹھیری تھی، چنانچہ قرآن مجید میں بھی ذکر ہے اور بغداد سے سات روز کا راستہ ہے اور محی الدین لقب ہونیکی یہ وجہ ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ میں بروز جمعہ بغداد سے باہر آیا راستہ میں مقابل ایک بیمار ضعیف اور نحیف کے پہنچا، اُس نے میری طرف متوجہ ہوکر کہا السلام علیک یا عبدالقادر میں نے کہا وعلیکم السلام یا عبداللہ اُس نے کہا میرے پاس آ جب میں نزدیک گیا کہا کہ مجھ کو بٹھا میں نے اُس کو بٹھایا، اُسی وقت وہ حالت اُس کی جاتی رہی رنگ چمکنے لگا اور مجھ سے کہا کہ مجھ کو پہچانتا ہے، میں نے کہا کہ نہیں کہنے لگا کہ تیرے وجود مسعود کی برکت سے بار دیگر زندہ ہوا میں تیرے دادا کا دین ہوں کہ تجھ سے پہلے ضعیف ہوگیا تھا اور تو محی الدین ہے، زمین پر نام محی الدین اور آسمان پر باز اشہب ہے۔

نقل ہے کہ نسبت ارادت و تربیت حضرت کو بلاواسطہ روحانیت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور پیر خرقہ شیخ الاسلام شیخ ابوسعید مبارک مخزمی تھے کہ سلسلہ بالآخر ذکر حضرت میں درج ہوگا صاحب مخزن قادریہ تحریر کرتے ہیں کہ اس سلسلہ کو جو خواجہ جنید سے ملحق ہے سلسلہ امامیہ قادریہ و سلسلۃ الذہب کہتے ہیں اور پیر صحبت حضرت کے شیخ حماد دباس تھے۔

نقل ہے کہ جب حضرت نے صلب پدر سے انتقال کیا تو عمر شریف آپ کی والدہ کی ساٹھ برس کی تھی، یہ بھی کرامت ظاہر ہے کہ ساٹھ برس کی عمر میں کہ وقت ناامیدی حمل کا ہے ولادت بشرف وجود حضرت خارق اور عادت کا ظہور ہوا اور بعد تولد حضرت کے سید ابی عبداللہ برادر خورد پیدا ہوئے کہ عین جوانی میں اُن کا انتقال ہوا، اور آپ کی ہشیر کا نام بی بی نعیبہ تھا، تحفۃ الراغبین میں مذکور ہے کہ والدہ حضرت ایک بار معہ چند اصحاب و کنیزان اپنے باغ میں تفریح طبع فرما رہی تھیں، ایک درخت سیب پھیلا ہوا تھا اس میں سے ایک سیب خوشنما معلوم ہوا اُس کو توڑنا چاہا، چونکہ وہ بلند تھا ہاتھ نہ پہنچا، خدمتگار سے فرمایا کہ چوکی لا، جب چوکی آئی اُس پر چڑھ کر دست دراز کیا کہ اُسی وقت در دجگر اُٹھا بیتاب ہوکر چوکی پر سے گر پڑیں، کنیزوں اور مصاحبوں نے شور کیا کہ اتنے میں ایک مار سیاہ اُوپر سے گرا اُس کو دیکھ کر فرحت ہوئی کہ حکمت الٰہی تھی اگر وہاں ہاتھ جا پہنچتا تو ضرور سانپ کاٹتا، جب حضرت تولد ہوئے اور آغوش مادر میں کھیل رہے تھے کہ آپ کی والدہ نے آپکے مُنھ پر طمانچہ مارا آپنے والدہ سے کہا کہ یا والدہ آج اس کی تلافی ہوئی کہ جو ناخن میں نے تمہارے جگر میں مارا تھا بسبب سانپ کے وہ گستاخی معاف کیجیے، سبحان اللہ مادر رحم میں یہ کرامت تھی جو ظاہر ہوئی۔ صاحب انیس القادریہ

شاہ بہار الحق بن حقائق و معارف آگاہ شاہ رحمت اللہ کرنالی زبانی حضرت کی والدہ کی نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ایک بار فقط گھر میں میں ہی موجود تھی کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا' میں نے اس خیال سے کہ یہ محروم نہ جائے خود برقعہ اوڑھ کر کھانا لیکر دروازہ کے قریب جاکر کہا کہ لے' اس بدبخت نے معلوم کیا کہ گھر خالی ہے وہ اندر چلا آیا' اسی وقت ایک شیر پیدا ہوا اور اُس کے پارچہ کرکر ہوا پر لے گیا دونوں کا نشان نہ رہا' اُس وقت عبدالقادر حمل میں تھے' اس قصّہ کو مینے کسی سے نہ کہا' جب عبدالقادر پیدا ہوا اور مکتب میں آیا جایا کرتا تھا' ایک بار لڑکوں کے ہمراہ کھیل میں لگا رہا بہت دیر بعد آیا مینے براہ چشم نمائی دھمکایا تو مجھ سے کہا کہ اے مادر میرا تیرے پر حق ہے بھول گئی مینے کہا وہ کیا' بیان کیا کہ فلاں تاریخ فلاں وقت کہ میں تیرے شکم میں تھا ایک سال بے ادب نے تیرے صحن مکان میں شیر پیدا ہوا تھا وہ میں ہی تھا' وہ فرماتی ہیں کہ میں اُس روز سے نہایت ادب کرنے لگی تھی۔ صاحب مناقب غوثیہ سے نقل ہے کہ جس روز حضرت تولد ہوئے ایک ہزار طفل پیدا ہوئے لڑکی ایک نہیں ہوئی' تمام وہ لڑکے اولیا ہوئے' سب نے حضرت سے فیض حاصل کیا ولادت باسعادت مقام جیلان اول شب رمضان ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ درحسن جمال ماہ جیلی ؛ ہر دیدہ کہ دید گفت عاشق ؛ تاریخ ولادتش ز عارف ؛ ہر کس کہ شنید گفت عاشق ؛ رمضان میں تمام دن شیر نوش نہ فرماتے تھے۔ جب حضرت تولد ہوئے تو آپ کی والدہ نے معاملہ میں رسول مقبول کو مع اصحاب دیکھا کہ تشریف لائے اور مبارکباد دیکر فرمایا' یا اباصالح اعطاک اللہ ابناً وہو ولدی ومحبوبی ومحبوب اللہ تعالیٰ سبحانہ وسیکون لہ شان فی الاولیاء والاقطاب کشانی بین الانبیاء والرسل۔

روایت ہے کہ اس قدر مجاہدہ توکل اور تجرید فرمائی کہ دوسرے سے ممکن نہیں چونکہ حضرت سر حلقہ اولیا تھے تمام مقامات غوثی و قطبی و قطب لاقطابی سے ترقی کرکے مقام محبوبی پر پہنچے۔ سید محمد گیّ مرکا المعانی میں لکھتے ہیں کہ سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ محبوبیت میں مشہور ہیں۔ مناقب غوثیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم فخر اولاد شب معراج عرش پر تشریف لے گئے' راہ میں روح پاک محبوب سبحانی کو اپنے قدم کے پاس دیکھا اور نہایت شفقت سے اپنا قدم دوش مبارک غوث الثقلین پر رکھ کر فرمایا قدمی علی رقبتک وقدمک علی رقاب اولیاء اُمتی۔

روایت ہے کہ جب حضرت پیدا ہوئے نشان قدم مبارک رسول کا آپکے دوش پر موجود تھا

بعد میں تمام اولیائے اُمت نے اس کو مان لیا۔ شیخ شریف بن خضر حسینی موصلی کہتے ہیں کہ مینے اپنے والد سے سُنا ہے کہ وہ تیرہ ۱۳ برس حضرت کی خدمت میں رہے تھے، کہتے ہیں کہ میں نے مکھی بیٹھتی کبھی جسم مبارک پر نہیں دیکھی، حضرت سید عبدالجبار پسر حضرت سے روایت ہے کہ مینے ایک بار عرض کیا کہ جہاں آپکا بول و براز پڑتا ہے وہاں کی گھاس میں سے خوشبو آتی ہے اور مکھی جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی یہ تمام صفات جسم مبارک رسول مقبول میں تھیں، آپنے فرمایا کہ عبدالقادر فانی اور باقی ہوا ہے، وجود باوجود اپنی صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم باسہ ھذا وجود جدی لا وجود عبدالقادر پھر مینے عرض کیا کہ اسی طرح ابر جو سایہ فگن رہتا تھا، فرمایا کہ بندگان خدا شبہہ میں پڑتے اور مجھ پر گمان نبوت کرتے، اس وجہ سے مینے یہ ترک کیا۔ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ اور ولی انبیاء کے قدم بقدم ہیں میں اپنے جد کے قدم بقدم ہوں، مولانا جامی تاریخ امام عبداللہ یافعی سے نقل کرتے ہیں کہ جو کرامات و خوارق وعادات حضرت سے صادر ہوئے کسی اولیاء سے ایسے نہیں ہوئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے چند ابیات حضرت کی شان میں لکھی ہیں، یہ ہیں **ابیات**

غوث اعظم دلیل راہ یقین ؛ بیقیں رہبر اکابر دین ؛ اوست درجملہ اولیا شہباز ؛ چو پیغمبر در انبیا ممتاز ؛ اولیاء بندہ اش از دل وجان ؛ قدم او بگردن ایشاں ؛ وصف تعریف او زمن نہ نکوست ؛ خود کرامت او معروف اوست ؛

مجمع القضائے سے نقل ہے کہ آپکے پیدا ہونے کی خبر جناب سرور انبیاء نے جناب امام حسین علیہ السلام کو دی تھی کہ تیری اولاد میں فلاں صدی میں غوث اعظم عبدالقادر پیدا ہوگا، حلیہ مبارک حضرت غوث اعظم نحیف البدن نواسی سیلہ میانہ قد گندم گون پیوستہ ابرو کشادہ پیشانی ریش کلاں آواز بلند اور روئے مبارک ایسا چمکتا تھا کہ برائے دیدار جو آتا تھا تاب مشاہدہ جمال نہیں رکھتا تھا، جو ھدیہ آتا وہ حاضرین کو تقسیم فرما دیتے، غریب اور فقراء سے نہایت نرمی در تواضع کے ساتھ پیش آتے، اہل دنیا کی تعظیم کو نہ کھڑے ہوتے اپنے ہمنشینوں کی بہت عزت کرتے مہربانی ایسی تھی کہ ہر شخص اپنے دل میں تصور کرتا تھا کہ میری سی محبت دوسرے سے نہیں اور جو بیمار عاجز آپ کی خدمت میں آتا اُس پر ہاتھ پھیرتے ہی اُس کو شفا ہوتی تھی، کبھی کسی امیر یا خلفاء کے گھر نہیں گئے ایک بار خلیفہ بغداد ابوالمظفر دس توڑہ اشرفیوں کے لیکر آیا آپنے قبول نہ فرمائے، اور آپ صایم الدہر تھے اور قبلہ رُو بیٹھتے تھے، مجاہدہ کی کیفیت یہ رہی کہ برابر چار سال ایک خلوت میں گذارے، اور مہینوں سولہ جنگلوں میں رہے، چالیس ۴۰ برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز گذاری، بغداد شریف میں پندرہ برس

بعد عشا کے تمام شب ایک پیر سے کھڑے ہو کر عبادت کی، یعنی ایک قرآن ختم فرماتے اور لباس فاخرہ پہنتے تھے، حضرت خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں اگر میری آنکھ جھپکتی تو میں آواز سنتا کہ اے عبدالقادر تجھ کو سونے کے واسطے نہیں پیدا کیا۔

نقل ہے کہ آپ کی عمر سولہ برس کی تھی کہ بغداد میں آکر بقرارت قرآن حفظ کیا، بعدہ چند روز میں تمام علوم حاصل کر کے علمائے وقت سے ممتاز ہوئے، یعنی سات برس میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے آٹھ برس تجرید میں رہ کر بعدہ دعوت الی الحق میں مشغول ہوئے اور ساڑھے چھ سو طلبار کو روز سبق پڑھاتے تھے، جس طالب علم کے پاس کتاب نہ ہوتی اپنی قلم سے لکھ کر عطا فرماتے، جس کو مرید فرماتے سلسلہ پیران اپنی قلم سے لکھ کر دیتے اور نماز نوافل میں ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ مزمل یا سورۂ الرحمان پڑھتے یا سورۂ اخلاص سو بار پڑھتے، اور شب کو قریب تہجد کے قرآن ختم فرماتے اور مجموعہ چہل چھ سو ساٹھ دفعہ پڑھتے، شب اور دن کو دعائے سیفی وحرزایمان وعزیمت کبیر درود کبیر و نود و نو نام خدا ہزار بار پڑھتے، اور شجرہ جنیدی برائے استمداد ایک بار بلاناغہ پڑھتے، شیخ ابو سعید عبداللہ بن احمد بغدادی سے نقل ہے کہ فاطمہ نام میری سولہ برس کی لڑکی کوٹھے پر سے غائب ہوگئی میں حضرت کی خدمت میں گیا اور تمام ماجرا عرض کیا، فرمایا کہ آج کی شب جنگل کرخ میں کہ بغداد کا ایک محلہ ہے وہاں جاکر زمین پر اپنے گرد دائرہ کر اور کہہ بسم اللہ علی بنت عبدالقادر اور جب بیٹھے تو کہیو یا شیخ عبدالقادر شیئ للہ، جب خوب اندھیرا ہوگا جوق جوق جن بصورت مختلفہ آویں گے اُن سے ہرگز نہ ڈرنا، صبح ہوتے اُن کا بادشاہ آویگا اس سے مطلب بیان کرنا۔ چنانچہ مینے جاکر موافق حکم کے عمل کیا، دیکھا کہ مختلف صور تو کے گروہ در گروہ جن آنے لگے، میرے دائرہ میں کوئی نہیں آیا صبح ہوتے بادشاہ آیا، اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کیا کار ہے مینے کل حال بیان کیا، اُس نے تمام جنوں کو بلاکر دریافت کیا میرا چور بھی حاضر ہوا اور میری لڑکی کو لادیا، مینے اُس بادشاہ سے کہا کہ تم بہت مطیع غوث پاک ہو، اُس نے کہا کیونکر نہ ہوں سید عبدالقادر غوث الثقلین ہیں، جن اور انس سب اُن کے فرمان پذیر ہیں جو اُن سے پھرا ہے وہ مردود ہے۔ ایک شخص کی عورت کو مرگی آتی تھی، اُس نے حضرت کے روبرو شکایت کی، آپنے فرمایا اُس کے کان میں کہدے ملائے جانس اس جگہ شیخ عبدالقادر مقیم ہیں، اگر پھر دوبارہ ہو تو مجھ کو خبر دینا، الغرض پھر مرگی تاحیات

اُس کو نہ آئی، امام عبداللہ یافعی تاریخ یافعی میں لکھتے ہیں کہ حضرت چالیس برس بغداد میں رہے کبھی
کسی کو مرگی نہ آئی، شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں ایک روز مدرسہ میں تھا، حضرت وضو کر
رہے تھے ایک چڑیا نے بالائے جامہ نجال کردی چاہتی تھی کہ اُڑے اُسی وقت گر پڑی اور مرگئی۔
جب وضو سے فارغ ہوئے اُس جگہ کو پاک کیا اور جامہ بدن سے اُتار کر بندہ کو دیا اور فرمایا اس کو
فروخت کرکے مساکین کو دے۔ گلزار معانی سے نقل ہے عہد دولت میں یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی بے وضو
نام آپ کا لیتا سر تن سے جدا ہوجاتا تھا، آخر سید عالم نے بشارت دی کہ یا ولدی وجود تمہارا سیف اللہ
ہوا اب سیفی کی کیا حاجت ہے، ترک جلال کرو آگے ایسا وقت آویگا کہ ہر ایک تیرا نام لے گا اُس روز
سے حضرت نے ترک جلال کیا، یعنی حزبیمانی کا وظیفہ ترک کیا، کہتے ہیں کہ بخوف جان کوئی بے وضو
حضرت کا نام نہیں لیتا تھا، یہ اب بھی ہے کہ جو بے وضو نام نامی لیتا ہے تنگی رزق کی ضرور ہوتی ہے
اور جو ہمیشہ شیرینی پر نیاز کرتے ہیں تنگ نہیں رہتے، اور آپ کی گیارھویں کرنا برائے کشائش
رزق مجرب عمل ہے، تمام بزرگوں کا اتفاق ہے، اور ترکیب ختم یہ ہے کہ گیارہ یا سات یا تین شخص
باطہارت گیارھویں شب ہر ماہ کو ایک جگہ بیٹھ کر اول گیارہ بار الحمد للہ باتسمیہ پڑھ کر سو بار درود شریف
اور گیارہ بار کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ بار یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ اور سورہ یٰسین ایک بار اور ایک سو
اکتالیس بار الم نشرح باتسمیہ اور ایک سو گیارہ بار درود شریف پھر گیارہ بار الحمد پڑھ کر شیرینی پر فاتحہ
حضرت کی دے کر تقسیم کرے، یہ ختم برائے ہر کار مجرب ہے اور ایک جلسہ میں سوا لاکھ مرتبہ پڑھنا
یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ برائے ہر مہم مفید ہے، اپنے تکملہ میں شیخ ابوالقاسم عمر بزاز لکھتے ہیں کہ حضرت نے
فرمایا کہ جس کسی کو کچھ مشکل کا سامنا ہو وہ میری طرف رجوع کرے تو اُس کی مشکل حل ہو اور جو مجھ سے
توسل کرے اُس کی حاجت براری ہو۔ ترکیب ادائے صلوٰۃ الاسرار و صلوٰۃ الحاجت و صلوٰۃ ابن
الی الحضرت قادر یہ کہ درمیان مغرب اور عشا کے ادا کرتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول سے استفادہ
اُٹھاتے ہیں، چنانچہ شیخ یوسف سجاوندی فرماتے ہیں میں نے حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کو
خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ جس کی موت قریب ہو اُس کا علاج کیا ہے کہ نہ مرے
فرمایا کہ اگر دوگانہ ولدی عبدالقادر باعتقاد ادا کرے عمر اُس کی دراز ہو اور جس مدعا کے لئے متواتر
چالیس روز ادا کرے وہ پورا ہو اور توشہ حضرت کا قبولنا برائے ہر مطلب مفید ہے بعدہ دو توشہ

باطہارت تیار کر کے مسلمانوں کو تقسیم کرے، بہتر یہ ہو کہ ایک توشہ پہلے ادا کرے، وزن توشہ میدہ گندم آدھ سیر روغن زرد شکر سفید ہر ایک سوا سیر مغز بادام پستہ، کشمش، مغز خرما ہر ایک ساڑھے سات تولہ بدستور حلوا بنا کر حضرت کی نیاز دیکر تقسیم کرے۔

حقیقۃ الحقائق سے نقل ہے کہ ایک بیوہ پیرزال کا پسر دریا میں ڈوب گیا وہ خدمت حضرت میں آکر کہنے لگی کہ ایک پسر تھا سو دریا میں ڈوب گیا میں حضرت کی معتقد ہوں آپ کو خدا نے سب طرح کی قوت دی ہو، میرا پسر مجھ کو دیجئے، آپنے فرمایا وہ تیرے گھر آگیا، اُس نے گھر جاکر دیکھا پسر نہ پایا پھر دوڑی آئی اور روئی آپنے فرمایا وہ تو گھر آگیا پھر اُس نے جاکر دیکھا پسر نہ پایا پھر جا کر رونے لگی، آپنے مراقبہ فرمایا کہ جا وہ تیرے گھر آگیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ بحکم خدا جمعہ کے روز حضرت کی نظر جس مسلمان پر پڑتی تھی وہ اولیا ہو جاتا تھا۔ اسرار السالکین سے نقل ہو کہ حضرت ایک بار چلے جاتے تھے کہ عیسائی اور ایک محمدی مباحثہ کرتے چلے آتے تھے، عیسائی محمدی سے کہتا تھا کہ میرے نبی تیرے نبی سے بہتر ہیں اور تو اپنے نبی کو بہتر جانتا ہے۔ حضرت نے عیسائی سے فرمایا کہ تیرے نبی کو فضیلت کس دلیل سے ہے، اس نے کہا کہ وہ مردہ کو زندہ کر دیتے تھے، آپنے فرمایا کہ گروہ مصطفائی سے میں ایک ناچیز ہوں اگر میرے روبرو مُردہ آئے تو میں قُم کہکر اُس کو زندہ کردوں بلکہ مُردہ زندہ ہو کر قبر سے باہر آجائے، میرے ہمراہ کسی مُردہ کی قبر پر چل فضیلت احمدی تجھ کو دکھادوں، عیسائی ہمراہ آیا اور ایک پرانی قبر پر پہنچکر کہا کہ اس کو زندہ کرو، آپنے فرمایا کہ تیرے پیغمبر کیا کہکر زندہ کیا کرتے تھے، اُس نے کہا قم باذن اللہ کہکر زندہ کیا کرتے تھے، آپنے مُنھ اپنا قبر کی طرف کر کے فرمایا قم باذنی اُسی وقت قبر پھٹی اور قوال خوش الحان گاتا ہوا باہر آیا، عیسائی نے یہ معائنہ کر کے فضیلت محمدی کا اقرار کیا اور مسلمان ہوا نقل ہے کہ ایک فقیر خدمت عالی میں آیا اور کہنے لگا ہر روز آپ کی درگاہ سے فیض دیکھا ہے اور آج آثار سخاوت نہ دیکھے، آپنے خدام کو ارشاد فرمایا کہ ایک سو چالیس فاسق اور فاجر لاؤ جب وہ آئے دائیں بائیں سطر سطر کھڑے کر کے بنظر الطاف اُن کی طرف دیکھا، اُسی وقت اُن کو بمقام وصول الٰہی پہنچایا اور اس فقیر سے فرمایا کہ آج یہ سخاوت تھی ؎

جز آں محبوب خدا کیست کہ ایں کار کند   کہ چنیں طائفہ را لایق دیدار کند

کیست عیسیٰ نفسے بعد محمد جز وے   کہ بیک نظر دو صد مردہ بیدار کند

نقل ہے کہ سید احمد رفعی بن ابوالحسن رفعی دختر سادات حسینیہ سے تھے، اس وجہ سے خواہرزادہ حضرت کے مشہور کرتے ہیں، مگر حضرت کے خلیفہ تھے، مناقب غوثیہ سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت نے اپنے خادم کی معرفت سید احمد رفعی کو کہلا بھیجا ارالعشق سید اس کلمہ کے سنتے ہی جوش عشق میں آ کر العشق نار اللہ ہی کہنے لگے مُذا ہو العشق آپ کے روبرو درخت تھا معاً جلنے لگا اور وہ بھی جل کر خاک ہو گئے پھر مثل پانی کے ہو گئے، خادم نے یہ کیفیت جا کر حضور سے عرض کی ارشاد فرمایا کہ اس پانی کو لا، جب خادم واپس آیا دیکھا کہ سید صاحب نے لجہ حقیقت سے رجوع بساحل وجود عنصر انسانی کر کے سر اُٹھایا، خادم نے پھر جا کر حضرت سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ ایک ان کو اور ایک بزرگ کو ہوا، سوائے دو کے تیسرے کو نصیب نہیں ہوا ؎ شہسوارے کہ دید ند حسن یار ٭ یافتند دریائے حسنش بے کنار ٭ جملہ گشتند غرق بحر حسن دوست ٭ بے خبر از بحر دارند واز کنار ٭

نقل ہے کہ ایک روز ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میرے بیس لڑکیاں پیدا ہوئیں لڑکا نہیں ہوتا، میرا شوہر مجھ کو طلاق دے کر دوسرا نکاح کرتا ہے، میرے واسطے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا جا لڑکا ہوگا، اس کے دل میں خطرہ آیا کہ میرے واسطے دعا نہیں کی، میری تسکین کو ویسے ہی کہہ دیا آپ نے خطرہ معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ تیری کل لڑکیاں مرد ہو گئیں، جب وہ گھر آئی سب کو مرد پایا۔ مناقب غوثیہ سے نقل ہے کہ شیخ علی عربی کے گھر لڑکا بے تناسل کا پیدا ہوا ایک مجذوب نے حضرت کا پتہ دیا کہ وہ دعا کریں تو کام چلے وہ حضرت کی خدمت میں آئے اور فرزند کے واسطے دعا چاہی حضرت نے ارشاد کیا کہ تمہاری تقدیر میں نہیں، اُنہوں نے کہا کہ اگر تقدیر میں ہوتا تو حضرت کے پاس کیوں آتا، آپ نے فرمایا کہ میری پُشت سے پُشت ملا میری تقدیر میں ایک فرزند اور باقی تھا، سو تجھ کو دیا اُس کا نام محمد ہوگا، میرے نام پر ملقب کرنا، جب شیخ اکبر محمد پیدا ہوئے محی الدین لقب ہوا، توحید میں بہت کچھ آپ کی تصنیفات ہیں، قطب وقت اور مشہور ہوئے، حضرت غوث پاک نے ان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ سبحان اللہ کیا لڑکا پیدا ہوا کہ جو اپنے وقت میں میری زبان ہوگا، سرخفی کو آشکارا کرے گا۔ شیخ محی الدین بن عربی کو جو کچھ پہنچا بے واسطے دوسرے کے حضرت سے پہنچا، مگر حضرت داراشکوہ کے نزدیک شیخ محی الدین بن عربی مرید شیخ یونس القصار کے وہ

خلیفہ محبوب سبحانی کے اور شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ سے خرقہ خلافت پایا اور خضر علیہ السلام سے بھی فیض ہوا اور شیخ ابو مدین مغربی کی بھی صحبت میں رہے۔ شب جمعہ ۲۲ ربیع الآخر کو انتقال کیا، مزار بیرون دمشق ہے۔ لکھا ہے شیخ شہاب الدین سہروردی بھی حضرت غوث پاک کی دعا سے پیدا ہوئے، فضائل حضرت کے حد تحریر سے باہر ہیں، کوئی کتب صوفیہ سے ایسی کتاب نہ ہوگی کہ جس میں حضرت کا ذکر خیر نہ ہوگا، اس وجہ سے چند نقول پر تمام کیا۔ وفات حضرت شب یازدہم ربیع الآخر ۵۶۱ھ میں ہوئی، مزار پُرانوار حاجت روائے خلق مدرسہ باب الازج میں واقع ہے کہ حضرت کو مدرسہ شیخ الاسلام شیخ ابوسعید مبارک مخرومی نے دیا تھا، امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص بغداد میں جا کر روضۂ محبوب سبحانی کی زیارت سے مشرف نہ ہوا کرامات اُس کی سلب ہوجاتی ہیں۔

ذکر فرزندان حضرت غوث پاک

ذکر سید سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہٗ

آپ بماہ شعبان ۵۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعد والد کے صاحب سجادہ ہوئے، وفات حضرت کی ۲۵ شوال ۵۹۳ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں ہے، ابوالمنصور عبدالسلام و شیخ ابوالفتح سلیمان یہ دو آپ کے صاحبزادہ تھے۔

ذکر حضرت شیخ شرف الدین علیسی قدس سرہٗ

آپ فرزند دوم حضرت غوث پاک کے تھے، نام ابومحمد ابوعبدالرحمٰن عیسیٰ ہے کہ فیضان دینی و دنیوی اپنے والد سے حاصل کیا، ہمیشہ درس میں رہتے تھے، اور فتوح الغیب آپ ہی کے واسطے تالیف ہوئی تھی، وفات حضرت کی ۵۷۳ھ میں ہوئی مزار مصر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ شمس الدین ابوبکر عبدالعزیز قدس سرہٗ

آپ فرزند سوم غوث پاک کے تھے، وفات حضرت کی بمقام قصبہ سنجار ۵۸۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سراج الدین عبدالجبار عبدالرحمٰن ابوالفرح قدس سرہٗ

آپ فرزند چہارم غوث پاک کے تھے تمام علوم اپنے والد سے

حاصل کئے اور دیگر بزرگوں سے فیض اُٹھایا اور چندے عراق کے مفتی بھی رہے، وفات حضرت کی ۵۸۹ھ میں ہوئی مزار بغداد میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ

آپ فرزند نہم غوث پاک کے تھے، تحصیل علوم ظاہری اور باطنی اپنے والد سے کی اور صاحب سلسلہ اور صاحب گروہ ہوئے، ہزار ہا فقیر آپ کے سلسلہ کے موجود ہیں رزاق شاہی کہلاتے ہیں، تاج ترکی سر پر رکھتے ہیں اور کتاب جلاء الخواطر آپ نے جمع فرمائی، نقل ہے کہ ایک بار آپ نے اپنے والد کے پاس ہوا پر سے مردانِ غیب کو آتے دیکھا، آپ کو دہشت معلوم ہوئی، حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ مقام خوف نہیں ہے یہ مردانِ غیب ہیں اور تو بھی ان میں سے ہے۔ صاحب انیس القادریہ نے آپ کے پانچ فرزند لکھے ہیں۔ شیخ ابوصالح و شیخ ابوالقاسم عبدالرحیم و شیخ ابومحمد اسمٰعیل و شیخ ابوالمحاسن فضل اللہ و شیخ جمال اللہ کہ عشبہ غوث پاک کے تھے، وفات حضرت شیخ عبدالرزاق کی ۶ر ماہ شوال ۶۰۳ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں بمقام حرب ہے۔

ذکر فرزند ششم شیخ ابواسحاق ابراہیم قدس سرہٗ

آپ ۵۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۶ر شوال ۵۹۲ھ میں وفات پائی مزار نزدیک مزار والد کے ہے۔

ذکر فرزند ہفتم شیخ ابوالفضل محمد قدس سرہٗ

آپ عالم حدیث تھے، وفات حضرت کی ۵ر ذیقعدہ ۶۰۰ھ میں ہوئی، مزار آپ کا مقبرہ حلبیہ میں ہے

آٹھویں فرزند شیخ عبدالرحمٰن قدس سرہٗ

آپ ۵۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲ر صفر ۵۸۷ھ میں وفات پائی، مزار بغداد میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے، شیخ ابومحمد عبدالرحمٰن و شیخ ابومحمد عبدالرزاق، یہ دونوں صاحب عالم متبحر ہوئے ہیں۔

نویں فرزند شیخ ابوذکریا یحییٰ قدس سرہٗ

آپ ۱۲ر ربیع الاول کو ۵۵۰ھ میں پیدا ہوئے، ۱۵ر شعبان ۶۰۰ھ میں بمقام بغداد سفر آخرت فرمایا مزار برابر شیخ عبدالوہاب کے ہے۔

دسویں فرزند شیخ ابونصر موسیٰ قدس سرہٗ

سلخ ربیع الاول ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور شب غرہ جمادی الآخر ۶۱۸ھ میں فوت ہوئے مزار دمشق میں ہے۔

ذکر و نقشہ خلفائے حضرت غوث الثقلین

نمبر	نام بزرگوار	تاریخ وفات مع سنہ	جائے مزار	کیفیت
۱	شاہ ابوعمر قریشی بن مرزوق	سنہ ۵۶۴ھ	مصر نزد امام شافعی	آپ کی عمر بڑی ہوئی ہے، ایک بار آپ کی دعا سے دریائے نیل کا پانی کم ہوگیا، دوسرے سال اُس میں اور تھوڑا پانی ڈالنے سے زیادہ ہوگیا
۲	شیخ قصیب البان موصولی	سنہ ۵۷۰ھ	موصل	قاضی موصولی کو آپ سے انکار تھا، ایک بار راستہ میں ملا پکڑ کر حاکم کے پاس لے جانا چاہا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کی تین صورتیں دیکھیں، آخر تایب ہوا۔
۳	شیخ احمد بن مبارک	سنہ ۵۶۲ھ	بغداد	وعظ میں حضرت کے پاس رہتے تھے۔
۴	شیخ ابوسعید قیلولی	سنہ ۵۵۷ھ	قیلولہ	عراق میں مشہور مشائخ گذرے ہیں۔
۵	شیخ صدقہ بغدادی	سنہ ۵۷۲ھ	بغداد	کراماتیں آپ کی مشہور ہیں۔
۶	شیخ عمر صیرفی	سنہ ۵۷۵ھ	عرب	صاحب ولایت ہوئے ہیں کہ زمین پر بیٹھے ہوئے آسمانوں کی سیر فرماتے تھے
۷	شیخ محمد الادانی	سنہ ۵۷۶ھ	.	منفرد بن تھے یعنی اُن لوگوں میں سے جو دائرہ قطب سے خارج ہیں
۸	شیخ ابوسعد بن شبلی	سنہ ۵۷۹ھ	.	بہت بڑے کامل گذرے ہیں کہ ایک سوداگر کا جہاز آپ کی نذر بولنے سے ڈوبتے ڈوبتے بچ گیا۔
۹	شیخ حیات	سلخ جمادی ثانی سنہ ۵۸۲ھ		مشہور بزرگ گذرے ہیں
۱۰	شیخ ابومویدمغربی شعیب	سنہ ۵۹۰ھ	.	کسی کا گدھا شیر نے مار ڈالا وہ رو رہا تھا آپ نے اس شیر کو پکڑ کر گدھے والے کو دیا کہ اس سے گدھے کا کام لیا کرے چنانچہ تمام عمر شیر اسکی جگہ لدتا رہا۔
۱۱	شیخ موفق الدین المقدسی	سنہ ۶۲۲ھ	.	آپ صاحب کثیر التصانیف ہیں
۱۲	شیخ صدرالدین محیوی لوالمالی	سنہ ۶۳۰ھ	.	عالم متبحر نہایت متقی اور صاحب تصانیف گذرے ہیں۔

نمبر	نام بزرگوار	تاریخ وفات معہ سنہ	جائے مزار	کیفیت
۱۳	شہاب الدین سہروردی	سنہ ۶۳۲ھ	بغداد	ان کا ذکر آگے ہوگا، ان کے پیر بھی حضرت کے مُرید تھے۔
۱۴	سید احمد رفاعی	۲۲ جمادی الثانی سنہ ۵۷۲ھ	.	محبوب ترین خلفاء سے تھے کہ آپ کی والدہ کو حضرت ہمشیرہ فرمایا کرتے تھے۔
۱۵	شیخ شمس الدین علی حداد بن عمر بغدادی	۱۹ رجب سنہ نہیں ملا		مشہور اور قطب وقت اور صاحب سلسلہ گذرے ہیں، کئی گروہ آپ سے ملتے ہیں آپ کے تین خلیفہ تھے شمس الدین علی بن فتح یمنی قطب الدین ابو الغیث جمیل یمنی، شیخ ابی حفص۔

ذکر نبیرہ گان حضرت غوث الثقلین

اول امام ابو المنصور عبد السلام حسن قدس سرہ بن سید عبد وہاب، شب ہفتم ذی الحجہ ۵۴۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۱۱ھ میں وفات پائی، مزار مقبرہ حلبیہ میں ہے۔

دوم شیخ ابو الفتح سلمان بن سید عبد وہاب قدس سرہٗ بماہ رمضان ۶۳۶ھ میں وفات پائی مزار بغداد میں ہے۔

سوم شیخ ابو القاسم عبد الرحیم قدس سرہ بن سید عبد الرزاق، وفات حضرت کی ۶۰۶ھ میں ہوئی مزار باب حرب میں ہے۔

چہارم شیخ ابو اسمٰعیل بن سید عبد الرزاق قدس سرہ کہ زینت اہل عراق تھے، وفات حضرت ۶۳۲ھ میں ہوئی مزار بغداد میں ہے۔

پنجم سید ابو عبد اللہ محمد قدس سرہ بن سید عبد العزیز کہ عالم تصوف اور پرہیز گار تھے، وفات حضرت کی ۶۳۲ھ میں ہوئی۔

ششم شیخ ابو الفتح داؤد قدس سرہ بن سید ابو الفتح سلیمان بن سید عبد الوہاب ہمیشہ وعظ و نصیحت میں رہتے تھے، اور صاحب سلسلہ تھے، وفات حضرت کی ۸ ربیع الاول ۶۴۸ھ میں ہوئی مزار نزد جد خود۔

ہفتم شیخ سید محی الدین ابو عبد اللہ چراغ علمان بن شیخ ابو صالح قدس سرہٗ وفات حضرت

کی ۶۵۶ھ میں ہوئی مزار بغداد میں ہے۔
ہشتم سید سیف الدین ابوبکر یحییٰ بن سید ابو صالح قدس سرہٗ کہ قدوہ علما تھے ۶۵۶ھ میں وفات پائی مزار اطراف بغداد میں ہے۔
نہم سید محی الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حامد بغدادی کہ نواسے سید عبد الرزاق کے تھے، شہادت آپ کی ۶۵۶ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں ہے۔
دہم سید ابو احمد عبد اللہ کہ برادر حضرت محبوب سبحانی کے تھے، صاحب علم و ولایت تھے، سن وفات نہیں ملا۔

ذکر دوستان و محبان و معتقدان حضرت غوث پاک

شیخ ابو رضا محمد بن احمد بغدادی، وفات حضرت کی ۵۰۰ھ میں ہوئی۔
شیخ عدی بن مسافر سفینۃ الاولیاء میں آپ کا تذکرہ ہے، وفات آپ کی ۵۵۵ھ میں ہوئی مزار جبل ہیکار میں ہے، شیخ موسیٰ بن ماہین زولی ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔
سید عبد الرحمٰن طفیسونجی کہ قبیلہ اسد سے تھے، بہت بڑی عمر کے مشائخ گذرے ہیں مزار طفیسونج میں ہے۔
شیخ ابو محمد قاسم بن عبد اللہ بصری کہ وفات حضرت کی ۵۰۰ھ میں ہوئی۔
شیخ مظہر بازاری کہ وفات حضرت کی ۵۵۰ھ میں ہوئی، مزار عراق میں ہے۔
شیخ تاجد کردی کہ آپکے اقوال نہایت زبردست اور پرمعنی ہیں وفات آپ کی ۵۶۱ھ میں ہوئی مزار جبل حمرین میں ہے۔
شیخ جاگیر الکردی کہ وفات حضرت کی ۵۹۰ھ میں ہوئی۔
شیخ علی بن وہب البخاری، آپ بڑے احباب سے ہیں، وفات حضرت کی ۵۶۰ھ میں ہوئی۔
شیخ عمر بن عثمان مرزوق کہ ۶۴۰ھ میں وفات ہوئی، مزار امام یافعی کے مزار سے شرق میں مکہ معظمہ میں ہے۔
شیخ سوید سنجاری کہ وفات حضرت کی ۵۹۲ھ میں ہوئی مزار سنجار میں ہے۔

شیخ ارسلان دمشقی کہ جب آپ کا انتقال ہوا لوگوں نے جنازہ کے ساتھ آپکے گروہ سبز پوش کو دیکھا۔
شیخ عبدالرحیم مغربی کہ وفات حضرت کی سنہ ۵۹۵ھ میں ہوئی، مزار موضع قلینی توابع مصر میں۔
شیخ بلخ مکارم نہر۔

سلسلہ پیران حضرت محبوب سبحانی

اس طرح پر ہے کہ حضرت مرید سلطان الاولیا شیخ ابوسعید مبارک مخزومی بن علی بن حسین مخزومی قدس سرہٗ کے پیر طریقت وحقیقت اور عالم علوم ظاہری اور باطنی تھے، وفات حضرت کی ۲۵ محرم ۵۱۳ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں مدرسہ باب لازج میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن الہنکاری بن یوسف بن جعفر قریشی الہنکاری قدس سرہٗ آپ مرشد شیخ ابوسعید مبارک مخزومی کے تھے، تین روز بعد افطار کرتے، بعد نماز عشاء کے نماز تہجد تک قرآن شریف ختم کرتے تھے، وفات حضرت کی ۱۴ محرم ۴۸۶ھ میں ہوئی۔

شیخ ابوالفرح طرطوسی کہ نام یوسف تھا بن شیخ محمد بن عبداللہ کہ پیر شیخ ابوالحسن کے اور مرید شیخ عبدالعزیز یمنی کے اور شیخ ابوالفضل سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا، وفات حضرت کی ۱۵ ربیع الاول ۴۴۷ھ میں ہوئی۔
شیخ ابوالفضل تمیمی بن شیخ عبدالعزیز طرطوسی بن حرث بن اسد کی کہ اصلی نام عبدالواحد تھی اور کنیت ابوالفضل تھی تھی، اور مرید اپنے والد کے تھے، وفات ۱۵ جمادی الآخر ۴۲۵ھ میں ہوئی، مزار بمقام بغداد مقبرہ امام حنبل رح میں ہے۔

شیخ عبدالعزیز طوسی بن حرث، یہ مرید شیخ شبلی کے تھے، ۱۴ بادسوین ذیقعدہ ۳۴۴ھ عہد خلیفہ عبدالکریم میں آپ کی وفات ہوئی، مزار یمن میں ہے، اس وجہ سے یمنی بھی کہتے ہیں۔

خانوادہ

شیخ ابوبکر شبلی کہ مرشد شیخ ابوالفرح طوسی کے اور مرید خواجہ جنید بغدادی کے کمالات حضرت کے اظہر من الشمس ہیں، عیاں راچہ بیاں۔ وفات حضرت کی ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں ہوئی کہ شب جمعہ تھی آپکے خلیفہ یہ ہیں:۔ شیخ ابوالقاسم فصیل بن مقتدر شاہ عبدالمومنین، شیخ ابوبکر طمستانی و ابوالقاسم نصرآبادی و ابوالحسین حضر دعا و ابوالحسن بندار بن حسین بن محمد ۲۰ مہلب بن شیرازی مرشد ابوعبداللہ

خفیف مزار شیخ شبلی کا بغداد میں ہے۔

سیدالطایفہ طاؤس العلمار قواریری وزجاجی خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی کہ شیخ مرشد ابوبکر شبلی کے تھے اور مُرید سری سقطی کے آپ بھی صاحب خانوادہ ہیں، آپکے سلسلہ سے کئی گروہ جاری ہیں کمالات مشہور ہیں وفات حضرت کی ۲۷ رجب ۳۰۲ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں ہے، خلیفہ آپکے یہ ہیں: خواجہ ابوبکر شبلی کہ سرسلسلہ قادریہ ہیں وخواجہ ابومحمد رویم کہ سرسلسلہ کازرونیہ وزاعدیہ ہیں وخواجہ ممشادعلودینوری کہ سرسلسلہ چشتیہ ونقشبندیہ قادریہ وطوسیہ وسہروردیہ وفردوسیہ وصوفیہ ہیں وخواجہ ابوعلی رودباری کہ سرسلسلہ نقشبندیہ وبسویہ وعبدروسیہ ہیں وخواجہ ابومحمد حریری کہ سرسلسلہ انصاریہ وسلطانیہ ہیں وخواجہ ابوبکر واسطی وخواجہ عثمان کی پیر مرشد شیخ منصور حلاج وخواجہ احمد بسوی سرسلسلہ بسویہ وخواجہ ابوالعباس بن عطاء خواجہ ابوبکر کتانی وجعفر خلائی وشیخ ابوبکر محمد بن علی عطوفی وخواجہ ابومحمد مرتعش کہ صاحب سلسلہ چشتیہ امامیہ ہیں اور یہ صاحب بے سلسلہ ہے، شاہ محمود شاہ عثمان مغربی شاہ دقاق وشاہ رومی۔

حضرت سری سقطی بن مغلس مرشد خواجہ جنید اور مرید خواجہ معروف کرخی کے، وفات حضرت کی بروز سہ شنبہ وقت صبح بتاریخ سوم ماہ رمضان ۲۵۳ھ میں بعہد خلیفہ ابوعباس احمد ہوئی۔ ۹۸ سال کی عمر ہوئی اور پانچ خلیفہ تھے، خواجہ جنید بغدادی وخواجہ خیرالنساج ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل وخواجہ ابوعباس احمد بن محمد مسروق وخواجہ ابوالحسین نوری صاحب گروہ نوریہ وشاہ محمود بے سلسلہ حضرت خواجہ معروف کرخی مرشد سری سقطی اور مرید داؤد طائی کی کنیت ابومحفوظ بن فیروز بھنے معروف بن علی کہتے ہیں کہ سات خانوادوں کے پیشوا تھے اور شاگرد امام اعظم کے لکھا ہے کہ داؤد طائی مُرید حبیب عجمی کے اور وہ مُرید خواجہ حسن بصری کے اور وہ مُرید حضرت علی مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہ کے۔ دوسرا سلسلہ خواجہ معروف کرخی کا اس طرح ہے کہ خواجہ مُرید حضرت امام موسیٰ رضا کے وہ مُرید حضرت امام محمد کاظم کے، وہ مُرید حضرت امام جعفر صادق کے، وہ مرید حضرت امام باقر کے وہ موسیٰ رضا کے وہ مرید حضرت امام محمد قاسم کے، وہ مرید حضرت امام زین العابدینؓ کے وہ صحابہ امیرالمومنین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ جاننا چاہیئے کہ حضرت امام جعفر صادقؓ کو حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقۂ خلافت پہنچا تھا، اس وجہ سے

خواجہ معروف کرخی مقتدائے خاندان نقشبندیہ بھی ہیں سوائے خاندان جنیدیہ اور طیفوریہ کے کل خاندان فقرا کے آپ پیشوا ہیں، وفات حضرت کی ۲ محرم ۲۰۰ھ میں ہوئی مزار پرانوار بغداد میں ہے ۔

ذکر حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ

شاہ نعمت اللہ بن سید ابوبکر سید شاہ نور بن سید لیل ادہم بن سید جعفر بن سید محمد بن سید بہاؤالدین بن سید داؤد بن سید ابوالعباس احمد بن سید حسن بن سید موسیٰ بن سید علی بن سید محمد بن سید متقی بن سید صالح بن سید ابی صالح بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین قدس اللہ اسرارہما شاہ نعمت اللہ عظمائے مشائخ سے گذرے ہیں، خوارق اور کرامات بہت سے حضرت سے ظہور میں آئے اور سلسلۂ ارادت آپ کا اپنے بزرگوں سے دست بدست چلا آیا ہے ۔

تاریخ فرشتہ سے نقل ہے کہ ایک بار فیروز شاہ بادشاہ نے احمد خاں خانخاناں کی آنکھ میں سلائی پھیر کر اندھا کرنا چاہا، اور وہ سپاہ لیکر بادشاہ کے مقابل ہوا۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تاج ترکی سبز سر پر رکھے ہوئے ہیں اور خوشخبری سلطنت دکن کی دیتے ہیں اُنہیں روزوں میں بادشاہ مغلوب ہوا اور احمد خاں کو سلطنت نصیب ہوئی، شاہ نعمت اللہ ولی جو ہندوستان میں وارد تھے، بعد چند روز کے شہرہ کرامات آپ کا جب بلند ہوا تو احمد خاں نے کچھ تحالیف ہمراہ شیخ حبیب اللہ جنیدی کے خدمت میں سید صاحب کی بھیجے اور دعا چاہی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو فرزند عطا کرے، حضرت نے وہ ھدیہ شاہ قبول فرمایا اور بسبب مشورہ شیخ قطب الدین خلیفہ اور شاہ نور اللہ بن خلیل اللہ اپنے پوتے کے تاج ترکی سبز رنگ احمد خاں کو بھیجا، احمد خاں اُس تاج کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی تاج ہے جو خواب میں میرے سر پر رکھا تھا، اور شاہ نور اللہ صاحب کا بہت اعزاز کیا اور اپنی دختر سے ان کا نکاح کیا۔

مشہور ہے کہ جب وقت حضرت کا آخر آیا اور انتقال فرمایا تو مُریدان مالدار اور فقرا میں تکرار ہوئی، ہر فریق کا یہ خیال تھا کہ ہم اپنی طرح پر میّت کو اُٹھاویں گے قریب تھا کہ تلوار چلے آپ نے جلدی سے اُٹھ کر فرمایا کہ تم مت لڑو ہم یہاں نہیں مرتے اور کہیں جا مریں گے ۸۳۴ھ میں وفات ہوئی وہاں سے چل کر کوہ کھکلی میں انتقال کیا وہیں مزار ہے، حضرت صاحب گروہ گذرے ہیں آپ کو فقر تاج ترکی کہتے ہیں اور نعمت اللہ شاہی کہلاتے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ بہاؤالدین جنیدی قدس سرہٗ

آپ صاحب کمال اور واصل حق گذرے ہیں، سلسلہ شکاریہ اور قادریہ رکھتے تھے، خوشبو سے بہت شوق تھا اور خوشبو پہنچنے سے آپکو نہایت ذوق ہوتا تھا، یہاں تک کہ حالت ذوق میں انتقال فرمایا سنہ ۹۲۱ھ میں وفات ہوئی۔ شیخ احمد لقی آپکے خلیفہ تھے سلسلہ قادریہ میں یہ صاحب سلسلہ گذرے ہیں مزار شیخ بہاؤالدین کا سرہند میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمد غوث گیلانی قدس سرہٗ

بن سید شمس الدین گیلانی بغدادی حلبی بن سید شاہ میر بن سید ابوالحسن علی بن سید ابوعلی بن سید مسعود بن سید ابوالعباس احمد بن سید صفی الدین صوفی بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز۔

آپ عالم علم ان و واقف اسرار یزداں کے نہایت سخی اور بہادر تھے آپکے والد حلب میں آکر مقیم ہوئے اور سید محمد غوث حلب میں پیدا ہوئے اور عین شباب میں نکلکر کئی حج کئے تمام ربع مسکوں کی سیر کی چندے ناگور میں رہے وہاں مسجد بنائی چندے لاہور میں رہے بعدہ برائے زیارت پدر حلب میں پہنچے اپنے والد سے ایک روز عرض کی کہ میں ہندوستان میں رہنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ چندے تاخر کر آخر بعد وفات پدر کے بمقام اوچ آکر مقیم ہوئے اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے اور سلطان سکندر لودی آپکا مرید ہوا اور ذات بابرکات سے فیضان قادریہ ہندوستان میں جاری ہوا ہزاروں مرید ہوئے شعر خوب فرماتے تھے۔ قادری تخلص تھا۔ ایک بار قطب الدین لنگاہ حاکم ملتان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین فرماتے ہیں کہ تو اپنی دختر بی بی دیس کا نکاح میرے فرزند سید محمد سے کردے چنانچہ حکم غوثیہ کی اُس نے تعمیل کی، مگر اس بی بی سے کوئی فرزند نہ پیدا ہوا۔ بعدہٗ سید ابوالفتح حسینی کی دختر کہ اولاد سے سید صفی الدین بانی کے تھے اور اوچ میں مقیم تھے اور بہانجے سید اسحاق گازرونی میران بادشاہ لاہور کی تھی کہ وہ مسجد نواب وزیر مغل میں آسودہ ہیں نکاح ہوا اُن بی بی کا نام فاطمہ تھا اور ان کے شکم سے عبدالقادر ثانی و سید عبداللہ ربانی و سید مبارک حقانی و سید محمد نورانی اور ایک دختر پیدا ہوئی سید محمد نورانی لاولد رہے باقی چاروں صاحبزادوں کی اولاد قدیم آبادی اوچ سے جدا آباد ہو۔ وہ آبادی گیلانیان مشہور ہے۔ وفات حضرت شاہ محمد غوث کی سنہ ۹۲۳ھ میں بمقام اوچ ہوئی۔

ذکر حضرت میر سید شاہ فیروز قدس سرہٗ

پہلے آپکے دادا بطریق سیر بغداد سے دہلی میں آئے اور ہندوستان کی سیر کرکے لاہور میں جا کر سکونت پذیر ہوئے۔ جب سید فیروز مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تمام دن علم حدیث اور فقہ پڑھاتے۔ رات کو طالبانِ حق کی تعلیم میں مصروف رہتے۔ بعد نماز جمعہ کے شام تک وعظ فرماتے، آپ مرید اپنے دادا شاہ عالم کے وہ مرید شاہ نورالدین کے وہ مرید شیخ احمد کے وہ مرید شیخ حامد کے وہ مرید شیخ عبدالرزاق کے وہ مرید سید عبداللہ گیلانی کے وہ مرید شیخ احمد قادری کے وہ مرید سید میر کے وہ مرید سید مسعود کے وہ مرید سید علی کے وہ مرید سید صوفی کے وہ مرید سید عبدالوہاب بن غوث الثقلین کے تھے وفات حضرت کی سنہ ۹۲۳ھ میں بمقام لاہور ہوئی مزار تکیہ ڈنڈی گراں میں ہے۔

ذکر حضرت سید عبدالقادر ثانی قدس سرہٗ بن سید محمد غوث حسنی حلبی اوچی

آپ صاحب کرامات ظاہری و باطنی عاشق اللہ محب رسول اللہ جس پر آپ کی نظر پڑتی کیسا ہی متعصب کفار ہوتا مسلمان ہو جاتا تھا اگر فاسق ہوتا تائب ہو جاتا تھا ولایت حضرت کی ولایت غوثیہ تھی، اسی وجہ سے عبدالقادر ثانی مشہور ہوئے، اوائل عمر میں عیش طلب اور صاحب نعمت تھے، جب صاحب سجادہ ہوئے سب چھوڑ دیا سماع سے بھی پرہیز کیا۔ بلکہ اپنے مریدوں کو بھی منع فرمایا اگر کہیں سے آواز سماع گوش زد ہوتی تو بہت روتے آہ سرد بھرتے، بلکہ مرنے کے قریب ہو جایا کرتے تھے، روحانیت حضرت غوث اعظم سے تربیت پائی۔ جب بعد انتقال اپنے والد کے صاحب سجّادہ ہوئے دنیا اور اہل دنیا سے دل برداشتہ ہو کر حق سے مشغول رہتے تھے، اور دیگر برادر آپکے امرائے شاہی سے تھے، اُنہوں نے تدبیر کی کہ حمایت بادشاہ سے ہم سجادگی لیں، آپنے نور باطن سے معلوم فرما کر تمام اسنادِ جاگیر و املاک و وظائف بادشاہ کے پاس ارسال کرکے لکھا کہ میں یہ نہیں چاہتا جو طالب ہوں اُن کو دیجیے، بعدہ سالہا سال متوکل رہے اور خلق کی جور و جفا اُٹھائی۔ ایک بار بادشاہزادہ نے آپ کو بلایا آپنے جواب میں تحریر فرمایا ؎

ہیچ باب ازیں باب روئے گشتن نیست | ہر آنچہ بر سرِ ما میرود مبارک باد
کسیکہ خلعت سلطان عشق پوشیدہ است | بحلّہ ہائے بہشتی کجا شود دل شاد

نقل ہے کہ ایک بار مُلتان میں بیماری طاعون بہت پھیل رہی تھی، تمام خلق تنگ آ گئی تھی مگر جو آپ کے وضو کے جگہ کی گھاس گھونٹ کر پیتا تھا اُس کو شفا ہوتی تھی، اسی طرح ایک بار نواح ملتان اوچ میں فرات الجنب

پھیلا اُس میں بہت لوگ مرتے تھے، ایک روز بہت خلق برائے دعا آپ کی خدمت میں آئی، اسی شب کو آپکے مُرید غیاث الدین نے خواب میں سید عالم کو دیکھا کہ مجھ کو لکڑی دی اور فرمایا کہ یہ لکڑی میرے فرزند عبدالقادر کو دے اور کہدے کہ جو مریض تیرے پاس آوے اس لکڑی کو درد کی جگہ چھوادے، اور سورۂ اخلاص دم کر، صبح جب غیاث الدین بیدار ہوئے وہ چوب اپنے پاس پائی، اُس کو لاکر پیر کی نذر کی، اور خواب کی کیفیت عرض کی، الغرض اُس روز سے ہزاروں کو صحت ہوئی۔ ایک روز آپ برائے ادائے نماز صبح بیدار ہوئے اور تمام اہل خانہ کو پکارا کہ بیدار ہو اور سعادت دارین حاصل کرو کوئی نہ اُٹھا، صبح لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیوں جگاتے تھے، فرمایا میں ظاہر رسول مقبول صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا چاہتا تھا کہ تم لوگ بھی یہ سعادت حاصل کرو، مگر تم نہ اُٹھے آپکے مُرید بہت سے کامل گذرے ہیں، ولادت آپ کی ۸۶۲ھ میں ہوئی اور وفات ۸ اربیع الاول ۹۴۰ھ مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمود حضوری لاہوری قدس سرہٗ بن سید شرف الدین شمس العارفین غوری موسوی

آپ اولاد سے امام موسیٰ کاظم کے تھے سید محمد غور سے سیر کناں ہندوستان میں آکر شہر لاہور میں محلہ حاجی سرائی میں کہ اب وہ ویران ہے مقیم ہوئے تھے آپکے ہزاروں مُرید ہوئے، آپ صاحب گروہ ہوئے ہیں، آپکے فقیر سید شاہی کہلاتے ہیں، آپ مرید اپنے پدر سید شمس الدین کے وہ مرید اپنے پدر سید یعقوب کے، وہ خلیفہ سید عبداللہ شاہ قادری کے وہ خلیفہ سید علی کے وہ خلیفہ سید احمد کے وہ خلیفہ سید اصغر کے وہ خلیفہ سید شاہ ابوالفرح کے وہ خلیفہ سید السادات سید عبدالوہاب کے تھے، وفات حضرت کی ۹۷۲ھ میں ہوئی مزار بمقام لاہور مقبرہ سید جان محمد حضوری میں ہوا، حضوری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ زیارت نبی کریم سے مشرف ہوئے۔

ذکر حضرت سید عبدالقادر گیلانی لاہوری قدس سرہٗ

آپ مُرید اپنے پدر سید جمال الدین کے تھے، بغداد سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے آپکے چار صاحبزادہ تھے سید حاجی و سید سلطان اکبر و سید غیاث الدین و دولت شاہ، وفات حضرت کی ۱۰ اربیع الاول ۹۴۱ھ میں ہوئی

ذکر حضرت سید عبدالرزاق گیلانی بن عبدالقادر ثانی اوچی قدس سرہٗ

نہایت بزرگ کامل و عظیم الشان تھے، جب آپکے والد کا انتقال ہوا آپ ناگور میں تھے، بزور کشف

اپنے پدر کا انتقال معلوم فرما کر اوچ میں آکر صاحب سجادہ ہوئے، وفات حضرت کی ۵ رجمادی الآخر ۹۴۲ھ میں ہوئی۔

ذکر میران سید مبارک حقانی اوچی قدس سرہٗ

آپ فرزند سید محمد غوث کے تھے۔ صاحب تقویٰ وعبادت و ترک تجرید کرکے خرقۂ خلافت اپنے پدر سے حاصل کیا، جب آپ کو استغراق بڑھا حالت شکر میں اوچ سے نکل کر ایسے جنگل میں جا پہنچے کہ جہاں دوسرے آدمی کا گذر نہ ہوتا تھا، صحبت خلق سے نہایت متنفر تھے مجرد ی کے ساتھ یاد مولیٰ میں مصروف رہے۔ تذکرۂ نوشاہی سے روایت ہے کہ حالت تجرید میں کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کے روبرو جا سکے اگر کوئی جاتا بیہوش ہو جاتا تھا یا مست ہو جاتا تھا آپ سے بارہ بارہ کوس گرد آدمی نہ جا سکتا تھا مگر شیخ معروف چشتی کہ اولاد سے شیخ فریدالدین گنج شکر کی تھے صحرائے لکھی میں حضرت کے پاس پہنچے، اور ایک ہی نظر میں اولیا ہوئے، آپ نے خرقۂ خلافت ان کو مرحمت فرما کر ارشاد کیا کہ معروف تجھ سے نیا خاندان جاری ہوگا۔ چنانچہ شیخ معروف سے گروہ نوشاہی جاری ہوا، بعد اس کے سید مبارک لاہور میں آئے اور ۹۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ شیخ معروف نے ان کے جسد مبارک کو لاہور سے لاکر اوچ میں اُن کے والد کے پاس دفن کیا۔

ذکر حضرت سید محمد غوث بالا پیر بن سید زین العابدین سید عبدالقادر ثانی قدس سرہٗ

حضرت فقر میں شان عالی مرتبہ بلند رکھتے تھے، سید زین العابدین نے روبرو اپنے والد کے راستہ ناگور میں رہزنوں کے ہاتھ سے شہادت پائی، اور سید محمد غوث نے اپنے دادا کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی بعد انتقال اپنے دادا کے بوجہ تکرار سجادگی سید حامد گنج بخش اپنے چچازاد بھائی کے اوچ سے نکل کر قصبہ ست گھرہ ملک پنجاب میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے اور ۵ رشوال ۹۵۹ھ میں بعہد اسلام شاہ بن شیر شاہ وفات پائی۔

ذکر حضرت سید بہاؤالدین گیلانی معروف بہاول شیر قلندر قدس سرہٗ

فرزند سید محمود سید علاؤالدین معروف بن زین العابدین بن سید مسیح الدین بن سید صدرالدین

بن سید ظہیر الدین بن سید شمس العارفین شمس الدین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سید صالح بن سید عبدالرزاق بن حضرت پیران پیر کہ مشائخ کبار سے تھے علوم ظاہری اور باطنی سے ماہر اور صاحب عشق و محبت ذوق و شوق اکثر آپکو استغراق رہا کرتا تھا، حضرت کے والد بغداد سے ہندوستان میں آکر بدایون میں سکن گزین ہوئے۔ اُسوقت حضرت خورد سال تھے بعدہٗ آپکے والدنے انتقال کیا اور بدایوں میں دفن ہوئے، چونکہ حضرت مرید اپنے پدر کے تھے اُن کے انتقال کے بعد اپنے چچا سے تکمیل کی اور عبادت حق میں مشغول ہوئے۔ عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ بارہ بارہ برس کا ایک چلہ کیا کرتے تھے، ایک بار ایک غار میں حالت استغراق میں ایک پتھر سے پشت لگائی ستر برس بیٹھے رہے۔ جب بامر رب وہاں سے باہر آئے کھال چپکی ہوئی پتھر سے وہیں رہ گئی۔ لباس قلندرانہ رکھتے تھے بہت باہیبت تھے۔ عمر شریف ڈھائی سو برس کے قریب تھی خوب تحقیق ہے کہ جب حضرت کی عمر شریف سو برس کی ہوئی اُس وقت آغاز ریش مبارک کا ہوا۔ سواری میں اکثر شیر رہا کرتا تھا بجائے تازیانہ کے مار سیاہ رکھتے تھے۔

نقل ہے کہ جب حضرت غار سے باہر آئے ہیں تو وہاں سے چلکر اس جگہ آئے جہاں آپ کا حجرہ ہے، پہلے یہاں دریا تھا۔ آپ کنارے دریا کے آ بیٹھے۔ بوجہ ہیبت اور عظمت کے ہر کسی کا ہیاؤ نہ پڑتا تھا کہ حضرت کے روبرو آسکے اور متصل جو آبادی تھی اُس میں قوم ڈھول آباد تھی۔ اُن کی مستورات جو پانی بھرنے آئیں حضرت کو دیکھکر خوفناک ہوئیں اور اپنے مردوں سے شکایت کی۔ اُنہوں نے آکر حضرت کو دوسری جگہ بٹھایا۔ آخر کسی وجہ سے وہاں سے بھی بار دیگر اُٹھایا۔ آپ کو جو جلال آیا اپنا عصا زمین پر مارا اور فرمایا کہ اے دریا مجھکو جگہ دے۔ فوراً وہاں سے دریا ہٹ گیا، کسی قدر زمین نکل آئی۔ آپ نے وہاں تین میخیں گاڑیں۔ ایک چوب نیب کی، دوسری چوب بڑ کی، تیسری کسی پہاڑی درخت کی تینوں اُسی وقت ہری ہوئیں جن میں دو درخت ہنوز موجود ہیں۔ ایک خشک ہوگیا اور شیخ داؤد جھونی وال کہ آپ کے برادرزادہ تھے اُنکے گھر آپکی دعا سے بہت اولاد ہوئی، حضرت صاحب سلسلہ ہیں وفات حضرت کی ۱۵ شوال ۹۷۳ھ میں بعہد اکبر اعظم ہوئی۔ مزار حجرہ شریف میں ہے۔

ذکر حضرت مخدوم جی قادری قدس سرہٗ

آپ متوطن بدایون اور بالکل تارک الدنیا تھے شیخ عبدالوہاب سے نقل ہے کہ بوجہ کبرسنی کے

اٹھنا بیٹھنا دشوار تھا مگر بعد نماز تہجد کے صبح تک کھڑے رہکر ایک قرآن ختم کرتے وفات حضرت کی ۹۷۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبداللہ ربانی بن سید محمد غوث گیلانی حلبی اوچی قدس سرہٗ

آپ علم معقول و منقول فرع واصول سے ماہر اور عالم باعمل ومتوکل و مرتبہ ولایت رکھتے تھے دنیا اور اہل دنیا سے بے پرواہ اور اوچ ہی میں مقیم تھے۔ آپ کی توجہ سے بہت سے باکمال ہوئے وفات حضرت کی ۹۷۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید اسمٰعیل گیلانی بن سید عبداللہ ربانی قدس سرہٗ

حضرت اولیائے عہد اور مرید اپنے والد کے تھے جب حضرت کے کمال کا شہرہ ہوا حضرت اکبر اعظم نے برائے زیارت آپ کو لاہور میں طلب کیا اور ایک ہزار بیگہ پختہ زمین زرعی علاقہ فیروزپور میں آپ کی نذر کی سبحان اللہ کہ بادشاہ وامراء تو حضرت سے رجوع تھے اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے ہر وقت رجوع کئے ہوئے تھے۔ دنیا یا اہل دنیا کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۷۸ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار لکھی محلہ میں کہ جواب ویران ہے مقبرہ میراں شاہ محمد موج دریا بخاری اندرون احاطۂ بی بی کلاں زوجہ محمد شاہ موج کے ہے۔ اور حضرت کے تین پسر کامل وقت ہوئے سید حاجی بہاؤالدین و سید بدرالدین و سید قطب الدین۔

ذکر حضرت سید حامد مشہور بہ حامد گنج بخش قدس سرہٗ بن سید عبدالرزاق بن عبدالقادر ثانی اوچی قدس اللہ سرارہما

آپ مرید و صاحب سجادہ اپنے والد کے تھے اور نیز صاحب ولایت کہ فقر میں رتبہ بلند رکھتے تھے اپنے وقت کے شیخ زمن کہلاتے تھے اور حضرت کے ہزاروں مرید تھے۔ بادشاہ آپکے در پر آتے تھے تمام عمر یاد خدا میں صرف کی اور خود سید جمال الدین ابوالحسن موسیٰ کو اپنا جانشین کیا اور ۹۷۸ھ میں بمقام اوچ انتقال کیا۔ آپکے خلفاء میں سے سید جمال الدین ابوالحسن موسیٰ و شیخ شیر علی شاہ کہ ملتان سے سات کوس جانب غرب ان کا مزار ہے۔ مشہور ہیں۔

تیسرے شیخ داؤد کرمانی چونی دال قدس سرہ صاحب حال وقال و کشف کرامات کہ مجاہدہ شاقہ

وریاضت عظیم کے ہوئے تھے، اور بہت نفس کش تھے۔ شام سے صبح تک کھڑے ہوکر یاد معبود کرتے کبھی تمام شب رکوع میں رہتے کبھی تمام شب سجدہ میں پڑے رہتے۔ جب کئی برس اس طرح پر گذرے تو دل ماسوا اللہ سے متنفر ہوا اور تفرقہ دور ہوا اُس وقت بارگاہ الٰہی میں رجوع کی کہ طریقہ بعیت کہ سنت نبی علیہ السلام ہے، کس خاندان میں اور کس سے کروں۔ بشارت ہوئی کہ خاندان عالیہ قادریہ میں حامد گیلانی سے بعیت کر، چنانچہ حضرت حسب بشارت الٰہی خدمت سید حامد میں شرف اندوز ہوئے اور مُرید ہوکر طریقہ سلوک قادریہ کی تکمیل کی آخر خرقہ خلافت پایا اور صاحب ارشاد ہوئے۔

صاحب شجرۃ الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ داؤد کرمانی بن سید فتح اللہ کرمانی بن سید مبارک بن سید فیض اللہ باقی بن سید صفی الدین آدم بن سید تقی الدین احمد بن عبد المجید بن سید عبد الحفیظ بن سید عبد الرشید بن سید ابوالغنایم بن سید ابوالمکارم بن سید ابوالمحاسن بن سید ابوالفیض بن سید ابوالفضل بن سید عبدالباقی بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالواہب بن سید ابوالحیات بن سید محمد بن سید محمد ماہ بن سید شاہ محمد میر بن سید مسعود بن سید محمود بن سید ابوالاحد بن سید داؤد بن سید ابو ابراہیم اسمٰعیل بن سید محمد بن موسیٰ مبترقع بن حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ۔

حضرت داراشکوہ قادری تحریر فرماتے ہیں کہ سید فتح اللہ عرب سے وارد ہند ہوئے اور رلیب پور میں ٹھیرے، بعدہ قصبہ چوتی کہ لاہور سے چالیس کوس ہی طرف جنوب کے وہاں آکر متوطن ہوئے وہیں شیخ داؤد پیدا ہوئے، یعنی بعد انتقال والد سے چند ماہ پیچھے پیدا ہوئے، جب سن بلوغ کو پہنچے مولانا اسمٰعیل شاگرد مولانا عبدالرحمٰن جامی سے علوم ظاہری حاصل کئے، جب عشق الٰہی پیدا ہوا روحانیت حضرت غوث پاک سے تربیت پائی اور حضرت غوث پاک کے اشارہ سے سید حامد سے بعیت کر کے کامل ہوئے، اپنی مجلس میں ایسے حیران اور پریشان اور گھبرائے ہوئے بیٹھتے تھے کہ گویا ان کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے یا معشوق کا انتظار ہے، کبھی یکایک حالت طاری ہوتی، جنگل میں نکل جاتے کلمات حقایق باواز بلند فرماتے کبھی ارشاد کرتے کہ عراق کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نفحہ نفحات الٰہی سے اس کے ہمراہ ہوتے ہیں، اکثر عراق کی طرف بوجہ عشق حضرت غوث اعظم کے منتظر رہتے اور نہایت پابند سنت تھے، کوئی امر خلاف حدیث شریف کے زبان سے سرزد نہ ہوتا تھا، وفات حضرت کی سنہ ۹۸۲ھ میں ہوئی، مزار پُرانوار شیر گڈھ میں کہ متصل چونی کے ہے ہزاروں کراماتیں تا حال ظاہر ہوتی ہیں، چنانچہ ہر سال

عرس شریف میں دور دور سے خلایق جمع ہوتی ہے پہر بھر رات رہے روشنی روضہ عالیہ کی گل ہو جاتی ہے اور تجلّی نورانی ظاہر ہوتی ہے، جس کو تمام خلایق دیکھتی ہے، کہتے ہیں کہ پہلے روئے مبارک کی زیارت ہوا کرتی تھی۔

ذکر حضرت شیخ بہلول دریائی قدس سرّہٗ

آپ اولیائے پنجاب سے ہیں، صاحب تقویٰ و ریاضت و عبادت و خوارق کہ تمام عمر سیّاحی میں بسر فرمائی اور صاحب گروہ بھی ہیں۔ آپکے نقیر بہلول شاہی کہلاتے ہیں۔ بعض فقیر بہلول شاہی سہروردی مشہور ہیں وہ اپنا سلسلہ اس طرح ملاتے ہیں کہ بہلول دریائی مرید شاہ لطیف اللہ کے وہ مرید شیخ نصیر الدین قریشی سہروردی کے اور جو فقیر خاندان قادریہ سے نسبت کرتے ہیں وہ اپنا سلسلہ اس طرح ملاتے ہیں کہ شاہ بہلول مرید شاہ لطف اللہ برکی کے، وہ مرید شیخ جمال اللہ حیات المیر زندہ جاوید کے وہ مرید حضرت غوث اعظم کے اور شاہ بہلول دریائی نے خرقہ، تبرک حیات المیر زندہ جاوید سے بھی حاصل کیا تھا عمر آپ کی دراز ہوئی ہو۔ حقیقۃ الفقرا میں لکھا ہے کہ آپنے سیاحی میں بہت بزرگوں سے فیض حاصل کیا اور بعد انتقال مرشد کے برائے حل بعض مقامات ولایت نجف اشرف میں حاضر ہوکر روضہ متبرکہ حضرت شیر خدا پر دو سال معتکف رہے، اور جاروب کشی سے مشرف رہے جب مطلب برآری ہوگئی وہاں سے کربلائے مُعلّیٰ میں حاضر ہو تین ماہ روضہ سید الشہدا علیہ السلام پر معتکف رہ کر نعمت ہائے گوناگوں سے مشرف ہوکر کعبہ میں آکر حج کیا، بعدہ مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوکر پھر بغداد میں آئے، روضہ عالیہ غوثیہ پر ایک سال معتکف رہے، بعدہ برائے حصول افادہ مشرف ہوکر روضہ حضرت امام موسیٰ رضا رضی پر حاضر رہے۔ ایک شب معاملہ میں امام برحق نے فرمایا کہ فلاں جگہ فلاں غار میں ایک مجذوب ہے اُس کی خدمت میں جاکر اپنا حصّہ قادریہ لے۔ آپ وہاں سے بخوشی تمام اُس غار پر آئے، دیکھا کہ اکیلے وہ بزرگ مراقبہ میں ہیں، درچند خادم جُدا ایک جگہ پر ہیں، اُنھوں نے خدام سے استفسار حال کیا اُنھوں نے بیان کیا کہ ایک بار سر روز مراقبہ سے سر اُٹھاتے ہیں ایک وہ حالت جلال ہوتی ہو جو روبرو آتا ہو جل جاتا ہو وہ آج کا دن ہے

ایک روز نظرِ جمال ہوتی ہے، جو روبرو آتا ہے قطب وقت ہوجاتا ہے، آپ نے اُس روز تو تامل کیا دوسرے روز جب شیخ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا اور اُن پر نظر پڑی اُسی وقت اُن کو مقالات قطبیت کھل گئے، ان درویش کو لوگ مرد حق کہتے تھے، وفات شاہ بہلول دریائی کی ۹۸۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ابو اسحق قادری لاہوری قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ داؤد کرمانی چونی وال کے تھے، علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ عصر ریاضت اور مجاہدہ تقویٰ اور سخاوت میں شہرہ آفاق صایم الدہر اور قایم اللیل تھے۔ صاحب کرامت و خوارق کہ بادشاہ ابوالمعالی والی کرمان آپکا مرید تھا، آخر وقت میں لاہور آکر محلہ مغلان میں کہ محلہ پیر عزیز نیر نگ مشہور ہے سکونت پذیر ہوئے اور ہدایت طالبان حق میں مشغول رہ کر ۵ محرم ۹۸۵ھ میں وفات پائی اور اپنے مکان میں دفن ہوئے وہیں آپکے صاحبزادگی کے مزار بھی ہیں آپکا مقبرہ نیر نگ سے جانب شرق کے ہے۔

ذکر حضرت سید میران بن سید مبارک حقانی گیلانی

آپ مرد صالح و بزرگ و عالم اور سخی اور صاحب کرامات و ولایت تھے مرید اپنے والد کے آخر وقت سے آکر لاہور میں ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپ کی ذات با برکات سے فیضان ظاہری اور باطنی جاری رہا، ہزاروں مرید ہوئے اور ۹۸۶ھ میں انتقال کرکے گورستان لاہور میں دفن ہوئے۔

ذکر حضرت شاہ معروف چشتی قادری قدس سرہ

آپ اولاد سے شیخ فریدالدین گنجشکر کے تھے، اول اپنے پدر سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں مقامات سلوک طے کئے، بعدہ سید مبارک گیلانی بن سید محمد غوث حلبی کی خدمت بابرکت میں بمقام لکھی جنگل میں پہنچے۔ لوگوں نے پاس جانے کو منع کیا کہ آدمی کی تاب نہیں ہے، جو اُن کے پاس جاسکے یہ نہ مانے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ مراقبہ میں تھے، مگر نور باطن سے ان کا آنا معلوم فرماکر سر اُٹھایا اور متبسم ہوکر ان کو دیکھا اُنہوں نے قدموں پر سر رکھا تین روز بیہوش رہے جب ہوش آیا مرید ہوئے، بعد تکمیل کار غوثیہ کے خرقہ خلافت سے مشرف ہوکر شاہ معروف سے مخاطب ہوئے اور طریقہ نوشاہی کے امام ہوئے، وفات حضرت کی ۹۸۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید محمد نور بن سید بہاؤ الدین شیر گیلانی قدس سرہٗ

آپ صاحب سجادہ اپنے پدر عالی قدر کے تھے، علوم ظاہری و باطنی میں فرد فقر میں شان عالی رکھتے تھے اور نواسے شاہ کمال بخاری کے تھے، جس وقت حضرت کے والد نے رحلت فرمائی آپ وہاں موجود نہ تھے، بعد چند روز کے جب آپ آئے تو دیدار والد سے مشرف ہوئے، تمام اقربا وغیرہ کو حکم دیا کہ کوئی پاس نہ آوے، مگر وہ معمار کہ جس نے قبر مبارک کھولی تھی چھپ رہا تھا، جب آپ نے کفن چہرہ مبارک پدر سے اٹھایا اور زیارت کی معمار کی جو نظر پڑی اسی وقت نابینا ہوگیا۔ بعد چند روز کے جب آپ نے مقبرہ بنانا چاہا تو عمدہ معمار کی تلاش ہوئی، وہی نابینا معمار حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر میں بینا ہو جاؤں تو اچھی طرح کام بناؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جب تک تو کام کرے گا بینا رہیگا، بعدہٗ اندھا ہو جایا کریگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دن کو بینا اور رات کو نابینا ہو جاتا تھا جب کام ختم ہوا پھر کچھ نہ دکھائی دیا۔ وفات حضرت کی ۹۹۸ھ میں ہوئی، مزار قصبہ چونی میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ قمیص قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت فرزند سید ابی الحیات گیلانی بن سید تاج الدین محمود بن سید جلال الدین احمد بن سید شاہ داؤد بن سید جمال الدین علی ابن ابی صالح انصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث پاک یہ حضرت صاحب سلسلہ اور گروہ ہوئے ہیں کہ ان کے فقیر قمیصیہ کہلاتے ہیں پہلے سکونت حضرت کی ملک بنگالہ میں بمقام قصبہ ساڈورہ خضر آباد میں تھی اور تجرید اور تفرید کے ساتھ بسر فرماتے تھے بعدہٗ نصر اللہ نام ایک بزرگ تھے انھوں نے اپنی لڑکی سے حضرت کا نکاح کیا، بعدہ شہرہ کمال آپ کا بلند ہوا، ہزاروں مرید ہوئے، بہت سے خلیفہ ہوکر اطراف عالم میں پھیلے وفات حضرت کی ۱۳ ذیقعدہ ۹۹۲ھ میں ہوئی مزار ساڈورہ میں ہے، بعد آپ کے سید عبدالرزاق خلیفہ آپکے صاحب سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت سید اسمٰعیل بن سید ابدال قدس سرہٗ

آپ صاحب حال و قال باکمال گذرے ہیں، قلعہ رہتھور میں رہتے تھے، اولاد سے حضرت غوث پاک کی ہیں، اولاد غوث پاک سے پہلے حضرت ہی کے دادا ہندوستان میں تشریف لائے ذات بابرکات سے فیض عام جاری ہوا، اور بعض کاملین ہند نے آپ سے

بیعت کرکے خرقہ خلافت حاصل کیا، مثل شیخ عبدالرزاق جھنجانوی چشتی نظامی و شیخ محمد حسن و شیخ امان پانی پتی چشتی یعنی تینوں خلیفہ آپ کے مجمع البحرین مشہور ہیں، سلسلہ آپ کا اس طرح پر ہے سید اسمٰعیل بن سید ابدال بن سید نصیر بن سید محمد بن سید موسوی بن سید عبدالجبار بن ابی صالح نصیر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث اعظم اور سلسلہ درویشی بھی آپ کے ہی خاندان میں دست بدست چلا آیا ہے وفات حضرت کی سنہ ۹۹۴ھ میں ہوئی، مزار مبارک ستھور کے قلعہ میں ہے۔

ذکر حضرت سید الٰہ بخش گیلانی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے سید عبدالقادر ثانی کے تھے، ہمراہ برادران لاہور میں آکر مقیم ہوئے مقتدائے شریعت کہلاتے تھے، ہزاروں کو ہدایت فرمائی اور سنہ ۹۹۴ھ میں وفات ہوئی، ملک بنگالہ کے کسی دیہہ میں آپ کا مزار ہے۔

ذکر حضرت شیخ خضر سیوستانی قادری

آپ شیخ وقت اور صاحب تجرید اور تفرید اور تارک الدنیا اور اہل دنیا سے بے پرواہ اور ہمیشہ قبرستان میں تنہا رہا کرتے تھے، وقت اشتہا کے سوکھے پتے درختوں کے کھا کر ایام گذاری کرتے اور کپڑا فقط ایک تہ بند رکھتے تھے، ایک تنور بنا رکھا تھا اُس کو گرم کرکے اس کے اندر بیٹھ کر عبادت کرتے، شہر اور گاؤں میں قدم نہ رکھتے تھے، جانوران صحرائی آپ کے ہمجلیس رہتے تھے، موسم گرما میں گرم پتھر پر بیٹھ کر حق مستغرق رہا کرتے تھے، حضرت دارشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حاکم سیوستان برائے زیارت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، وقت دوپہر کا اور موسم بھی گرم تھا آپ ایک سل پر مراقبہ میں تھے اُس نے اپنا سایہ حضرت پر ڈالا آپ نے معلوم فرما کر چشم وا کیں اور فرمایا کہ تو کون ہے اس ویرانہ میں کیوں آیا ہے، اُس نے عرض کی کہ زیارت کو آیا ہوں، جو ارشاد ہو خدمت بجالاؤں، آپ نے فرمایا کہ اپنا سایہ مجھ پر سے دور کر اور جہاں سے آیا ہے چلا جا، جس کے سر پر خدا کا سایہ ہے اُس کو دوسرے کے سایہ کی حاجت نہیں، اُس نے پھر منت کی کہ کچھ تو کام فرمائیے، ارشاد کیا کہ اگر کچھ کار ہوگا تو دیکھا جائیگا، اُس نے پھر عرض کیا کہ وقت عبادت کے میرے واسطے دعا کیجئے گا، فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ میں اُس وقت تجھ کو یاد کروں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے مجھ کو دوسرے کا خیال ہو۔ یہ حضرت مرید شاہ سکندر کے وہ مرید شیر الاولیا خواجہ حاتی کے وہ مرید سید علی

قادری کے وہ مرید شاہ جمال مجرد کے وہ مرید سید لعل شہباز کے وہ مُرید شیخ ابو اسحٰق ابراہیم کے وہ مُرید شیخ مرتضیٰ سبحانی کے وہ مُرید شیخ احمد بن مبارک کے وہ مرید حضرت غوث الثقلین کے وفات حضرت کی ۹۹۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید شاہ نور حضوری لاہوری بن سید محمود حضوری غوری قدس سرہٗ

حضرت فاضل روزگار درویش بلند اقتدار مُرید اپنے والد کے اور اُن کے ہم پلّہ تھے، جو کوئی آپکا مرید ہوتا اول ہی شب کو دیدار نبوی سے مشرف ہوتا، وفات حضرت کی ۹۹۶ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ

بن سید حامد گنج بخش گیلانی کہ درویش عالی مقام و عالی ذوی الاحترام ہدایت میں یگانہ روزگار تھے، اپنے عہد میں شیخ پنجاب تھے، اور زیارت رسول مقبول و حضرت غوث پاک سے مشرف ہوتے تھے، روحانیت غوث پاک سے فیضان حاصل تھا اور روحانیت سید عبدالقادر ثانی سے بطریقہ اویسی فیض حاصل کیا، وفات حضرت کی ۱۰۰۱ھ میں ہوئی یعنی راہ ملتان میں گولی سے شہید ہوئے۔

ذکر حضرت سید حسین قدس سرہٗ

آپ درویش کامل اور صحبت یافتہ بزرگان اور سفر کردہ کہ طوس سے دہلی میں آکر فوت ہوئے قلعہ پتھورا میں زیر مسجد قوۃ الاسلام قرب دروازہ جنوبی آپکا مقبرہ ہے، اب وہ امام ضامن کی درگاہ مشہور ہے یہ حضرت کھیتی کرتے تھے اپنے عضو تناسل کو کاٹ کر پھینک دیا تھا۔ وفات حضرت کی ۹۴۳ھ میں ہوئی، دہلی کہنہ میں زیر مسجد قوۃ الاسلام مقبرہ عالی ہو۔

ذکر حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذی الحسنی المدنی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ علی بن حسام الدین متقی کے تھے، اگر مجمع البحرین تھے کہ خاندان چشتیہ قادریہ میں اجازت یافتہ تھے۔ آپ بمقام منڈوی خانہ شیخ ولی اللہ کہ کامل روزگار تھے پیدا ہوئے، بعدہٗ آپ کے والد برہان پور میں تشریف لائے یہ صغیر سن تھے کہ اِن کے والد نے انتقال کیا، ان کو خوردی میں

عشق الٰہی پیدا ہوا کہ ملک گجرات و سرندیپ کی سیر کرتے ہوئے بیس برس کی عمر میں کعبہ میں پہنچکر شیخ علی متقی کے مُرید ہو کر مقامات سلوک طے کئے، اور شیخ کے کمالات میں ایک کتاب لکھی جس کو شیخ بہت عزیز رکھتے تھے اور بارہ برس مکہ معظمہ میں خدمت مرشد میں رہے، باقی اٹھائیس برس مکہ میں گذار کر حج کئے، بعد انتقال پیر کے گجرات میں آکر لواحقوں سے ملے پھر کعبہ کو مراجعت کی اور حج کیا بعدہٗ پچاس برس کی عمر میں متناہل ہوئے اور فتوحات بدرجہ غایت ہونے لگا، جو آتا سب کو لقمہ مساکین کرتے اہل خانہ کو برائے سد رمق دیتے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ فرماتے ہیں، ایک بار میں ہمراہ اپنے والد کے سفر میں تھا، راستہ بھول کر ایسے جنگل میں پہنچے کہ جہاں کچھ نہ تھا، مجھ پر بھوک اور پیاس غالب ہوئی میں اس کی وجہ سے رونے لگا، والد نے میری تسلی کی کہ اب پانی اور کھانا آتا ہے، اتنے میں شام ہوگئی، بوجہ خوف جانوران صحرائی کے ہم دونوں درخت پر چڑھ گئے، تمام رات گذری صبح ہم نے دیکھا کہ چشمہ شیریں ہے، اُس پر ایک پیر مرد کھڑا ہے اس نے مجھ کو دیکھکر دو روٹی گرم بغل میں سے نکال دیں، ہم نے اُن کو کھایا پیا، اس پیر مرد نے فرمایا کہ قریب گاؤں ہے وہاں جاکر آسودہ ہو ہم اُس گاؤں میں گئے، مگر مجھ کو اس پیر مرد کے دیکھنے کا پھر شوق ہوا، جب میں اس درخت کے نیچے گیا کہ جہاں شب کو رہا تھا نہ وہاں چشمہ دیکھا نہ وہ پیر مرد [illegible] میں حیران ہوا شاید وہ خضر علیہ السلام تھے۔ چنانچہ ایک بار کاتب الحروف اور ایک بزرگ دونوں ہم سفر تھے، اتفاق سے دو شبانہ روز کھائے ہوئے گذر گئے تھے، تیسری شب کو ایک جنگل میں زیر کوہ مجوس کا ایک معبد دیکھا وہاں چاہ بھی تھا، یہ موقع دیکھ کر ہم اُس چاہ پر ٹھیرے، کھانا تو وہاں کہاں تھا مگر پانی پینے کو جی چاہا پانی بہت سرد تھا برف پڑتی تھی، جب ڈولچی چاہ میں ڈالی تو پانی دور تھا رسی چھوٹی تھی، مینے پجاری سے کہا کہ اگر رسی دو تو ہم پانی پی لیں، اُس نے کہا تپ چڑھ رہی ہے رسی میرے زیر پلنگ سے میں اُٹھ نہیں سکتا، مجبوراً تمام شب اُس چاہ پر پیاسے پڑے رہے، جب پہر بھر رات رہی وہاں سے چل دئے کہ اتنے میں روز روشن ہوا بوجہ سردی کے چلا مشکل سے جاتا تھا، ادھر بھوک کی اذیت تھی، تیمم کر کے ہم دونوں نے نماز صبح ادا کی اور چلے تو راستہ بہت تنگ تھا دونو طرف جھاڑی تھی میں آگے تھا، مینے دیکھا کہ ایک جھاڑی پر تین روٹیاں رکھی ہیں، اُن کو دیکھ کر جی چاہا کہ ان کو اٹھا لوں مگر دل میں خیال آیا کہ نہ معلوم یہ کس قوم کی ہیں، اور یہ بزرگ کہیں گے کہ ذرا سے امتحان میں یہ

صبر نہ کرسکا یہ سوچ کر آگے بڑھا اور وہ بزرگ اُس جگہ پر آئے، ان کی نظر بھی اُن روٹیوں کی طرف پڑی اُنہوں نے مجھے بلایا اور کہا یہ اُٹھالو، مینے اُن سے کہا کہ نہ معلوم کس کی ہیں یا کُتا اُٹھالایا ہے اُنہوں نے وہ اُٹھاکر مجھ سے کہا کہ یہ رحمت خدا ہے دیکھو گھی سے چپڑی ہوئی ہیں ابھی گھی ان کا جما بھی نہیں ہے اور یہاں دُور دُور آبادی کا نشان بھی نہیں معلوم ہوتا نہ راہ میں کوئی مسافر ملا مینے جو دیکھا کہ بیشک گھی اُن پر کا جما نہ تھا اُٹھاتے ہی سردی سے جم گیا، جب ورتھوڑی دُور گئے ایک نالہ ملا، اُس کو ہم دیکھ کر بہت خوش ہوئے میں اس میں نہانے لگا وہ بزرگ برائے رفع حاجت گئے، وہاں سے جو آئے ایک درخت مرچ کا لیکر آئے اُس میں پانچ مرچیں تھیں ہم دونوں نے شکر پروردگار ادا کیا اور ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی کھائی تو وہ روٹیاں چنے کے آٹے کی تھیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بعد امتحان کے اپنے بندوں کی ضرور امداد فرماتا ہے، سیر وسفر میں ایسے ایسے مقام پر خبر لی کہ اگر ان کو لکھوں تو ایک بڑی کتاب تیار ہو۔ آمدم برسرِ مطلب۔ شیخ عبدالوہاب متقی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مسافر تھا، میرا گذر شہر ملیبار میں ہوا، وہاں قاضی عبدالوہاب شافعی خدمت گذار فقرا تھا، مجھ کو بھی فقیر شکل دیکھ کر میرے پاس آیا، مینے اُس سے پوچھا کہ اگر اس شہر میں کوئی صالح درویش ہو تو میں اُس سے ملوں، قاضی نے کہا کہ یہاں ایک بزرگ صاحب کرامات وخوارق ہیں، مگر شراب پیتے ہیں میں اس وجہ سے ان سے نہیں ملتا۔ پس دوسرے روز میں اُن بزرگ کے پاس گیا دیکھا کہ اونچے ٹیلہ پر ان کا مکان ہے دو تین آدمی اور بھی رہتے ہیں، جب قریب گیا دیکھا کہ بہت مرد وعورت ان کے پاس بیٹھے ہیں، مجھ کو دیکھ کر مرحبا کہا اور خوش ہوئے، تھوڑی دیر بعد دور شراب شروع ہوا، مجھ کو بھی اشارا کیا کہ پی مینے کہا یہ حرام ہے اس کا پینا ناجائز ہے بہت کچھ اُنہوں نے کہا جب میں پینے پر راضی نہ ہوا تو کہا کہ خیر دیکھ تجھ کو کیا پیش آتا ہے میں وہاں سے رنجیدہ ہوکر اُٹھا اُسی شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک باغ نمونہ بہشت ہے۔ مینے اس میں جانا چاہا دیکھا کہ وہی مرد شرابی کھڑا ہے پیالہ شراب کا اس کے ہاتھ میں ہے مجھ سے کہنے لگا کہ اگر شراب پی تو باغ میں جا ورنہ ممکن نہیں، صبح جب میں بیدار ہوا لاحول پڑھی، پھر جب سویا وہی صورت پیش آئی، مینے توجہ جناب سرور عالم کی طرف کی اور پھر جو میں سویا جناب سرور عالم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور عصا ہاتھ میں ہے روبرو حاضر ہوا۔ وہ مرد شرابی بھی آیا حضرت صلواۃ اللہ علیہ وسلم نے عصا اُس مرد کی طرف ڈالا فرمایا کہ کُتا ہوجا اے نابکار، اُسی وقت وہ کُتا ہوگیا

اور وہاں سے بھاگا پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ مینے اس کو نکال دیا کہ وہ اس شہر میں بھی نہ رہیگا، صبح جب میں بیدار ہوا اس کے مکان پر جا کر دیکھا کہ وہ اسی شب کو بھاگ گیا تھا مینے شکر پروردگار ادا کیا، وفات شیخ عبدالوہاب متقی کی سنہ ۱۰۰۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبدالوہاب بھاکری قدس سرہٗ

فرزند سید عبدالرزاق بھاکری ماہر علوم دینی و دنیوی جامع کمالات صوری و معنوی اور مرید اپنے والد کے تھے، تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہ کر سنہ ۹۹۸ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت سید میر ابراہیم حسینی اوچی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ بہاؤالدین قادری کے صاحب علم و تصرفات ظاہری و باطنی رکھتے تھے، آپکے بہت سے شاگرد مولوی ہوئے ہیں، وفات حضرت کی سنہ ۹۲۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد حسن قادری جونپوری

آپ صاحب ولایت جون پور ہیں۔ خاندان چشتیہ میں مرید اپنے والد شیخ حسن کے تھے اور بزرگان چشتیہ سے بھی فیض تھا، جب آپ حج کو گئے وہاں خاندان قادریہ میں شیخ عبدالوہاب کے مرید ہوئے اور کئی برس کعبہ میں رہے، پھر دہلی میں آئے۔ ۷ رجب سنہ ۹۴۴ھ میں وفات پائی، مزار متصل جنگل اپنے والد کے مزار کے پاس ہے۔

ذکر حضرت سید صوفی بن سید بدرالدین بن سید محمد اسمٰعیل گیلانی قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب شریعت و معرفت تھے، جو آپکا مرید ہوتا تھا کامل ہوجاتا تھا لاہور میں کوس شریعت آپ کا چند روز خوب بجا، آخر سنہ ۱۰۰۲ھ میں وفات ہوئی۔

ذکر حضرت سید کامل شاہ لاہوری قدس سرہٗ

آپ ولی مطلق و شیخ محقق تھے، مرید شیخ اللہ داد مداری کے ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا اور بعہد دولت حضرت اکبر اعظم حسب طلب بادشاہ لاہور میں آکر موضع بابو سابو کے جنگل میں ٹھیرے، ہزاروں آپ کے مرید ہوئے، وفات حضرت کی ۷ صفر سنہ ۱۰۰۱ھ میں ہوئی اور بجائے اقامت دفن ہوئے، بعدہٗ نواب عبدالرحیم خاں جرنیل سلطانی نے آپکا مقبرہ بنانا چاہا، شب کو خواب میں اس سے

فرمایا کہ میرا مزار خام رہے گنبد نہ بنانا۔

ذکر حضرت شیخ حسین لاہوری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ بہلول دریائی کے تھے۔ صاحب ذوق و شوق و وجد سماع اور اپنا طریقہ ملامتیہ رکھتے تھے۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ کلس رائے کالیستھ نے کہ باشندہ لاہور کے تھے عہد فیروز شاہ میں مسلمان ہوکر شیخ عثمان نام پایا اور کار بافندگی کا کرکے ایام گذاری کرتے تھے اُن کے متعلقان عثمان ڈھڈا کہلاتے ہیں اور کاروبار بننے کا کرتے ہیں۔ شیخ حسین ۹۴۵ھ میں شیخ عثمان نومسلم کے گھر پیدا ہوئے جب سات برس کے ہوئے حافظ شیخ ابوبکر لاہوری سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا تین برس میں حافظ ہوئے انہیں دنوں میں شیخ بہلول دریائی لاہور میں آکر مسجد حافظ ابوبکر میں ٹھیرے اور شیخ حسین کو دریا سے پانی لینے بھیجا کہ پانی قریب مسجد مذکور کے ٹکسالی دروازہ کے باہر بہتا تھا جب شیخ حسین پانی لائے شاہ بہلول نے وضو کرکے دو رکعت تحیت الوضو ادا کرکے شیخ حسین کے واسطے دعا کی کہ الٰہی اس بچہ کو عارف اور اپنا عاشق کر پس اُسوقت عمر ان کی دس برس کی تھی۔ شاہ بہلول سے بعیت کی چونکہ رمضان تھا شاہ بہلول نے شیخ حسین کو امام کیا اور ان سے قرآن سنا اور چند سال کی کوشش میں ان کو باکمال کرکے قصبہ چنیوٹ کہ لاہور سے سات کوس اور شاہ کی سکونت کی جگہ تھی چلے آئے شیخ حسین نے ۲۶ برس ریاضت اور مجاہدے میں گذارے دن کو کنارے دریا راوی پر جنگل میں شب کو روضۂ شیخ علی مخدوم گنج بخش ہجویری پر بسر کرتے تھے ایک روز بوقت شب مزار پرانوار پر یہ تنہا تھے کہ مخدوم پیدا ہوئے اور مہربانی شیخ کے حال پر فرمائی۔ اُسی وقت یہ روشن ضمیر ہوگئے تمام مقامات کھل گئے نقل ہے کہ ایک روز شیخ حسین تفسیر مدارک کا سبق شیخ سعد اللہ لاہوری سے پڑھ رہے تھے وما الحیٰوۃ الدنیا کے معنی دریافت کئے اُستاد نے احسن طور پر تفسیر بیان کی شیخ نے کہا کہ مجھکو قال سے کچھ مطلب نہیں میں طلبگار حال کا ہوں یہ کہکر مست جام حال ہوئے اور مسجد سے اُٹھکر کودنے لگے اور گانے لگے کتاب چاہ میں ڈالدی اس حرکت سے اور درویش ان کو ملامت کرنے لگے آپ چاہ پر آئے اور فرمایا کہ اے پانی کتاب ڈالنے کی وجہ سے درویش مجھکو بُرا کہتے ہیں میری کتاب مجھکو واپس دے اُسی وقت وہ کتاب پانی کے اوپر آگئی آپنے اُس کو لیکر درویشوں کو دی وہ کتاب بھیگی تک نہیں تھی اُس روز سے آپنے اپنا طریقہ ملامتیہ کرلیا ڈاڑھی مونچھ منڈا کر جام ہاتھ میں لیکر ملامت کو پسند کیا

اور دیوانہ وار کبھی مسجد میں کبھی میخانہ میں کبھی کوچہ و بازار میں کبھی ہنستے کبھی روتے پھرا کرتے تھے ایک بار آپ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ آج دریائے راوی کی سیر کرینگے انہوں نے کہا کہ مرغن کھانا کھلواؤ تو چلیں، آپ نے منظور کیا اور سب ایک موضع منڈیان والا میں آئے کہ جو دریا سے قریب تہا۔ بہار خاں سردار موضع نے آپکے یاروں کو پکڑ کر پابہ جولاں کیا اور ان سے کہا کہ امساک باراں ہے جب تک پانی نہ برسیگا میں ان کو نہ چھوڑونگا۔ اگرچہ بہار خاں خادم الفقرا تہا مگر یہ حیلہ برائے بارش اُس نے کیا تہا آپ اپنے یاروں کے پاس گئے اور فرمایا کہ معاملہ برعکس ہوا کہ کھانے کے بدلے قید ہوئی، بعدہ بہار خاں کے پاس آئے اور فرمایا کہ اس حیلہ سے پانی برسنا ممکن نہیں بلکہ آگ برسیگی مگر ہاں جو کھانا مرغن شیر و شکر میرے یاروں کے آگے لاکر دعوت کرے تو کیا عجب ہے کہ پانی برسے یہ سنکر بہار خاں بہت محبت سے پیش آیا اور انواع و اقسام کے کھانے لاکر اُن کے یاروں کے روبرو رکھے اور بہت مدارات سے پیش آیا۔ جب آپنے اپنے یاروں کو خوش دیکھا منھ طرف آسمان کے کرکے کہا کہ الٰہی حسین اپنے یاروں سمیت خوش ہے اس وقت لازم ہے کہ باران رحمت بھیج کہ ان کے دل خوش ہوں اُسی وقت پانی برسنا شروع ہوا ایسا برسا کہ تمام جنگل بھر گئے نقل ہے کہ آپکے کسی دشمن نے شہنشاہ اکبر اعظم سے شکایت کی کہ حسین نامی فقیر لاہور میں ہے ڈاڑھی مونچھ منڈاتا ہے سرخ لباس پہنتا ہے اور ایک لڑکا مادہو نام ہے اُس سے صحبت رکھتا ہے اُس کا ہاتھ پکڑ کر ڈھول پر ناچتا ہے ایسی حرکات کرکے دعوے ولایت رکھتا ہے شہنشاہ نے یہ سنکر ملک علی کوتوال کے نام فرمان نافذ فرمایا کہ حسین کو پابہ جولاں کرکے حاضر حضور کرے فرمان کے پہنچتے ہی کوتوال نے اپنے پیادوں کو حکم دیا کہ شیخ حسین کو گرفتار کرکے لاؤ۔ حضرت لاہور میں موجود تھے بدستور پھرا کرتے تھے مگر کوتوال کے پیادے نہ پاسکے ایک روز کوتوال شہر عبداللہ راہزن کو کہ قوم بھٹی سے تہا حسب الحکم بادشاہ قتل گاہ میں لیجاتا تہا، خلق کا بہت ہجوم تھا اُسی ہجوم میں شیخ بھی ملے کوتوال نے اُن کو گرفتار کیا اور جیل خانہ میں بھیجکر پابہ جولاں کیا اُسی وقت بیڑی شکستہ ہوئی یہ کرامات دیکھکر کوتوال نے کہا اے حسین جادو کے زور سے تو نے زنجیر توڑی اگر میں چاہوں تو دونوں پیروں میں بیڑیاں ڈالکر بادشاہ کے پاس بھیجدوں آپنے فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں ابھی تیرے بدن میں آہنی میخیں ٹھک جائیں اور تو اُسی صدمہ سے مرے، اتفاقاً جو فرمان عبداللہ کا تھا اُسمیں لکھا تہا کہ وقت قتل

جو عبداللہ کہے وہ لکھکر ہمارے پاس ارسال کرے، چنانچہ عبداللہ نے خوب گالیاں دی تہیں پس کوتوال نے من وعن وہ گالیاں تحریر کر کے ارسال حضور کیں، حضور بملاحظہ اُن الفاظ سے سخت رنجیدہ ہوئے اور ناظم لاہور کے نام حکم ہوا کہ کوتوال کی مقعد میں لوہے کی میخ ٹھونک کر ماریں کل مال قرق کریں، عیال واطفال کو قید کریں، چنانچہ ناظم نے تعمیل حکم کی فرمانا شیخ کا درست آیا۔ بعد قتل کوتوال کے بادشاہ نے شاہ حسین کو اپنے طور پر اپنے پاس بلایا جب آپ روبرو بادشاہ کے گئے ایک ہاتھ میں صراحی ایک میں جام شراب تہا بادشاہ نے یہ کیفیت دیکھکر کہا کہ تم مرید خاندان قادریہ ہو اور یہ حال ہے حسین نے صراحی میں سے ایک جام بھر کر بادشاہ کے ہاتھ میں دیا بادشاہ نے جو دیکھا تو اُس میں سرد پانی تہا، دوسرا جام دیا تو وہ شربت سے بھرا ہوا تھا، تیسرا جام جو دیکھا تو وہ دودھ سے لبریز تھا۔ بادشاہ نے دوسری صراحی شراب کی منگا کر حسین کے ہاتھ میں دی اُنہوں نے بدستور جام بھر کر دیا تو وہی سرد پانی تہا، دوسرے میں شربت تیسرے میں دودھ، پھر بادشاہ نے برائے امتحان اُن کو قیدخانہ میں بھیجا کہ اگر یہ کامل ہے تو قید اس کو مانع نہیں، پس ان کو قیدخانہ میں روانہ کر کے بادشاہ داخل محل ہوئے، دیکھا کہ حسین بادشاہ بیگم کے پاس کھڑا ہے، یہ دیکھکر قیدخانہ میں دریافت کرایا وہاں اُن کو نہ پایا، پس اپنے کئے سے بادشاہ تائب ہوا اور چند سے اُن کو اپنے پاس رکھکر خدمات بجالا کر فیض قادریہ حاصل کیا اور آپ کی صحبت کی وجہ سے اصلاح ظاہری سے بے پروا ہو کر اصلاح باطنی میں کوشاں رہے اور قیودات ظاہری کو بالکل چھوڑ دیا تہا، قاعدہ ہے کہ شیخ کامل جس طریق پر ہوگا اُس کا طالب بھی وہی طریقہ اختیار کریگا۔

نقل ہے کہ حاجی یعقوب متوطن مدینہ تھے، اُنہوں نے شیخ حسین کو مدینہ میں معتکف دیکھا اور دوستی پیدا کی، جب وہ بطریق سیر ہندوستان میں آئے اور جب لاہور میں پہنچے شیخ حسین کو بازار چوک میں مست اور متوالا دیکھکر متعجب ہوئے ایک سے دریافت کیا اُس نے کہا کہ اس کو حسین کہتے ہیں لاہور ہی کا رہنے والا ہے یہ سُنکر حسین کے پاس گئے اور کہا کہ تو وہی ہے جو مدینہ میں معتکف تہا یہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر، جب اُنہوں نے آنکھیں بند کیں حضرت کو انہی لباس سے مدینہ میں معتکف پایا یہ کرامت دیکھکر حاجی یعقوب مرید ہوئے۔

نقل ہے کہ مخدوم الملک قاضی لاہور میں چلا جاتا تہا آپ کو دیکھا کہ ڈھول پر ناچ رہے ہیں

یہ دیکھکر وہ برہم ہوا اور آپ کو تکلیف دینی چاہی، آپنے جھپٹ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر فرمایا کہ قاضی! ارکان اسلام کے پانچ ہیں، اول کلمہ توحید و اقرار رسالت احمد مجتبیٰ علیہ السلام اس میں ہم تم دونوں شریک ہیں نماز اور روزہ کو میں نے ترک کیا حج اور زکوٰۃ کو تو نے ترک کیا۔ تقریر صرف حسین کے واسطے کیوں ہے، یہ سنکر قاضی ہنسا اور چلا گیا۔

لکھا ہے کہ آپکے خادم قریب نو ہزار کے تھے، بعض ایک لاکھ کہتے ہیں، مگر سب لی ہوئے اور آپکے سولہ خلفاء گذرے ہیں، جن میں چار غریب کہلاتے ہیں جو یہ ہیں شاہ غریب بمقام اتی ٹھٹہ وزیر آباد سے تین کوس دوسرے شاہ غریب موضع لنگوی والا ضلع وزیر آباد میں ہیں تیسرے شاہ غریب اجیلاپور دکن میں چوتھے شاہ غریب لاہور میں متصل مزار حضرت کے، اور چار دیوان کہلاتے ہیں، اول مادھو دیوان لاہور میں، گورکھ دیوان لاہور میں، بخشی دیوان بیجاپور میں، اللہ دیوان لاہور میں مگر مادھو محبوب ترین خلفاء سے تھے، تین خاکی کہلاتے ہیں، اول مولا بخش خاکی لاہور میں، دوم خاکی شاہ وزیر آباد میں، سوم حیدر بخش خاکی دکن میں، چار بلاول کہلاتے ہیں، اول شاہ رنگ بلاول، دوم بدھو، سوم شاہ بلاول کہ یہ تینوں گرد روضہ حضرت میں آسودہ ہیں چہارم شاہ بلاول دکن میں۔ وفات شیخ حسین کی صلخ جمادی الثانی ۱۰۰۸ھ میں ہوئی مزار لاہور میں مرجع خلایق ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسین قادری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالوہاب کے تھے خاندان چشتیہ سے بھی فیض یافتہ تھے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ کنارہ دریائے نربدا کے اکثر جگہ جنگل اور پہاڑ ہے، ایک مقام سر راہ پر شیر آگیا تھا اُس لئے راستہ بند کر رکھا تھا، آپ کا بھی وہاں گذر ہوا، شیر کا حال سُنکر ایک ہاتھ میں چادر لپیٹی ایک میں کارد لیا اور اُس جھاڑی میں کہ جہاں شیر تھا گھس کر شیر کو پکڑ کر کارد سے ہلاک کیا وفات حضرت کی ۱۰۱۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نعمت اللہ سرہندی قدس سرہٗ

آپ مرید اول میر بالا میر لاہوری کے تھے اور حاجی بھی تھے، نقل ہے کہ ایک سوداگر معہ اپنے فرزند کے خدمت شیخ میں آیا اور عرض کی کہ راہ میں چور میرے پیسے لے گیا، آپنے نور باطن سے معلوم کر کے سوداگر بچہ سے کہا کہ فلاں گنبد میں تو نے روپے رکھے ہیں جلد لاکر اپنے باپ کو دے وہ یہ سُنکر قدموں پر گرا اور مبلغان لاکر باپ کے حوالے کئے، ایک بار ایک شخص نے عرض کیا

کہ میری ایک باندی تھی خوبصورت، میں اُس کا عاشق ہوں وہ گُم ہوگئی کچھ تجویز بتائیے جو وہ مل جائے آپ نے فرمایا کہ سرراہ فلاں جگہ جا بیٹھ ایک گاڑی آوے گی اُس کے پردہ کے پاس جا کر کہنا کہ اے کنیز باہر آ وہ مل جائیگی، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور اُس کی کنیز مل گئی، وفات حضرت کی بعہد نور الدین جہانگیر بادشاہ ۱۰۱۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ بدر گیلانی قدس سرہٗ

حضرت شاہ بدر گیلانی بن سید شرف الدین بن سید یحییٰ بن سید علاؤ الدین علی بن شمس الدین محمد بن سید شہاب الدین احمد بن علاؤ الدین علی ثانی بن سید قاسم بن سید یحییٰ تاتاری بن سید احمد متقی بن سید ابی صالح بن سید ابی نصر بن سید عبد الرزاق بن حضرت غوث پاک کرم و صاحب ولایت اور پیر طریقت کہ عہد حضرت اکبر اعظم میں لاہور میں آئے ساکنان پنجاب سے ہزاروں مرید ہوئے، خوارق و کرامات آپ سے بہت ظاہر ہوئے، وفات حضرت کی ۲۰ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ میں ہوئی مزار موضع متانہ علاقہ پٹیالہ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ شمس الدین قادری لاہوری

یہ حضرت خلیفہ شیخ ابو اسحاق قادری کے تھے اور عالم باعمل و عارف مکمل اپنے عہد میں یگانہ روزگار تھے، لاہور میں آپ کو بہت فتوح تھا، یہاں تک کہ حضرت جہانگیر بادشاہ بھی معتقد ہوئے، جس کے بارے میں جو بادشاہ تحریر فرماتے بادشاہ اُسی طرح کرتے تھے، اس ذریعہ سے ہزاروں کی کاربرآری ہوئی۔

ذکر حضرت سید جیو عبد القادر ثالث قدس سرہٗ

آپ اولیائے وقت اور صاحب ولایت تھے اور مرید اپنے والد سید محمد غوث بالا پیر صاحب ست گھرہ کے کہ بعد انتقال پدر تمام ہندوستان کی سیر کرکے بزرگان وقت سے افادہ حاصل کیا بعدہ لاہور میں آکر شہر سے باہر محلہ رسول پور آباد فرما کر ھدایت خلق میں مشغول ہوئے اور وہیں ۱۰۲۲ھ میں وفات پائی مزار آپ کا مشہور ہے آپ کی دو صاحبزادیاں تہیں، بڑی بی بی کلاں کہ میران محمد شاہ موج بخاری سے بیاہی گئیں تھیں، اور بی بی دولت کا نکاح سید نظام الدین بن سید میر میران بن سید مبارک بن سید محمد غوث سے ہوا۔

ذکر حضرت سید خیر الدین ابوالمعالی قادری کرمانی قدس سرہٗ

فرزند سید رحمت اللہ بن سید فتح اللہ کہ ولی کامل اور صحیح النسب سادات کرمان سے تھے، صاحب کرامات و خوارق و زہد و تقوی بعد تکمیل کسب قاب درجہ کے خرقہ خلافت حاصل کیا، مرید اپنے برادر زادہ اور شیخ داؤد وشیر گڈھی کے تھے، بعدہ لاہور میں آکر راستہ میں جہاں ٹھیرے باغ، چاہ، تالاب تیار کرایا وہ عمارات ہنوز موجود ہیں اور لاہور میں ہزار دں مرید ہوئے ایک یہ کرامات تھی کہ جو آپ سے بیعت کرتا اسی شب کو زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوتا یا زیارت غوث پاک سے مشرف ہوتا، حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ملاشاہ نقل کرتے ہیں کہ ایکبار میں ہمراہ اپنے اخوند ملانعمت اللہ کہ عالم و عامل و فقیر کامل تھے حضرت کی زیارت کو آئے، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت کے ایک مرید نے تسبیح نذر کی، میرے دل میں آیا کہ اگر مجھکو دیں تو خوب ہو جب ہم چلنے لگے مجھکو اپنے روبرو بلاکر فرمایا کہ یہ تسبیح اپنی خواہش کے موافق لے، اگر ہو سکے تو اس پر سو بار درود پڑھا کر مجھے تجھے اور مالک تسبیح کو بہت ثواب ہوگا۔ آخوند نعمت اللہ سے روایت ہے یعنی آخوند کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھکو غوث پاک سے نہایت محبت اور ارادت ہے آیا غوث پاک کو بھی میری ارادت کی خبر ہو گی یا نہ ہوگی، اسی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنگل میں سر برہنہ کھڑا ہوں اور حضرت غوث پاک نے دستار سفید مجھکو عطا کی اور فرمایا کہ میں تیرے حالات سے واقف ہوں صبح جب میں بیدار ہوا شاہ ابوالمعالی نے مجھکو طلب کر کے دستار سفید عنایت کی اور کہا کہ یہ وہی دستار ہے جو شب کو غوث پاک نے مجھکو دی تھی اور شاہ ابوالمعالی صاحب دیوان اور صاحب تصانیف بھی ہیں، چنانچہ بوجہ عشق حضرت محبوب سبحانی کے تحفۃ القادریہ تحریر کی کہ مشہور کتاب ہے ولادت حضرت کی بروز دوشنبہ دسویں ذی الحجہ ۹۶۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ میں ہوئی مزار لاہور میں موتی دروازہ کے باہر ہے عیدین کو ہزاروں آدمی زیارت کرتے ہیں۔

ذکر حضرت میاں نتھا شاہ قادری قدس سرہ

آپ خلیفہ میاں میر بالا پیر لاہوری کے تھے، تمام عمر خدمت مرشد میں رہے اور حالت استغراق میں بھی پاس رہتے تھے۔ ایک روز ایک درویش جونپور سے آپ کے پاس آئے آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کس کام کو آیا ہے اس درویش نے کہا کہ آپ کی زیارت کو آیا ہوں فرمایا کہ مجھکو

دیکھ اس درویش نے کہا کہ آپکا نام اور حال وغیرہ سے بھی خبردار ہونا چاہتا ہوں، آپنے فرمایا کہ نام میرا نتھا اور قوم تیل نکالنے والا اور میاں میر صاحب کا ادنیٰ خادم ہوں اور حال میرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کنجیاں عالم جبروت وملکوت ولاہوت کی میرے ہاتھ میں دی ہیں، جب چاہتا ہوں درِ ملکوت کھول کر داخل ہوتا ہوں، اسی طرح جبروت اور لاہوت میں جاتا ہوں۔ حضرت داراشکوہ جامع راقم سکینۃ الاولیار میں تحریر فرماتے ہیں کہ درخت اور پتھر وغیرہ نباتات وجمادات سب حضرت سے گویا ہوتے تھے، اور اپنے اپنے فوائد اور خواص بیان کیا کرتے تھے، آپ کچھ جواب نہ دیتے تھے، ایک روز گنبد میں تشریف فرما تھے باہر آنا چاہتے تھے کہ آواز سُنی کہ ایک ساعت ٹھیر آپنے کہا تو کون ہے اور منع کرنے کا کیا باعث ہے، پھر آواز ہوئی کہ میں گنبد ہوں اور منع اس واسطے کرتا ہوں کہ باران کثرت آویگا باہر جانے سے تم کو تکلیف ہوگی، یہی گفتگو تھی کہ بارش ہوئی۔ ایک روز یہ چلے جاتے تھے راستہ میں دیکھا کہ ایک چوہا مرا پڑا ہے، آپنے اُس طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تو اس حال سے راستہ میں پڑا ہے اُٹھ اور اپنی جگہ جا، وہ اُسی وقت زندہ ہوکر روانہ ہوا۔ ایک بار میاں میر صاحب نے آپ سے پوچھا کہ تنہا اب کہاں مشغول رہتے ہو، آپنے فرمایا کہ موضع حجرہ کے باغ میں مشغول رہتا تھا، وہاں جو بہت سے درخت تھے، اور تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ کہتے تھے ان کے شور سے خلل آتا تھا، اب خلیفہ جنید کے محلہ میں ایک کونہ میں مشغول رہتا ہوں، یہ سُنکر میاں میر نے تبسم کرکے فرمایا کہ دیکھو یہ تیلی کا لونڈا کہاں تک پہنچا ہے کیا کہتا ہے ایک روز میاں میر و میاں نتھا و ملا محمد سیالکوٹی سایہ دیوار حجرہ میں بیٹھے تھے کہ ہوا تند چلی اور بارش آئی، میاں میر نے فرمایا کہ اب ناچار یہاں سے اُٹھنا پڑا، میاں نتھا نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں بارش اور ہوا کو آپس میں ٹکراؤں تا مطلع صاف ہوجائے، یہ بات میاں میر صاحب کو ناگوار گذری اور فرمایا کہ تو اظہار کرامات اور خود نمائی کرتا ہے یہاں سے اُٹھکر حجرہ میں چلے جانے سے کیا نقصان ہے کار الٰہی میں ہم دخل دیں بے ادبی ہے کہ فعل المحمود محمود ہے۔

لکھا ہے کہ آپ ناخواندہ تھے، مگر جو سامنے آتا اُس کو بخوبی پڑھ لیتے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار قرب مزار میاں میر کے، جب آپکا انتقال ہوا تو میاں میر صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ رونق فقیرخانہ میاں نتھا لے گئے، اور خادمان کو وصیت فرمائی کہ بعد مرنے کے مجھکو بھی میاں نتھا کے پاس دفن کرنا۔

ذکر حضرت حاجی مصطفیٰ سرہندی قدس سرہٗ

آپ صاحب زہد اور تقویٰ اور قانع و قامع نفس میاں میر صاحب کے مرید تھے ہر وقت سکر اور استغراق رہتا تھا' ایک بار آپ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے' جب رکوع میں جھکے استغراق غالب ہوا کہ رکوع میں رہ گئے جو مقتدی تھے وہ دوسری بار اپنی نماز ادا کر کے چلے گئے۔ آپ ۳ روز رکوع میں رہے' وفات حضرت کی ۱۴ صفر ۱۰۳۹ھ بروز چہار شنبہ ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبد الوہاب گیلانی قدس سرہٗ

آپ تعلیم یافتہ عبد القادر گیلانی ثالث کے تھے لاہور میں رہتے تھے شیخ وقت کہلاتے تھے ہزاروں مرید تھے ۱۰۳۷ھ میں انتقال ہوا۔

ذکر حضرت سید شیخ عبد اللہ قدس سرہٗ

آپ اولاد سے غوث پاک کی تھے اور مرید اپنے والد سید عمر کے تھے اور پابند طریقۂ غوثیہ اور قدسیہ کے تھے' پندرہ برس کی عمر سے شوق درویشی ہوا' بغداد سے نکلکر ہندوستان میں آکر تحصیل علوم کر کے موضع ٹھٹب نواح دھلی میں مقیم ہوکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے ہزاروں مرید ہوئے جب تک آپ زندہ رہے کبھی اس موضع میں چوری یا اور کوئی ظلم نہوا۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مُلّا حامد قادری قدس سرہٗ

آپ قرآن پڑھنے میں لاثانی تھے' علوم ظاہری اور باطنی اور رموز طریقت اور حقیقت سے خوب ماہر تھے' پہلے یہ میاں میر صاحب کے منکر تھے' بعدہ مرید ہو کر کمال معتقد ہوئے بعدہٗ ترک درس فرما کر عبادت معبود میں مشغول ہوئے' تھوڑے ہی دنوں میں بکمال ولایت پہنچے' آخر ۱۰۴۴ھ میں بتاریخ ۱۱ رمضان وفات ہوئی مزار روضہ میاں میر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد میر مشہور بہ میاں میر بالا پیر قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ مشائخ عظام قادریہ عاشق غوثیہ اور خلیفہ شیخ خضر سیوستانی قادری کے تھے' آپکے والد کا نام قاضی سائیں دتہ بن قاضی قلندر فاروقی اور آپ کی والدہ بی بی فاطمہ بنت قاضی قارن اور نسب الا

حسب حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب سے منتہی ہوتا ہے، آپ شہر سیوستان میں ۹۸۸ھ میں پیدا ہوئے ناز و نعمت سے پرورش پائی، آپ کی سات برس کی عمر تھی جو تیم ہوئے پانچ برس میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے پہلے اُن کے والد نے اُن کو بطریقہ قادریہ تلقین و تعلیم فرمایا، بعدہ پہاڑ سیوستان پر جاکر شاہ خضر سیوستانی کے مُرید ہوکر کار بہ تکمیل پہنچاکر خرقۂ خلافت حاصل کیا اور حسب اجازت پیر روشن ضمیر لاہور میں آئے اور حضوری روحانیت حضرت غوث پاک سے مشرف ہوئے پھر تمام عمر جب چاہتے تھے حضوری سے مشرف ہوتے تھے، شب کو نہ سوتے دن کو نہ کھاتے صایم رہتے تیسرے روز افطار کرتے بعدہٗ ایک ماہ کے بعد افطار کرنے لگے تھے، حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ کے بھائی سیوستان سے لاہور میں آئے اُس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا اُن کو اپنے حجرہ میں بٹھایا آپ نے باغ میں جاکر وضو کرکے دو رکعت نفل ادا کرکے دعا کی کہ الٰہی میں بیکس بے یار و دیار ہوں، سوا تیرے میرا کون ہے، مہمان آیا اور میرے پاس کچھ نہیں جو اُس کی خدمت کروں، آپ دعا میں تھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ ایک شخص کھانے کا خوان لئے تیرے در پر منتظر ہے، آپ اپنے حجرہ پر آئے، دیکھا تو خوان کھانے کا موجود ہے، آرندہ خوان نے وہ آپکے روبرو رکھا دیکھا تو اُس میں کھانا اور کچھ نقد ہے، اُس نے کہا کہ اس وقت جو تم نے چاہا تھا کھانا اور نقد موجود ہے، اگر حاجت ہو تو ارشاد کیجیے کہ اور آجائے آپ نے شکر پروردگار ادا کیا اور برادر کے ہمراہ کھانا نوش فرمایا۔ نقل ہے کہ نورجہاں بیگم زوجہ حضرت جہانگیر بادشاہ کہ مذہباً اثنا عشری تھیں، ایک بار بمقام اکبرآباد بادشاہ سے کہا کہ آپ مجھ پر بہت ہی مہربان ہیں میرا مذہب کہ جو حق ہے اُس کو کیوں نہیں قبول فرماتے، بادشاہ نے فرمایا کہ جاناں جان دادم نہ کہ ایمان۔ نورجہاں نے کہا کہ آپنے ہم کو بے ایمان سمجھا میں جو پابند اس مذہب کی ہوں تو اس وجہ سے کہ یہ مذہب حق ہے باقی اور مذاہب میں افراط یفرط ہے، بادشاہ نے کہا کہ اس کی سند کیا ہے، نورجہاں نے کہا اس کو تحقیق کیجیے حق و ناحق کھل جائیگا، یعنی مشہد مقدس سے ہمارے مذہب کے ایام کو طلب فرماکر اپنے مذہب کے علما سے مباحثہ کرائیے جو حق ہو اُس کی پیروی کیجیے۔ الغرض ایک امیر اثنا عشری مشہد مقدس کو گیا وہاں سے ایک عالم کہ جو مشہور وقت اور یگانۂ روزگار تھا اور مذہب اثنا عشری کا امام مانا جاتا تھا باعزاز تمام لیکر روانہ ہندوستان ہوا اُدھر نورجہاں کے کہنے سے بادشاہ نے تمام صوبہ داروں کے نام فرمان جاری کر دیئے تھے کہ فلاں

مجتہد مشہد سے آتے ہیں، جہاں پہنچیں اُن کی تعظیم و تکریم میں اور ضیافت اور مہمانداری میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا جاوے اور ہر صوبہ امرائے شہر و علمار شہر و فقرا سمیت استقبال کرے، اور جو خدمات مجتہد صاحب کی بجالاوے اُس سے حضور کو مطلع کرے۔ الغرض جب مجتہد قریب لاہور کے آئے کہ صبح لاہور میں داخل ہو نگے صوبہ لاہور نے میاں میر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ صبح مجتہد صاحب لاہور میں داخل ہوں گے پیشوائی میں آپ کو بھی چلنا ہوگا، آپ نے فرمایا کہ فقیر کو معاف رکھئے، صوبہ نے کہا میں مجبور ہوں بادشاہ کا حکم اسی طرح ہے اگر آپ نہ گئے اور خبر بیگم صاحبہ کو ہوئی تو خوف ہے کہ کچھ فساد اُٹھے مصلحت یہی ہے حضرت بھی تشریف لے چلیں، حضرت نے مصلحتاً قبول فرمایا صبح تمام اہالیان لاہور نے مجتہد کا استقبال کیا جب مجتہد کی روئے منور میاں میر پر پڑی صوبہ لاہور سے کہا کہ ان حضرت کی تعریف کیجیے، صوبہ نے کہا کہ آپ عالم اور درویش ہیں مجتہد نے آپ سے مصافحہ کیا اور صوبہ سے کہا کہ میرے اُترنے کے واسطے مکان حضرت کی خانقاہ کے قریب درست ہونا چاہیئے، الغرض قریب خانقاہ ایک مکان آراستہ کیا گیا، اُس میں مجتہد فردکش ہوئے، دوسرے روز صبح تمام خلایق کہ مجتہد کی مُشتاق تھی میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ہم مجتہد کا وعظ سُننا چاہتے ہیں، اگر یہ آپکے ذریعہ سے میسّر ہوگا، حضرت نے ہر چند عذر کئے مگر جب وہ لوگ نہ مانے آپ اُن کے ہمراہ قیام گاہ مجتہد پر آئے، مجتہد نہایت تعظیم سے پیش آئے آپنے مجتہد سے فرمایا کہ مخلوق لاہور آپ کی زبان دُر بیان سے کچھ سُننا چاہتی ہے اور یہ فقیر بھی مُشتاق ہے، مجتہد نے کہا میں آپکا مشتاق ہوں آپنے فرمایا کہ ہمیشہ غلبہ کثرت رائے پر ہوا کرتا ہے الغرض چوکی بچھی اور مجتہد صاحب نے اُس پر جلوہ افروز ہوکر موافق معمول اپنے مذہب کے اہلبیت رسول مقبول کی ثنا شروع کی، جب ذکر کربلائے مُعلّٰی کا آیا اُس کی تعریف میں فرمایا کہ اے مومنین اللہ تعالیٰ نے زمین کربلا کو وہ عظمت دی ہے کہ اُس کے گرد بارہ بارہ کوس تک دوزخ کی آنچ حرام ہے، اُس پر میاں میر صاحب نے سر اُٹھا کر باواز بلند فرمایا کہ اے حاضرین والا تمکین یہ بزرگی کربلا کی اس وجہ سے ہے کہ وہاں نواسے رسول مقبول لیٹے ہوئے ہیں، سبحان اللہ جائے غور ہے کہ جہاں خود وہ سرور عالم معہ اپنے تینوں ستون دین کے آسودہ ہیں اُس جگہ کے واسطے اگر کہا جائے کہ اس کے گرد سو سو کوس دوزخ کی آنچ حرام ہے تو بجا ہے، یہ سن کر مجتہد صاحب چُپ ہوئے اور بسبب کسل راہ کے درد سر کا حیلہ کر کے چوکی سے اُتر آئے، جلسہ برخاست ہوا، صوبہ لاہور سے کہا کہ بادشاہ کو لکھ دو کہ مجھ کو آب و ہوا ہندوستان کی موافق نہیں

میں واپس جاتا ہوں، اُس پر ہمراہی امیر نے کہ جو اُن کے ہم مذہب تھا قطعی اس کا سبب اپنے طور پر پوچھا، مجتہد نے فرمایا کہ میاں میر جو فقیر آدمی ہو کہ جس کو اپنے کار سے فرصت نہیں اس کی یہ کیفیت تم نے مشاہدہ کی، چہ جائیکہ علماء ہند کہ جو میرے آنے کی خبر سُن کر مہینوں اور برسوں سے محنت کرکے واسطے مباحثہ کے تیار ہیں اُن سے گلو گزاری مشکل ہوگی، آخر مجتہد صاحب لاہور سے واپس پھر گئے۔ نقل ہو کہ میاں میر صاحب باغ زین خاں میں مشغول عبادت تھے، یک فاختہ درخت پر بیٹھی حق سرّہٗ کہہ رہی تھی، ایک شکاری آیا اور اُس کے ایک ایسا غلّہ مارا کہ وہ مر گئی نیچے گری، شکاری نے اُس کو اُٹھانا چاہا دیکھا تو وہ مر چکی تھی، اُس کو چھوڑ کر چلا گیا، حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا کہ اس مُردہ فاختہ کو لا، جب وہ پاس لائے، آپنے اپنا دست حق پرست اس پر لگایا وہ اُسی وقت اُڑ گئی اور اپنی جگہ جا بیٹھی اور بولنے لگی، شکاری نے جو پھر آواز سُنی اور قریب اُس کے آکر غلّہ مارنا چاہا حضرت نے منع فرمایا وہ نہ مانا اور غُلّہ چھوڑا اُسی وقت اُس کے ہاتھ میں سخت درد اُٹھا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور لوٹنے لگا، آپنے اُس کے پاس جاکر فرمایا کہ اے بے درد یہ درد تیری بیدردی کا ثمرہ ہے، میں نے منع کیا تو نہ مانا وہ شخص بہت رویا قدم بوسی کی اور شکار سے توبہ کی، حضرت نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا وہ اچھا ہوا درد بالکل جاتا رہا، یہ کرامات دیکھ کر وہ مُرید ہوا اور مرتبہ اعلیٰ پر پہنچا، حضرت میاں میر صاحب کے انفاس پاک کو اللہ نے وہ تاثیر بخشی تھی کہ آپکا دم کیا ہوا پانی کیسے ہی سخت بیمار کو پلاتے اُسی وقت اُس کو شفا ہوتی گونگا گویا ہوتا، جس کو شکایت ضعف بصر ہوتی اس پانی کے لگانے سے چشم روشن ہوتیں۔ ایک شخص اپنے پسر گنگ کو لیکر خدمت عالی میں آیا اور عرض کی یہ بولتا نہیں، آپنے اُس بچہ کی طرف توجہ فرماکر ارشاد کیا کہہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اُسی وقت اُس نے بسم اللہ پڑھی اور گویا ہوا اور تھوڑے دنوں میں قرآن حفظ کیا۔ نقل ہے کہ ایک بار آپنے جو رومال مستعمل ہوکر رہا اپنے خدمتگار کو دیکر فرمایا کہ تیرا جو بیمار ہو یا آسیب زدہ ہو اُس کے سر پر رومال لپیٹ دیا کر، چنانچہ اُس روز سے خادم کے ہاتھ سے ہزاروں کو شفا ہوئی، خوب اُس کی دوکان گرم رہی جو بیمار اُس کے پاس آتا وہ رومال عطیہ میاں میر اُس کے سر پر لپیٹتا اُس کو صحت ہوتی۔ ایک روز آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے، درخت سرو سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اسم باری تعالیٰ سے تو کونسا نام لیتا ہے، وہ درخت گویا ہوا کہ اسم یا نافع کی تسبیح کرتا ہوں۔ ایک روز حضرت صحن خانقاہ میں جلوہ افروز تھے اور بہت سے لوگ حاضر تھے کہ ایک مغل فقط تہ بند باندھے آکر حضرت کے روبرو بیٹھ گیا

اتنے میں ایک اور شخص آیا اور کچھ نقد پیش کش کیا، آپ نے نذر اس کی قبول فرما کر اس مغل کو دیکر فرمایا کہ گھوڑا خرید کر فلاں شاہزادہ کے پاس جا نوکر ہو جائیگا۔ ایک درویش بہت دنوں سے بطمع زر خانقاہ میں پڑا تھا کہنے لگا کہ آپ کبھی کسی کی نذر قبول نہیں فرماتے آج قبول کی تو ایک نئے آدمی کو اتنا مال دے دیا ہم جو مدت سے اُمیدوار پڑے ہیں محروم رہے، ایسے گستاخانہ کلام کرکے وہ تو چلا گیا، آپ نے فرمایا کہ یہ دروغ گو ہے، ایک سو ساڑھے بائیس درم اس کے پاس ہیں وہ اس کے پاس سے گم ہوں گے اور یہ اُن کے غم میں مر جائیگا اور تین جانیں اور جائیں گی، چنانچہ دوسرے روز اُس کو حاجت غسل ہوئی وہ غسل خانہ میں نہایا کپڑے پہنے ہمیانی وہیں چھوڑی اور خدمت میاں میر میں آیا آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ کمر کھولکر بیٹھو، اُس نے جو کمر کو کھولکر دیکھا خالی پایا، وہاں سے گھبرا کر چلا آپ نے فرمایا کہاں چلا اُس نے کہا کہ غسل خانہ میں کچھ بھول آیا ہوں، جب غسل خانہ میں دیکھا ہمیانی نہ پائی روتا ہوا حضرت کی خدمت میں آیا اُسی وقت شکم میں مروڑا اُٹھا خون کا دست آیا پھر حضرت کے روبرو گریہ وزاری کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ دریا پر جاؤ وہاں ایک کشتی میں ایک درویش ہے اُس سے اپنی ہمیانی لے لے، وہ جب دریا پر آیا کشتی اور درویش کو دیکھا، دل میں کہنے لگا کہ یہ مزدور معلوم ہوتا ہے اس کے پاس ہمیانی کہاں، اُس فقیر نے سر اُٹھا کر کہا کہ اپنی ہمیانی لے اور بہت سی ہمیانیاں اُس کے روبرو ڈال دیں وہ اپنی ہمیانی لے کر آیا مگر دست جاری تھے آخر مر گیا، دو شخصوں نے وہ ہمیانی لی، تیسرے کو جو خبر ہوئی اُس نے اُن دونوں کو زہر دے کر مارا، آخر وہ بھی بجرم قتل زہر خورانی بحکم صوبہ لاہور مارا گیا، جیسا ارشاد فرمایا تھا پورا ہوا۔ نقل ہے کہ حضرت شاہجہاں بادشاہ لاہور میں تشریف فرما ہوئے، بروز جمعہ وقت صبح میاں میر صاحب کی زیارت کو آئے اور پچاس ہزار روپیہ پیشکش کیا، میاں میر صاحب نے قبول نہ فرمایا بادشاہ نے کہا کہ اہل خانقاہ کو تقسیم فرما دیجئے، آپ نے ارشاد کیا کہ مال سلطنت مشکوک ہوتا ہے جس کو میں اپنے واسطے منظور نہیں کرتا، اس کو دوسرے بھائی مسلمانوں کے واسطے کس طرح منظور کروں، مجبور بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر ایک اور بزرگ لاہور میں تھے اُن کے پاس گئے اور وہ روپیہ نذر کیا، اُن بزرگ نے خدام سے فرمایا کہ رکھ لو، جب دوسرے جمعہ کو پھر بادشاہ میاں میر صاحب کے پاس آئے استفسار کیا کہ وہ روپیہ آپ نے قبول نہ فرمایا اور فلاں حضرت نے قبول کر لیا، آپ نے فرمایا کہ وہ درویش مثل دریا کے ہیں اور میں مثل کوزہ کے ہوں کہ ناخن ڈوبنے سے اُس کا پانی

نکر وہ ہوجاتا ہے، الغرض یہاں سے رخصت ہوکر بادشاہ پھران درویش کے پاس گئے اور پوچھا کہ میری نذر آپ نے قبول کی اور میاں میر صاحب نے نہ قبول کی اس میں کیا اسرار ہے، انہوں نے فرمایا کہ میاں میر صاحب کا اتقا بڑھا ہوا ہے۔

نور محمد خادم میاں میر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ایک بار بالائے حجرہ تشریف فرماتھے مجھ سے فرمایا کہ نعلین اور کوزہ پانی کا میرے پاس رکھ کر جا سورہ میں نے نعلین تو اوپر رکھ دی کوزہ پانی کا رکھنا بھول گیا، جب پہر رات رہے میں بیدار ہوا مجھ کو یاد آیا کہ پانی برائے وضو نہیں رکھا، پس پانی لیکر اوپر گیا، دیکھا کہ حضرت نہیں ہیں سمجھا کہ بیت الخلا گئے ہونگے وہاں جاکر آواز دی کچھ اشارہ نہ معلوم ہوا، ناچار چراغ روشن کر کے تمام حجرہ میں دیکھا کہیں نہ پایا متحیر ہوا کہ اس وقت کہاں گئے ہونگے کہ اتنے میں صبح ہوئی، حجرہ پر سے مجھ کو آواز دی کہ وضو کو پانی لا میں پانی لے گیا اور بے اختیار ہوکر استفسار حال کیا فرمایا کہ آج کی رات میں غار حرا میں تھا، وہاں عبادت کا بہت ثواب ہے مگر یہ سیر اسرار تاحیات کسی سے نہ کہنا۔

نقل ہے کہ جن روزوں میں جہانگیر بادشاہ رونق افروز کشمیر تھے کسی بدگو نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرزا حسام الدین خلیفہ شاہ باقی باللہ کی شکایت کی، بادشاہ نے اُن دونوں بزرگوں کو کشمیر طلب فرمایا جب یہ صاحب لاہور میں وارد ہوئے شیخ عبدالحق پریشان حال خدمت میاں میر میں آئے اور اپنا تمام حال عرض کیا، میاں میر نے فرمایا کہ تم کشمیر نہ جاؤگے نہ تمہارا فرزند نورالحق کابل جائیگا اور نہ مرزا دہلی سے جدا ہوگا۔ چوتھے روز لاہور میں خبر مشتہر ہوئی کہ بادشاہ نے انتقال کیا اور نعش بادشاہ لاہور میں لاکر دفن کی گئی یہ واقعہ ماہ صفر ۱۰۳۲ھ کا ہے۔ نقل ہے کہ امرائے لاہور سے ایک نے اپنے مکان میں کنواں کھدوایا پانی اُس کا شور نکلا اُس نے ایک کوزہ پانی اپنے چاہ کا حضرت کی خدمت میں ارسال کر کے تمام کیفیت عرض کرا بھیجی، حضرت نے سورہ فاتحہ پڑھ کر اُس پانی پر دم کر کے قدرے اُس میں سے نوش فرماکر ارشاد کیا کہ یہ پانی اسی چاہ میں ڈال دیا جائے، وہ پانی پڑتے ہی پانی اُس چاہ کا کہ جو بے چاہت تھا شیریں اور قابل چاہ ہوا۔ ایک بار آپ کے مرید محمد فاضل کا پسر مرگیا اُس کو بہت غم ہوا، جب حضرت کے پاس گیا آپ نے فرمایا کہ غم مت کر تیری عورت حاملہ ہے اُس نے اپنے گھر آکر دریافت کیا، معلوم ہوا کہ حمل ہے، جب وہ بچہ پیدا ہوا آپ نے اس کا نام محمد افضل رکھا اور فاضل سے فرمایا کہ تیری تقدیر میں لڑکی تھی میں نے تین بار خدا سے دعا کی اُس نے قبول فرماکر تجھ کو لڑکا مرحمت فرمایا لکھا ہے کہ حضرت کے تین

برادر اور دو ہمشیرہ تھیں، ایک میاں قاضی، دوسرے قاضی عثمان، تیسرے قاضی طاہر ایک بی بی بادی
دوسری بی بی جمال خاتون کہ عارفہ وقت تھیں۔ نقل ہے کہ ایک بار حضرت معہ مُلّا شاہ اپنے خلیفہ کے
سرہانے ایک قبر کے بیٹھے مشغول تھے، مُلّا صاحب نے کشف القبور سے عرض کیا کہ حضرت صاحب قبر کہتا ہے
کہ میں جوانی میں مرا اور اپنے کردار کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں تم عزیز میرے سرہانے آئے،
تعجب ہے کہ میں عذاب میں رہوں، حضرت نے فرمایا کہ صاحب قبر سے پوچھ کہ تیرا عذاب کس طرح رفع ہو
مُلّا شاہ نے توجہ کی پھر عرض کیا کہ وہ کہتا ہے ستر ہزار کلمہ طیبہ کا ثواب اگر مجھ کو بخشا جائے تو میرا
عذاب رفع ہو، حضرت نے تمام مریدوں اور یاروں کو طلب فرماکر باتفاق رائے سب سے کلمہ
پڑھوا دیا، جب وہ پورا ہوا مُلّا شاہ صاحب نے توجہ کرکے عرض کیا کہ صاحب قبر کہتا ہے کہ وہ عذاب اُٹھ گیا
سبحان اللہ کیا حمیت اسلام تھی۔

نقل ہے کہ ایک فاضل مُلّا سنگی نام حضرت کے خادم تھے ایک بار حضرت نے اُن سے فرمایا کہ اے مُلّا
تم کو روستاق اپنے وطن میں ضرور جانا چاہیے اور متعلقوں کی خبر لینی چاہیے، اگرچہ اُن کا دل نہ چاہتا
تھا مگر بتعمیل حکم جلد بدخشاں میں پہنچے، بعدہ بعد مغرب داخل روستاق ہوئے، جب گھر کے
قریب پہنچے دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہیں مشعل روشن ہیں دیگیں پکی ہوئی تیار ہیں، آپ نے ایک سے
پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے، اُس نے کہا کہ مُلّا سنگی ایک شخص تھا بائیس ۲۲ برس ہوئے کہ ہندوستان
میں چلا گیا، اب اُس کے مرنے کی خبر آئی، بعد عدت کے اُس کی اہلیہ کا دوسرا نکاح ہوتا ہے میں
بعض بشر ملا نے اُن کو پہچانا سب ملے، وہ معاملہ درہم برہم ہوا، مُلّا ایک مدت گھر میں رہے فرزند تولد
ہوا اور پھر خدمت میاں میر میں آئے آتے ہی حضرت نے ارشاد کیا کہ مُلّا اگر ایک ساعت کی بھی دیر کرتے
تو بہت مشکل ہوتی، مُلّا نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور شکریہ ادا کیا، واہ واہ کیا کرامات کیا
ولایت تھی۔ نقل ہے کہ کسی شخص کی باندی کچھ مال لیکر فرار ہوئی، وہ مال بیگانہ تھا، اُس نے بہت تلاش کی
جب نہ ملی تو حضرت سے التجا کی آپ نے فرمایا کہ وہ تیرے گھر میں ہے اُس نے جو گھر جاکر دیکھا باندی کو
اپنے گھر میں پایا، اُس سے سارا حال پوچھا اُس نے کہا کہ میں بہت دور چلی گئی تھی، ابھی کسی نے
میرا بازو پکڑ کر یہاں پہنچا دیا، میں حیران ہوں اتنی دور کیونکر آگئی۔ چنانچہ قلعہ کانگڑہ مدت سے فتح
نہ ہوتا تھا، ایک افسر فوج آپ کا مرید تھا اُس نے عرضی دی، آپ نے عرضی کی پشت پر تحریر فرمایا

کہ فلاں وقت تیرے ہاتھ سے فتح ہوگا، چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ستاسی برس کی عمر میں بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ عہد حضرت شاہجہاں میں ہوئی۔ نواب وزیر خاں اُس وقت صوبہ دار لاہور تھے، مزار پُر انوار لاہور میں مشہور حاجت روائے خلق ہے، چونکہ حضرت دارالشکوہ خلف شاہجہاں بادشاہ کو آپ کی خدمت میں ارادت تھی، اس وجہ سے اُنھوں نے مقبرہ بنوایا۔ مشہور ہے کہ جب رنجیت سنگھ لاہور کا مالک ہوا اُس نے برائے تیاری گرودوارہ امرتسر کے تمام مکانات شاہی اور مساجد اور مقابر سے پتھر اُتار کر امرتسر کو روانہ کئے جن کے ذریعہ گرودوارہ تیار ہوا، اُس کا قاعدہ تھا خود ہر مقام پر جاکر اپنے سامنے مسمار کراتا تھا۔ ایک روز مدد لیکر میاں میر صاحب کے مقبرہ پر گیا، حکم دیا معماروں کو کہ توڑو، قدرت خدا سے اُس کا گھوڑا بگڑا اور یہ گرا، اُٹھ کر ہنسا اور کہا کہ یہ بادشاہوں کے پیر کا مقبرہ ہے اس کو نہ چھیڑو، اور چھ سو روپیہ سالانہ برائے عُرس حضرت اپنے خزانہ سے مقرر کر دیئے تھے، چنانچہ گورنمنٹ انگریزی بھی بدستور وہ روپیہ ہر سال دیتی ہے، خلفاء آپ کے بہت ہوئے ہیں، اُن میں سے چند صاحبان کا ذکر تو ہو چکا ہے اور چند اصحاب کا ذکر آگے ہوگا جو دیگر ممالک میں ہیں، وہ معلوم نہیں جو ہندوستان میں مشہور ہوئے وہ تحریر ہیں۔

ذکر حضرت سیّد غلام غوث و شاہ حاکم قدس سرہٗ

یہ دونوں بزرگ کامل وقت اور صاحب کرامات گذرے ہیں، ان کے دادا سید ظہور الدین بخارا سے آکر اوچ میں متوطن ہوئے، اور راؤ گھاسی بن علی راؤ کہ امیر کبیر کبریٰ تھا، سید صاحب کا مُرید ہوا اور بمقام علی پور کنارہ راوی پر کہ لاہور سے چار کوس ہے سید صاحب کو لاکر رکھا، وہاں بہت قبولیت ہوئی ان حضرت کی دعا سے بہتوں کے اولاد پیدا ہوئی، امیر نظام الدین شاہجہانی نے اولاد کے لئے استدعا کی آپ کی دُعا سے اُس کے اولاد ہوئی۔ وفات سید غلام غوث کی ۱۰۴۵ھ میں اور شاہ حاکم کی ۱۰۴۲ھ میں ہوئی مزار دونوں بزرگوں کا موضع مذکور میں ہے، آج تک کسی کی مجال نہیں کہ سر درختی خانقاہ سے مسواک توڑے چنانچہ عہد حکومت رنجیت سنگھ میں وہ موضع راجہ دھیان سنگھ کی جاگیر میں تھا، اس کے ملازمان سے کسی نے ان درختوں سے مسواک توڑی، اُسی وقت درخت میں سے خون جاری ہوا اور مسواک لینے والا تپ میں مُبتلا ہوا، بعد دو روز کے وہ شخص مزار پر آکر جبہ سائی کرنے لگا اور نذر قبولی، جب اچھا ہوا

تھوڑا زمانہ گذرتا ہے کہ دریائے راوی مزار سے قریب آگیا تھا، آپ کی اولاد نے نعشہائے سید غلام غوث و شاہ حاکم و سید عوض علی نبیرہ حضرت سید صدرالدین پسر حضرت قبر سے نکالیں تازہ پائیں کفن بھی میلا نہ ہوا تھا

ذکر حضرت سید شاہ بلاول بن سید عثمان بن سید عیسیٰ لاہوری قدس سرہ

آپ مشائخ پنجاب و اولیاء عہد و متشرع و صائم الدہر قائم اللیل تھے، خرقہ درویشی سید شمس الدین قادری لاہوری سے حاصل کیا تھا کہ وہ خلیفہ شیخ ابو اسحٰق لاہوری کے تھے، صاحب محبوب الواصلین تحریر فرماتے ہیں کہ بزرگان شاہ بلاول ہرات سے ہمراہ ہمایوں بادشاہ ہندوستان میں آئے اور شیخوپورہ کہ لاہور سے دس کوس ہے اُن کی جاگیر میں دیا گیا تھا، شاہ بلاول اُسی موضع میں تولد ہوئے، ولی مادرزاد تھے آپ کی سات برس کی عمر تھی کہ آپ کا ہمجولی ایک لڑکا مر گیا، آپ اس کے سرہانے گئے اور فرمایا کہ یار بیوقت سونا نہ چاہیے، اُٹھ، کہ ہم تم کھیلیں، اُس لڑکے نے آنکھیں کھول دیں اور اُٹھ کر ہمراہ حضرت کے چلا گیا، یہ سُن کر آپ کے دادا سید عیسیٰ نے آپ کو برائے تحصیل علوم لاہور میں بھیجا کہ آپ نے شیخ فتح محمد عالم کے زیر تعلیم رہ کر تھوڑے دنوں میں کمال حاصل کیا، بعد شوق الٰہی پیدا ہوا کنارہ دریا پر شیخ شمس الدین سے ملے، شیخ نے بہ محبت ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو برائے اپنی معرفت کے پیدا کیا ہے تم کو لازم ہے کہ میری صحبت میں رہو، تمہارے حصہ کو جو امانتاً میرے پاس ہے اُس کو لو یہ اُسی وقت مُرید ہوئے، کسب درویشی میں مشغول ہوئے۔ ایک بار شیخ شمس الدین کنارہ دریا پر ایک درخت کے نیچے سوتے تھے، شاہ بلاول خدمت میں استادہ تھے ایک زمیندار آیا اور درخت پر چڑھ کر سوکھی لکڑیاں توڑنے لگا، آپ نے فرمایا کہ ذرا توقف کر، جب پیر بیدار ہوں اُس وقت لکڑیاں توڑنا وہ نہ مانا، آپ نے اُس کو تیز نظر سے دیکھا فوراً وہ درخت سے گر کر مر گیا، جب شیخ بیدار ہوئے اُس کا حال دریافت کیا، آپ نے بے کم و کاست عرض کیا، اُس پر شیخ نے فرمایا کہ ہم فقیروں کو غصہ نہ چاہیے، جب تک تمہارا جلال فرو نہ ہو تم محلہ شاہ ابو اسحٰق میں حجرہ میں رہ کر قرآن پڑھا کرو، چنانچہ کئی سال آپ حجرہ میں رہے، اتفاق سے اس محلہ میں کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا، نقال بدھائی لینے آئے ناچنے گانے لگے، صاحب خانہ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا وہ بہت متفکر تھا، آپ نے اپنے حجرہ میں نور باطن سے اُس کا حال دریافت فرما کر اپنی بدھنی لیکر حجرہ سے باہر آ کر اُس کے گھر میں پھینک دی کہ وہ

ٹوٹ گئی۔ صاحب خانہ نے جو دیکھا تو وہ ٹکڑے سب سونے کے تھے۔ اس میں سے کچھ نقالوں کو دیا باقی آسودہ ہوا۔ لکھا ہے کہ آپ کا لنگر خانہ دونوں وقت عام تھا۔ آپ لباس مکلف پہنتے تھے اور باورچی خانہ میں ہر قسم کے برتن تھے۔ ایک چور نے اسباب باورچی خانہ لینا چاہا اندھا ہو گیا۔ آخر ایک کونے میں چھپ رہا۔ جب صبح ہوئی آپ نے داروغہ باورچی خانہ کو بلا کر فرمایا کہ ایک نابینا فلاں گوشہ میں بیٹھا ہے اُس کو لا اور دونا حصہ اُس کو دے کہ رات کا بھوکا ہے۔ داروغہ نے اُس کو تلاش کر کے کھانا دیا۔ اس نے منت کی کہ مجھکو حضرت کے روبرو لے چلو۔ جب روبرو آیا تو التجا کرنے لگا قدموں پر سر رکھا اور مرید ہو کر بینا ہوا اور اوقات آپکے اسطرح تقسیم تھے کہ صبح سے تا بہ چاشت مراقبہ میں رہتے بعد اس کے کھانا تقسیم کراتے۔ بعد دوپہر قدرے قیلولہ فرماتے بعدہ نماز ظہر با جماعت ادا کر کے حلقہ مریدوں کو توجہ دیتے۔ اُس وقت خلائق کوزہ پانی کا لئے حاضر رہتی بعد توجہ اُن پر دم کرتے۔ اس پانی سے بیماروں کو شفا ہوتی۔ بعد حاجتمند آتے جن کے واسطے سفارش نامہ بنام بادشاہ لکھے جاتے اور نقد داد و دہش فرماتے۔ بعدہ تا مغرب عبادت میں مشغول رہتے بعد مغرب روزہ کھولتے۔ نماز مغرب سے فارغ ہو کر ادائے نوافل کرتے۔ بعدہ روٹی کے ٹکڑے سے ساگ چولائی نوش فرماتے۔ اور پھر تقسیم طعام کراتے۔ بعد نماز عشا خلوت میں تشریف لیجا کر تا وقت تہجد تین ختم قرآن کرتے ایکبار شیخ ابو طالب دس ہزاری کہ حضرت کا مرید تھا آیا اور عرض کی کہ امساک باران کی وجہ سے میرے دیہات جاگیر میں نہایت خرابی واقع ہے۔ حضور توجہ فرمائیں۔ حضرت نے یہ سن کر آسمان کی طرف دیکھا کہ ابر آیا اور اس کی جاگیر کے دیہات پر خوب پانی برسا۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۶ھ بتاریخ ۲۶۔ شعبان میں ہوئی۔ عمر حضرت کی ستر برس کی ہوئی۔ مزار قرب دہلی دروازہ ہے۔

ذکر حضرت سید عبد القادر بخاری اکبر آبادی قادری قدس سرہٗ

شیخ صاحب حال و قال و عالم با عمل و زاہد بے بدل اور تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ نصف شب تعلیم مریدان اور نصف عبادت پروردگار میں بسر فرماتے سوائے قیلولہ نصف النہار کے نہ سوتے تھے۔ سن بلوغ سے تا حیات کبھی دن کو نہیں کھایا۔ وفات حضرت کی ۱۰۰۵ھ میں ہوئی۔ مزار شریف اکبر آباد میں ہے۔

ذکر حضرت مولینا شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

آپ علماء معا فضلائے ذوی الاقتدار

و عالم باعمل و مشایخ بے مثل کہ زہد اور ریاضت میں ثانی نہ رکھتے تھے حضرت غوث پاک سے نہایت اعتقاد تھا۔ پہلے سید جمال الدین ابو حسن موسیٰ پاک شہید گیلانی خلف شیخ حامد گیلانی کے مرید ہو کر افادہ حاصل کیا اور خرقہ خلافت پایا اور شریعت و طریقت میں مقتدائے روزگار ہوئے۔ علم حدیث اور تفسیر کی قاضی عنایت سے تکمیل کی۔ عہد جہانگیر بادشاہ میں مقبول خواص و عوام ہوئے۔ بادشاہ بھی حضرت کو مانتے تھے اور بہت اعزاز فرماتے تھے۔ آپ منجانب فقرا و غربا و علما بادشاہ سے جو کہتے اسی طرح بادشاہ عمل میں لاتے نقد یا جاگیر جو کہتے مرحمت فرماتے اور شیخ احمد مجدد الف ثانی اور حضرت سے بابت تحریر مکتوبات شیخ احمد کے مباحثہ رہتا تھا۔ آخر دونوں بزرگوں میں صفائی ہوئی اور بہت اخلاص بڑھا۔ وفات حضرت کی بعہد حضرت شاہجہاں ۱۰۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار دہلی میں کنارہ حوض شمسی کے مقبرہ عالی پر زیارت گاہ ہے۔ تھوڑا وقت گذرتا ہے کہ ایک ولایتی بزرگ آپ کے مقبرہ میں رہتے تھے۔ ایک شخص نے اُن سے کہا کہ میاں مولوی کے مقبرہ پر کیوں پڑے ہو اُس سے بہتر اور جگہ بتا دیں۔ اُن ولایتی نے کہا کہ یہیں دل لگ گیا ہے اس وجہ سے پڑا ہوں جب اُس شخص نے بہت ہی اصرار کیا تو ایک روز اُن ولایتی نے اُن کو لیجا کر مقبرہ کے باہر بٹھایا اور کہا کہ چپ بیٹھے رہنا اُس نے سنا کہ کوئی اندر مقبرہ کے باآواز بلند قرأت سے عمدہ لہجے کے ساتھ صحت الفاظ سے قرآن پڑھ رہا ہے۔ جب وہ آواز آنی بند ہوئی ولایتی اُس کا ہاتھ پکڑ کر اندر مقبرہ کے لے گئے دیکھا تو وہاں آدمی کوئی نہ تھا اُس شخص سے ولایتی نے کہا کہ مولوی روز اس وقت تلاوت قرآن کی کرتے ہیں میں اُن کے قرآن پڑھنے کا عاشق ہوں اس وجہ سے یہاں پڑا ہوں۔ وہ شخص تائب ہوا اور دل سے روحانیت اور مزار حضرت کا معتقد ہوا۔ آپ کی تصنیفات سے بہت کتب ہیں مگر تبرکاً چند تحریر ہوتی ہیں شرح مشکوٰۃ عربی و فارسی صراط المستقیم و اخبار الاخیار و شرح فتوح الغیب و جذب القلوب الی دیار المحبوب کہ جس میں مدینہ منورہ وغیرہ کا مفصل حال درج ہے اور علم تصوف میں بھی کئی رسالہ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ ٭

ذکر حضرت سید محمد مقیم محکم الدین قدس سرہٗ

سید محمد مقیم محکم الدین بن شاہ ابو المعالی بن سید محمد نور بن سید بہاؤ الدین بہادل شیر گیلانی۔ آپ مرید حیات المیر جمال اللہ بغدادی کے کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ پیراستہ اور شیخ وقت اور پیر طریقت تھے۔ آپ دو بھائی تھے۔ شاہ مقیم و شاہ زندہ پیر دونوں صغیر سن خورد سال تھے کہ اُن کے والد نے انتقال کیا۔ اُن حضرات نے تھوڑے

عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے فراغت پائی۔ محمد مقیم کو جب شوق الٰہی پیدا ہوا ہر شب برائے کشایش باطنی مزار اپنے دادا آنحضرت بہاول شیر پر جاکر اُس کے گلے لگ کر سوتے۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ سید بہاول شیر مزار سے باہر آئے اور آپ کے اوپر مہربانی کرکے فرمایا ای فرزند تیرا حصہ میرے پاس نہیں سید جمال حیات میر کے پاس ہے۔ لاہور میں جاؤ وہاں وہ ملیں گے۔ اسی وقت لاہور کو روانہ ہوئے جب قبرستان لاہور میں پہنچے سید حیات کا حجرہ معلوم کرکے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے اور اسی وقت صاحب کمال ہوئے۔ ایکروز شاہ مقیم بایاران زیر درخت کے بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور بیان کرنے لگا کہ فلاں عابد کی اتنی عورتیں ہیں ہر شب سب کے پاس رہتا ہے اور پھر اپنے حجرہ میں عبادت کیا کرتا ہے۔ دوسرے فقیر نے یہ سنکر اپنے دل میں انکار کیا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرماکر ارشاد کیا کہ اولیاء اللہ کی کرامت سے انکار نہ چاہیئے۔ اس درخت کے پتوں کو دیکھ تسلی ہو جائیگی۔ اس درویش نے سر اٹھاکر جو پتوں کو دیکھا ہر شاخ اور پتے پر شاہ مقیم کو موجود پایا اور جہاں بیٹھے تھے وہاں بیٹھے پایا۔ آپ صاحب سلسلہ اور صاحب گروہ ہیں اور موضع حجرہ میں رہتے تھے۔ ایک زمیندار نے قریب موضع حجرہ کے گاجروں کی کاشت کی اُس میں کھاد ڈالا۔ آپ کو جو بدبو آئی خدام سے فرمایا کہ ان کو اکھیڑ کر میرے گھوڑوں کے آگے ڈال دو۔ خدام حکم بجا لائے۔ مگر دل میں کہتے تھے کہ حضرت نے بے اجازت مالک کے بیگانے مال میں تصرف کیا۔ صبح کو مالک کھیت پر آیا اور اپنا کھیت تباہ دیکھا اور حضرت سے عرض کی کہ میں نے یہہ گاجریں اس وجہ سے کاشت کی تھیں کہ آپکی نذر کرونگا مگر آج کی رات کوئی لیگیا۔ آپنے تبسم فرماکر ارشاد کیا کہ خوب ہوا حق بحقدار رسید۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار موضع حجرہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ مادھو قادری لاہوری قدس سرہ

آپ اکمل خلفاء شیخ حسین لاہوری کے تھے اور کل مریدوں سے محبوب تھے۔ گروہ بہلول شاہی میں شیخ وقت اور عارف باللہ گذرے ہیں۔ لکھا ہے کہ آپ کے والد برہمن تھے اور شاہدرہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ نہایت پاک صورت و سیرت تھے۔ شیخ مادھو ایکروز سوار ہوئے چلے جا رہے تھے شیخ حسین کی نظران پر جو پڑی ہزار جان سے عاشق ہوئے اور خود شاہدرہ میں جا رہے اور تمام شب ان کے گھر کا طواف کیا کرتے تھے دن کو جہاں مادھو بیٹھتے یہ بھی ان کے روبرو جا بیٹھتے۔ مگر مادھو کو ان کی طرف کچھ خیال نہ تھا۔ لیکن

شب کو جو مادھو اپنے اہل خانہ سے باتیں کرتے شیخ حسین صبح اُسکو سب کہدیتے. اسیطرح کئی برس گذر گئے اور شہرہ عشق شیخ حسین کا تمام میں پھیل گیا چونکہ دل سے دلکو راہ ہوتی ہے. آخر مادھو کو بھی شیخ حسین کا خیال پیدا ہوا کبھی کبھی ان کی خدمت میں آنے لگے. آخر یہ نوبت پہنچی کہ رات دن شیخ حسین کی خدمت میں حاضر رہنے لگے. یہ حال دیکھکر والد مادھو رنجیدہ ہوئے ان کو منع کیا مگر یہ نہ مانے ناچار ہوکر مادھو سے کہا کہ گنگا کا نہان ہے میں نہانے جاتا ہوں تم بھی میرے ہمراہ چلو یہ سنکر مادھو خدمت شیخ میں آئے اور رخصت طلب کی آپ نے فرمایا کہ مادھو تو اپنے والد سے کہدے کہ وہ جاویں انشاء اللہ میں تجھکو وقت نہان کے وہیں پہنچا دونگا. یہ سنکر مادھو نے باپ سے کہا کہ تم جاؤ میں آجاؤنگا شیخ نے وعدہ کیا ہے کہ میں پہنچا دونگا اس میں انکا امتحان ہو جائیگا انکے والد تو ہردوار گئے یہ شیخ کے پاس رہے جسدن غسل گنگا کا آیا مادھو نے شیخ سے التجا کی کہ وعدہ پورا کیجئے شیخ انکو لیکر شہر کے باہر آئے اور فرمایا کہ قدم اپنے میرے قدموں پر رکھکر آنکھیں بند کر. انہوں نے ایسا ہی کیا جب آنکھ کھولی اپنے کو کنارے گنگا کے پایا. غسل کیا اور والدین سے ملے. بعدہ پھر شیخ کی خدمت میں آئے جس طرح پر گئے تھے اسی طور شاہدرہ میں آگئے. اسی روز مسلمان ہوئے. بعد چندروز کے ہولی آئی. تمام ہندو عیش میں مشغول ہوئے شیخ حسین نے بھی برائے مادھو مجلس سماع مقرر کی اور خوب رنگ اور گلال ہوا خوب ناچ رنگ رہے. اُسی مجلس میں حضرت مادھو مرید ہوئے اور اسی وقت نظر فیض اثر پڑتے ہی کامل ہوئے. آپکے سلسلہ کے بہت فقیر ہیں اور کئی خلیفہ ہوئے ہیں. وہ صاحب جمع ہوکر بروز بسنت مجلس سماع اور رنگ گلال گرم کرتے ہیں اور خلیفہ آپ کے یہ ہیں شیخ یاسین و شیخ صالح و شیخ کاکو و شیخ شہاب الدین و شیخ عبدالسلام و بابا حاجی و قاضی شاہ و شیخ یعقوب و بہار خان قوم منڈا و میاں ابراہیم میاں محمود و میاں شعبان و میاں شعبان ثانی. بسنت کے روز حضرت کے مزار پر بہت ہجوم ہوتا ہے. الغرض شیخ مادھو بہ کمال ولایت جب فائز ہو چکے شیخ حسین نے ان سے فرمایا کہ تجھکو چاہیئے کہ لاہور سے راجہ مان سنگہ کا نوکر ہوکر اُس کے ہمراہ مہم دکن پر جا. یہ سنکر انکو بہت رنج ہوا. مفارقت پیر روشنضمیر کی اگرچہ گوارا نہ تھی مگر تعمیل حکم ہمراہ راجہ مان سنگہ روانہ ملک دکن ہوئے. جب غنیم سے جنگ شروع ہوئی بعد بہت کوشش کے ایکبار فوج مان سنگہ بد دل ہوئی. مان سنگہ کچھواہا رئیس جیپور یہ حال فوج کا دیکھکر حضرت سے ملتجی ہوا. آپنے قبول فرماکر پیر روشنضمیر کی طرف توجہ کی. معاً شیخ حسین بزور کرامات شیخ مادھو کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ راجہ سے کہدے کہ ابھی ہمارے

مقابلہ دشمن سوار ہوا انشاء اللہ فتح پائیگا۔ مان سنگھ حسب الامر جنگ میں مشغول ہوا اور دیکھا کہ فوج کثیر دلق پوشوں کی آسمان سے اترتی ہے اور میرے دشمنوں سے لڑتی ہے۔ آخر اسی روز فتح پائی۔ بعدہ ہر دو بزرگوار ہمراہ لاہور میں تشریف لائے۔ نقل ہے کہ ایام وفات شیخ حسین کے جب نزدیک پہنچے قرب لاہور کے چاہ اور باغ تیار کرایا اور فرمایا کہ برائے چندے میرا مرقد اسی جگہ ہوگا۔ میرے مرنے کے سال بھر بعد بالوپورہ میں دفن ہوگی۔ چنانچہ بعد سال بھر کے شیخ مادھو نے موافق وصیت کے نعش شیخ حسین کو بالوپور میں لاکر دفن کیا۔ شیخ مادھو سنہ ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور بعد انتقال شیخ حسین کے جب سال تمام ہوا بارہ برس مان سنگھ کے پاس رہے۔ تیرہویں سال لاہور میں آکر بجائے پیر صاحب سجادہ ہوکر ۳۵ سال اس خدمت پر معمور رہے اور بتاریخ ۲۲۔ ذی الحجہ سنہ ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت خواجہ بہاری قدس سرہ العزیز

آپ خلیفہ میاں میر لاہوری کے تھے۔ بہت بڑے عالم اور فقیہ اور محدث اور عارف تھے۔ حاجی پور میں رہتے تھے۔ پہلے قصبہ کوہ پور میں شیخ جمال اولیا سے تحصیل علوم کیا بعدہ لاہور میں آکر ملا محمد فاضل سے حدیث صحیح کی اور ان ہی کے مکان پر قیام کیا۔ بعدہ میاں میر صاحب کے مرید ہوئے۔ بعد انتقال میاں میر کے آپ سے خلائق بہت رجوع ہوئی اور ہزاروں مرید ہوئے۔ ایک روز غازی خان کے ہاں عرس تھا بہت مشائخ اور دیگر قسم کے حضرات جمع تھے اور موسم بھی گرمی کا تھا۔ ذکر توحید کے بارہ میں آگیا۔ شیخ بہاری نے کچھ جواب نہ دیا سامنے آگ روشن تھی اٹھکر اس میں جا بیٹھے اور فرمایا کہ قال وقیل کی کچھ حاجت نہیں ہے حال توحید یہ ہے اور صحیح وسالم آگ سے باہر آگئے۔ کہتے ہیں کہ اکثر آپ کے دست و پا جدا ہوجایا کرتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ ایکبار حضرت داراشکوہ قادری نے عرض کیا کہ مرزا آصفی بیگ والی خطہ ایران قندھار پر قبضہ کرنیکا ارادہ رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا مجال ہے کہ تمہارے ملک پر ہاتھ دراز کرے انشاء اللہ مارا جائیگا۔ بعد ایک ماہ کے معلوم ہوا کہ سنہ ۱۰۵۱ھ میں مرزا آصفی بیگ کو کسی نے زہر دیکر ماردیا۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۶۱ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ سلیمان قادری قدس سرہٗ

آپ صاحب سجادہ شاہ معروف چشتی قادری کے تھے سکر اور عشق اور محبت میں شان عالی رکھتے تھے صاحب کرامات اور خوارق تھے۔ چار سال کی عمر میں منظور نظر

شاہ معروف ہوئے تھے ہر وقت حالت شکر میں رہتے تھے۔ ایکبار شاہ معروف موضع بھیلووال میں تشریف لیجاکر میاں منگو کے مکان پر شب باش ہوئے۔ میاں منگو حاضر خدمت رہے کہیں شاہ سلیمان بھی کھیل رہے تھے اُن کو دیکھتے ہی اُٹھے اُن کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ منگو یہ میری امانت ہے یہ بچہ شیخ وقت ہوگا ہزاروں کو اس سے فیض پہنچے گا۔ شاہ معروف تو وہاں سے چلے آئے اور میاں منگو والد شاہ سلیمان اُن کی تربیت میں مصروف ہوئے۔ انکو لڑکپن میں بھی وجد ہو جاتا تھا جب بالغ ہوئے خدمت شاہ معروف میں حاضر ہو کر کسب قادریہ کی تکمیل کرکے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپکو سماع میں بہت وجد ہوتا تھا یہ چاشنی عشق چشتیہ کی تھی۔ آپکے دو خلیفہ مشہور ہوئے ہیں اول حاجی محمد نور شاہ گنج بخش دوسرے مولوی کریم الدین قادری۔ لکھا ہے کہ جب شاہ سلیمان موضع منجر میں رہتے تھے ایک موچی کے ہاں قیام پذیر تھے۔ ہر وقت مراقبہ میں رہتے۔ اُس موچی کا جو ہمسایہ تھا وہ مسخرہ پن سے آپکی نقلیں کیا کرتا تھا ایکبار آپ چلے جاتے تھے اور وہ مسخرہ پن سے گردن جھکائے مراقبہ حضرت کی نقل کر رہا تھا آپ نے دیکھا اور اس سے کہا کہ فقیروں کے حال کی نقل کرنا پھر مسخرہ پن کرنا اچھا نہیں ہوتا اس حرکت سے باز آ ورنہ سزا پائیگا اُس نے گستاخی سے کہا کہ تجھ سے مکار فقیر میں نے بہت دیکھے ہیں جا اپنا کام کر۔ آپنے فرمایا کہ جس طرح میرے پیچھے نقل کرتا ہے میرے روبرو بھی تو کر کہ میں دیکھوں۔ اُس نے بیباکی سے آپکے مراقبہ کی نقل کی پھر جو گردن اٹھائی نہ اٹھی۔ تاحیات گردن کج رہی کہتے ہیں کہ موضع چک کا جو سردار تھا اُس کے چار بیٹے تھے چھوٹا بیٹا اس کا ہنسپال تھا اُس نے جو شہرۂ کرامت شاہ سلیمان سنا آپ کی خدمت میں آیا اور چالیس روپے نذر کئے۔ اس کے باپ چودھری کو خبر ہوئی اُس نے بیٹے سے کہا کہ تو ایسے کے پاس جاتا ہے جو موچی کا لڑکا ہے اس کو چالیس روپے کیوں دیئے چار روپے دینے تھے اگر شاہ سلیمان چند ہر کو دیتا تو وہ شریف تو تھے۔ پھر جو وہ خدمت عالی میں گیا آپ نے چار روپے رکھ لئے باقی واپس کر دیئے اور فرمایا کہ تیرے باپ کی اجازت چار روپے کی ہے اور فرمایا خدا کرے کہ اس کا سر کالبوت موچیوں سے شکستہ ہو۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ چودھری نے اپنی زوجہ کو گالیاں دیں اور کہا کہ کل تجھکو جان سے ماروں گا۔ اُس نے اپنے ہمسایہ نعلین دوزوں سے کہا۔ انھوں نے اسی شب کو اپنی اس لکڑی سے کہ جس سے جوتی بناتے تھے اس کا کام تمام کیا۔ وفات حضرت شاہ سلیمان کی بسنہ ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید جان محمد حضوری بن شاہ نور بن سید محمود حضوری لاہوری قدس سرہٗ

آپ مشایخ عظام قادریہ سے تھے اور اولاد حضرت امام موسیٰ کاظم کی تھے مرید اپنے والد کے۔ جو شخص آپ کا مرید ہوتا اُسی شب کو زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوتا۔ صاحب عظمت و ہیبت اور مرجع خلائق تھے وفات حضرت کی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت محمد صالح اکبر آبادی قدس سرہٗ

آپ شیخ الشیوخ اور عالم علوم ظاہری و باطنی اور واقف رموز صوری و معنوی تھے۔ نہایت صابر و قانع اور ہزاروں مرید رکھتے تھے۔ مرید وں سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۳۔ ذیقعد بروز جمعہ ۱۰۶۷ھ میں ہوئی۔ مزار اکبر آباد میں ہے۔

ذکر حضرت سید عبد الرزاق شاہ چراغ لاہوری قدس سرہٗ

فرزند سید عبد الوہاب بن سید عبد القادر ثالث بن سید محمد غوث بالا پیر بن زین العابدین بن سید عبد القادر ثانی بن سید محمد غوث اوچی گیلانی قدس سرہ کہ اعظم اولیاء قادریہ سے اور علوم ظاہری اور باطنی میں جامع تھے مرید اپنے والد کے۔ آپ اپنے دادا کے روبرو پیدا ہوئے انہوں نے اسوقت فرمایا تھا کہ ہمارے گھر چراغ پیدا ہوا اس روز سے شاہ چراغ مخاطب ہوئے بہت بڑے سیاح تھے مشائخ حرمین سے بہت ہم صحبت رہکر استفادہ اٹھایا۔ حضرت شاہجہان آپ کے بہت معتقد تھے۔ وفات حضرت کی ۲۲۔ ذیقعد ۱۰۶۸ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل مزار اپنے والد کے ہے جس پر مقبرہ شاہجہان بادشاہ نے تیار کرایا۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے جن میں سید مصطفی کامل و مشہور تھے وہی صاحب سجادہ ہوئے تھے۔ ۱۶ برس بعد والد کے زندہ رہکر ۱۲ شعبان ۱۰۸۲ھ میں انتقال کیا اور روضہ والدین میں مدفون ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ شاہ محمد ملّا شاہ قادری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم میاں میر لاہوری کے تھے۔ صاحب حال و قال و خوارق و عادات۔ کینت آپکی آخوند اور لقب لسان اللہ۔ آپکے والد

ملا عبد متوطن موضع ارکسان علاقہ ردستاق اقلیم بدخشان تھے اور آپ بھی وہیں پیدا ہوئے اور صغر سنی میں آپ کو طلب حق دامنگیر ہوئی اُسی عشق میں آکر کشمیر میں تین سال رہے وہاں سے لاہور میں آئے۔ بہت کم قیام کرکے اکبر آباد میں آئے وہاں میاں میر کے فضائل سنکر لاہور میں آکر میاں میر سے بیعت کی اور ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوکر بالکل دنیا سے دل اٹھالیا یہاں تک کہ تمام مریدان میاں میر سے ممتاز ہوئے۔ غلام یا خدمت گار ہمراہ نہ رکھتے تھے آپ کے ہاں کبھی ہانڈی نہ چڑھتی تھی نہ کبھی چراغ روشن ہوتا تھا۔ سات برس تک تمام شب بلاناغہ حبس دم کے ساتھ ذکر خفی کیا اور سلطان الاذکار بھی کرتے تھے آپکے خاندان کے سب درویش سلطان الاذکار کرتے ہیں اور بہت جلد کامیاب ہوتے ہیں سیاحی میں ایک درویش آپ کے خاندان کے ملے یہ کاتب اور وہ چند روز ایک مسجد سیدانہ میں مقیم رہے بہت کم میں نے اسکو کیا مگر بہت جلدی اس میں فتحیاب ہونے لگا اور میاں ملاشاہ صاحب عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے سن بلوغ سے تاحیات کبھی آنکھ میں نیند نہیں آئی زمین سے پشت نہ لگائی۔ کبھی غسل کی حاجت نہ ہوتی تھی ایکدفعہ ایک درویش کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ کبھی نہیں نہاتے۔ آپ نے نور باطن سے فرماکر ارشاد کیا کہ غسل احتلام حالت نیند میں ہوتا ہے اور غسل جنابت قربت زن سے ہوتا ہے میں نہ سوتا ہوں نہ عورت رکھتا ہوں اس وجہ سے دونوں غسلوں سے پاک ہوں اور بعد عطا خرقہ خلافت کے کشمیر میں متوطن ہوئے شہرہ کرامت آپکا تمام عالم میں بلند ہوا اور رجوع خلائق ہوئی مگر جو شیعہ کشمیری تھے وہ دشمن تھے وہ آمادہ بحث پر ہوئے مگر ان میں سے جو روبرو آئے وہ تائب ہوئے آپکی برکت سے ہزاروں بددین دار ہوئے جسکو چاہتے تھے چشم ظاہر سے دیدار رسول مقبول و اصحابہ کبار و غوث پاک کو دکھاکر مشرف کرادیتے تھے۔ کشمیر میں آپ کے بہت مرید ہیں۔ حضرت دارا شکوہ جد راقم تحریر فرماتے ہیں کہ مسئلہ توحید میں مجھکو سخت مشکل کا سامنا تھا مگر بخوف حضرت سے عرض نہ کرسکتا تھا کہ ایک بار میں نے توجہ روح پر فتوح حضرت سید عالم کی طرف کی۔ اسی وقت روحانیت پاک مع خلفائے راشدین ظاہر ہوئی اور ارشاد کیا کہ اللہ جل شانہ قادر ہے جس طرح چاہے قدرت اُس کی متقاضی ہوتی ہے۔ بندگان مومنین کو دیدار دکھاتا ہے۔ اس جواب سے میری مشکل حل ہوئی جب میں بار دیگر خدمت مولانا میں حاضر ہوا تبسم فرماکر ارشاد کیا کہ اپنے مسئلہ کا جواب پایا جس شخص نے جواب دیا میں نے اُنکو اطلاع کی تھی سبحان اللہ کیا مرتبہ تھا اور حضرت کو خود رفتگی فنا کے احدیت ذات ظہور ذات و وحدت الوجود میں زیادہ تھی۔ اسی وجہ سے مریدان باوفا

اس سلسلہ کے حال و قال وحدۃ الوجود رکھتے ہیں مثل حضرت شیخ دلی کے کہ یہ پہلے کالستھ تھے اور منصب امیر الامراء رکھتے تھے، حضرت داراشکوہ ان سے بہت مانوس و ہمجلیس تھے جب جذبہ عشق الٰہی آن کو دامنگیر ہوا اور صحبت داراشکوہ نے ان میں اثر کیا ترک جاہ و مال کر کے مولانا شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو کر بیعت کی منجملہ اولیاء سے ہوئے اُن کی مثنوی اُن کے حال کی شاہد ہے اب آخر وقت میں قیصر شاہ بھی اس سلسلہ میں کامل تھے، جب ۱۲۸۱ھ میں انتقال کیا ہے، حضرت ملا شاہ صاحب دیوان تھے اور تمام دیوان معرفت و وحدت الوجود کے مسائل سے بھرا ہوا ہے، وفات مولانا شاہ کی ۱۰۶۹ھ میں ہوئی، مزار روضہ میاں میر لاہوری میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت داراشکوہ قادری خلف اکبر شاہجہان بادشاہ قدس اللہ سرہ العزیز

خرقہ خلافت شیخ محمد ملا شاہ سے پہنچا اور میاں میر لاہوری سے بھی تربیت پائی اور شاہ سرمد دہلوی سے بھی خرقہ خلافت حاصل تھا، فقر میں شان عالی اور رتبہ بلند رکھتے تھے، زہد اور ریاضت میں یگانہ روزگار علوم ظاہری اور باطنی سے خوب ماہر تھے مسائل توحید سے خوب واقف اور نہایت خوبصورت تھے اگرچہ علم سنسکرت پڑھے نہ تھے مگر بزور ولایت چاروں ویدوں کے ترجمے کئے اور اُپنشد کا ترجمہ سر اکبر مشہور ہے جوگ بشسٹ کا جو ترجمہ کیا ہے وہ برائے فقرا اکسیر اعظم ہے جو طالب خدا چھ ماہ آپ کی خدمت میں رہا کامل ہو گیا بلکہ بعض کو ہمروزہ مقامات درویشی کھل گئے، آپ کی تصنیفات دیکھ کر بہت سے اولیاء ہوئے آپ کے بعد جو بزرگ گذرے سب نے آپ کی تصنیفات سے فیض اُٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں آپ کی تصنیفات سے چھبیس ۲۶ کتب خورد و کلاں سفینۃ الاولیا سکینۃ الاولیاء رسالہ حق نما مجمع البحرین، دیوان قادری، سر اکبر جوگ بشسٹ، رسالہ معارف حسنات العارفین، و رسالہ شاہ راہ محمدی و اسرار احمدی و اسرار العاشقین و مقامات الصادقین و اکسیر الطالبین وغیرہ ہیں، باقی فقیر کی نظر سے نہیں گذریں۔

ذکر حضرت سید شاہ کردیر قدس سرہٗ

آپ سادات صحیح النسب اور جامع کمالات صوری و معنوی تھے، بعد انتقال حضرت کی قبر سے دست حق پرست باہر آ کر بیعت کرتا تھا، آخر شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی نے ایک بار مزار پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی کرامات میں کسی کو شک نہیں، مگر آپ کے جد کی شریعت میں رخنہ پڑتا ہے، آگے آپ کا لک

ہیں، اُس روز سے وہ ہاتھ نکلنا بند ہوگیا، مزار حضرت کا نواح ملتان میں ہے۔

ذکر حضرت سید مولہ قدس سرہٗ

آپ صحیح النسب سادات عظام سے تھے، اور مُرید اپنے جدی خاندان کے غیاث الدین بلبن کے عہد میں دہلی میں رہتے تھے، سخاوت بہت بڑی تھی کوئی کیمیا گر کوئی شعبدہ باز کوئی جادوگر کوئی باکمال جانتا تھا آخر عہد سلطان جلال الدین خلجی میں قلندران شیخ ابو بکر طوسی نے شہید کیا، اُس روز ایسا گرد غبار اُٹھا تھا کہ گویا قیامت نمودار ہونے والی تھی۔

ذکر حضرت شیخ وجیہہ الدین

آپ عالم تصوف اور باکمال تھے، طلبار کو پڑھاتے تھے اور صاحب تصنیف تھے بہت سی کتب کے حاشیہ لکھے مُرید شیخ محمد غوث کے تھے، وفات حضرت کی سنہ نوسو کئی ہجری میں ہوئی اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے، بعدہ اُن کے فرزند شیخ عبداللہ صاحب سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت شاہ عبداللہ قریشی قدس سرہٗ

یہ حضرت مشرب قادریہ رکھتے تھے، زمانہ بہلول لودھی میں دہلی آئے تمام سلوک طے کئے ہوئے تھے، ہر روز ہزار نفل پڑھتے تھے اور تین ختم روز کرتے تھے، رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر حضرت سید رفیع الدین صوفی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے میر معین الدین صاحب تفسیر معنی کے تھے، اپنے عہد کے محدث تھے اور بہت سخی اور خلیق تھے، سلطان سکندر اُن کا معتقد تھا، اس وجہ سے آگرہ میں رہتے تھے، وفات حضرت کی آگرہ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مخدوم جیو قادری دکنی

نہایت متبرک اور عظیم الشان درویش تھے، خلق سے مستغنی اور بہت مسن تھے، بسبب ضعف کے اُٹھا نہ جاتا تھا، اگر کمر باندھ کر تمام شب کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے۔

ذکر حضرت شاہ صفی اللہ سیف الرحمٰن قدس سرہٗ

آپ پسر و خلیفہ شاہ مقیم محکم الدین کے تھے، نہایت کریم اور خلیق اور عالم باعمل صوفی بے بدل

حقایق و معارف آگاہ اور مرید اپنے والد کے اور صاحب سجادہ بھی تھے مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے لکھا ہے کہ آپنے مقبرہ والد اپنے کا بنانا چاہا معمار سے دریافت فرمایا کہ اس قسم کے گنبد بنانے کا تخمینہ کر کیا لاگت لگیگی اور فرد تیار کر کے دے تا کہ کل روپیہ پیشگی دیدیا جاوے، معمار نے تخمینہ کر کے فرد پیش کی، آپنے فرمایا کہ میرے مصلے کے نیچے سے لے لے اُس نے جو مصلیٰ اُٹھایا دیکھا کہ اشرفیوں کی تھیلی رکھی ہے اُس نے اُٹھاکر جو شمار کیا تو موافق فرد کے اُس میں نکلا نہ کم تھا نہ زیادہ، بعد چند روز کے معمار نے پھر عرض کیا کہ خرچ سفیدی گنبد فرد میں تحریر نہیں ہوا وہ عنایت ہو، فرمایا کہ اُس روز تیری تحریر کے موجب بینے طلب کیا غیب سے امداد ہوئی، اب شرم آتی ہو کہ ملایکان قدس کو کیا بار بار تکلیف دوں یہ خرچ اور جگہ سے ہوجائیگا۔

وفات حضرت کی ۹ ربیع الاول ۱۰۷۰ھ میں ہوئی، مزار بمقام حجرہ کہ مشہور ہے وہیں آپ مقیم تھے۔

ذکر حاجی عبد الجمیل قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ رنگ بلاول کے وہ مرید شیخ مادھو کے وہ مرید شیخ حسین لاہوری کے کامل وقت گذرے ہیں اور درگاہ قدم رسولؐ دہلی دروازہ کے باہر بمقام لاہور آپ ہی نے تیار کرائی تھی اور بہت بڑے سیاح تھے، سات حج کئے، وفات حضرت کی ۱۰۸۲ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت حاجی محمد ہاشم گیلانی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے سید محمد غوث اوچی کی تھے، ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی، بارہ برس سیاحت مملکت کی اور بہت سے مشایخوں سے فیض حاصل کیا، آخر لاہور میں آکر مقیم ہوئے وہاں بہت رجوع خلایق ہوئی، آخر بروز جمعہ ۲ محرم ۱۰۸۶ھ میں وفات پائی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت قطب ابدال میر سید طاہا قطب الدین کوتانوی قادری قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو الحسن و اسم طاہا لقب قطب الدین فقر اور تجرید میں شان عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے اہل بصیرت آپ کو مخدوم جہانیاں کہتے تھے، خلیفہ و صاحب سجادہ پدر خود میر سید محمود بخاری شہید کتانوی کے اور اپنے چچا سید عبد الوہاب اور جد خود میر سید حسین سے بھی استفادہ اُٹھایا تھا اور نعمتہاے دوجہانی بلا واسطہ روحانیت حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیں، شاہ محمد خلیل اپنے رسالہ طریقت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز سید طاہا نے فرمایا کہ تفسیر سورۂ مزمل کی میں نے خود نہیں لکھی، منجانب حق تعالیٰ سے

جیسا ارشاد ہوا اُس کے موافق لکھا ہے، یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں ای ولدی تفسیر سورہ مزمل کی لکھ تا کہ خلق کو ہدایت ہو، اس فقیر نے عرض کیا کہ فقیر نے ترک کتابت کیا کچھ نہیں لکھتا ہوں، فرمایا کہ اس سورہ کی تفسیر ضرور لکھنی چاہیئے اور فقیر سے فرمایا کہ کرتہ اپنا آگے سے اُٹھا، بنے بموجب حکم کے اپنے شکم پر سے کُرتہ اُٹھایا اور حضرت نے بھی اپنے شکم پر سے پیراہن اُٹھا کر دست حق پرست اپنا اپنی ناف پر رکھا اور اشارہ کیا، ایک شے سفید مثل شیر قدرے ناف مبارک میں سے نکلی اور اُچھل کر فقیر کی ناف میں آگئی، چونکہ میں سوتا تھا اُسی وقت آنکھ کھلی اپنی طبیعت پر سرور اور انکشاف پا کر بے اختیار اُٹھ کر چند کلمے تحریر کئے، پس جو اُس کو دیکھے گا انشاءاللہ اسرار غیب و عجائبات رونما ہوں گے، یہ تفسیر مُرشد کامل ہے اور فرمایا کہ میرے مریدوں سے جو اس کا مطالعہ کرے یا اپنے پاس رکھے مجھ کو اپنے پاس حاضر جانے بے شک وہ تفسیر ایسی ہی ہے، اس کاتب نے بھی مطالعہ کیا ہے، منبع اسرار ہی حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین سے روایت ہے کہ حضرت سید طٰہٰ نے کل یا دو سیارہ اپنے عم سید حسین سے پڑھا تھا مگر فضل الٰہی سے تمام علوم دینی و دنیوی کُھل گئے تھے، جو کتاب روبرو آئی اُس کو پڑھ کر اُس کی شرح فرمائی جو مسئلہ لاحل ہوتا اُس کو احسن طرح پر حل فرماتے یہ معلوم ہوتا تھا کہ علوم دینی و دنیوی ازبر (حفظ) یاد ہیں، ایک بار اوائل حال میں آپ طرف نارنول کے تشریف لے گئے اور حضرت شیخ عاشق بن فرخ شاہ بن قطب شاہ بن شیخ نظام الدین نارنولی سے کہ خلیفہ خواجہ خانو علی چشتی نظامی کے تھے ملے، اُنھوں نے نہایت تکلف سے اُن کی دعوت کی، کھانے اقسام اقسام کے روبرو رکھے اور فرمایا کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ، سید صاحب نے کہا کہ مجھ کو دوسرا کھانا درکار ہے، تب شیخ نے جانا کہ یہ طالب خدا ہے اور فرمایا کہ یہ کھانا کھا خدا وہ بھی عطا کریگا بعد تناول طعام شیخ نے فرمایا کہ میرے ہمراہ تالاب پر چل، سید صاحب نے کہا مجھ کو تالاب اور نالہ سے کیا کام ہے، مجھ کو حرف وحدت چاہیئے، یہ سُن کر شیخ عاشق نے فرمایا کہ تمہارا کام تمام ہوا، گُتانہ جاؤ تمہاری ذات سے بہت سے عارف اولیا ہوں گے، پس وہاں سے رخصت ہو کر گُتانہ آئے اور گوشہ عزلت میں بیٹھ کر فقر اور فاقہ اختیار کیا اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ نارنول کا حق میرے ذمہ ہے، شیخ محمد نصیر ساکن گڑھی کہ مرد بزرگ گذرے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب آپ کے وصال کی خبر شیخ ابراہیم رامپوری کو پہنچی بہت رو کر فرمایا کہ سبحان اللہ کیا عارف خدا صاحب ارشاد پیدا ہوا تھا، اگر چند روز دنیا میں اور رہتا تمام ہندوستان عاشق خدا ہو جاتا

اور سید صاحب بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے وقت میں شیخ محمد صادق گنگوہی و شیخ ابراہیم رامپوری و شیخ معصوم سرہندی و شیخ پیر محمد ساکن نبو و شیخ علاؤالدین ساکن برناوہ عارفانِ خدا و صاحب ارشاد ہیں، اکثر ان صاحبوں سے جو خط کتابت کرتے تھے اُس کا یہ طریق تھا۔ مجبا اظہار اشتیاق اگرچہ بتقریب مدعا ضروری است اما طریقت اہل دل محض کفر است چوں جاذبہ شوق شرارہ آتش است پنبہ را چہ یارا کہ در خود پنہا نواند ساخت' ناچار شدہ دودہ بر سر من زنند اللہ ما سواہ ہوس۔ لکھا ہے کہ حضرت نہایت متوکل اور غربا دوست تھے' امرا اور اہل دول سے تنفر فرماتے تھے' نواب جعفر خاں آپ کا معتقد تھا' ہمیشہ کتانہ حاضر ہوتا' مگر آپ نے کبھی اُس کی نذر قبول نہیں کی' حضرت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ نے آپ کو طلب کیا' آپ نے جواب تحریر کیا کہ فقیر یہیں بیٹھا بادشاہ کے واسطے دعا کرتا ہے' غیبت کی دعا میں اثر ہے۔ شاہ نے پھر خود کتانہ حاضر ہونا چاہا' آپ نے قبول نہ فرمایا کچھ نقد ارسال کیا اُس کو بھی نہ لیا برائے خرچ خانقاہ کچھ دیہہ دینے چاہے آپ نے منظور نہ فرمائے اور ایسے پابند سنت تھے کہ کبھی طریقہ رسول کو فروگذاشت نہ فرماتے تھے' نماز فجر اول باجماعت ادا کرتے تا اشراق کسی سے متکلم نہ ہوتے تا بہ چاشت باشوق تلاوت کرتے' بعد نماز چاشت کے بغیر بولے قیلولہ فرماتے بعد نماز ظہر وظائف ادا کرتے قبل از عصر حاضرین سے ہمکلام ہوتے' بعد نماز عصر کے پھر درود شریف پڑھتے تا بہ مغرب بات نہ کرتے' بعد از مغرب بعد ادائے نوافل آدھی رات تک تلاوت کرتے بعد ادائے تہجد ذکر میں مشغول رہتے' نماز جمعہ کے واسطے سب سے پہلے جامع مسجد میں جاتے اور صایم الدہر بھی رہتے پیش از جمعہ سورۂ کہف پڑھتے ایک جمعہ درمیان دیگر اصلاح بنواتے غسل کرکے کفنی پہنتے کلاہ چار ترکی کو دوست رکھتے جو حاضر خدمت ہوتا اُس کو جلدی رخصت فرماتے' اگر ہجوم خلایق ہوجاتا تو آپ فرماتے بلے کہ یا مرتضیٰ حل بلاین یہ فرماتے ہی حاضرین کے دل اُچاٹ ہوجایا کرتے تھے اور مریدوں کو بھی ارشاد فرماتے کہ طالب کو تنہا شب بسر کرنا چاہیئے کہ کشائش اسرار پروردگار میسر ہو آپ خود فرماتے ہیں ؎

زطاہا شنوایں سخن اکتفاست ؛ تنفر خلایق تقرب خداست ؛

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ کوئی مجھ کو نہ جانے نہ میں کسی کو جانوں' خدا مجھ کو جانے اور میں خدا کو نظر فیض اثر کی یہ کیفیت تھی کہ مومن پر نظر پڑتے ہی اُس کا دل ذاکر ہوجایا کرتا تھا ہر روز دو تین کرامات ظاہر ہوتی تھیں ایک روز ساڈھورے سے ایک شخص آیا اور عرض کی کہ تمام شہر نے آپ کو سلام عرض کیا اور شکرانہ ادا کرتے ہیں کشتی یا میں غرق

ہوتی تھی آپ کا نام لینے سے نصف ڈوبی ہوئی تر آئی اور تمام مردم سلامت رہے، آپنے فرمایا دریا کچھ چیز نہیں ہے۔ اِنَّ اللہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔ می کند بہانہ بر غیر می نہد:

نقل ہے کہ سال بھر پہلے اپنے وصال سے اپنے خلیفہ شیخ محب اللہ کو فرمایا کہ میرا سفر قریب ہے اور سات روز پہلے خرقہ اور سند خلافت شیخ فتح محمد غیاث الدین کو مرحمت فرمایا اور ایک خط لکھا تھا وہ یہ ہے: اے گلدستہ گلستان ولایت احمدی وای ثمرہ بستان ھدایت محمدی ای طوبیٰ علم وکرامت وای شجرہ سدرہ علم واستقامت ای آفتاب آسمان دین وائے ماہتاب برج یقین ای انسان انسان عین وائے منظور ومقبول حضرت غوث الثقلین ای شیخ الاسلام والمسلمین وای نورچشم فقیر طاہا قطب الدین: ہوشیار کہ مجلس آخر آمد: بیدار کہ عمر من سر آمد: قانون جہاں ست چوں کف بجز: یک رفتہ دیگرے در آمد: قول پیر عبدالکبیر است مرید چراغ پیر ست ہر چند کہ سر برآوردن بذبر است ہر سال بتاریخ یازدہم عرس حضرت غوث اعظم فرض بلکہ ہمچو فرض واجب تراست خلافت من ترا درست ہوشیار باش بیدار باش سنگ تراشی بہ تراش امادل مردم مخراش مخراش اللہ بس باقی ہوس۔ رقعہ دیگر منظوم

ای واصل اصل نور دیدہ	وی صاحب دل خدا رسیدہ	وی شیخ مشائخ زمانی	وی جان جہان جسم جانی
ای اختر برج استقامت	وی درثمین صدف کرامت	زانجا کہ تو نور قطب دینی	سرمایہ سعادت ویقینی
از وصل خدا اشارت باد	این حال توئی مبارکت باد	از لطف علی ولی ولایت	سجادہ نبی بتو عنایت
تو خاطر خویش جمع میدار	من سیتم از تو دور زنہار	تو تن صفتی ومن چو جانم	در جان تو جان صفت نہانم
آنکس کہ ترا نہ دوست دار است	گردن وی روی ذوالفقار ست	تو آئینہ ومن جمالم	با آئینہ خویش در خیالم
فرض ست ترا ہدایت علم	بر وقت رہے شیوخ عظام	نفس تو بیاد تا قیامت	ہر سلسلہ راسبب قیامت
مردانہ دریں رہے قدم زن	مستانہ دریچہ عدم زن	در خاتم دل تو حق نگین باد	طاہا معہ مصطفےٰ قریں باد

اللہ بس ما سوا اللہ ھوس

عمر شریف ۶۳ سال کی ہوئی، وفات اُس جامع الکمالات کی بتاریخ ۱۱ ربیع الآخر بروز چہار شنبہ ۱۰۸۴ھ ہوئی، سبحان اللہ وقت وصال حضرت کا مابین عصر اور مغرب لکھا ہے۔ مزار بمقام کوتانہ تحصیل باغپت ضلع میرٹھ میں زیارت گاہ ہے۔ مشہور ہے کہ جب نعش مبارک کو قبر میں رکھا رسم ہے کہ چہرہ سے کفن اُٹھا کر قبر میں دکھاتے ہیں جب حضرت کا چہرہ کھولا ہاتھ اُٹھا کر انگلی سے منع فرمایا یہ کرامات دیکھ کر خلقت میں

شور اٹھا، حضرت کے دو صاحبزادے تھے، سید محمد عاشق و سید محمد صادق کہ دونوں حضرات صاحب ارشاد ہوئے، اور خلفاء حضرت کے یہ ہیں:- حاجی حرمین، شیخ فتح محمد غیاث الدین صاحب سجادہ کہ جن کا ذکر آخر میں ہوگا و سید شیخ محمد جمال الدین قادری اکبر آبادی کہ یہ اپنے والد کے ہمراہ کھرکھودہ سے اکبر آباد میں مقیم ہوئے تھے، عین جوانی میں آپ کو شوق الٰہی پیدا ہوا اکثر بزرگوں سے ملے آخر گنتانہ میں آکر سید طاہا کے مرید ہوئے اور ۲۰ سال سوائے نماز عیدین و جمعہ کے حجرہ سے قدم باہر نہیں رکھا، اغنیا سے بہت متنفر تھے، پیر پرست ہو کر پھر فنافی اللہ ہوگئے تھے، آخر میں بعمر ۶۵ سال بروز پنجشنبہ ۲ ربیع الاول کو وفات پائی، مزار کھرکھودہ میں ہے۔ فتح محمد ہادی بذات طہٰ بود؛؛ سید طاہا کے تیسرے خلیفہ شاہ محبوب اللہ ساکن جھکولہ کہ ریاضت اور مجاہدہ کو بحد کمال پہنچا دیا تھا، چھ چھ ماہ بے آب و طعام رہتے تھے، کیسا ہی دریا چڑھا ہو شوق دیدار پیر میں مصلیٰ دریا پر ڈال کر پار ہو جاتے تھے جب یہ خبر سید طاہا کو ہوئی آپ نے اُن کو منع فرمایا کہ اظہار سر شکایت محبوب ہے، اور ان کے حق میں سید طٰہٰ نے ایک بار فرمایا کہ جو میرے مریدوں میں محب اللہ کی قدم بوسی کرے وہ جنّتی ہوگا۔ وفات شاہ محب اللہ کی ۸ رجب کو ہوئی۔ اول جھکولہ میں کنارہ دریائے جمنا کے مدفون ہوئے، بعدہ بوجہ طغیانی دریا کے آپ کی اولاد نے نعش مبارک موضع نیری متصل سرائے روح اللہ خاں نواح دہلی میں لاکر دفن کی، جب نعش نکلی تو کفن تک میلا نہ ہوا تھا۔ چوتھے خلیفہ شاہ عبدالبتول خیرآبادی کہ اولاد سے مخدوم شیخ اللہ دیا کی تھے، مہلکہ کے رہنے والے تھے اور صاحب تصانیف بھی تھے مزار اُن کا مہلکہ میں ہے پانچویں شاہ الٰہ بخش ساکن مکہ معظمہ کہ درس کراتے تھے، چھٹے خلیفہ فتح شاہ قندھاری کہ صاحب خانقاہ تھے ساتویں خلیفہ شاہ عبدالواحد مدنی، آٹھویں سید کمال شگوفہ میں، نویں حضرت شاہ استنبول میں، دسویں شاہ الٰہ بخش ثانی بغداد میں، گیارھویں شاہ فاضل شہر دوبھر میں، بارھویں شاہ پیر محمد سوڈانی تیرھویں شاہ محمد صالح دوبھر میں، چودھویں شاہ عبداللہ صالح سراندیپ میں، پندرھویں شاہ عبدالواحد ثانی کربلائی، سولھویں شاہ میرزا ان کا مزار معلوم نہیں، سترھویں شاہ کمال الدین لداخی، اٹھارھویں شاہ توکل شگوفہ میں، اُنیسویں شاہ سلیمان بصری، بیسویں شاہ عبدالاحد کلاں صفت آبادی، اکیسویں شاہ بلاقی جدہ میں، بائیسویں شاہ سدید، تیئسویں شاہ تقوی مدنی کہ خانقاہ یعنی صفہ عبداللہ شاہ میں رہتے تھے۔

ذکر اُن حضرات کا جو فیضان صحبت سید طہٰ سے باکمال ہوئے

شیخ جیون ساکن نانوتہ کہ ۱۲ ربیع الاول کو انتقال کیا اور سید صاحب کے مزار کے پاس دفن ہوئے شیخ محمد ساکن انبالہ و شاہ ہدایت اللہ کہ سالک مجذوب تھے و سید فتح محمد ملتانی و شیخ محمد ثانی و شیخ جلال الدین جالندھری و شاہ خلیل و شاہ اللہ بخش و شاہ اللہ بندہ و شاہ غلام محمد و شیخ حسن علی کہتے ہیں کہ بعد انتقال سید طہٰ صاحب کے نواب جعفر خاں عالمگیری نے آپ کی خانقاہ اور درگاہ تیار کرائی کہ جو اب شکستہ پڑی ہے میں اُمیدوار ہوں کہ اُس کی مرمت کرا کر سعادت حاصل کروں اور یہ چند دوہے سید طہٰ کے جو ہندی زبان میں ہیں ہدیہ ناظرین ہیں

دوہا

موہے چنتا رین دن جو لکڑی گھن کھائے
طاہا سندر بھجن کو کبھی نہ چھوڑا جائے
مہاراں دُکھ ہوت ہے تن من جھگڑے نا بنہ
کو کر در در پھرت ہے دُر دُر دُر دُر ہوئے
طاہا پی کے سوانگ کا درس دیکھ سکھ کے دہوئے
طاہا سونا عجب ہے جو کوئی جانے سو
طاہا جون کر تل میں تیل ہے جون ہردے میں پی
طاہا کوٹھے پر کی دوہے دوڑا جائے تو دوڑ
طاہا جس ہردے پی نہیں لگیو اُس ہردے آگ
طاہا یہ سوتن نیندرا بُری پی پاس جان نہ دے
طاہا مرتک ہو رہو اوڑھ پریم کی سوڑھ
اوگن کی زنجیر میں مورکھ باندھے جان
جاوں سے پی نیترن لبو تا دن سکھ پایو جیو
طاہا تن کا دیوا کروں باتی گردن سو جیو
طاہا تو مر جائیں گے کچھ ہم میں ہے نہ ہم

طاہا پی کے بھجن بن جنم اکارت جائے
ایسا مورکھ کون ہے پان چھوڑ کھل کھائے
طاہا وہ ڈگ جائیں گے جن کے تھانگی نا نیہ
طاہا ایک درگہ رہو در در کرے نہ کوئے
آج رین ہے رنگ کی کال نہ ایسے ہوئے
من کی لکٹی لائے کر تن کو ڈاسے کہو
جو دیکھا چاہو پیو کہ دل مل ڈاور جی
پھر پاچھے پچھتائے گا جب گھر جائیگا چھوڑ
جس کے ہردے پی بسے اُس کو سدا سہاگ
پی کے اتی پرتاپ سے اس سوتن سکھ کہی
کدہی تو پی پونچھیں گے ہی کون ہوا اس ٹھور
طاہا بندے چھوڑ بن بند ہوئے چھوٹیں نان
دسوں دسا درپن بھئی جت دیکھوں اُت پیو
لوہو تیل جلائے کے تو مکھ دیکھوں پیو
اب ہم سے جم بھاگیو جم پر بھی ہم جسم

طاہا ہم تو مارے پریم کے جم سے ڈرتے تانبہ　　جم بیچارا کیا کرے جو جیوت ہے مرجا نبہ
طاہا دنیا گھر ہے پھونس کا متا لاگے آگ　　پی کا ہرگ بوجھ کر بھاگا جائے تو بھاگ
رہنے اوپر چیت نہیں چلنے اوپر چاؤ　　طاہا پی سے یوں ملے جوں ندیاں دریاؤ
طاہا جو جی دیکھے پر کر دیت نہ لاگے بار　　ایک جیو کیا ہوت ہے دیجے لاکھ ہزار
طاہا پہلے ایک بھی چھوں دس پی پی ہوئے　　ناجانو جھن ایک میں کون سہاگن ہوئے
طاہا اب تک تو کھیلی کھیٔ اور ایک ہی من ناہیہ　　جب جی جم کی بس پڑے تب پت رہی کہ نانیہ
طاہا پی ڈھونڈیا روم شام خراسان　　گر نیٹری بتلائیا نکسو جان پچھان
طاہا سنگے جیو کا جگ میں ناہیں کوئے　　اور سنگ سب جھاڑ دے پی سنگ ہو سو ہوئے
طاہا جم آیا جی نین کو ڈھونڈے سگرے دیہہ　　جب جی پی کے پاس ہو تو جم کہاں سے لیہ
طاہا سن کہہ ہو جیو چک دیکھ مت بھاگ　　بھاگن کو جاگو نہیں چھوں دس لاگے آگ
طاہا دہرا نہیں دہیرا جہاں ہے گر کی بان　　سلطان بھاگ نیارے لیس کا فر بوجن جائیہ
طاہا ایسی پریت کر جوں کرسان کی ریت　　دام گھٹے دکھ چوگنا تو ڈکھیت سے ریت
طاہا کوٹ سرائے کا پھوٹ رہا چھوں اور　　مت سووے سکھ نندرا آن لگے ناچور
طاہا صورت متر کی چڑھی رہے نت چیت　　کھاؤ پیو سکھ کرو یاد رکھو یہ نت
طاہا جگ چلتا جات ہے جگ میں لاہا نانہہ　　جو چھن پی کے سنگ رہو سو ہی لاہا جان
طاہا ٹاٹی لاج کی روک رہی سب ٹھانو　　من کی ٹاٹی دور کر سوجھے پرے وہ گانو
طاہا تن کی تھنی سن بھیو اور من کی تھنی جیو　　جی کی تھنی پی بھیو وہی پیرو ہی جیو
طاہا جگ میں آن کے کہیں نہ پایو چین　　سانس نقارہ کوچ کا باجت ہے دن رین
طاہا جگ میں آن کے چھوڑ دو سگری اینٹھ　　لینا ہے سو لے چلو اُجڑی جات ہے پینٹھ
طاہا کنکری پتھری ٹھیکری رہے آرسی ہوئے　　جب دیکھوں نین بھر سب میں پاؤں دیئے
طاہا بیل سو بیل ہے اپجی ٹھا نہ کٹا نہہ　　ہم سے تم کو بہت ہیں تم سا ہم کو نا ہنہ
طاہا بہتے دریاؤ میں پڑے سو غوطہ کھائے　　بہتی ڈوبے نا تری کہیں نہ پائے تھلئے

یہ چند دوہے اس کاتب الحروف احمد اختر کے ہیں

اس بگیا سنسار میں بھانت بھانت کا پھول — مالی سب کا ایک ہے سو رکھ اسے نہ بھول
اندٹن جیر یح جراح میں جیو بس میں ایک — گپت نہیں پرگھٹ ہے نین کھول کے دیکھ
جوگ کر دکی جگ کرو جیپت رہو پی نام سو — بن من استھر کئے بنے نہ یک سو کام
احمد دنیا باوری کرے کاج سیے سون — لکھنے ہارا لکھ گیا تو میٹن ہارا کون
دور کہے سے دور ہے پاس کہے سو پاس — اپنی سمجھ کا پھیر ہے پیا بسے تو پاس
جوگ جگ سب چھوڑ کر درڑہ کرپالی پریت — ہردم دیکھو آپ میں یہی گرو دن کی ریت
لوگ کہیں درشن کی ٹی ہے من کی آگ — یہاں تو درشن دیکھ کر دونی بڑھ گئی لاگ
روشن کے میں واریاں واری سو سو بار — کاگا سے ہنسا کئے کرت نہ لاگی بار

دوہا

روشن کے بل جاؤں میں روشن سانچا پیر — وقت پڑے پر آئے کر ترت بندھاوے دھیر
نام دیا جن سب کیا جوگ جگ آچار — بنالئے پی نام کے بنے نہ ایکھو کار

ذکر پیران سلسلہ سید طاہا کتانوی قدس سرہ

سید محمود شہید جو سید بخاری کتانوی طاہا کے پیر اور والد تھے فقر میں شان عالی ورتبہ بلند رکھتے تھے اور اوائل سے صاحب حال وقال تھے، زیارت حرمین سے مشرف ہو کر حسن ابدال کی طرف تشریف لائے، اتفاقاً وہاں کفاروں سے جنگ شروع ہوئی آپ بھی برائے جہاد وادائے سنت جد خود شریک جہاد ہوئے، ہزاروں کو قتل کیا آخر سر مبارک تن سے جدا ہوا، ایک ہاتھ میں سر لیا، ایک میں تلوار لیکر غنیم پر گرے یہاں تک قتل کیا کہ فوج کفار فرار ہوئی، اُس وقت حضرت زمین پر گرے، شہادت حضرت کی یوم دوشنبہ ربیع الآخر میں ہوئی مزار اُسی نواح میں کنارہ دریائے اٹک کے واقع ہے۔

ذکر حضرت میر سید حسین بخاری قدس سرہ

آپ مرید سید علاؤ الدین قادری کے اور فرزند بھی تھے، اُن کی والدہ کا نام بی بی راج باس بنت مخدوم شیخ عبد الغفور اعظم پوری تھا، حضرت جامع الکمالات ومنبع الحسنات تھے، علوم ظاہری اور باطنی میں مکمل تھے۔ نقل ہے کہ ایک شتر بُرانہ جداہر سرکار

جہانگیر بادشاہ سے گم ہوا ہر چند تلاش کی نہ ملا آخر داروغہ جواہر خانہ نے حضرت سے رجوع کی، آپنے ایک نقش تحریر فرماکر عنایت کیا اور فرمایا کہ دروازہ ڈیرہ جواہر خانہ پر چسپاں کردو اونٹوں کی قطار آویگی اپنا شناخت کرکے لے لینا، چنانچہ بموجب ارشاد کے اُسی طرح شتر ملا، عمر حضرت کی ایک سو دو برس کی تھی، بتاریخ ۱۶ر جمادی الآخر کو وفات پاکر اکبر آباد میں دفن ہوئے۔

ذکر حضرت میر سیّد علاؤالدین

ابن سید جلال الدین بن سید فتح الدین بن سید شمس الدین بن سید ظہیر الدین بن سید خاں بن سید عبدالرزاق بن سید ناصرالدین محمود بن مخدوم جہانیا سید جلال الدین بخاری، مُرید شیخ عبدالغفور اعظم پوری کے اور مرشد میر سید حسین کتانوی کے صاحب ریاضت و مجاہدت و ترک تجرید اور فقر میں شان عالی رکھتے تھے، وفات حضرت کی بروز دوشنبہ دسویں جمادی الآخر ۹۸۷ھ میں ہوئی، مزار کتانہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری قدس سرہٗ

فرزند شیخ بدرالدین ساکن ڈھانہ کے قریش سے تھے اور خلیفہ میر سید عبدالکبیر کے جو متوطن ہستناپور کے تھے اور خرقہ خلافت شیخ عبدالعزیز سنبھلی سے بھی پہونچا اور خاندان چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے نعمت پائی اور خرقہ خلافت حاصل کیا، آپ کی کرامات مشہور ہیں آپنے فرمایا ہے کہ درویش کو سروکار صدمت سے اُس کو یافت اور نایافت سے کام نہیں بے اختیار رہے، طلب بدہے اور درویش ذکر میں اپنے کو ایسا مشغول کرے کہ اگر بادشاہ باتجمل آوے اور سلام کرے تو جواب نہ دے سکے، کس واسطے کہ اُس کو بادشاہ سے کیا کام کام تو بادشاہ حقیقی بادشاہوں سے ہے۔ پہلے حضرت نے بیعت سید الکبیر ہستناپوری سے کی بعدہ اور جگہ بیعت ہوئی، وفات حضرت کی ۹ر شعبان ۹۸۵ھ میں ہوئی مزار اعظم پور میں، آپکے تین صاحبزادے تھے شیخ ابو اسحٰق و شیخ احمد و شیخ بندہ جونپوری تینوں صاحب اعظم پور میں آسودہ ہیں۔

ذکر حضرت میر سیّد عبدالکبیر قدس سرہٗ

آپ شان عالی و کرامات بلند رکھتے تھے اور مرید میر سید عبداللہ قطب شکارپوری کے تھے اور بیٹے سیّد محمد کے وہ سیّد عمر کے وہ سید شہاب الدین کے وہ ناصرالدین محمود کے وہ مخدوم جہانیاں کے اور سید عبدالکبیر مادر زاد ولی تھے، عالم طفلی میں جو نعرہ نکلتا تھا اُسی طرح ظہور ہوتا تھا اور پیر کے عاشق تھے، بہت بادب تھے۔ وفات حضرت کی ۲۷ر رجب میں ہوئی، مزار ہستناپور میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد عبداللہ قطب شکارپوری قدس سرہٗ

آپ فرزند سید قطب بن سیّد

اسمٰعیل بن سیّد ناصرالدین محمود بن مخدوم جہانیاں کہ خرقۂ ارادت سید ناصرالدین بخاری سے حاصل کیا پیر مرید دونوں ہم جد تھے، یعنی سید ناصرالدین پیر آپکے چچیرے بھائی کے بیٹے تھے، آخر بعد تکمیل کے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور اوچ سے دہلی میں آئے، سلطان سکندر لودہی آپکا معتقد ہوا بمنّت آپ کو شہر میں لاکر رکھا، رجوعات اور فتوحات بدرجہ غایت تھی، مگر خود فقر اور فاقے سے بسر فرماتے تھے، ہزاروں مُرید تھے، ایک روز آپ حجرے میں تشریف فرما تھے، خیال آیا کہ کوئی آجائے تو گھر سے قرآن منگاؤں، پس پشت حجرہ گھر تھا، آپکے فرزند سید جلال نے کہ گھر میں تھے، والد کے خطرہ کو معلوم فرماکر دیوار میں سے ہاتھ بڑھاکر قرآن والد کے سامنے پیش کیا، حضرت نے فرمایا کہ دروازہ سے کیوں نہ آیا اتنی جلدی نہ چاہیئے پوشیدگی باطن فرض ہے۔ وفات حضرت کی دسویں ذی الحجہ ایک سال میں ہوئی، مزار شکارپور میں ہے، آپکے پانچ فرزند تھے۔

ذکر حضرت سیّد صدرالدین سُلطان

بن سید زین العابدین سید حسین بن سید کبیر بن سیّد اسمٰعیل بن سید ناصرالدین محمود بن مخدوم جہانیاں کہ مرید سید فضل اللہ کے تھے اور سید محمد بن سیّد فضل اللہ سے بھی خلافت پائی تھی۔ کشف و کرامات و زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق تھے، عالم شریعت پیشوائے طریقت ماہر حقیقت و معرفت تھے، اور دو خلیفہ رکھتے تھے، ایک سید عبداللہ شکارپوری، دوسرے حاجی عبدالوہاب بخاری، وفات حضرت کی ۷ر شعبان میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد فضل اللہ قدس سرّہٗ

آپ مُرید اپنے برادر سید حامد قطب کے تھے علم تصوف کے محقق اور محدث عاشق اللہ کہ تمام مقامات فقر طے کرکے فنافی الذات میں مستغرق ہوگئے تھے، آپکے دو خلیفہ تھے، ایک سیّد محمد پسر حضرت دوسرے سید فضل اللہ مزار حضرت کا اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد حامد قطب نوبہار قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ اپنے پدر ناصرالدین محمود کے اور کامل وقت اور واصلان حق سے ہوئے ہیں، جو حضرت کا مُرید ہوا کامل اولیا ہوا اور آپکو فیض اپنے پدر سے بھی تھا، سلسلہ آپ کا ہنوز جاری ہے آپ کی اولاد اوچ میں گدی نشین ہوتی چلی

آتی ہے۔ مزار آپ کا اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت ناصر الدین محمود نوشہ قدس سرّہٗ

یہ حضرت محبوب ترین فرزندان مخدوم جہانیاں سے تھے صفت علم وافر اور نفس قاطع تصرفات صوری و معنوی رکھتے تھے، لباس اچھا پہنتے تھے، معشوق بسر فرماتے تھے، اور مرید اپنے والد مخدوم جہانیاں کے تھے۔ نقل ہے کہ جب مخدوم جہانیاں دہلی میں تشریف لائے اور سلطان فیروز شاہ آپکا مرید ہوا یہ کیفیت تھی کہ دعوت میں بھی موجود ہوتے تھے ادھر اپنی فرودگاہ پر عبادت میں مشغول دکھائی دیتے تھے، ایسی کرامات دیکھکر تمام دہلی معتقد ہوئی تھی ایک بار ستّر عورتیں گرفتار شدہ کنیز ہوکر آئی تھیں سلطان نے سب کو مخدوم کی نذر کیا، مخدوم نے سید ناصر الدین محمود کو عنایت کیں، جب یہ خبر سلطان کو ہوئی متعجب ہوا کہ ان کے ادائے حقوق کیونکر ہوں گے، سلطان نے دوسری عورتوں کو اس معاملہ کی خبر کے واسطے مقرر کیا، معلوم ہوا کہ ہر روز ہر محل میں موجود ہوتے ہیں، کھانے کے وقت سب کے ہاں کھانے کھاتے ہیں، غسل کے وقت سب کے ہاں غسل کرتے ہیں، یہ سُن کر بادشاہ اور بھی متعجب و معتقد ہوا ان میں ان کے شکم سے ۲۵ فرزند قطب ہوئے، بی بی تنکنی دختر والی لنکاہ کے شکم سے سید حامد قطب و سید فضل اللہ و سید اسمٰعیل و سید شہاب الدین و سید علیم الدین، یہ پانچ قطب ہوئے، اور بی بی رحمت خاتون کے شکم سے سید برہان الدین و میاں سادات عالم دو قطب ہوئے کہ ولایت گجرات میں آسودہ ہیں اس قبیلہ میں اکثر بزرگ صاحب حال و قال ہوتے آئے ہیں اور ایک فرزند سید ناصر الدین محمود کے شاہ جلال تھے کہ قنوج میں انتقال کیا۔ وفات سید ناصر الدین محمود کی ۲۲ رمضان ۸۴۷ھ میں ہوئی، مزار شریف اوچ میں ہے، اور ذکر مخدوم جہانیاں کا دوسری جگہ آوے گا، کس واسطے کہ اول خرقہ اُن کو خاندان سہروردیہ سے ملا تھا۔

ذکر حضرت سیّد سرور دین لاہوری قدس سرّہ

نسبت ارادت سید جان محمد حضوری سے رکھتے تھے کہ وہ آپکے والد اور مرشد بھی تھے، اور سید محمود حضوری سے تا سید سرور دین چار پشت صاحب ولایت وارشاد ہوکر ہدایت خلق میں مشغول رہے، اور زیارت رسول سے مشرف

ہوتے رہے، وفات سرور دین کی بتاریخ ۱۲ر شوال بروز جمعہ ۱۱۰۱ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں نزد مزار پدر زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت سید محمد امیر قدس سرہ

آپ اولاد سے سید بہاؤ الدین بہاول شیر کی اور مرید سید سیف الرحمن بن شاہ مقیم محکم الدین کے عارف کامل و رہادی دین گذرے ہیں جس وقت دہلی میں مقیم تھے حضرت اورنگزیب عالمگیر نے زیارت کا ارادہ کیا، آپ نور باطن سے معلوم کرکے غائب ہوئے، جب بادشاہ آپ کے مکان پر آئے آپ کو ہر چند تلاش کیا نہ پایا، فقط سید نور محمد آپکے پسر سے ملکر چلے آئے، بعد تلاش کے معلوم ہوا کہ قطب صاحب کی لاٹھ پر کھڑے ہیں، نور محمد نے قوالوں کو حکم دیا کہ کچھ کہو اُن کی آواز سُن کر نیچے آئے، لکھا ہے کہ بادشاہ جن اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت حاجی محمد قادری نوشاہ گنج بخش قدس سرہ

آپ خلیفہ شاہ سلیمان قادری کے تھے، صاحب سکر و جذب و شوق و زہد و ریاضت اور نہایت متقی تھے اور صاحب ولایت اور امام فرقہ نوشاہی کے، آپنے پا پیادہ سات حج کئے، لکھا ہے کہ آپ کی نو برس کی عمر تھی آپ سوتے تھے، اور والدہ آپ کی آٹا گوندھ رہی تھیں، ایک بی بی جو کہ ہمسایہ کی تھیں وہ آئیں اور آپ کا مُنھ کھول کر بغل میں تکیہ رکھنا چاہا، دیکھا کہ مار سیاہ لپٹا ہوا ہے، وہ دیکھ کر شور کرنے لگیں کہ آپ کی والدہ بی بی جو شور سُن کر دوڑی آئیں دیکھا تو کچھ نہ تھا متعجب ہوئیں کہ گھر میں سے آواز ہوئی کہ یہ عورت ناپاک تھی ہم کو منظور نہ ہوا کہ ہمارے دوست کو ہاتھ لگادے، کچھ تعجب کی جگہ نہیں ہے، جب عمر آپ کی پانچ برس کی ہوئی تو آپ کے والد بیت اللہ سے آئے اور قرآن پڑھنے بٹھایا، کئی ماہ میں قرآن حفظ کیا، اور سال بھر کے بعد آپکے برادر شیخ اسمٰعیل پیدا ہوئے جب عمر نوشاہ گنج بخش کی نو برس کی ہوئی ترک دنیا کی اور جنگل میں جاکر مشغول ہوئے، بعد بہت جستجو کے آپکے والدین آپکے پاس پہنچے اور بدقت نوشہرہ لاکر ایک بزرگ کی لڑکی سے آپکا عقد کیا چھ برس تمام شب کنارہ دریا پر کھڑے رہ کر عبادت کرتے اور تمام دن مسجد نوشہرہ میں تلاوت فرماتے، ایک بار کسی نے کہا کہ مُلّا کریم الدین ایک کامل درویش کی خدمت میں پہنچے کہ جو موضع بھیلوال

پرگنہ بھیرہ میں رہتے ہیں، اُن کی توجہ سے بہتیرے مقبول بارگاہ کبریا ہوئے، اگر تم بھی وہاں جاؤ تو خالی نہ رہو گے؛ یہ سُن کر بھیلوال پہنچکر خدمت شاہ سلیمان میں مشرف ہوئے، مُرید ہوکر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر محبوب مرشد ہوئے کہ اُنھوں نے اپنے فرزندان تاج محمد و رحیم داد و دیگر اشخاص کو آپ کی تربیت میں سپرد کیا اور نوشہ گنج بخش خطاب دیا، آپ قوم سے کھکروں تھے کہ ایک قوام پنجاب سے ہے آپکے اکثر بزرگ با برکت ہوئے ہیں۔ ایک روز ایک شخص اپنی زوجہ نابینا کو روبرو حضرت کے لایا اور بٹھایا اور بینا ہونیکی استدعا کی، حضرت نے فرمایا کہ آنکھ کھول کر میری طرف دیکھ، اُسی وقت بینا ہوئی۔ حافظ معموری آپکے خلیفہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ قیامت کو گروہا گروہ اپنے اپنے سرگروہوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، آیا یہ سچ ہے یا کیا ماجرہ ہے، اُسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور بہت خلق جمع ہے اور بہت سے جھنڈے معلوم ہوتے ہیں، اُن میں ایک بہت بڑا جھنڈا حضرت غوث اعظم کا ہے، مینے جھنڈا نوشاہی تلاش کیا، دیکھا کہ حضرت مع یاروں کے موجود ہیں، مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ آ تیری یہ جگہ ہے، صبح جب میں حاضر خدمت ہوا معاً فرمایا کہ حافظ مسئلہ قیامت برحق ہے، جیسا کہ تو نے خواب میں دیکھا ایسا ہی انشاء اللہ ہوگا۔ تذکرۂ نوشاہی میں لکھا ہے کہ جیون حجام آپکا مُرید تھا، موضع ماہو کی کا رہنے والا تھا، اُس نے عرض کیا کہ حضرت اگر میری کھیتی پر تشریف لے چلیں تو موجب برکت ہو، آپ قبول فرما کر چلے کہ وہ موضع نوشہرہ سے دو کوس تھا، مُریدوں نے عرض کیا کہ وقت عصر آگیا ہے، فرمایا کہ جیوں کی کھیتی سے آکر ادا کروں گا، سب چُپ رہے اور سمجھے کہ ضرور شام ہوجائیگی، دو کوس کا جانا اور آنا ہے، آپ وہاں گئے بدیر ٹھیرے رہے، نماز کا خیال نہ رہا مگر آفتاب اُس جگہ سے نہ ہٹا، اور آپ جب وہاں سے آکر نماز عصر ادا کی، تھوڑی ہی دیر بعد آفتاب غروب ہوا، آپ مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے، جو مُرید غائبانہ وقت مصیبت کے آپ کو پکارتا بزور ولایت ہر طرح سے اُس کی امداد فرماتے، جیسا کہ تذکرۂ نوشاہی میں مفصل درج ہے، اور حافظ معموری آپکے داماد بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے، قاعدہ تھا کہ جو مسافر آتا اُس کو اپنے گھر ٹھیرا لیتے اُس کی خدمت کرتے، اگر مسافر زیادہ ہوتے تو گاؤں میں سے خود مانگ کر اُن کو کھلاتے، وفات حضرت کی بعہد عالمگیر بادشاہ غازی سنہ ۱۱۰۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میاں غیاث قدس سرہٗ

آپ گجرات میں مشہور اولیا ہوئے ہیں اپنے عہد کے شیخ وقت اور

افضل العلماء تھے، بہت محنز اور متواضع اور رحیم کریم سلیم تھے، مرید میاں سنگ کے وہ مرید میاں محمد طاہر کے۔

ذکر حضرت شیخ عبد اللہ و شیخ رحمت اللہ قدس اسرارہما

آپ ساکن مدینہ تھے، مدینہ سے وارد ہندوستان ہو کر طالبان دین کو نہایت نفع پہنچایا، احمد آباد میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی۔

ذکر حضرت سیّد جعفر بن ہاشم بن صوفی علی گیلانی قدس سرّہٗ

آپ مرید اپنے والد کے اور نہایت بابرکت تھے، وفات حضرت کی دوشنبہ ۹ رجب سنہ ۱۱۰۰ھ میں ہوئی مزار لاہور میں املی والا تکیہ میں ہے۔

ذکر حضرت سید عبد الحکیم گیلانی بن سید بایزید قدس سرّہ

آپکے بزرگ سنہ ۹۴۳ھ میں

ایران سے ہندوستان میں آئے اور بعہد حضرت بابر بادشاہ سنہ ۹۳۴ھ میں سید نجم الدین دہلی میں آئے اُن کے دادا نظام الدین لاہور میں آرہے تھے، حضرت لاہور میں پیدا ہوئے بعد تحصیل علوم ظاہری کے شیخ عبد اللہ کے مرید ہوئے، وہ مرید شاہ فیروز کے، وہ مرید شاہ عالم کے وہ مرید شیخ نور الدین کے وہ مرید شیخ احمد کے، وہ مرید سید صوفی کے وہ مرید سید عبد الوہاب کے وہ مرید و فرزند حضرت غوث اعظم کے نہایت صابر و شاکر تھے، لذائذ دنیا کو ترک کر دیا تھا نمک اور شکر کو برابر سمجھتے تھے، وفات حضرت کی بعمر ۹۷ سال سنہ ۱۱۰۰ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد محمد فاضل متوکل بن سیّد ہاشم گیلانی قدس سرّہٗ

آپ صاحب توکل و عبادت و ریاضت تھے، ترک اور تجرید میں شہرۂ آفاق، دُنیا اور اہل دنیا سے نہایت متنفر صایم الدہر قایم اللیل عالم اور عامل بوجہ اتقی کے حضرت عالمگیر بادشاہ آپ سے بہت خوش تھے، فتوح کو قبول نہ کرتے تھے، سن بلوغ سے تاحیات سوائے اپنے حجرہ یا جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں گئے، وفات حضرت کی دوسری ذی الحجہ سنہ ۱۱۴۲ھ میں ہوئی، مزار باہر لاہور کے متصل خانقاہ سید

اسمٰعیل محدث کے ہے، مسجد اور دیگر عمارات آپکے مزار کی حضرت اورنگزیب عالمگیر نے تیار کرائی تھی رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہمراہ دیگر مقبروں کے اس کے بھی پتھر اُکھڑ گئے، بعدہٗ پیڑاوہ گروں نے اینٹیں بھی اُکھاڑ کر فروخت کیں۔

ذکر حضرت خواجہ محمد فضیل قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ رہنے والے کابل کے تھے، پہلے ہندوستان میں آکر ملازم سلطانی ہوئے، بعدہ ترک کرکے بخدمت حاجی محمد نور شاہ حاضر ہو کر مرید ہوئے، بعد تکمیل کار درویشی کے خرقۂ خلافت پاکر پھر کابل میں جاکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، کیساہی فاسق آپکے روبرو آتا تائب ہوتا، کیساہی مریض روبرو آتا اُس کو شفا ہوتی، کابل میں آپ ولی مشہور ہیں، ایک بار چند اہل دیہہ کابلی ایک زندہ شخص کو چارپائی پر ڈال کر مردہ بناکر برائے امتحان کرامت حضرت کے روبرو سے نکلے، آپ برائے ادائے نماز جنازہ اُس کے ساتھ ہوئے، جب موقع نماز پر آئے آپ کو پیش امام کیا، حضرت نے تکبیر فرمائی اُسی وقت اُس مسخرہ کی روح قبض ہوئی، اُس کے ساتھی منتظر تھے کہ اب یہ اُٹھ کر کہے گا کہ میں آپکی کرامت سے زندہ ہوا، ہم مسخرہ پن کریں گے، جب وہ نہ اُٹھا تو سب حیران ہوئے اور آپکے قدموں پر پڑے اور اظہار حال کیا اور ملتجی ہوئے کہ معاف کیجئے آپ نے فرمایا کہ جف القلم بما ھو کائن۔ ایک بار باغ سرکاری میں سترؔ آدمی پہاڑ پر سے ایک سل کو نیچے لاتے تھے مگر نہ لاسکے، باغبان نے حضرت سے آکر عرض کی کہ آپ باغ میں گئے اور اللہ اللہ کا نعرہ مارا اُس کے سترؔ ٹکڑے ہو کر جُدا جُدا جا پڑے، یہ کرامت دیکھ کر حاکم کابل نے وہ باغ نذر کیا، آپ کو ہمیشہ سکر رہتا تھا، گاہے فرض فوت ہو جاتے تھے، اس وجہ سے علمائے کابل نے آپ کو تکلیف دینی چاہی اور فتوے پر تمام علماء کے دستخط کرا کر آپ کو طلب کیا اور کہا کہ تم پر نماز فرض ہے اگر نہ پڑھے گا تو حد شرع جاری ہوگی، آپنے فرمایا کہ نماز بے وضو کی روا نہیں ہے، پس علماء پانی لائے، آپ وضو کرنے بیٹھے، جب ہاتھ پر پانی ڈالا ہاتھ پر رواں نہ ہوا، یہ کیفیت تھی کہ پانی ہاتھ پر ڈالا اور وہ خشک ہوا تب آپنے فرمایا کہ جب تک پانی اعضاء پر نہ بہے وضو درست نہیں ہوتا، اس وجہ سے میں مجبور ہوں آخر سب نے معافی چاہی اور معتقد ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۲ھ میں ہوئی مزار کابل میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ رحیم داد قادری قدس سرہٗ

آپ پسر بزرگ اور جانشین شاہ سلیمان قادری کے تھے، صاحب علم و عمل و متوکل کہ بعد وفات اپنے پدر کے شاہ نوشاہ سے تعلیم پائی تھی آپ کو نہایت استغراق رہتا تھا، مگر وجہ حلال سے روزی پیدا کرتے، ایک بار آپنے خربزہ بوئے تھے، اور آپکے صاحبزادے رکھوالی پر تھے کہ ایک سپاہی آیا اُس نے خربزے توڑنے چاہے، صاحبزادے نے منع فرمایا، اُس بدبخت نے اُن کے مُنھ پر طمانچہ مارا وہ روتے ہوئے والد کے پاس آئے، آپنے فرمایا کہ صبر کرو وہ اپنا کیا پائیگا، رات کو وہ سپاہی دیوانہ ہوا ہر کسی پاس جاکر کہتا کہ برائے خدا میرے سر پر دو چار جوتیاں مار دو کئی روز کے بعد اُس کے متعلقین حضرت کی خدمت میں لائے، عفو قصور چاہا، آپنے معاف فرماکر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا، اُسی وقت اُسکو صحت ہوئی وفات حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی، مزار بھیلو وال میں متصل والد کے ہے۔

ذکر حضرت سید عمر گیلانی قدس سرہٗ بن سید ہاشم گیلانی

آپ کو ارادت اپنے والد سے تھی، نہایت باکمال اور بزرگ گذرے ہیں اور صاحب تصنیف بھی ہیں۔ وفات حضرت کی بروز یکشنبہ ۶ ار شعبان ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید حسن پشاوری گیلانی قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے پدر سید عبداللہ گیلانی کے ہیں، جد سید محمود وارد ہندوستان ہوکر ٹھٹھہ میں مقیم ہوئے تھے، آپ پشاور میں آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے نہایت بزرگ اور صاحب عظمت تھے، وفات حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی، مزار پشاور میں ہے سید محمد غوث لاہوری آپکے فرزند تھے۔

ذکر حضرت شاہ رضا قادری شطاری لاہوری قدس سرہٗ

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی و صاحب تقویٰ بہت بڑے عامل گذرے ہیں، فتوحات بدرجہ غایت تھا، سلسلہ آپ کا اس طرح پر ہے کہ شاہ رضا مُرید قاضی شیخ محمد فضل اللہ لاہوری کے وہ مرید شیخ الہ داد کے وہ مُرید محمد جلال کے، وہ مُرید سید نور کے، وہ مرید سید زین العابدین کے کہ چشتی مشہور تھے، وہ مُرید شیخ عبدالغفور کے

وہ مرید شیخ وجیہہ الدین کے وہ مرید شاہ محمد غوث گوالیاری کے، وفات حضرت کی بتاریخ ۱۲ رجمادی الاول ۱۱۱۹ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمد صالح قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ سادات عظام و شرفائے کرام و یاران کبار و محبان غمخوار و خلفاء باوقار و خدام نامدار حضرت حاجی محمد نوشاہ سے ہیں اور ان پر عالیجاہ حضرت شاہ کی ازحد عنایت تھی، وفات حضرت کی ۱۱۱۷ھ میں ہوئی، اور اُن کا مزار پرانوار چک سادہ میں جو کہ چھوٹی گجرات سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے، زیارت گاہ عوام ہے۔

ذکر حضرت شیخ صدرالدین قادری نوشاہی قدس سرہٗ

حضرت نوشاہ عالیجاہ کے مریدان عالیشان و خدام بلند مکان میں سے ہیں، آں حضرت اوائل لوہاری کا پیشہ کرتے تھے، مرشد کی نظر پڑتے ہی کامل ہوگئے، وفات حضرت کی ۱۱۲۰ھ میں واقع ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ درگاہی قادری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت عبدالرزاق شاہ چراغ گیلانی کے خلیفہ تھے، نہایت متقی اور خاندانِ صابریہ میں بھی اجازت یافتہ تھے۔ نقل ہے کہ آپ کی خانقاہ کے نزدیک ایک زمیندار کا چاہ تھا، ایک روز اُس نے عرض کیا کہ میرا لڑکا پھنسیوں کی بیماری میں مبتلا ہے اگر آپ مہربانی کریں تو وہ اچھا ہوجائے، چونکہ اُس وقت خوشی میں تھے فرمایا کہ کنوئیں کے پانی میں نہلاؤ شفا پاجائیگا اور اُس کنوئیں کے واسطے دعا کی کہ جو کوئی بیمار پھنسیوں میں مبتلا ہو اُس میں غسل کرے اچھا ہوجاویگا، چنانچہ وہ فیض جاری ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۲ھ میں ہوئی اور آنحضرت کا مزار چاہ پاتیاں والا کے متصل لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ تاج محمود قادری قدس سرہٗ

آپ شاہ سلیمان قادری کے چھوٹے پسر تھے، اور تربیت اور تکمیل حاجی محمد نوشاہ سے کی، بعد وفات پدر موضع لکھیا نوالہ میں آئے۔ ایک دفعہ امساک باراں تھا، لوگوں نے آپ سے دعا چاہی آپ نکلکر میدان میں کھڑے ہوگئے، اسی وقت اس قدر بارش ہوئی آپکے کپڑے بھیگ گئے اور

جنگل سیراب ہوگیا۔ نقل ہے کہ مستجاب الدعوات تھے، جو زبان سے نکلتا تھا فوراً اُس کا ظہور ہوتا تھا وفات آنحضرت کی ۱۱۲۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبد الحمید قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حاجی محمد نوشاہ کے تھے، اولیائے وقت گذرے ہیں، وفات حضرت کی ۱۱۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید نور محمد بن سید محمد امیر گیلانی قدس سرہٗ

آپ مادر زاد ولی تھے جب پڑھنے بٹھلایا تو اُستاد کے آگے قرآن پڑھنا شروع کیا اور اس کا ترجمہ سنایا اور خوب روئے، وفات حضرت کی ۱۱۲۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ خوش محمد قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ حاجی محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے، اور اشعار فارسی و ہندی کہتے تھے، مرجع خلایق ہوئے ہیں، وفات حضرت کی ۱۱۳۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت حافظ برخوردار نوشاہی قدس سرہٗ

آپ فرزند اور خلیفہ حاجی محمد نوشاہ کے تھے، شبانہ روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے، نہایت خلیق و بابرکت تھے، اکثر کرامات آپ کی مشہور ہیں وفات حضرت کی ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبد الوہاب بن سید سرالدین بن حاجی محمد حضوری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید اپنے والد کے نہایت متقی و صاحب عظمت اور صاحب فیض گذرے ہیں، وفات حضرت کی ۱۱۳۱ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد تقی نوشاہی قدس سرہٗ

حضرت نوشاہ عالیجاہ کے مرید تھے مجاہد نفس اس قدر کہ ہمیشہ محبت الٰہی میں مست و مدہوش تھے۔ ایک بار عید الضحٰی کو قربانی ہورہی تھی، ایک سے پوچھا یہ کیا ہوتا ہے، اُس نے کہا اللہ کے واسطے بکری قربانی کرتے ہیں، یہ سن کر آپ کو جوش آیا اور چھری لیکر اپنے گلے پر پھیری کہ میں بھی اللہ کے نام پر قربان ہوتا ہوں، تھوڑا سا گلا کٹنے پایا تھا کہ لوگوں نے چھری پکڑ لی وفات حضرت کی ۱۱۳۴ھ میں ہوئی

ذکر حضرت خواجہ ہاشم دریا دل نوشاہی قادری قدس سرہٗ

آپ فرزند ثانی حضرت حاجی محمد نوشاہ کے تھے، نہایت سخی اور متقی اور مہمان نواز تھے، اور شاگرد مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی و مولوی عبد اللہ لاہوری کے تھے۔ ایک شخص نے ایک روز آپ کو برا بھلا کہا اسی روز اس کا فرزند مر گیا۔ ایک دفعہ آپ خانقاہ نوشاہ میں بیٹھے تھے، ایک بیمار کہ جس کے ہاتھ اور پاؤں رہ گئے تھے چارپائی پر ڈال کر آپ کے پاس لایا گیا، آپ نے فرمایا کہ سورہ ملک پڑھ، اس نے پڑھی اور صحت پائی، وفات حضرت کی ۱۱۳۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید احمد شیخ الہند گیلانی قدس سرہٗ

آپ پہلے عرب سے تشریف لائے، کوٹلہ میں متصل وزیر آباد کے سکونت اختیار کی، اولاد غوث پاک سے تھے، نہایت خوش صورت و خوش سیرت باکرامت تھے، وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید بدر الدین گیلانی لاہوری قدس سرہٗ بن سید علی

ہمیشہ طلبا دین کو درس کراتے، اور محمد معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ آپ کے معتقد تھے، وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار پرانوار لاہور میں واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ عصمت اللہ نوشاہی قدس سرہٗ

یہ حضرت پسر پنجم حافظ برخوردار کے ہیں، نہایت بزرگ متقی عابد و عالم گذرے ہیں، اور تکمیل درویشی کی شیخ عبد الرحمن سے کی، نہایت بابرکت و باعظمت گذرے ہیں، آپ کی ادنیٰ توجہ سے کئی آدمی کامل ہوئے، وفات حضرت کی ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین قادری کیرانوی قدس سرہٗ

آپ فرزند عبد اللہ کے تھے، کرامات بلند و مقامات ارجمند رکھتے تھے، خلیفہ قطب الابدال سید طاہا قادری کوتانوی کے تھے، اور روحانیت غوث پاک سے بھی فیض یاب تھے، وطن اصلی آپ کا انبالہ ہے نقل ہے کہ آپ کی چودہ برس کی عمر تھی، کہ شیخ محمد قلندر ساکن انبالہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، ان کے ساتھ

ذکر و شغل کیا کرتے، بعد ایک مدّت کے ان قلندر نے اپنے سر پر سے کلاہ اُتار کر اُن کے سر پر رکھی اُس روز سے ان کو اور بھی محبت بڑھی، یہاں تک کہ ذکر حق میں اپنے کو فراموش کرتے، یہ کیفیت اُن کی دیکھکر اُن بزرگ نے فرمایا کہ تو جاکر بمقام کوتانہ سید طاہا صاحب کا مُرید ہو، آپ بموجب ارشاد اُن کے کوتانہ میں آئے اور سید صاحب کے مُرید ہوئے، اور ذکر و شغل میں چندے مصروف رہے، بعد تکمیل کار درویشی کے خرقۂ خلافت حاصل کیا، بعدہٗ حسب اجازت مرشد عازم بیت اللہ ہوئے مگر بہ کشش شاہ بدر الدین قادری کہ صحرائے مصر میں بُرقعہ اوڑھے رہتے تھے، ان کی خدمت میں پہنچکر نعمتہائے بشیار سے مشرف ہوئے اور مکہ معظمہ میں آئے، بعد ادائے حج مدینہ شریف میں آکر حضرت شیخ کبریا یحییٰ مدنی کی خدمت میں مشرف ہوکر بعیت کی اور نعمتہائے گوناگوں سے مشرف ہوکر سلسلہ قادریہ چشتیہ و سہروردیہ اور نقشبندیہ میں صاحب اجازت ہوئے۔ چاہتے تھے کہ باقی زندگانی مدینہ میں بسر کریں۔ ایک روز شیخ یحییٰ مدنی نے فرمایا کہ فتح محمد رسول فرماتے ہیں کہ تو ہندوستان کو جا تجھ سے بہت لوگ ھدایت پائیں گے اور آخر خرقہ خلافت حاصل کرکے کوتانہ میں آئے، اور ۱۰۸۰ھ میں حسب الحکم شیخ یحییٰ مدنی قصبہ کیرانہ میں آکر حویلی و خانقاہ و چاہ تعمیر کئے۔

نقل ہے کہ حضرت بطریق سیر وارد دہلی ہوکر زیارت مزار خواجہ قطب الدین پر حاضر ہوئے، وہاں بیٹھ کر مراقبہ کیا، قوال یہ بیت گا رہے تھے ؎ ای دلبر ہندو صنم تجھ بن مسلمانی نہیں ؛ کفر است بے تو زیستنی یہ بات پنہانی نہیں ؛ یہ بات سُن کر آپ کو جوش آیا اور سر مراقبہ سے اُٹھاکر بے اختیار رونے لگے، حاضرین پر حالت طاری ہوئی، مولوی عبدالصمد کہ جو مُرید خاص تھے ہمراہ تھے بعد اقامت کے اُنہوں نے پوچھا کہ یا شیخ کبھی آپکی یہ طرح نہیں ہوئی جیسی کہ آج حالت ہوئی اس میں کیا بھید ہے، آپنے فرمایا کہ افشائے واقعات منع ہے مگر تم دریافت کرتے ہو، میں نے مراقبہ میں یہ دیکھا کہ حضرت قطب الاقطاب تشریف فرما ہیں اور تمام اولیاء دہلی حاضر ہیں آپ بشوق تمام سُن رہے ہیں، یہ کیفیت دیکھ کر میں بھی بیقرار ہوگیا۔ اُس روز سے ہمیشہ دہلی جایا کرتے تھے، ایک روز آپ شاہ ترکمان بیابانی کے مزار پر جاکر مشغول ہوئے، ایسی تجلّی ہوئی کہ جس قدر آدمی روضۂ عالیہ میں تھے کسی کو تاب نہ رہی کہ وہاں ٹھیر سکے، جس وقت آپ کیرانہ میں تشریف لائے ہیں اول بھورا شاہ فقیر کہ صاحب خانقاہ تھا اور آپکا مُنکر تھا، آخر مُرید ہوا اور آپ کی خانقاہ کی جاروب کشی پر معمور رہا، دوسرا امر یہ ہوا کہ سڑک شاملی پر شیخ سماء الدین خلیفہ کبیر الاولیاء پانی پتی کا

مزار ہے، اس سڑک پر کیرانہ اور شاملی کے درمیان کوئی چاہ نہ تھا، مسافروں کو نہایت تکلیف تھی۔ زمینداران کیرانہ نے متصل مزار مذکور کے ایک کنواں بنانا چاہا، دن بھر معمار اُس پہ کام کرتے جب دوسرے روز جاکر دیکھتے تو کنواں ڈھایا ہوا ملتا، جب کئی روز اسی طرح گذر گئے اہل کیرانہ حضرت کی خدمت میں آئے امداد چاہی، آپ از راہ رحم اس مزار پر تشریف لے گئے، چند زمیندار بھی آپ کے ہمراہ تھے، جب رات ہوئی وہ لوگ تو اوپر درختوں کے چڑھے، آپ چاہ پر بیٹھ گئے جب آدھی رات گئی ایک بزرگ پھاوڑا ہاتھ میں لئے پیدا ہوئے، چاہتے تھے کہ کنوئیں پر پھاوڑا ماریں آپ مانع آئے، اُنھوں نے کہا میں اس مقام پر کنواں نہ بننے دوں گا، کنوئیں کی وجہ سے یہ مقام ناپاک رہیگا، ہر چند آپنے سمجھایا وہ بزرگ نہ مانے اُس روز تو وہ چلے گئے، دوسرے روز اُسی وقت پھر وہ پیدا ہوئے، وہ زمیندار درختوں پر بیٹھے تھے، اُنھوں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک تخت اُترا اُس پر دو بزرگ تھے، یہ دونوں صاحب ان کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور تعظیم بجالائے، ان دونوں بزرگواروں نے جن کا مزار تھا اُن سے فرمایا کہ ہم کو شیخ محمد کی خاطر منظور ہے، لہذا چاہ بننے دو اُنھوں نے منظور کیا اور وہ تخت جس طرح سے آیا تھا اُسی طرح چلا گیا۔ ان زمینداروں نے حضرت سے پوچھا کہ تخت پر یہ دونوں بزرگ کون تھے، فرمایا کہ جو داہنی طرف تھے وہ غوث اعظم تھے اور جو بائیں طرف باادب بیٹھے تھے وہ اُن کے پیر شیخ جلال الدین پانی پتی تھے، یہ کرامت حضرت کی دیکھ کر تمام کیرانہ معتقد ہوا۔ نقل ہے کہ آپنے دو برس اپنے انتقال سے پہلے مُریدوں کو خبر دیدی تھی کہ وقت وصال میرا نزدیک ہے، چنانچہ بتاریخ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۰ھ شب چہار شنبہ بعد نماز عشا تین بار اسم ذات فرماکر جان بحق تسلیم کی، عمر آپ کی تریسٹھ برس کی ہوئی، اُس روز تمام دن تیرہ و تاریک رہا، چنانچہ مادہ تاریخ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا ہے، خلیفہ آپ کے یہ ہیں:۔ حاجی محمد نظر محمد قادری، حافظ عبداللہ قادری دہلوی و سید بلال و شاہ عثمان و شاہ سلیمان و شاہ محمد شریف و شاہ محمد طاہر شاہ محمد خلیل و شاہ عبدالرشید صاحب سجادہ حضرت وفات ان کی پانچویں محرم سنہ ۱۱۴۱ھ میں ہوئی، اُن کے بعد شیخ جلال الدین شاہ چراغ صاحب سجادہ ہوئے سنہ ۱۱۹۶ھ میں وفات پائی، اُن کے بعد شیخ محمد یوسف قادری سجادہ نشین ہوئے سنہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی، ان کے بعد شیخ نجف علی صاحب سجادہ ہوئے، سنہ ۱۲۸۱ھ میں وفات پائی، ان کے بعد شاہ امین الدین صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ یہ بزرگ بھی اپنے وقت کے صاحب تقویٰ و عامل گذرے ہیں، نہایت خلیق و متقی تھے، اُنھوں نے

سنہ ۱۱۸۲ھ میں وفات پائی، اُن کے بعد شاہ جمال الدین سجادہ نشین ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ احمد بیگ نوشاہی قدس سرہٗ

مُرید و شاگرد حضرت نوشاہ کے تھے، اور ولی مادرزاد تھے، اور تمام معاملات دینی و دنیوی کا انکشاف تھا، بہت سے آپکے مرید بھی باکمال گذرے ہیں، وفات حضرت کی سنہ ۱۱۴۱ھ میں ہوئی مزار سیالکوٹ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ عنایت قادری شطاری قدس سرہٗ

آپ مُرید شاہ رضا لاہوری کے تھے بعد عطائے خرقۂ خلافت لاہور میں آکر ھدایت خلق میں مصروف رہ کر سنہ ۱۱۴۱ھ میں وفات پائی، مزار لاہور میں ہے۔

ذکر سیّد حاجی عبداللہ گیلانی قدس سرہٗ بن سیّد اسمٰعیل

تمام عمر کسی دنیادار کے گھر پر نہیں گئے تعلیم طلبار حق میں مصروف رہتے تھے، ناظم لاہور آپ کا مُرید تھا، خوارق آپکے بھی مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۲۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جمال اللہ نوشاہی قادری قدس سرہٗ

آپ فرزند ششم خواجہ برخوردار کے تھے، صاحب ذوق و شوق اور ذکر کی یہ کیفیت تھی کہ سوگئے جاگتے آپ کا قلب ذاکر رہتا تھا، جس کی آواز لوگ سنتے تھے، وفات حضرت کی سنہ ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت حافظ معموری نوشاہی قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب جمال و کمال و ذوق و شوق تھے، مرید خاندان نوشاہی کے تھے، وفات سنہ ۱۱۴۰ھ میں ہوئی۔

ذکر شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی قادری قدس سرہٗ

فرزند سید حسن پشاوری، مُرید اپنے والد کے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ

اور صاحب اجازت سلسلہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ میں تھے، روحانیت میں میاں میر لاہوری سے بھی تربیت پائی تھی اپنے عہد میں شیخ وقت مقتدائے روزگار مرجع خلایق تھے، ایک بار نونہال سنگھ نے آپ کی خانقاہ کے چند درخت کٹوا دئے تھے جو باعث ہلاکت اس کے ہوئے وفات حضرت کی سنہ ۱۰۵۲ھ میں ہوئی

ذکر حضرت شیخ پیر محمد المشہور بسچیار قدس سرہٗ

آپ حاجی نور محمد شاہ کے خلیفہ تھے بعد انتقال پیر کے گجرات میں آکر سنہ ۱۰۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ عبدالرحمن المشہور بہ پاک رحمان نوشاہی قدس سرہٗ

یہ حضرت بھی حاجی محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے کہ اکثر خلفا و اولاد حضرت نوشاہ نے اُن سے تکمیل کی۔ جب یہ مرتبہ صمدانیت کو پہنچے کھانا بالکل ترک کر دیا تھا نقل ہے کہ ایک روز اپنے خادم سعدی سے فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس مریض پر تو نظر ڈالے اُس کو شفا ہو اور جس فاسق پر تیری نظر پڑے وہ ولی ہو جائے، چنانچہ اُس روز سے جو مریض شیخ سعدی کے سامنے آتا تھا اُس کو شفا ہوتی تھی، وفات شیخ عبدالرحمن کی سنہ ۱۰۵۳ھ میں ہوئی اور مزار ٹھری عبدالرحمن میں مشہور ہے اور شیخ الہ داد کہ صاحب ذوق و شوق تھے آپ کے مرید تھے

ذکر حضرت سید عبدالقادر شاہ گدا گیلانی بن سید عمر بن حاجی محمد ہاشم قدس سرہٗ

آپ جامع طریقت و شریعت و محرم اسرار حقیقت و معرفت تھے کہ تا حیات زہد و ریاضت میں مشغول رہے آپ صاحب ملفوظات بھی ہیں اور سیف زبان بھی خورد سالی میں سید عبداللہ مکّی سے تکمیل کی بعد اس کے سید عبدالرحمن کی خدمت میں رہے، بعد اس کے سید محمد لاہوری سے فیض حاصل کیا اور صاحب تالیف بھی ہیں، وفات حضرت کی سنہ ۱۱۰۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ فرید نوشاہی لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ پیر محمد سچیار کے تھے آپ کو جذب و استغراق رہتا تھا، پہلے ملازم بزرگان راقم کے تھے، جب جذبہ الٰہی دامنگیر ہوا ترک لباس کر کے شیخ پیر محمد کے مرید ہو کر تکمیل کر کے اولیا ہوئے، آپ اولاد سے جھا کری حسینی کے تھے۔ بعد عطائے خرقۂ خلافت لاہور میں آ کے کوٹلہ آباد کیا

جو کوٹلہ شاہ فرید آباد مشہور ہے اور ہدایت خلق میں مصروف رہے، وفات حضرت کی ۱۰۵۸ھ میں ہوئی اور مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ فتح محمد نوشاہی قدس سرہٗ

آپ نوشاہ عالی جاہ کے مُرید تھے ملک پوٹھوار میں تمام خلقت آپ کی مُرید تھی، وفات حضرت کی ۱۰۵۸ھ میں ہوئی اور مزار پوٹھوار میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عنایت قدس سرہٗ بن حافظ برخوردار

یہ حضرت مرید شیخ عبدالرحمٰن کے تھے، گیارہ برس تک حالت استغراق میں رہے، کچھ نہیں کھایا اکثر شب کو دست و پا جدا ہو جایا کرتے تھے، وفات حضرت کی ۱۰۵۸ھ میں ہوئی

ذکر حضرت شیخ محمد سلطان لاہوری مرگ نیتی قدس سرہٗ

آپ سالک مجذوب صاحب سکر اور عشق و محبت تھے، مرید شیخ سندی شاہ کے تھے، وفات حضرت کی ۱۰۶۰ھ میں ہوئی اور مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت سید شاہ حسین بن سید نور محمد سجادہ نشین حجرہ قدس سرہٗ

مشہور مشائخ و مرجع خلایق تھے بہت سے کرامات و خوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں، وفات حضرت کی ۱۰۶۳ھ میں ہوئی اور مزار حجرہ میں ہے۔

ذکر حضرت میاں رحمت اللہ قدس سرہٗ بن حافظ برخوردار نوشاہی

آپ نہایت متقی و سخی تھے، ایک بار حاکم علاقہ نے تقاضا برائے جمع سرکار آپ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے ارشاد کیا کہ اس سے کہدو کہ ہم نے تجھ کو مسند حکومت سے جدا کیا اس تقاضے میں ہماری توہین تھی، چنانچہ اُسی روز وہ معزول کیا گیا، جس امر میں چاہتے تھے غیب سے امداد ہوتی تھی۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ نصرت اللہ نوشاہی بن حافظ برخوردار قدس سرہٗ

آپ بہت بڑے عالم باعمل اور با خدا گذرے ہیں، مرید اپنے والد کے تھے اور فیض احمد بیگ سے بھی پایا تھا وفات حضرت کی ۱۰۷۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میر علی شاہ قصوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ عنایت کے تھے اور سماع میں بہت حالت ہوتی تھی، وفات حضرت کی ۱۱۷۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سعد اللہ نوشاہی بن حافظ برخوردار قدس سرہٗ

آپ طبابت بھی کرتے تھے، جو مریض آپ کے زیر علاج رہتا تھا اُس کو شفا ہوتی تھی گویا جامع الشفا تھے۔ ایک شخص آپ کا منکر تھا اور ہمیشہ تکلیف دیا کرتا تھا، آخر اُس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اس کا مال و اسباب چور لے گئے اور ہر دو پسر فوت ہوئے اور خود نابینا ہو کر مر گیا۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد عظیم قادری قدس سرہٗ

آپ مظہر کرامات و خوارق تھے اولاد سے شاہ مقیم محکم الدین صاحب حجرہ کے تھے مرید اپنے جدّی سلسلہ کے تھے، اگرچہ افغانان لاہور لوٹ مار کرتے تھے مگر کوٹ بیگم تک کہ جائے سکونت حضرت کی تھی نہ آسکتے تھے، وفات حضرت کی ۱۱۸۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت عظیم شاہ سردار قادری قدس سرہٗ

آپ مُرید مصاحب خاں قادری کے تھے وہ مرید حضرت شاہ میاں صاحب سجادہ حجرہ کے تھے، بعد عطائے خرقہ خلافت بمقام بابکوال کہ لاہور سے چھ کوس ہے تشریف لائے اور تلقین ظاہری و باطنی میں مشغول ہوئے، بہت بڑے صاحب کرامات گذرے ہیں، احمد شاہ ابدالی دُرّانی کو بھی آپ سے عقیدت تھی، وفات حضرت کی ۱۱۸۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سیّد محمد شاہ رزاق گیلانی بن شاہ محمد ہاشم قدس سرہٗ

آپ تجرید و تفرید میں یگانہ روزگار تقویٰ اور صلاحیت میں شہرہ آفاق تھے، وفات حضرت کی ۱۱۸۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ مصاحب خاں خورد لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ سیّد سردار شاہ کے تھے علوم ظاہری و باطنی میں کامل، اکثر ہدایت خلق اور درس تدریس میں مشغول رہتے تھے، وفات حضرت کی ۱۱۹۰ھ میں ہوئی اور مزار قصبہ بابک وال میں کہ لاہور سے پانچ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ذکر حضرت شاہ صدرالدین بن سید میر عبدالرزاق قدس سرہٗ

آپ صاحب شوق اور سخاوت و شجاعت تھے، دفع کفر میں نہایت کوشاں رہتے تھے، وفات حضرت کی ۱۱۹۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید سعدالدین بن سید عبدالرزاق صاحب حجرہ قدس سرہٗ

نہایت بابرکت بزرگ گذرے ہیں، بہت خلق آپ سے فیض یاب ہوئی ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۹۵ھ میں ہوئی آپ

ذکر حضرت شیخ جان محمد لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مصاحب خاں کے تھے وفات حضرت کی ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبداللہ شاہ بلوچ لاہوری قدس سرہٗ

مرید شیخ شرف الدین پانی پتی کے تھے، وہ مرید خاندان میاں میر لاہوری کے تھے، اکثر لوگوں نے آپ کی کرامات کے امتحان کئے آخر وہ لوگ خجل ہوئے اکثر کرامتیں آپ کی لاہور میں مشہور ہیں، آپ کے خلیفہ یہ ہیں:۔ امام غلام محمد گاموو شیخ الہ یار پشاوری، شیخ فیض بخش قریشی، وفات حضرت کی ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمود قدس سرہٗ

آپ مرید سید صدرالدین کے تھے، صاحب حال و قال گذرے ہیں، وفات حضرت کی ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عادل شاہ گیلانی بن سید فاضل قدس سرہٗ

صاحب تقویٰ اور بافیض تھے، وفات حضرت کی ۱۲۲۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید شادی شاہ قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ لاہور میں آنکر ادیر مزار مخدوم گنج بخش ہوتیری کے مقیم ہوئے بہت خلق نے آپ سے رجوع کی، وفات ۱۲۲۱ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ سرار قادری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ جان محمد قادری کے تھے، اپنے وقت میں باکمال و بابرکت گذرے ہیں وفات ۱۲۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر سید علی شاہ قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت احمد آباد سے لاہور میں تشریف لاکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے، آپ سے بہت سی کرامات کا اظہار ہوا، آپ مرید سید غازی کے وہ شاہ اعظم کے وہ شاہ اکرام کے وہ شاہ خلیل کے وہ شاہ میاں کے وہ شاہ مصطفےٰ کے وہ شاہ میاں جی کے وہ سید پیرو کے وہ شاہ کرم علی کے وہ شاہ مسعود کے وہ شیخ نور محمد کے، وہ شیخ احمد کے وہ شیخ صوفی کے وہ شیخ رحمت اللہ کے وہ شیخ فضل اللہ کے وہ سید عبدالوہاب کے اور وہ حضرت غوث اعظمؒ کے وفات ان کی ۱۲۲۷ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں بمقام جھنگی چراغ شاہ واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ سید سردار علی شہید مقیم شاہی قدس سرہٗ

آپ کی کرامات وخوارق طویل ہیں اور ۱۲۲۲ھ میں شہادت پائی۔

ذکر حضرت شاہ غلام نبی قدس سرہٗ

آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید وخلیفہ تھے، نہایت بزرگ با برکت وکرامت تھے، اور روح پاک مخدوم گنج بخش ہجویری لاہوری سے بھی فیضان حاصل کیا تھا، بغیر کشتی کے دریا سے گذر جاتے تھے اور قدم تر نہ ہوتا تھا، وفات اُن کی ۱۲۴۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید قطب الدین گیلانی قدس سرہٗ

خلیفہ اپنے والد کے تھے، مرجع خلائق با برکت صاحب کرامت عالم با عمل، وفات آپ کی ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ مسلم خاں قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ سردار کے ہیں آپ امیر زادہ تھے ترک مال ومنال کرکے فقیر ہوئے، بعد تکمیل سجادہ نشینی پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف رہے، وفات آپ کی ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید شاہ بڑے صاحب دہلوی قدس سرہٗ

آپ صحیح النسب سادات عظام اور اولیاء کرام اور سلسلہ قادریہ میں مشہور مدد مشہور صاحب کرامت وخوارق گذرے ہیں، عہد حضرت محمد شاہ بادشاہ میں وارد دہلی ہوئے، اس زمانہ میں برائے امتحان فقرا بحکم بادشاہ فقیر گرفتار کرکے بندی خانہ میں رکھے جاتے تھے، ان حضرت کو کوتوالی کے پیادو نے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ پکڑے جاؤ گے، آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا جرم کیا ہے، اس بحث میں اور پیادہ بھی آگئے، آپ کو بندی خانہ میں لے گئے، دارو غہ بندی خانہ نے کہا کہ یہ چکی موجود ہے تم بھی دانہ دلو آپ نے چکی کی طرف دیکھا معاً وہ چلنے لگی یہ کرامت دیکھ کر کل فقیر بعجز تمام مستدعی ہوئے کہ یا بندۂ خدا ہماری بندی چھڑائیے، آپ نے

حکم دیا کہ اے چیلیو! بحکم خدا دانہ دلو۔ فقرا کو نہ تکلیف دو، اُسی وقت سب چکیاں چلنے لگیں، دانہ اُن میں پڑنے لگا۔ یہ کیفیت دیکھ کر داروغہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور کا مطلب حاصل ہوا اور کل ماجرا عرض کیا بادشاہ ہوادار پر سوار ہو کر خان سامانی میں آئے، جہاں فقیر قید تھے اور حضرت کی قدمبوسی کی اور عرض کیا کہ تکلیف دینے کا باعث صرف یہی تھا کہ کامل درویش ملے، خدا نے میری مراد پوری کی۔ حضرت کو اپنے ہمراہ لاکر ایک عمدہ مکان میں باعزاز رکھا اور دیگر فقرا کو نقد اور جاگیریں دیکر رخصت کیا۔ ایک روز حضرت نے رخصت چاہی بادشاہ نے عرض کیا کہ میری التجا یہ ہے کہ آپ میرے پاس رہیں، جہاں حکم ہو خانقاہ تیار ہو جائے، آپنے فرمایا چار کوری خشت منگا اور ہم تم دونوں دریا کی سیر کریں۔ الغرض دونوں کشتی پر سوار ہوئے، جب کشتی بیچ دریا کے پہنچی حضرت نے وہ خشت دریا میں چھوڑ کر فرمایا کہ جہاں یہ ٹھیریں وہاں تکیہ فقیر کا ہوگا۔ بحکم بادشاہ ان اینٹوں کی تلاش ہوئی، آخر دیکھا کہ پانی ہٹ گیا، چاروں اینٹیں کچھ کچھ فاصلہ سے رکھی ہیں، جب کشتی قریب پہنچی حضرت کشتی سے اُتر کر وہاں جا بیٹھے، بعد اس کے یہ کیفیت ہوئی کہ ہر وقت ہزاروں آدمی اہل شہر اور امرار بادشاہ حاضر خدمت رہا کرتے تھے ہزاروں کرامت اور خوارق حضرت سے ظہور میں آئے، اور ہنوز مزار پر انوار سے فیضان جاری ہے۔ ایک ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ اُس وقت سے آج تک کیسی ہی دریائے جمن نے طغیانی کی مگر آپکے تکیہ پر پانی نہیں چڑھا، وہ تکیہ دریا کے بیچ میں نگم بودہ کے سامنے موجود ہے، اور وہیں مزار ہے، آپ کے دوسرے صاحب سجادہ میاں قادر بخش مجذوب ہوئے، دن کو تمام شہر میں پھرتے جس کے گھر میں چاہتے گھس جاتے جو شے جس کو چاہتے اُٹھا کر دیدیتے کوئی مانع نہ ہوتا تھا۔ ایک روز ایک جوہری کا صندوقچہ اُٹھا لائے اور اُس کو اپنی جھونپڑی میں رکھ کر گوجروں کو بُلا کر لائے اتنے میں وہ جوہری شیرینی لیکر آئے اور مستدعی ہوئے اگوجر متقاضی ہوئے کہ وہ صندوقچہ ہم کو دیجے، آپنے فرمایا کہ جھونپڑی میں گدڑی کے نیچے ہے لیلو اگر مل جائے، گوجروں نے جاکر خوب ڈھونڈا ان کو نہ ملا، بعدہٗ مالک صندوقچہ سے فرمایا کہ جلدی اندر جاکر اپنا صندوقچہ لے لے، جوہری اندر گیا اور اپنا صندوقچہ لایا، یہ کرامت دیکھ کر سب حیران ہوگئے، گوجروں کو شیرینی دے کر فرمایا کہ تمہاری قسمت میں نہ تھا چلے جاؤ۔ ایک بار ناظر قلعہ کا دوشالہ اُتار لائے قلعہ سے باہر لاکر اُس میں پتھر رکھے اور شمرو کی بیگم کے باغ میں سے مار سیاہ پکڑ لائے، اُس سے اُس گٹھڑی کو باندھا اُس کا پھن مُنھ میں لیکر گانٹھ دی اور اُس کو سڑک پر رکھ دیا اور راہ گیروں سے فرمایا کہ جو چاہے لیلے مگر سانپ کو

نہ مارے، اُس کی دہشت سے کوئی پاس نہ گیا، آخر وہ گٹھڑی اپنے سر پر رکھ کر پُرانے کوٹلہ کو چلے، طامع لوگ پیچھے ہوئے، آپ نے کوٹلہ پہنچکر وہ گٹھڑی پھینک دی اور اپنے تکیہ کی راہ لی، وہ گٹھڑی پھینکتے ہی نظر مردمان سے غائب ہوگئی، لوگوں نے دوڑکر آپسے پوچھا کہ وہ گٹھڑی کیسے وے آئے فرمایا کہ وہ پتھر سونے کے تھے، جب کسی نے نہ لئے میں نے اس کو جنوں کو دیدیا وہ اُٹھالے گئے۔ بعض وقت دریا سے اس طرح گذر جاتے تھے کہ پیر کا تلوا بھی تر نہیں ہوتا تھا، اُن کے بعد میاں مہدی علی شاہ صاحب سجادہ ہوئے، نہایت بزرگ اور متواضع مرجع خلایق تھے، بادشاہ بھی حضرت کی خدمت میں گاہے گاہے حاضر ہوتے تھے، ایام خشکی میں جوزمیندار اُپلے لیکر اُس طرف گذرتے تھے، فی بار چار کوڑی اور پانچ اُپلے حق تکیہ عالیہ کے مقرر تھے۔ ایک روز حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی ابوظفر بہادر شاہ حضرت کے پاس بیٹھے تھے، تمام جلوس سواری زیر تکیہ حاضر تھا کہ چند گھاسیں اُپلیوں کی آئیں حضرت نے دیکھ کر آواز بلند فرمایا کہ بھلا ہے، بابا اور وہاں سے اُٹھ کر کوڑیاں اور اُپلے لیکر پھر بادشاہ کے پاس آکر گفتگو میں مصروف ہوئے، حضرت بالکل بیباک اور پاک تھے ہر کہ ومہ کو ایک نظر دیکھتے تھے، برادر خورد کاتب الحروف مرزا گوہر سلطان حضرت کا مرید اور نہایت پیارا تھا، آپ اُس کو مرد فرمایا کرتے تھے، چنانچہ قبل از وقت نکلنے ریش بر دیکھے اُس کے چہرہ پر ڈاڑھی نکل آئی تھی زبان فیض ترجمان سے نکلتا تھا فوراً اُس کا ظہور ہوتا تھا۔ ایک بار سائیس کمل پوش اور دو تین اُسی قسم کے آدمی جمع ہوکر شاہ بڑے صاحب کے تکیہ کی طرف چلے، راہ میں مشورہ ہوا کہ اگر مہدی علی شاہ صاحب کرامات ہے تو ہم کو حسب دلخواہ ہر ایک کے کھانا کھلائے گا اور ہر ایک نے ایک ایک چیز کھانی مقرر کرلی، جب تکیہ میں حضرت کے پاس پہونچے آپ نہایت مہربانی سے پیش آئے کہ اسی وقت چوبدار بادشاہی دو خوان کھانے کے لاکر لایا اور عرض کی کہ حضور نے یہ کھانا آپکے واسطے بھیجا ہے، آپنے ان صاحبوں سے فرمایا کہ اللہ تعالی نے یہ تمہاری دعوت عنایت کی ہے کھاؤ، ان صاحبوں نے عذر پیش کیا، آپنے تبسم کرکے فرمایا کہ کمل پوش راستہ میں مہدی علی شاہ کے پاس بیسنی روٹیاں کھانا چاہتے تھے لو اور کھاؤ الغرض موافق ضمیر ہر شخص کے اپنے دست حق پرست سے ہر ایک کو دیا اور فرمایا کہ خوب کھاؤ۔ کمل پوش کہتے تھے کہ اظہار اس کرامت سے ہم متحیر ہوئے اور عفوِ قصور چاہا وفات حضرت کی غدر سے کئی سال پہلے ہوئی، مزار اُسی تکیہ میں ہے۔

ذکر حضرت حافظ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی المعروف حضرت آخوند صاحب قدس سرہٗ

آپ فراشخانہ کی کھڑکی کے سامنے اپنی مسجد میں ہدایت خلق اور نفع رسانی شہر میں مصروف رہتے تھے عاشق رسولؐ، عامل وقت گذرے ہیں۔ کاتب کو بھی حضرت کی خدمت میں نیاز حاصل تھا، ہزاروں مریض و سحر آلودہ و دیگر حاجتمند ہر صبح حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے، بفضلِ خدا اُن سب کی مطلب برآری ہوتی تھی، حضرت کی کرامات وخوارق احاطۂ تحریر سے باہر ہیں، مگر کسی قدر تبرکاً درج کرتا ہوں۔

ایک روز میرے پیر بھائی مرزا بہادر صاحب کہ جو فرید عصر تھے مجھ کو ہمراہ لیکر حضرت کی خدمت میں آئے، اُس وقت حضرت مریضوں اور حاجتمندوں کی طرف متوجہ تھے، کامل دس بجے جب فارغ ہوئے مرزا صاحب مذکور سے فرمایا کہ آج خلاف عادت اتنی دیر ٹھہرنے کا کیا باعث ہوا انہوں نے کہا کہ میں آج ایک کار ضروری کو آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں مقروض ہوگیا ہوں میرا قرض ادا کیجیے، آپنے فرمایا کہ میں فقیر متوکل ہوں میرے پاس کیا ہے تم کو اللہ نے شہزادہ کیا تم ہی کچھ اس کی سبیل نکالو، مرزا صاحب موصوف نے کہا کہ ہماری آپ کی پرانی دوستی ہے کبھی کوئی کام نہیں پڑا آج ذرا سا کام پڑا ہے سو بھی آپ گریز کرتے ہیں۔ اگر آج میرا کام نہ ہوا تو پھر میں کبھی نہیں ملونگا، یہ سُن کر مرزا صاحب موصوف کا ہاتھ پکڑ کر حجرہ کے بالاخانہ پر جو مقام عبادت گاہ ہے لے گئے، بعد تھوڑی دیر کے دونوں بزرگ نیچے تشریف لائے، مرزا صاحب موصوف اور یہ کاتب رخصت ہو کر سوار ہوئے، مینے راستہ میں مرزا صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ آپ دونوں صاحب اوپر گئے تھے آپ کو آخوند صاحب نے کچھ دیا کچھ بتایا، مرزا موصوف نے فرمایا کہ بھائی اپنے حجرہ میں مجھ کو لے جاکر جلال میں آکر مجھ سے فرمایا کہ کیا کہتا ہے مینے کہا کچھ دلوائیے یہ سُن کر ایک دوہتڑ چھت پر ماری، مینے دیکھا کہ چاروں طرف چھت گیری میں سے روپیہ کی دھاریں بندھ گئیں، وہ روپیہ اس قدر تھا کہ اگر چھت مکان کی بیٹھ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا، اور مجھ سے فرمایا کہ اپنا روپیہ بھر لے جا، مگر یہ یاد ہے کہ تیری فقیری بگڑ جائیگی، مینے ہنس کر قدم پکڑے اور عرض کی کہ ماں تشکول میں بھی نہیں چاہتا فقط ہنسی کی بات تھی۔ نقل ہے کہ کسی جگہ طلبا کی دعوت تھی وہ طلبا کہ حضرت کے یہاں سے پرورش پاتے تھے سب گئے ایک نہ گیا، ہر چند اُس کو لوگوں نے کہا وہ نہ گیا چنانچہ حضرت نے بھی فرمایا، اور تو چلے گئے وہ حضرت کے پاس بیٹھا رہا، اُس وقت میرے ایک دوست بھی حضرت کے پاس موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت نے صاحب دعوت کے مکان کی طرف منھ کر کے زور سے سانس لیا اور فرمایا کہ بریانی کی بو آتی ہے اس طرح پر سانس لے لے کے کئی کھانوں کے نام لئے اور فرمایا کہ وہاں قورمے کھاتے ہیں اور تو یہاں بیٹھا ہے

وہاں کیوں نہ گیا، اس عرصہ میں وہ طلبا بھی آگئے، میں نے اُن سے دریافت کیا کہ تم نے کیا کیا کھایا جن کھانوں کے نام حضرت نے لئے تھے وہی کھاتے، اُنہوں نے کھائے تھے اور سلسلہ ارادت آپکا اس طرح پر ہے یعنی حافظ صاحب مرید شاہ محمد غوث کے وہ مرید شاہ آل احمد کے، وہ مرید سید شاہ حمزہ کے وہ مرید شاہ آل محمد کے وہ مرید شاہ برکت اللہ کے، وہ مرید شاہ فضل اللہ کے، وہ مرید سید احمد کے وہ مرید سید محمد کے، وہ مرید شیخ مخدوم جمال اولیاء کے، وہ مرید شیخ ضیاء الدین قاضی حیا کے، وہ مرید حضرت شاہ محمد بھکاری کے وہ مرید سید ابراہیم کے، وہ مرید شیخ بہاء الدین کے، وہ مرید سید احمد جیلانی کے وہ مرید میر سید موسیٰ کے، وہ مرید میر سید علی کے، وہ مرید سید علی محی الدین ابی نصر کے، وہ مرید سید ابو صالح کے وہ مرید سید عبدالرزاق کے، وہ مرید حضرت غوث اعظم کے۔ وفات حضرت کی شنبہ ۱۲۹۶ھ میں ہوئی، مزار دہلی میں درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ میں زیارت گاہ ہے۔ آپکے صاحب سجادہ مولانا حافظ مولوی محمد عمر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جوان صالح باعظمت صاحب زہد و تقویٰ تھے، آپکی ذات بابرکات سے فیض عام جاری ہے مثل اپنے مرشد برحق کے عاشق رسول اور صاحب سلسلہ ہیں۔

ذکر حضرت مولانا سید غوث علی شاہ قادری قدس سرہ

یہ حضرت فی زمانہ نواح دہلی میں قطب وقت اور شیخ زمانہ گذرے ہیں، جن کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ و کرامات بے غایات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ تذکرہ غوثیہ سے حضرت کے فضائل بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ حضرت مرید سید اعظم علی شاہ بابری کے وہ مرید سید عبداللطیف تبری کے وہ مرید سید امیر بالا پیر کے، وہ مرید سید مقیم محکم الدین کے وہ مرید سید ابو المعالی کے، وہ مرید بجادل شیر قلندر کے، وہ مرید شیخ عبدالجلال کے، وہ مرید سید شاہ محمود کے، وہ مرید سید نور محمد کے، وہ مرید سید جلال الدین کے، وہ مرید سید شمس الدین کے وہ مرید سید شہاب الدین کے وہ مرید سید احمد اولی کے، وہ مرید ابو صالح کے وہ مرید سید عبدالرزاق کے، وہ مرید حضرت پیران پیر کے، اور مولانا کو خاندان سہروردیہ میں شاہ فدا حسین شاہ صاحب رسول شاہی سے خرقۂ خلافت پہنچا تھا، اور خاندان نقشبندیہ میں میاں غلام علی شاہ صاحب دہلوی سے خلافت پائی تھی، وفات حضرت کی شب دوشنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ میں ہوئی، مزار شریف پانی پت میں حاجت روائے خلق ہے

حضرت کے مریدوں میں سے کئی حضرات باکمال ہیں، چنانچہ مولانا مولوی انسو جان صاحب دہلوی ساکن محلہ رودگراں عجیب بانسبت صاحب مذاق مستغرق بمقام فنافی الشیخ باتصرف صاحب ذوق وشوق کہ فقر میں شان عالی مرتبہ بلند رکھتے ہیں، اس احقر پر نہایت مہربان ہیں اور انکشاف کرامت سے محترز کہ اپنے کمال کو کسوتِ ملازمت میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس سرہٗ

آپ مقتدائے روزگار امام زمانہ قطب عہد کمالات ظاہری اور باطن سے آراستہ پیراستہ اور وابستہ محبت الٰہی صاحب تقویٰ غرق بحر معرفت کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے آپ سے نسبت تھی اور روحانیت خواجہ احرار سے بھی فیضان حاصل کیا تھا، کابل سے سمرقند میں تشریف لے جاکر تحصیل علوم ظاہری کیا، بعد خواجہ مکنکی کے مرید ہوکر چندے ریاضت شاقہ میں مصروف رہ کر کار دردینی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ، خلافت حاصل کیا، آپ کم سوتے کم کھاتے کم بولتے اور عشا کے بعد سے تا نماز تہجد وختم کرتے بعد نماز تہجد ایک سو بیس بار سورہ یٰسین پڑھتے، بعد اس کے ذکر اسم ذات میں مصروف ہوتے، جب آغاز صبح کا ہوتا عرض کرتے کہ الٰہی رات کو کیا ہوا جو جلدی سے گذر گئی، تھوڑی دیر نہ کی، بعدہ تجدید وضو کر کے دو رکعت تہنیت الوضو ادا کر کے درمیان سنت اور اور نفل صبح کے اکتالیس بار سورہ مزمل پڑھ کر نماز صبح باجماعت ادا کر کے تا وقت اشراق وظائف میں مشغول رہتے، بعد اشراق کے ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک تلاوت قرآن میں مصروف رہتے، بعدہٗ حاجتمندان کی کار برآری فرماکر بوقت دوپہر بعد نماز چاشت قدرے قیلولہ فرماکر نماز ظہر ادا کر کے تا بہ عصر ادائے نوافل میں مشغول رہتے، عصر سے تھوڑی دیر پہلے حاضرین سے ہم کلام ہوتے، بعد عصر کے تا بہ مغرب درود شریف پڑھتے، بعد ادائے نماز مغرب ونوافل ہمیشہ تا بہ عشا طالبان خدا کی تربیت فرماتے، اکثر روضہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی پر حاضر ہوا کرتے تھے، آخر روحانیت خواجہ سے فیضان حاصل کیا جس کی سند آگے آوے گی۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے پسر خواجہ محمد عبداللہ حاضر ہوئے اُن کے ہاتھ میں آرسی تھی، فرمایا اس کو دیکھ

جب اُنہوں نے آئینہ پر نظر کی خواجہ کی ریش مبارک کو سفید دیکھا، حالانکہ آپ کی ڈاڑھی سیاہ تھی یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے، آپ نے فرمایا کہ جائے تعجب نہیں کہ یہ نور الٰہی ہے کہ میری ریش پر نمودار ہوا۔ ایک روز حضرت امام کے پیچھے نماز جنازہ پڑھ رہے تھے جب آپ نے الحمد پڑھنی شروع کی، روحانیت امام ابوحنیفہ کوفی آپ کے آگے ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ شیخ میرے مذہب میں بہت اولیاء اور علماء ہیں سب نے باتفاق امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا موقوف کیا ہے تم بھی ترک کرو، مولانا بدرالدین سرہندی کہ خلیفہ امام ربانی مجدد الف ثانی کے تھے، اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار دہلی آکر مزار حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوکر روبرو مزار کے بیٹھ کر متوجہ ہوا، حضرت نے نہایت عنایت سے اپنی نسبت خاص سے کچھ بندہ کو بھی عطا کیا، وہاں سے چل کر مزار حضرت خواجہ قطب الدین کی زیارت سے مشرف ہوا وہاں حکم ہوا کہ آج جو نسبت خواجہ باقی باللہ نے تجھ کو عطا کی ہے وہ نسبت میری ہے وہاں سے چل کر میں حضرت سلطان المشائخ کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا، وہاں سے حکم ارشاد ہوا کہ جو نسبت تجھ کو خواجہ باقی نے عطا کی ہے وہ عاشقی اور نیازمندی سے متعلق ہے اور میری نسبت میں محبوبیت غالب ہے تجھ کو وہی نسبت کافی ہے، دہلی سے چل کر میں اجمیر شریف میں آیا، جب روضہ حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا اور میں متوجہ ہوا فرمایا کہ وہ نسبت کہ جو تجھ کو خواجہ باقی باللہ سے حاصل ہوئی ہے وہ مجھ سے ہے، میں نے عرض کیا کہ خواجہ باقی باللہ نے کبھی نہیں فرمایا کہ مجھ کو نسبت خواجگان چشت سے ہے، حضرت نے فرمایا کہ جب میں نے خدمتِ خواجہ یوسف ہمدانی سے نسبت پائی وہ مشعر بہ شوق و ذوق دفن تھے، وہ نسبت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو حاصل ہوئی اور خواجہ قطب الدین کی روحانیت سے وہ نسبت خواجہ باقی باللہ کو حاصل ہوئی، آخر حق بحقدار رسید، وفات حضرت کی دوشنبہ ۲۶ ر جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ میں ہوئی، مزار پُر انوار بیرونِ فصیل شاہ جہاں آباد نہر جدید سے پار متصل درگاہ قدم شریف زیارت گاہ خلائق ہے۔ حضرت غلام علی شاہ دہلوی سے روایت ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ برائے زیارت روضہ خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوا اور توجہ کی، دیکھا کہ حضرت مزار سے باہر تشریف لائے، موسم گرما میں وقت دوپہر کا تھا چونکہ حضرت کے مزار پر سایہ نہیں ہے بسبب گرمی کے میں پریشان ہوگیا اور اُٹھ کر چلا آیا، اُس روز سے نہایت افسوس میں ہوں کس واسطے کہ حضرت کی ذرا سی توجہ سے اپنے میں بہت ترقی دیکھتا ہوں اگر زیادہ نصیب ہوتی تو اور زیادہ ترقی ہوتی، ایک طالب فیضان مدت سے آپ کے مزار پر مشغول تھا ایک روز اس سے فرمایا کہ تو یہاں

کیوں پڑا ہے' اُس نے عرض کیا کہ طالب خدا و نیز طالب فیضان حضور ہوں' آپ نے ارشاد کیا کہ ہمارے مرید شہر میں ہیں تو ان کے پاس جا تیری مطلب برآری ہوگی' چنانچہ وہ شخص حضرت شاہ ابوسعید کے پاس آکر مُرید ہوا اور کل کیفیت بیان کی۔ نقل ہے کہ ایک طالب آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی میں طالب معرفت الٰہی ہوں' فرمایا کہ چند روز رہ کر کسب نقشبندیہ کر خدا فضل کرے گا' اُس نے جواب دیا کہ میں بے مشقت چاہتا ہوں مجھ سے محنت نہ ہو سکیگی' اگر آپ کی درگاہ سے محروم گیا تو معلوم کروں گا کہ کتب صوفیہ میں جو بزرگوں کے حالات لکھے ہیں وہ ایک ڈھکوسلہ ہے' یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور اُس کی طرف دیکھا معاً بیہوش ہوگیا جب افاقہ ہوا اپنے مریدوں سے فرمایا کہ یہ شخص اُمّی ہے اس پر خدا نے فضل کیا جس علم میں چاہو بحث کرو' چنانچہ امتحان میں پُورا اُترا اور ہوا پر پرواز کر کے نظر مردماں سے غائب ہوگیا۔

نقشہ سلسلہ پیران حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ سنہ وفات	جائے مزار	کیفیت
۱	حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۲ رجمادی الآخر سنہ ۱۳ھ	مدینہ منورہ	۔
۲	حضرت محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۔	۔	۔
۳	حضرت قاسم بن محمد	سنہ ۱۰۲ھ	مدینہ	۔
۴	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	دوشنبہ ۱۵ رجب سنہ ۱۲۹ھ	"	۔
۵	حضرت بایزید بسطامی	جمعہ شعبان سنہ ۲۶۱ھ	بسطام	۔
۶	خواجہ ابوالحسن خرقانی	سنہ ۴۲۵ھ	۔	۔
۷	خواجہ ابو علی فارمدی	سنہ ۴۷۰ھ	۔	۔
۸	خواجہ یوسف ہمدانی	سنہ ۵۳۴ھ	ہرات	۔
۹	خواجہ عبدالخالق غجدوانی	سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان	۔
۱۰	خواجہ محمد عارف ریوگری	سنہ ۷۱۵ھ	ریوگر	۔
۱۱	خواجہ محمود فغنوی	سنہ ۷۱۷ھ	۔	۔
۱۲	خواجہ عزیز علی رامیتنی	سنہ ۷۲۱ھ	خوارزم	۔

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ سنہ وفات	جائے مزار	کیفیت
۱۳	خواجہ محمد بابا سماسی سنہ ۷۵۵ھ	سنہ ۷۵۵ھ	قصبہ سماس	۔
۱۴	خواجہ امیر کلال	پنجشنبہ ۸ جمادی الاول سنہ ۷۷۲ھ	سوخار	۔
۱۵	خواجہ بہاؤالدین نقشبندی	۳ ربیع الاول سنہ ۷۹۱ھ	قرب بخارا	۔
۱۶	خواجہ علاؤالدین عطار	۲ رجب سنہ ۸۰۲ھ	جغانیا	۔
۱۷	مولانا یعقوب چرخی	سنہ ۸۵۱ھ	یلفنو	۔
۱۸	خواجہ عبداللہ احرار	غرہ محرم سنہ ۸۹۵ھ	سمرقند	۔
۱۹	مولانا زاہد ولی	سنہ ۹۳۶ھ	خش	۔
۲۰	مولانا درویش محمد	سنہ ۹۷۰ھ	موضع اسفرار	۔
۲۱	خواجہ محمد امکنگی	سنہ ۱۰۰۸ھ	قصبہ امکنگ	۔
۲۲	خواجہ باقی باللہ	سنہ ۱۰۱۲ھ	دھلی	۔

دوسرا سلسلہ پیران خواجہ باقی باللہ اس طرح پر ہے

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ سنہ	جائے مزار	کیفیت
۱	حضرت علی مرتضیٰ	۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ	نجف اشرف	۔
۲	خواجہ حسن بصری	۵ محرم سنہ ۱۱۱ھ	بصرہ	۔
۳	خواجہ حبیب عجمی	۳ ربیع الاول سنہ ۱۵۶ھ	۔	۔
۴	خواجہ داؤد طائی	سنہ ۱۶۲ھ	۔	۔
۵	خواجہ معروف کرخی	۲ محرم سنہ ۲۰۰ھ	کرخی	۔
۶	خواجہ سری سقطی	۳ رمضان سنہ ۲۵۳ھ	بغداد	۔
۷	خواجہ جنید بغدادی	۲۷ رجب سنہ ۳۰۳ھ	؍؍	۔
۸	خواجہ ابوعلی رودباری	سنہ ۳۲۲ھ	رود بار	۔
۹	خواجہ ابوعلی کاتب	سنہ ۳۵۶ھ	۔	۔

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ و سنہ	جائے مزار	کیفیت
۱۰	خواجہ عثمان مغربی	سنہ ۳۷۳ھ	نیشاپور	۰
۱۱	شیخ القاسم کرکانی	سنہ ۴۵۰ھ	کرکان	۰
۱۲	شیخ ابو علی فارمدی	سنہ ۴۷۰ھ	۰	۰
۱۳	خواجہ یوسف ہمدانی	سنہ ۵۰۴ھ	ہرات	۰
۱۴	خواجہ عبد الخالق عجدوانی	سنہ ۵۷۵ھ	عجدوان	۰
۱۵	خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی	سنہ ۷۹۱ھ	قریب بخارا	۰

باقی بزرگوں کے حالات پہلے نقشہ میں لکھے گئے

ذکر حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی کابلی سرہندی قدس سرہٗ

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی میں قطب وقت غوث عہد گذرے ہیں، جامع الکرامات صاحب ولایت عامل سنت جماعت وارث کمال نبویہ مزین اطوار احمدیہ نقشبندیہ امام طریقت مقتدائے حقیقت پیشوائے طریقت نقشبندیہ مجددیہ کہ مظہر کرامت اولاد سے حضرت عمر فاروق کی تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت کو سلسلہ نقشبندیہ میں ارادت خواجہ باقی باللہ سے تھی اور طریقہ قادریہ میں شاہ سکندر کیتھلی اور سلسلہ صابریہ چشتیہ میں مخدوم عبد اللہ سے اور سلسلہ سہروردیہ میں بھی مخدوم عبد اللہ سے فیضان تھا۔ لکھا ہے کہ حضرت سنہ ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ بدر الدین نقشبندی سے روایت ہے کہ عالم خوردسالی سے اظہار کرامت شروع ہونے لگے تھے۔ شیخ محمد نعمان کہتے ہیں کہ مینے ایک معاملہ میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا با حضرت صدیق اکبر تشریف لائے اور حضرت نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ نعمان سے کہو کہ جو مقبول شیخ احمد کا ہے وہ مقبول میرا ہے، جو میرا مقبول ہے وہ خدا کا مقبول ہے۔ سید محمد صالح کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو حضرت نے طرف کھڑائچ کے بھیجا اور فرمایا کہ راستہ میں سورۂ لایلاف بہت پڑھنا اگر مشکل پیش آئے تو مجھے یاد کرنا، جب میں چلا راستہ بھول گیا ایک جنگل ویرانہ میں جا پڑا ایک شیر چاہتا تھا کہ میرے اوپر حملہ کرے مینے حضرت کا نام لیا اُسی وقت حضرت بذات خود پیدا ہوئے اور شیر کو بھگایا اور میں نے میرے ہمراہیوں نے شیر سے خلاصی پائی۔

نقل ہے کہ ایک روز شیخ احمد مسجد میں بیٹھے حلقہ کر رہے تھے' مریدوں کی تعلیم میں متوجہ تھے کہ شاہ سکندر کیتھلی تشریف لائے اور خرقہ قادریہ شیخ احمد کو دیا' اسی معاملہ میں ان کو خیال پیدا ہوا کہ میں مرید خاندان نقشبندیہ کا ہوں اور نسبت قادریہ نے مجھ کو گھیرا ایسا نہ ہو کہ پیران نقشبندیہ ناراض ہوں اسی وقت دیکھا کہ حضرت غوث اعظمؒ اور خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ اور خواجہ عبدالباقیؒ و خواجہ معین الدین چشتیؒ و شیخ شہاب الدین سہروردیؒ و شیخ نجم الدین کبریؒ و مدارؒ صاحب پیران عظام تشریف لائے اور سب نے آپ کو اپنا خلیفہ کیا' اس روز حضرت صبح سے ظہر کے وقت تک مراقبہ میں رہ کر اس حال کو دیکھتے رہے۔

نقل ہے کہ قید ہونے سے چند روز پہلے آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا تھا کہ مجھ پر کوئی بلا آنیوالی ہے کس واسطے کہ ترقی مقامات ولایت مجھ کو ہوتی ہیں' اب ضرور ہے کہ کوئی بلا نازل ہوگی چنانچہ جب قید ہوئے ہزاروں قیدی کفار آپکے ہاتھ سے مسلمان ہوئے اگر حالت قید میں بادشاہ کے واسطے کبھی بددعا نہیں کی بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ نے جو مجھ کو قید کیا خوب ہوا' کس واسطے کہ کئی ہزار آدمی دولت دین سے مشرف ہوئے اور میرے مقامات میں ترقی ہوئی' ہر چند مرید چاہتے تھے کہ بادشاہ کے واسطے بددعا کریں آپ منع فرماتے تھے' یہ ذکر عہد نورالدین جہانگیر بادشاہ کا ہے' کاتب کی رائے یہ ہے کہ بیشک حضرت قطب الوقت و اہل حق اور منصف مزاج تھے' کس واسطے کہ بادشاہ کی جو حالت تھی اظہر من الشمس تھی' اگر اس وقت کے علمائے ہند کو آپ سے نفاق تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے چند روز آپکا نفاق رہا اور تمام شیعہ مع نورجہاں بیگم کے آپ کے دشمن تھے' صحیح یہ ہے کہ وہ لوگ باعث تخریب تھے' پس یہ قید ہونا اور جو بے ادبی ظہور میں آئی وہ صرف ایمائے شیعہ سے تھی حضرت ازراہ کشف بادشاہ کی ضمیر سے واقف تھے' کیونکر بددعا دیتے کس واسطے کہ بادشاہ کو اس میں بے گناہ سمجھتے تھے' مگر آخر میں خاندان کے ایک مرید نے جس کا نام لکھنا مناسب نہیں سمجھا جاتا اُس نے آپکا بدلہ جہانگیر کی اولاد سے لیا الغرض آمدم بر سر مطلب چونکہ یہ خاندان تموریہ ہمیشہ سے خادم الفقرا مشہور ہے اور آخر کو بعد دو سال کے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے صفائی کلی ہوگئی تھی' بادشاہ نے حضرت کو اپنے روبرو بلاکر جو بے ادبیاں کہ علماء شیعہ کے کہنے سے ہوئی تھیں ان کا عذر چاہا اور بہت اکرام کیا' یہاں تک کہ حضرت کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ کرتے تھے' اور شہزادہ خورم کو آپکا مرید کردیا' اُس روز سے تا عہد عالمگیر بادشاہ اکثر امرائے شاہی آپکے سلسلہ ارادت میں آتے رہے' آپ فرماتے تھے کہ قیامت تک جو میرے سلسلہ میں مرید

ہوں گے، اُن کی خبر مجھ کو ملا کرے گی، اور جو میرے سلسلہ میں ہے وہ آتش دوزخ سے آزاد ہے اور مجھ کو بشارت دی گئی ہے کہ مہدی آخر الزماں میرے طریقہ میں ہوں گے۔ حضرت کے فضائل حضرت کے مکتوبات سے ظاہر ہیں، دوسرا سبب آپ کے قید ہونے کا یہ ہے کہ آپ نے ایک رسالہ ردِ روافض میں تالیف فرمایا تھا، وہ لوگ حضرت کے بہت دشمن تھے، چونکہ نور جہاں بیگم بھی شیعہ تھیں، پس یہ لوگ بھی باعث آپ کی تحقیر کا ہوئے ہیں، میرے نزدیک یہ قید ہونا گویا حضرت کی حکمت تھی، ایک تو اس قید میں ترقی مقامات کا ہونا دوسرے شہزادہ اور امراء کا حلقہ ارادت میں آنا، ورنہ ایک بادشاہ کیا اگر ہفت اقلیم کے بادشاہ جمع ہو کر آپ کو ضرر پہنچانا چاہتے ہرگز ممکن نہ تھا، کس واسطے کہ عارف قید میں نہیں آسکتے، آپ کا درجہ تو اعلیٰ تھا آپ کے ادنیٰ ادنیٰ غلامانِ غلام سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں اور اُن کے مزارات سے ہنوز ظاہر ہوتی ہیں نقل ہے کہ ایک شخص شہرۂ کرامت حضرت کا سُن کر داخل سرہند ہوا، وقت شب کا تھا آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا، آپ کے کسی دشمن کے گھر ٹھیر کر آپ کا حال دریافت کیا، اُس نے برعکس بیان کیا بلکہ سخت کلمات کہے جب آدھی رات گذری وہ اہل خانہ مر گیا، یعنی اُس کا کوئی دشمن پہنچا اور سوتے کو ہلاک کیا، صبح وہ شخص جب حضرت کی خدمت میں آیا آپ نے اُس کو گلے لگایا اور فرمایا کہ تو جس شخص کے گھر رات کو رہا تھا اُس نے جو کچھ کہا تھا جھوٹ کہا تھا آخر اُس نے اپنی سزا پائی، نقل ہے کہ شیخ الاسلام مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی اوائل میں آپ کے دشمن تھے، ایک شب آپ کو خواب میں دیکھا کہ آیت قل اللّٰہ ثم ذرہم پڑھتے ہیں، یہ سنتے ہی مولوی کے دل میں آپ کا شوق پیدا ہوا، جب بیدار ہوا تو اپنے قلب کو ذاکر پایا اور چند روز آپ کے تصور میں ذکر حق کرتا رہا، آخر حاضر خدمت ہو کر مُرید ہوا۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ایک سیّد دشمن معاویہ تھا، ایک دن شیخ مکتوبات کو دیکھ رہا تھا جب تعریف معاویہ کی دیکھی مکتوب کو ہاتھ سے پھینک دیا، اُسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور اُس کے دونوں کان پکڑ کر فرمایا کہ اے بے ادب تو میرے کلام پر اعتراض کرتا ہے، اگر تجھ کو یقین نہیں تو آ تجھ کو علی مرتضیٰ کی خدمت میں لے چلتا ہوں، چنانچہ کشاں کشاں اُس کو بحضور علی مرتضیٰ لے گئے اور عرض کی کہ یہ شخص تعریف معاویہ سے مجھ پر معترض ہے، میری کتاب پھینک دی کیا ارشاد ہوتا ہے، جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ ہرگز اصحاب پیغمبر خدا سے عداوت نہ کرنی چاہیے اور جو شیخ احمد نے کہا وہ حق ہے، یہ سُن کر وہ سید متحیر ہوا اور کچھ دلیل کرنے لگا، حضرت امیر نے فرمایا کہ ابھی دل اس جاہل کا نور صحبت سے منور نہیں ہوا ہے اس کے سینہ پر ایک سیلی مارو کہ توبہ کرے، چنانچہ حضرت نے ایک سیلی اُس کے سینہ پر ماری اور اُس نے توبہ کی صبح جب وہ بیدار

ہوا تو اُس کے سینہ پر سیلی کا نشان تھا، حضرت کی خدمت میں آکر مرید ہوا، نیز روایت ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ احمد صاحب دونوں بزرگوں میں نزاع تھی، ایک روز میں شیخ محدث کی خدمت میں گیا اور اپنے شیخ کی کرامت بیان کی اُنہوں نے انکار کیا، مینے کہا بزرگانِ دین اور عارفانِ حق سے عداوت خوب نہیں، ہمارا تمہارا منصف قرآن ہے ہم تم وضو کریں اور قرآن کھولیں جو آیت نکلے اُس کے موافق عمل کریں، چنانچہ قرآن شریف کھولا یہ آیت نکلی رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله اُسی وقت شیخ محدث تائب ہوئے اور وہ جھگڑا موقوف ہوگیا، شیخ جان محمد جالندہری فرماتے ہیں کہ میں سلسلہ قادریہ میں شیخ کا مُرید ہوا، ایک شب حضرت کی خدمت میں حاضر تھا میرے دل میں گذرا کہ میں سوال کروں کہ مجھ کو زیارت غوث الاعظم کی تمنا ہے، شیخ نے نور باطن سے میرے دل کا حال معلوم کرکے میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو کر فرمایا کہ جان محمد قطب تارے کو پہچانتا ہے، مینے اُنگلی سے بتایا اُسی وقت ایک شخص ستارے سے خرقۂ سیاہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار اُس سے جدا ہو کر جلدی سے شیخ کے روبرو آیا، شیخ نے آداب عرض کیا اور مجھ سے فرمایا کہ غوث اعظم یہی حضرت ہیں زیارت کرلے، جب میں زیارت کرچکا حضرت غوث اعظم جس طرح تشریف لائے تھے اُسی طرح واپس چلے گئے۔

ملا شیخ میرک فرماتے ہیں ایک بار میں سرہند میں پہنچا اور شیخ سے ملنے کا ارادہ کیا اگر شیخ کامل ہے میرے چاروں سوالوں کا جواب دیگا اول یہ کہ شیخ اپنے کو صدیق اکبر سے افضل کہتا ہے اگر اس سے پاک ہے تو میری تسلی کریگا، دوم مینے سُنا ہے کہ خواجہ باقی باللہ بے اجازت اپنے پیر کے مُرید کرنے لگے تھے، اس کا جواب بھی مجھ کو شافی دیگا، سوم میرے باپ دادا کا حال ظاہر کریگا، چہارم خواجہ خاوند محمود بخاری سے کیا اعتقاد ہے بیان کریگا۔ ہنوز یہ خطرہ میرا پورا نہ ہوا تھا کہ شیخ نے اپنے سرہانے سے ایک جزو مجھ کو نکال کر دیا فرمایا کہ پڑھ اور فرمایا کہ دیکھ اس جزو سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں اپنے کو خلیفہ پیغمبر پر فضیلت دیتا ہوں، مینے دیکھکر کہا کہ نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ جو کچھ مجھ پر واقع ہوا ہے یہ ہے باقی دشمنوں کی افترا پردازی ہے، پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ خاوند محمود یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ خواجہ باقی باللہ کو اجازت مرید کرنے کی اپنے پیر سے نہیں ہے، کس واسطے کہ ایک روز خواجہ امکنی کی خربزہ کھارہے تھے اور قاشیں کرکے اپنے مریدوں کو بھی دے رہے تھے، مگر خواجہ باقی باللہ کو نہیں دیا، حاضرین نے کہا کہ خواجہ باقی باللہ کو بھی مرحمت ہو اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے ثابت ایک خربزہ

اس کو دیدیا ہے، خواجہ باقی باللہ یہ سُن کر خوش ہوئے اور سمجھے کہ شیخ نے مجھ کو اجازت مُرید کرنے کی دیدی
اُس کے جواب میں میں نے کہا کہ اس طرح نہیں ہے بیٹے اپنے پیر سے اور دوسرے بزرگوں سے نہیں سُنا بلکہ میرے
نزدیک ثابت ہوا کہ خواجہ امکنگی نے خواجہ باقی باللہ کو اجازت اور خلافت دیدی ہے مگر وہ قبول نہ کرتے
تھے کہ میں اس بارگراں کے اُٹھانے کے قابل نہیں ہوں مگر خواجہ امکنگی نے نہ مانا اور فرمایا کہ میں نے تجھ کو
اجازت دی اور یہ کام تجھ کو کرنا ہوگا، اُس وقت کئی بڈھے آدمی اور بھی موجود تھے، اُنہوں نے بھی
تصدیق کی، یہ سُن کر خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ میں نے بھی سُنا ہے اور میرے چوتھے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خواجہ
خاوند محمود میرے پیرزادہ کی اولاد خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی ہیں، بس چاروں سوالوں کا جواب پاکر میں معتقد
اور مُرید ہوا، چنانچہ فقیر نے اپنے مرشد سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے دہلی میں بائیس قطب علیٰ درجہ کے ہیں اُن میں
خواجہ باقی باللہ بھی ہیں، بیٹے بھی روحانیت حضرت سے فیضان حاصل کیا اور سلسلہ نقشبندیہ میں بلا واسطہ
روحانیت حضرت سے اجازت ہے، ایک زمانہ میں یہ کاتب بھی ایک روز روضۂ عالیہ پر حاضر ہو کر زیارت سے
مشرف ہوا جو فیض اور مذاق حاصل ہوا بیان سے باہر ہے، چنانچہ غدر سے پہلے بشارت دی تھی کہ تو دہلی سے
چلا جا اور مالوہ کو جانا ہوگا، میں نے اپنی بدنصیبی سے اُس پر عمل نہیں کیا، جب مالوہ میں پہنچا وہاں
قبولیت عظیم ہوئی، جب سمجھا کہ حضرت پہلے ہی آگاہ کر چکے تھے، یہ قبولیت حضرت کے طفیل ہے نقل ہے کہ سید
غلام علی شاہ دہلوی عالم بے بدل و درویش بے مثل اور سلسلہ قادریہ میں مرید شاہ کمال کیتھلی
کے تھے، فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ احمد مجدد الف ثانی حلقہ مریدوں میں تشریف فرما تھے، فرمانے
لگے کہ حاضرین حلقہ سے ایک شخص کے گلے میں طوق کفر پڑا ہوا ہے مگر طریقہ راہ راست پر آجائے گا
یہ سُن کر تمام مُرید کانپ اُٹھے کہ نہ معلوم ہم میں سے کون ہے اور اُس کا نام کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ شیخ
طاہر ہے، یہ سُن کر حاضرین کو اور بھی تعجب ہوا آخر بعد چند مہینے کے شیخ طاہر ایک ہندو عورت پر عاشق
ہوئے اور ترک لباس اسلام کر کے زنار گلے میں ڈالا، چونکہ شیخ طاہر سے آپ کو بہت محبت تھی یہ حال
سُن کر بہت رنجیدہ ہوئے، آخر آپ کے دونوں صاحبزادوں نے ایک وقت عرض کیا کہ ہمارا اُستاد کا کفر کے دریا
میں سر ڈوب گیا ہے اگر آپ توجہ فرمائیں تو وہ پھر مسلمان ہو جو ہونا تھا سو ہوا، جب صاحبزادوں نے بہت اصرار
کیا آپ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ الٰہی حضرت غوث اعظم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کے تئیں کسی کار پر قدرت نہ ہو
وہ اگر توسل میرا درمیان میں لائے تو اللہ تعالیٰ اُس کی وہ حاجت روا کرے، میں دعا کرتا ہوں کہ اپنے

دوستوں کے طفیل سے شیخ طاہر کو اس بلا سے نکال، اُسی وقت شیخ طاہر کی مستی اور وہ عشق مزاجی دور ہوئی، اُسی وقت آپ کی خدمت میں آکر دوبارہ مشرف باسلام ہوکر مُرید ہوئے، سید غلام علی شاہ دہلوی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے، چنانچہ جنید بغدادی غوث اعظم اپنی اپنی صدی میں مجدد اور محی الدین ہوئے ہیں، پس گیارھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد کو مجدد دین اسلام پیدا فرمایا، چنانچہ مجدد الف ثانی و قلم ربانی و محبوب سبحانی و امام ربانی و قطب آپ ہی ہیں صاحب روضۃ السلام فرماتے ہیں کہ شیخ احمد سے دو خوارق ایسے ہیں کہ قیامت تک زمین پر یادگار رہیں گے ایک تو آپکے مکتوبات اور دوسرے رسالہ کہ جس میں حقائق اور معارف بر ملا درج ہیں، دوسرے آپکے فرزند کہ جن کو آپنے اپنے کمال سے مثل اپنے کر لیا تھا، وہ ایک خواجہ محمد صادق، دوسرے شیخ احمد سعید، تیسرے شیخ محمد معصوم، چہارم شیخ محمد اشرف، پنجم محمد فرخ، ششم شیخ محمد عیسیٰ، ہفتم شیخ محمد یحییٰ مشہور بہ شاہ جی، ان صاحبوں میں سے شیخ احمد سعید اور محمد معصوم صاحب سجادہ ہوئے، وفات حضرت کی بروز سہ شنبہ وقت صبح سلخ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ میں ہوئی، مزار سرہند میں زیارت گاہ خلائق و حاجت روائے مُریداں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری نقشبندی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے تھے، صاحب ریاضت و مجاہدت و مقامات عالی و کرامت و خوارق کہ قبولی بہت رکھتے تھے، پہلے خاندانِ قادریہ میں شاہ سکندر بن شاہ کمال کیتھلی کے مُرید ہوئے بعدہٗ شیخ عبدالواحد والد شیخ احمد مجدد کے زیر تعلیم رہے، اُن کی وفات کے بعد صحبت شیخ احمد سے بہرہ مند ہوئے اور تعلیم خواجہ احمد سعید و خواجہ محمد معصوم پر متعین ہوئے، بعدہ بلائے کفار میں پھنس کر بھر دعائے حضرت سے اُس کفر سے خلاصی پائی، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، بعدہ بتوجہ حضرت مرشد کے بکمال ولایت فائز ہوئے اور طریقہ چشتیہ نقشبندیہ قادریہ میں صاحب اجازت ہوئے، اور لاہور میں مامور ہوکر ہدایت خلق میں مصروف رہے، مقامات حضرت کے آپکے اُن مکتوبات سے جو خدمت پیر میں تحریر کئے ہیں ان سے ظاہر ہیں، خلیفہ آپکے مشہور ترین یہ ہیں:- شیخ ابو محمد قادری نقشبندی لاہوری، دوئم صوفی دہلوی سوئم شیخ لکھن مست کہ لاہور میں آسودہ ہیں، چہارم شیخ ابوالقاسم کہ مزار آپ کا جدہ میں ہے، پنجم شیخ آدم بنوری کہ سلسلۂ قادریہ میں مُرید تھے، وفات شیخ طاہر کی ۸ محرم ۱۰۴۰ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ

آپ صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ کے اور مُرید بھی تھے، بعدہٗ خواجہ حسام الدین کہ مُرید خواجہ باقی باللہ کے تھے، اُن کی خدمت میں رہ کر کار بہ تکمیل پہنچایا، وفات حضرت کی سنہ ۱۰۴۳ھ میں ہوئی، مزار نزد والد ہے۔

ذکر حضرت آخوند ملا حسین جناز کشمیری مجدد قدس سرہٗ

آپ پہلے مرید مولانا محمد قادری کے بعدہٗ خواجہ عبدالشہید دہلوی کے ہوکر فیضان کامل حاصل کرکے چندے روضہ خواجہ باقی باللہ پر حاضر رہ کر پھر کشمیر میں آکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے، تاریخ عظمیہ میں ذکر ہے کہ شیخ محمد امین صوفی اور مولانا حیدر و خواجہ محمد فضیل و بابا نصیب الدین سہروردی بروز جمعہ آپ سے ملنے آئے، خواجہ محمد اعظم صاحب تاریخ مذکور میں کہتے ہیں کہ میں بھی اپنے پیر بابا نصیب الدین کے ہمراہ تھا، ملا حسین نے ایک حدیث پڑھ کر مولانا حیدر سے پوچھا کہ اس حدیث کا راوی کون ہے، ملا حیدر چپ رہے، مگر اُنکے صاحبزادہ خواجہ محمد افضل نے کہا کہ حضرت عثمان غنی سے روایت ہے ملا حسین نے التفات نہ کرکے پھر مولانا حیدر سے پوچھا، مولانا نے اپنے فرزند کے کلام کی تائید کی، ملا نے کہا پہلے تم نے کیوں نہ کہا اب یہ تائید کلام کیوں ہے اس میں سخت تردد ہوا ضرور ہوا کہ حضرت عثمان غنی سے اس کی تصدیق کی جاوے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص مرقع پوش نورانی آیا، یہ سب بزرگ تعظیم بجا لائے اور اُس شخص کے قدم چومے نووارد نے آہستہ باد سُکی تصدیق کی، بعد تصدیق کے وہ مرقع پوش جس طرف سے تشریف لائے تھے واپس تشریف لے گئے، یہ تینوں بزرگ حضرت عثمان غنی کے مشکور ہوئے اور فرمایا کہ روح پاک خلیفہ ثالث کی تھی، برائے تصدیق روایت حدیث تشریف لائے تھے، وفات خواجہ ملا حسین کی سنہ ۱۰۵۱ھ میں ہوئی مزار کشمیر ریاست محلہ کوجر میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ خاوند حضرت ایشاں قدس سرہٗ

آپ ولی مادر زاد قطب الارشاد صاحب حال و قال عاشق ذوالجلال مظہر جلال و کمال بن میر سید شریف بن خواجہ میر محمد بن تاج الدین حسن بن خواجہ علاؤالدین عطار اور مرید خواجہ ابواسحٰق سفید کے اور روحانیت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی

سے بھی اویسیہ طریقے پر فیضان تھا، اور سلسلہ آپ کا خواجہ جنید بغدادی سے مل جاتا ہے، بیس برس کی عمر میں وخش میں آکر مقیم ہوئے، ایک روز مجلس باقی بیگ حاکم وخش میں بیٹھے تھے کہ بہت بدمزاج اور منکر اولیا تھا، آپ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ وہ لوگ کہ جو اپنے کو خواجہ زال کہتے ہیں خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں ان کی ناک اور کان کاٹ کر شہر میں تشہیر کیا جائے، یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ میں اُمیدوار ہوں کہ ننگ خاندان دشمنان بزرگان کے ناک کان کٹیں، چنانچہ بعد ایک ہفتہ کے میر شکار شاہ بخارا کا معہ جانوران شکاری وخش میں آیا ایک ضعیفہ کی بکری زبردستی لے لی، اس پر حاکم وخش نے میر شکار کو خوب پٹوایا اُس نے بخارا پہنچکر بادشاہ سے استغاثہ کیا کہ حاکم وخش نے مجھ کو پٹوایا اور بار سرکاری چھین لیا، یہ سن کر شاہ برہم ہوا اور باقی بیگ حاکم وخش کو بُلاکر اُس کی ناک اور کان کٹوا دیئے، اُس منکر اولیا نے اپنی سزا پائی، پس جب عبداللہ خاں شاہ بخارا اور اُس کے پسر عبدالمومن نے انتقال کیا حضرت وہاں سے کشمیر میں آکر جمیل بیگ حاکم کشمیر کے مکان پر قیام پذیر ہوئے، بہت کچھ رجوع خلایق ہوئی ہزاروں مُرید ہوئے تاحال آپ کی اولاد کشمیر میں موجود ہے، بعدہ اکبرآباد لاہور دہلی میں بھی چندے رہے، بعد شاہان جدا تم یعنی از عہد حضرت اکبر اعظم تا بحضرت شاہجہاں حضرت کا نہایت اعزاز رہا اور جو دعا کرتے فوراً بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوتی تھی، چنانچہ دوبار بارش کے واسطے دعا کی اور پانی برسا۔

نقل ہے کہ جب شرف بیگ برادر عوض بیگ کابل جانے لگا، حضرت نے کسی کار کے واسطے ارشاد فرمایا اُس نے سستی کی، آپ اُس سے مکدر خاطر ہوئے وہ تپ کہنہ میں مبتلا ہوا اور نفاس حرارت کا روز بروز زیادہ ہونے لگا، آخر اُس کو حضرت کی خدمت میں لائے اور دعائے صحت چاہی، حضرت نے تکبیر فرماکر ارشاد کیا کہ اگر خدا چاہے گا صحت ہوگی، لوگ سمجھے کہ شفا کے واسطے فرمایا اُس کو پھر گھر میں لے گئے اُس کا گھر قریب خانقاہ تھا، جب رات ہوئی یکایک اُس کے گھر سے رونے کی آواز آئی معلوم ہوا کہ اشرف بیگ مرگیا، اُسی وقت اُس کا برادر عوض بیگ روتا پیٹتا آیا اور عرض کی کہ خواجہ نقشبند نے مردوں کو زندہ کردیا میں بھی اُمیدوار ہوں کہ میرا برادر زندہ ہو، آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ گھر میں جاکر دیکھ شاید زندہ ہو، یہ فرما رہے تھے کہ رونے کی آواز موقوف ہوئی اور خبر آئی کہ اشرف بیگ نے آنکھ کھولی، حضرت کی توجہ سے دو تین روز میں صحت ہوئی، ایک بار حضرت عیدگاہ لاہور میں بروز عید تشریف فرما تھے، نمازی جمع ہوچکے تھے، مگر صوبہ لاہور کا انتظار تھا اثنار ذکر میں آخر وقت نماز کا ذکر آیا

حضرت نے فرمایا کہ وقت آخر وقت تا بہ زوال ہے، ملا ابر صالح لاہوری نے انکار کیا اور بے ادبی کے سخن زبان پر لایا، حضرت نے فرمایا کہ لے آفتاب حیات تیرا زیر ابر ممات آگیا، چنانچہ ملا بعد نماز کے گھوڑے پر سوار ہوکر شہر کو چلا کہ گھوڑا بگڑا اور ملا گرا اور گردن کا منکا ٹوٹا بمشکل اپنے گھر پہنچا اور جانا کہ یہ شامت اُس بے ادبی کی ہے، آخر قاضی نور الدین و شیخ الاسلام میر حسین کو حضرت کی خدمت میں بھیجکر عفو تقصور چاہا، حضرت نے فرمایا کہ اب مجبوری ہے تیر بہدف پہنچ چکا میں اگرچہ راضی ہوں مگر میرے خواجگان راضی نہیں آخر ملا اُسی روز مرگیا۔ ایکبار ملا ذہنی شاعر کشمیر تاریخ خانقاہ حضرت لکھ کر لایا، اُس وقت ہجوم خلایق تھا اُس کو پیش نہ کرسکا، جب چلا حضرت نے پکار کر فرمایا کہ ملا جو کاغذ تیری جیب میں ہو وہ دیتا جا کہ اس وقت سے بہتر کون وقت ہوگا ملا متعجب ہوا اور پرچہ تاریخ پیش کیا، خواجہ معین الدین تحریر فرماتے ہیں کہ انتقال سے پندرہ روز پہلے بعد نماز عصر نواب افتخار خاں عالی جاہ کہ مرید حضرت کا تھا اُس کو فرمایا کہ بعد پندرہ روز کے میرا سفر آخرت ہے، چنانچہ جب سولہواں روز آیا بعد نماز مغرب کئی بار یہ شعر پڑھا

الٰہی غنچہ امید بکشا گلے از روضہ جاوید بنما

اور عشا سے پہلے سر سجدہ میں رکھ کر سفر فرمایا، اُس وقت حضرت شاہجہاں بادشاہ لاہور میں تشریف فرما تھے، آپکے انتقال کی خبر سُن کر میران سید جلال الدین صدر صدور لاہور کو حکم دیا کہ تم جاکر میری طرف سے اہتمام تجہیز و تکفین کرو، پس جب برائے غسل نعش مبارک کو تختہ پر لٹایا قریب تھا کہ تہہ بند کی گرہ کھل جائے، حضرت نے دونوں ہاتھوں سے اپنا تہہ بند پکڑ لیا یہ کرامت دیکھ کر تمام حاضرین نے اقرار کیا کہ اولیا ابد لا یموتون پس جب لحد میں رکھا اور برائے زیارت چہرہ مبارک سے کفن اُٹھایا تو ہر دو لب اس طرح جنبش کرتے تھے کہ کچھ پڑھ رہے ہیں، بعدہٗ نواب سعید خاں نے آپکا مقبرہ بنوایا، انتقال حضرت کا ۱۲؍ شعبان سنہ ۱۰۵۲ھ میں ہوا مزار لاہور میں ہے، بعد انتقال کے ہزاروں کرامتیں ظہور میں آئیں۔ حکام لاہور سے ایک شیعہ تھا اُس نے گنبد کو گرانا چاہا آخر اُس کی بیٹی نے اُس کو قتل کیا۔ آپکے چھ فرزند تھے خواجہ تاج الدین خاوند خواجہ خاوند احمد و خواجہ خاوند محمد و خواجہ خاوند معین الدین صاحب کتاب رضوانی کہ شاگرد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تھے و خواجہ خاوند قاسم و خواجہ بہاؤ الدین خاوند سجادہ در مزار والد ہے، اور خلیفہ آپکے یہ ہوئے ہیں، خواجہ احمد پسر حضرت و خواجہ عبدالرحیم نقشبندی کہ اولاد سے خواجہ حسن عطار کی تھے، وہ بیٹے علاؤ الدین عطار کے و خواجہ سید یحیٰ کہ اولاد سے شاہ شجاع کرمانی کے تھے و خواجہ محمد امین وحیدی و خواجہ عبدالعزیز وحیدی و خواجہ

باقی ترسون، خواجہ شادمان کابلی و مرزا ہاشم برادر خواجہ دیوانہ بلخی کرمرشد سبحان قلی خاں شاہ بلخ کے تھے
وخواجہ لطیف بدخشی مرزا ابراہیم برادر میر نعمان مجددی وخواجہ باندی کشمیری وخواجہ حاجی طوسی و حاجی ضیاء الدین
وخواجہ ابوالحسن سمرقندی ومولانا پاینده حارثی وخواجہ معین الدین فرزند حضرت۔

ذکر حضرت حاجی خضر ادغانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد مجدد سرہندی کے اور بہلول پور علاقہ سرہند میں رہتے تھے، پہلے شیخ احمد کے والد کی صحبت میں رہ کر کمالات حاصل کئے، بعدہٗ بخدمت شیخ احمد بکمال ولایت مشرف ہوکر تمام اقالیم کی سیر کی۔ لکھا ہے کہ ایک بار شیخ احمد مجدد صاحب نے ابلیس سے پوچھا کہ میرے مریدوں میں سے وہ کون ہے جس پر تونے دست بُرد نہ پائی ہو اُس نے عرض کیا کہ حاجی خضر کبھی میرے دام میں نہیں آیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۲ھ بمقام بہلول میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ سیّد آدم بنوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد مجدد ثانی کے تھے پہلے حاجی خضر کے تعلیم یافتہ تھے اُس کے بعد مجدد صاحب کے مُرید ہوئے، مگر علوم ظاہری سے ناآشنا تھے۔ ایک روز معاملہ میں آواز غیب سُنی کہ کوئی کہتا ہے کہ تو نے قرآن کیوں نہیں پڑھا، آپنے عرض کی کہ پروردگار تو قادر ہے اب رحمت کر اُسی وقت ایک دست نورانی پیدا ہوا آپکے سینہ کو مس کیا، اُسی وقت تمام علوم کھُل گئے، مولانا بدرالدین تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت پابند سُنّت اور رفع بدعت میں بہت کوشاں تھے، ایک ہزار طلبار کو آپکے لنگر سے دو وقتہ کھانا ملتا تھا، آپ سید حسینی او قصبہ مودہ کے رہنے والے ہیں ایک روز آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شب جناب سرورِ عالم کو خواب میں دیکھا کہ اپنے سینہ پر ہاتھ پھیر کر کوئی چیز نکال کر اُن کو دے کر فرمایا کہ اُس کو کھاؤ حسب الامر اُنھوں نے اُس کو کھایا اُسی شب کو میری والدہ حاملہ ہوئیں، بعد نو ماہ کے میں پیدا ہوا اب مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ میرا وجود عطیہ شاہ رسالت سے ہے، آپ ۱۰۵۲ھ میں مع چند سادات و افغانان و مشائخ وارد لاہور ہوئے دس ہزار آدمی آپکے ہمراہ تھے، چندے وہاں قیام کیا مگر دشمنانِ اولیا نے حاکم لاہور کو ورغلایا جب آپ کو خبر ہوئی وہاں سے واپس وطن میں آکر زیارت کعبہ سے مشرف ہوکر مدینہ طیبہ میں آئے اور وہیں وفات پائی۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ آپکے ہمراہ دس ہزار افغانان تھے

اور فوج بادشاہی مہم پر تھی، بادشاہ کو یہ خوف ہوا کہ یہ لاہور پر قبضہ نہ کرلیں، اس وجہ سے وہاں سے چلے آئے، یعنی بادشاہ نے نہ ٹھیرنے دیا، یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ جب شاہجہاں کو مُرید اور معتقد سلسلہ مجددیہ کا اوپر لکھا گیا ہے تو پھر بدگمانی کیا۔ شیخ محمد شریف فرماتے ہیں کہ میں نے اور دوسرے یاروں نے آپ کی پیشانی پر اسم ذات لکھا دیکھا۔ ایک روز ہم نے اس معاملہ کو دریافت کیا آپ نے اُس کا اظہار منع فرمایا اور اُس روز سے وہ نظر مردماں سے پوشیدہ ہوگیا، شیخ صالح کہتے ہیں کہ جب میں آپ کے طریقہ میں مُرید ہوا تو میں نے کہا افسوس ہے کہ اگر میں پہلے پیدا ہوتا اور کسی بزرگ کے طریقہ میں مرید ہوتا تو بہتر ہوتا اب طریقہ متاخرین مجددیہ میں مرید ہوا ہوں کیا فائدہ ہوگا اُسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ درویش ہر طریقہ کے اپنے مُریدوں سمیت آئے اور مجھ سے مصافحہ کرکے کہا کہ تو سعادتمند ہے کہ طریقہ مجددیہ میں مرید ہوا گو یہ طریقہ آخری ہے مگر متقدمین سے بہتر ہے جب آنکھ کھلی بہت خوش ہوا۔ صبح جب حاضر ہوا فرمایا کہ الحمدللہ تیری تسلّی ہوگئی، شیخ غلام محمد سہارنپوری کہتے ہیں ایک بار مجھ سے فرمایا کہ جس مشکل میں تو مجھے یاد کرے گا میں تیری امداد کروں گا چنانچہ سفر قندھار میں رہزنوں نے مجھ کو گھیرا میں نے آپ کی طرف توجہ کی اُسی وقت آپ کو بچشم ظاہر دیکھا آپ کی ہیبت سے رہزن بھاگ گئے بنور میں ایک عورت پر جن عاشق تھا اُس کے لواحقوں نے آپ سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے کان میں کہدو کہ شیخ احمد کہتے ہیں یہاں سے چلا جا ورنہ جلا دیا جائیگا چنانچہ لوگوں نے اُس عورت کے کان میں کہا اور وہ اُسی وقت اچھی ہوگئی۔ شیخ محمد شریف کہتے ہیں کہ میں سوتا تھا معلوم ہوا کہ شیخ نے مجھ سے کہا کہ اُٹھ تیرے گھر چور آیا میں گھبراکر اُٹھا کوٹھے پر گیا تو چور مجھ کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ ایک حاکم نے آپ کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ اگر تو ظلم اور بدعت سے توبہ کرے تو میں تیری دعوت قبول کروں یہ سُن کر غصہ ہوا اور سخن بے ادبانہ زبان پر لایا، آپ نے اُس کو تیز نظر سے دیکھا اُسی روز وہ شکار میں اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا وفات حضرت کی ۱۳ر شوال ۱۰۵۳ھ میں ہوئی، مزار آپ کا مدینہ منورہ میں متصل روضہ خلیفہ سوم کے ہے، آپ کے چار بیٹے تھے، شیخ محمد اولیا و شیخ محمد عیسیٰ اور شیخ محمد محسن و شیخ غلام محمد۔

ذکر حضرت شیخ حامد لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم بنوری

کے تھے نہایت متقی اور باکمال کا اپنے پیر بھائیوں کی تعلیم پر متعین تھے وفات آپ کی بروز پنجشنبہ ۲۲ جمادی الآخر ۱۰۵۴ھ میں ہوئی مزار بنور میں ہے

ذکر حضرت شیخ نور محمد پشاوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے اور ترک اور تجرید میں شہرۂ آفاق سلطان پور میں تحصیل علوم کرکے شیخ آدم کے مرید ہوئے اور صاحب کمال ہوکر پیر خاندان یوسف زئی ہوئے اور آجتک وہ سلسلہ جاری ہے وفات آپ کی ۱۰۵۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت میر نعمان مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے صاحب شریعت و طریقت و بابرکت و پیر پرست و صاحب ہدایت گذرے ہیں وفات آپ کی ۱۹۔ صفر ۱۰۶۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید امیر ابو العلیٰ نقشبندی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے خواجہ احرار کی تھے آپ کے والد ارکین اکبری سے تھے وہ لاولد تھے اُنہوں نے اجمیر شریف جاکر روضہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی پر اولاد کے واسطے التجا کی شب کو بحالت خواب معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ تیرے گھر لڑکا پیدا ہوگا وہ میرا ہوگا چنانچہ بعد اس معاملہ کے حضرت پیدا ہوئے۔ صغر سنی سے آثار بزرگی سیمائے نورانی سے ظاہر تھے اور کرامت و خوارق ظاہر ہونے لگے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت مادر زاد ولی تھے۔ چند روز میں علوم ظاہری سے فارغ ہوکر دربار شاہی سے منصب موروثی حاصل کیا اس عرصے میں ان کے والدین نے انتقال کیا اور دہلی میں قلعہ کہنہ کے سامنے مدفون ہوئے آپ کار و بار امارت میں مصروف رہے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ اے فرزند جس واسطے پیدا ہوا اُس کو بھول گیا اور کچھ تعلیم فرمایا۔ جب بیدار ہوئے اپنے دل کو شوق الٰہی میں مستغرق پایا آخر ترک امارت کرکے عبادتِ حق میں مصروف ہوئے۔ اجمیر شریف جاکر روحانیت خواجہ بزرگ سے اویسی طریقہ پر فیضان حاصل کیا بعدہ حضرت خواجہ امیر عبداللہ سے بیعت ظاہری کی کہ وہ مرید خواجہ یحییٰ کے وہ مرید خواجہ عبدالحق کے وہ مرید خواجہ احرار کے وہ مرید مولانا یعقوب چرخی کے وہ مرید خواجہ علاءالدین عطار کے وہ مرید

خواجہ بہاؤ الدین نقشبند یہ کے تھے کہتے ہیں کہ جب آپ کی فقیری کا شہرہ ہوا تو حضرت نور الدین جہانگیر بادشاہ نے ایک روز آپ کو طلب کیا اور جام شراب اپنے ہاتھ سے بھر کر آپ کو دیا آپ نے انکار کیا اُسوقت بادشاہ نے فرمایا کہ اے ابو العلائے انکار کرتا ہے تو غضب سلطانی سے نہیں ڈرتا آپ نے کہا میں غضب الہی سے ڈرتا ہوں اس کے آگے غضب سلطانی کوئی چیز نہیں ہے یہ سنکر بادشاہ نے آپ کو گلے لگایا اور عذر چاہا اور کہا کہ یہ فقط تمہارا امتحان تھا الحمد للہ کہ جو گمان میرا تمہارے ساتھ تھا وہ درست رہا اور جاگیر آپ کی واگذاشت کی آپ قبول نہ فرماتے تھے اُس پر بادشاہ نے مصر ہو کر فرمایا کہ یہ واسطے اخراجاتِ مساکین کے ہے حضرت نہایت متقی اور معدن جود و احسان تھے جو اہلِ دنیا و عقبیٰ آپ کی خدمت میں آتا متوجہ ہو کر انکی مشکلکشائی فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ بہتر ہے میرے پاس طالب دنیا آویں کسواسطے کہ کشائش دنیا سے کشائش عقبیٰ ہو جاتی ہے مگر یہ کیفیت تھی کہ پہلے جو طلب دنیا میں اُن کے پاس جاتا تھا بعد چند روز کے طالبِ عقبیٰ و مولا ہو جاتا۔ آپ پر نسبت چشتیہ غالب تھی وفات حضرت کی بروز شنبہ ۹ صفر ۱۰۶۱ھ میں ہوئی مزار اکبر آباد میں طاجت روا خلق ہے

ذکر حضرت شیخ ابو الفتح قدس سرہ

آپ مرید شیخ آدم کے تھے نہایت محبوب کہ لا مکین سے اپنے پیر کی خدمت میں رہے وفات آپ کی ۱۰۶۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبد الحی قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے صاحب استغراق و پابند سنت و باکرامت گذرے ہیں وفات آپ کی ۱۰۷۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ احمد سعید قدس سرہ

آپ فرزند اور خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے کہ بعینہ مثل اپنے والد کے تھے ملا بدر الدین کہتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص ایک بیڑہ پان ڈھاک کے پتے میں لپٹا ہوا لایا آپ نے گلوری اس میں سے کھائی اور پھر اُس کو اسی طرح لپیٹ کر میری طرف پھینکدیا میں سمجھا کہ اس میں بیڑہ ہی ہے آداب بجالا کر جو کھولا تو خالی تھا حاضرین ہنس پڑے میں شرمندہ ہوا مگر اُس پتے کو لپیٹ کر اپنی پگڑی میں رکھ لیا جب مکان پر آکر اس پتے کو پھینکنا چاہا تو وہ برگ پان ہو گیا تھا

اثر گا اُسکو میں نے کھایا اور وہ حلاوت باطنی پیدا ہوئی کہ بیان سے باہر ہو چنانچہ آپ کے حق میں خواجہ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ احمد کے دونوں پسر احمد سعید و محمد معصوم جواہر کے ٹکڑے ہیں کہ خورسالی میں مقامات احمدیہ کو پہونچ گئے ہیں کسی شخص نے سید غلام علیشاہ دہلوی سے کہا کہ خواجہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ دونوں صاحبزادے باب تجدید میں شیخ احمد سے شرکت رکھتے ہیں غلام علیشاہ نے فرمایا کہ شیخ نے فرمایا ہو کہ معاملہ میرا اور میرے فرزندوں کا مثل صاحب شرح وقایہ کے ہو وفات حضرت کی ۱۰۷۰ھ میں ہوئی :

ذکر حضرت شیخ محمد سلطان پوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے صاحب حال وقال و عالم باعمل جب بیمار پر بسم اللہ پڑھکر دم کرتے اُسکو شفا ہوتی اگر جنگل میں جاکر ذکر اللہ کرتے جانوران صحرائی حاضر ہوتے تھے وفات حضرت کی ۱۰۷۵ھ میں ہوئی :

ذکر حضرت شیخ محمد معصوم قدس سرہٗ

فرزند و مرید شیخ احمد سرہندی کے جب آپ پیدا ہوئے ہیں تو خواجہ باقی باللہ نے فرمایا تھا کہ احمد یہ فرزند تیرا مجھکو مبارک ہو چنانچہ سولہ برس کی عمر میں دستار فضیلت حاصل کی بعدہ باعلوم باطنی متوجہ ہوئے اور اپنے بھائیوں سے سبقت لیگئے آخر والد نے اپنے مریدوں کی تعلیم آپ کے سپرد کی اور ان کو وصیت کی کہ اپنی خانقاہ کو تخت سلطنت اور بوریہ کو مسند شاہی سے بہتر سمجھنا اور امرا اور وزرا بادشاہوں سے محترز رہنا چنانچہ امرائے شاہجہانی کی صحبت قبول نہ کی مگر بوجہ عقیدت حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ سے نہایت محبت رہی بعض اہل کتاب نے لکھا ہے کہ حضرت عالمگیر آپ کے مرید تھے اسی وجہ سے آپکے مرید امرائے عالمگیری میں داخل ہوئے جب زیارت حرمین کو گئے وہاں بھی ہزارہا مرید ہوئے تذکرہ اویسیہ میں لکھا ہو کہ بوجہ مریدی عالمگیر کے حضرت داراشکوہ قادری کو آپ سے نفاق تھا بلکہ آپکے مریدوں سے بھی تنفر تھا اس وجہ سے حضرت نے روضہ نبوی میں عرض کی کہ داراشکوہ ولیعہد شاہجہاں اہل سرہند کے درپے تخریب ہو اُسوقت معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب نے ارشاد کیا کہ جو دشمن تیرا ہو وہ دشمن میرا ہو اُس کے واسطے شمشیر قہر آلہی کی کافی ہو چنانچہ شہادت داراشکوہ کی مشہور ہے میر عسکری سے روایت ہو کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص کا لڑکا مر گیا

اس کے والدین روتے پیٹتے حضرت کی خدمت میں آئے اس پسر کے سرہانے بیٹھکر متوجہ ہوئے جب ایک ساعت گزری کہ اس کی نعش متحرک ہوئی بعد اس کے کھڑا ہو گیا ملا حسن کابلی ناقل ہیں کہ ایکبار ماہ رمضان میں شیخ معتکف تھے میں حجرہ میں گیا تو شیخ آرام کرتے تھے مزار پر چادر پڑی تھی میرے دل میں خیال گزرا کہ اولیاء اللہ کو سونا نہ چاہیئے آپ نے نور باطن سے معلوم فرماکر فرمایا کہ ؎ سحر کرشمہ وصلش بخواب میدیدم ؛ زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداریست ؛ اس جواب سے میں منفعل ہوا اور عفو قصور چاہا شیخ محمد صدیق پشاوری کہتے ہیں کہ میں ایکبار اونٹ پر سوار جاتا تھا ناگاہ شتر بھاگا میں گرا پیر میرا رکاب میں الجھا رہا وہ مجھکو گھسیٹے لئے جاتا تھا ہر چند لوگوں نے روکا وہ نہ رکا کہ میرے دل میں حضرت کی یاد ہوئی میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور مہار اس کی پکڑ کر استادہ کیا رکاب سے پیر میرا جدا کر کے غائب ہوئے اور ایک بار دریا پر کپڑے دھو رہا تھا کہ پیر پھسلا میں دریا میں غوطہ کھانے لگا میں نے دیکھا کہ شیخ نے آکر مجھکو ڈوبنے سے بچایا اسی طرح ایک بار غلبہ سلطان الاذکار میں مغلوب الحال ہو کر جنگل میں چلا گیا وہاں دہشت معلوم ہوئی پس جس طرف نظر پڑتی تھی صورت شیخ موجود پاتا تھا ملا پائندہ کہتے ہیں کہ ایک شیعہ نے اصحاب ثلثہ کو برا کہا میں اس کی چھاتی میں مکا مارا کہ وہ مرگیا اس کے قصاص میں حاکم نے مجھکو پکڑا اور اس کے برا کہنے کے گواہ چاہے چونکہ اس وقت اور کوئی موجود نہ تھا میں گواہ نہ دے سکا آخر حاکم نے مجھکو قتل کا حکم سنایا جب میں سخت پریشان ہوا شیخ کو یاد کیا دیکھا کہ شیخ تشریف لائے اور حاکم سے فرمایا کہ پائندہ سچا ہے اس کی گواہی یہ ہے کہ قبر میں مردہ کا منھ اگر قبلہ کی طرف ہو تو ملا نے ظلم کیا قابل قتل ہے اگر اس کا منھ قبلہ سے پھرا ہو تو ملا راست گو ہے۔ حاکم نے یہ امر قبول کر کے اس کی قبر پر جاکر قبر کو کھلوایا دیکھی تو منہ اس کا قبلہ سے پھرا ہوا تھا اور شکل بگڑ گئی تھی حاکم نے مجھکو رہا کر کے بہت اکرام کیا۔ نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید رحیم داد تھا اس کا باپ مال تجارت لیکر ایک جہاز پر سوار ہو کر چلا اثنا راہ میں جہاز بھنور میں آگیا اس نے ہزار روپے شیخ کی نذر قبولی جہاز بھنور سے نکل گیا۔ جب ہندوستان میں آیا پانچسو روپیہ نذر کئے آپ نے فرمایا کہ بروقت تباہی جہاز کے تو نے ہزار روپے قبولے تھے نصف کیوں دیتا ہے وہ بہت منفعل ہوا اور پانچسو باقی مانده بھی پیش کئے۔ وفات حضرت کی ۱۰۷۹ھ میں ہوئی مزار سرہند میں ہے

ذکر حضرت سید علیم اللہ قدس سرہٗ آپ خلیفہ آدم بنوری کے اور سید حسینی کے

اور متقی اور عالم باعمل تھے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی سے روایت ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ایک روپیہ مجھکو دیا میں نے اُس کو جیب میں ڈال لیا کئی سال وہ روپیہ میرے پاس رہا کبھی میرا کیسہ خالی نہ رہا جس قدر خرچ کرتا تھا اُتنا ہی غیب سے اور پر ہو جاتا تھا وفات حضرت کی ۱۰۸۱ھ میں ہوئی:

ذکر حضرت شیخ محمد انبالوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے صاحب کرامت ظاہری اور باطنی تھے وفات آپکی ۱۰۸۳ھ میں ہوئی

ذکر حضرت شیخ محمد شریف شاہ آبادی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے عالم باعمل و درویش بے مثل صاحب حال و قال گزرے ہیں وفات آپ کی ۱۰۸۳ھ میں ہوئی:

ذکر حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ بن خواجہ خاوند محمود

آپ پسر و خلیفہ اپنے والد کے تھے صاحب تقویٰ پابند سنت نبوی نہایت صالح و عالم علوم تھے اپنے عہد کے مفتی کہ تمام علما آپ سے فتویٰ طلب کرتے تھے چنانچہ فتوہ نقشبندیہ و کنز السعادت بعبارت آپ کی تالیفات سے موجود ہیں اور اپنے والد کے حال میں رسالہ رضوانی لکھا عہد سلطنت حضرت شاہ جہاں بادشاہ میں نواب مظفر خاں صوبہ کشمیر ہوا اُس کی حکومت میں شیعہ اور سُنی خوب لڑے بعد کشت و خون کے مقدمہ روبرو قاضی ابوالقاسم و قاضی محمد عارف کے پیش ہوا اور حکام نے تنبیہ اہل شیعہ میں سستی کی کہ اُن کا گروہ زیادہ تھا اس میں اہل سنت کو برہمی ہوئی شہر سے چل کر بہ سرداری حضرت جہفت بینار مقام کیا اور حضرت نے صوبہ کشمیر کو سخت کلمات تحریک بھیجے وہ اُسی وقت حاضر ہوا اور کل اہل سنت کو منا کر شہر میں لیگیا بہت سے تبرہ کہنے والوں کو قتل کیا یہ فعل اس کا ظاہری تھا کسواسطے کہ بادشاہ سے خواجہ کی شکایت کی بادشاہ نے خواجہ کو لاہور میں رہنے کا حکم دیا حضرت نے اپنے فرزند کو اپنا صاحب سجادہ کر کے کشمیر میں بھیجا وفات حضرت کی ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالخالق حضوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے۔ خواجہ قطب خاں سے

روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر تھا میں نے عرض کیا کہ دعا کیجئے شاہزادہ اورنگ زیب بادشاہ ہوں میں ایک دیہہ نذر خدام کروں گا یہ سنکر چند ے تامل کر کے فرمایا کہ لشکر دارا شکوہ کو شکست ہوئی عالمگیر تخت پر بیٹھا تھوڑے دن بعد اس کا ظہور ہوا میں نے سند حضرت کو پیش کی قبول نہ فرماکر ارشاد کیا کہ میں نے برائے خدا اُس کی امداد کی نذرانہ لینا ہمارے پیروں کا طریق نہیں ہے۔ ایک روز تیل نہ تھا خادم نے عرض کیا آپنے فرمایا کہ تیل کا برتن لاؤ چنانچہ وہ برتن آیا آپنے بسم اللہ پڑھکر اُس میں دم کیا وہ تیل سے بھر گیا فرمایا کہ یہ راز کسی سے نہ کہنا چنانچہ چند سال اُسی برتن میں سے خرچ ہوا بعدہ اُس نے یہ کرامت کسی سے بیان کی اُسیوقت وہ برتن خالی ہوگیا وفات آپ کی ۱۰۸۶ھ میں ہوئی +

ذکر حضرت خواجہ داؤد مشکوتی قدس سرہ

آپ شاگرد خواجہ حیدر چرخی کے تھے اور مشکوۃ شریف حفظ تھی بعد حصول علم ظاہری کے بابا نصیب الدین سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کرکے اسرار الابرار حالات مشایخ میں بزبان عربی وفارسی تالیف کی بعدہ خواجہ خاوند محمود نقشبندی کے مرید ہوئے اور ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں محلہ کندر پور متصل عیدگاہ کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد امین کشمیری قدس سرہ

آپ مرید سید عبدالوہاب کے وہ خلیفہ شیخ عثمان جالندھری کے تھے۔ بعد عطائے خرقہ نقشبندیہ کشمیر میں آکر مقیم ہوئے ہزاروں مرید ہوئے جب عمر شریف ستر سے زیادہ ہوئی ۱۱ رمضان ۱۰۹۰ھ میں وفات پائی مزار کشمیر میں ہے مصرعہ تاریخ عرش بود مسکن روح الامین۔

ذکر حضرت شیخ یوسف الدین قدس سرہ

آپ فرزند محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی عالم علوم ظاہری و باطنی اور بسبب اتباع سنت کے محی السنت مشہور ہوئے جو فاسق فاجر کافر آپ کے روبرو آتا تائب ہوتا اہل دول کے گھر کا کچھ نہ کھاتے تھے اُن سے بہت پرہیز رکھتے تھے ہر وقت منتظرانہ بیٹھے رہتے تھے اگر کوئی آپ کے روبرو اللہ کہتا اُسی وقت بیہوش ہوجاتے تھے آپ سے بہت سی کرامتیں بے اختیار صادر ہوئی ہیں ایک شب برائے ادائے نماز تہجد اُٹھے حجرہ کی چھت پر

جاتے ہی بانسلی کی آواز آئی بیقرار ہوکر نیچے گر پڑے ہاتھ میں بہت ضرب آئی فرمانے لگے کہ مردان مجھکو بسبب ترک سماع کے بیدرد کہتے ہیں مگر بے درد وہ ہیں کہ سنکر صبر کرتے ہیں ایک بار آپ کا ایک مرید مجلس سماع میں شامل تھا اُس کو حالت ہوئی اُس نے ضبط کیا کہ اس کا قلب پھٹ گیا اور وہ مرگیا آپنے اُس کی کیفیت سُنکر فرمایا کہ سماع مہلک دردمنداں ہے اسوجہ سے علمانے سماع کو حرام فرمایا ہے آپکے مریدوں سے ایک نے تقلیل غذا کی آپ نے اس کو منع فرماکر ارشاد کیا کہ اس طریقہ میں حاجت تقلیل غذا کی نہیں ہمارے پیروں کے ہاں وقوفِ قلبی اور صحبت شیخ اور ثمرہ مجاہدات شاقہ کا خرق عادت اور تصرفات ہے ہمارا کام ہمیشہ باتباع سنت ذکر توجہ الی اللہ کثرت انوار و برکات ہے وفات آپ کی ۱۰۹۸ھ میں ہوئی

ذکر حضرت شیخ سعدی مجددی لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے

اور خورد سالی سے شیخ آدم کی خدمت میں رہے شیخ محمد عمر پشاوری کہ آپ کے خلیفہ تھے انہوں نے کتاب جواہر الاسرار آپ کے کوائف عمری میں لکھی شرف الدین نے روضۃ السلام میں بھی آپ کی بہت کچھ تعریف لکھی ہے آپ ولی مادرزاد تھے خورد سالی میں جو مشکل پیش آتی وہ بہ وسیلہ حضرت سیدنا نام حل ہوتی تھی آپ کی توجہ سے آسیب بھاگ جاتے تھے جس بزرگ کی طرف توجہ کرتے اُس کی روحانیت سے فیض حاصل ہوتا آپ کی سات برس کی عمر تھی ایک روز اپنے دیہہ کے باہر چاہ پر وضو کر رہے تھے کہ حاجی سعد اللہ وزیر آبادی پنور کو جاتے تھے اُن کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ بچہ کیا احتیاط سے وضو کر رہا ہے وہ تو وہاں سے پانی پیکر چل دیئے اُنہوں نے اُن کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں اُس نے کہا حاجی سعد اللہ ہیں بنور اپنے پیر کے پاس جاتے ہیں یہ بھی اُٹھکر اُن کے ہمراہ ہولیئے راستہ میں کسی سے کچھ کلام نہ کیا جب حاجی صاحب خدمت مرشد میں پہونچے انہوں نے ہر ایک درویش کو جدا جدا پوچھا جب اُن کی نوبت آئی تو حاجی جی نے عرض کیا کہ یہ لڑکا بھی میرے ہمراہ آیا ہے مگر عجیب احوال ہے شیخ نے فرمایا کہ مت کہو کہ میرے ہمراہ آیا ہے بلکہ یوں کہو کہ میں اس کے ہمراہ آیا ہوں یہ سعادت مند مقبول بارگاہ الٰہی ہے اگر تمہاری بخشش ہوگی تو اسی لڑکے کا سبب جاننا پھر شیخ نے اُن سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے انہوں نے کہا کہ سعدی شیخ نے فرمایا کہ دردارین سعدی اور بہت مہربانی فرماکر اپنے

گھر میں لے گئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ خوردسال ولی میرے پاس آیا ہے رسول خدا اس پر بہت مہربان ہیں بعدہ یہ فرما کر کسی خدمت پر مامور فرمایا۔ تاریخ بدخشی سے نقل ہے کہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں ہمراہ مرشد سہارنپور میں مقیم ہوا شب کو خواب میں دیکھا کہ شہر پر نور برس رہا ہے اور ایک عفت مآب کہ اولاد انبیاء علیہ السلام سے تھیں میرے پاس آکر فرمایا کہ تجھکو حضرت قرۃ العین رسول آخرالزمان طلب فرماتا ہیں میں اُن کے ہمراہ ایک مسجد نورانی میں گیا دیکھا کہ تمام انبیا کی مستورات استادہ ہیں امام حضرت بی بی فاطمہ سید النساان کی امام ہیں میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے پسر میں اپنی طرف سے تجھکو اسم اعظم دیتی ہوں پس مجھکو اسم اعظم بتا کر اور ہمراہیوں سمیت ہوا پر پرواز کی اور آنکھ سے غائب ہوئیں روایت ہے کہ حرمین شریفین جاتے وقت جب شیخ آدم جہاز پر سوار تھے یکایک جہاز طوفان میں آگیا اہل جہاز آپسے متدعی ہوئے آپ نے دعا کی جہاز بلا سے نکلا جب مکہ میں پہونچے میر منصور نے تباہی کا ذکر کیا شیخ آدم نے فرمایا کہ وہ برکت سعدی کی تھی۔ شیخ محمد امین بدخشی فرماتے ہیں مجھکو شیخ نے پہلے روانہ طرف مدینہ کے کر دیا تھا راستہ میں مجھکو حاجت غسل کی ہوئی ایک چشمہ میں نہایا موسم سردی کا تھا مجھکو جاڑا چڑھ آیا کہ اس چشمہ میں سے ایک مرد نکلا اور مجھکو گرم گرم حلوا کھلایا میں اچھا ہو کر راہی ہوا۔ مولانا محمد یحیی زنگی سے روایت ہے کہ جب خبر انتقال شیخ آدم کی پہونچی آپ لاہور میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے وفات حضرت کی چہارشنبہ ۲ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ میں ہوئی مزار متصل لاہور کے پیر عزیز فرنگ مشہور ہے خلیفہ آپکے یہ ہیں خواجہ محمد سلیم و محمد غنی و خواجہ محمد یوسف و خواجہ محمد عارف۔

ذکر حضرت مولانا حاجی محمد اسمٰعیل غوری نقشبندی مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ سعدی لاہوری کے اور مولانا یار محمد گل مہاری کہ خلیفہ شیخ آدم کے تھے اُن سے بھی فیض حاصل کیا تھا پہلے کسب حلال سے پشاور میں ایام گزاری کرتے تھے اور بہت سیاحت کی زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور دیگر مشایخ سے فائدے اُٹھائے بعدہ لاہور میں آکر شیخ سعدی کے مرید ہوئے صاحب خوارق و کرامات مہابت خاں کی مسجد میں جب مراقبہ فرماتے تھے مسجد ہلجایا کرتی تھی قدیم سے محراب اس مسجد کی ذرا قبلہ سے پھری ہوئی تھی آپ کی توجہ سے سیدھی ہوگئی وفات آپ کی ۵ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے۔

ذکر مخدوم حافظ عبدالغفور پشاوری مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حاجی اسمٰعیل کے تھے اور شیخ سعدی لاہوری سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ نہایت فروتنی اور نفس کشی رکھتے تھے، ولی مادرزاد تھے، لڑکپن میں مزار بابا عبدالکریم پر جاکر نفل پڑھتے، بعد ہر رکعت کے ایک پیسہ زیر قدم پاتے، وہ اپنے ہمجولیوں میں تقسیم فرماتے، اور روحانیت سید علی ہمدانی سے بھی فیض اٹھایا، اور شیخ سعدی سے سلسلہ قادریہ وچشتیہ نقشبندیہ وسہروردیہ میں صاحب اجازت تھے۔ کتاب روضۃ السلام کے دیکھنے سے حضرت کے کمالات بخوبی ظاہر ہوسکتے ہیں اور سید محمد غوث گیلانی نے بھی آپ کے کوائف لکھے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۴ر شعبان ۱۱۱۶ھ میں ہوئی۔

ذکر خواجہ حافظ احمد لبوی قدس سرہٗ

آپ مظہر خوارق وکرامات ومورد انوار تجلیات اور خلوت گزیں تھے، اپنے وطن ترکستان سے چل کر سیر کرتے ہوئے وارد کشمیر ہو کر حضرت ملا شاہ کی خانقاہ میں کئی برس رہے، آخر خواجہ نظام الدین نبیرہ خواجہ خاوند محمود دبنت ان کو شہر میں لائے اور اپنے فرزندان کو مرید کرایا، یہ حضرت بھی اپنے عہد میں شیخ کشمیر گذرے ہیں اور ۱۱۱۶ھ میں بمقام کشمیر انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت شیخ محمد مراد کشمیری قدس سرہٗ

آپ فرزند ملا محمد طاہر مفتی اور مرید شیخ عبدالاحد سرہندی کے تھے، چندے دہلی اور سرہند میں رہے ہیں، اور تہجد کے وقت ہزار رکعت روز پڑھتے تھے، نہایت صالح اور بابرکت گذرے ہیں بعمرہ ۷ سال بہ رجب ۱۱۳۱ھ میں انتقال فرمایا، آپ کے مرید خواجہ محمد اعظم کی تصنیفات سے رسالہ فیض مراد اور تواریخ عظمی ہیں

ذکر حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ سیف الدین بن محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی کے عالم متبحر صاحب تقویٰ وکرامت دنیا اور اہل دنیا سے متنفر جس پر مہربانی سے نظر کرتے وہ طالب حق ہوجاتا تھا، وفات حضرت کی ۱۱ر ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ محمد صدیق مجددی قدس سرہٗ

یہ حضرت پسر وخلیفہ شیخ محمد معصوم سرہندی کے تھے، یہ بھی اپنے والد سے کم نہ تھے، وفات آپ کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی، مزار سرہند میں ہے

ذکر حضرت خواجہ عبداللہ بلخی مجددی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبداللہ محمود کے تھے اپنے وطن سے چلکر کشمیر آکر قبولیت عظیم پائی اور بہت بڑے سیاح تھے۔ خواجہ محمد اعظم و خواجہ بابا نورو خواجہ بہاؤالدین۔ ان صاحبوں نے بھی آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ وفات آپ کی ۱۱۲۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ عبداللہ بخاری فاروقی مجددی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ نجم الدین کبریٰ کے تھے پہلے مرید جدی سلسلہ میں تھے بعدہٗ سیاحی کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں آئے اور شیخ احمد مکی کہ خلیفہ شیخ محمد معصوم سرہندی کے تھے اُن کے مرید ہوکر کار تکمیل پہنچاکر کشمیر میں تشریف لاکر مقیم ہوئے۔ خلق کثیر حلقہ ارادت میں آئی اور ۱۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ عبدالاحد بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اپنے پدر کے اور صاحب سلسلہ مجددیہ و کرامت و خوارق گذرے ہیں وفات آپکی ۱۱۲۲ھ میں ہوئی

ذکر حضرت شیخ محمد فرخ قدس سرہٗ

کہ بزرگان حضرت شیخ احمد سرہندی سے تھے صاحب تقویٰ ماہر علوم۔ ظاہری و باطنی اور مجیب الدعوات تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۲ھ میں ہوئی

ذکر حاجی محمد افضل قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ محمد معصوم اپنے پدر کے عالم بے بدل صوفی بے مثل تھے بارہ برس والد سے تعلیم پائی پھر بارہ برس شیخ عبدالاحد کی خدمت میں رہکر فیضان حاصل کئے بعدہٗ زیارت حرمین سے مشرف ہوکر اپنا کتب خانہ وقف فرمایا اور خود یاد مولیٰ میں مشغول ہوئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدیث آپ ہی سے صحیح کی۔ آخر ۱۱۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت حافظ محمد محسن نقشبندی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اور مرید شیخ محمد معصوم سرہندی کے کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ طریق مجددیہ میں کامل و مکمل گذرے ہیں۔ آپکے کمالات کتاب مرزا مظہر جانجاناں سے بخوبی معلوم ہوسکتے ہیں۔ وفات آپکی ۱۱۶۷ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید محرم علی نقشبندی لاہوری قدس سرہٗ

آپ اعظم اولیائے ہند سے گذرے ہیں پابند سنت صاحب ذوق و شوق قطب وقت

شیخ عہد گذرے ہیں۔ کمالات آپ کے ظاہر ہیں کہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی نے آپ سے ملاقات کر کے آپ کے فقر اور کمال کی تعریف کی سن وفات نہیں ملا۔

ذکر حضرت نواب مکرم خاں مجددی قدس سرہٗ

آپ امرائے عالمگیری سے تھے ترک امارت کر کے شیخ محمد معصوم سرہندی کے مرید ہوئے ایک روز بادشاہ نے پوچھا کہ تیری عمر کس قدر ہے کہا کہ چار سال بادشاہ نے تبسم کر کے فرمایا کہ کیونکر جواب دیا کہ جو دن آپکی خدمت میں گذرے اکارت گئے جو چار برس پیر کی خدمت میں گذرے یہ اصلی تھے۔ اور جہ یہ کہ دستر خوان آپکا کشادہ اور پر تکلف تھا۔ جو شریک طعام ہوتا تھا۔ نور باطن سے اس کا سینہ منور ہو جاتا تھا۔ لکھا ہے کہ جب آپکا ۱۱۴۸ھ میں انتقال ہوا اور قبر میں رکھا آپنے چشم کھول کر فرمایا کہ وہ کلاہ جو خواجہ احرار کے سر کی ہو اور مجھکو میرے پیر سے پہنچی ہے میرے سر پر رکھو کہ میرا فخر ہے۔ آخر خادم نے کلاہ لا کر سر پر رکھی آپ نے آنکھیں بند کر لیں عمر آپ کی ایک سو ۱۲۰ بیس برس کی تھی

ذکر شیخ محمد فاضل پٹیالوی قدس سرہٗ

آپ ماہر اسرار شریعت واقف انوار طریقت صاحب حال وقال صاحب سلسلہ مقتدائے اولیا کہ مرید شیخ محمد افضل کلانوری کے وہ مرید شیخ ابو محمد لاہوری کے وہ مرید شیخ محمد ظاہر قادری کے وہ مرید شاہ سکندر کیتھلی کے وہ مرید شیخ احمد سرہندی کے تھے کمالات آپکے تذکرہ آدمیہ وروضۃ السلام سے دریافت ہو سکتے ہیں وفات حضرت کی ۱۴ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی مزار پٹیالہ میں ہے۔

ذکر خواجہ حافظ سعد اللہ قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ محمد صدیق بن شیخ محمد معصوم سرہندی کے تھے۔ صاحب مقامات عالی فقر اور قناعت میں شہرہ آفاق مرزا مظہر جان جاناں کی تالیفات سے آپکے کمالات ظاہر ہیں ۱۱ شوال ۱۱۵۲ھ میں وفات پائی دہلی میں بیرون دروازہ اجمیری آپ کا مزار ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد زبیر قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ محب اللہ نقشبندی کے صاحب تقویٰ تھے کہ ذکر نفی اثبات بہت کرتے تھے، مرید شاہ گلشن کے صاحب راز و نیاز کہ امرائے دہلی سے تھے اور ۱۱۵۲ھ میں وفات پا کر دہلی میں دفن ہوئے بعدہ آپ کا تابوت سرہند میں لا کر دفن کیا گیا۔

ذکر خواجہ شاہ گلشن قدس سرہٗ

آپ مُرید خواجہ عبدالاحد مجددی کے تھے، جامع کمالات ومنبع الحسنات صاحب تقویٰ ترک تجرید میں شہرۂ آفاق تارک لذات جامع مسجد دہلی میں رہتے تھے، بارہ ماہ حوض مسجد کا پانی پیتے، ترکاریوں کے چھلکے یا خشک تیے کھاتے تھے اور صاحبِ کشف و کرامات گذرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۳ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالرشید مجددی بن شیخ محمد مراد کشمیری مجددی قدس سرہٗ

آپ مُرید اپنے پدر کے تھے، اور چند روز سرہند میں شیخ عبدالاحد کی خدمت میں رہے، جب شیخ دہلی میں آئے آپ بھی ان کی تاحیات دہلی میں رہے۔ بعدہ ان کی نعش کے ہمراہ سرہند میں آئے اور پھر حج کیا، وہاں سے دہلی آکر ۲۷ رجب ۱۱۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت خواجہ نورالدین محمد آفتاب کشمیری بن خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ

آپ اولاد سے خواجہ خاوند محمود کی تھے، اور تربیت یافتہ خواجہ احمد یسوی کے تھے، نہایت مرجع خلائق گذرے ہیں۔ وفات آپ کی ۲ شعبان ۱۱۵۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حافظ محمد عابد قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالاحد کے تھے، نہایت عابد اور زاہد صاحب تقویٰ جمعہ کو آپ کے پاس بہت لوگ آکر مستفیض ہوتے تھے، اور صاحب کشف و کرامات گذرے ہیں، وفات حضرت کی ۸ رمضان ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت حاجی محمد سعید لاہوری قدس سرہٗ

آپ سلسلہ قادریہ میں مرید سید محمود بن سید علی ساکن مدینے کے کہ سلسلہ شاہ محمد غوث گوالیاری سے تھے، اور سلسلہ مجددیہ میں مرید حافظ سعد اللہ کے تھے، صاحب کرامات مستجاب الدعوات ایسے کہ احمد شاہ ابدالی نے لاہور لوٹا، مگر لکھی محلہ و عبداللہ داری کو جہاں آپ کا قیام تھا کچھ کھٹکا نہ ہوا کرامتیں آپ کی لاہور میں مشہور ہیں، آپ نے دو حج کیے تھے، وفات حضرت کی بعمر ایک سو دس سال ۱۱۶۶ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے خلیفہ آپ کے شیخ عبدالرحیم نواسے آپ کے و سید فضل علی تھے۔

ذکر حضرت خواجہ عبدالسلام کشمیری قدس سرہٗ

آپ مُرید حافظ عبدالغفور پشاوری کے

کہ قطب عہد اور شیخ وقت مقتدائے مشائخین کشمیر گذرے ہیں۔ صاحب حال و قال و خوارق و کرامت جو کوئی حاجت لاتا بامراد جاتا جو دعا کرتے مستجاب ہوتی شیخ شرف الدین کشمیری کہ آپکے مُرید تھے انہوں نے اپنی کتاب روضۃ السلام میں آپکے کمالات شرح وار لکھے ہیں اور بہت سی کرامتیں زبان زد اہل کشمیر ہیں، وفات حضرت کی ۱۸ ارشوال ۱۰۶۲ھ میں ہوئی، مزار کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ محمد صادق قلندر کشمیری

آپ اُمرائے کشمیر سے تھے، ترک دنیا کرکے خواجہ بیرنگ فرزند خواجہ باقی باللہ کے مُرید ہوکر مست جام وحدت ہوکر قیودات ظاہری سے قدم باہر رکھا، جو ہوشیار آپ کی خدمت میں جاتا مست و مدہوش ہوکر علانیہ کلمہ ہمہ اوست کہنے لگتا، آخر علمائے کشمیر نے حضرت عالمگیر کو اُن کے حال سے مطلع کیا آخر معرفت شاہ صادق گرفتار ہوکر حضور بادشاہ سے گئے، بادشاہ نے سبب دیوانگی دریافت کیا، اُس کے جواب میں چند اشعار مستانہ وار پڑھے، بادشاہ نے حکم دیا کہ اِن کو رہا کیا جائے کہ یہ معذور رہے، وفات حضرت کی ۱۱۰۷ھ میں ہوئی، مزار موضع لار علاقہ کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد رضا الہامی قدس سرہٗ

آپ ولادت سے خواجہ احرار کی طریقہ نقشبندیہ روحانیت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی سے اور قادریہ روحانیت غوث پاک سے اور نیز روحانیت حضرت صدیق اعظم سے بھی تربیت پائی۔ صاحب کشف و کرامت باعظمت گذرے ہیں وفات آپ کی ۱۱۷۹ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ محمد اعظم دومری قدس سرہٗ

یہ حضرت فاضل روزگار درویش کامگار کہ مرید شیخ محمد مراد مجددی کے تھے کہ تاریخ دومری احوال بادشاہان و مشائخین و فضلا و شعرائے کشمیر میں احسن طور پر لکھے ہیں اور رسیر سلوک میں مقامات فقر و فیض مراد آپ کی تالیفات سے ہیں، وفات آپ کی ۱۱۸۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت خواجہ کمال الدین بن خواجہ نورالدین قدس سرہٗ

حضرت صاحب شریعت و طریقیت اور مُرید اپنے والد کے تھے، ۱۱۸۰ھ میں اہل شیعہ نے آپ کو شہید کیا۔

ذکر حضرت شاہ شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جانجاناں قدس سرہٗ

آپ سیاہ دان عقلام

علوی سے تھے، سلسلہ نسبی حضرت کا محمد حنیف بن علی مرتضیٰ سے ملتا ہے، اور امیر عبدالسبحان آپ کے جد امجد تھے اور وہ مرید خاندان چشتیہ کے تھے، اور بی بی اُن کی اسد خاں وزیر کی دختر تھیں اور مرید شاہ عبدالرحمٰن قادری کے، دونوں بزرگوار ترک دنیا کرکے ریاضت اور عبادت آلٰہی میں مصروف ہوئے۔ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۵ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے الفراغ حاصل کیا، جب ۱۶ برس کے ہوئے یتیم ہوگئے، بعدہٗ بخدمت سید نور محمد بدایونی مجدی سے بیعت ظاہری کی، کس واسطے کہ آپ لی مادر زاد اور روحانیت حضرت خواجہ باقی باللہ وخواجہ بہاؤالدین نقشبندی سے پہلے ہی تعلیم پاچکے تھے اور حاجی محمد افضل وحافظ سعداللہ ومحمد عابد صاحبان سے فیضان کامل حاصل کئے، پہلے حویلی آبائی حضرت کی زیر جامع مسجد روبرو دوکان لالہ بھبڑ بھونجہ کے تھی، اب اس میں ہندوؤں کا ایک محلہ آباد ہے، خدا کی قدرت ہے آپ بہت نازک مزاج اور مجاہد باللہ عالم علم شریعت وطریقت وحقیقت معرفت تھے، نقل ہے کہ خیاط کلاہ تیار کرکے لایا آپنے سر مبارک پر رکھی معاً درد شروع ہوگیا، حاضرین نے سبب دریافت کیا، فرمایا کہ ظاہرا کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا، حاضرین نے پھر عرض کیا کلاہ اُتار دیجئے کہ سر مبارک کو ہوا لگے، چنانچہ کلاہ اُتارتے ہی درد دفع ہوا، دیکھا تو کلاہ میں بخیہ ٹیڑھا کیا ہوا تھا

نقل ہے کہ آپ ایک روز ہمراہ یاران جنگل میں چلے جاتے تھے، یکایک بارش ہونے لگی، آپنے دعا کی کہ الٰہی میرے یار نہ بھیگیں چنانچہ پانی برسا اور حضرت مع یاروں کے خانقاہ تک خشک آئے۔

حضرت غلام علی شاہ سے نقل ہے کہ میں حاضر خدمت تھا، ایک بوڑھا آیا اور بے ادبی سے کہنے لگا کہ میں آج دیکھنے آیا ہوں کہ جان جاناں کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی حضرت کو یہ کلام ناگوار خاطر گذرا اُسکو تیز نظر سے دیکھا اسی وقت وہ زمین پر گرپڑا، اور مثل ماہی بے آب کے تڑپنے لگا، آخر باآواز بلند کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں، حضرت نے اُٹھکر دست حق پرست اس کے سر پر رکھا فوراً اچھا ہوگیا۔

نقل ہے کہ دو تھان زربفت کے والی اودھ نے بنارس میں عمدہ تیار کراکر بحضور حضرت عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ پیشکش کئے، حضور نے ایک تھان میں سے کلاہ ہائے درویشانہ ہر قسم کی تیار کراکر فقرا کو بھجوادیں اور ثابت ایک تھان مرزا صاحب کے پاس بھیجا امرائے شیعہ کو ناگوار گذرا اور اپنے علما کو خبر دی کہ اس طرح کا ایک تھان بیش قیمت بادشاہ نے مرزا جان جاناں کو دیا ضرور وہ اُس کو برائے خوشنودی بادشاہ زیب تن کریں گے، اس وقت گفتگو کا موقع ملیگا، ادھر جب وہ تھان آیا آپ اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے

اور خیاط کو طلب فرما کر قبا بنانے کا حکم دیا، اس نے قبا کتری مگر پردہ لینا بھول گیا، جب کتر چکا عرض کیا کہ حضرت مجھ سے بڑا قصور ہوا، آپنے فرمایا کہ کیا اس نے عرض کیا کہ پردہ نہیں ہے، فرمایا کہ بازار سے منگاؤ جس قدر ضرورت ہو، الغرض تمام شاہجہان آباد میں دریافت کیا اُس شکل کا زربفت نہ ملا، آپنے فرمایا کہ زربفت اس کے خلاف دوسری قسم کا لگایا تو وہ جھلی کھائیگا، کیوں بے فائدہ پیسہ خرچا فرش کے ٹاٹ میں سے پردہ کاٹ کر لگادے، چنانچہ اُسی جمعہ کو بعد نماز جمعہ جو وعظ کہنے بیٹھے تو قبائے زربفتی زیب تن تھی، پردہ اُس میں پرانے ٹاٹ کا تھا، معاندان یہ کیفیت دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوئے۔ نقل ہے کہ محمد قاسم مرید آپکا عظیم آباد گیا ہوا تھا ایک روز اُسکا برادر آیا اور کہا کہ سنا جاتا ہے کہ محمد قاسم عظیم آباد میں قید ہے اس کی رہائی کے واسطے دعا کیجئے، آپنے تھوڑی دیر سکوت کر کے فرمایا کہ دلالوں سے کچھ تکرار ہوگئی تھی اور سب طرح خیریت ہے کل تمہارے پاس خط آجائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ نواب مصطفیٰ خاں زوجہ آپکی مُرید تھیں ہر روز حاضر نہ ہوسکتیں تھیں صرف مراقبہ کرتیں، حضرت کا تصور کر کے توجہ لیتیں مگر آدمی کے ہاتھ روز کیفیت کہلا کر بھیجی تھیں کہ آپ مجھ کو توجہ دیں۔ ایک روز بے اذن بیگم نواب کے خادم نے عرض کیا کہ بی بی صاحب منتظر استعادہ کی ہیں، آپنے فرمایا کہ بی بی ابھی متوجہ نہیں ہوئیں تو اپنی طرف سے کہتا ہے، خادم شرمندہ ہوا اور عذر تقصیر چاہا۔

ایک روز ایک منکر حالات اولیا آپکے ہمراہ قبرستان میں گذرا اور عرض کیا کہ یہ قبر میرے دوست کی ہے اسکا حال تو دریافت کیجے آپنے اس طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ یہ قبر عورت کی ہے تیرے دوست کی نہیں ہے تو خلاف کہتا ہے، یہ کرامت دیکھ کر وہ قدمبوس ہوا اور عرض کیا کہ برائے امتحان عرض کیا تھا معاف فرمایئے آخر مُرید ہوا۔ نقل ہے کہ آپ کی حویلی کے سامنے بھڑ بھونجہ کی دوکان تھی، اول وقت جب آپ برائے نماز صبح جامع مسجد میں تشریف لے جاتے اُس کو جگا کر اُس کی چارپائی سیدھی کرتے۔ ایک روز اس نے عرض کیا کہ تمام دن آدھی رات تک مزدوری کر کے سوتے ہیں تھوڑی دیر بعد آپ جگا دیتے ہیں، آپنے فرمایا کہ ٹیڑھی چارپائی دیکھ کر دل تنگ ہوتا ہے، اُس نے عرض کیا کہ نیند کے غلبہ میں کس کو اوسان چارپائی سیدھی کرنے کا ہوتا ہے جیسی بچھی ہوئی اُس پر پڑ رہتا ہوں، آپنے فرمایا کہ آج سے میں تیری چارپائی بچھا جایا کروں گا، چنانچہ اُس روز سے ہمیشہ خود اُس کی چارپائی بچھا جایا کرتے تھے۔ نواب عسکری خاں کے والد آپکے مُرید تھے ایک روز بعد مراقبہ کے اُنہوں نے حضرت کا دامن پکڑا اور کہا کہ جب تک میری دختر کو فرزند نہ عطا کیجیگا دامن نہ چھوڑونگا آپنے قدرے تامل کر کے فرمایا کہ تسلی رکھو اس کے بیٹا ہوگا۔ چنانچہ بعد نو ماہ کے اُس کے گھر فرزند پیدا ہوا

اور اکثر حضرت فرمایا کرتے تھے کہ انعام الٰہی سے مرادہائے دینی دنیوی صوری معنوی حاصل ہوئیں، مگر شہادت ظاہری کہ قرب الٰہی میں اس کا مرتبہ زیادہ ہے باقی ہے، اللہ تعالیٰ کوئی سبب پیدا کرے کہ یہ مراد بھی ملے پس ایام شہادت نزدیک پہنچے، تمام دوستوں و مریدوں کو خطوط بمضمون الوداعی لکھے اور حاضرین مریدوں سے فرمایا کہ سفر آخرت میرا نزدیک ہے تم صبر کرنا ہمت کو کام فرمانا۔ آخر شب چہار شنبہ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ میں بعد نصف شب کے کئی مردود آئے اور در خانقاہ والا جاہ پر دستک دی، خادم نے عرض کی کہ کئی شخص برائے زیارت حاضر ہیں۔ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ بلالو، اُن میں سے تین اندر آئے، ایک نے پوچھا کہ مرزا جان جاناں کونسے ہیں، دو نے کہا کہ یہی ہیں، اُس بدکردار ناہنجار نے پستول مارا کہ گولی پہلوئے چپ پر لگی عین قلب پر بیٹھی، آپ بسبب ضعف پیری کے زمین پر گرے اور قاتل بھاگ گئے۔ آخر جراح حاضر ہوا۔ صبح کو جراحان شاہی نامی گرامی اور ایک ڈاکٹر کو لیکر نواب نجف خاں آیا۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ شفا قبضہ قدرت خداوند تعالیٰ میں ہے، جراح کی کچھ حاجت نہیں، اور جنھوں نے یہ کام کیا ہے میں نے اُن کو معاف فرمایا اور اپنا خون بخشا، پس تین روز اور حیات رہے اور بعد نماز جمعہ دونو ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھی اور الحمد کہتے ہوئے بوقت شام جان بحق تسلیم کی یعنی شہادت حضرت کی نویں محرم ۱۱۹۵ھ میں ہوئی، مادہ تاریخ یہ ہے:۔ عاش حمیداً مات سعیداً۔ اور تاریخ پیدائش صاحب شرع ۱۱۱۱ھ ہے، کہتے ہیں کہ وعظ حضرت کا بالکل بے ریا اور پاک تھا، شیعہ آپ سے بہت عداوت رکھتے تھے، یہ فعل انہیں کا تھا، آپ کے مرید بہت سے باکمال گذرے ہیں اور تا حال آپ کے سلسلہ میں کرامت اور ولایت چلی آتی ہے۔

ذکر حضرت مولوی احمد اللہ مجددی مظہری قدس سرہٗ

آپ فرزند مولوی ثناء اللہ پانی پتی کے اور اولاد سے شیخ جلال کبیر الاولیاء پانی پتی کے اور خلیفہ مرزا جان جاناں کے تھے، علوم ظاہری اپنے والد سے حاصل کئے، بعد مرزا صاحب کے مرید ہوکر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر تیس برس کی عمر میں ۱۲۹۸ھ میں انتقال فرمایا، مزار پانی پت میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد احسان قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مرزا جان جاناں کے اور اولاد سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نہایت عالی ہمت اور شجاع اور مستجاب الدعوات تھے، وفات آپ کی ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولوی علیم اللہ گنگوہی

آپ مرید عاشق مرزا جان جاناں کے صاحب شکر و

ذوق وشوق ہمیشہ اہل محبت کا ذکر کیا کرتے اور عاشقان الٰہی کے ذکر پر بہت روتے، وفات آپکی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی

ذکر حضرت مولوی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ

آپ ولادے کبیر الاولیا پانی پتی کی اور مرید مرزا جان جاناں کے عالم متبحر ممتاز وقت شیخ عہد کہ فقہ اور اصول میں مرتبہ اجتہاد پایا تھا، چند روز علم تصوف کی تحقیق کر کے شیخ محمد عابد نقشبندی کے مرید ہوئے اور مرتبہ فنائے قلبی حاصل کیا، بعدہٗ حسب امر مرشد خود مرزا جان جاناں کے مرید ہو کر کار تکمیل پہنچایا اور مرزا صاحب نے علم الہدا خطاب دیا اور روحانیت اپنے جد سے بھی فیضان حاصل کیا، چنانچہ مرزا صاحب نے آپکے حق میں فرمایا کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھ سے پوچھیگا کہ کیا تحفہ لایا تو عرض کروں گا کہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں، صاحب تصانیف کثیرہ اقوال صحیحہ گذرے ہیں، صاحب سلسلہ وفات حضرت کی ۱۲۱۶ھ میں ہوئی، مزار پانی پت میں ہے

ذکر حضرت شاہ درگاہی قدس سرہ

آپ مرید سلسلہ محمد زبیر کے تھے، ہمیشہ استغراق رہتا تھا اور توجہ ایسی تیز تھی کہ نظر پڑتے ہی ہزاروں بیہوش ہو جاتے تھے، آپ لی مادرزاد تھے، ہزاروں کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئیں اور غیب کی خبر دیتے تھے، خیر و شر سے جو فرماتے معاً اُس کا ظہور ہوتا، وفات آپ کی ۱۲۲۶ھ میں ہوئی مزار رامپور میں ہے۔

ذکر حضرت مولوی صفی الدین صفی القدر قدس سرہٗ

آپ ولادے خواجہ محمد معصوم سرہندی کے کمالات ظاہری اور باطنی میں قدم بر قدم اپنے جد کے شب روز عبادت میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ نواب نصرت اللہ خان حاکم رامپور کی بخشی گیری نہ کی وفات آپ کی ۱۲۳۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ عبداللہ غلام علی شاہ دہلوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم و صاحب سجادہ مرزا جان جاناں کے تھے، کہتے ہیں کہ آپکے والد سید عبداللطیف، مرید شاہ ناصر الدین قادری کے تھے، بہت بڑے عابد اور زاہد اور ہمیشہ طعام بقولات پر اکتفا کرتے تھے، اکثر جنگل میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے، قبل از ولادت سید غلام علی شاہ ان کے والد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں عبداللطیف اللہ تجھ کو پسر عطا کریگا اس کا نام میرے نام پر رکھنا، بعدہٗ انہیں دنوں میں حضرت غوث پاک کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اپنے پسر کا نام میرے نام پر رکھنا، پس قصبہ بٹالہ میں جب آپ تولد ہوئے آپ کی والد نے نام نامی عبدالقادر

آپکے چچا عبداللہ کے نام پر رکھا، جب بڑے ہوئے اپنے کو غلام علی مشہور کیا۔ جب عمر شریف تیرہ برس کی ہوئی آپکے والد نے آپ کو دہلی میں بلالیا کہ ان کو بھی اپنے پیر کا مُرید کرادوں مگر آپکے پہنچنے سے پہلے شاہ ناصرالدین فوت ہوگئے، آپکے والد نے اجازت دی کہ جہاں تم چاہو مُرید ہو کیونکہ اسواسطے کہ سید صاحب کی مُریدی کے لئے تم کو بُلایا تھا اب تم مختار ہو۔ پس حضرت نے اول شاہ ضیاءاللہ و شاہ عبدالعدل خلفائے خواجہ محمد زبیر مجددی و خواجہ میر درد فرزند خواجہ شاہ ناصرالدین و حضرت مولانا فخرالدین فخر جہاں دہلوی و شاہ غلام سادات صابری والد سید صابر علی شاہ مشائخ دہلی کی صحبت میں حاضر رہ کر بہت کچھ استفادہ اُٹھایا، بعدہٗ بعمر ۲۲ سال ۱۱۸۰ھ میں بخدمت مرزا جان جاناں حاضر ہوکر بیعت کی، بعد تکمیل کار مجددیہ کے خرقۂ خلافت پایا اور بعد شہادت پیر روشن ضمیر کے صاحب سجادہ ہوئے، آپکے مریدوں سے ہزارہا آدمی باکمال ہوئے، آپ کی کرامتیں بےحساب ہیں۔ حضرت مولانا حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی مجددی کہ آپکے خلیفہ اور راقم کے اُستاد تھے، فرماتے ہیں کہ حضرت کی خانقاہ گویا نیلگر کا ماٹ تھا، کسی رنگ کا آدمی حاضر خدمت ہوتا رنگین ہوکر نکلتا تھا، اپنا اگلا رنگ بھول جاتا تھا۔ ایک بار بقال کے بہت سے دام ہوگئے تھے کہ وہ مودی تھا ایک روز حضرت وضو فرما رہے تھے کہ وہ بقال آیا اور عرض کی کہ خرچ ملنا چاہیئے تاکہ بازار سے سودا لاؤں ورنہ مساکین اور طلبائے خانقاہ کو دقّت ہوگی، آپ نے فرمایا کہ اللہ مالک ہے اس وقت جا پہنچاتا ہوں وہ تو گیا، آپ وضو سے فارغ ہوئے کہ ایک شخص نے رامپور کے چھ سو روپے کی ہنڈی لاکر پیش کی مجھ سے فرمایا کہ مولانا یہ لیکر اُس بقّال کو دے آؤ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مریدوں کو توجہ دیتے تھے تمام مکان انوار و برکات سے معمور معلوم ہوتا تھا، فیضان عام ہوتا تھا، جس کسی مسئلہ میں ہم کو دقت ہوتی تھی اُس وقت خود بخود حل ہوجاتا تھا۔ ایک بار برادر مولوی کرامت علی دردِ ذات الجنب میں مُبتلا ہوئے۔ حضرت نے ان کے پہلو پر دست حق پرست رکھا اُسی وقت درد جاتا رہا اور فرماتے ہیں کہ امرائے شاہی سے ایک شخص نے حضرت سے امداد چاہی کہ میرا عہدہ بڑھے، آپنے فرمایا کہ تین روز بعد نماز عشا کھڑے ہوکر اسم اللہ الصمد پڑھ، چنانچہ اُسی شب کو اُس نے پڑھا اور صبح کو تقرر شاہی حاصل ہوا وہ آن کر مشکور ہوا۔ آپنے فرمایا کہ میں ناچیز ہوں یہ برکت اللہ کے نام کی تھی جو تو نے صدق دل سے پڑھا تھا، بعد ایک مدت کے آپنے کسی کے واسطے اس سے فرمایا کہ اس کو نوکر رکھا دو، وہ غرور امارت میں آگیا تھا اس کی طرف متوجہ نہوا اُس نے حضرت سے کہا کہ میرا اس کے پاس گیا تھا، اُس نے میرا سلام بھی نہ لیا، آپنے فرمایا کہ اسکا سلام بھی کوئی نہ لیگا چنانچہ اُسی ہفتہ میں بجرم تغلب ذلیل و خوار ہوا اسی طرح

حکیم رکن الدین خاں حضرت کی دعا سے وزیر ہوکر رکن الدولہ ہوئے، حضرت نے ایک عزیز کے واسطے کہا اُنھوں نے کچھ خیال نہ کیا، آپ کو ناگوار گذرا، اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ وہ خود موقوف ہوکر خانہ نشین ہوئے۔

میاں الف شاہ خادم حضرت سے نقل ہے کہ میں ایک جنگل میں راستہ بھول گیا، ناگاہ ایک بزرگ پیدا ہوا اور مجھ کو راہ راست پر لگا دیا۔ جب مینے اُس کو اچھی طرح دیکھا تو حضرت تھے، آپ کے مریدوں میں سے ایک احمد یار تھے، کہتے ہیں کہ میں برائے تجارت جاتا تھا، جب ایک جنگل میں پہنچا دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ بیل کو تیز ہانکو کہ رہزن اس قافلے کو تباہ کریں گے، پس جونہی ہم قافلہ سے جُدا ہوئے تمام قافلہ خوب لُٹا۔ حاجی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک بار موسم برشگال میں کہ دریا زور پر تھا برائے تفریح طبع مسجد گھاٹ پر تشریف لائے میں بھی حاضر تھا کہ ایک کشتی دھار پر زور سے چلی آتی تھی، حضرت نے اُس کی طرف توجہ فرمائی معاً ساکن ہوگئی۔

نقل ہے کہ حضرت برائے تعزیت ایک مُریدہ کے گھر تشریف فرما ہوئے اُس کی جوان دختر مری تھی وہ بہت روئی، آپنے فرمایا کہ صبر کر اللہ تجھ کو بیٹا دیگا، اُس نے عرض کیا کہ میں اور میرا شوہر بعوں ضعیف ہیں یہ خلاف عقل ہے فرمایا کہ اللہ قادر ہے اُس کے کام کس کی عقل میں آتے ہیں، چنانچہ بعد نو ماہ کے اُس کے پسر پیدا ہوا، ایک عورت آئی اور بیمار کی شفا کے واسطے عرض کیا، آپنے تبرک میں اُس کو نان اور کباب دیا وہ لے کر گھر گئی، اُس کو کھول کر جو دیکھا تو وہ حلوا ہوگیا تھا، یقین ہوا کہ وہ بیمار نہ بچیگا چنانچہ وہ جانبر نہوا۔

میر اکبر علی آپکے مُریدنے کسی عورت بیمار کی شفا کے واسطے تین بار عرض کیا، آخر فرمایا کہ اُس کی زندگی پندرہ روز کی ہے، چنانچہ بعد چودہ روز کے وہ مرگئی، آپ بھی اُس کی تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے اکبر علی سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تونے اُس کی طرف توجہ کی ہے، اُنھوں نے عرض کیا کہ ایک بار توجہ کی ہے۔ فرمایا کہ انوار و برکات اُسی کی وجہ سے ہیں۔

والد کاتب الحروف سے روایت ہے یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار کلالی کے باغ میں کہ جو میری والدہ کا زر خرید ہے گیا تھا، وہاں سے آتے وقت درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوا بعد ادائے فاتحہ کے مینے مراقبہ کیا اور روحانیت حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا، اس وقت مینے عرض کیا کہ فیضان چشتیہ اور قادریہ سے تو میں طفیل اپنے پیر روشن ضمیر کے بہرہ مند ہوچکا ہوں اُمیدوار ہوں کہ فیضان نقشبندیہ سے بھی مشرف ہوؤں یہ عرض کرکے وہاں سے سوار ہوکر مکان پر آیا شب کو

معاملہ میں دیکھا کہ خواجہ تشریف لائے اور کلاہ اپنے سر مبارک کی مجھ کو عطا کی اور کچھ پڑھنے کو فرمایا۔ صبح جمعہ تھا۔ بعد نماز جمعہ دربانان ڈیوڑھی نے خبر کی کہ حضرت سید غلام علی شاہ تشریف لائے ہیں، اُٹھ کر پیشوائی کر کے حضرت کو لایا، بعد مزاج پرسی کے مینے کہا کہ آپنے قدم رنجہ فرمایا نہایت عنایت کی کچھ خدمت فرمائیے تاکہ بجالاؤں، آپنے تبسم کر کے فرمایا کہ میں اپنے پیروں کی خدمت کرنے کو آیا ہوں کل آپ روضہ حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوئے اور کسی امر کے واسطے آپنے استدعا کی تھی، چنانچہ شب کو مجھ کو حکم ہوا کہ دارا جنت کل آکر فیضان نقشبندیہ کا طلبگار رہوا، اُس کو ہم سے بہت محبت ہے تم خود جاکر ہمارے تبرکات میں سے ہماری ٹوپی اُس کو دے آنا باقی ہم سمجھ لیں گے، یہ فرماکر رومال میں سے نکال کر کلاہ مجھ کو عنایت کی، مینے بھی اپنی واردات عرض کی اور مجھ سے فرمایا کہ آپ بعد نماز تہجد اکتالیس بار سورۂ یٰسین شریف پڑھا کریں، چنانچہ مینے وہ کلاہ لیکر اُس کو اپنے سر پر رکھا اور اُس کلاہ کو تاج شاہی سے بہتر سمجھا، چنانچہ دیگر تبرکات کے ہمراہ مینے بھی اس کلاہ کی زیارت کی ہے اور اُس روز سے خاندان نقشبندیہ میں بھی مُرید کرنے لگے تھے۔ نقل ہے کہ قریب خانقاہ کے ایک شیعہ عورت کا مکان تھا، حضرت چاہتے تھے کہ اس کو لیکر شامل خانقاہ کریں تاکہ خدام کی تنگی رفع ہو مگر وہ نہ دیتی تھی، چنانچہ حکیم شریف خاں صاحب کو بھیجا اُنہوں نے بھی جاکر اُس کو کہا اُس نے جواب میں حضرت کی نسبت سخت کلمات کہے اور مکان فروخت کرنے سے قطعی انکار کیا۔ ایسا کچھ کہا تھا کہ وہ حکیم صاحب موصوف کو بھی ناگوار گذرا، وہاں سے آکر بجنسہ سب بیان کیا، آپنے آسمان کی طرف مُنھ کر کے کہا کہ یا حضرت اس عورت کے کلام آپنے سُنے اب میں نونگا جب تک وہ بمنّت نہ دیگی چنانچہ اسی عرصہ میں اُس کے گھر میں موتیں ہونی شروع ہوئیں، وہ عورت اور ایک لڑکا بچا باقی سب مرگئے ایک دن وہ لڑکا بھی بیمار ہوا وہ سمجھی کہ یہ میری شامت اعمال ہے کہ مینے خاصان خدا کو بُرا کہا، اُس لڑکے کو لیکر حاضر خدمت ہوئی اور عفو قصور چاہا حضرت نے دست مبارک اُس کے سر پہ رکھا اُس لڑکے کو شفا ہوئی اور اُس عورت نے مذہب حق اختیار کیا اور مُرید ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک شخص کابل سے آتا تھا، دریائے سندھ میں شتر اُس کے اسباب کا ڈوب گیا، اُس نے نذر قبولی کہ اگر شتر میرے اسباب کا دریا سے نکل آیا تو روغنی روٹی شاہ غلام علی دہلوی کی نذر کرونگا۔ قدرت خدا سے اُسی وقت وہ شتر دکھائی دیا اور معہ اسباب کنارہ پر آیا، پس جب وہ دہلی میں آیا یہ واقعہ بیان کیا اور روغنی روٹی نذر کی، ایک روز ایک برہمن نوعمر خوبرو حاضر ہوا تمام اہل مجلس گھور کے دیکھنے لگے حضرت نے بھی

چشم رحمت سے اُس کو دیکھا اُس نے اُسی وقت جنیو توڑا اور مسلمان ہوکر مُرید ہوا۔ مولانا حاجی محمد حسین کیرانوی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت کی کرامات اور خوارق عادات زیادہ حدبیان سے ہیں، ذات بابرکات معدن فیوض ربّانی منبع انوارِ تجلّیات رحمانی جامع الکمالات مشکل کشائے حاجات صوری و معنوی اور ریا سے پاک تھے، امیر غریب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے، جس نے بصدق دل آپ کی غلامی قبول کی کامل ہوگیا۔ نقل ہے کہ ایک شخص خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرا پسر دو ماہ سے گم ہے اُس کی کچھ خبر نہیں آپ توجہ کیجئے کہ وہ آجائے، آپ نے فرمایا کہ وہ تیرے گھر بیٹھا ہے یہ سُن کر وہ متعجب ہوا، جب اپنے گھر آیا پسر کو موجود پایا۔ ایک روز ایک ضعیفہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا پسر سپاہ بادشاہی میں نوکر تھا نوکری چھوڑ کر لنگوٹ باندھ لیا ہے، بھنگ چرس پیتا ہے، یہ سُن کر ایک ساعت متوجہ ہوئے کہ اُسی وقت وہ شخص آیا اور نشہ سے توبہ کی اور مُرید ہوکر عاشق اللہ ہوا۔

کئی صاحب مریدان حضرت سے آپ کی خدمت میں آتے تھے، راستہ میں باہم کہنے لگے کہ جو حضرت کی خدمت میں جاتا ہے حضرت اُس کو کچھ نہ کچھ تبرک عنایت کرتے ہیں، ایک نے کہا کہ مجھ کو خواہش جبہ خاص کی ہے ایک نے کہا میں کلاہ چاہتا ہوں، چنانچہ جب حاضر ہوئے ہر ایک کو حسب دلخواہ اُس کے تبرک عنایت فرماکر کہا کہ تمہارا مدعا حاصل ہوا اور حضرت کا قاعدہ تھا کہ امیر و غریب جو آتا تھا تفاوت امر و نہی میں فرماتے تھے، چنانچہ جب شمشیر بہادر والی ریاست باندا کلاہ انگریزی سر پر رکھے حاضر خدمت ہوئے آپ دیکھ کر ناخوش ہوئے اور منع فرمایا، اُس نے بُرا مانا اور کھڑے ہوکر کہا کہ اب آؤں گا، آپ نے فرمایا کہ اس صورت سے خدا لائے۔ جب دالان سے نیچے اُترا خود بخود ٹوپی زمین پر گر پڑی وہ پھر آکر تائب ہوا اور حلقۂ ارادت میں آیا۔

نقل ہے کہ پسر مولوی فضل احمد امام جامع مسجد دہلی علیل تھے، ایک شب اُنہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور پسر کو کچھ کھلایا صبح جو اُٹھے پسر کو صحت ہوئی، مولوی صاحب کچھ نقد کچھ جنس برائے نذر لائے اور قبولیت چاہی، حضرت نے تبسم فرماکر ارشاد کیا کہ اُجرت کس خدمت کی ہے اُنہوں نے عرض کیا کہ رات کی عنایت کا شکرانہ ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ طریق نقشبندیہ عبادت چار چیز سے ہے بے خطرگی و دوام حضوری و جذبات و ارادت، آپ نے فرمایا کہ بیعت کی چار قسم ہیں ایک برائے توسل پیران کبار کے دوم بمراد توبہ از عصیاں سوم برائے کسب نسبت اور فرمایا کہ مرد بھی چار قسم پر ہیں طالب دنیا نامرد طالب عقبیٰ مرد طالب عقبیٰ و مولیٰ جوانمرد طالب مولیٰ فرد اور ایک بار ارشاد کیا کہ فقیر کے چار حرف ہیں فاقہ ت

تؔ سے فاقہ قؔ سے قناعت یؔ سے یادِ الٰہی رؔ سے ریاضت جو بجا لایا وہ فؔ سے فائض و فائق ہوا قؔ سے قرب اور قبولیت پائی' یؔ سے یاری اور رؔ سے رحمت پائی فقیر ہوا ورنہ فؔ سے فضیحت قؔ سے قہری یؔ سے یاری رؔ سے رسوائی ہوئی۔ فرماتے تھے کہ طالب حق کو چاہیئے کہ ایک لمحہ بھی یادِ مطلوب سے غافل نہ رہے۔ بعض وقت ارشاد کیا کرتے تھے سہ ایں شربت عاشقی است خرد ٭ بےخون جگر چشید نتواں ٭

اور اکثر فرماتے تھے سہ اہل دنیا کافرانِ مطلق اند ٭ روز و شب در زرق و بق و در بق اند ٭ حب دنیا راس کل خطیئۃ یعنی دوستی دنیا کی سر ہے ہر گناہ کا جب دنیا کی دوستی نے دل میں جگہ پائی اُس کے متعلقہ گناہ ضرور سرزد ہوں گے' دوسرے یہ کہ دل ایک ہے جب محبت دنیا کی اس میں سما گئی پھر حب اللہ کی کہاں۔

نقل ہے کہ جب ایام وفات نزدیک پہنچے چند روز عارضہ بواسیر میں مبتلا رہے' اور مولانا حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی کو بلا کر علاوہ خاندان مجددیہ کے دیگر سلاسل میں اجازت دی اور ایک کلاہ خاص اور ایک مصلّیٰ عنایت فرمایا اور بتاریخ ۲۲ ماہ صفر ۱۲۴۰ھ بعد نماز اشراق انتقال فرمایا اور قبل انتقال کے وصیت کی تھی کہ یہ رباعی شاہ بہاؤ الدین نقشبندی کی میرے جنازہ کے ہمراہ پڑھی جاوے ٭ مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ٭ شیئاً للہ از جمال روئے تو ٭ دست بکشا جانب زنبیل ما ٭ آفریں بر دست و بر بازوئے تو ٭

آخر خانقاہ شریف میں پہلوئے پیر روشن ضمیر میں مدفون ہوئے۔ مزارِ حضرت کا خانقاہ میں حاجت روائے خلق ہے۔ اب تک مزارِ حضرت سے باب فیضان تعلیم و تلقین بند نہیں ہے مثل حیات کے فیضان جاری ہے مگر طالب صادق چاہیئے۔ تھوڑا عرصہ گذرا کہ ماہ صیام میں تذکرۃ الفقرا جو اس ناکارہ نے جمع کیا تھا طبع ہو رہا تھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب خوشنویس دہلوی کہ جو مرید مولوی ولی النبی رامپوری ثم دہلوی کے ہیں اسکی کتابت کر رہے تھے۔ یہ فقیر اور وہ دونوں ہمراہ چلے آتے تھے چتلی قبر کے پاس ایک مسجد میں روزہ افطار کیا۔ بعد نماز مغرب انہوں نے کہا کہ یہ وقت حلقہ میں حاضر ہونیکا ہے وہاں سے آکر غلطیاں بنا دونگا۔ میں بھی ان کے ہمراہ خانقاہ میں آیا وہاں حلقہ ہو رہا تھا۔ وہ تو جا کر حلقہ میں شریک ہوئے۔ جناب مولانا مسند پر رومال ڈالے مریدوں کو توجہ دے رہے تھے۔ میں اُن سے بہت دور بیٹھا۔ چونکہ خالی بیٹھا تھا میں بھی متوجہ ہوا اور میرے دل میں خطرہ گذرا کہ مولانا زبردست شخص ہیں۔ اول تو تُو بے مایہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جو تیرے قلیل ہے وہ بھی چھن جائے اور میں نے گردن اُٹھا کر ادھر اُدھر دیکھا پھر خیال آیا کہ تجھ کو مولانا سے کیا غرض تو اپنا قلب مولانا کے قلب سے کیوں ملائے' تو اپنے حضرت شاہ صاحب کی طرف توجہ کر۔ چنانچہ

خیال کرکے پھر میں متوجہ ہوا۔ معاً حضرت مرزا صاحب، شاہ صاحب، شاہ ابوسعید صاحبان کی زیارت سے مشرف ہوا، مینے پہلے کسی کتاب میں حلیہ حضرات کے نہ دیکھے تھے، کبھی پہلے مولانا سے نیاز حاصل نہ کیا تھا جب حلقہ ہوچکا مینے مولانا سے مصافحہ کیا، اور قریب بیٹھا، مولانا نے میرا حال مرزا محمد بیگ صاحب سے دریافت کیا۔

اُنھوں نے میری تمام کیفیت بیان کی، مولانا نہایت مہربانی سے پیش آئے، مینے حلیہ تینوں حضرات کے بیان کرکے تصدیق چاہی، مولانا نے فرمایا کہ حلیہ درست ہیں تم نے کس کتاب میں دیکھے ہیں، مینے عرض کیا کہ کسی کتاب میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا فرمایا پھر کیونکر معلوم ہوئے مینے عرض کیا کہ اس وقت آپکا فیضان جاری تھا، میں بھی آپ کی توجہ سے اس دولت سرمدی سے بہرہ مند ہوا، یہ سُن کر دوبارہ کھڑے ہوکر حضرت مولانا نے مصافحہ کیا اور فرمایا کہ آپ کو بیعت کس خاندان میں ہے۔ عرض کیا کہ چشتیہ اور قادریہ میں، مگر سلسلہ حضرت سید غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت مولانا حاجی محمد حسین کیرانوی خلیفہ شاہ صاحب نے تبرکاً ازراہ مہربانی اجازت دی تھی اور طریقہ احمدیہ کا کچھ کسب بھی بتایا تھا، ایک درصاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ اُسی کا باعث ہے۔

ذکر حضرت مولانا خالد مجددی قدس سرہٗ

آپ عالم متبحر و درویش عالی قدر گذرے ہیں ان کے حق میں حضرت سید غلام علی شاہ نے فرمایا ہے کہ مولانا خالد جامی وقت و خسرو عہد تھے اور آپکے مُرید بھی تھے، بیت المقدس میں رہتے تھے وہیں شاہ ابوسعید جی بھی ملے تھے، وفات آپ کی ۱۲۴۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ ابوسعید مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ و صاحب سجادہ سید غلام علی شاہ دہلوی کے تھے بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی کہ علوم ظاہری مولانا رفیع الدین محدث دہلوی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، میاں سراج احمد صاحب و مفتی شرف الدین شاہی سے حاصل کیا، پہلے کمالات باطنی اپنے والد سے حاصل کرکے شاہ درگاہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، بعدہٗ حسب صلاح قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت غلام علی شاہ دہلوی کے مُرید ہوکر زہد اور عبادت میں مشغول ہوکر مدارج سلوک حسب طریقہ مجددیہ طے کرکے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ نقل ہے

کہ شہزادہ مرزا طہماسپ کے ہاں ایک بار قلعہ میں درویشوں کی دعوت تھی، اور شہزادے بھی تھے، ایک صاحب نے کہا کہ صاحب کرامت بزرگ اب نہیں ہیں، آپ نے ایک نعرہ مارا تمام اہل مجلس بیہوش ہوئے، یہ کرامت سب معتقد ہوئے۔ وفات حضرت کی بروز عید سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی بمقام ٹونک اور آپ کے جسد مبارک کو دہلی میں لاکر خانقاہ شریف میں مدفون کیا۔

ذکر حضرت شاہ رؤف قدس سرہٗ

آپ جامع ملفوظات دار المعارف تھے، آپ بہت صاحب تالیف گذرے ہیں اور شاعر بھی تھے، یافت تخلص کرتے تھے۔ وفات حضرت کی حج کو جاتے ہوئے عین دریا میں سنہ ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعد قدس سرہٗ

آپ علم شریعت و طریقت جامع کرامت گذرے ہیں، وفات حضرت کی سنہ ۱۲۷۷ھ میں ہوئی۔

نقشہ باقی بزرگان مشہور مجددیہ

نمبر	اسم	نام مرشد	سنہ وفات	نمبر	اسم	نام مرشد	سنہ وفات
۱	شیخ محمد اصغر	غلام علی شاہ	سنہ ۱۲۵۵ھ	۸	مولانا محمد جان بن شیخ الحرم	غلام علی شاہ	سنہ ۱۲۶۶ھ
۲	شاہ عبدالرحمن	مرزا جان جاناں	سنہ ۱۲۵۸ھ	۹	سید امام علی شاہ	میران شاہ حسین	سنہ ۱۲۸۲ھ
۳	مولوی کرم اللہ محدث	غلام علی شاہ	"	۱۰	مولانا حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی	غلام علی شاہ	سنہ ۱۳۰۰ھ
۴	ملا عبدالغفور جرجیوری	"	سنہ ۱۲۵۶ھ				
۵	مرزا رحیم اللہ بیگ	"	سنہ ۱۲۶۰ھ	۱۱	مولوی ولی النبی رامپوری	۔	۔
۶	سید نور شاہ لاہوری	سید صابر	سنہ ۱۲۶۴ھ	۱۲	مولوی محمد غوث در پنجاب	شاہ احمد سعید	۔
۷	مولوی خطیب احمد	شاہ رؤف	سنہ ۱۲۴۴ھ				

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین ابوحفص سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز بن شیخ محمد قریشی

یہ حضرت چھوٹے بھائی شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی کے تھے کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین عالم خوردی

سے حضرت پاک کی صحبت میں رہے اور غوث پاک بھی نہایت مہربانی فرماتے تھے علاوہ بریں اور بزرگوں سے استفادہ اُٹھایا حضرت خضر علیہ السلام بھی آپکے پاس آتے تھے۔ یہ حضرت اپنے وقت میں شیخ شیوخ بغداد تھے حضرت کی تصنیفات سے تاقیامت علما وفقرا فیض اُٹھاتے رہیں گے۔ آپکی تصنیفات سے عوارف شریف۔ بہجت الابرار بابرکت کتابیں ہیں۔ شیخ محمد صادق شیبانی قادری سے روایت ہے کہ والد شیخ شہاب الدین سہروردی لاولد تھے۔ انکی اہلیہ نے خدمت غوث پاک میں عرض کی کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھکو اولاد دے حضرت غوث پاک نے مراقبہ فرماکر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تمکو فرزند سعادتمند عطا کریگا۔ اُسی شب کو وہ پاک دامن حاملہ ہوئیں بعد نو مہینے کے لڑکی پیدا ہوئی غوث پاک کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ لڑکی نہیں ہے لڑکا ہے اور نام اس کا میں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رکھا۔ اسکی عمر دراز ہوگی اور ابروں کے بال اور پستان دراز ہونگے اور ولی بلند مرتبہ ہوگا۔ یہ سنکر انکی بیوی نے جو اپنی لڑکی کو آکر دیکھا تو علامت سب مرد کی پائی اور شکر پروردگار بجالائیں۔ چنانچہ اُنکی بھوؤں کے بال ایسے تھے کہ پلکوں کے نیچے پڑتے تھے اور پستان بھی دراز تھے۔ سولہ برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور اشتیاق علم الٰہی کا ایسا پیدا ہوا کہ شب و روز اسی میں مستغرق رہتے تھے۔ اگرچہ شیخ ابوالنجیب آپکے عم نصیحت فرماتے تھے کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہے مگر آپ نہ مانتے تھے۔ آخر ان کو ایک روز لیکر غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ یہ برخوردار شائق علم الٰہی کا ہے۔ اگرچہ فارغ التحصیل ہوچکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ اور پڑھے۔ مگر یہ اس میں دل نہیں لگاتا ہے۔ یہ سنکر غوث پاک نے اپنا ہاتھ بڑھاکر شیخ شہاب الدین کے سینہ پر ملا اور فرمایا کہ اے پسر علم کلام سے کیا تجھکو یاد ہے انہوں نے جو خیال کیا تو کچھ یاد نہ تھا سب بھول گئے بلکہ کتابوں کے نام بھی یاد نہ آئے۔ اسوقت غوث پاک نے تبسم کناں فرمایا کہ علم کلام تیرے سینہ سے بھلاکر علم معرفت دیدیا اُس روز سے یہ تحصیل علم باطن میں مصروف ہوئے۔ میاں شیخ نجم الدین خلیفہ شیخ شہاب الدین کے فرماتے ہیں۔ ایک بار میں حضرت کے پاس چلہ میں تھا۔ واقعہ میں میں نے دیکھا کہ شیخ ایک پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں اور جواہرات کے ڈھیر آپ کے آگے لگے ہوئے ہیں اور پہاڑ کے نیچے کی خلقت کو جو آپ سے مانگ رہی ہے دے رہے ہیں۔ باوجود تقسیم کثیر کے وہ ڈھیر کم نہیں ہوتے۔ جب میں فارغ ہوا شیخ کی خدمت میں آیا اور چاہتا تھا کہ واقعہ کا حال عرض کروں کہ شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ تونے دیکھا سو درست دیکھا۔ یہ برکت عنایت غوث پاک کی ہے۔ ایک بار واحدالدین آپ کے پاس آئے آپنے بہت تعظیم و تکریم کی۔ انہوں نے

سماع چاہا۔ آپ نے قوالوں کو بُلایا۔ ان کو سماع میں مشغول کرکے آپ کونے میں جاکر تلاوت قرآن میں مشغول ہوئے۔ صبح کو خادم خانقاہ نے عرض کیا کہ درویشوں نے تمام رات سماع سُنا۔ اب اُن کے واسطے نہاری چاہیئے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہیں کہ کب سماع ہوا۔ سبحان اللہ تلاوت قرآن میں ایسے مشغول و مستغرق ہوئے کہ سماع کی آواز بھی کان میں نہ آئی۔

فوائد الفواد سے نقل ہے کہ ایک فلسفی حکیم خلیفہ بغداد کے پاس آیا اور ایک کتاب دکھائی کہ خلیفہ کو بددین کرے اور خلیفہ بھی اُس کے جال میں ایسا پھنسا کہ اسکو اپنا ہم نشین بناکر رات دن اُس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ یہ خبر شیخ شہاب الدین کو ہوئی۔ فرمایا کہ خلیفہ اس حکیم سے ملکر خلقت کو ظلمت و کفر میں ڈالیگا۔ اپنی جگہ سے اُٹھکر خلیفہ کے پاس آئے۔ قدرت خدا سے وہ حکیم بھی حاضر تھا۔ شیخ نے حکیم سے پوچھا کہ اسوقت کیا بحث تھی کہا کہ یونہی کچھ باتیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں فقط اسیواسطے آیا ہوں کہ تمہاری باتوں کو دریافت کروں اور آپ نے بہت کچھ زور دیا۔ ناچار حکیم نے کہا کہ ہم اسوقت یہ بحث کررہے تھے کہ حرکت تین طرح کی ہوتی ہے۔ حرکت طبعی۔ حرکت ارادی۔ حرکت قصری۔ حرکت طبعی وہ ہے کہ کوئی چیز خود حرکت کرے اور دوسرا اس کا کوئی متکفل نہ ہو۔ حرکت ارادی وہ ہے کہ اپنے ارادہ سے حرکت کرے جس طرف چاہے اور حرکت قصری کہ دوسرا اسکو حرکت دے۔ ہم اس بحث میں تھے کہ حرکت ملکی بھی حرکت طبعی ہے کہ خود بخود اسکو گردش ہے۔ دوسرا اسکو کوئی گردش نہیں دیتا۔ شیخ نے فرمایا کہ حرکت مُلکی حرکت قصری ہے۔ حکیم نے کہا کیونکر۔ شیخ نے فرمایا کہ فرشتے اس شکل و صورت کے اس طرح پر بحکم خدا حرکت دیتے ہیں اور ایک حدیث پڑھی اس پر وہ حکیم قہقہہ مارکر ہنسا شیخ کو ناگوار گذرا چنانچہ خلیفہ اور حکیم کا ہاتھ پکڑکر صحن مکان میں لائے اور فرمایا کہ الٰہی جو کچھ اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان دونوں کو بھی دکھلا اور کہا آسمان کیطرف دیکھو جب انہوں نے آسمان کو دیکھا معلوم کیا کہ فرشتے آسمان کو حرکت دے رہے ہیں یہ کرامت دیکھکر حکیم اور خلیفہ باعتقاد تمام تائب ہوئے۔ کہتے ہیں کہ دس بارہ ہزار روپے کا فتوحات ہوتا تھا مگر جو آتا شام تک لقمۂ مساکین ہوتا۔ دوسری صبح کیواسطے ایک ٹکڑا روٹی کا بھی نہ رہتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو سب نعمتیں دیں مگر ذوق سماع نہ دیا۔ اسوجہ سے نہیں سنتا جب وقت آپکے قریب پہنچا تو صاحبزادہ شیخ عماد الدین کی عمر تیس برس کی تھی مگر راحت پدری سے محروم تھے۔ عین وقت انتقال پر خزانہ کی کنجیاں طلب کیں۔ خادم نے کہا کہ یہ وقت شیخ کے انتقال کا ہے اسوقت مناسب نہیں یہ آواز شیخ کے

کان میں پہنچی۔ آپ نے خادم کو بلا کر کہا کہ اسکو کنجی دیدے۔ صاحبزادے نے جو خزانہ کھولکر دیکھا تو چھ دینار سے زیادہ نہ تھا جو شیخ کی تجہیز و تکفین میں خرچ ہوا اور حضرت ہر سال زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوتے رہے۔ ولادت حضرت کی ۵۴۲ھ میں اور وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی خلیفہ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی اور حضرت غوث پاک کے تھے

شجرہ شیخ شہاب الدین

نمبر	اسم بزرگ	ماہ و سنہ وفات	مزار	کیفیت
۱	شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی	۵۶۲ھ	بغداد	
۲	شیخ وجیہہ الدین سہروردی	۵۶۶ھ	"	
۳	شیخ ابو عبد اللہ	۳۳۱ھ	شیراز	
۴	شیخ اسود احمد دینوری	۳۶۶ھ	دینور	
۵	شیخ ممتاز علی دینوری	۴ محرم ۲۶۹ھ	"	
۶	خواجہ جنید بغدادی	۲۷ رجب ۳۰۲ھ	بغداد	
۷	خواجہ سری سقطی	۳ رمضان ۲۵۳ھ	"	
۸	خواجہ معروف کرخی	۲ محرم ۲۰۰ھ	کرخ	
۹	خواجہ داؤد طائی	۱۶۲ھ	بغداد	
۱۰	خواجہ حبیب عجمی	۳ ربیع ۱۵۶ھ		
۱۱	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	ربیع الاول ۵۰ھ پنجشنبہ	مدینہ منورہ	
۱۲	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	نجف اشرف	
۱۳	جناب سرور کائینات صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ	مدینہ شریف	

خلفاء آپ کے یہ ہیں۔ شیخ محمد غنی۔ شیخ بہاء الدین ملتانی۔ سید نور الدین مبارک شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی۔ قاضی حمید الدین دہلوی۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی۔ شیخ نجیب الدین علی برغش۔ شیخ فرید الدین عطار۔

ذکر حضرت سیّد نور الدین مبارک غزنوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے تھے۔ بعد تکمیل خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر دہلی میں آئے۔ سلطان شمس الدین نے آپ کو شیخ الاسلام دہلی کیا۔ ایک بار دہلی میں امساک باراں تھا۔ لوگوں نے شیخ نظام الدین ابو الموید کو آگھیرا کہ آپ برائے باران رحمت دعا کیجئے آپ اُسی وقت اُٹھکر مزار سید نور الدین پر گئے اور کہا کہ یا سیدی میری آپ کی جو نزاع تھی اسکو معاف فرماکر آشتی کیجئے کہ پانی برسے۔ تمام شہر پانی کا خواہاں ہے۔ آواز ہوئی کہ میں نے تجھ سے سلوک کیا دعا کر پانی برسیگا۔ بعدہ مکان پر آکر تمام خلق کے روبرو دعا کی کہ الٰہی باران رحمت کو بھیج ورنہ میں تاحیات آبادی میں نہ جاؤں گا۔ اسیوقت پانی برسا۔ قطب الدین آپکے خادم نے عرض کیا کہ بندہ کو پروردگار سے ایسا زور کے ساتھ عرض کرنا چاہیئے اس میں کیا بھید تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ دوست دوست سے جو کہتا ہے وہ ضرور قبول کرتا ہے۔ دوسرا امر یہ کہ سید نور الدین کی رنجش تھی۔ آج صفائی ہوئی انہوں نے بھی واسطے دعا کے فرمایا۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ سید نور الدین نے اول نعمت شیخ اجل شیرازی سے خلافت پائی بعدہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مُرید ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ وفات شیخ نور الدین مبارک کی ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی دہلوی قدس سرہٗ

حضرت خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ صاحب عظمت و شان پر جلال کہ ترک تجرید میں یگانہ عصر تھے۔ علاقہ جیوہ سے وارد دہلی ہو کر باہر شہر کے مقیم ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ حضرت خواجہ کے دیکھنے کو جاتے تھے۔ اور حضرت خواجہ بھی آپ سے ملنے ایک دوبار تشریف لائے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت شاہ ترکمان حضرت خواجہ کے مہمان تھے۔ ایک وقت میں دونوں بزرگ ایک طباق میں دلیا نوش فرما رہے تھے۔ اور شیخ فرید الدین گنجشکر مگس رانی کر رہے تھے۔ حضرت شاہ ترکمان کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر لقمہ کھاکر اپنی بغل میں ہاتھ دیتے۔ پھر دوسرا لقمہ اُٹھاتے۔ یہ دیکھ کر شیخ فرید الدین کے چہرہ سے آثار ناگواری کے معلوم فرماکر حضرت خواجہ نے اشارہ سے منع فرمایا مگر ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ آخر کہا کہ حضرت کھانا کھانے میں بغل میں ہاتھ دینا خلاف تہذیب ہے۔ آپ سُنکر

چُپ ہو رہے۔ حضرت خواجہ نے پھر اشارہ سے منع فرمایا مگر شیخ فریدالدین نے پھر کہا۔ دوبارہ کہنے سے آپ کو جلال آیا۔ حضرت بہت قوی ہیکل اور زبردست تھے۔ شیخ فریدالدین کا بازو پکڑ کر کھینچا اور اپنا ہاتھ اونچا کر کے فرمایا کہ دیکھو میں بوجہ ترک ادب کے کہ قطب الاقطاب کے ہمراہ کھانا کھا رہا ہوں ہر لقمہ پر ہاتھ دھو لیتا ہوں جو اسوقت موجود تھے سب نے دیکھا کہ زیر بغل دریا بہا چلا جاتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک قلندر آپ کے پاس آئے اُن کے ہمراہ دو شیر ببر تھے انہوں نے حضرت سے کہا کہ ان کو کہاں باندھوں۔ آپ نے فرمایا کہ میری بکریوں میں چھوڑ دو۔ اُس قلندر نے کہا کہ ان کو شیر کھا جائینگے آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نام پر چھوڑ دو۔ اُس قلندر نے دونوں شیر بکریوں میں چھوڑ دیئے۔ قدرتِ خدا سے اُن بکریوں نے شیروں کو ایسا تنگ کیا کہ وہ شور کر کے باہر نکل آئے۔

نقل ہے کہ ایک ساہوکار دہلی سے کہیں جاتا تھا۔ اُس کے دشمن اُس کے پیچھے ہوئے۔ جب اُس نے دشمنوں کو آتے دیکھا ڈر کے حضرت کے پاس آیا اور کہا مجھے امان دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا وہ صحن میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ لوگ بھی آگئے۔ حضرت سے کہا کہ ایک شخص ابھی آپ کے پاس آیا ہے۔ وہ کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ دیکھ لو۔ انہوں نے آپ کی جھونپڑی اور اس کے آس پاس خوب دیکھا کہیں نہ پایا۔ ناچار واپس چلے گئے۔ وہ مہاجن سب کو دیکھا کیا اور وہ کسی کی نظر میں نہ آیا۔ یہ کرامت دیکھکر وہ مہاجن مسلمان ہوا اور ترک مال و منال کر کے فقیر ہوا۔

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین نے ایک بار حضرت سے کہا کہ شہر میں قیام فرمایئے۔ ویرانہ میں آپ کیوں رہتے ہیں۔ آبادی میں رہنے سے برکت انفاس حضرت سے خلائق کو نفع ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا کو منظور ہوگا تو یہیں آبادی ہو جائے گی۔ چنانچہ اول فیروز شاہ نے اس جگہ آبادی کی اور مسجد بنائی کہ جو موجود ہے۔ پھر گرد روضۂ عالیہ کے چہار دیواری شاہجہاں بادشاہ کی بنی ترکمان دروازہ آپ کے نام سے مشہور ہوا۔ وفات حضرت کی رضیہ بیگم کے عہد میں ہوئی۔ مزار پُر انوار سے فیض عام جاری ہے۔ شب کو صُراحی پانی کی لاکر مزار پر رکھتے ہیں صبح لیجا کر مریضوں کو پلاتے ہیں۔ انکو صحت ہوتی ہے۔ آپ کے ہاں جو بسنت ہوتی تھی شب کو بھی میلہ رہتا تھا جب محکمہ دار القضاء دہلی سے جاتا رہا تو حرامکاری کا بھی علانیہ چرچا ہوا کسی بد نصیب نے حضرت کے میلہ میں کسی طوائف سے حرام کیا اُسیوقت دونوں کو کسی نے اُٹھا کر زمین پر دے مارا کہ یہ دونوں چارپائی پر پڑ کر اپنے گھر گئے۔ اور تمام میلہ میں دبا پڑی

تمام خلقت وہاں سے بھاگی۔ آپ نے خدام کو بشارت دی کہ رات کو ہمارے یہاں میلہ نہ رہا کرے اُس روز سے بعد دوپہر کے میلہ شروع ہوتا ہے اور پہر رات گئے ختم ہو جاتا ہے۔ درگاہ شاہ ترکمان شاہجہاں آباد میں حاجت روائے خلق ہے۔ حضرت صاحب سلسلہ بھی ہیں۔ آپ کے اکثر فقیر پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ ان میں ایک بزرگ صاحب اکسیر بھی دیکھے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہیں۔ اعظم اولیائے ہند سے گذرے ہیں۔ صاحب کرامات ظاہری و باطنی تھے۔ آپ کے دادا کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے چلکر خوارزم میں آرہے۔ بعد اس کے ملتان میں تشریف لائے۔ آپ کے والد شیخ وجیہ الدین کی شادی دختر شیخ حسام الدین ترمذی سے ہوئی ۵۷۸ھ میں شیخ بہاء الدین پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر میں حافظ وقاری ہوئے۔ بعد وفات اپنے والد کے خراسان میں جاکر کسب علوم کیا۔ بہت سے بزرگوں کی زیارت کی بعد اُس کے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور پانچ سال مدینہ میں رہ کر کمال الدین محمد یمنی محدث سے حدیث صحیح کی بعد اس کے زیارت بیت المقدس سے مشرف ہوئے وہاں سے چلکر بغداد میں آکر شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں شرف ارادت حاصل کرکے اٹھارہ دن میں کمال ولایت کو پہنچے۔ منتظر خلافت کے تھے کہ ایک شب واقعہ میں دیکھا کہ ایک مکان پرنور ہے اُس میں رسول خدا ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ اور شیخ شہاب الدین دہنی جانب دست بستہ کھڑے ہیں اور وہاں چند خرقے ٹنگے ہوئے ہیں۔ جناب سرور کائنات نے انکو بلاکر اپنے ہاتھ سے شیخ شہاب الدین کے سپرد کرکے فرمایا۔ ان خرقوں میں سے ایک خرقہ بہاء الدین کو پہنادے۔ چنانچہ انھوں نے خرقہ پہنایا۔ صبح کو شیخ شہاب الدین نے ان کو اپنے پاس بلالیا اور فرمایا کہ رات کو جو خرقہ تجھکو عنایت ہوا تھا لے اور فرمایا کہ حسب الارشاد رسول مقبول یہ خرقہ تجھکو دیا گیا۔ اس خرقہ کے ملنے سے اور درویش کہ جو سالہا سال سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں بڑی بڑی ریاضت و مجاہدہ اور ریا کر رہے تھے اور خرقۂ خلافت نہیں پایا تھا ان لوگوں کو خیالات پیدا ہوئے کہ ان کو اٹھارہ دن میں خلافت ملی ہم برسوں کے پڑے ہیں اتبک محروم ہیں۔ شیخ غیاث الدین نے نور باطن سے ان کا خطرہ معلوم کرکے مریدوں سے فرمایا کہ تم تشویش نہ کرو۔ تم مثل لکڑی تر کے ہو آگ چوب تر کو یکایک نہیں جلاتی۔ اید

بہاء الدین ذکریا مثل چوب خشک کے تھا کہ یکایک اس میں آگ نے اثر کیا۔ علاوہ بریں جتنی باتیں ہیں سب فضل الٰہی پر منحصر ہیں۔ پس خرقۂ خلافت حاصل کر کے حسب اجازت پیر ملتان میں آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے بہت کچھ رجوعات خلائق ہوئی۔ ملتان کے مشائخوں کو آپ سے حسد پیدا ہوا اور اشارتاً ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ بھیجا۔ آپ نے اُن کا اشارہ معلوم کر کے ایک گلاب کا پھول اُس کٹورے میں ڈالدیا۔ نقل ہے کہ سید جلال الدین شریف اللہ سرخ بخاری حضرت کی خانقاہ میں آکر ٹھیرے صحن میں بیٹھے تھے لو چل رہی تھی۔ شیخ حجرہ میں تھے سید صاحب کو اپنے ملک کی سردی یاد آئی۔ شیخ الاسلام نے نور باطن سے معلوم کر کے حجرہ سے باہر آکر فرمایا کہ بوریئے صحن خانقاہ کے اٹھا کر جھاڑ دو کہ کچھ کوڑہ نہ رہے۔ ایک خادم نے جھاڑ دی۔ اسیوقت ایک ٹکڑا ابر کا آیا اور گرج چمک ہونے لگی اور اولے مثل بیضۂ مرغ کے صحن خانقاہ میں برسنے لگے کہ تمام صحن پُر ہو گیا۔ خانقاہ کے باہر کہیں ایک اولہ بھی نہ پڑا سید جلال الدین اور دوسرے درویشوں نے خوب اولے کھائے اور برتنوں میں بھر کر رکھے۔ جب وا سطے نماز ظہر کے شیخ باہر آئے۔ سید جلال الدین سے فرمایا کہ یا سید برف بخارا کی بہتر یا اولے ملتان کے۔ سید نے عرض کیا کہ ملتان کے اولے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ اسی روز مرید ہو کر کئی سال میں مرتبہ ولایت حاصل کر کے اوچ کو رخصت ہوئے۔

نقل ہے کہ مولانا فخر الدین عراقی بھانجے شیخ شہاب الدین سہروردی کے کہ بہت بڑے عالم اور شاعر تھے۔ دمشق میں رہکر مدرسہ بنا کر درس میں مشغول ہوئے۔ ایک فقیر لڑکے پر عاشق ہو گئے اور ڈاڑھی مونچھیں منڈا کر قلندروں میں مل گئے۔ انہی کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے ہمدان وخراسان ہوتے ہوئے ملتان میں آئے۔ خانقاہ شیخ میں شب باش ہوئے۔ شیخ الاسلام نے مولانا فخر الدین کو بہ کشش باطن سے اپنے پاس بلا کر تمام شب اپنے پاس رکھا صبح کو وہ قلندر اٹھکر چلے۔ یہ بوجہ عشق و محبت کے دوڑے تمام دن انکو ڈھونڈا اور شام کو اپنے تئیں ملتان میں درخانقاہ پر پایا۔ شیخ نے مولانا کو اندر بلا کر گلے لگایا اور ان کو توجہ دی۔ ان کے دل سے محبت اس لڑکے کی محو ہوئی اور محبت الٰہی پیدا ہوئی شیخ نے اپنا ملبوس خاص عنایت کیا اور اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کر دیا۔ ایک مرید شیخ کا لاہور میں رہتا تھا اسکو شیخ زندہ دل بھی کہتے تھے۔ بروز عید ہمراہ خلق گئے تھے۔ آسمان کی جانب دیکھ کر کہا کہ آج عید کا دن ہے دوست اپنے دوستوں سے ملتے ہیں۔ میں سوائے تیرے کسی کو دوست نہیں رکھتا تو

اپنے خزانہ سے مجھکو عیدی دے اُسی وقت یرچہ کاغذ بخط سبز نوشتہ اُن کے ہاتھ آگیا اس میں لکھا تھا کہ آگ دوزخ کی تجھپر حرام کی۔ یہ مرید حاضر تھا اُس نے شیخ سے کہا کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے عیدی دی۔ آپ ہمارے خواجہ ہیں ہمکو عیدی دیجیئے۔ شیخ نے تبسم کرکے وہ کاغذ آزادی دوزخ کا اس مرید کو بخشا اور فرمایا کہ قیامت کے دن آگ دوزخ کی جانے یا میں جانوں۔

نقل ہے کہ بعہد سلطان شمس الدین التمش و حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے ولیعہد سلطان قطب الدین جب بادشاہ ہوا اور مرید قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا ہوا تمام ایشیائی سلطنت اُس کے قبضہ میں آئی۔ قباقچہ بیگ ترک ملتان اوچ اور سندھ کا حاکم ہوا۔ اُس نے فساد برپا کرنا چاہا۔ شیخ بہاء الدین اور قاضی ملتان نے بادشاہ کو اُس کے ارادے سے آگاہ کیا۔ ان کا خط قباقچہ بیگ کے آدمیوں کے ہاتھ آیا۔ اس خط کو دیکھتے ہی قباقچہ بیگ بہت غصہ ہوا اور محضر تیار کیا۔ قاری شرف الدین قاضی ملتان کو بلاکر دونوں خط کہ جو اسکی شکایت میں بادشاہ کے پاس جاتے تھے دکھلائے۔ قاضی کو اپنے قتل کا یقین ہوگیا۔ قباقچہ بیگ نے جلاد کو حکم دیا کہ اسکو قتل کرا دو۔ دوسرا خط شیخ بہاء الدین کو بلاکر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ خط میرا ہے جو میں نے لکھا ہے بادشاہ کے حق میں لکھا ہے تو کیا کرسکتا ہے۔ یہ سنتے ہی اُس کا بدن کانپ اُٹھا۔ قدموں پر گرکر عفو قصور چاہا اور رخصت کیا۔

نقل ہے کہ عبداللہ قوال بغداد سے حضرت گنجشکر کی خدمت میں اجودھن آیا۔ وہاں سے ملتان جانا چاہا۔ چونکہ راہ پر خوف تھی ان سے دعا چاہی کہ میں وہاں سلامت پہنچوں۔ آپنے فرمایا حد ملتان تک سلامت پہنچے گا۔ جب عبداللہ علاقہ ملتان میں قریب حوض کے آیا وہاں قزاقوں کو دیکھا کہ وہ قصد لوٹنے کا کرتے ہیں۔ اُسنے بآواز بلند پکار کر کہا یا شیخ بہاء الدین سرحد فرید الدین میں سے سلامت آیا۔ اب تمہاری پناہ میں ہوں۔ اسیوقت ایک سوار پیدا ہوا اور لٹیروں کو اس کے پاس سے ہٹا دیا آخر صحیح سلامت ملتان میں پہنچا۔ ایک روز یہ قوال سرخ کمبل اوڑھے شیخ کے روبرو گیا۔ شیخ نے فرمایا یہ نہ اوڑھنا چاہیئے۔ کہ سرخ لباس شیطان کا ہے۔ اُس نے گستاخی اور زبان درازی سے کہا کہ تمہارے پاس بے قیاس خزانہ ہے اُس کا خیال نہیں کرتے۔ میرے پرانے کمبل کو دیکھکر طعن کرتے ہو۔ یہ سُنکر شیخ نے فرمایا کہ ہوشیار ہو بے ادب مت ہو۔ حق احسان مت بھول یاد کر حوض پر تو نے مجھکو بآواز بلند پکارا اور میں نے پہنچکر تیرا جان و مال بچایا۔ یہ سُنکر عبداللہ منفعل ہوا۔

اور قصور معاف کرایا شیخ صدر الدین کرخی نقل کرتے ہیں کہ مولانا نجم الدین سے میں تفسیر پڑھتا تھا شیخ بہاء الدین نے مجھ سے پوچھا کہ کیا پڑھتا ہے، میں نے عرض کیا کہ تفسیر کشاف و ایجاز و عمدہ پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو پھونک اور مشغول ہو، میں نے یہ ذکر استاد سے کیا، انکو ناگوار گذرا۔ رات کو میں نے دیکھا کہ تینوں کتابیں میرے پاس رکھی تھیں دو اسمیں سے جل گئیں کہ جن کی نسبت شیخ نے فرمایا تھا، بلکہ جو اوپر تھی وہ سلامت رہی، خواجہ کمال الدین شیرازی کہ حضرت کے مرید تھے جواہرات کی سوداگری کرتے تھے، عدن سے جہاز میں بیٹھے، ان کے پاس بہت مال تھا اور سوداگر بھی ہمراہ تھے تھوڑی دور جہاز گیا تھا، بوجہ مخالفت ہوا کے جہاز بھنور میں آگیا، سب کو گمان موت کا ہوا اور رو رو کر سب لوگ دعائیں مانگنے لگے۔ کمال الدین مذکور نے فریاد کر کے کہا یا مخدوم بہاء الدین ذکریا وقت مدد ہے، اسیوقت سب نے دیکھا کہ حضرت کشتی میں تشریف لائے ہیں اور آپ کی برکت سے وہ طوفان رفع ہو گیا۔ تمام سوداگروں نے تیسرا حصہ مال اپنا حضرت کی نذر کیا۔ آخر سب نے مقام مقصود پر پہنچکر شیخ فخر الدین گیلانی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں نذرانہ بھیجا۔ اگرچہ شیخ فخر الدین نے سوائے روز امداد کے کبھی شیخ کو نہیں دیکھا تھا مگر بروقت پہنچنے کے پہچان لیا، قدمبوس ہوا اور سات لاکھ اشرفی نذرانہ سوداگران پیشکش کیا۔ آپ نے قبول فرماکر اسی وقت براہ خدا تقسیم کردیا۔ یہ سخاوت و کرامت دیکھکر شیخ فخر الدین صاحب اپنا کل مال براہ مولا دیکر حضرت کے مرید ہوئے اور فقیری اختیار کی۔ چنانچہ مزار شیخ فخر الدین گیلانی کا جدہ میں ہے۔

نقل ہے کہ شب ماہ رمضان سے ایک شب شیخ نے اپنے مریدوں سے فرمایا۔ میرا وہ دوست ہے جو تمام رات میں دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں ایک قرآن شریف ختم کرے۔ چنانچہ حضرت نے خود امام ہوکر دونوں رکعت ادا کیں اور چار سیپارہ اور پڑھے اور ہمیشہ حضرت بعد نماز تہجد کے تا نماز صبح ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک روز آپ اپنے حجرہ شریف میں مشغول تھے اور صدر الدین آپکے پسر در حجرہ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک شخص پیدا ہوا اس نے ایک لفافہ سربمہر شیخ صدر الدین کو دیکر کہا کہ یہ اپنے مخدوم کو دیدو کہ اتنے میں شیخ باہر آئے انہوں نے وہ خط ان کے ہاتھ میں دیا۔ آپ خط کو دیکھتے ہی اللہ کہا اور جان بحق تسلیم ہوئے حجرہ میں سے آواز آئی کہ دوست بدوست پیوست۔ وفات حضرت کی ۶۶۶ھ میں ہوئی مزار ملتان میں ہے۔ آپکے جد و پدر اور بی بی رستی آپکی والدہ ان صاحبوں کے مزار

ملتان میں ہیں۔ آپ کے دادا کے مزار پر ایک درخت ہے جو دیوانہ اس کے پتے کھاتا ہے اچھا ہوجاتا ہے۔ خلیفہ آپ کے بہت سے ہیں۔ چنانچہ شیخ فخر الدین عراقی دمشق میں اور شیخ نجم الدین علی برعشی شیرازی بغداد میں اور جو ہندوستان میں ہیں ان کا ذکر آگے آئیگا۔

ذکر حضرت صدر الدین عارف بن شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہ

آپ خلیفہ اعظم و صاحب سجادہ شیخ کے تھے علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ روزگار تھے اور خوارق و کرامات بے اندازہ رکھتے تھے اور قطب تھے۔ آپ سات بھائی تھے۔ شیخ صدر الدین، شیخ برہان الدین و شیخ ضیاء الدین و شیخ علاء الدین و شیخ شہاب الدین۔ شیخ قدرت الدین و شمس الدین بعد انتقال پدر کے جب ترکہ تقسیم ہوا تو شیخ صدر الدین کے حصہ میں سات لاکھ اشرفی سوائے اور جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کے آئیں اسی وقت سب کو راہِ خدا میں تقسیم کیا۔ کچھ اپنے پاس نہ رکھا۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے والد نے راہِ خدا میں بھی صرف کیا اور خزانہ معمور کر گئے تم نے اتنا مال جو میراث پدری سے ملا تھا ایک دن میں برباد کیا۔ کل کے واسطے کوڑی بھی نہ رکھی بُرا کیا۔ آپ نے ہنسکر فرمایا کہ میرے والد دنیا پر غالب تھے۔ دُنیا ان کو فریب نہ دیسکتی تھی۔ میں ابھی اس درجہ پر نہیں پہنچا۔ اگرچہ کبھی کبھی میں بھی غالب آگیا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا غالب ہوکر مجھکو راہِ مولا سے پھیرے۔ اسواسطے اسکو جدا کیا کہ تسلی دل کے ساتھ یاد خدا کروں حصۂ پدری رکھنے کو میرے بھائی کافی ہیں۔ ساتواں حصہ رہا رہا نہ رہا۔ ایک روز شیخ صدر الدین دریا کے کنارہ پر وضو کر رہے تھے۔ شیخ رکن الدین ان کے فرزند ہفت سالہ ان کے ہمراہ تھے کہ ایک غول ہرنوں کا سامنے سے آیا اُنمیں ایک بچہ پر شیخ رکن الدین کا دل مائل ہوا۔ چاہتے تھے کہ اسکو پکڑیں مگر باپ کے ڈر سے نہ اٹھ سکے اُدھر شیخ نے وضو کر کے فرزند کو اپنے پاس بٹھا کر قرآن شریف پڑھوانا شروع کیا۔ انکا قاعدہ تھا کہ ہر روز چار دفعہ کے پڑھنے میں ایک سیپارہ حفظ کر لیا کرتے تھے اُس روز سات بار پڑھا اور حفظ نہ ہوا۔ شیخ نے اسکا سبب پوچھا۔ خدام نے عرض کیا کہ ہرنوں کی ڈار سامنے سے نکلتی تھی اُن میں بچے بھی تھے۔ شاید انکا دل اسطرف گیا ہو۔ شیخ نے فرزند سے پوچھا کہ بابا ہرن کدھر گئے ہیں انھوں نے کہا دریا سے جانب غرب گئے ہیں اور بچے بھی خوبصورت تھے۔ شیخ نے تھوڑی دیر تامل کیا دیکھا کہ ہرنی بچوں

کو لیئے ہنڈی چلی آتی ہے اور شیخ کے آگے آکھڑی ہوئی۔ شیخ رکن الدین نے بچہ کو پکڑ کر گود میں لیا۔ اُسی وقت دوجُز یاد کیئے اور ہرنی بچہ کو لیکر اپنے گھر آئی۔ یہ حضرت جامع الکرامات منبع الحسنات قطب الوقت شیخ المشائخ ہند گزرے ہیں۔ کرامات آپ کی بے انتہا مشہور ہیں وفات حضرت کی ۲۳ ذی الحجہ ۷۳۴ھ میں ہوئی۔ مزار ملتان میں ہے نزد مزار والد۔

ذکر حضرت شیخ جمال خندان رو قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین عارف کے تھے بہت باکمال و باعظمت گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۶۷۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حسن افغان قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے تھے۔ صاحب ذوق شوق عالم علوم باطنی آپ محض امی تھے مگر امتحاناً کسی قسم کا کتبہ آپ کے سامنے آتا اُس کے معنی مطلب سب بیان فرمادیا کرتے تھے، ان کے پیر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا قیامت کو مجھ سے سوال کریگا کہ میرے واسطے کیا تحفہ لایا۔ عرض کروں گا کہ حسن افغان کی مشغولی عبادت جس زمانہ میں آپ دہلی آتے تھے راستہ میں دیکھا کہ ایک مسجد بناتے ہیں اور بہت سے عالم قبلہ درست کر رہے ہیں یہ بھی وہاں کھڑے ہوگئے آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ جدہر میرا منہ ہے اُدہر محراب درست کر دو۔ لوگوں کو انکار ہوا۔ آپنے انگشت شہادت قبلہ کی طرف اُٹھا کر فرمایا اگر میرے کہنے کا اعتبار نہیں تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ غرض کل حاضرین زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے۔ ایک روز آپ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے کہ امام کے دل میں کچھ خطرے گذرے۔ بعد نماز کے آپ نے امام کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ لیجا کر کہا کہ آپ دہلی سے افغانستان میں جاتے تھے وہاں سے بردہ خرید کر ملتان میں لاتے تھے۔ انکو بیچکر نفع کثیر اٹھاتے تھے۔ بیچارہ حسن دست بستہ ننگے پاؤں تمہارے پیچھے حیران پھرتا تھا۔ اس نماز کو کیا نماز کہوں ع
دل در کار و تن باخدا بود۔ الغرض ایسی ایسی بہت سی کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئی ہیں، وفات حضرت کی ۶۸۹ھ میں ہوئی۔ مزار ملتان پائین مزار مرشد ہے۔

ذکر حضرت سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے تھے جو سید بخاری کہلاتے ہیں وہ سب آپکی اولاد

سے ہیں۔ نسب نامہ آپ کا یہ ہے ۔ سید جلال الدین بن سید ابوالموید علی بن سید جعفر بن سید محمد سید محمود بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن سید امام نقی رضؓ ۔ جاننا چاہیئے سید علی اصغر کے دو بیٹے تھے ۔ سید عبداللہ سے سادات بخاری اور سید اسمٰعیل سے سادات بھاکری سید صاحب کے بہت سے لقب ہیں ۔ جلال الدین شیر شاہ ابوالبرکات و ابوالصمد و میر بزرگ مخدوم اعظم و جلال اکبر و عظیم اللہ اور آپ نواسے سلطان محمود بادشاہ توران کے تھے ۔

مظہر جلالی میں لکھا ہے کہ حضرت مادرزاد ولی تھے ۔ لڑکپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے شہر سے باہر آئے ۔ وہاں ایک جنازہ کی نماز تیار تھی ۔ آپ نے پوچھا چارپائی پر جو پڑا ہے اُس کا کیا حال ہے ۔ کسی نے کہا فلاں شخص مرگیا اُس کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے ۔ آپ نے کہا پھر کیا کروگے اُس نے کہا کہ زمین میں دفن کردینگے ۔ یہ سُنکر آپ کا بدن کانپا اور اللہ اکبر کہکر سرہانے مردے کے جاکر قم باذن اللہ فرمایا وہ مردہ فوراً زندہ ہوگیا اور اپنے پاؤں چلا گیا ۔ چالیس برس اور زندہ رہا ۔ جب آپ کے والد کو یہ خبر ہوئی انہوں نے بہت کچھ دھمکایا اور منع فرمایا کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا شرع میں رخنہ پڑتا ہے ۔ پہلے گھر سے سفر کرکے آپ نجف اشرف آئے چندے وہاں رہ کر مدینہ میں آئے وہاں سے بیت المقدس کو گئے پھر مدینہ میں آئے وہاں کے سادات نے آپ سے سند سادات چاہی ۔ آخر یہ امر طے ہُوا کہ مزار رسول مقبول پر چلکر دریافت کریں ۔ سید جلال الدین نے روضۂ عالیہ کے روبرو کھڑے ہوکر کہا السلام علیک یا والدی روضہ کے اندر سے آواز آئی وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ عینی و سراج کل امتی انت منی و من اہل بیتی ۔ یہ سنکر تمام سادات انکی توقیر اور تعظیم بجالائے ۔ بعدہٗ کعبہ میں آنکر حج کیا ۔ وہاں سے چلکر ربع مسکون کی سیر کی ۔ ہزارہا مخلوق کو ہدایت فرمائی اور ملک پنجاب میں آنکر شہر جھنگ سیالان آباد کیا ۔ ایک روز آپ حجرہ میں نہ تھے اور دروازہ بند تھا ۔ حاضرین مسجد کے کان میں ذکر نفی اثبات کی آواز آتی تھی ۔ آپ کے مریدوں میں سے شیخ عارف نے پوچھا کہ آپ تو حجرہ میں نہ تھے وہ کون تھا جو حجرہ میں ذکر کررہا تھا ۔ فرمایا کہ پیالہ چوبی ذکر کرتا تھا ۔ ایک بار تغلق نام افغان کہ درویش کامل تھا سندھ سے چلکر اوچ میں آیا ۔ راستہ میں جو فقیر اسکو ملا اُسکی ولایت کو سلب کیا ۔ اوچ میں آکر سید صاحب کو بھی بلوایا ۔ اسوقت آپ مشغول تھے ۔ تغلق کا خادم ہیبت کی وجہ سے کچھ عرض نہ کرسکا ۔ اور واپس جاکر تغلق سے حال شیخ بیان کیا وہ خود سوار ہوکر مسجد کے دروازہ پر آیا ۔ اندر

آنا چاہا مگر نہ آسکا۔ آخر کار کہا کہ یہ سید کامل ہیں مگر افسوس ہے کہ عیالدار رہے یقین ہے کہ تمام عالم میں اُسکی اولاد بھر جاویگی۔ کہیں یہ آواز آپ کے کان میں پہنچی آپ کو غصہ آیا اور اسکو نظر جلال سے دیکھا اُسی وقت وہ جلکر مرگیا۔ لکھا ہے کہ جب یہ بخارا سے بھکر میں آئے ہیں تو سید بدرالدین نے اپنی دختر کا نکاح آپ سے کیا۔ چندے وہاں رہکر پھر اوچ میں آئے تھے۔ آپ کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ وفات حضرت کی بعمرہ ۹۵ سال ۶۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد معشوق قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ صدرالدین عارف کے تھے ہمیشہ مخمور رہتے تھے۔ قندھار میں سوداگری کی دکان تھی ملتان میں واسطے تجارت کے آتے تھے۔ ایک دن راستہ میں شیخ صدرالدین کو دیکھا۔ شیخ نے ان کو اپنے پاس خانقاہ میں بلاکر قدرے شربت اپنا جھوٹا پلایا اسکے پیتے ہی ان کا دل روشن ہوگیا اور مرید ہوئے تمام مال ومتاع خیرات کرکے فقیر ہوئے۔ ایک دن یہ نہارہے تھے کہ دعا کی آلہی تو بادشاہ ہے اپنے بندوں کو اپنی عنایت سے نوازتا ہے جب تک مجھکو اپنے قرب واپنے مرتبہ سے کہ میرا تجھکو کتنا خیال ہے نہ آگاہ کریگا میں پانی سے پاؤں باہر نہ رکھوں گا۔ اسوقت آواز غیب ہوئی کہ تیرا مرتبہ ہماری درگاہ میں بہت ہے کہ تیرے وسیلہ سے خلقت کو آتش دوزخ سے بچاکے بہشت میں بھیجوں گا عرض کیا کہ آلہی تیری نعمت کی حد اور تیری رحمت کی گنتی نہیں۔ اسپر اکتفا نہ کرونگا۔ پھر آواز ہوئی کہ تجھ کو اپنا محبوب اور معشوق کیا۔ تاکہ طالبوں کو تو میرا عاشق کرے۔ یہ سنکر پانی سے نکلے۔ آخر بوجہ جذبۂ عشق کے جہاں اور اہل جہاں سے بیخبر ہوکر مست و مدہوش ہوگئے تھے۔ آخر علماء نے ان کو پکڑا کہ فرض کیوں نہیں ادا کرتا۔ ورنہ تجھ پر حد جاری کرینگے۔ انہوں نے کہا کہ میں توت نماز پڑھنے کی نہیں رکھتا ہوں۔ خیر تمہارے کہنے سے نماز تو پڑھتا ہوں مگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھوں گا۔ انہوں نے کہا بے فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی کہا کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین نہ کہونگا۔ انہوں نے کہا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوتی۔ آخر علماء نے نماز پر ان کو کھڑا کیا جسوقت ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچے سر دونگٹے سے خون ٹپکنے لگا کہ کپڑے تر ہوگئے رکعت توڑکر آپنے علماء سے فرمایا کہ میں زن حائضہ ہوں نماز مجھکو معاف ہے۔ وفات حضرت کی ۶۷۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ضیاالدین رومی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شہاب الدین سہروردی

کے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی آپکا مرید تھا۔ وفات حضرت کی ۷۲۱ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت لال شہباز سندھی سہانی قدس سرہ

حضرت صاحب کمالات ظاہری و باطنی اور صحیح النسب سادات حسینی اور خلیفہ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے تھے۔ بوجہ جذب اور مستی کے طریقہ آپکا ملامتیہ تھا سُرخ کپڑے پہنتے تھے۔ آپکے مرید بہت تھے ہنوز آپ کے مزار سے کرامتیں ظہور میں آتی ہیں۔ آپ کو اپنے جدی خاندان میں بھی حضرت امام جعفر صادق سے اجازت ہو دفات حضرت کی ۷۲۴ھ میں ہوئی مزار پُر انوار حضرت کا ملک سندھ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی بن شیخ صدرالدین عارف قدس سرہ

آپ صاحب سجادہ اپنے والد کے تھے۔ عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اور ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ نقل ہے کہ انکی سات مہینے کی عمر تھی۔ انکی والدہ صاحبہ جاندرات کے سلام کو اپنے خسر شیخ بہاء الدین ذکریا کی خدمت میں گئیں وہ دیکھتے ہی تعظیم کو کھڑے ہوئے یہ بیوی نہایت متعجب ہوئیں اور تعظیم کی کیفیت دریافت کی۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ تعظیم تیری نہ تھی بلکہ اُس لڑکے کی ہے جو میرے خاندان کا چراغ ہے۔ ایک روز شیخ بہاء الدین چارپائی پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور دستار پائے پر رکھی تھی اور شیخ صدرالدین نیچے فرش پر باادب بیٹھے تھے شیخ رکن الدین کہ عمر انکی چار برس کی تھی چارپائی کی پٹیاں پکڑے کھیل رہے تھی یکایک دستار اپنے دادا کی اُٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ شیخ صدرالدین نے یہ دیکھکر کہا کہ باادب رہو۔ شیخ بہاء الدین نے فرمایا کہ منع نہ کرو یہ میری دستار کا حق دار ہے میں نے اسکو عطا کی۔ چنانچہ جب یہ صاحب سجادہ ہوئے تو وہی دستار اپنے دادا کی سر پر رکھی نقل ہے کہ شیخ رکن الدین فیض الہی کے ایک دریا تھے جو شخص اپنی مراد حضرت کے پاس لاتا گوہر مراد سے دامن پُر کرتا۔ اسوجہ سے آپکو قبلۂ حاجات کہتے تھے۔ چنانچہ مخدوم جہانیاں اور شیخ عثمان ساج اور دیگر ہزاروں مشائخ آپ کی توجہ سے اولیا ہوئے یہ حضرت سلطان علاء الدین کے عہد میں دوبار اور سلطان قطب الدین کے عہد میں تین بار رونق افروز دہلی ہوئے ہیں سلطان علاء الدین اگرچہ متکبر تھا مگر آپ کی پیشوائی کو ہمیشہ سوار ہوتا تھا اور دو لاکھ آتے وقت اور پانچ لاکھ جاتے وقت پیش کرتا تھا۔ حضرت اسکو قبول کر کے مساکین کو تقسیم

کر دیتے تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو برادر نظام الدین کی محبت دہلی لاتی ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت نظام الدین اولیا و شیخ رکن الدین مسجد کیلوکھری میں جمع تھے اور شیخ عماد الدین اسمٰعیل برادر شیخ رکن الدین بھی حاضر تھے ان کے دلمیں گذرا کہ اسوقت اس جگہ پر قران السعدین واقع ہے۔ اگر ان دونوں بزرگوں میں کچھ نکتہ علم درمیان میں آجائے تو خالی از لطف نہ ہوگا۔ انہوں نے دونوں صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا حکمت الٰہی تھی کہ حضرت رسول مقبول نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت کی۔ شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ بعضے کمالات باطنی حضرت شاہ رسالت کے موقوف اوپر ہجرت کے تھے کہ جب مکّہ سے مدینہ میں آویں تب اُنکی تعمیل ہو۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ میرا خیال اس کے خلاف ہے۔ یعنی بعض ناقصان اہل مدینہ بہ سبب نقصان ظاہری و باطنی اپنے کے استطاعت اُنکی نہ رکھتے تھے کہ مدینہ سے مکّہ پہنچکر حاصل کریں اللہ جل شانہ نے کمال فضل وکرم اپنے سے حضرت رسول خدا کو مکّہ سے مدینہ میں بھیجا تاکہ وہ نقص کمال کو پہنچے اور دولت لازوال بے طلب وسوال ان کو حاصل ہو۔ الغرض ایسے کلام شیریں دونوں بزرگوں میں واقع ہوئے۔ نقل ہے کہ شیخ رکن الدین واسطے دیکھنے بادشاہ کے جب تشریف لے گئے اسوقت بادشاہ تخت رواں پر سوار باہر دیوان خاص کے کھڑا تھا اور خلقت عرض معروض کر رہی تھی کہ شیخ بادشاہ کے قریب پہنچے اور خادم سے اشارہ کیا کہ پہلے اہل حاجت کی عرضیاں پیش کرو۔ بادشاہ نے انکو مطالعہ کر کے ہر ایک پر دستخط کیئے۔ جب عرائض پیش ہو چکے اُسوقت بادشاہ دیوان خاص کو پھرے۔ فقط آپ کا تشریف لیجانا کاربراری اہل حاجت کے لیئے تھا کسواسطے کہ دوستان خدا کی نیت ہر وقت کار خیر میں رہتی ہے۔ نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق بعد فتح دکن کے دہلی آیا اسوقت شیخ رکن الدین بھی دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ بادشاہ کوشک سلطانی میں قیام پذیر ہوا۔ شیخ رکن الدین بھی تشریف لے گئے۔ سلطان اور شیخ اور دیگر اُمرا باہم کھانا کھا رہے تھے کہ شیخ نے سلطان سے فرمایا کہ یہ عمارت نئی ہے۔ صلاح یہ ہے کہ جلدی اس میں سے باہر ہو جاؤ۔ سلطان نے کہا بعد تناول طعام کے۔ اسطرح تین بار شیخ نے تکرار کی۔ بادشاہ نے وہی جواب دیا۔ آخر شیخ بغیر ہاتھ دھوئے وہاں سے اُٹھکر باہر ہی آئے تھے کہ چھت اُس مکان کی گری اور بادشاہ اس صدمہ سے مرگیا۔ یہ ذکر ۷۲۵ھ

کا ہے۔ ایک روز سلطان غیاث الدین نے مولانا ظہیر الدین سے پوچھا کہ شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی۔ مولانا نے عرض کیا کہ جمعہ کے دن میں نے دیکھا کہ خلق کثیر برائے قدمبوسی شیخ رکن الدین جمع ہے۔ میرے دلمیں گذرا کہ شیخ کے پاس عمل تسخیر ہے حالانکہ میں مولوی ہوں مگر میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور یہ ارادہ کیا کہ صبح شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر مسئلہ استنشاق اور مضمضہ دریافت کروں گا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ نے میرے مُنہہ میں حلوا دیا جب بیدار ہوا تو منہ میٹھا تھا سمجھا کہ شیطان نے شیخ کی شکل میں دھوکا دیا۔ جب شیخ کی خدمت میں صبح پہنچا فوراً شیخ نے فرمایا کہ: مولانا خوش آمدی منتظر شما بودم کہ کب مولانا آویں اور میں اُن کا مسئلہ کہوں۔ جان لو کہ جنابت دو نوع پر ہے ایک جنابت دل، دوم جنابت تن۔ جنابت تن قرب عورت اور جنابت دل صحبت مردمان بدکار و نالائق سے جیسا کہ بدن پانی سے پاک ہوتا ہے ایسا ہی دل زیارت مرد نیک سے پاک ہوتا ہے۔ اور کلی اور ناک میں پانی دینا سنت ہے۔ اسکی وجہ سے حدثِ عضو دور ہوتی ہے اور جس طرح شیطان رسول خدا کی صورت نہیں بنا سکتا اسی طرح دوستانِ خدا کی بھی صورت نہیں بنا سکتا۔ اگرچہ تمام عالم ہو مگر مرد قالی کہ جان سے خالی ہو۔ پس میں نے اپنے سوال کا جواب کافی سنکر بیعت کی۔

نقل ہے کہ جب دن وفات کے نزدیک پہنچے خلق سے گوشہ کیا۔ حجرہ میں سے باہر نہیں آتے تھے سوائے ادائے نماز کے آخر بتاریخ ۱۶ ر رجب ۷۳۵ھ ہجری میں بعد نماز عصر کے مولانا ظہیر الدین کو حجرہ میں بلا کر فرمایا کہ تجہیز و تکفین کا بندوبست کر اور بعد نماز مغرب نوافل اوابین پڑھکر سر سجدہ میں رکھا۔ اور جان بحق تسلیم کی۔ بعد آپ کے فرزند محمد اسمٰعیل صاحب سجادہ ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ حمید الدین ابو الحاکم قریشی الہنکاری قدس سرہ

آپکا نسب نامہ یہ ہے۔ بن سلطان بہاء الدین بن سلطان قطب الدین۔ بن سلطان رشید الدین بن سلطان ابو علی بن شیخ موسیٰ ہنکاری بن شیخ ابو طاہر بن شیخ ابراہیم بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شریف عمر بن شیخ عبدالوہاب بن ابو السفیان بن حارث۔ لکھا ہے کہ حضرت ۱۲ ربیع الاول ۵۸۵ھ میں بطن بی بی حاج بنت شہزادہ بہار الدین بن سلطان قطب الدین سے تولد ہوئے تین برس کے تھے کہ ان کے دادا فوت ہوئے۔ ان کے

والد بادشاہ ہوئے۔ دس برس سلطنت کرکے فقیر ہوکر حرمین میں آئے اور تجرید و تفرید کے ساتھ چودہ برس یاد خدا میں مشغول رہے شیخ حمید الدین بادشاہ ہوئے۔ بعد ایک سال کے ترک لباس کرکے معہ اپنی بی بی کے لاہور میں آئے۔ اور سید احمد تختہ ترمذی اپنے جدو مادری کے مُرید ہوکر کار فقر کو پورا کرکے خرقۂ خلافت طریقہ شطاریہ میں حاصل کیا۔ جب سید احمد کا وقت قریب آیا انہوں نے فرمایا کہ تیرا حصہ شیخ رکن الدین کے پاس ہے۔ اُنکی خدمت میں جا اور اپنا حصہ لے یہ وہاں سے چلکر ملتان میں آئے اور شیخ رکن الدین کے مرید ہوکر بکمال ولایت پہنچے۔ نقل ہے کہ ایکدن وزیر سلطان غیاث الدین تغلق کا آپ کی خدمت میں آکر ایک کونے میں بیٹھا اور اس کے دل میں گذرا کہ جو تعریف میں نے اس فقیر کی سنی تھی ویسانہ پایا۔ یہ ایک بینوا ہے۔ اپنا خرقہ آپ سیتا ہے۔ حضرت نے نور باطن سے معلوم فرماکر اپنی ٹوپی کو ٹیڑھا کیا اُسیوقت وزیر اور اُس کے خدام کے چہرے ٹیڑھے ہوگئے۔ پس اُسنے عذر تقصیر چاہا اور پاؤں پر گرا۔ شیخ نے ازراہ ترحم اپنی ٹوپی کو سیدھا کیا اُسی وقت اُن کے چہرے بھی سیدھے ہو گئے۔ شیخ جمال الدین اوچی رسالہ حمیدیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ کے خادموں میں سے ایک کو باؤلے کتّے نے کاٹا تھا۔ اس صدمہ سے وہ لب دم تھا۔ شیخ اسکو پوچھنے آئے۔ ایک فقیر کے دل میں خیال آیا باوجودیکہ شیخ ایسے باکمال ہیں اور اُن کا خادم لب دم ہے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرماکر ارشاد کیا کہ اپنا تھوک زخموں پر لگا۔ اور میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس کتّے کے کاٹے پر تیرا تھوک لگے اسکو شفا ہو۔ اُس خادم نے بموجب ارشاد والا اپنا تھوک زخموں پر لگایا اور اچھا ہوا۔ وفات حضرت کی ۲۲ ربیع الاول ۷۳۰ھ میں بعمر ۱۶۷ برس ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ وجیہہ الدین عثمان سیاح سنامی قدس سرہٗ

آپ مُرید شیخ رکن الدین ابو الفتح کے اور بیٹے قاضی حمید الدین منہاج کے تھے۔ سنام سے دہلی میں آکر دفتر سلطان میں نوکر ہوئے۔ ایک روز دریا کی طرف گذر ہوا۔ وہاں دیکھا کہ شیخ رکن الدین نماز پڑھ رہے ہیں دیکھتے ہی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ شیخ کی قدمبوسی کی اور مرید ہوئے۔ نوکری چھوڑ کر شیخ کے ہمراہ ملتان میں آئے۔ بعد تکمیل کار درویشی کے خرقۂ خلافت حاصل

کرکے اولیائے وقت ہوکر تمام روئے زمین کی سیاحی کی۔ سوائے ایک تہہ بند کے دوسرا کپڑا نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ طواف کعبہ میں کہ موسم گرمی کا تھا آپ نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام آپ پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور خضرؑ نے آپ کو بمنّت کپڑے پہنائے اور فرمایا کہ دہلی جا۔ نظام الدین اولیا تجھکو امانت دینگے۔ آپ حسب الامر خضرؑ دہلی آکر سلطان جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر فیضان چشتیہ بھی حاصل کرکے صاحب وجد و سماع ہوئے۔ نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق بعد قتل خسرو خاں تخت دہلی پر بیٹھا۔ سماع کی اس نے ممانعت کی اور حکم دیا کہ کوئی گانے والا کسی صوفی کے روبرو نہ گائے ورنہ گُدی کے پیچھے زبان کھنچوائی جائیگی اور ایک محضر بہ اعتراض سماع برائے سلطان المشائخ تیار کروایا۔ اسوجہ سے سمع بند تھا۔ ایک روز امیر حسن قوّال آپکی خدمت میں آیا۔ شیخ نے فرمایا کچھ کہہ اُس نے آہستہ آہستہ یہ بیت گانی شروع کی ؎

زاہد ز دیں بر آمد ملا ز اعتقاد ؛؛ کافر محمدی شد صوفی چنانچہ ہست

یہ بیت سنتے ہی شیخ کو وجد ہوا اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ دروازہ کھولدو اور بآواز بلند گاؤ۔ سماع سنکر ہزاروں اہل سماع آگئے اور ایک شور و غل ہونے لگا یہانتک کہ بادشاہ کو بھی خبر ہوئی اور خواصوں نے یاد دلایا کہ خسرو خاں نمکحرام نے بعد قتل سلطان قطب الدین خزانۂ سلطانی صوفیوں کو تقسیم کردیا تھا۔ کئی لاکھ روپے شیخ سیاح کو بھی دیئے تھے اب ان سے واپس لینا چاہیئے۔ بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ شیخ سیاح نے کچھ نہیں لیا تھا۔ اسپر سلطان بہت خوش ہوا اور شیخ کی عزت کی اور پہلے جو بہ جہت سماع اور غوغائے خلائق برہمی پیدا ہوئی تھی اس کا عذر چاہا اور اپنی دعوت میں قوالوں کو طلب کرکے شیخ کی دعوت میں محفل سماع گرم کی وفات حضرت کی سنہ ۷۳۹ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے

ذکر حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ صدرالدین کے تھے اور حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی سے بھی فیضان چشتیہ حاصل کیا تھا۔ سلطان محمود بن غیاث الدین تغلق کہ جو فقیر کش تھا آپ اسکو کبھی خیال میں نہیں لاتے تھے اور سختی سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایکدفعہ ایک جوان گھوڑے پر سوار جاتا تھا اُسنے ایک تازیانہ گھوڑے کے مارا شیخ نے تیز نظر سے اسکو دیکھا اُسیوقت بیہوش ہوکر گھوڑے سے گر پڑا۔ یہ دیکھکر لوگ دوڑے دیکھا تو اُسکے چوتڑوں پر تازیانہ کا نشان پایا۔ وفات حضرت کی سنہ ۷۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہی متصل درگاہ چراغ دہلی نالہ سے پار آپ کا مقبرہ عالی زیارتگاہ ہے وہاں جو آبادی ہے اسکو شیخپورہ کہتے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ علاء الدین ملتانی قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین عارف کے تھے علوم ظاہری اور باطنی اور کرامت میں مشہور تھے اور مخاطب بہ محبوب اللہ تھے مخدوم جہانیاں کو آپکو بہت محبت تھی. وفات حضرت کی سنہ ۷۴۰ھ میں ہوئی

ذکر حضرت سید میر ماہ سہروردی بن سید نظام الدین قدس سرہ

آپ مرید اپنے والد کے اور وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے اور سید اشرف جہانگیری سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ وفات حضرت کی سنہ ۷۴۴ھ میں ہوئی مزار بہرائچ میں ہے

ذکر حضرت شیخ حاجی چراغ ہند قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ رکن الدین ملتانی کے تھے بعد عطائے خرقۂ خلافت ظفرآباد میں معمور ہوکر ہدایت خلق میں مصروف رہے وفات حضرت کی سنہ ۷۸۳ھ میں ہوئی۔ مزار ظفرآباد میں ہے۔

ذکر حضرت میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری قدس سرہٗ

آپ پوتے سید جلال سرخ اوچی کے تھے اور بیٹے سید احمد کبیر کے تھے۔ یہ حضرت ولی مادر زاد تھے بچپن سے آثار بزرگی کے جلوہ نما تھے۔ کہتے ہیں کہ انکی سات برس کی عمر تھی کہ ان کے والد انکو شیخ جمال الدین خنداں رُو کے روبرو لے گئے اسوقت ان کے پاس ایک طباق کھجوروں کا بھرا رکھا تھا۔ فرمایا کہ حاضرین کو تقسیم کردو۔ مخدوم جہانیاں نے اپنا حصہ مع گٹھلیوں کے کھانا شروع کیا۔ شیخ جمال نے یہ دیکھکر تبسم کناں فرمایا کہ سید مع گٹھلیوں کے کیوں کھاتے ہو۔ مخدوم نے باوجود خورد سالی کے جواب دیا کہ یہ کھجوریں آپ کے ہاتھ سے نصیب ہوئی ہیں ان کی گٹھلیاں بھی فیض سے خالی نہیں۔ اسواسطے نہیں پھینکتا۔ یہ سنکر شیخ جمال بہت خوش ہوئے۔ اور ان کے حق میں دعا کی۔ لکھا ہے کہ مخدوم نے پہلے بیعت سلسلۂ سہروردیہ میں اپنے والد سے کی۔ بعدہ اپنے چچا شیخ صدر الدین محمد غوث سے خرقۂ تبرک حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ رکن الدین ملتانی سے خرقۂ خلافت پایا۔ بعد اس کے شیخ السلام شیخ عفیف الدین عبداللہ مطری سے مکۂ معظمہ میں حاصل کیا اور دو برس اُنکی خدمت میں رہ کر عوارف اور دوسری کتابیں سلوک میں پڑھیں۔ شیخ عفیف نے ان کو گازرون میں جانے کا حکم دیا۔ جب یہ گازرون میں پہنچے شیخ امام الدین برادر شیخ امین الدین گازرونی نے فرمایا کہ تمہارے دادا نے مجھہ سے ملنے کا قصد کیا تھا مگر شیطان نے میرے مرنے کی خبر جھوٹی ان کو دی اور

وہ مکہ معظمہ کو چلے گئے۔ اب تو میرا سجادہ ہے۔ اور مقراض ان کو دیکر فرمایا کہ یہ حق تیرا ہے پس اُن سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے چندے اُنکی خدمت میں رہکر مصر اور شام، عراق بلخ اور خراسان وغیرہ ممالک کا سفر کرتے ہوئے چھ حج کر کے ہندوستان میں آئے اور بیت اللہ شریف میں امام عبداللہ یافعی کی خدمت میں رہے اور بحکم امام دہلی میں آکر حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہوکر چندے اُنکی خدمت میں رہے اور فیضان چشتیہ حاصل کیا۔ جاننا چاہیئے کہ مخدوم جہانیاں چودہ خانوادہ کے خلیفہ ہیں اور تمام جہان کی سیر کی۔ تمام اولیائے وقت سے ملے۔ اور حضرت غوث پاک سے نہایت عقیدت تھی۔ سید اشرف جہانگیری تحریر فرماتے ہیں کہ جس قدر خوارق اور کرامت مخدوم جہانیاں سے صادر ہوئے۔ اولیائے متاخرین میں سے ایک کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ چنانچہ جس روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اُسی روز اطوار قطبیت وغوثیت سے مشرف ہوا۔ چنانچہ شیخ علاء الدین چشتی قطب بنگالی نے وقت انتقال کے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کی نماز مخدوم جہانیاں پڑھائیں گے اور کوئی نہ پڑھائے۔ یہ سنکر تمام مرید حیران تھے کہ مخدوم اوچ میں ہیں کیونکر آپ کے جنازہ کی نماز کے وقت حاضر ہونگے۔ چنانچہ جب اُن کا انتقال ہوا تو لوگوں نے مخدوم جہانیاں کو وہاں حاضر دیکھا اور جنازہ کی نماز پڑھائی اور چندروز رہکر نور قطب عالم کو تربیت کیا اور سجادہ پر بٹھایا۔ وہاں پر بہت سے اکابر حضرت کے مرید ہوئے۔ انوار عاظمیہ سے نقل ہے کہ ایکروز مخدوم اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ یکایک گھاس کی گھٹڑی میں آگ لگی اور اُس میں سے شعلہ اُٹھا۔ مخدوم نے ایک چٹکی خاک کی اُٹھا کر یا شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی باواز بلند پڑھکر اسطرف پھینکی معاً آگ بجھ گئی۔ ایکروز خانجہاں مرزا وزیر سلطان فیروز شاہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ اُس نے ایک منشی کے لڑکے کو قید کیا تھا۔ اُس لڑکے نے آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرماکر وزیر سے فرمایا کہ اس مظلوم کو چھوڑدے اس میں تیری خیر ہوگی۔ وزیر نے بموجب حکم عالی رہا کیا۔

اخبار الاولیا سے نقل ہے کہ شب عید کو مخدوم جہانیاں روضہ شیخ الاسلام بہاء الدین پر جاکر مستدعی عیدی کے ہوئے۔ مزار سے آواز ہوئی کہ تیری عیدی یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تجھکو مخدوم جہانیاں کیا۔ بعد اُس کے شیخ صدر الدین عارف کے مزار پر عیدی کی التجا کی۔ وہاں سے بھی جواب باصواب پایا۔ خزینہ جلالی میں لکھا ہے کہ ایک بار شیخ ابوالفتح ملتانی زینہ پر سے اُترتے تھے

مخدوم نے دوڑکر اپنے کو زیر زینہ ڈالا اس مراد سے کہ قدم میرے پیر کا سینہ پر پڑے۔ یہ دیکھ شیخ نے کہا یا سید مرتبہ ولایت تمہارا اپنے مرتبہ کو پہنچ چکا ہے۔ تم مخدوم جہانیاں ہو گئے اور اپنے ہاتھ سے اُٹھاکر سینہ سے لگایا اور بہت نعمتیں عطاکیں اُس روز سے مخاطب بخطاب مخدوم جہانیاں ہوئے
ایک بار مخدوم جامع مسجد اوچ میں معہ چند علماء درویشوں کے معتکف تھے۔ حاکم اوچ واسطے زیارت حضرت کے آیا۔ حضرت کے گرد ہجوم درویشوں کا دیکھکر کئی درویشوں کو جھڑک کر مسجد سے باہر نکالا۔ مخدوم نے یہ حال دیکھکر فرمایا کہ اے بدبخت تو دیوانہ ہوا ہے کہ درویشوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہ فرماتے ہی حاکم دیوانہ ہوگیا۔ کپڑے پھاڑے مسجد سے نکلکر لوگوں کو پتھر مارتا ہوا باہر پھرنے لگا۔ آخر بمشکل اسکو پابہ زنجیر کرکے بعد بہت دنوں کے اُس کا بوڑھا باپ حضرت کی خدمت میں آیا اور اسکی شفاعت چاہی۔ آپ نے ازراہِ رحم فرمایا کہ اسکو لاکر غسل دو اور نئے کپڑے پہناؤ۔ اور زیارت مزار شیخ جمال الدین خندہ رُو کراکر میرے پاس لاؤ۔ پس بعد زیارت مزار کے وہ حضرت کے پاس آتے ہی اچھا ہُوا اور مرید ہوکر واصلان حق سے ہُوا۔ مولانا شمس الدین اوچی سے نقل ہے کہ آپ کے سفر آخری حرمین میں مخدوم کے ہمراہ میں بھی تھا جب جہاز پر سوار ہوئے درویشوں کے دل میں آیا کہ یہ مچھلی ہاتھ آجائے تو اس کے کباب کھائیں۔ مخدوم نے نور باطن سے معلوم کرکے فرمایا کہ مچھلی انشاءاللہ تمہارے پاس آویگی۔ اُسی وقت ایک مچھلی بہت بڑی کود کر جہاز میں آپڑی۔ اُس کے کباب تیار ہوئے۔ سب کو تقسیم کیے گئے۔ پس جب جدہ میں آئے واسطے زیارت مزار حضرت حوا علیہا السلام کے تشریف لے گئے۔ قضارا اسی روز ایک تابوت دفن کرنیکو لائے مخدوم نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے لوگوں نے کہا کہ شیخ بدرالدین یمنی جو تیس برس سے کعبہ میں تھے اور اب جدہ میں آئے تھے بعد نماز عصر کے تلاوت قرآن میں انتقال کیا۔ یہ سنکر مخدوم نے فکر کیا اور فرمایا کہ ان بزرگ کو ابھی دفن نہ کرو شاید ابھی زندہ ہوں۔ پس اس جنازہ کو شہر میں لاکر کنارہ دریا کے ایک مسجد میں رکھا۔ نعش کو تابوت میں سے نکالکر بوریئے پر لٹایا۔ مخدوم نے تمام آدمیوں کو نکالکر دروازہ مسجد کا بند کرکے پہلے دوگانہ ادا کیا بعد اُسکے تلاوت قرآن میں مصروف ہوئے جب آیت یُخرجُ الحیّ من المیّت ویُخرج المیّت من الحیّ پر پہنچے تو شیخ بدرالدین کی نعش کو حرکت ہوئی اور اُٹھکر مخدوم کے دست و پا چومے۔ مخدوم نے اپنے کپڑے اُن کو عطا کیے اور دروازہ مسجد کا کھولدیا۔ شیخ بدرالدین نے

ظہر کی نماز پڑھائی۔ یہ کرامت دیکھکر تمام اہل جدہ مرید ہوئے وہاں سے آکر حج کیا۔ مدینہ میں جا کر روضۂ رسول مقبول پر بآواز بلند کہا۔ السلام علیکم یا جد امجد۔ روضۂ منورہ سے آواز ہوئی علیکم السلام یا ولدی قرۃ العینی۔ یہ سنکر تمام اہل مدینہ آپکی شرافت اور کرامت کے معتقد ہوئے۔ اور کتب تواریخ صوفیہ سے ثابت ہے کہ حضرت مخدوم کو خرقۂ خلافت حضرت شاہ بدیع الدین مدراسی سے بھی پہنچا تھا ولادت حضرت کی ۷۰۷ھ میں اور وفات ۷۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ کرک سہروردی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اسمٰعیل قریشی کے وہ مرید اپنے شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے عالم متبحر و سالک مجذوب حسب الحکم مرشد کے قصبہ کڑہ میں مقیم ہوئے۔ بوجہ جذبۂ باطنی کے طریقہ ملامتیہ کر لیا تھا ہزاروں کرامتیں آپ سے وقوع میں آئیں خلق آپ سے رجوع کرتی۔ آپ متنفر رہتے کبھی کبھی شعر بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎ اندر طلب دوست چو مردانہ شدم ؛ اول قدم آں بود کہ بیگانہ شدم ؛ اور ملک علاء الدین آپ کی دعا سے بادشاہ دہلی ہوا تھا۔ وفات حضرت کی ۷۱۶ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ کڑہ میں ہے۔

ذکر حضرت مخدوم شیخ اخی راجگیری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مخدوم جہانیاں کے تھے۔ یہ حضرت عین جوانی میں موضع زہرہ علاقہ دریا آباد سے آکر مخدوم کے مرید ہوکر سالہا سال پیر کی تربیت میں رہکر خرقۂ خلافت حاصل کرکے قنوج کے شاہ ولایت ہوکر رخصت ہوئے چندے قنوج میں رہکر اژدہام خلائق سے متنفر ہوکر موضع راجگیر کنارہ گنگا پر آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ لکھا ہے کہ پہلے بروز شنبہ بتاریخ ۱۰ شوال ۸۱۰ھ میں وفات پائی۔ جب غسل وکفن مل چکا تو لوگ رونے لگے کسی نے کہا کہ اخی جمشید ولی تھے اور نامبارک دن وفات کی۔ اُسی وقت آپ نے سر اُٹھا کر فرمایا کہ اگر یہ دن منحوس ہے تو آج نہیں مرتا۔ کل مرونگا چنانچہ ایک روز اور جی کر گیارہویں تاریخ کو وفات پائی۔

ذکر حضرت سید علم الدین بلائیں قدس سرہٗ

آپ امیری میں فقیری کرتے تھے اور مرید مخدوم جہانیاں کے اور ہم صحبت اخی راجگیری کے اور اولاد سے سادات ترمذی کی تھے۔ حسب الحکم پیر کے جونپور میں آکر سلطان ابراہیم کے

ملازم ہوکر پٹہ پلاون جاگیر میں پاکر وہیں سکونت اختیار کی۔ وہاں ہندؤں کا غلبہ تھا۔ آپ نے وہاں ایک قلعہ بنوایا اور دعا کی کہ الٰہی سادات پلاؤن قیامت تک اس جگہ رہیں اور سید اشرف جہانگیری سے بہت اتحاد رہا کیونکہ یہ دونوں بزرگ ایک ہی علاقہ میں تھے۔ وفات حضرت کی ۸۰۸ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ کبیر الدین اسمٰعیل سہروردی قدس سرہٗ

پوتے اور مرید مخدوم جہانیاں کے تھے اور چندے خدمت مخدوم میں حاضر رہ کر ولایت اور کرامت میں مشہور ہوئے اور آدھی رات سے روضۂ مخدوم پر صبح تک عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید صدر الدین راجو قتال قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد کے اور برادر خورد مخدوم جہانیاں کے اور اُنسے تعلیم یافتہ بھی تھے۔ یہ حضرت جو کچھ زبان سے فرماتے اُسی طرح اُسکا ظہور ہوتا تھا۔ چنانچہ مخدوم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو ساتھ خلق کے مشغول کیا۔ عزیز صدر الدین کو اپنے ساتھ مشغول فرمایا۔ ہمیشہ مستغرق بحق رہتے۔ دوسرے سے کام نہ رکھتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ مخدوم کا آپ سے اور سلسلہ قادریہ ناصر الدین محمود فرزند مخدوم سے جاری ہے۔ ایک بار ان کے فرزند نے اپنے خادم کی ڈاڑھی کسی جُرم میں منڈوا دی۔ خادم نے حضرت سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا خاطر جمع رکھ وہ اپنی ڈاڑھی اپنے ہاتھ سے مونڈے گا۔ آخر انہوں نے اپنی ڈاڑھی اپنے ہاتھ سے مونڈی۔ لکھا ہے کہ جب مخدوم مرض موت میں مبتلا ہوئے تحصیلدار اوچ مخدوم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے۔ آپ خاتم الاولیا ہیں مخدوم نے اپنے بھائی راجن قتال سے کہا کہ تو نے سنا یہ کیا کہتا ہے۔ اسوقت اقرار ختم رسالت کا کیا ہے پھر مرتد نہو ورنہ واجب القتل ہوگا۔ راجن قتال نے کہا کہ میں نے سُنا اور تمام حاضرین گواہ ہیں اور اس تحصیلدار سے فرمایا کہ اب مسلمان ہونا تجھ پر لازم ہے کیونکہ تو نے اقرار کیا کہ رسول مقبول خاتم الانبیا تھے اسی طرح بقول تیرے مخدوم خاتم الاولیا ہوئے۔ چونکہ اسکو مسلمان ہونا منظور نہ تھا اُسی شب کو بھاگ کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ سلطان نے بھی اسکو ہدایت اسلام کی مگر وہ مسلمان نہوا۔ بعد انتقال مخدوم کے شیخ صدر الدین دہلی میں آئے سلطان نے حضرت کی پیشوائی کی اور

بہ اعزاز دہلی میں رکھا۔ تمام عمائد دہلی حلقۂ ارادت میں آئے۔ وفات حضرت کی ۸۲۷ھ میں ۱۶ر جمادی الآخر کو ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ سراج الدین حافظ قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مخدوم جہانیاں کے تھے اور عالم متبحر اور مفسر صاحب کرامت اور کئی سال مرشد کی مسجد میں امامت کی۔ وفات حضرت کی ۸۳۳ھ میں ہوئی۔ مزار کالپی میں ہے صاحب اخبار الاخیار نے جو ایک نقل شاہ مدار اور شیخ سراج اور قادر شاہ کی لکھی ہے اُس کے دیکھنے سے تعجب ہوا کہ مدار صاحب ان کے دادا پیر تھے یہ اُن کے برخلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ واللہ علم۔

ذکر حضرت سید برہان الدین قطب عالم بن سید ناصر الدین محمود بن سید جہانیاں قدس سرہٗ

ذکر سید ناصر الدین کا سلسلہ قادریہ میں ہو چکا ہے۔ سید برہان الدین علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ جب گجرات میں پہنچے سلطان احمد والی گجرات آپ کا مرید ہوا۔ وفات حضرت کی ۸۵۷ھ میں ہوئی۔ مزار احمد آباد میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ موسیٰ سہاگ قدس سرہٗ

آپ مرید شاہ سکندر بود کے اور وہ مرید شاہ جیو لال قلندر کے۔ وہ مرید شاہ جمال مجرد کے۔ وہ مرید شاہ ابراہیم گرم سیل کے۔ وہ مرید شیخ ابو نجیب سہروردی کے۔ شہر احمد آباد میں مقیم تھے۔ ہیجڑوں کے ہمراہ گاتے بجاتے تھے۔ آپ مستور اولیاء اللہ سے ہیں۔ کل زنانہ لباس رکھتے تھے۔ نقل ہے کہ احمد آباد میں امساک باراں ہوا۔ بادشاہ نے قاضی شہر کو کہلا بھیجا کہ دعا کیجئے۔ قاضی روشن ضمیر تھا بادشاہ کو جواب دیا کہ میری دعا سے کچھ نفع نہ ہوگا اگر شاہ موسیٰ صاحب کو فلاں محلہ سے بلا کر عرض کرو گے تو ضرور پانی برسے گا۔ الغرض بادشاہ اور قاضی دونوں ہیجڑوں کے مکان پر پہنچے۔ آپ کو تلاش کیا۔ آپ مکان سے باہر آئے۔ بادشاہ اور قاضی نے عرض کیا کہ بارش کے واسطے دعا کیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ گنہگار بندی ہے اس طائفہ میں اپنا گذر کرتی ہے۔ شاہ موسے کوئی اور ہونگے۔ جب بادشاہ اور قاضی نے بہت اصرار کیا آپ نے چشم پُر آب کر کے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ میرے خاوند تو اگر ابھی پانی نہ برسائے گا تو میں ابھی اپنا سہاگ چھوڑتی ہوں یہ کہکر قریب تھا کہ آپ چوڑیاں اپنی شکستہ کریں

کہ یکایک ابر پیدا ہوا اور ایسا پانی برسا کہ لوگ بیزار ہو گئے۔ بس یہ کرامت دیکھکر بادشاہ اور تمام خلائق معتقد ہوئی۔

نقل ہے کہ علمائے شہر نے آپ کو جامع مسجد میں بلا کر نماز کے واسطے کہا۔ حضرت اپنا معمولی لباس پہنے ہوئے تھے اُن صاحبوں نے وہ لباس اُتروا کر سفید لباس پہنوایا۔ آپنے وضو کیا اور نماز میں شامل ہوئے۔ جب اللہ اکبر کہا وہ تمام لباس سُرخ ہو گیا۔ بعد نماز کے فرمایا۔ میاں میرا کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ موئے مجھے کہتے ہیں کہ رانڈ ہو جا۔ تمام اہل اسلام یہ کرامت دیکھ کر معتقد ہوئے۔ علماء نے عفو قصور چاہا۔ وفات حضرت کی دسویں رجب ۸۵۳ھ مقام احمد آباد ہوئی۔ اس وقت شاہ عالم کہ احمد آباد میں مشہور مشائخ تھے انہوں نے اپنے کشف سے حضرت کی وفات کا حال معلوم کر کے اپنے خلیفہ قاضی میاں مخدوم سے کہا کہ تم جلد جاکر شاہ موسیٰ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو اور خبردار رہنا کوئی آپ کی چوڑی نہ اُتارے وہ جس رنگ میں ہیں اسی میں دفن کرنا۔ چنانچہ آپ اُسی طرح دفن ہوئے اور تمام مشائخ احمد آباد مثل مولانا سید عماد الدین حضرت شاہ وجیہہ الدین گجراتی اور قاضی اور علماء سب شامل تھے۔ پھولوں کے روز تمام مشائخ جمع ہوئے اور شاہ موسےٰ کے بالکے کو سید عماد الدین نے اپنے ہاتھ سے چوڑی اور دیگر زنانہ لباس دیا اور سُرخ اوڑھنی اُڑھائی۔ اُس روز سے آپ کے سلسلہ میں چوڑی اور دیگر زنانہ لباس جاری ہے۔ آپکے فقیر سدا سہاگن کہلاتے ہیں اور مجالس فقرا میں رقص کرتے ہیں اور زبان سے کہتے جاتے ہیں لا الہ اللہ نور محمد صلی اللہ اور اکثر باکمال ہوتے ہیں۔

ذکر حضرت ابو البرکات سید شاہ عالم قدس سرہٗ

فرزند قطب عالم برہان الدین کہ خلیفہ اپنے پدر کے تھے اور حلیہ آپکا مطابق حلیہ شریف رسول مقبول کے تھا اور اپنے باپ کے منجھلے بیٹے تھے اسوجہ سے منجھلے پیر مشہور ہیں۔ نہایت رحمدل اور مستجاب الدعوات اور عابد و زاہد تھے ولادت حضرت کی ۸۱۷ھ میں اور وفات بروز شنبہ ۸ رجمادی الاول ۸۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار احمد آباد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبد اللطیف داور الملک بن محمود قریشی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ عالم احمد آبادی کے تھے کہتے ہیں کہ پہلے یہ امرائے سلاطین سے تھے بعد ترک دنیا کر کے

شاہ عالم کے مرید ہوئے۔ جو مجذوم یا مبروص حضرت کے پاس آتا چند قطرہ آپکے آبِ وضو کے پیتے ہی اچھا ہو جاتا تھا۔ آخر قصبہ موز نی علاقہ گجرات میں بماہ ذیقعد ۸۸۹ھ میں شہادت پائی مزار مرجع خلائق ہے۔

ذکر حضرت سید کبیر الدین حسن قدس سرہ

آپ مرید خاندان مخدوم جہانیاں کے تھے۔ بہت بڑے سیاح اور صاحبِ ولایت کہ عمر آپ کی ۱۸۰ برس کی تھی اور صاحب خوارق اور کرامت تھے جو مرتد اور کافر آپ کے روبرو آتا مسلمان ہوتا وفات حضرت کی ۸۹۶ھ میں ہوئی۔ مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت شاہ عبد اللہ قریشی ملتانی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کی تھے۔ آپکے بزرگ دہلی میں آرہے تھے۔ یہ حضرت قدم بقدم اپنے دادا کے تھے آخر سلطان سکندر لودھی نے اپنی دختر کا نکاح حضرت سے کیا۔ اوائل میں ہزار نفل روز پڑھتے اور تین ختم کرتے تھے بعدہ کبھی جذب بھی ہو جاتا تھا۔ ایک روز حالت جذب میں بالاخانہ پر سے گرے مگر کچھ آسیب نہ پہنچا۔ اسی طرح ایک بکری کے بچہ کو حالتِ جذب میں زمین پر دے مارا وہ مر گیا ایک شخص نے کہا کہ یہ بچہ افسوس آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اگر مارا ہے تو زندہ کرنا بھی مناسب تھا۔ یہ سُنکر اُٹھے اور اُس مردہ کو اُٹھا کر فرمایا۔ کہ چل پھر بدنام نہ کر۔ وہ اُسی وقت چلنے پھرنے لگا۔ ایک روز خدام کو حکم دیا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہو سب کو باہر رکھکر اس میں آگ دیدو۔ شاہ احمد آپ کے پسر کہ خورد سال تھے وہ بھی موجود تھے کہنے لگے کہ یدر ایک ایک چیز باہر لاکر آگ لگانے میں تو بہت دیر ہوگی حکم دیجئے تو سارے گھر میں آگ لگا دیں کہ سب ایک بار جل جائے۔ یہ سنکر آپ خوش ہوئے اور اُن کے حق میں دعائے خیر کی وفات حضرت کی ۹۰۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ سماء الدین سہروردی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سید کبیر الدین اسمٰعیل نبیرہ مخدوم جہانیاں کے علوم ظاہری و باطنی میں جامع تھے۔ نہایت متقی اور متوکل۔ آخر دہلی میں متمکن ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے مفتاح الاسرار وغیرہ کتب ہیں اور حاشیہ لمعات عراقی لکھا۔ بعدہ نابینا ہو گئے تھے۔ لکھا ہے کہ شہاب الدین خاں فرمان نویس سلطان بہلول کا پسر شیخ محمد فسق و فجور میں مشہور تھا۔ ایک بار شیخ کی مجلس میں آیا۔ خدام نے اسکو نکالنا چاہا کہ یہ جگہ ایسے شخص کی نہیں ہے۔ آپ نے معلوم فرماکر کہا ؎

طالب دیدار چہ ہشیار چہ مست ؛ ہمہ جا خانہ عشق چہ مسجد چہ کنشت ٭ یہ سنتے ہی شیخ محمد کو حالت ہوئی اور مرید ہوا۔ بعد اس کے کوئی اور خلاف شرع عمل پھر نہ کیا۔ آپ کے بھائی سے روایت ہے کہ بارہ برس کی عمر سے کبھی نماز تہجد فوت نہ ہوئی اور ایک ستارہ کا اندازہ کر رکھا تھا۔ تمام شب تا وقت تہجد روشن دان حجرے سے اُس تارہ کو شوق تہجد میں دیکھا کرتے تھے۔ ناگور کے علاقہ میں ایک نیک بی بی آپ کی مرید تھی۔ اُس کے یہاں ایک گائے تھی وہ اُسکا دودھ دہی شیخ کی نذر کیا کرتی تھی۔ اتفاقاً جب وہ گجرات کو چلی گائے بھی اُس کے ہمراہ تھی۔ راستے میں چوروں نے لیلی۔ اس نے آکر شیخ سے عرض کی کہ میری گائے چوروں سے منگوا کر مجھے دیجئے۔ یہ کہکر نماز میں مشغول ہوئی کہ خادم شیخ نے آواز دی کہ بی بی تمہاری گائے حاضر ہے لو۔ بی بی نے نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو اپنی گائے پائی۔ بعد انتقال لودھی کے شیخ اُس کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعدہ مراقبہ کر کے اُٹھے اور فرمایا کہ اس مرد نے دنیا میں بھی عیش کیا اور اہل اللہ کی محبت کے تصدق سے بعد مرنے کے بھی رتبہ بلند پایا۔ ایک روز کسی سوداگر نے عین القضات ہمدانی کا مکتوب شیخ کے نام پیشکش کیا۔ آپ نے دو تین ورق پڑھکر فرمایا کہ عین القضات مرد بزرگ صاحب کرامات تھا۔ ایک روز اسکی بیس جگہ دعوت تھی۔ ایک وقت میں بیس جگہ کھانا کھایا اور اپنی خانقاہ میں بھی فقیروں کے ساتھ کھایا یہ سنکر ایک فقیر کے دلمیں خطرہ گذرا کہ ایک تن واحد بیس جگہ کیونکر گیا ہوگا اور خانقاہ سے بھی باہر نہ نکلا اور سب جگہ جا کر باہر کھانا کھایا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر بعد نماز مغرب حجرہ میں جا کر بآواز بلند اسکو پکارا۔ اُس نے اندر جا کر دیکھا کہ شیخ پانچ تن سے حجرہ میں موجود ہیں۔ یہ دیکھکر حیران ہوا اور سمجھا کہ میرے خطرہ کو معلوم کر کے مجھکو پانچ صورتیں دکھلائیں۔ معاً شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو ایسی قوت دی ہے کہ سو جگہ جاویں اور گھر سے باہر قدم نہ رکھیں۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۷ ا جمادی الاول ۹۰۱ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبد الجلیل قطب عالم جونپوری

فرزند شیخ ابو الفتح بن شیخ عبد العزیز بن شیخ شہاب الدین بن شیخ نور الدین بن سلطان التارک بن حمید الدین حاکم صاحب کرامت اور قطب وقت تھے۔ مرید اپنے والد کے بعد سیاحی بسیار قصبہ مو کہ مزار شیخ حمید الدین حاکم پر چندے رہکر بحکم الٰہی روانہ بطرف لاہور ہوئے۔ راستہ میں خواب میں دیکھا کہ بابا فرید فرماتے ہیں کہ میرے مزار پہ آنکر اپنا حصہ لے۔ بعد اُسکے لاہو جا کر

آپ نے اجودھن پہنچکر وہاں ایک چلّہ کیا اور فیضان حاصل کرکے لاہور میں آکر مقیم ہوئے ایک روز سیر کرتے ہوئے کنارہ دریا کے پہنچے دیکھا کہ ایک عورت دہی بیچتی لاہور کو آتی ہے۔ آپنے وہ دہی اُس سے مول لیا اور فرمایا کہ اس برتن کو زمین پر توڑ دے۔ جب اُس نے توڑا تو اُس دہی میں سے مرا ہوا سانپ نکلا وہ عورت متعجب ہوکر اپنے گھر آئی۔ راموں اپنے پسر اور اپنے شوہر سے کہ جو گاؤں کا نمبردار تھا یہ کیفیت بیان کی۔ صبح دونوں باپ بیٹے حضرت کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے اور مرید ہوکر ادلیا ہوئے۔ راموں کا نام شیخ جلال رکھا۔ تذکرۂ عبدالجلیل میں شیخ ابابکر لکھتے ہیں کہ ایک روز میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا میرے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ میرے دلمیں گذرا کہ اگر یہ سبز ہوجاوے میں بھی حضرت کا مُرید ہوں۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم فرماکر ہنسکر کہا کہ اللہ قادر ہے چوب کو دراز کرسکتا ہے۔ اُسی وقت وہ لکڑی کئی بالشت بڑھ گئی۔ میں قدموں پہ گرا اور مُرید ہوا۔ لکھا ہے کہ شیخ دلائل الخیرات بہت پڑھتے تھے اور جس پر مہربان ہوتے تھے دلائل الخیرات پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے لکھا ہے کہ غرہ رجب ۹۰۲ھ میں آپ کے یہاں ایک مجلس تھی اور شیخ یونس اور شیخ میٹھا سیہ پوش شیخ موسیٰ آہنگر ملا قرن شیخ جلال شیخ زین العابدین۔ مولانا بخاری خلفائے عالی حضرت کے بھی حاضر تھے کہ یکایک شیخ نے سر سجدہ میں رکھا اور انتقال کیا۔ وقت غسل کے سلطان سکندر کہ اسوقت لاہور میں تھا غسل میں شامل ہوا جب غسل سے فارغ ہوئے شیخ کی زبان سے اسم ذات تین دفعہ سرزد ہوا۔ یہ سُنکر بعض نے جانا کہ ابھی زندہ ہیں اور دو گھڑی تک ہونٹ ہلتے رہے۔ آخر شہر سے باہر لاکر دفن کیا۔

ذکر حضرت قاضی نجم الدین گجراتی قدس سرہٗ

آپ مرید شاہ عالم گجراتی کے تھے۔ اوائل میں یہ فقراء سے متنفر تھے اور احکام شرع کے جاری کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سنار کے پاس بادشاہ کا تاج دیکھکر اُسکو چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ یہ مقدمہ سلطان محمود والی گجرات کی حضور میں پہنچا۔ بپاس شریعت صبر کیا اور کہا کہ قاضی شریعت میں راسخ ہے۔ شاہ عالم کو مزامیر سننے سے کیوں نہیں روکتا۔ قاضی یہ بات سُنکر چند مسائل حرمت مزامیر وغیرہ میں بروز جمعہ شاہ عالم کی خانقاہ میں لے آیا۔ شاہ عالم کو دیکھتے ہی اس کے دلپر رعب چھا گیا۔ بات کرنیکی طاقت نہ رہی۔ شاہ عالم نے فرمایا کہ قاضی تیرے ہاتھ میں کیسا کاغذ ہے قاضی نے کاغذ آپکے ہاتھ میں دیا اُسی وقت وہ سفید ہوگیا کل حرف اُڑگئے۔ شاہ عالم نے وہ کاغذ قاضی کو دیکر

کہا دیکھو یہ کاغذ اس میں کیا لکھا ہوا تھا۔ قاضی نے جو اپنا کاغذ لیکر دیکھا تو اس میں حرفوں کا نام بھی نہ تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر اُس کے ہوش جاتے رہے اور با اعتقاد تمام اُسی وقت مرید ہوا۔ وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار گجرات میں ہے۔

ذکر حضرت سیّد عثمان شاہ جھولا بخاری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت سادات اوچ کی اولاد سے تھے۔ جب لاہور میں آئے مرجع خلائق ہوئے کو تمام علماء آپ کے معتقد رہے۔ آپ اولاد سے مخدوم جہانیاں کی ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۸ ربیع الاول ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار قلعۂ لاہور میں ہے۔ جب اکبر اعظم نے قلعہ بنوایا مزار اندر آگیا۔ پنج پیر مشہور ہیں۔

ذکر حضرت علیم الدین قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ عبد الجلیل چوہر قطب عالم لاہوری کے تھے۔ صاحب ذوق شوق اور صاحب باطن گذرے ہیں ہمیشہ اپنے پیر کے کپڑے دھونے میں مصروف رہتے تھے اسوجہ سے حضرت علیم الدین گاذر مشہور ہیں۔ بعد تکمیل کار درویشی خرقہ خلافت پاکر جیندھ پٹیالہ کی طرف رخصت ہوئے اور ۹۶۶ھ میں وفات پائی۔ مزار موضع جوہی میں ہے۔ ہر سال عرس میں ہزاروں دھوبی جمع ہوتے ہیں۔

ذکر حضرت قاضی محمود گجراتی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ عالم گجراتی کے تھے خوب شعر فرماتے تھے۔ لکھا ہے کہ جب آپکا انتقال ہوا اور قبر میں لٹایا تو آپکے والد نے آپکا کفن اُٹھا کر مُنہ دیکھنا چاہا۔ آپنے آنکھ کھولکر دیکھکر باپ کیطرف تبسم کیا انہوں نے کہا کہ بابا محمود یہ کیا لڑکپن کی باتیں ہیں اُسیوقت آنکھیں بند کرلیں وفات حضرت کی سنہ ۹۲۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت موسیٰ آہنگر لاہوری قدس سرہٗ

آپ اولیائے نامدار و خلفاء باوقار شیخ عبد الجلیل کے تھے۔ پہلے شیخ مہار الدین کے صاحب سجادہ ہوئے بعدہ شیخ شہر اللہ سے بیعت کی بعد ان کے انتقال کے شیخ عبد الجلیل کی خدمت میں کار فقر کی تکمیل کی تذکرہ عبد الجلیل میں لکھا ہے کہ شیخ شہر اللہ کا جب وقت آخیر پہنچا شیخ موسیٰ نے عرض کی کہ میری تکمیل پوری نہیں ہوئی میں کیا کروں۔ فرمایا کہ عبد الجلیل لاہوری کی خدمت میں جا اور اپنا نصیبہ لیلے۔ بعد وفات شیخ کے بیرون خانقاہ عبد الجلیل آکر خاموش فقیروں میں بیٹھ گئے شیخ نے نور باطن سے معلوم کرکے حجرہ میں سے فرمایا کہ ملتان سے جو

موسیٰ آیا ہے اسکو میرے پاس لاؤ۔ خدام نے دریافت کیا کہ شیخ موسیٰ کہاں ہیں۔ آخر اُن کو لیکر شیخ کی خدمت میں گئے۔ شیخ نے دو بیگہ زمین قریب خانقاہ کے واسطے رہنے کو دی۔ یہ وہاں مکان بناکر لُہار کا کام کرنے لگے۔ ایک روز ایک خوبصورت عورت تکلا درست کرانے آئی اور اُسکی مزدوری بھیر اکر تکلا آپ کو دیا۔ آپ نے تکلا اہرن میں دیا۔ ایک ہاتھ سے کہلانت دہونکنی شروع کی۔ ایک ہاتھ میں سہنی لی اور آپ اُس کے حسن وجمال کے مشاہدہ میں صنعت کاملہ پروردگار عالم کو دیکھنے لگے۔ کچھ دیر گذر گئی اُس عورت نے خفا ہو کر کہا کہ یہ تیری کیا دوکانداری ہے کہ پرائی عورت کو دیکھتا ہے خدا سے نہیں ڈرتا تکلا بنانا چھوڑ کر میرا ہی دیوانہ ہو گیا۔ یہ سنکر آپ کا دل بیدار ہوا اور اُس تکلے کو آگ میں سے نکالکر اپنی آنکھ میں پھیرا اور کہا کہ اے مادر اگر تجھے دیکھا ہو تو آنکھیں جل جاویں اور اگر تیرے بنانیوالے کو دیکھا ہو تو یہ سونا ہو جائے۔ اُسیوقت وہ تکلا سونے کا ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھکر اُس کا دل پھر گیا مستانہ جام عشق ہو کر دیوانہ وار پھرنے لگی۔ اہل خانہ اسکو قید کرتے تھے مگر ہر صورت قید سے چھوٹ کر دیوانہ وار پھرنے لگتی تھی آخر اسی حالت میں ایک روز مر گئی۔ شیخ موسیٰ نے اس کے مرنے کا حال معلوم فرما کر اُس کے پاس جاکر اُس کے گھر والوں سے کہا کہ تجہیز وتکفین اس کشتۂ عشق الٰہی کا ابھی نہ کرو شاید یہ زندہ ہو۔ یہ کہتے ہی اُس عورت نے حرکت کی اور زندہ ہو گئی اور تاحیات شیخ کی خدمت میں رہی بعد انتقال کے وہ یا لداُن حضرت کے پاس مدفون ہوئی نقل ہے کہ شیخ موسیٰ نے چاہا کہ اپنا مقبرہ تیار کرادیں۔ اثنائے تیاری میں چند معمار ہندو بھی تھے انہوں نے گنگا کے نہان کی آپ سے رخصت چاہی۔ آپ نے رخصت نہ دی جب وہ بہت مصر ہوئے فرمایا کہ جب وہ دن آئے مجھے خبر دینا میں گنگا پر تمہیں پہنچا دونگا۔ آخر جب وہ دن آیا اُن لوگوں نے عرض کی کہ آج دن نہان کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خانقاہ کے باہر جو حوض ہے اُس میں غوطہ لگاؤ گنگا میں نکلو گے جسب الحکم جاکر غوطہ مارا اور پھر جب سر نکالا تو اپنے آپ کو گنگا میں پایا بہت خوش ہوئے اور تمام رسوم اپنی ادا کر کے پھر دریا میں غوطہ مارا اور پھر جب سر نکالا تو اپنے آپکو شیخ کے حوض میں پایا۔ وفات حضرت کی ۹۲۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید حاجی عبدالوہاب قدس سرہ

آپ اولاد سے سید جلال الدین شریف اللہ کی تھے اور ملتان میں رہتے تھے۔ دو بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ سلطان سکندر لودھی کو آپ سے بہت محبت اور ارادت تھی۔ آپ کی توجہ سے اسکو مرتبۂ فنائی الشیخ حاصل ہوا۔ آپ صاحب تفسیر قرآن بھی ہیں۔ وفات

حضرت کی بمقام دہلی ۹۳۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ عبد اللہ بیابانی قدس سرہ بن مولانا سماء الدین

یہ حضرت صاحب زہد اور تجرید تفرید تھے اور اپنی ہستی کو بالکل گم کر چکے تھے۔ اپنی نسبت جو کلمہ فرماتے وہ صیغہ غائب کا ہوتا تھا۔ برائے ہر نماز غسل تازہ فرما کر دھوئے ہوئے کپڑے پہنکر نماز ادا کرتے اور جوارِ روضہ حضرت سلطان المشائخ میں مشغول رہتے حضرت ہمایوں بادشاہ نے کئی بار بہت کچھ پیش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا بلکہ عدالت کے بارہ میں ہدایت فرماتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۳۶ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جمالی قدس سرہٗ

آپ مرید مولانا سماء الدین کے اور شاعری میں اُستاد وقت تھے۔ نام جمال خاں اور تخلص جمالی تھا دو بار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور بابر و ہمایوں دونوں بادشاہ آپ کی عزت کرتے تھے۔ مولانا جامی اور مولانا روم سے بھی ہم صحبت رہے ہیں۔ نعت میں آپ فرماتے ہیں ؎ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات ٭ تو عین ذات مے نگری در تبسمے ٭ وفات حضرت کی دسویں ذیقعد ۹۴۲ھ میں ہوئی عہد ہمایوں بادشاہ میں مقبرۂ عالی دہلی میں بمقام مہرولی جوار روضہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جانب شرق متصل باغ محمد شاہی کہ باغ ناظر مشہور ہے زیارت گاہ خلائق جمالی کمالی مشہور ہے ہمایوں بادشاہ کا بنوایا ہوا ہے۔

ذکر حضرت شیخ اودھن زین العابدین دہلوی قدس سرہٗ

جد مادری شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور مرید مولانا سماء الدین کے صائم الدھر قائم اللیل کہ مزاج میں نہایت انکسار تھا۔ متواضع متوکل متقی اور مرجع خلائق تھے وفات حضرت کی ۹۴۳ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت سید جمال الدین قدس سرہٗ

آپ مرید قطب الاقطاب سید عبد الوہاب دہلوی کے اولاد سے سید شریف اللہ کی آخر کشمیر میں آکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ میں شیخ ہمزہ کشمیری کے مرید ہوئے بعد عطائے خرقۂ خلافت کے پھر دہلی میں آئے اور ۹۴۳ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت ملا فیروز مفتی کشمیری قدس سرہٗ

آپ عین جوانی میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے بعد ہند میں آکر تحصیل علوم میں مصروف ہوئے اور خضر علیہ السلام سے تعلیم پائی اور دہلی میں مرجع خلائق ہوئے۔ اکبر اعظم نے ہر چند آپکو دہلی میں رکھنا چاہا مگر واپس کشمیر میں تشریف لیجاکر ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت مخدوم سلطان شیخ حمزہ کشمیری قدس سرہٗ

آپ سر حلقہ مشائخان کشمیر و مرجع خلائق تھے کہ عالم خورد سالی میں شہر کشمیر میں آکر عبادت شاقہ میں مشغول ہوئے اور روحانیت حضرت سرور عالم سے تربیت پائی بعدہ حاجی عبدالوہاب بخاری دہلوی سے بیعت کر کے چھ ماہ میں مدارج درویشی طے کر کے خرقہ خلافت لیا۔ شب و روز نالہ گریہ وزاری میں رہتے بسبب بیداری اور کثرت اذکار کے مغز سر گداز ہو گیا تھا اور مریدوں کے عقدے جلد حل فرماتے تھے۔ آپ کے خلیفہ شیخ بابا داؤد خاکی ورد المریدین میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کو کل سلسلوں میں اجازت تھی اور مرتبہ ابدالیت رکھتے تھے۔ مزامیر بالکل نہیں سنتے تھے جس قسم کا بیمار آپ کی خدمت میں آتا تھا شفا پاتا تھا۔ وفات حضرت کی ۹۸۴ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نور وز ریشی کشمیری قدس سرہٗ

حضرت پہلے امرائے کشمیر میں سے تھے۔ بڑے ظالم اور جابر مشہور تھے۔ ایک روز برائے شکار شیر جنگل میں پہنچے ناگاہ شیخ نیک ریشی کہ اولیائے کبرویہ سے تھے انکو دیکھکر اپنے ملازمان سے جدا ہو کر ان درویش کے پاس آئے دیکھا کہ درویش کے آگے دسترخوان بچھا ہوا ہے اور جانوران صحرائی کھا رہے ہیں۔ اتفاقاً ایک ریچھ نے ایک گیدڑ کے حصہ پہ دست دراز کیا اُس نے اس درویش سے استغاثہ کیا شیخ نے فرمایا کہ ای ریچھ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ نوروز ظالم کا سایہ تجھ پر پڑا کہ گیدڑ کے حصہ پر تو نے دست دراز کیا۔ یہ سنکر ریچھ ڈرا شیخ نور وز نے یہ سنکر اپنے کپڑے پھاڑ کر نہایت شوق سے اُن درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر مقامات سلوک طے کیے۔ وفات ۹۹۸ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت بابا داؤد خاکی کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ حمزہ کے تھے۔ مشہور اولیائے کشمیر سے گذرے ہیں۔ نہایت بابرکت تھے۔ دستور السالکین و قصیدہ جلالیہ تالیف فرمایا۔ آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے سید احمد کرمانی و مولانا شیخ محمد مخدوم قاری و میر سید اسمٰعیل شامی قادری سے فیضان حاصل کیے۔ جب بد مذہبی سلاطین چکان کی دیکھی ہندوستان میں آئے چندے لشکر اکبر اعظم میں رہے

بعدہ ہمراہ قاسم خاں میر بحری کشمیر میں تشریف لائے اور ۹۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔

ذکر حضرت سید جھولن شاہ گھوڑی بخاری لاہوری بن سیّد شاہ محمد بن سید عثمان جھولا بخاری لاہوری قدس اللہ اسرارہٗ

آپ اولاد سے مخدوم جہانیاں کے تھے۔ پانچ برس کی عمر سے ظہور کرامت ہونے لگے تھے وفات حضرت کی دسویں ربیع الاول ۱۰۳۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید شاہ محمد والد سیّد جھولن شاہ گھوڑی قدس سرہٗ

حضرت بعد انتقال اپنے پدر کے اوچ میں آئے وہاں سے بہ اجتماع کثیر موضع چک سردہ علاقہ کلانور میں آئے۔ وہاں کا زمیندار آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر مرید ہوا اور ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے فرزند یہ تھے:۔ سید عبد الملک سید بہار الدین جھولن شاہ مشہور گھوڑی شاہ سید شاہ عالم بہار الدین شاہ۔ لونگ شاہ کہ مظہر کرامت تھے مزار موضع بلکھا علاقہ لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسن کنجڑی لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ جمال لاہوری کے تھے پہلے غلہ فروشی کرتے تھے۔ جب شاہ جمال کے مرید ہوئے حسب الحکم ان کے اپنے ہاتھ سے تولنا موقوف کیا۔ خریدار تولکر خود لیجایا کرتے تھے جو زیادہ تول کر لیجایا کرتا تھا اُس کے گھر جاکر کم ہو جایا کرتا تھا۔ جو پورا لیجاتا تھا زیادہ ہوتا تھا چند سال اسی طرح گذرے یہانتک دولت بڑھی کہ تولنے کا باٹ سنہری کر دیا اور پیر کا شکرانہ ادا کیا آپ کی عنایت سے یہانتک نوبت پہنچی۔ پیر نے فرمایا کہ اسکو دریا میں ڈال۔ آپ نے جاکر دریا میں ڈالدیا وہ ایک شخص کو ملا اُس نے لاکر اُن کو دیا۔ انہوں نے پھر پیر سے عرض کیا کہ میں نے دریا میں ڈالدیا تھا مگر پھر وہ میرے پاس آگیا۔ شیخ جمال نے فرمایا کہ تو نے جو کم تولنا چھوڑا یہ اُسکی برکت ہے جو مال وجہ حلال سے پیدا ہوتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا۔ میں نے تیری راستی کا امتحان کیا تھا۔ یہ سنتے ہی آپ نے تمام مال و اسباب راہ خدا میں دیکر ریاضت اور عبادت میں مشغول ہو کر کاربہ تکمیل پہنچایا۔ چنانچہ آجتک آپ کی کرامت زبان زد خلائق ہے۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار پُر انوار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت میران محمد شاہ موج دریا بخاری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے سید جلال الدین شرف اللہ سُرخ بخاری اوچی کے تھے۔ اور اپنے وقت میں مقتدائے زمانہ ہوئے ہیں حسب الطلب اکبر اعظم عین معرکۂ چتوڑ میں پہنچکر بادشاہ کی فتح کے واسطے دعا کی اور چتوڑ فتح ہوا۔ بادشاہ نے معتقد ہوکر بہت جاگیر علاقہ پرگنہ پٹیالہ میں عطا کی اور بعض گاؤں علاقہ لاہور میں بھی ہیں۔ لاہور میں ہدایت خلق اور نفع رسانی مساکین میں مصروف رہتے تھے۔ لنگرخانہ جاری تھا۔ ایک روز آپ کی مجلس میں کسی نے کہا کہ سید سندی نہیں۔ جو سندی سید ہوتے ہیں آگ میں اُن کا بال تک نہیں جلتا۔ ایسے سید کہاں پیدا ہوتے ہیں یہ سنکر آپ کو جلال آیا اور کاٹ کی ایک ہانڈی منگوا کر اس میں چاول پکا کر اس منکر کو کھائے اور فرمایا کہ تو نے دیکھا کہ سید سندی ہے یا نہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۱ھ میں ہوئی عمر آپ کی ۷۰ برس کی تھی

ذکر حضرت سید سلطان جلال الدین حیدر بن سید صفی الدین بخاری برادر میران محمد شاہ موج قدس سرہٗ

حضرت کمال ظاہری اور باطنی اور ترک و تجرید میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ گویا مخزن الکرامات تھے بلکہ بوجہ جاگیر عطیۂ اکبر اعظم اپنے بھائی سے بھی نہ ملتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۷ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں پاس مقبرہ بی بی حاج تاج ہے عوام لوگ آپکے روضہ کو اُستاد حضرات بی بیاں کہتے ہیں۔ اولاد آپکی موضع بھوگی وال متصل لاہور کے سکونت پذیر ہے

ذکر حضرت خواجہ مسعود کشمیری قدس سرہٗ

آپ اہل بیتیہ نجاری کا کرتے تھے۔ یکایک تمام تعلقات چھوڑ کر جنگل میں جاکر تین مہینے بے خور و خواب عبادت میں بسر کیے بعدہٗ باشارہ حضرت خضر بابا داؤد کی خدمت میں حاضر ہو کر کار درویشی بتکمیل پہنچایا اور بان پور کہ جہاں زعفران پیدا ہوتی ہے وہاں تشریف رکھتے تھے اور بوجہ جلال ایام گذاری کرکے ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت بابا روپی ریشی کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ حمزہ کے تھے۔ عمر آپکی ۱۲۰ برس کی ہوئی سو برس صائم الدہر رہے سوائے ایک کپڑا

پشمینہ کے دوسرا نہ رکھتے تھے سنہ ۱۰۲۴ھ میں حالت روزہ میں وفات پائی مزار کشمیر محلہ کدل میں ہے۔

ذکر حضرت سید عمادی الملک بن سید شاہ محمد جھولا نجاری

آپ اولیاء لاہور سے گذرے ہیں

ایک روز ایک شخص نے پارس آپ کی نذر کیا۔ فرمایا میرے سجادہ کے نیچے رکھدے چند سال کے بعد وہ شخص آیا کہ جس نے پارس دیا تھا اسکو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تو نے رکھا تھا وہاں سے ہی لے لے اُس نے مصلےٰ اٹھا کر دیکھا تو پارس موجود پایا اور حیران رہا۔ اور اس شکل کے اور بھی پتھر رکھے دیکھے حضرت نے خاص اُس کا پتھر اٹھا کر اسکو دیدیا اور فرمایا کہ فقیر کو سوائے نام خدا کے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں اور خاصان خدا جس پتھر پر نظر ڈالتے ہیں وہ ہی پارس ہو جاتا ہے۔ یہ کرامت دیکھکر وہ مُرید ہوا۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۳۹ھ میں ہوئی۔ پہلے مزار آپ کا سید جھولن شاہ گھوڑی کے مزار کے سامنے تھا۔ لعد اسکے آپ کی نعش متصل مزار شاہ بلادل کے علیحدہ چبوترے پر دفن کی گئی۔ کہتے ہیں کہ سکھوں کی عملداری میں آپ کا مقبرہ مسمار ہوا دیکھا تو نعش بدستور رکھی تھی کفن بھی میلا نہ ہوا تھا۔

ذکر حضرت شاہ ارزانی قادری سہروردی پٹنوی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ بہلول دریائی کے تھے۔ بعد انتقال شیخ بہلول کے خاندان سہروردیہ سے فیضیاب ہوئے۔ گویا ذات بابرکات مجمع البحرین تھی مقتدائے قادریہ پیشوائے سہروردیہ گذرے ہیں۔ آپکا قاعدہ تھا کہ تمام پٹنہ کے جنگل میں بعبادت حق مصروف رہتے تھے۔ رات کو تمام مسجدوں میں پانی بھرا کرتے تھے کہتے ہیں کہ کئی بار احیائے اموات حضرت سے ظاہر ہوا۔ حضرت شاہجہاں کو عہد شہزادگی سے آپ سے بہت اعتقاد تھا جب شاہجہاں بادشاہ ہوئے آپ کی خانقاہ تعمیر کرائی اس کے خرچ کے واسطے بہت کچھ معاف فرمایا۔ چنانچہ آجتک اُس خانقاہ سے فیض عام اور مسافر نوازی جاری ہے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار شہر پٹنہ میں ہے۔

ذکر حضرت بابا نصیر الدین کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید بابا داؤد کشمیری کے تھے۔ آپ کو لڑکپن سے عبادت کا شوق تھا سوائے خشک روٹی جو کے دوسری چیز نہ کھاتے تھے۔ تمام مشائخین وقت آپکا اعزاز کرتے تھے اور حضرت ہمیشہ خدمت مسافران و مسکینان میں کمربستہ رہتے تھے۔ ایک بار آپکا ایک مرید تبت میں بہ تہمت قتل گرفتار ہو کر قریب تھا کہ

مارا جائے۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم فرما کر بزور کرامت بوقت نیم شب تبت میں پہنچکر اسکو چھوڑا لیا اور طرفۃ العین میں کشمیر لائے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۲۴ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ بیجارہ علاقہ کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت سید شہاب الدین نہر ابن میران محمد شاہ موج دریا قدس سرہٗ

آپ صاحب ولایت موروثی اور قطب الوقت صاحب ذوق و شوق اور صاحب ہدایت و کرامت و خوارق تھے لکھا ہے کہ شیر شاہ حاکم پنجاب سوائے اپنے دوسرے کو سید صحیح النسب نہیں جانتا تھا اور غرور سے برائے امتحان سادات ایک شیر کو پنجرہ میں بند کیا اور ایک تنور آہنی اور ایک زنجیر آہنی بنوائی اور سادات پنجاب کو جمع کرکے کہا کہ جو کوئی اس گرم تنور میں بیٹھے یا شیر کو زنجیر سے باندھے وہ سید ہے۔ ورنہ میں قید کرونگا۔ آخر بہت سیدوں کو قید کیا۔ جب یہ خبر سید شہاب الدین کو ہوئی بیٹالہ سے معہ ایک خادم کے موضع چونڈ میں کہ جہاں شیر شاہ حاکم تھا پہنچکر شیر کے پنجرے کے آگے جاکر شیر کو باہر نکالکر اُس کے کان پکڑ کر فرمایا کہ تو اپنی جگہ جا بعد اس کے لکڑی کا تیر لیکر بزور کرامت زنجیر آہنی کو چھیدا یہ خبر شیر شاہ کو پہنچی اُسی وقت دوڑا آیا اور عرض کی کہ دو نشانیاں تو ظاہر ہوئیں ایک باقی ہے۔ آپ نے اپنا ردمال اپنے خادم محمد اشغی آہنگر کو دیکر ارشاد کیا کہ بسم اللہ کہکر تو تنور میں جاکر پھر آ یہ کرامت دیکھ شیر شاہ بعجز تمام مرید ہوا اور تمام اپنا مال اُن سیدوں کو جن کو قید کیا تھا دیکر رخصت کیا اور خود ترک دُنیا کی۔ وفات حضرت سید شہاب الدین کی سنہ ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبد الرزاق مکی قدس سرہٗ

آپ مرید میراں شاہ موج دریا کے تھے تارک الدنیا جامع الکمالات ظاہری و باطنی یہ حضرت غزنی سے آکر چندے پشاور میں قیام پذیر رہے۔ بعد اس کے دہلی آکر بزرگان راقم کی ملازمت میں رہے آخر دُنیا اور اہل دُنیا سے متنفر ہوکر شب و روز عبادت میں مصروف رہکر سنہ ۱۱۴۲ھ میں لاہور میں وفات پائی آپکا نیلا گنبد مشہور ہے

ذکر حضرت شاہ جمال قادری سہروردی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ لکرابیگ کے تھے یعنی شاہ جمال مرید شیخ لکرابیگ کے وہ مرید شاہ شرف کے وہ مرید شاہ معروف کے وہ مرید جعفر الدین کے وہ مرید رفیع الدین سہروردی کے وہ مرید شیخ جمال کے وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے وہ مرید شیخ بہاء الدین ملتانی کے۔ یہ حضرت سادات حسینی تھے

آپ کی اولاد تاحال سیالکوٹ میں موجود ہے۔ انہوں نے لاہور میں آکر سات منزلی خانقاہ بنائی۔
نواب سلطان بیگم دختر اکبر اعظم کا باغ اور تالاب کہ نزدیک خانقاہ کے تھا انکو ناگوار گذرا ان کو کہلا بھیجا کہ
تم فقیر اور ہمارے دعاگو ہو خلاف ادب ہے کہ تمہارا مکان ہمارے مکان سے بلند ہو اگر بطیب خود اس دمدمہ کو
نیچا کر لو تو بہتر ہے ورنہ منہدم کروا دیا جاویگا۔ یہ سنکر آپ نے ہنسکر فرمایا کہ بہتر ہے یہ دمدمہ آجکی رات پست
ہو جائے گا اور گھر فقیر کا قیامت تک رہیگا۔ باغ چند روزہ ہے۔ جب رات ہوئی آپنے سماع (گانا) کرایا اور
حالت وجد میں کھڑے ہوئے اور زمین پر ایک لات ماری تمام منزلیں اسکی غرق زمین ہوگئیں تین بالائے
زمین ہنوز موجود ہیں۔ مشہور ہے کہ تعمیر دمدمہ کیواسطے معمار نہ ملتے تھے کیونکہ شاہجہانی عمارتیں تیار ہو رہی
تھیں چند معمار ونکو آپ نے بلاکر فرمایا کہ ہمارا کام بھی کرو انہوں نے عذر کیا کہ دن کو فرصت نہیں آپنے
فرمایا کہ راتکو ہمارا کام کرو اور دن کے برابر مزدوری لو۔ پس بہت سے معمار مشعل کی روشنی میں رات کو کام کیا
کرتے تھے۔ ایک روز تیل نہ تھا۔ آپنے فرمایا کہ چراغوں میں پانی ڈالکر روشن کرو تمام شب وہ پانی مثل تیل کے جلا
دودمل کھتری کہ لاولد تھا کبھی کبھی آپ کی خدمت میں آتا تھا مدعا اسکا یہ تھا کہ میرے اولاد پیدا ہو۔ ایک روز
اس نے کئی خربزے لاکر نذر کیے آپنے دو خربزے اسکو دیئے اور نماز عصر میں مشغول ہوئے وہ سمجھا کہ شائد بعد
نماز کے نوش کریں گے مجھکو تراشنے کو دیئے ہیں چنانچہ ایک خربزہ اس نے تراشا تھا کہ آپنے نماز سے فارغ ہوکر
اس سے فرمایا کہ تو نے کیا کیا میں نے وہ خربزے اسواسطے دیئے تھے کہ تم دونوں میاں بیوی ملکر کھاؤ اور
تیرے واسطے اللہ سے دو فرزند مانگے تھے۔ اچھا ہوا کہ ایک ہی تراشا۔ ایک فرزند ہندو اور ایک مسلمان
ہوگا۔ مسلمان میرا مرید اور ہندو تیرا۔ پس وہ دونوں خربزے لیکر گھر آیا اور دونوں میاں بیوی نے
ملکر کھائے اسی شب کو وہ حاملہ ہوئی۔ بعد نو مہینے کے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک مختون دوسرا
غیر مختون۔ دودمل مختون لڑکے کو آپکی خدمت میں لیکر آیا۔ آپنے فخر الدین اسکا نام رکھکر اپنے پاس
رکھا اور بعد آپکے وہی صاحب سجادہ ہوا۔ چنانچہ فخر الدین کی اولاد ہنوز موجود ہیں اور وہ مکان کہ
شاہ جمال نے محلہ چوری موڑی میں خرید تھا فخر الدین کے واسطے اب تک وہ شاہ جمال کا مکان مشہور ہے
ایک روز شاہ جمال فخر الدین کے گھر میں آئے اور فخر الدین سے فرمایا کہ اپنے عیال و اطفال اور سب
اسباب باہر لا۔ چنانچہ فخر الدین نے تعمیل حکم کی۔ جب کچھ چیز اس میں نہ رہی وہ مکان گر پڑا۔ آپنے فرمایا کہ
میں صرف تیری جان و مال کی حفاظت کیواسطے آیا تھا الحمد للہ کہ تو نے اس بلا سے خلاصی پائی۔ ایک روز

آپ اپنے اُس حجرہ میں کہ تاحال نزد مزار موجود ہے بعبادت مشغول تھے۔ یہ حجرہ وہ ہے کہ آپ اس میں بند ہو کر چلہ کیا کرتے تھے۔ اور بعد چلہ کے خدام دروازہ حجرہ کا کھولا کرتے تھے۔ ایکی بار در حجرہ کھولکر چاہتے تھے کہ آپکو باہر لائیں۔ حاضرین کے کان میں ایک آواز پہونچی کہ اب تک جو ہونا تھا وہ ہوا۔ میری قبر اوپر اس حجرہ کے تعمیر کرو۔ یہ میرا مدفن ہے۔ اُس روز سے نشان قبر کا اوپر حجرہ کے بنوادیا گیا ہے۔ یہ واقعہ ہر ربیع الثانی ۹۴۹ھ میں ہوا اگر جسم مبارک کو کسی نے نہ دیکھا کیونکر زمین میں سمایا۔ کیا ہوا حجرہ خالی تھا کن لوگوں نے مدفون کیا۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے دفن کیا۔ آپ کی وفات کے تیس برس بعد بروز عرس بعد تقسیم کھانے کے ایک قلندر دریدہ دہن آیا۔ صاحب سجادہ نے دو روٹی اسکو دیں۔ اس نے کہا کہ مزار شاہ جمال کا عجب حال ہے کہ روٹی بے کفن میسر ہوتی ہیں۔ صاحب سجادہ نے کہا کہ اگر تیری یہی مرضی ہے تو تجھکو کفن اسی جگہ ملیگا۔ چنانچہ اُس کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا اور مر گیا۔ قبر اس قلندر کی قریب خانقاہ کے عبرت گاہ خلق ہے۔

ذکر حضرت سید محمود شاہ نورنگ بخاری قدس سرہٗ

آپ پسر سوم شاہ محمد بن عثمان لاہوری کے تھے اور فقر و تجرید میں شان عالی رکھتے تھے دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز طالبان حق سے متوجہ اور طالبان غیر حق سے متنفر تھے آپکی دعا دردمندوں کے حق میں مثل اکسیر تھی۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کی خاک کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈالیگا۔ اللہ تعالےٰ اسکو شفا دیگا۔ چنانچہ اہل لاہور آپکے مزار سے سنگریزے لیکر بیماروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۵۵ھ میں ہوئی مزار موضع محمود بوٹی میں ہے کہ آپکے نام پر مشہور ہے۔ آپکو بعض فقیر خاندان قادریہ سے تصور کرتے ہیں۔

ذکر حضرت مولانا حیدر کشمیری نقشبندی سہروردی قدس سرہٗ

آپ مرید خواجہ عبید اللہ احراری کے تھے

ایک روز خواجہ سے عرض کی کہ میری چار لڑکیاں ہیں لڑکا نہیں ہے۔ مجھے بہت رنج ہے خواجہ نے ان کے حق میں دعا کی۔ بعد نو مہینے کے مولانا حیدر پیدا ہوئے یہ ولی مادر زاد تھے۔ سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے گیارہ برس کی عمر میں حدیث و فقہ سے ماہر ہوئے۔ پابند سنت بہت تھے۔ پہلے خاندان نقشبندیہ میں اپنے والد کے مرید ہوئے اُن کے انتقال کے بعد دہلی میں تکمیل دین کی اور صاحب فتویٰ ہو کر کشمیر میں آکر سلسلہ سہروردیہ بابا نقیب الدین کے مرید ہو کر تکمیل کی۔ تین بار حاکم کشمیر نے آپ کو قاضی بنانا چاہا۔ آپ نے منظور نہ کیا۔ وفات حضرت کی ۹۷۵ھ میں بمقام کشمیر ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی پنجابی قدس سرہٗ

آپ مرید سید ناصر مست کے وہ مریدشاہ مونگا کے وہ مُرید شاہ کبیر کے وہ مرید شیخ شہر اللہ کے۔ وہ مرید شیخ یوسف کے وہ مرید پیر بُرہان الدین کے۔ وہ مرید صدر الدین کے وہ مرید بدر الدین کے۔ وہ مرید اسمٰعیل قریشی کے۔ وہ مرید شاہ صدر الدین راجن کے قتال کے۔ وہ مرید شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی کے۔ وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے۔ وہ مرید شیخ بہاء الدین ملتانی کے۔ لکھا ہے کہ آپ اولاد سے بہلول لودھی کے تھے۔ اور خاندان چشتیہ سے بھی فیضیاب تھے۔ خوردسالی میں ان کے مادر اور پدر نے انتقال کیا۔ بعض بدمعاشوں نے آپکو ایک ہندو کے ہاتھ بیچا۔ آپ ہمیشہ اپنے مالک کی خدمات بجالا کر اُسکو خوش رکھتے تھے۔ ایک روز اُس نے آپ کو آزاد کیا۔ اتفاقاً آپ سیالکوٹ میں آکر سید ناصر مست کے مرید ہوکر چند مدت اُنکی خدمت میں رہے۔ جب شیخ کا وقت قریب پہنچا شیخ نے اپنے دوسرے مرید کو بلایا اُس کا نام بھی دولا تھا۔ وہ موجود نہ تھا۔ آپ گئے۔ شیخ نے فرمایا کہ تیری ضرورت نہیں۔ آپ واپس آئے۔ شیخ نے پھر دولا کہہ کر آواز دی وہ حاضر نہ تھا۔ شیخ دولا ہی حاضر ہوئے۔ شیخ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ ہر کرا مولا بدہد شاہ دولا گردد۔ تمام نعمت معرفت الٰہی انکو دیکر انتقال کیا۔ بعد اس کے شاہ دولا کو ایک مدت جذب اور سکر رہا۔ مست جام وحدت رہے جنگلوں میں شیر اور پلنگوں سے محبت رکھتے تھے بعد مدت کے جب ہوش میں آئے باب فتوحات ظاہری اور باطنی کھلا۔ ہزاروں کرامت اور خوارق ظاہر ہوئے۔ ہزاروں آدمی آپ کی خدمت میں مرادیں لیکر جاتے اور حسب دلخواہ اپنی مرادیں پاتے اور ہر روز اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے عطا کرتا آپ ہر روز مساکین کو تقسیم فرماتے اور اکثر جگہ عمارات عالی چاہ و مسافر خانہ پل و مساجد تیار کرائے کہ اب تک گجرات اور سیالکوٹ میں موجود ہیں اور جائے تعجب ہے کہ وحوش وطیور درندے اور گزندے آپکی خدمت میں حاضر رہتی۔ سرکار حضرت کی مثل بادشاہوں کے تھی۔ ہر وقت شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے اور شادی نہ کی مجرد رہے۔ آپکے زمانہ میں اسقدر فتوح ظاہری اور باطنی دوسرے کو نہ تھا اور جو کچھ زبان سے نکلتا تھا تیر بہدف تھا۔ آپکی مجلس کسی وقت سماع سے خالی نہ رہتی تھی۔ آپ کو وجد ہوتا تھا۔ اگر کسی کے واسطے دعائے فرزند کرتے اُس سے اقرار فرما لیتے تھے کہ جو پہلا لڑکا ہوگا وہ

میری نذر کرنا۔ تجھکو اللہ اور دیگا اور پہلا لڑکا جو ہوگا اُسکی چند علامات ہونگی۔ کوتاہ سر گنگ مسلوب الحواس۔ چنانچہ پہلا لڑکا اس قسم کا ہوتا اور اس کے والدین بخوشی نذر کرتے تھے۔ اسی طرح سینکڑوں لڑکے آپ کی خدمت میں دولاشاہی چوہے مشہور تھے۔ چنانچہ یہ کرامات ہنوز آپکی مزار سے جاری ہے۔ جو کوئی آپ کے مزار پر آتا ہے خواستگاری اولاد کرتا ہے اُس کے گھر پہلا جو لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ اس شکل کا ہوتا ہے۔ ایک بار دشمنانِ درویشان نے آپ کی ایذارسانی کے واسطے ایک محضر تیار کیا اور شاہجہاں بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ چونکہ شاہجہاں محرم اسرار درویشاں تھا اسپر کاربند نہ ہوا۔ حضرت کے ساتھ عقیدت بدستور رہی۔ وفات حضرت کی ۱۰۷۵ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا گجرات پنجاب میں زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت شیخ جان سہروردی لاہوری قدس سرہٗ

آپ فاضل اور جامع الکمالات تھے۔ لاہور سے باہر ایک مسجد میں واعظ فرمایا کرتے تھے اور مرید شیخ اسمٰعیل مدرس کے تھے مگر کسی سے کچھ نہ لیتے تھے۔ بوجہ حلال ایام گذاری کرتے تھے۔ ایکبار ان کے پیر نے انسے پوچھا کہ گذر کیونکر ہوتی ہے۔ عرض کیا بہر حال شکر ہے بآرام تمام بسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھکو معلوم کرایا ہے کہ واسطے قوت لایموت کے چکی پیسا کردں ان کے مرشد نے ازراہِ عنایت ایک تعویذ عطا کیا اور فرمایا کہ اسکو اپنے گھر میں رکھ۔ جب نعمتِ دُنیا سے سیر ہو جائے مجھکو واپس دیجیو۔ اُنہوں نے اس تعویذ کو لیکر اپنے گھر میں رکھا۔ اسقدر فتوح ہوا کہ تین روز میں بہت کچھ جمع ہو گیا۔ آپ نے شکر نعمت الٰہی بجالاکر وہ تعویذ پیر کو دیا اور عرض کیا کہ میں مستغنی ہوا۔ مگر مجھکو اس تعویذ کی اجازت ہو تاکہ اوروں کو نفع پہنچے۔ چنانچہ وہ تعویذ آج تک آپ کے صاحب سجادہ کے عمل میں ہے وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ ہ ہ ہ ہ لے لے ھھھھ

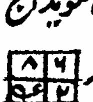

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ بوجہ تنگ دستی کے میں بہت پریشان ہوں میرے واسطے دعا فرمایئے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ بعد ہر نماز کے رُو بقبلہ کر کے سو بار سبحان اللہ پڑھا کر ایک ہفتہ کے بعد پھر مجھ سے ملنا چنانچہ اُسی ہفتہ میں تنگدستی اُسکی دور ہوئی اُس نے عرض کیا کہ اب میں بہت خوش ہوں آپ نے فرمایا ایک ہفتہ اور پڑھ۔ پھر اُس نے آکر کہا کہ اب میں دُنیا سے بالکل مستغنی ہوا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مال عقبیٰ جمع کروں۔ چنانچہ تارک الدنیا ہو کر مرید ہوا اور کمالات ظاہری و باطنی سے فایز ہوا۔

وفات حضرت کی سنہ ۱۰۷۲ھ میں ہوئی۔ مزار آپکا بیرون شہر لاہور متصل مسجد قصاب خانہ قدیم کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد اسمٰعیل مدرس میاں کلاں قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالکریم کے وہ مرید مخدوم طیب کے۔ وہ مرید مخدوم برہان الدین کے۔ وہ مرید مخدوم حیین کے۔ وہ مرید شیخ سیلون کے۔ وہ مرید شیخ حسام الدین متقی ملتانی کے۔ وہ مرید سید شاہ عالم کے۔ وہ مرید سید برہان الدین کے۔ وہ مرید سید ناصر الدین محمود کے، وہ مرید مخدوم جہانیاں کے کہ بیٹے عبداللہ قوم کہوکہر ساکن موضع جنبہ لب دریائے چناب کے تھے۔ لکھا ہے کہ سنہ ۹۹۹ھ میں پیدا ہوئے بعد سن تمیز شیخ عبدالکریم کی خدمت میں حاضر ہوکر آٹا پیسنے پر معمور ہوئے۔ ایک روز وقت پر آٹا نہ پہنچا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ اسمٰعیل اپنے حجرہ میں مشغول بحق ہیں اور چکّی خود بخود دہبر رہی ہے۔ یہ حال اُن کے پیر سے عرض کیا انہوں نے خود آکر دیکھا اُن کو مطلق خبر نہ تھی۔ واپس چلے گئے۔ جب شیخ اسمٰعیل کو ہوش آیا آٹا جمع کرکے لنگرخانہ میں پہنچایا۔ ان کے پیر نے کہا کہ آج سے آٹا پیسنا تیرا موقوف کیا۔

نقل ہے کہ بعد حصول علم باطنی شیخ سے دس کوس کے فاصلہ پر کنارہ چناب پر درخت شیشم کے نیچے قیام کیا کئی مہینے میں کئی سو آدمی آپ کی خدمت میں آکر باکمال ہوئے بعدہٗ ۵۴ برس کی عمر میں لاہور میں بہ محلہ نیل پورہ آکر تعلیم وتلقین میں مصروف ہوئے۔ ایک جائے قیام مخدوم علی ہجویری گنج بخش پر کیا۔ تمام اہل اسلام رجوع لائے۔ ایک مسجد پرانی اُس محلہ کے نزدیک تھی اور ایک ہنود فقیر کہ صاحب کشف تھا اُس مسجد میں رہتا تھا کوئی مسلمان اسکو نکال نہ سکتا تھا۔ ایک روز یہ اُس جوگی کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ عبادت گاہ مسلمانان ہے تم کو یہاں رہنا حرام ہے۔ میں یہاں رہونگا۔ تم یہاں سے چلے جاؤ اُس نے انکار کیا آپ نے جھڑکا اُس جوگی نے کہا اگر میں جاؤنگا تو مسجد میرے ساتھ جائے گی چنانچہ اُس نے قدم مسجد کے باہر رکھا کہ مسجد جنبش میں آئی۔ قریب تھا کہ جوگی کے پیچھے چلے کہ آپنے ایک عصا دیوار مسجد پر مار کر فرمایا کہ ساکن رہ وہ اُسی وقت ٹھہر گئی۔ جوگی نے یہ کرامات دیکھکر آپ سے عذر تقصیر چاہا اور کسی طرف کو چلا گیا۔ آپ اُس مسجد میں درس قرآن فرمانے لگے۔ چنانچہ اُس مسجد میں اب تک درس قرآن ہوتا ہے۔ آپ ہمیشہ خود قرآن پڑھایا کرتے تھے اور شاگرد مہینوں میں حافظ ہوتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے عرض کیا کہ بیوی میری حافظ قرآن ہے اور میں اُمی ہوں۔ محض اس لئے مجھکو اپنی قربت سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ تیری قربت سے بے ادبی قرآن کی میرے دل میں متصور ہے۔

میں آپ سے ملتجی ہوں کہ میرے واسطے دعا کیجئے کہ میں بھی حافظ ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر چھ مہینے میرے پاس رہو تو حافظ ہو جائیگا۔ یہ سنکر وہ رویا اور عرض کیا کہ مجکو اپنی زوجہ کی جدائی ایک دم کی بھی شاق ہے چھ مہینے کیونکر گذریں گے۔ یہ سنکر از راہ رحم فرمایا کہ وقت سلام نماز صبح کے میری داہنی طرف آئیو۔ انشاء اللہ تیرا مقصد حاصل ہوگا چنانچہ وہ حسب فرمودہ جناب عمل میں لایا۔ اسی وقت نظر پڑتے ہی حافظ ہو گیا۔ بلکہ جتنے آدمی راستہ میں امی تھے سب حافظ ہوئے۔ یہ شخص مرید ہوا۔ آپ بار بار اپنی زبان سے فرمایا کرتے تھے کہ فیض قرآن بعد مرنے کے میری قبر کی خاک سے جاری رہیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حافظ الٰہی بخش آپ کے خلیفہ کہ جسم سے بہت فربہ تھے اور پستان بہت کلاں تھیں۔ جب مرید ہونے آئے آپ نے انکو دیکھکر تبسم فرمایا اور کہا کہ حافظ الٰہی بخش شیر دار ہے۔ یہ فرماتے ہی اُنکی پستان شیر دار ہو گئیں اور اسی خطاب سے منسوب رہے۔ چنانچہ ایک گاؤں حافظ صاحب کے نام پر موضع لوبرہ آباد ہے۔ لوبرہ پنجابی زبان میں شیر دار کو کہتے ہیں۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں، شیخ محمد صالح برادر ہم جد حضرت میاں جان محمد لاہوری و جان محمد ثانی و شیخ محمد ہاشم و شیخ عبدالحمید و عبدالکریم قصوری و اخوند محمد عثمان و محمد عمر و امانت خاں و حافظ عبداللہ و حافظ محمد فاضل و حافظ الٰہ بخش لوبرہ و حافظ محمد حسین و حافظ فتح محمد و مولوی تیمور لاہوری وفات حضرت کی ۵ رشوال ۱۰۸۵ھ میں ہوئی مزار لاہور میں مشہور و معروف ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسن لالو کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید سید جمال الدین بخاری دہلوی کے تھے اور شیخ حمزہ کشمیری اور بابا نصیب الدین سے بھی فیض حاصل کیا۔ تفرید اور تجرید کے ساتھ ایام گذاری کی۔ تمام عمر عبادت حق میں مصروف رہکر ۱۰۹۹ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ بہرام کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے۔ ترک تجارت کرکے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بوجہ زہد کے اس قدر ضعیف تھے کہ سوائے پوست اور استخواں کے گوشت کا نام نہ تھا۔ اظہار کرامات سے پرہیز کرتے تھے۔ ہمیشہ سرد پانی سے وضو کرتے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے مکان میں ایسا چشمہ جاری فرمایا کہ جاڑے میں اسکا پانی گرم اور گرمی میں سرد ہوا کرتا تھا۔ لکھا ہے کہ شیخ مراد آپ سے ملنے آئے اور راستہ میں خیال کیا کہ اگر حاجی بہرام میرے واسطے کھانا موجود کرے تو ہم دونوں ساتھ کھائیں

بعید اُنکی کرامات سے نہیں ہے۔ جب یہ پاس پہنچے آپ نے کھانا طلب کیا۔ اور دونوں بزرگوں نے ساتھ کھانا شروع کیا اُسوقت آپنے تبسم کناں فرمایا کہ آج کیا اچھا دن ہے کہ تمہاری حسب دلخواہ کھانا ہے اور میں بھی تمہارے شریک ہوں۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار خطۂ کشمیر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ یعقوب کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے۔ چندے عباد میں رہے۔ بعدہٗ مستِ الفت ہو کر ایسے مستغرق ہوئے کہ اپنے کو بھی بھول گئے۔ ایکبار آپ کسی پہاڑ کی کھوہ میں پڑے تھے۔ ڈیڑھ مہینے بے خور و خواب رہے۔ ایک شب کسی زمیندار کے ہاں تشریف لائے۔ رات زیادہ جا چکی تھی دروازہ کسی نے نہ کھولا صبح تک برف میں بیٹھے رہے۔ مگر جب برف آپ پر پڑتی تھی حرارتِ عشق سے وہ مضرت نہ کر سکتی تھی۔ مستی و مدہوشی یہانتک ہو گئی تھی کہ پاؤں میں گھونگھر باندھکر سر پر پرِ مرغ رکھکر ناچتے پھرا کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۱ھ میں ہوئی۔ مزار اسلام آباد کے قریب ہے۔

ذکر حضرت سید زندہ علی بن سید ا...

آپ مرید اپنے والد کے تھے۔۔۔

اُس نواح کے رہ...

چنانچہ ایسا...

ذکر ش...

بہت شوق تھا مساجد اور پل اور مسافر خانہ اکثر تعمیر کرائے وفات حضرت کی ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ جان محمد لاہوری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اسمٰعیل میاں کلاں لاہوری کے تھے علوم ظاہری اور باطنی میں یگانۂ عصر۔ اور لاہور میں بہ محلہ بیرونی دروازہ کہ شہر سے باہر ہے مقیم تھے۔ لڑکپن میں شیخ عبد الحمید خلیفہ شیخ اسمٰعیل سے تحصیل علوم ظاہری کیا تھا۔ اور بعد انتقال کے قیام گاہ پر دفن ہوئے۔ اسی شب کو خادم کو بشارت ہوئی کہ میری نعش کو یہاں سے نکالکر میاں کلاں کے مزار کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۰ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ حامد قاری قدس سرہٗ

آپ عالم علم شریعت و طریقت و ماہر قراءت تھے۔ لاہور میں طلباء کو درس کراتے تھے۔ اور مرید مولوی تیمور ...ر کے تھے اور اپنے وقت میں اُستاد زمانہ اور مرجع خلائق تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۶ھ میں ہوئی۔

...ید شاہ ابو الفتح اپنے والد کے تھے۔ مثل اپنے
...ر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ آغاز
کے جد مادری تھے جنید
کیا۔
...و قال اور
...نے والد کے